

فہرست سورتہائے تفسیر فتح الغریز سیارہ تبارک

سورۃ الملک	سورۃ النور	سورۃ الحاکمہ	سورۃ المعارج	سورۃ النوح	سورۃ الزل
سورۃ المدثر	سورۃ القیامہ	سورۃ الدھر	سورۃ الممت		

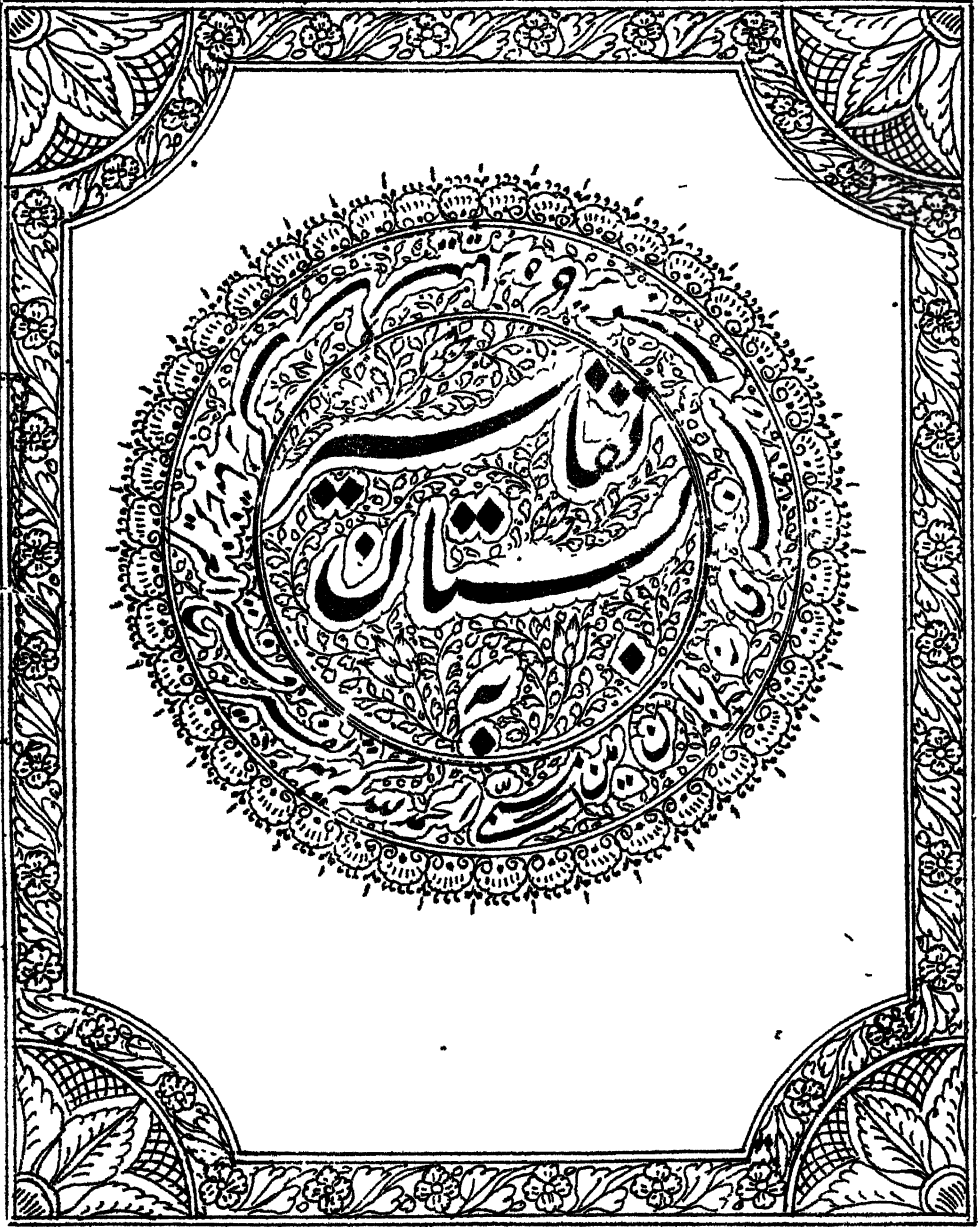
فہرست فوائد تفسیر فتح الغریز سیارہ تبارک

۱	۱	ان چیزوں کا بیان جو بادشاہ حقیقی کے لائق ہیں	۱	مسئلہ شرعی	۷۱
۲	۲	دس کرو نکا بیان	۲	عرب کی سلطنت کی مدت	۷۵
۳	۳	نوع انسان کے کارخانے کی ایجاد کا بیان	۳	غیر اللہ کے پوجنے والوں کا حال قیامت کے دن	۸۲
۴	۴	رحم شیاطین کے طریقہ کا بیان	۴	حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ	۸۵
۵	۵	علماء دین اور عربیت والوں کے سوال اور جواب	۵	لا الہ الا انت سبحانک کے پڑھنے کا طریق	۹۲
۶	۶	نام ان لوگوں کے جو پہلے ایمان لائے ہیں	۶	چشم زخم یعنی نظر لگ جانے کی روایت	۹۶
۷	۷	حرف نون کا جو سورت کے اول میں واقع ہوا اس کا بیان	۷	نظر کی دعا اور دوسری ترکیب اسکے دفع کی	۹۷
۸	۸	دریا کے پانی بڑھنے گھٹنے کا سبب	۸	نفوس انسانی کی تاثیر و قسم کی ہوتی ہیں	۹۹
۹	۹	پہلا قصہ آکلید اناسی کا اور پانچ دوسرے	۹	فرعون کے ظلموں کا بیان جو بنی اسرائیل پر کرتا تھا	۱۱۲
۱۰	۱۰	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا بیان	۱۰	بیان بادشاہوں کے لقب کا	۱۱۵
۱۱	۱۱	دعوت شری	۱۱	مدین نام ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کا	۱۱۶
۱۲	۱۲	مدارات اور مدانت کے معنوں کا بیان	۱۲	حضرت شعیب علیہ السلام کے قوم کے گناہوں کا بیان	۱۱۷
۱۳	۱۳	بدعتیوں کے ساتھ دوستی رکھنا اور ان کی	۱۳	بیان ان گناہوں کا جو حضرت نوح علیہ السلام	۱۱۸
۱۴	۱۴	صحبت میں بیٹھنا نچا ہے	۱۴	کی قوم میں رائج تھے	۱۱۹
۱۵	۱۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں تسمیہ کی کثرت کی وجہ	۱۵	حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کا بیان	۱۲۰
۱۶	۱۶	ضروان کے باغ والوں کا قصہ	۱۶	آنحضرت کے اہلبیت کے مناسبت کی وجہ سے	۱۲۱

۱۶۸	حضرت نوح علیہ السلام کی مناسبت کا بیان	۱۶۰	نوح علیہ السلام کے کشتی کے ساتھ
۱۸۸	خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ		سورۃ النحل کا بیان اور جو کلام چھوٹنے کے
۱۹۵	اجل مہرم اور اجل معلق اور اجل و ہی کا بیان	۱۶۳	وقت اس میں سے نکلے گا
۲۱۱	جو بنیہ و نکلے عقاب بلین کا فرکر کرتے ہیں ان کا بیان	۱۶۴	سنون روزوں کا بیان
۲۱۹	گنہگار نافرمان کو قبر کے عذاب سے خلاص نہیں ہے	ایضاً	ہستیوں کے دست آویز کی شرح
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جطرح آدمیوں کے بنی	۱۶۵	مسئلہ شرعی
۲۳۱	تھے اس طرح جنوں کے بھی بنی تھے		خلق اللہ کے ساتھ احسان کرنا کافروں کا
۲۳۷	فائدہ غریب	۱۶۶	ان کے عذاب کی تخفیف کا سبب پڑے گا
۲۴۵	حققتے کا کوئی نہ بزر و شریک ہو سکے نہ اس کی فر		بقیہ فعل اور تاثیرین عالم میں بدین و سب
۲۴۶	بیاریہین لوگ جنوں کے واسطے کھانا بھی مقرر کرتے ہیں	۱۶۷	تین چیزیں واسطے سے ظہور کرتی ہیں
	جنات کے ضرر سے بچنے کی دعا اور اس سے	۱۶۸	متعہ کی قباحوں کا بیان
۲۴۸	مدد طلب کرنے کی ممانعت		جو محرمین حرام ہیں ان کا بیان اور جو خطر پتے
۲۵۶	جن بھی مذاہب مختلف رکھتے ہیں	۱۶۹	شہوت رانی کے شریعت میں دوست نہیں ان کا بیان
۲۷۲	بہت جن بھی صحابیت کے درجہ کو پہنچے ہیں	۱۷۰	امانت کی تسخیر کا بیان
۲۷۴	ابلیس کے پڑپوتے کی حکایت	۱۷۱	نماز کے مفصلات اور مکروہات کا بیان
۲۷۵	جو جن صحابہ ہیں ان کے نام	۱۷۲	کرامت اور ردالت کا بیان
	کافر جنوں کے فرقوں کا بیان	۱۷۳	جرم اور بے صبری انسان کی خلقت میں
۲۷۷	مخدون کے عقرام کا جواب	۱۷۴	زیادہ کر دینے کا بیان
۲۷۹	استقامت کی مدح		حضرت ادریس علیہ السلام کے فوت ہونے کے
۲۸۰	مسجد کے نفاذ کی تحقیق		بعد بت پرستی پر نیک سبب جس کے واسطے
	لوگ اپنی نا اہلی سے دنیا کے مقدمات میں	۱۸۳	حضرت نوح علیہ السلام بھیجے گئے
۲۸۳	زاہدون کی طرف رجوع کرتے ہیں		واعیان الی اللہ کے سلوک کے طریق کا
۲۸۴	عترف کہتے ہیں حق بات کو باطل کی طرف پھیرنے کو	۱۸۵	بیان

۲۹۰	شیطان وحی سے مراد اس کا وسوسہ ہی	۲۹۰	قیامت کے دن شفاعت کرنیوالوں کا بیان	ایضاً
۲۹۱	شکال کا جواب	۲۹۱	آدمی کے نقون کی تسون کا بیان	۳۹۴
۲۹۲	ترتیل کا بیان	۲۹۲	سورہ قیامت کے نازل ہونے کا سبب	۳۹۶
۲۹۳	پیر پستون کے شبہہ کا بیان	۲۹۳	ان چیزوں کا بیان جن کی تعلیم یا تخریب مناسب	۴۰۰
۲۹۴	آدمی رات پچھلی کے خاص ہونگی وجہ سے	۲۹۴	قیامت کے دن اپنے عملوں پر آگاہی	۳۱۰
۲۹۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف کا بیان	۳۱۲	آگاہی تین مرتبہ ہوگی	۴۱۳
۲۹۶	تبتیل کے طریقہ کا بیان	۳۱۶	علم کے تسلیم کا طریقہ	۴۰۵
۲۹۷	توکل کے تین مرتبہ ہیں	۳۱۹	اللہ تعالیٰ کی رویت کی حقیقت کا بیان	۴۰۸
۲۹۸	ایذا تین قسم کی ہوتی ہے	۴۲۲	انسان کے مبتلا کی وجہ	۴۲۶
۲۹۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کافروں نے	۴۲۱	کیمیا کے مہوسوں کی برائی	۴۲۱
۳۰۰	ایذا دی تھی اسکی تفصیل	۴۲۲	سورہ دہر کے نازل ہونے کا سبب	۴۲۷
۳۰۱	رافضیوں کے غرائبہ فرقے کے اعتقاد کا بیان	۴۲۳	مسئلہ شرعی نذر کے بیان میں	۴۲۸
۳۰۲	ہجر جمیل کا بیان	۴۲۵	نذر طاعت کی قسم میں دست ہی نہ	۴۲۸
۳۰۳	قرآن شریف کے ختم کے طور و نگاہ کا بیان	۴۲۶	گناہ میں	۴۲۶
۳۰۴	قرض لینے کا ثواب صدقہ سے زیادہ ہوتا ہے	۴۲۷	کھانا کھانا مسکین اور یتیم اور قیدی کو عبادت	۴۲۷
۳۰۵	ولید پتید کا حال	۴۲۸	ہی وہ مسکین مسلمان ہو یا کافر لیکن گوشت اور نذر	۴۲۸
۳۰۶	ولید کے بیٹوں کے نام	۴۲۹	اور کفارہ کافر کو دینا درست نہیں ہے	ایضاً
۳۰۷	کفر کی تسون کا بیان	۴۳۱	جو چیزیں بہت میں پینے کے واسطے	
۳۰۸	قریش کے سرداروں کے نام	۴۳۲	مقرر ہیں ان کا نام	۴۳۲
۳۰۹	دوزخ کے موکوں کی شکل اور صورت کا بیان	۴۳۳	سات مطلب عسجد جو سورہ دہر میں	
۳۱۰	لہذا کھانا کھانا ثواب شہن طوں پر موقوف ہے	۴۳۴	بدکور ہیں ان کا بیان	۴۳۴
۳۱۱	بد صحبت کی آفتوں کا بیان	۴۳۵	پیٹ کے اندر پھر پیدا ہونے کا	
۳۱۲	قیامت کے دن واقعون کا بیان	۴۳۵	بیان	۴۳۵

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ



قَاتِلْهُمْ وَفَالِدِ الْأَهْلَامِ مِنْ هَيْكَلِ عِلْمِ كَوْهِنِهَا



بسم اللہ الرحمن الرحیم

سورۃ الملک آیتیں اور تین سو پین تیس کلمے اور ایک ہزار تین سو تیرہ حرف ہیں اور اس سورت کے کئی یاد دہانی ہونے میں اختلاف ہے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور الم تنزیل السجدہ کے بعد مکہ میں نازل ہوئی ہے اور اس کے بعد سورہ عاقہ اور سورہ معارج نازل ہوئی ہے اور حضرت حن بصری رضی اللہ عنہ اور دوسرے صحابیوں کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سورت مدنی ہے اور آسمین تیس آیتیں ہیں موافق صحیح حدیث کے جو صحاح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ حق کی کتاب سے جب کئی کلمے آیتیں ہیں ایک شخص گنہگار کی شفاعت میں استعذار اصرار اور ہٹ کیا کہ اس کو جہنم کے گڑھے سے نکال کر بہشت میں داخل کیا اور وہ سورت تبارک الملک ہے اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں دوست رکھتا ہوں اس بات کو کہ یہ سورت ہر مسلمان کے دل میں ہو دے یعنی اس سورت کو چاہئے کہ ہر مسلمان یاد کرے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوا ہے کہ مردے کو جب قبر میں لے جاتے ہیں اور خدا بیکے فرشتے آتے ہیں تو یہ سورت اس مرد کی حمایت کرتی ہے اور ان فرشتوں کو منع کرتی ہے اگر وہ پاؤں کی طرف سے ارادہ آئینکا کرتے ہیں تو اوہر سے انکو منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ

میں ایدھر سے نکلا آنے نہ دوں گی اس واسطے کہ اس شخص نے کھڑے ہو کر مجھ کو نماز میں پڑھا تھا پھر اگر وہ سر کے طرف سے ارادہ آئینا کرتے ہیں تو او دھر سے بھی منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ اس شخص نے مجھ کو اس منہ سے پڑھا ہے سو میں تکو اس طرف سے بھی آنے نہ دوں گی اور اسی طرح داسنہ اور بائیں سے بھی منع کرتی ہے اور کہتی ہے کہ ان دونوں طرف سے بھی نکلا آنے نہ دوں گی اس واسطے کہ اس شخص نے اپنے سینے میں مجھ کو یاد رکھا ہے اور تہ نام محمد باقر رضی اللہ عنہ عشا کی نماز کے بعد اس سورت کو دو رکعت نفل میں بیٹھ کے پڑھا کرتے تھے ریش شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر شب کو سونے کے پہلے اس سورت کو ضرور پڑھتے تھے اسی واسطے اس سورت کا نام حدیث شریف میں مانہ اور منجیہ اور وافیہ آیا ہے اس واسطے کہ اپنے سینے والے کو قبر کے عذاب سے بچاتی ہے اور نجات بخشی ہے اور قیامت کے ہول اور صدموں سے محفوظ رہتی ہے اور اس سورت کے ربط کی وجہ سورہ تحریم سے یہ ہے کہ سورہ تحریم میں گہر کے انتظام اور بندوبست کی شرطیں بیان ہیں کہ آدمی کو اپنی عورتوں اور گھر والوں کے ساتھ کس طرح گزارنا چاہئے اور اگر اسکے اہل و عیال کسی گناہ میں مبتلا ہوں اور دوزخ والوں کے کام کرنا شروع کریں تو اس شخص پر لازم ہے کہ انکو اس بد راہ سے روکے اور اس راہ پر چلنے نہ دے اور اس سورت میں خدائی شانیں ہیں کے دستور اور آئین مذکور ہیں اس سورت میں ایک گھر کی ریاست کا انتظام مذکور ہے اور اس سورت میں تمام جہان کی ریاست کا انتظام مذکور ہے اور ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کر نیکا قاعدہ اسی بات کو چاہتا ہے کہ وہ سورت پہلے ہو اور یہہ اسکے بعد ہو اور یہہ بھی ہے کہ اس سورت میں دوزخ کی آگ کی صفت اس مضمون میں بیان فرمائی ہے کہ وَقَدْ هَمَّ النَّاسُ وَالْجَانُّ لِيُنْفِخُوا فِيهِ دُوزِخَ كَادُمِيٍّ اور پھر اور عَلِيْهَا مَلَأْنَاهُ فَلَا ظَنِّ لَكَ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ بِئِنَّ اس دوزخ پر مقرر ہیں بے رحم اور سخت فرشتے بیکسی نہیں کرتے اللہ تعالیٰ کی جو حکم کرے ان کو اور اس سورت میں اس مضمون کو اس طور سے بیان فرمایا ہے کہ اِذَا الْقَوَّيْنَاهَا سَمِعُوا لَهَا شَهِيقًا قَهْرِيًّا تَقْوَرْنَ لِيَنْفِخَ فِيْهَا دُوزِخَ مِّنْ سِنِيْكَ اس کی آواز اور وہ جوش میں ہوگی اور یہہ بھی مذکور ہے کہ سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهُا اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ یعنی پوچھیں گے نگہبان دوزخ کے کیا نہیں آیا تھا تم پاس کوئی ڈرانے والا اور یہہ دونوں مضمون

آپسین بہت قریب ہیں اور اس سورت میں مذکور ہے کہ اِذَا اسْتَرَلْنِيْٓ اِلٰی اَعْصٰ اَنْ وَاٰجِهْ حَدِيْثًا
 فَلَمَّا نَبَاتَ بِهٖ وَاظْهَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَمِيْنَهٗ جَبَّحْتَ بِرُكْبَتِيْ ذِيْ الْاُخْرٰى اَمَّا اَمْسِيْٓ اَمَّا اُصْبٰٓحُ
 خَبَرُكَ دِيْ اَمْسِيْ اور تجا دیا اللہ نے نبی کو اور اس سورت میں مذکور ہے کہ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ وَاَجْهَرُوْا بِهٖ
 اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذٰلِكَ اٰتِ الصَّدُوْرَ يَمِيْنَهٗ جَبَّحْتَ بِرُكْبَتِيْ ذِيْ الْاُخْرٰى اَمَّا اَمْسِيْ اَمَّا اُصْبٰٓحُ
 اور اس سورت میں مذکور ہے کہ وَلَنْ تَطٰهَرَا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مُوَلّٰهُ يَمِيْنَهٗ اَلْغُلْبَةُ كَرُوْغَ تَمْدُوْنِ سِرُّوْا
 اسکا مولائے کام بنایا لا اللہ تعالیٰ ہے اور اس سورت میں مذکور ہے کہ قُلْ هُوَ الَّذِيْ اَمْنٰ بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا
 يَمِيْنَهٗ تَوَكَّلْ وَهٗ مَعْبُوْدٌ رَّحْمٰنٌ اِيْمَانُ لَآئِهٖ ہم اور اسی پر بھروسہ کیا ہمنے اور یہ بھی اس سورت میں مذکور ہے
 کہ اپنی جو رو کی خاطر داری کے واسطے اللہ تعالیٰ کی ہلکی ہوئی چیز کو کیوں اپنے اوپر حرام کیا تو نے اور اس سورت
 میں مذکور ہے کہ سلطنت اور حکومت سچی اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے پھر اسکے حکم کے بدلنے میں دوسروں کی
 پیروی کرنا چاہئے اس واسطے کہ حکم کرنا بادشاہوں کے واسطے خاص ہے کسی کی خاطر کے واسطے بادشاہوں کے
 حکم کے خلاف کرنا ہرگز درست نہیں ہے اب اسی پر قیاس کر کے اگر مناسبت کی وجہوں کو ڈھونڈنے تو بہت
 اکل سکتی ہیں اور اس سورت کا نام سورت الملک اس واسطے رکھا ہے کہ اس میں جو جو چیزیں حقیقی بادشاہت کی واسطے
 لائق ہیں انکو اس مالک الملک علی الاطلاق کی واسطے ثابت کیا ہے اور وہ بہت سی چیزیں ہیں چنانچہ خیرات کی کثرت
 اور انعام اور حسن کی زیادتی سو بہت تبارک کے لفظ سے بوجھی جاتی ہے اور دوسری قدرت کا عام ہونا یمن
 سب چیز کو شامل ہونا یہاں تک کہ مارنا اور جلنا بھی اختیار میں ہو جو کسی بادشاہ کی قدرت اور اختیار میں تھا
 سو بہت مضمون وھو علی کل شیء قَدِيْرٌ کی لفظ سے اَخْلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ کی لفظ سے بوجھا جاتا ہے اور
 تیسری اپنی رعایا کے اور منصب داروں اور ملک کے حاکموں کے کاموں سے باخبر رہنا کہ یہ بھی سلطنت
 کے لوازموں میں سے ہے سو بہت بات لِيَسْبُوْهُ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عِلْمًا کی لفظ سے اور اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذٰلِكَ اٰتِ الصَّدُوْرَ
 کی لفظ سے بوجھی جاتی ہے اور چوتھی غلبہ اور عزت اور مرتبہ ہونا سو عزیز کی لفظ اس پر دلالت کرتی ہے
 پانچویں بخشش اور گناہوں کا معاف کرنا جو غفور کی لفظ سے بوجھا جاتا ہے چھٹی اپنے اہل کاروں اور
 ظالموں اور نوکروں کے واسطے بڑے بڑے عالیشان مکان تیار کرنا سو بہت مضمون خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ عَلٰی اَحْسَنِ الْاَحْكَامِ

ساتون اپنی رعایا میں کیسی طرح کی کمی بیشی اور تفاوت نہ کرنا جو مائوسی فی خلق الرحمن میں تفاوت کے مضمون سے بوجھا جاتا ہے آٹھویں اپنے مملکت کے شہروں کو آراستہ کرنا اور شیشے ہندی اور روشنی کے زینت دینا سو یہ بات اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحٍ کے مضمون سے بوجھی جاتی ہے نویں دشمنوں کے مقابلے کے واسطے لڑائی کا سامان جیسے توپ بندوق گولہ باروت قید خانہ پیادے تیار رکھنا سو یہ مضمون وَجَعَلْنَا هَاجُوتَ وَالْيَاسْجِينَ وَاعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيرِ اور وَسَاءَ لَكُمْ خُرْبُهُمْ اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ میں پایا جاتا ہے دسویں بہت سے اسباب سرفرازی اور رحمت کے اپنے دوستوں اور فرمانبرداروں کے واسطے تیار رکھنا جو اِنَّ الَّذِي يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ اَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَلَٰكُمُ كِبَرٌ کی آیت سے بوجھا جاتا ہے اور ءَاٰمِنْتُمْ مِّنْ فِى السَّمَاءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ اَرْضُكُمْ مِنْ يَّسْتَوِي اَيُّونَ مَن تَعْبُدُونَ کی آیت سے بوجھ کر مضمون تاکید کے طور پر بوجھے جاتے ہیں گیارھویں وحشی اور پالو جانوروں کو خوش خانہ میں رکھنا سو یہ مضمون اَوَلَمْ يَرْفَعِ الْاَلْطَّيْرُ فَوْقَهُمْ صَفَائِتَ سے بوجھا جاتا ہے بارہویں ملک میں امن اور غلہ کی ارزانی اور رزق اور روزیے اور درہے اور سالیانے کی وسعت اور کشادگی کرنا سو یہ مضمون ءَاٰمِنْتُمْ مِّنْ فِى السَّمَاءِ مِنْ اَنْ يَّرْسِلَ الْجُودُ فَيْغْتَبِقَ وَيُفَوِّتَكُمْ ان سب آیتوں میں یہی مضمون بوجھا جاتا ہے تیرھویں یہ بات کہ سیکو اس قدر نہ بڑھانا جو اس درگاہ کے مردودوں اور نکالے ہوئے کو بٹھاوے یا حمایت اور طرفداری کوے یا اس درگاہ کے محروم اور بے نصیب کو کچھ روزی پہنچاوے یا کچھ دیوے کہ اسکا کوئی کام نکل جاوے یا کسی طرح سے اسکو نفع پہنچاوے سو یہ مضمون اَمَّنْ هَٰذَا الَّذِي هُوَ جَدُّ لَكُمْ يَئُودُكُمْ مِّنْ دُونِ الرَّحْمٰنِ کی آیت میں اور بَلْ جَوَّاجِيَ غُيُوتٌ وَيُفَوِّتُكُمْ بوجھا جاتا ہے اور یہ سورت رحمانیات کی سورتوں سے ہے یعنی جنین اسم ذات کے مقام پر رحمن کے لفظ کو لائے ہیں جیسے سورہ انبیا اور سورہ یسین اور سورہ مریم اور سورہ طہ اور سورہ حاقہ اور سوائے ان کے اور سورتیں ہیں اسی طرح بعضے سورتیں ربانیا ت ہیں یعنی ان میں اسم ذات کے مقام پر رب کے نام کو لائے ہیں جیسے سورہ ہود اور سورہ یوسف بڑی سورتوں میں اور سورہ والفجر وغیرہ چھوٹی سورتوں میں اِنَّ اِلٰهَكُمْ اِلٰهٌ وَاحِدٌ اور سورہ

والله المريج ولهاب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَبَارَكَ الَّذِي مَلَكَ الْمُلْكُ بُرْیٰ بَرَكْتَ وَالَا هِیْ نَامِ پَاکِ اِسْ کَا جِکے قَبْضَه قَدْرَتِ مِیْنِ هِیْ سُلْطَنَتِ اَسْمَانِ
 وَزَمِیْنِ کِیْ اَوْرِ جَوَانِ دُو نُوْنِ کَے دَرْمِیَانِ مِیْنِ هِیْ اَبِ یِهَانِ پَر جَانَا چَاہِیْے کَا اَذْکَا عَشْرَه یَعْنِے دَسْ ذِکْرِ
 جِیسے تَبِیْجِ یَعْنِے سَبْحَانَ اللہ اَوْر تَحْمِیْدِ یَعْنِے اَلْحَمْدُ اللہ اَوْر تَبْکِیْر یَعْنِے اللہ اکْبَر اَوْر تَهْلِیْل یَعْنِے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ اَوْر
 تَوْحِیْد یَعْنِے وَحْدَه لَا شَرِیْکَ لَہِ اَوْر حَوْقْلَہ یَعْنِے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہ اَوْر حَسْبَکَ یَعْنِے جِیْسِی اللہ اَوْر بَلْ
 یَعْنِے بَسْمِ اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَوْر اِسْتِغْنَاةً اَوْر تَبَارُکِ یَہِہ دَسُوْنِ ذِکْرِ ہَرْ شَرْعِیَّتِ مِیْنِ مُخْتَلَفِ لَفْظُوْنِ سَے
 رَاہِجِ اَوْر مَعْمُوْلِ سَہِہ مِیْنِ چَہَا نِچَہِ قُرْآنِ شَرِیْفِ مِیْنِ یَہِہ ذِکْرِ یَعْنِے تَبَارُکِ کَا دُو سُوْرَتُوْنِ کِیْ اِبْتَدَا مِیْنِ وَاَقِیْعِ ہُوْا
 اِیْکِ یَہِہ سُوْرَتِ اَوْر دُو سُوْرِیْ سُوْرَہُ فَرْقَانِ اَوْر تَحْمِیْدِ کَا ذِکْرِ پَا نِچَہِ سُوْرَتُوْنِ کِیْ اِبْتَدَا مِیْنِ هِیْ اَوَّلِ سُوْرَتِ
 دُو سُوْرِیْ سُوْرَہُ الْاِنْعَامِ تِیْسِیْ سُوْرَہُ الْکَافِہُ چَوْتھِیْ سُوْرَہُ سَبَا پَا نِچُوْنِ سُوْرَہُ فَاطِمَہُ اَوْر تَبِیْجِ کَا ذِکْرِ سَاتِ سُوْرَتُوْنِ کِیْ
 اِبْتَدَا مِیْنِ هِیْ اَوَّلِ سُوْرَہُ نَبِیْ اِسْرَآئِیْلِ دُو سُوْرِیْ سُوْرَہُ حٰدِیْدِ تِیْسِیْ سُوْرَہُ حٰشِرَہُ چَوْتھِیْ سُوْرَہُ صَفِّ پَا نِچُوْنِ
 سُوْرَہُ جَمْعہ چَھْٹھِیْ سُوْرَہُ تَعَاوُنِ سَاتُوْنِ سُوْرَہُ سِجِّ اَمِّ اَوْر اِسْ ذِکْرِ کِیْ حَقِیْقَتِ اللہ تَعَالٰی کَے اِنْعَامَاتِ اَوْر اَحْسَانَاتِ
 کِیْ کَثْرَتِ کَا مَلا حِظَّ کَر ناہِیْ جَو ہَرْ ہَرْ ذَرَّہُ مِیْنِ ذَرَّاتِ عَالَمِ سَے جَلُو ہُ گَر مِیْنِ اَوْر یَہِہ بَاتِ ہَمِیْشِیْ کِیْ سَاھِہ
 پَا ئِیْ جَاتِیْ ہِیْ کَبھی جَدَا نَہِیْنِ ہُوئی اَسُو اَسْطَے کَے بَر کَتِ کَے مَہْمُوْمِ مِیْنِ دُو نُوْنِ چَمِزِیْنِ دَاخِلِ مِیْنِ اِیْکِ خَیْرِ کَا پَا یَا
 اَوْر دُو سُوْرِیْ ہَمِیْشَہ اَمِیْنِ رَہْنَا اِسِیْوَ اَسْطَے جِسْ مِیْنِ خَیْرِ نَہِ پَا ئِیْ جَا ئَے اِسْکُو مَبَارُکِ نَہِیْنِ کَہتے مِیْنِ اَوْر سَبِیْ
 اِیْکِ بَارِیَادِ وَ بَارِ خَیْرِ پَا ئِیْ جَا ئَے اِسْکُو بَھِیْ مَبَارُکِ نَہِیْنِ کَہتے مِیْنِ بَلْکَہ مَبَارُکِ اِسْکُو کَہتے مِیْنِ جِسْ مِیْنِ ہَمِیْشَہ خَیْرِ کَا
 صَدُوْرِ پَا یَا جَا ئَے اَوْر یَہِہ بَھِیْ جَانَا چَاہِیْے کَہ تَامِ اَنْ بَے اَنْتَہَا عَالَمُوْنِ کَے اَصُوْلِ یَعْنِے جُزْءِ دُو عَالَمِ مِیْنِ اِیْکِ
 نَامِ مَلْکِ ہِیْ جِکُو عَالَمِ اَجْمَامِ کَہتے مِیْنِ وَہِ عَرْشِ سَے فَرْشِ تَکِ ہِیْ اَوْر دُو سُرِ کَا نَامِ مَلْکُوْتِ جِکُو عَالَمِ اَرْوَاحِ
 کَہتے مِیْنِ سُو وَہِ قَسْمِ اَحْلَآ سَے نَفْسِ نَاطِقَہ اِنْسَانِیَہ تَکِ ہِیْ اَوْر اِسْ مَالِکِ عَلِی الْاِطْلَاقِ کَا حُکْمِ اَنْ دُو نُوْنِ عَالَمُوْنِ
 بَادِشَاہُوْنِ اَوْر مَالِکُوْنِ کَے مَانَدِ جَارِیْ ہِیْ سُو اَسْ مَالِکِیَّتِ اَوْر تَصَرُفِ کَے اَعْتِبَارِ سَے عَالَمِ مَلْکِ اِسْ پَہِ
 مَالِکِ کَا وَصْفِ تَبَارُکِ کَے لَفْظِ سَے بَیَانِ کَر تے مِیْنِ اَسُو اَسْطَے کَے یَہِہ لَفْظِ ہَمِیْشَہ کِیْ کَثْرَتِ خَیْرِ پَر دَلَالَتِ کَر تِیْ ہِیْ

س

ع

نہ بیان ہوا

اور ہم بات ظاہر ہی کہ ہم عالم روز بروز زیادتی اور ترقی پر ہی اور ہر ساعت اور ہر لمحہ میں ترقی عجیب اور صفتیں غریب اور نادر جو علم الہی میں پوشیدہ ہیں ظاہر ہوا کرتی ہیں اور تسخیر اور گھیر لینے کے اعتبار سے عالم ملکوت اپنے ارادے کے خواہش سے اس مالک الملک کا وصف تسبیح لفظ سے کرتے ہیں جو تزیین اور تقدیس کے معنوں میں ہے ہر عیب سے اسکی ذات پاک ہی چنانچہ سورہ یسین کے آخر میں فرمایا ہے فَسَجَّانَ الَّذِي يَخْلُقُ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ یعنی پاک ذات ہی اسکی جسکے قبضہ قدرت میں ہی حکومت ہر چیز کی اور ہم تسبیح کے لفظ سے ذکر کرنا سوا اس کے کہ نذرہ اور تقدیس عالم ارواح کے کتاب ہی آدرب تبارک الذی کے جملے کے بیان کرنے سے قدرتوں الہی کے عجائبات کی طرف جو عالم ملک میں ظاہر اور محسوس ہیں اور امکان کے پردیسے منظر وجود کے میدان میں جلوہ گر ہو رہے ہیں اور وہ استعد میں کہ شمار اور گنتی کی حد سے باہر ہیں تمام اشارہ ہو چکا تو اب بیان فرماتے ہیں کہ تصرف و تدبیر اللہ تعالیٰ کی اس عالم میں جو چیز کہ موجود اور محسوس ہی اسی پر منحصر نہیں ہی بلکہ جو صفت امکان کی عاقلی آسکتی ہی اور کہہ سکتے ہیں کہ ہم ممکن ہی اگرچہ وہ چیز امکان کے پردہ میں چھپی ہو لیکن قدرت اللہ تعالیٰ اسکے ساتھ متعلق ہی یعنی ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اس پر قادر ہی چاہے تو ظاہر کر دے وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اور وہ یعنی اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہی وہ چیز موجود ہو یا نہ ہو معتاد ہو یا نہ ہو اور یہی وجہ ہے کہ موجود کی امکانیہ صورتوں کی انتہا نہیں ہی اور اسکی قدرت کے خزانے اس قدر معمور اور پُر ہیں کہ ان کی گنتی اور شمار کوئی نہیں کر سکتا چنانچہ دوسری جگہ خود فرمایا ہے وَلَنْ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا عِنْدَنَا خَزَائِنُهُ وَمَا نُنْزِلُ إِلَّا بِقَدَرٍ مَعْلُومٍ یعنی جو چیز ہی اسکے خزانے ہمارے پاس بھرے پر ہیں اور نہیں اتار دیتے ہیں ہم اس میں مگر ایک اندازہ کے ساتھ جو معلوم ہی یہاں خوب غور کر کے دیکھا چاہے کہ ہم کثرت ہر چیز کے خزانوں کی کسی بادشاہ کے واسطے متصور نہیں ہو سکتی چنانچہ یہاں پر کتنے کارخانے اسکی قدرت کا طے کی بیان کئے جلتے ہیں انکو خوب غور اور تامل سے دیکھا چاہئے کہ کیا کیا اسکی قدرت کی عجایب اور غرائب شانیاں ظاہر ہو رہی ہیں تاکہ انکو دیکھ اور سمجھ کے اسکی بادشاہت کی وسعت تمہارے ذہن میں کچھ در آوے اور ایک تھوڑی سی معرفت جو اس جناب پاک کی طرف رجوع اور متوجہ ہونے کا سبب ہو

انکو حاصل ہوئے اب ان کا رخنوں میں سے پہلے اپنی نوع اور قسم کے کارخانیکو جو خاص سرکار کے
 جیلے میں خوب غور اور فکر سے دیکھا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی برکت نے اس بات کو چاہا کہ ایک قسم کو اپنی ۵
 مخلوقات سے اپنی قدرت اور اختیار کا ظل اور نمونہ بناوے اور خاص اپنے علم اور شعور کی روشنی سے
 کچھ اسکو عنایت کرے تاکہ اپنے اختیار سے ہمیشہ نیک بات کرنے میں اللہ تعالیٰ کے خلق کی صفت کے
 ساتھ شاہت پیدا کرے اس واسطے کہ سوائے انسان کے جننے اور مخلوقات آہی ہیں وے سب نیک بات
 کے کرنے میں اس قسم کا اختیار نہیں رکھتے بلکہ ان سے نیک بات جو ہوتی ہے یا تو وے اس میں بے اختیار محض
 ہوتے ہیں جیسے آسمانوں کی گردش اور ستارے اور عناصر اور معادن اور نباتات کی تاثیر کہ ہم بات
 یعنی تاثیر ان کے اختیار میں نہیں ہے یا کچھ ضعیف اختیار رکھتے ہیں لیکن وہ اختیار طبیعت اور عادت کے طور پر
 ہوتا ہے اسی سبب وے بھلائی اور برائی کے سزاوار نہیں ہوتے ہیں اور نیکو یا انکی ہمیشہ نہیں ہو سکی
 جیسے حیوان یا اختیار رکھتے ہیں لیکن اس میں مجبور ہیں اور اپنے خاوند کے سامنے بے اختیار و ن کی طرح سے
 مقہور جیسے فرشتے اور کام کرنیوالی روحیں اس سبب انسان کی قسم کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور قدرت اور
 اور شعور اور بوجھ جیسے چاہئے ویسی سکود دی تا وہ انسان ایسے کام کرے جنکی تاثیر ہمیشہ سے اور عالم کی آبادی کا
 سبب ہو پھر ایسی نادر تم کو پیدا کر کے اپنا خلیفہ کیا اور اسکو اسی کے طور پر مختار کر کے چھوڑ دیا پھر اب اس کے واسطے
 کوئی چیز ایسی چاہئے جو اسکو نیک بات کی طرف رغبت دلاوے اور بُری خواہشوں اور برائیوں سے اسکو باز
 رکھے مگر اللہ تعالیٰ کہ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ ایسا قدرت والا بادشاہ ہے جس نے موت اور زندگی کو پیدا
 کیا تاکہ زندگی کے سبب سے تم اختیاری کاموں پر قدرت پاؤ اور موت کے سبب سے ان کاموں کے نیک آثار ظاہر
 ہو وین پس یوں بوجھا چاہئے کہ زندگی گویا بیج اور کام کے درخت کی پیدائش کا سبب ہے اور موت اس
 درخت میں پھل لگنے اور اس کے آثار ظاہر ہونیکا سبب ہے اور یہ ہم تدبیر غیب اور غریب حق تعالیٰ نے ہوسٹے
 کی ہے يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَتِمُّوْا حَسَنًا تاکہ تم سب کو جانچے کہ تم میں سے پتر اور اچھا ہے کام کرنے میں اور نیک
 درجن کے تفاوت کے سبب سے تمہاری شاہت کے مرتبہ بھی اپنے خالق کے ساتھ گھٹ بڑھ جاتے ہیں جس قدر
 خلوص نیت اور لہیت نیک کام میں زیادہ ہوگی بقدر اللہ تعالیٰ کی برکت کا ظہور تم میں زیادہ ہووے گا بس اس تدبیر سے

نشان کے مطابق
 ایجاد کا یہ ہے

برکت کے بیج کو اللہ تعالیٰ نے بویا ہی تاکہ حاصل اس کا ایک عالم کی آبادی کا سبب ہو اور اس عالم کا نام آخرت ہی اور یہ تبدیری بلاشبہ ان بڑے خزانوں کی تدبیر کے مانند ہی جو چاہتے ہیں کہ اپنے خزانے کو کھیتی یا تجارت سے بڑھادیں تاکہ ایک رنگ دوسرا پیدا ہو اور صورت دوسری حاصل ہو لیکن ونون تبدیرون میں فرق اتنا ہی کہ خزانے والے اپنے خزانے بڑھانے میں دوسروں کی طرف محتاج ہوتے ہیں اور وہ مالک علی الاطلاق کی کام میں دوسری طرف احتیاج نہیں رکھتا بلکہ اپنے بعض مخلوق کو بعض سے ترکیب دیکر اس نقش کی صورت ظاہر کرتا ہی یہی سبب ہے کہ باوجود اس بات کے کہ اپنے بند بڑی قدرت اور اختیار والوں کو اس نقش کے حاصل کرنے میں واسطہ گردانا ہی اور اس کام کو انھیں کے طور پر چھوڑ دیا ہی چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہی اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اَحْصِيَهَا عَلَيْكُمْ لَعْنَةُ سَوَاءٍ لَكُمْ لَعْنَةُ سَوَاءٍ کہ یہ تمہارے عمل میں جو کتنے ہیں ہم تم پر لیکن اس کے غلبے اور عزت میں ہرگز خلل نہیں آیا اس واسطے کہ ہر چیز کے اختیاری باگہ اپنے ہی قبضہ قدرت میں رکھی ہی وَهُوَ الْعَزِيزُ اور وہی ہی اسی عزت والا کہ وہی عزت کسی دوسرے میں متصور نہیں ہو سکتی اور اگر اسی عزت اسکی نہ ہوتی تو نافرمانی اور عدل حکمی پر اس مخلوق کو یعنی ان لوگوں کو اپنا خلیفہ بنا کر تصرف میں مختار کیا ہی مواخذہ اور تنبیہ نہ کر سکتا جیسے بادشاہ کہ اگر کسی کو اپنا بنا کر اور نیابت کی خلعت پہنا کر بالکل اختیار دیتے ہیں پھر اس سے اس منصب کا لینا دشوار ہو جاتا ہی اور ہرگز اس کو موقوف نہیں کر سکتے بلکہ اگر اس سے کوئی خلاف یا اپنی نامرضی بات ظاہر ہوتی ہی تو اس پر اس کو مواخذہ اور غصہ اور عذاب بھی نہیں کر سکتے سوائے تعالیٰ کی ذات اس نقصان سے پاک ہی اور باوجود اس عزت اور غلبے کے کہ اس مالک الملک میں پایا جاتا ہی ایک صفت اور بھی ہی کہ اَلْخُفُودُ بَحْشُ وَالْاَوْزَابُ دَانُ بَحْشُ وَالَاہِ یعنی اپنے بندوں کو نافرمانی اور تقصیر و نہر چھٹ پٹ نہیں پکڑتا بلکہ ہلکتا ہی پھر اگر انھوں نے اسی تقصیر پر ہٹ کی اور نافرمانی کو اپنا پیشہ ٹھہر لیا یہاں تک کہ لائق مغفرت کے نہ رہے تو البتہ ان کو سزا دینا اب یہاں پر دو سوال ہیں جواب طلب پہلا سوال یہ ہی کہ موت کو حیوۃ پر کیوں مقدم لائے اس واسطے کہ ظاہر میں پہلے زندگی ہی اس کے بعد موت ہی اس کا جواب یہ ہی کہ عمل نیک ظاہر ہو نیک سبب حقیقت میں موت ہی اور سبب گہم پر مظلوم نیک عمل کا امتحان ہی نہ اصل عمل پر مطلع کرنا تو اصل مقصود موت ہوئی ہو اس واسطے کہ مقصد کا

ہی اور زندگی اسکا وسیلہ ہی اسواسطے کہ زندگی اس کام کا سبب جو وسیلہ ہی وَالْمَقَاصِدِ تَقْدَرُ بِكَ تَبَيُّنًا
عَلَى الْأَسَائِلِ وَلَئِنْ كَانَ لِلْأَسَائِلِ تَقَدُّمٌ نَّمَا كُنِيَ عَلَى الْمَقَاصِدِ یعنی مقصد کا رتبہ مقدم ہی وسیلہ کے رتبے
 پر اگرچہ وسیلہ کا وجود مقدم ہوتا ہی مقصد پر اور دوسرا جواب یہہی کہ موت عالم ملک میں ذاتی ہی
 یعنی قائم بالذات ہی اور حیات غرضی یعنی قائم بالغیر اور ذاتی مقدم ہوتی ہی غرضی پر اور تیسرا جواب
 یہہی کہ موت کو حیات پر اسواسطے مقدم کیا کہ موت ہر وقت آدمی کے سامنے رہتی ہی اور وہ کبھی اس سے
 غافل نہیں ہوتا چنانچہ حدیث شریف میں بھی وارد ہی کہ كَأَنَّكَ لَا تَمُوتُ وَلَا تَحْيَا لَذَاتِ الْمَوْتِ یعنی بہت یاد
 کرو اور پیش نظر رکھو نیست کر دینے والی لذت کو یعنی موت کو اور دوسری حدیث میں بھی ہی کہ يُسْأَلُ
الْعَبْدُ لِنَبِيِّ الْقَابِرِ وَالْبَلَاءِ یعنی بہت برا بندہ ہی جو بھول گیا قبر و نکو اور اس میں جو آدمی پر گذر تا ہی یعنی
 سُرُکُل جانا اور نیست و نابود ہو جانا اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی گئی
 ہی کہ موت سے دنیا کی موت مراد ہی اور حیوۃ سے آخرت کی حیات اور دنیا کی موت پہلے ہی آخرت کی
 زندگی سے اور بعض مفسر نے یوں منقول ہی کہ موت سے مراد نطفے کی حالت ہی اور حیات سے مراد دنیا
 کی زندگی اور نطفے کی حالت زندگی کے پہلے ہوتی ہی اب اس تفسیر پر لِيُبَلِّغَنَّكُمْ أَيْمَانُكُمْ عَمَلًا
 کے ساتھ مناسبت اس طرح پر بوجھا چاہئے کہ پہلے تمکو مردہ کیا پھر زندہ کیا تمکو لازم ہی کہ اس بات کو بوجھو
 کہ تمکو ہر موت کے بعد زندگی ہی اور اپنے نیک عملوں کا فائدہ اس زندگی میں تمکو پہنچا ہی اور بد عملوں کی سزا
 میں گرفتار ہونا ہی سو تمکو چاہئے کہ اس بات کو سوچ کے نیک عمل کے کرنے میں کوشش کرو اور بد عملوں
 سے اپنے تئیں دور رکھو اور دوسرا سوال یہہی کہ موت کے پیدا کرنے کے کیا معنی اسواسطے کہ موت نام
 ہی زندگی کے جانیکا اور جانا ہر چیز کا نیست ہو جانا اس چیز کا ہی اور یہہی مخلوق نہیں ہی پس پیدا نہ کرنا
 ایک چیز کا ہی اسکی نیستی کے بیان میں کافی ہی اسکا جواب یہہی کہ موت اور حیات کے درمیان میں نسبت
 عدم اور ملکہ کی پادے جاتی ہی اسواسطے کہ اپنی خواہش اور ارادے حرکت کر نیکا نام حیات ہی اگرچہ وہ
 حرکت اسکی بیقراری سے ہو جیسے دم کہ خود بخود بھیر جاتا ہی اور اوپر آتا ہی اور جو چیز کہ لیاقت
 حرکت کی رکھتی ہو پھر اس حرکت اپنے ارادے نہو سکے اس کا نام موت ہی اسیواسطے لکڑی اور

پتھر کو مردہ نہیں کہتے ہیں اور ملکہ کا عدم ہونا اس طور سے ہے کہ بالکل عدم ہونہیں سکتا بلکہ کچھ وجود کا
 شائبہ اور بواہیں باقی ہوتی ہیں یہی سبب ہے کہ جو محل اسکی قبولیت کی لیاقت نہیں رکھتا اس میں موت نہیں پائی
 جاتی پھر جب اس میں ایک شائبہ وجود کا پایہ قابلیت مخلوق ہونیکے بھی اس میں پائی گئی جیسے حیات میں اور
 اور دوسرا جواب حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ موت اور حیات کی خلقت سے ان
 دونوں کی صورت متناہیہ مراد ہے اس واسطے کہ عالم مثال میں موت کچھ گننے بکری کی صورت پر پیدا کیا
 ہے کہ جب کسی چیز پر اسکا گزر ہوتا ہے اور اسکی بواہیں دماغ میں پہنچتی ہیں اس وقت وہ مر جاتی ہے
 اور حیات کو ابلق گھوڑے کی صورت پر پیدا کیا ہے کہ جب کشتی پر اسکا گزر ہوا اور اسکی بواہیں دماغ
 میں پہنچتی ہیں وہ چیز زندہ ہو گئی اور یہی وجہ ہے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ قیامت کے دن بعد دخل
 ہونے بہشتیوں کے بہشت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں موت کو بکری کی صورت پر لا کر ذبح کر ڈالینگے
 تاکہ دوزخ والوں کو غم دونا ہووے اور بہشتیوں کو بے انتہا خوشی حاصل ہووے اور سامریکے قصے
 میں بھی واقع ہے کہ اسنے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو ابلق گھوڑے پر سوار دیکھا اور اسکے کچھ سے ایک ٹھکی
 خاک اٹھالی تھی اور اسکو کچھ زمین جو قبطیوں کے زیور سے بنایا تھا ڈال دی تھی اور اسکو ایک طلسم بنا کر
 اپنا معبود قرار دیا تھا اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس آیت کو
 پڑھا اور اس لفظ تک پہنچے کہ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا تو آپ نے اس تفسیر میں ارشاد فرمایا کہ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا
 وَادْعُ عَنْ تَحَارِیْرِ اللّٰهِ وَاسْرِعْ فِی طَاعَةِ اللّٰهِ یعنی کون تم میں سے نیک ہے عقل کا اور بہت ڈر نبوالا
 اللہ تعالیٰ کے محارم سے اور جلدی کر نبوالا اللہ تعالیٰ کی بندگی میں یعنی نیک عمل سے نفلوں کی کثرت مراد نہیں
 ہے بلکہ آداب کی رعایت کرنا اور اپنے نفس کو ممنوعات سے باز رکھنا مراد ہے اس واسطے کہ گناہ جب
 عبادت میں پایا جاتا ہے تو اس عبادت کے اثر کو ضعیف کر دیتا ہے پھر اس سلطنت کی عمارتوں کو
 اور عالی بناؤں کے کارخانے کو غور سے دیکھا چاہئے اور وہ ظاہر ہے کہ عالم ملک میں نہایت کمال
 درجہ کی پیدائش آسمان ہے اس واسطے کہ کوئی چیز ایسی مضبوط اور سڈول اور آراستہ سب قرینے
 برابر دنیا میں پائی نہیں جاتی سو وہ اللہ تعالیٰ اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمَوٰتٍ اِیَّاهُ دَاشَہ قدرت والا ہے

جس نے پیدا کئے سات آسمان تاکہ ہر آسمان سے ایک فیض خاص عالم پر نازل فرماوے اور اس فیض کو آدمی میں اس آسمانی طرف یا ستاروں کی یا ان روحوں کی طرف جو اس آسمان سے تعلق رکھتی ہیں نسبت کرے اور اس مالک علی الاطلاق کا فعل اس پر دین چھپا ہوا ہے جس طرح ظاہری بادشاہوں کی عادت ہوتی ہے کہ اپنے کاموں کو اہل کاروں سے لیا کرتے ہیں اور اپنے فعل کو ان کے پر دین چھپا رکھتے ہیں اور جانا چاہتے ہیں کہ جو نعمت دنیا میں پائی جاتی ہے اس کا اصل اور سبب کسی آسمان سے علاقہ رکھتا ہے اور اس آسمان کے رہنے والے اس نعمت کے پہنچانیکے واسطہ بڑے ہیں اور ان آسمانوں کو جدا جدا بنایا تاکہ لوگوں پر فیض پہنچنے میں اختلاف نہ دیکھی اور دوری کا واقع ہو بلکہ کیا ان ساتوں آسمانوں کو جلیقا طبعی طبعی یعنی ہر آسمان اپنے نیچے والے آسمان کو محیط اور گھیرے ہوئے ہے اور جو فیض کہ اوپر کے آسمان سے نازل ہوتا ہے وہ اس آسمان پر جو اس کے نیچے ہے اول نازل ہوتا ہے پھر جو اس کے نیچے ہے اسی طرح ہر نیچے کے آسمان پر نازل ہوتا ہوا بلکہ ہر آسمان کے فیض کو شامل ہوتا ہوا زمین پر نازل ہوتا ہے اور یہ بھی ہے کہ ساتوں آسمانوں کو آپس میں مطابق ایک دوسرے کے بنایا تاکہ اس آپس کی موافقت کے سبب سے کی طرح کا خلل دنیا کے حکومین راہ نہ پادے اور یہ تدبیر عجب کائنات کے نیک علو کی تمامی کا سبب ہووے یہی سبب ہے کہ مَا تَقِي فِي خَلْقِ الْوَحْيِ نَهْن دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی پیدائش میں نہ عام علوی میں اور نہ عالم کون و فاد میں یعنی دنیا میں مَن تَقَاوُتِ کی طرح کا تفاوت اور نقصان نہ حکمت کی رعایت میں اور نہ آراستگی میں اور نہ کسی چیز سے تاثیر و ثبوت کے صادر ہونے میں جو مطلب میں مگر جو تفاوت کہ ظاہر میں پایا جاتا ہے سو وہ صورت و عین کی طبیعتوں کے مختلف ہونے کے سبب ہے اور اختیار والوں کے ارادے اور خواہش مختلف ہونے کے سبب ہے اور یہ تفاوت میں حکمت اور چانداری کا مقتضا ہے اگر یہ تفاوت نہ ہوتا تو عجیب عجیب آثار اور زناد رہتے کہ یہ ظاہر نہ توین سوای سننے والے اگر اس امر میں جھگو کچھ بھی شک اور شبہ ہووے اور اس تفاوت کو اس کی حکمت کے رعایت کے نقصان کا توں سبب سمجھے تو فاضل البصیر پس پھر اپنی آنکھ کو عالم علوی کی طرف اس واسطے کیا اصل اور پیدا ہونے والی اور فاسد ہونے والی چیز کا وہی ہے اور جب تک چیز کی اصل میں خلل نہیں آتا ہی تب تک اس چیز میں کی طرح کا نقصان متصور نہیں ہو سکتا

هَلْ تَرَى مِنْ فُطُورٍ کیا دیکھتا ہے تو عالم علوی میں کوئی شکاف یا ڈراڑھ جو اس کی حکمت کے نقصان پر دلالت کرے اور اگر ایک مرتبے کے دیکھنے میں تجھ کو تشنی اور خاطر جمع حاصل نہ ہو اور تو کہے کہ پہلی نظر کا اعتبار نہیں تو ہم آج الْبَصَرُ پھر پھر اپنی عقل کی آنکھ کو اور اس عالم کے احوال کو دیکھ کے تین دہر کر لینے مگر دیکھ بتقیب إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا پھر آدگی نظر تیری تیری طرف ناٹکی ہوئی اور کہہ پڑی گئی گویا اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کی دلیلون میں نقصان تلاش کر نیو الیکو ناگتی ہیں وَهُوَ حَسْبِي اور وہ نظر ترھک گئی اور عاجز ہوئی بس یہہ امر صریح دلیل ہی اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز میں حکمت کو دوست رکھتا ہے تو تَهَارَى غتیا یا کاموین بھی اسی بات کو دوست رکھتا ہے کہ اچھی وجہ سے جس قدر کہ ممکن ہی واقع ہو وین اور پائے جاوین اور کسی طرح کا نقصان اور رخنہ جو حکمت کے خلاف ہو یا بنجاوے تاکہ اپنے خالق سے حتی المقدور مشابہت حاصل کرو اور اس آیت میں اسم ذات کی جگہ رحمان کی لفظ کو اس واسطے لائے ہیں کہ عالم کی پیدائش میں حکمت کی رعایت کو مناسب نعمتوں کا مبدیہ ہے اور یہہ انعام کا حام ہونا رحمانیت کی صفت کا اثر ہے جو عموم رحمت کے معنوں میں ہے اور اس جگہ پر جانا چاہئے کہ آسمان کا جو ہر بسیط ہے یعنی مرکب نہیں ہے عیاہ اور مرکبات غصہ پر کے جو ہرون کے سوائے جو بی طرح پانی اور آگ اور ہوا اور خاک کو نہیں کہہ سکتے ہیں کہ فلانی چیز سے مرکب ہیں اسی طرح آسمان کو بھی نہیں کہہ سکتے کہ فلانے جو ہر سے مرکب ہے اور جوڑتین کہ حضرت کعب الاحبار وغیرہ سے آئی ہیں کہ دنیا کا آسمان پانی کی موج ہے کہ بے لگاؤ کھڑا ہے اور دوسرے آسمان سفید ہوتی کاہی اور تیسرا آسمان لوسے کاہی اور چوتھا آسمان تانبے کاہی اور پانچواں آسمان چاندی کاہی اور چھٹا آسمان سونے کاہی اور ساتواں آسمان یا قوت سُرخ کاہی سو یہ سب مشابہت اور تمثیل کے طور پر ہیں یعنی اگر آسمانی جو ہرون کو کوئی نیا کے جو اہر معلوم سے تطبیق اور تمثیل دیوین تو یہہ جو ہر فلانے آسمان کے ساتھ مشابہ ہوگا اور یہہ فلانے کے ساتھ چنانچہ اشیاء کی تطبیق اور تشبیہ کے سبب سے آفتاب کو زرین یعنی سنہرا اور چاند کو سیمین یعنی روپہرا خیال کرتے ہیں اور دھن کو اشعب یعنی سفید اور رات کو ادہم یعنی سیاہ کہتے ہیں اور جب حکمت کی رعایت کے بیان سے اور عالم علوی اور عالم سفلی کی عمارت کے کارخانہ کی عمل کی مضبوطی کے بیان سے فراغت

پائی اور اتنا معلوم کر لینا ضرور ہے کہ عالم علوی کی بنائیں بادشاہی اُرگن کے قایم مقام ہیں اور عالم غلی کی بنائیں جو کائنات اور فاسدات کو شامل ہیں سو عالم علوی کی نسبت سے شہرِ بیکار حایا کی گھرونے کے قایم مقام ہیں تو اب ان سب بیانون کے بعد فرماتے ہیں کہ اس عمارت کے حسن ذاتی کی تکمیل میں اور ہر کام کو اسکے پوری حکمت کے ساتھ ادا کرنے میں کوئی نقصان باقی نہیں رہا خصوصاً عارضی بھائیوں اور زینتوں کو بھی کمال کو پہنچایا ہی ہے اور انہی زینتوں اور نکوئیوں کو دشمنوں پر عذاب کا سبب اور چورون کی واسطے نگاہ بانی کا سبب کیا ہے کہ اس سبب سے چور اور ٹھگ پر جس محل خاص کے نزدیک نہیں ہو سکتے اور یہ ہم ایک عجیب تدبیر ہے جو کسی بادشاہ کو میر نہیں ہونی یعنی ایک ہی چیز ہے کہ اس کو سلطنت کی زینت اور رونق گردانا ہے اور اس کو دشمنوں پر عذاب اور چورون اور مفردوں پر سیاست اور نگاہ بانی کا سبب کر دیا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا اور تحقیق زینت دی ہے دنیا کے آسمان کو جو زمین کے نزدیک ہے اور چاند اس میں پایا جاتا ہے یہ مصائب بہت چراغوں سے جو اس آسمان کے اوپر درجہ بدرجہ اپنے اپنے مقام مناسب پر لٹکے ہوئے ہیں چنانچہ ثوابت یعنی ستارے جو حرکت نہیں ہیں دے سب کرسی میں معلق ہیں اور زحل ساتویں آسمان میں اور مشتری چھٹے میں اور مریخ پانچویں میں اور سورج چوتھے میں اور زہرہ تیسرے میں اور عطارد دوسرے میں اور چاند پہلے میں اور ان سب کی روشنی نے پہلے آسمان کو یعنی جو دنیا کے قریب اور سیکے نیچے ہی روشن کر رکھا ہے اور زینت دے رکھی ہے یہاں پر جانا چاہیے کہ کسی مکان کو چراغوں سے زینت دینا اس بات پر موقوف نہیں ہے کہ سب چراغ ہی مکان میں رکھے ہو ورنہ بلکہ اوپر سے سیون اور زنجیر و نکو لگا کر قندیلوں کو لٹکا دینا بطور سے کہ اس کی روشنی سے وہ مکان روشن ہو جاوے اس کا نام زینت ہے اور اگر بہت سے چراغ اس مکان میں رکھے جائیں تو ان کی روشنی اکثر باہر جاوے گی اس مکان کی چندان زینت نہ ہوگی تو اب اس آیت سے سب ستاروں کا دنیا ہی کے آسمان پر پایا جانا سمجھنا عرف کے خلاف ہے اور حقیقت میں سب ستاروں کے سبب سے زینت اسی دنیا کے آسمان کو ہی اس واسطے کہ یہ سب کے نیچے ہی اور سب کی چمک سنی پر پڑتی ہے خصوصاً زمین والوں کے دیکھنے میں کہ سب آسمانوں کی شرافت اور صفائی کے سبب

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب ستارے اسی آسمان میں ہیں اور زینت میں وہی امر مقبر ہی جو سب آدمی کے
 دیکھنے میں آوے نہ وہ جو واقعی امر ہو جیسے چاندی پر سونیکا طلع کر دیتے ہیں تاکہ دیکھنے میں اچھا معلوم ہو
 اور ایک چراغ کو ہزار بین کے شیشے میں رکھتے ہیں تاکہ بہت چراغ معلوم ہو دین اور زینت حاصل ہو
 اور دنیا کے آسمان کو اس واسطے خاص کر کے ذکر فرمایا کہ یہ آسمان عالم علوی کے دروازے کے قائم مقام ہے جی
 بادشاہی ارک کا حکم رکھتا ہے اور دروازے کو زینت اور زینت دیکر آراستہ کرنا اور نگہبان اور چوکیدار کو
 دروازے پر مقرر کرنا بادشاہی تورک کے موافق ہے اور اس زینت کے بیان میں یہ بھی اشارہ ہے کہ آدمی کو
 بھی ایسے مرتبہ دیکر ہم زینت دیتے ہیں جو اس وقت اس کی قدر سے زیادہ ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ
 مرتبہ اس کے اوپر والوں کے مرتبہ ہیں جو اس میں ظاہر ہوتے ہیں تاکہ جو کچھ اس میں استعداد ہے اس کی
 گئی ہے آخر حال میں ظاہر ہوے دَجَلْنَا هَا اور کر دیا ہم نے ان چراغوں کو توپ کے گولی کی طرح
 دَجَمَّا لَشَيْءٍ طَائِنٍ سنگسار کر نیکو شیطانوں کے جو خبروں کے سننے کے لئے اور عالم علوی کی تدبیروں کی
 جاسوسی کے واسطے جاتے ہیں تاکہ ان خبروں کو اور تدبیروں کو زمین والوں پر پہنچا دیں اور اس سبب سے ان کے
 عمل کو فاسد کریں اور اپنے تئیں ان آدمیوں کے نزدیک تبرہ الہیہ کا شریک اور غیب کا جلنے والا ظاہر
 کریں اور ان لوگوں سے اپنی پرستش کراویں اور نذر و نیاز اپنی اور اپنے بجاویں کی ان سے لیویں اور روئے
 شیطانوں کو سنگسار کر نیکاطریقہ یہ ہے کہ دنیا کے آسمان کے ستاروں کی روشنی سے فرشتے انگار سنگسار لیتے ہیں
 اور جو شیطان خبر دریافت کر نیکو آسمان کے قریب پہنچتا ہے اس کو اس انگار سے مارتے ہیں اور آسمان
 دنیا کی خصوصیت اس کام کے واسطے اس سبب سے ہے کہ اوپر کے آسمانوں میں ایسا جسم کوئی نہیں پایا جاتا
 جو اس کیفیت کو قبول کرے اور ستارے کی روشنی اس جسم میں تاثیر کر کے اس کو روشن کر دے اور اس جسم
 کو مثل انگار کیے کر دے اس واسطے کہ کوئی فاصلہ بدون قابل کے تاثیر نہیں کرتا بخلاف دنیا کے آسمان کے کہ
 یہاں ہوا لطیف اور پاکیزہ اور بخارات اوپر چڑھے ہوئے جو اس کیفیت کو قبول کریں اور ستاروں کی
 روشنی انہیں تاثیر کر کے انگوار انگار سا بناوے بہت سے موجود ہیں اور یہی باعث ہے کہ آفتاب کی
 شعاع اور تابش زمین اور پھر پر زیادہ تاثیر کرتی ہے اور گرم کر دیتی ہے بخلاف آسمانوں کے جسوں کے

بلکہ ہوا کے کُڑے کے طبقوں میں بھی اتنی تاثیر نہیں کرتی اور اسکی گرمی ظاہر نہیں ہوتی اسواسطے کہ وہ جسم پر قابلیت نہیں رکھتے تو آب اگر کہا جاوے کہ زمین اور پتھر کو استعداد اور قابلیت اسکی دی ہے کہ آفتاب کی تابش سے گرم ہو جاوین باوجود آفتاب کے دور ہونیکے تو صحیح ہو ویگا اور جو حکیموں نے کہا ہے کہ اصل اُن انکار و انگی جو آسمان پر گرتے ہوئے معلوم ہوتے ہیں یہی بخارات زمین کے ہیں جو اوپر جا کے اسطرح کے معلوم ہوتے ہیں سوائے معنی یہ ہیں کہ تاثیر کے قابل یہی بخارات ہیں کہ ستاروں کی روشنی سے فرشتے اُن کو روشن کر دیتے ہیں یہ معنی اس کلام کے نہیں کہ ستاروں کی روشنی کو یا فرشتوں کو اُن کے روشن کرنے میں کچھ دخل نہیں ہے اسواسطے کہ اگر وہ بخارات آگ کے کُڑے میں داخل ہو کر خود بخود روشن ہو جاتے تو اوپر چڑھنے میں ان کو اور قوت حاصل ہوتی اور خط مستقیم سے ہی گذر جاتے اسواسطے کہ اس حالت میں انکی حرکت محیط طبعی کی طرف ہوتی یعنی کُڑہ ناری کی طرف اور حال یہ ہے کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ وہ بخارات بعد روشن ہونیکے کبھی نیچے اور کبھی بائیں اور کبھی داہنے جاتے ہیں اور حرکت عارضی انہیں صریح دریافت ہوتی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات کسی دوسری چیز کے سبب سے انہیں ہانپی جاتی ہے چنانچہ جگہ اس امر میں کچھ دخل ہے اور اُنھوں نے تجربہ بھی کیا ہے اُن پر یہ بات خوب طرح سے ظاہر ہے وَاَعْتَدْنَا لَكُمُ الْمَاءَ اور تیار کیا ہے ہم نے ان شیطانوں کی دوسری ناقرا میں یوں پر جو اس چوری کے گواہ ہیں اسواسطے کہ مقصود اُن کا اس سے گمراہ کرنا۔۔۔ بنی آدم کا عَذَابُ السَّعِیِّ عذاب دوزخ کی آگ میں جلنے کا اگرچہ یہ بھی آگ سے پیدا کئے گئے ہیں لیکن اُنکے مادے کو یعنی اصل کو جو آگ ہے انکی صورت پر یعنی ترکیب پر مسلط اور غالب کر کے عذاب کرنے کے واسطے کہ جب تک صورت مادے پر غالب ہے تبھی تک بہتری ہے اور طبیعت کے موافق ہے اور جب مادہ صورت پر غالب ہوا تو بنیاد اور سبب کا مومن خلیل واقع ہوا چنانچہ یہ ہمہ امراض کے پیدا ہونے میں تجربے اور امتحان میں آچکا ہے کہ خون یا بلم یا سودا یا صفرا کے خلجے سے آدمی کا مزاج بدل جاتا ہے اور مرض پیدا ہوتا ہے اور سبب کا مومن خلیل آجاتا ہے باوجود اس امر کے کہ اصل آدمی کے اندر کی بھی چار خلط ہیں باقی رہے یہاں پر کتنے سوال جگا جواب ضروری ہے پہلا سوال ہے کہ اس سورت کے شروع سے یہاں تک حق تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کو غایب کے صفیے سے یاد فرمایا یعنی

وہ اللہ یا اور ایسا ہی اور اس آیت میں غائب سے منکلم کی طرف التفات فرمایا اور یوں ارشاد ہوا کہ
ہم نے ایسا اور ایسا کیا اس عبارت کے اسلوب کے تغیر اور پھیرنے میں کیا نکتہ ہی اسکا جواب یہ ہے کہ اس صورت
کے شروع سے ایسے وصف بیان فرمائے ہیں جنکا ظاہر ہونا مخلوقات سے کسی طور پر متصور نہیں ہے جیسے
زندگی اور موت کا پیدا کرنا اور آسمانوں کا بنانا تو وہ ان پر منکلم کے صیغے سے بیان کرنے کی کچھ حاجت نہ تھی اس
واسطے کہ سب انا اور عظمیٰ اس بات کو جانتے ہیں کہ یہ کام سوائے انسان ذات پاک کے
کوئی نہیں کر سکتا اور اس آیت میں ایسے کام ذکر کئے ہیں کہ جنہیں آدمی کو بھی دخل ہی اور کو کام آدمی
بھی ظاہر کر سکتا ہے جیسے قندیلوں اور چراغوں سے مکانون کو آراستہ کرنا اور دشمنوں کو سنگسار کرنا اور
دشمنوں کی خرابی کا اسباب موجود رکھنا کہ یہ سب کام آدمی بھی کرتے ہیں تو یہاں پر منکلم کا صیغہ جو معنے کی
نہیں انتہا درجے کی تعریف کو پہنچا ہے ذکر کرنا ضرور ہوا تاکہ کسی طرح کا شبہ باقی
نہ رہے اور سب تفسیروں سے عجائبات اور غرائب ایک تفسیر اس آیت کی ہے
جو بعض بڑے فقیہوں سے ذکر کئی گئی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ رجو ما وہی
لکھانوں کے معنے میں ہے ایسے بولتے ہیں فلا نارجما بالغیب کہتا ہے یعنی بے اصل بات کہتا ہے اور اس کا
لگان فاسد ہے اور شیاطین سے مراد نجومی ہیں کہ اپنی جھوٹی باتوں سے آدمیوں کے دل میں وہم اور سوچ
ڈالتے ہیں اور جسکی تقدیم لازم ہے اسکی تاخیر اور جسکی تاخیر لازم ہے اسکی تقدیم میں آدمیوں کو گرفتار کرتے
ہیں تو معنے اس آیت کے اس تفسیر کے رد سے یوں ہونے کے ہم نے ان ستاروں کو بنایا ہے نجومیوں کے
جھوٹے بولنے کا اسباب اور انکی غیبی انی کے دعوے پر اور ستاروں کی تاثیر کے معتقد ہونے پر جلنے کا
عذاب ان کے واسطے تیار کیا ہے وَلِلَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا اور ان لوگوں کے واسطے جو ان شیطانوں
کے بہکانے سے اپنے رب سے منکر اور کافر ہوئے ہیں ایک دوسرا عذاب ہے جس میں طرح طرح کی مصیبت اور
تخلیف بھری ہوئی ہے اس واسطے کہ ان لوگوں نے بھی اپنے پروردگار کے انکار اور کفر سے قسم کی برائیاں اپنے
میں جمع کی تھیں اور وہ عذاب عَذَابُ حِجْتَمٍ دوزخ کا عذاب ہے جس میں ہر قسم کا عذاب موجود ہے چنانچہ
آگ کی سوزش اور زہر ہوی کی سردی اور سانپ کھونٹا کا ٹسنا اور زنجیر اور طوق نچا پہننا اور سپینڈ اور پیپ کا

کھانا اور گرم پانی اور زخموں کا زرد پانی بہا ہوا پینا اور آگ کے پہاڑ پر جس کا نام معبود ہی چڑھنا اور سو اس کے بہت قسم کے عذاب میں وِیْلَسَ الْمَصِیُّ اور وہ دوزخ بُری جگہ ہی پھر جاسیکی اس واسطے کہ مکان کی برائی دوسرے قسم ہوتی ہی یا اس مکان ہی کے سبب ہوتی ہی جیسے تنگ مکان حسین ہوانہ آوے کہ یہم برائی اس مکان کی ذات میں پائی جاتی ہی یا اس مکان کے رے والوں اور مالکوں کے سبب سے ہوتی ہی جیسے ایک مکان کھلا ہوا کُشَادُ ہو لیکن یو یا بھوت و مان رہتا ہو کہ جو اس مکان میں جاو اسکو ایذا دے دوزخ میں دوسرے قسم کی برائیاں پائی جاتی ہیں یعنی دوزخ کی ذات و مان کے جانیا والوں کے ساتھ اس طرح سے پیا آوگی کہ اِذَا الْقَوَاہِیْمَاجِبِ یَکْفُرُ اس دوزخ کے سامنے لائے جانے کے میں ڈالنے کے واسطے تو مر جاو اور استقبال اور تعظیم کی جگہ سے معواہا سَ شَہِیْقًا سینگے اس دوزخ سے ایک آواز بہت بُری جیسے گدھے کی آواز لیکن اس آواز اور اس آواز میں یہ فرق ہوگا کہ گدھا بول کر چپ رہتا ہی گدھے نفوذ اور وہ دوزخ اور زیادہ جوش میں آوگی جیسے دیگر کا جوش کم زیادہ ہوتا جاتا ہی اور اس آواز کرنے اور جوش مارنے سے غصہ اور غضب اس کا کچھ کم نہوگا بلکہ ان کافروں کے دیکھنے سے اس قدر اسکو غصہ کی زیادتی ہوگی کہ تَکَّادُ مِیْمَرٌ نَزِیْکٌ ہوگی کہ ٹکٹے ٹکڑے ہو جاوے اور کافروں پر آ پڑے مِنَ الْعِیْظِ نہایت غصے سے اس واسطے کہ یہ کافر بھی اس دوزخ کے پروردگار کو غصے میں لائے تھے اور رسولوں کی زبانی اللہ تعالیٰ نے جو پیغام ان کے پاس بھیجا تھا سو اس کے سننے سے ان کو بھی نہایت غصہ آیا تھا اور اپنے پتوں پر اور اپنی رسم و آئین پر نہایت گھنڈ کر کے جوش اور خروش میں آتے تھے اور جوش خروش کی حالت میں غصے کے زیادہ ہونیکا سبب یہم ہی کہ غصے میں دل کا خون جوش میں آتا ہی اور یہم دستور ہی کہ جب خون جوش کرتا ہی تو حجم اس کا پڑ جاتا ہی اور اسکی مقدار زیادہ ہو جاتی ہی اور ہر عضو پھول جاتا ہی یہاں تک کہ قریب پھٹنے اور ترش قنے کے ہو جاتا ہی چنانچہ خون کی زیادتی سے جو روم ہوتے ہیں انہیں یہم بات بخوبی بوجھی جاتی ہی اور اس دوزخ کے نگہبان اس طرح کے بدخلق اور طعنہ مار نیوالے ہیں کہ ایک مرتبہ کے طعنہ دینے اور سرزنش کرنے پر کتفانہ کر نیگے بلکہ کَلِمَاتٍ اَلْقٰی فِہَا فُجَّجَ جُبٌ اِلَیْہِیْکَ دوزخ میں کوئی گردہ جو ایک گناہ میں شریک تھے یا ایک شہر میں رہتے تھے یا ایک زمین میں پائے جاتے تھے یا اپنے کو ایک نبی کی امت کہتے تھے اور اس نبی کی فرمانبرداری میں تصور اور اس کے دین کے دستور

اُمین کے خلاف کرتے تھے اور اگرچہ اس قسم کے گروہ دوزخ میں بہت جمع ہوئے لیکن ڈالنے میں دوزخ کے
 آگے پیچھے ہونگے واسطے کہ بعض تقدیم کے مستحق ہونگے اور بعض تاخیر کے اور بعض نیچے کے طبقے کے اور بعض
 اوپر کے طبقے کے سزاوار ہونگے حاصل کلام کا یہ ہے کہ دوزخ کے نگہبان بھگوان کے گرنیکے دوزخ میں بدون ہر
 بات کے کہ انکو جہالت اور فرست دیوین طعن تشنیع سے پیش آویگے اور سَاَلَاہُمْ عَنْ نِّهَا اَلَمْ یَا تَکْمَرُ نَذِیْرٌ
 پوچھینگے اُن سے محافظ اور نگہبان دوزخ کے کیا دنیا میں کوئی ڈرائیوالا اور نصیحت کرتے والا تمہارے پاس
 نہ آیا تھا جو اس بات سے تم کو خبردار کر دیتا اور تم اپنے بچاؤ کی فکر کر لیتا واسطے کہ عاقل اور دانالوگ کوئی خوف
 کی بات اگر عوام بلکہ ادنیٰ کے نہیں سمجھتے تو اس سے بچاؤ کی تدبیر حتیٰ المقدور کر رکھتے ہیں اور اگر کوئی
 معتبر شخص سے ایسی بات سنتے ہیں پھر تو ضرور اسکی تدبیر کرتے ہیں اور ان نگہبانوں کا قصد اس پوچھنے
 سے یہ ہو گا کہ اگر یہ لوگ رسپونڈ کے آنے کا انکار کریں تو ہمارا غصہ اور زیادہ ہو اور ان کو خوب مار دیا
 کریں اور کافر بھی یہ بات فرینے سے دریافت کرنیکے کہ پوچھنے سے غرض انکی یہ ہے لاچار ہو کر سچ بول دینگے
 قَالُوا بَلٰی قَدْ جَاءَنَا نَذِیْرٌ کہیں گے آیا تھا ڈرائیوالا ہمارے پاس اور بہت لوگ ہم میں سے اسکی بات سچی
 جانکر اسکے ساتھ ہوئے تھے اور ہم کو بھی دے لوگ ڈراتے اور سمجھاتے تھے اور انکا نام ہننے ملا اور
 واعظ اور ناصح رکھا تھا فَکَذَّبْنَا پھر جھٹلایا ہم نے ان سبکو باوجود اس بات کے کہ انکے ساتھ دلیلین اور
 مبخرے بھی تھے اور ایک کلام بخنے کتاب بھی ہم کو بتلاتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ نے اتارا
 اور اس میں دوزخ کے عذاب سے تم سب کو ڈرایا ہے لیکن ہم نے ان کی بات کو نہ مانا وَقُلْنَا مَا
 نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَیْءٍ اور کہا ہم نے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ بھی نہیں اتارا ہے نہ کسی کام کرنے کا حکم کیا ہے
 اور نہ کسی کام سے منع کیا ہے اور نہ کسی اچھی بات پر ثواب کا وعدہ دیا ہے اور نہ کسی بری بات پر
 عذاب کا اور نہ کچھ نپدا اور نصیحت کی ہے اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِی ضَلٰلٍ کَبِیْرٍ تم لوگ نہیں ہو مگر بڑی گمراہی
 میں پھنسے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹھ باندھتے ہو واسطے کہ آدمی حتیٰ تعالیٰ کی طرف جھکیں اور اسکی
 عبادت میں مشغول ہوویں اور دنیا میں برائی نہ رہے اور فتنہ اور فساد اور ریشائی اور جھگڑے سب جاتے
 رہیں اور اس جھوٹھ باندھنے کو تم سمجھتے ہو کہ اللہ تعالیٰ اس میں ہرے راضی ہو گا واسطے کہ یہ بات ہم سیکے واسطے

کرتے ہیں اور اس کی طرف لوگوں کو بلاتے ہیں اور یہ ہم نہیں پوچھتے کہ جھوٹے باندھا بہت بُری چیز ہے جس سے
 ہوا اور اب ہکو معلوم ہوا کہ ہمارا لگان غلط تھا اور ہم ہی گمراہی میں پھنسے تھے جو سچوں کو جھوٹا جانا اور نصیحت
 کرنے والوں اور دوستوں پر بدگمانی کی اور دوسے لوگ جو ہماری بہتری کی بات کہتے تھے انکو ہم نے
 نہ سنا اور کچھ بھی اپنی عقل کو دخل نہ دیا اور ان لوگوں کے حال میں ہم نے کچھ غور اور فکر نہ کی کہ دوسے لوگ
 جھوٹے سے بہت دور تھے وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اور کہیں گے کہ اگر ہم لوگ ان کی بات سنتے اور جو معجزے اُن کی
 سچائی پر گواہی دیتے تھے انکو مانتے اور خوشخبریاں اور خوف کی باتیں اور شرع کے حکم جو دے کہتے تھے
 انکو سچا جانتے اَوْ نَعْقِلُ یا پوچھتے ہم کہ پیغمبروں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اچھی اور سچی باتیں ہم کو پہنچائی
 ہیں مآلگانی اَصْحَابِ السَّعِيرِ ہوتے ہم دوزخ کے رہنے والوں میں جو ہم پر تم ایسے ظلم کرتے اور جو
 اللہ تعالیٰ تکلیفوں اور حکموں کی دلیلین بھی دو قسم کی ہیں یعنی سمعی یا عقلی یعنی جو کان سے سنی جاتی ہیں
 یا عقل سے دریافت کی جاتی ہیں اسی سبب سے ان دونوں چیزوں میں یعنی سمعیات اور عقلیات میں مائل اور
 فکر کرنے سے افسوس کریں گے اور بعض مفسرین نے نَسْمَعُ کو تعلق پر اور نَعْقِلُ کو تحقیق اور اجتہاد پر
 حمل کیا ہے کہ ان دونوں لفظوں سے بھی مراد ہے اس واسطے کہ یہ دونوں نجات کی راہیں ہیں اور
 صاحب کشف نے کہا ہے وَمِنْ بَدَائِعِ الْإِنْفَاسِ اَلْمُرَادُ لَوْ كُنَّا عَلٰی مَذْهَبِ أَهْلِ الْحَدِيثِ أَوْ مَذْهَبِ
أَصْحَابِ الرَّأْيِ مَا كُنَّا فِي جَهَنَّمَ یعنی نادر ہے اس آیت کی یوں تفسیر کرنا کہ مراد اس آیت سے
 یہ ہے کہ اگر ہوتے ہم محدثوں کے مذہب پر یا عقل والوں کے پیغمبروں کے مذہب پر تو ہوتے ہم
 دوزخ میں پھر اسکے بعد اعتزال کے تعصب سے یعنی معتزلی مذہب کی جانب دار کے سبب سے اس تفسیر
 کے باطل کرنے میں بہت سے ہاتھ پانوں مارے ہیں اور پیری لینی چوڑی تقریر کی ہے لیکن وہ سب
 جانب داری اور نا انصافی سے بھری ہوئی ہے قابل اسکے نہیں ہے کہ علما اس کی طرف دیکھیں یعنی ایسی
 پوج تقریریں کہ علما کے دیکھنے اور جواب دینے کے قابل نہیں ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ دوسے کافر دوزخ
 میں پرینگے بعد پیغمبروں کی سچائی اور اپنی گمراہی کا اقرار کریں گے فَاحْتَرِفُوا اِنْ تَكُنْتُمْ قَائِلِينَ
 اپنے گناہ پر اور اقرار کیا کہ ہم پیغمبروں اور واعظوں کو ناحق جھٹلایا اور بڑے بڑے معجزے جن میں

کچھ شک اور شبہ تھا اسے بے وجہ انکار کی اور عقل کی بات سے بھی دور رہے اور جو بات کی عقل کے خلاف کی لیکن اس وقت ان لوگوں کا ڈر نا اور قایل ہونا کچھ ان کے کام نہ آویگا فَسُحُّوا لایحساب السَّخِیْرَ بہت دور ہی آگ والو کو نجات اور خلاصی سے اور اللہ تعالیٰ کی شفقت اور رحمت اس قرار کرنے اور ڈرنے ہرگز ان کے حال پر متوجہ نہ ہوگی اور ان کے گناہوں کی ہرگز بخشش نہ ہوگی إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغِیْبِ بیشک جو لوگ ڈرتے ہیں اپنے پروردگار سے غائبانہ بن دیکھے دوزخ کے خدا کے اور بدون سننے اس کے جوش اور خروش کے اور بے دیکھے گرفتاری اور دہر مکر دوزخ کے موکون کی اور ابتدا اس تکلف کی موت کے وقت سے شروع ہوتی ہی آور ہر چند کہ خواہش اور غصے نفسانیکے غلبے سے بُرے کام اُسے ہونے ہونگے لیکن اس ڈرنے کے سبب جو ڈر کے وقت یعنی دنیا میں رکھتے تھے اور وہی ڈر اُس بُرے کام کرنے کے بعد ندامت اور شرمندگی کا سبب پڑتا تھا اور ان کو ندامت کے دریا میں ڈبویتا تھا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ ان کے واسطے واسطے بخشش ہی ان گناہوں سے جو خواہش اور غصے کے غلبے سے اُسے ہو گئے تھے قَآجِرٌ کَبِیْرٌ اور ثواب بہت بڑا اُس ان کے ڈرنے پر اور برائی سے شرمندہ ہونے پر چنانچہ دوسری جگہ پر فرمایا ہی وَلِیْنَ خَآئِنٍ مقام رَبِّہِ جَنَّاتٍ یعنی اور جو شخص ڈرا کھڑے ہونے سے سامنے اپنے پروردگار کے اس کے واسطے ہونگے اور حقیقت میں ذات پاک پروردگار کی اسی لائق ہی کہ بن دیکھے اس سے ڈرا چاہئے اس واسطے کہ پوشین ہونا کسی شخص سے اس وقت امن اور بخوشی کا سبب ہوتا ہی کہ اس شخص کو اس کے قول اور فعل پر پوشیدگی کی حالت میں خبر نہ ہو اور اللہ تعالیٰ سَلَامٌ الغیوب ہی کو ہی چیر چھپی ہو یا کھلی اس سے غائب نہیں ہی اس کا علم سب گھیرے ہوئے ہی وَأَسِرُّوا قَوْلَکُمْ اور پوشیدہ کرو اپنی بات کو وَأَجْهَرُوا بِہِ یا پکار کر کہو اس بات کو اللہ تعالیٰ دونوں کو جانتا ہی اور سننا إِنَّہُ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ بے شک اللہ جانتا ہی سینے کی باتوں کو بہت مفسرون نے روایت کی ہی کہ قریش کے کافر برائیوں اور بدگوئیوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اور اسلام اور قرآن کی اپنی مجلسوں اور محفلوں میں طعن کے طور پر بیان کیا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی یا الہام سے کسب باتیں معلوم ہوتی تھیں اور جب ان کا فزون سے ملاقات ہوتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے کہتے کہ تم نے فلاں روز فلاں مجلس

میں ایسی بری بات ہو کہ کبھی تھی یہ بات کو مناسب تھی ایسی باتیں سن کر کافر حیران ہوتے تھے پھر آپس میں
تقید کیا کہ جب کچھ ذکر اس قسم کا منظور ہو تو پکار کر مت کہا کرو بلکہ آہستہ آہستہ کہہ کر وان کافرون کو گمان اس بات کا
نہا کہ کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستانہ رویے میں ہماری مجلس میں ہوتا ہی اور وہ اس بات کو
اُن تک پہنچا دیتا ہی تھا جسے جلالت نے یہ آیت بھیجی اور ارشاد فرمایا کہ یہ حق تعالیٰ کا علم ہی اور چھپا
اور کھلا آہستہ اور پکار کر کہنا سب اسکے نزدیک برابر ہی بلکہ جو تم دل میں کچھ منصوبہ کرتے ہو وہ بھی حق
جانتا ہی اور اگر اس بات کو تم اچھپنا جانتے ہو اور یہ خیال آتا ہی کہ بے نزدیک اور حاضر ہونے کے
کے طرح کوئی ہمارے قول اور فعل کو معلوم کرے گا خصوصاً وہ چیزیں جو ہم دہلیں سوچتے ہیں اور ہرگز
زبان پر نہیں لاتے دے باتیں کے طرح کسی کو معلوم ہو گئی تم ہم کہتے ہیں اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ نہیں جانتا ہی
جس نے اس سوچ اور فکر کو تمہارے دل میں پیدا کیا اور باتوں کو تمہاری زبان سے نکلوا یا اور اٹھنا چلنا
تمہارے اقصیٰ کو سکھایا بلکہ وہ جانتا ہی اور یہ بات ظاہر ہی کہ پیدا کرنا کسی چیز کا بدون اُس کے احوال
کی تفصیل جانے ہو ہی ممکن نہیں ہی اور اگر وہ یہ کہیں کہ ان چیزوں کو جس نے آپ پیدا کیا ہی نہ خدا نے
جس معتزلیوں اور حکماء کا مذہب تو اسکے جواب میں ہم کہیں گے کہ اس بات کے تو خود مبطلہ اور حکما بھی
قابل ہیں کہ جو چیز واقع اور ظاہر ہو نیوالی ہیں ان کا علم مجرد انکو ضروری ہی وَهُوَ اللَّطِيفُ اور اللہ تعالیٰ
مجردات سے زیادہ لطیف ہی کہ کی طرح مادے سے علاوہ نہیں رکھتا پھر قسم کے مجرد کو نفس الامر اور
واقع ہو نیوالی حقیقتوں کا نہ معلوم ہونا کی طرح متصور نہیں البتہ اتنا ہی کہ متوجہ ہونا اور التفات کرنا ان
حقیقتوں کی طرف ان کے حاضر کرنے کے واسطے ضروری اور شرط ہی سو وہ اللہ تعالیٰ الْخَبِيرُ بڑا خبردار ہی کہ ہر
ذریعہ احوال کی طرف متوجہ ہوتا ہی اور کسی وقت کسی ذرے کے احوال سے اسکو غفلت نہیں ہوتی پھر
دوسرے اسکے کارخانے کی طرف جو اس کی بادشاہت کے کارخانوں میں سے ہی نظر اور غور کر دے کہ هُوَ
الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذُلُولًا وہ اللہ تعالیٰ ایسا فیاض و فیض بخش ہی کہ کر دیا تمہارا واسطے زمین کو تابعدار اور
نکوز غباروں اور جاگیر داروں کے مانند اس زمین پر آباد کر دیا اور جو کچھ زمین میں ہیں جیسے کانیں جو اہرات کی
اور شیشے اور بڑا نیوالی توین اور جانور جو تمہارے کام آویں جسے گائے بیل اونٹ گھوڑا گدھا ان کو تمہارا

قبضے میں کر دیا کہ تم ان جانوروں کو اپنے کام میں لاؤ اور زمین کی کانین کھودو اور ان پر لاؤ اور کھیتی باڑی کے سبب تیار کرو اور کوٹے اور چشے کھودو اور نہاؤ اور پانی ان سے نکالو اور عمارتوں کو آراستہ کرو فاشنوں میں مینا کہنا پھر چلو اس زمین کے کندھوں پر سوداگری کی واسطے اور ایک ملک کی چیز دوسرے ملک میں لیجانے کے واسطے اور سیر و تماشا اور ہر ملک کے خواص اور پانی اور ہوا پہنچانے کے واسطے و کلاؤ این رزقہ اور کھاؤ اللہ تعالیٰ کے رزق سے ہوئے جو زمین سے نکونکال دیتا ہی سو تم سب اس معاملے میں کسانوں اور عمل داروں اور پیشوں کے قائم مقام ہوئے کہ تمہاری تنخواہ تمہارے ہی ہاتھ کے کام سے نکلتی ہی لیکن باوجود ان سب باتوں کے تم لوگوں سے مطلوب یہ ہے کہ بادشاہ کا حق بھی ادا کرتے رہو اور سکیون اور محتاجوں اور یتیموں اور ابا بھو کو بھی دیتے رہو کہ یہ لوگ بھی تنخواہ داروں کے مانند ہیں اور بادشاہی سند کے وسیلے سے تمہاری تنخواہ مانگتے ہیں سو تم کو چاہئے کہ انکو محروم اور بے نصیب مت رکھو واسطے کہ عملداری کی مدت تمام ہونیکے بعد آخر تمکو بھی اس زمین کو چھوڑ جانا ہی اور اس کے حاصل اور نفع سے ہاتھ اٹھانا ہی والیکہ انفسود اور اسی کی طرف زندہ ہو کر اٹھ جانا ہی پھر ایک ایک جو کا تم سے حساب سمجھ گا اور جو جو کہ حق تلفیاں تم سے ہوئی ہوں گی ان پر تمکو پکڑ لگا اور اس پر غرور مت کرنا اور دھوکھا مت کھانا کہ تم کو زمین کا مالک اور محتار کیا اور زمین کو تمہارے طور پر چھوڑ دیا ہے کہ جو چاہو سو کرو اور یہ بھی مت سمجھنا کہ لشکر اسکا یعنی تدبیر کرنیوالی روحین اور فرشتے آسمانوں پر ہیں اور آسمان سے ہزاروں برس کی راہ دور ہیں اگر وہ فرشتے اور روحین ارادہ کریں کہ ہمارے گناہ پر کفو تنبیہ کریں اور کچھ سزا دیں تو بسبب دوری کے ایسا نہ کر سکیں گے اگرچہ اللہ تعالیٰ کا حکم بھی ہماری تنبیہ کے واسطے صادر ہووے آہنتم کیا مڈر ہو گئے تم من فی السماء اس شاہنشاہ جسے جسکی سلطنت کا ظہور اور اس کے فرمان بردار خادم آسمان پر ہیں اور تم لوگ زمین پر اور انبی و سے کس طرح تمہارا انتظام کر سکیں گے سو یہ خیال تمہارا فاسد ہی مڈر مت ہو ان یجئف بکم الارض اس بات سے کہ دہنسا دے تمکو زمین میں جس طرح اب زمین پر حاکم بنے پھر رہے ہو اور نہیں بوجہ کہ جسے تمکو زمین پر سوار کیا ہے وہ چاہے تو زمین کو تم پر سوار کر دے فیذا آھی تمود پھر یکا یک یہ وہ زمین ہٹے اور دریا کی طرح موج مارنے لگے اور تمکو اپنے اندر لیکو موج کے تھیرنے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے پھر ہلکے

میت اور نابود ہو جاؤ اور اگر باوجود ایسی دلیل روشن کے پھر بھی تم اپنی نادانی سے آسمان کی دور کی سبب سے زمین پر اسکے حکم جاری ہونے میں کچھ شک اور شبہ رکھتے ہو تو ہم تم سے پوچھتے ہیں کہ آم آفئتم مَن فِي السَّمَاءِ کیا مژدہ ہو گئے تم اس شاہنشاہ سے جسکی سلطنت کا ظہور آسمان پر ہی اَنْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا اس بات سے کہ تہنچے تم پر بدلی تھمر برسا نیوالی یعنی ج طرح ابا بدلی سے پانی برستا ہی اور اسکے سبب سے تمہارے واسطے زمین سے رزق کی پیدائش ہوتی ہی اسی طرح وہ چاہے تو پانی کی جگہ پھر برسا جو تمہاری ہلاکت کا سبب پڑے اور اگر فرض کیا ہم نے کہ اس شاہنشاہ نے تم کو دنیا میں چھوڑ دیا فَتَعْلَمُونَ پھر نزدیک ہی کہ جان لو گے یعنی مرنیکے وقت جو پہلی منزل آخرت کے سفر کی ہی کہ کیف کا تذکرہ کیسے سچے تمہارے ڈرائیو لے اور اگر کافراں اس ڈرائیو کی خبر سے سن لیں تو نہ لاوین اور کہیں کہ زمین کا ڈھنسا اور آسمانوں سے پھر دن کا برسنا عادت کے خلاف ہی کبھی ایسا نہیں ہوا تو تم یقین جان لو کہ یہ کافر تمہارے جھوٹا کرنے پر اڑ گئے مین وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ اور البتہ جھٹلایا تھا ان لوگوں نے جو اسے پہلے تھے ایسے عذاب کو جو عادت کے خلاف ہی جیسے قارون اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے فَكَيفَ كَانَ نَكِيرِ پھر یہی ہوئی الحاکم ہمارے قارون کو ہم نے زمین میں دھنسا دیا اور قیامت تک دھنسا چلا جاوے گا اور زمین نے اسکے واسطے دریا کا حکم پایا ہی یعنی اسکو غرق بھی کر دیا اور موج کے تھپڑوں سے اسکو ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر کرتی جاتی ہی اور حضرت لوط کی قوم پر کنگری تسم کے پھر بر سے کہ جسکے سر پر گرتے تھے تو اسکے نیچے سے نکل جاتے تھے اور اسکو ہلاک کرتے تھے اور اگر یہ لوگ باوجود ان قصوں کے سننے کے مژدہ اور تمہارے خوف دلائیکو باور نہ کریں اور کہیں کہ یہ شدیدہ کی بودماند دیدہ تو تم یقین جان لو کہ یہ نہایت نادانی اور غفلت میں پھنسے ہوئے ہیں اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ كَيْفَ يَأْتِيهِمْ مِنْ اَنْوَاعِهِمْ چڑیوں کی طرف ہوا میں جو بھاری پن میں تھمر سی ہیں اس واسطے کہ اصل ان کی بھی مٹی ہی اور جو چیز مٹی سے پیدا ہوتی ہی وہ ثقیل اور بھاری پن کے سبب سے حرکت کے وقت نیچے ہی گرنیکو چاہتی ہی لیکن یہ چڑیاں اللہ تعالیٰ کے حکم سے فَوْقَهُمْ اَنزَلَ السُّرُورَ پر رہتی ہیں اور چڑیاں کچھ ایک ایک دود و نہیں ہوتیں تاکہ اُن کے دل میں شبہ گزرے کہ شاید ہوا کے زور سے چھوٹی تھمریوں کی

طرح اور گئی ہوگی بلکہ صاف صاف صاف ہاں ہے سیکڑوں اور ہزاروں اڑا کرتی ہیں جسے کہو تراور مرغابی اور
 کلنگ کہ انکا صف باند بکراڑا سب دیکھتے ہیں اور اگر یہ لوگ پھر کہیں کہ یہ چڑیوں کے پروں کی خاصیت ہی
 کہ ہوا میں ٹھہرتی اور تیرتی ہیں جیسے دوسرے جانور پانی میں تیرتے ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ اڑنی کی حالت میں کبھی
 پروں کو کھولتی بھی ہیں دیکھتے ہیں اور کبھی پروں کو بند بھی کر لیتی ہیں پھر اس حالت میں بھی زمین پر نہیں گرتی ہیں
 تو معلوم ہوا کہ انکا ہوا پر ٹھہرنا جو انکی طبیعت کے خلاف ہے فقط اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہی مایمسیکلن
 الا الرحمن نہیں تھابتا ہے انکو ہوا پر مگر وہ ذات جو رحمانیت کی صفت سے موصوف ہے اور یہی صفت
 چاہتی ہے کہ انکے نفع کی چیزیں انکو پہنچیں مودے نفع ہوا کے بطون میں سپرد ہیں تو جب تک انکو ہوا میں نہ رہیں
 وہ نفع انکو کیسے پہنچیں سو حق تعالیٰ انکی حاجت کو دیکھتا ہے اور ایک غیبی تدبیر سے ان نفعوں کو ہوا
 میں انکو پہنچا کر نگاہ رکھتا ہے اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ بِصِیْدٌ بیشک وہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو دیکھتا ہے اور نفع دوسرے
 ضرر ہر چیز کا جانتا ہے اور نفع لینے اور نقصان دہ کرنے کی تدبیر میں انکو سکھاتا ہے بس ان چڑیوں کو جن
 اصل خاک ہے ہوا پر تھانے رکھنا اللہ کی قدرت کی دلیل ہے دونوں چیزوں پر لینے دہنسنے اور تپھر کے
 برسنے پر واسطے کہ دہنسنے کی حقیقت یہی ہے کہ ہوا زمین کے ٹکڑوں میں در آتی ہے اور انکو ہلا کر پاشی
 ہے اور آسمان سے تپھر برسنابھی موقوف ہے اس بات پر کہ پہلے زمین سے ان چڑیوں کو جو تپھر ہو چکا
 صلاحیت رکھتی ہیں ہوا کے زور سے اوپر لیجا نا پھر انکو اس جگہ تھانے رکھنا یہاں تک کہ بھاری،
 پن میں تپھر کے مانند ہو جاوین پھر انکو انکی اصل طبیعت کی طرف پھیرنا تاکہ اپنی طبیعت کی خواہش
 سے زمین پر گرین بلکہ اگر تامل اور غور کیا جاوے چڑیوں کے احوال میں تو معلوم ہو جاوے کہ ان کا حال
 ان دونوں سے عجیب تر ہے اس واسطے کہ اگر کوئی شخص اپنے تئیں ہوا کے کڑے میں خیال کرے اور ہوا
 میں جانورون کے اڑنے کو غول باند بکرا اور علیحدہ علیحدہ ایک کے بعد ایک کو ملاحظہ کرے تو یہی اس کو
 یقین ہوگا کہ زمین سے بدلی اٹھی ہے اور تپھر برساتی ہے اور زمین کے ٹکڑے آسمان کی طرف
 دڑے آتے ہیں اور اس طرح کے عجایب و غرایب زمین کے دہنسنے اور آسمان سے تپھر برسنے میں
 نہیں پائے جاتے اس واسطے کہ ان دونوں صورتوں میں زمین کے جو نیچے کی طرف حرکت کرتے ہیں

تو معلوم ہوا کہ اس زمین اور آسمان کے شاہنشاہ کی پکڑ سے انکا بخوف اور بے دہشت ہونا کچھ اسکی
 عاجزی کے وہم سے نہیں ہی بلکہ انکو اس بات کا وہم سہایا ہی کہ ہم اسکا مقابلہ کر سکتے ہیں سو اب اُسے
 پوچھا جائے کہ اَمَّنْ هَذَا الَّذِي هُوَ جَدُّ لَكُمْ بھلا ایسا شخص کون ہی کہ وہ تمہارا لشکر ہو سکے
 اور نوکروں کی طرح تمہارے دشمن کے مقابلے میں ہر وقت حاضر ہو کر یَصْرُكُمُ فَنَنْدُوهُنَّ
 کرے تمہاری جن کے مقابلے میں اگر اور اگر یہ لوگ اپنی بیوقوفی اور نادانی سے کہنے بھین کہ ان ہمارے
 معبودوں اور شیطانوں کا ایک لشکر ہی کہ جب کام آ پڑیگا تو حق تعالیٰ کے عذاب کو ہم تک آنے نہ دیگا
 اور اس عذاب کو ہم سے دفع کر دیگا تو یقین جان لینا کہ اِنَّ الْكَافِرُونَ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا نہ نہیں ہی یہ کافر
 مگر فرشتگی میں پھنسے ہوئے کہ حقیقت کو چھوڑ کر ظاہر پر فریفتہ ہوئے ہیں اور اسباب کو سبب کے
 مقابلے میں کرتے ہیں اَمَّنْ هَذَا الَّذِي يَزْعُمُكُمْ بھلا کون ہی ایسا شخص جو روزی دے نکو
 اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهُ اگر بند کر دے حق تعالیٰ اپنے رزق کو یا رزق کے اسباب کو جیسے پانی کا برسننا
 اور ہوا کا چلنا اور سورج کی گرمی اور چاند کی خلگی اور بیج اور جانور جسے کھیت کو جوتے اور سینچے ہوا ہو
 یہ بات ظاہر اور سب جانتے ہیں کہ اگر ایک بھی سبب رزق کا ان اسبابوں سے بند ہو جاتا ہی جیسے
 پانی اگر نہر سے تو ہرگز انکے بت اور معبود اسکو برسا نہیں سکتے اور انکی مصیبت میں کام نہیں آسکتے اور
 پھر اور اسباب کب ہو سکتے ہیں بس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کے مقابلہ کا جو انکو وہم ہی وہ باطل ہی کوئی
 اس درگاہ کے مردود کو مقبول نہیں کر سکتا لیکن یہ احمق اپنی بے اصل باتوں کو جو ٹھٹھ نہیں جانتے اور اپنی
 یہودہ گوئی کو نہیں بوجھتے بَلَى لَّيْجُوْا فَنِي عَذُوْا فَنُوْا بلکہ اڑ رہے ہیں شرارت اور سرکشی میں اور نفرت
 کرتے ہیں حق بات کے قبول کرنے سے اور اصل اسبات کی یہہ ہی کہ سیدھی راہ یہ لوگ بھول گئے
 ہیں اور سفلی اسباب پر اپنی نظر و نگور وک رکھا ہی اور سبب الاسباب سے بالکل غافل ہو گئے
 ہیں تو اب اُسے پوچھا جائے کہ اَمَّنْ يَّمْنِيْ مِثْلًا عَلٰی وَجْهِهٖ کيا پھر وہ شخص اُنہی اپنے منہ کے بھل
 چلتا ہی اور نیچے کی چیزیں جیسے زمین اور جو زمین پر ہی اسکے سولے کچھ نہیں دیکھتا اُھڈی بڑا راہ
 پانے والا ہی اَمَّنْ يَّمْنِيْ سَوِيًّا یا وہ شخص جو سیدھی راہ چلتا ہی کھڑے ہو کر اور آسمان اور

اور ستارے اور نشان اور منارے سب اس کی نظر میں ہیں چنانچہ یہ بات متحدہ کو حاصل ہے کہ ہر چیز کو سبب الاسباب سمجھنا ہی سو وہ اس سبب علیٰ صراطِ مستقیم ثابت ہے سیدھی راہ پر اور سبب کو اسماء الہیہ کا مظاہر یعنی جائے ظہور جانتا ہے اور حق تعالیٰ کو بے اسباب کے موثر جانتا ہے اور اس کی تاثیر کو اسباب کے ہونے پر موقوف نہیں رکھتا اس واسطے سبب کا مون کی تدبیر میں حکمت کی عایت کرتا ہے اور ان کے اسباب کی تلاش کرتا ہے لیکن تدبیر اور اسباب پر اعتماد نہیں کرتا ہی بخلاف اس شخص کے کہ فقط سبب پر بھروسہ کر کے تدبیر اور اسباب کو بیکار محض جان کر چھوڑ بیٹھا ہے تو گویا وہ شخص اس کی حکمت کے کارخانہ کو نہیں بوجھا ہے اور راہ متوسط چھوڑ دی ہے پھر اگر یہہ کافر ایسی واضح دلیلوں کے بیان کرنے سے بھی راہ پر نہ آدین اور اپنی کج فہمی سے اصل مطلب کو نہ سمجھیں تو دوسری طرح سے انکو سمجھاؤ

قُلْ هُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ مِّن مَّاءٍ لَّعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ

کہا کہ وہ اللہ تعالیٰ ایسا سبب الاسباب ہے جس نے پیدا کیا تمکو اور نستی کے پردیس نکال کر اس عالم میں لا کر موجود کیا اس نستی کے عالم میں کوئی چیز ایسی تھی جو تمہارے وجود کے ظہور کی خوشحال کرتی اس واسطے کہ دنیا میں لڑکے کی پیدائش کے بڑے اسباب مان باپ کا وجود ہے اور ان کا آپس میں صحبت کرنا اور یہہ بات سب کو معلوم ہے کہ لڑکے کی پیدائش میں ما باپ کی صحبت کو کچھ تاثیر نہیں ہے بہت لوگ برسوں صحبت کیا کرتے ہیں اور اولاد کی آرزو میں رہتے ہیں لیکن یہہ آرزو میں نہیں ہوتی اور لڑکے کے سبب اعضا درست کرنے میں اور ہر ایک عضو کو اس کے مناسب قوت دینے میں اور اس کی شکل اور صورت ٹھیک کر دینے میں ما باپ کی صحبت کو کچھ بھی دخل نہیں ہے بس وہی خالق ہے کہ جس نے اپنی قدرت کا نام لے کر پیدا کیا

وَجَعَلْ لَّكُمْ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَالْأَفْئِدَةَ ۚ قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ

تو اس نے تم کو سنا دیا اور دیکھنے کو اور دل بوجھنے کو سو انہی تینوں چیزوں سے تم نے تمام دنیا کی چیزوں کا دریافت کرنا شروع کیا اور ہر چیز کے سبب کو پہچانا اگر یہ تینوں چیزیں ہوتیں تو ہرگز تم کسی سبب کو معلوم نہ کر سکتے بس حقیقت میں ان سببوں کو تم نے سبب گردانا ہے والا حق تعالیٰ کے کام ایک کے بعد ایک ہوتے چلے جاتے ہیں کوئی سبب وہ ان درکار نہیں ہے قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ بہت تھوڑا تم شکر کرتے ہو اس واسطے کہ بے دونوں مائے یعنی آنکھ اور کان اور دل جو عقل و شعور کا مکان ہے اس واسطے

مکود سے تھے کہ اسکی توحید کا حق اذاکرو اور موثر حقیقی فقط اسی کو جانو اور اسبات کو اسکی حکمت کے ظہور کا مقام معلوم کر لو لیکن تمنے اپنی انہی سے اسی عمدہ چیز کو کہنے آنکھ کان دلو اسباب ہی کے دریافت کر نہیں گنوا یا اور اسقدر اسباب کے دریافت میں زیادتی کی کہ اسکی توحید سے بھی غم رہے اور اسکو تاثیر میں منفرد بنانا اور اگر اسطور کے سمجھانے سے بھی بے لوگ راہ پر نہ آوین اور اپنی عقیداتی سے اسباب ہی کو موثر حقیقی جانیں اور اسے اعتقاد سے نہ پھریں تو دوسرے طور سے انکو سمجھاؤ اور جو ان کی بات سے انپر لازم ہوتا ہی اسکو اختیار کرو اور انکو الزام دو اور قل کہو کہ اگر جو تم کہتے ہو وہ صحیح ہی تو تمہارے کام بھی تمہاری جزا کا سبب پڑینگے اسواسطے کہ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ اور اسکی طرف جمع کئے جاؤ گے تاکہ اپنے اپنے کئے کا حق پاؤ تو اس سے معلوم ہوا کہ تمہارے کام بھی انہی اسباب میں سے ہیں پھر انکو کیوں بے کار اور بے فائدہ چھوڑتے ہو اور برے کاموں سے ڈرتے نہیں ہو وَيَقُولُونَ اور کہتے ہیں اس الزام کے جواب میں کہ اسواسطے ہم ان اپنے علموں کو معطل اور بیکار چھوڑتے ہیں اور انکے سبب ہونے کا اعفتاد ہو نہیں آتا کہ ہزاروں برس اور قرن گزر گئے اور ان علموں کی تاثیریں کچھ بھی ظاہر نہیں لیکن تم لوگ ان علموں کی تاثیروں کے ظہور کا وعدہ بہت دور اور دراز کرتے ہو سو جب تک اس اپنے وعدے کا ایک وقت مقرر نہ کرو گے تو ہم کب ایسے وعدہ کو یقین کرینگے مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدُ أَتُكَلِّمُونَ لہذا قین کب ہو گا یہ وعدہ اگر تم لوگ سچے ہو اسواسطے کہ اگر حشر اور جزا اس وعدے کے موافق واقع ہووے تو تمکو سچا جانیں گے اور اگر تمہارے کہنے کے موافق نہ ہوئی تو تمہارا جھوٹ ظاہر ہو جائیگا سو انکی اسبات کے جواب میں قل تو کہہ کہ ہم اس وعدہ کو یقین نہیں کر سکتے اسواسطے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے علم کا علم نہیں دیا بلکہ اس وعدہ کو ہم اور پوشیدہ رکھا ہی اور اسکے ہم اور پوشیدہ رکھنے میں ایک بڑی حکمت ہی وہ یہ ہے کہ اگر اسکے پہلے آبیوالی چیزوں پر نگاہ کرے جو بعد نمونے کے ہر شخص کو پیش آوین گی اسکو تردید کا بیان کرتے اور ہر شخص کو اسکی موت کا ایک

نشانِ تقرر کر کے بتلا دیتے تو دنیا کا کارخانہ بچلنا اور سب کام معطل ہو جاتے اور موت کے خوف سے ہر شخص اپنے ہوش و حواس بجا پاتا اور اگر اس حدیکی انتہا یعنی خاص قیامت کے دن پر نظر کر کے اُسکے آنے کو دور بیان کرتے تو آدمی بے دہشت اور ڈر ہو جاتے اور بُرے کاموں پر جرات اور دلیری کرتے اس واسطے کہ ان کی جبلتی اور پندیشی یہ خصلت ہے کہ اپنے زمانے سے دور والی چیز پر التفات نہیں کرتا اور اس کا ڈر اس کے دلیمن اثر نہیں کرتا سو اس واسطے اس کا علم کسی مخلوقات کو عنایت نہیں ہوا بلکہ اِنَّمَا اِلْعَلَّمُ عِنْدَ اللّٰهِ نہیں ہے اس واقعہ کا علم مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بلکہ ہر شخص کی موت کا علم بھی اسی اللہ تعالیٰ کے پاس ہی سوا اُسکے کوئی نہیں جانتا وَلَا نَا اَنَّا مَذِيْنٌ اور نہیں ہون میں مگر ایک ڈرائیو والا کھول کر نینے قطعی دلیلوں اور سچے معجزوں سے اُسکے واقع ہو نیکی ثابت کرتا ہوں پھر باوجود اسی دلیلوں اور ایسے معجزوں کے دیکھنے کے مجھے سچا بچا تا بلکہ میری سچائی کو اُسکے وقت کے بیان کرنے پر موقوف رکھنا بڑی نادانی اور حماقت ہی سوائے اُسکے اس وقت کا دریافت کرنا اور جاننا کافروں کے حتمی بہت بُرا ہی چنانچہ جب اس حدی کا وقت آوے گا اور کافر بھی اس وقت زندہ کئے جاوے گے فَلَمَّا اَوَّلَ زُلْفَةٍ پھر جب دیکھیں گے کہ وہ وعدہ نزدیک آیا ہے اِیْنِجَا سَیْنَتْ وَجُوْهُ الدِّیْنِ کُفْرُوا بِشَکْلِ کُرْدِے جائیں گے چہرے ان لوگوں کے جنہوں نے کفر کیا تھا اور سیاہی اور تاریکی اور غبار آلودگی ان پر چھا جائیگی وَقَالَ هٰذَا الَّذِیْ کُنتُمْ تَدْعُوْنَ اور کہا جائیگا یہ چیز ہی جس کو تم بڑی خواہش سے طلب کرتے تھے اور اگر یہ کافر کہیں کہ یہ واقعہ جسکی تم خبر دیتے ہو اگر جس طرح تم کہتے ہو اسی طرح ہوا تو ہم اور تم سب کے سب اس دن گرفتار اور ہلاک ہونے لگے اور جسکی روحیں قبض ہو گئی تو قل اٰیْتُمْ کہہ کیا دیکھا اور فکر کیا تم نے اِنْ اَهْلَکْنِیْ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِیْ کہ اگر ہلاک کرے مجھ کو اللہ تو ہے اور ان لوگوں کو جو میرے ساتھ ہیں موت یا پہلے بار کے صور پھونکنے سے یا ہمارے گناہوں کی شامت سے آخرت میں اَوْ دَحْصٰنًا یا رحم کرے ہم پر اور اپنی ہر بانی سے بعد موت کے راحت نصیب کرے اور پہلے بار کے صور پھونکنے تک زندہ نہ رکھے اور آخرت میں سب تقصیر میں ہماری معاف کر دے اور ہمارے گناہوں پر ہکونہ پکڑے پھر تم کو اس سے کیا فائدہ تھا اور ان چیزوں سے جانیکا نہیں نکلو چاہتے کہ اپنے بچاؤ کی فکر کرو اس واسطے کہ مَنْ یُّجِیْرَ الْکَافِرِیْنَ پھر کون ہی جو پناہ دیا کافروں کو

مِنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ دُکھ والے عذاب سے قُل کہہ تو کہ یہ سب باتیں جو میں نے بیان کیں ہیں سو فقط تمہارے
 انکار کر کے لحاظ سے نہیں تو مجھ کو اسکی درگاہ سے نجات اور ثواب کی بڑی امید ہے اس واسطے کہ
 هُوَ الرَّحْمَنُ وہ ذات پاک بڑی رحم والی ہے ہرگز اسکی طرف سے وہ بات جو رحمت کے خلاف ہے ظاہر
 نہ ہوگی اِنَ الْبَلَاءِ اگر ہماری طرف سے کفر اور سرکشی پائی جائے اور اس کی رحمت کو ہم غضب سے بدل ڈالیں
 یا اسکی توحید اور موثر حقیقی ہونے کے سبب قایل نہ ہوں اور بتوں کی شفاعت پر یاد دوسرے وہی سببوں پر اعتماد
 کر کے اس کی نامرضی باتوں کو بے باک ہو کے کرنے لگیں ہم تو البتہ اس کے غضب کے سزاوار ہوں
 سوان چیزوں میں ہم میں ایک بھی پائی نہیں جاتی بلکہ امتیاز ہم تو ایمان لائے ہیں اس پر وَعَلَيْهِ
 تَوَكَّلْنَا اور اسی پر اعتماد اور بھروسہ کیا ہے ہم نے اور اسبابوں میں سے کسی سبب پر ہم اعتماد
 نہیں کرتے فَسَتَعْلَمُونَ مَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ سواب قریب ہے کہ جان لو گے کہ کون ہے ظاہر
 گمراہی میں پھنسا ہوا ہم یا تم اور اگر یہ کافر کہیں کہ گمراہی ظاہر ہے ہی کہ تم مسلمان لوگ اسباب کو بے کا
 جانتے ہو اور ہم لوگ اسباب کی تاثیر کے قایل ہیں تَوَكَّلْ اَدَانِیْمُ کہہ کیا تم فکر کر چکے ہو کہ کوئی سبب آسمانی ہے
 یا زمین کا وقت پر کچھ کام آتا ہے سوان اَصْبَحَ مَاؤُكُمْ غَوْرًا اگر صبح کرے پانی تمہارے چیموں اور کوٹوں
 اور دریاؤں کا زمین میں دھنسا ہوا یعنی اگر سب پانی زمین میں غائب ہو جاے اور کوئی چیز اس پانی کو کھنڈ کر
 زمین سے نکال سکے فَنَ يَأْتِيَكُم مَّيِّمًا مَّعِينٍ پھر کون لاوے گا تم کو پانی جاری جو چشمے کے منے سے
 ملتا ہے اور حال یہ ہے کہ پانی ایسی چیز ہے کہ ہر وقت درکار ہے اور جب کوئی سبب عالم اسباب
 خواہ وہ سبب آسمانی ہو یا زمین کا ایسے ضروری کام کے حاصل کرنے میں کام نہ آیا اور بیکار محض ہو تو
 پھر کس طرح ہم اسباب پر اعتماد کریں اور کیونکر اسباب کے معطل اور بیکار ہونے کے ہم قایل ہوں بعض
 لوگوں سے یہ حکایت منقول ہے کہ نادان حکیم نے یہ بات سنی اور کہا کہ اگر ایسا اتفاق ہووے تو ہم
 پھاڑ پڑے اور کداری کے زور سے پانی زمین سے نکال لے دیں یہ بات اُس کے منہ سے
 نکلنے ہی نرمے کا پانی کا لا اسکی آنکھوں میں اتر آیا اور دونوں آنکھیں اسکی اندھی ہو گئیں اور ایک
 غیب سے آواز آئی کہ پہلے یہ کال پانی اپنی آنکھ سے دور کر اور بینائی کا سفید پانی اسکی جگہ لے آؤ

ج

عزیز

پھر زمین سے کو ان یا چشمہ کھود کر پانی نکالنا اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص اس اخیر کے آیت کو پڑھے
 اس کو چاہئے کہ بعد اسکے یہ کلمہ کہ اللَّهُ يَا تَبَّكَ يَا وَهَّابُ الْعَالَمِينَ یعنی اللہ تعالیٰ لادینا ہم کو پانی
 اور وہ پرورش کر نوا لاہی تمام عالم کا اب اس سورت کی تفسیر میں کئی سوال جو عربی کے دقیق اور باریک
 مطلوبوں کے دریاقت کر نیوالے عالموں نے کئے ہیں باقی رہ گئے أَنْ مِّنْ سَبْعِينَ أَلْفًا سَلَامًا سے پہلے سوال یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے
 جو کلمہ کہ فرشتوں کی زبان سے نکالا اس کو یوں بیان فرمایا کہ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ اور اسکے جواب میں دو رزخ
 والوں نے جو کہا اس کو یوں بیان فرمایا کہ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ اور ایتان اور محی دونوں لفظین آپس میں مراد
 ہیں یعنی دونوں کے ایک ہی معنی ہیں پھر فرشتوں کے کلام کو ایتان سے اور دو رزخوں کے کلام کو محی سے بیان
 کرنے میں کیا نکتہ ہے جواب اس سوال کا جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں جس کا نام اتقان ہے
 بیان کیا ہے اور اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں لفظین اگرچہ اصل معنوں میں متحد ہیں
 لیکن استعمال میں ان دونوں لفظوں کے فرق ہے اور وہ فرق کئی وجہوں سے ہے سوان آیتوں کے مضامین
 ہر ایک وجہ کے بیان کرنے کو بڑی تفصیل اور طویل طویل عبارت چاہئے اور وہ عبارت اس تفسیر میں
 کہ ابتدا سے اسکی بنیاد اختصار پر ہوئی ہے گنجائش نہیں رکھتی لیکن تھوڑا سا مضمون جو اس تفسیر کے لائق
 ہے اور مطلب سمجھ لینے کو کفایت کرتا ہے بیان کیا جاتا ہے کہ ایتان کی لفظ ہر چیز میں استعمال ہو سکتی ہے وہ چیز محسوس
 ہو خواہ غیر محسوس حقیقت میں پائی جاتی ہو خواہ فرض کر لیا ہو بخلاف محی کی لفظ کے کہ اکثر اسکا استعمال ان
 چیزوں میں ہوتا ہے جو محسوس ہوتی ہیں اور خارج میں پائی جاتی ہیں کہ حق تعالیٰ کی تجلی دنیا میں جو حضرت
 کے پردے میں چھپی ہوئی ہے ایمان کی لفظ سے تعبیر کی جاتی ہے جیسا کہ فرمایا ہے هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ
يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلُلٍ مِّنَ الْغَمَامِ یعنی کیا منظر ہیں کہ اوسے آنے کے پاس اللہ تعالیٰ پردوں میں بدلیوں کے
 اور صفت کی تجلی تھری کو جو آخرت میں بے پردہ ہوگی محی کی لفظ سے بیان فرمایا ہے قَالَ تَعَالَى
وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا یعنی اور آیا رب تیرا اور فرشتے صف کی صف باندھے اور اکثر مقدمہ
 خدا کو ایتان کی لفظ بیان فرمایا ہے جیسے آتی أَمَّا آخِرُ اللَّهِ فَلَا تَشْجِلُوهُ یعنی اپنا حکم اللہ کا پھر اسکی
 جلد ہی امت کر و اور جو خدا کہ حقیقت میں آیا اور ظاہر ہوا ہے اسکو اکثر محی کی لفظ سے بیان فرمایا ہے

جیسے فلنا جاؤ ہم امرنا و جاؤ ہم باسنا یعنی جب آیا ان پاس حکم ہمارا آیا یا ان پاس خدایا ہمارا سو
ان آیتوں میں ملائکہ کے کلام کو عام لفظ سے ارشاد فرمایا یعنی کیا تم پاس کوئی ڈرانے والا محسوس یا
غیر محسوس حقیقت میں یا فرضی نہ آیا تھا اس واسطے کہ اس قدر میں الزام حجت کا ہو جاتا ہی اور مطلب دلیل
سے ثابت ہو جاتا ہی اور بے خبری اور نادانی کا صدور ہو جاتا ہی اور دوزخوں کے کلام کو مجی کے
لفظ سے جو نہایت حسرت اور بڑے گناہ اور انتہا درجے کی خطا کے ظہور پر دلالت کرتی ہی بیان
فرمایا یعنی ڈرانے والا ظاہر میں ہم پاس پہنچا تھا لیکن اسنے اسکو دیکھ سکے نہ انا اور اس فرق کی
تائید کرتا ہی جو سورہ مريم میں ان دونوں لفظوں کا استعمال آیا ہی اور حقیقت کے حضرت ابراہیم خلیل
کے کلام کو اس صورت میں حکایات کے طور پر نقل فرمایا ہی يَا اَيُّهَا الَّذِي قَدْ جَاءَنِي مِنَ الْعِلْمِ مَا كَمْ
يَا يٰكَ اَي بَابِ مِيْرَجْ كُوْ اُنْہی ہی خبر ایک خیر کی جو تجھ کو نہیں آئی اور اسے طرح سورہ مومنوں میں واقع
ہو ہی قال اللہ تعالیٰ اَمْ جَاءَہُمْ مَا لَمْ يَأْتِ اَبَاءَہُمْ اَلَا وَلٰكِنْ یعنی کیا آئی ہی ان پاس خبر جو نہیں آئی
ان کے باپ دادوں کے پاس جو پہلے گزر گئے ہیں اور ایک احتمال یہ بھی ہو سکتا ہی کہ جابجا اسطور کے
استعمال کو اختیار کرنا لفظ کے سلامت رہنے کے واسطے ہو اس واسطے کہ ہمزہ متحرک ابتداء کلام میں دو
ہمزہ ساکن انتہاء کلام میں ثقیل ہوتا ہی چنانچہ جھکے ذہن صحیح اور سلامت ہیں ان پر یہ بات پوشیدہ نہیں
ہی اور دوسرا سوال یہ ہی کہ سورہ الانعام میں حق تعالیٰ نے فوقانی خدایا کو تحتانی خدایا پر مقدم
کیا اور فرمایا کہ قُلْ هُوَ الْقَاهِرُ عَلٰی اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِہُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِہُمْ اَوْ يَجْلِبَہُمْ یعنی وہ اللہ
تعالیٰ غالب ہی اسپر کہ بھیجے تم پر عذاب تمہارے اوپر سے یعنی آسمان سے یا تمہارے پیروں کے نیچے
یعنی زمین سے اور اس صورت میں تحتانی خدایا کو فوقانی خدایا پر مقدم کیا ہی اور فرمایا
اَلَيْسَ مِّنْ فِی السَّمٰوٰتِ اَنْ يَّخْفِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ اَوْ يَّثْقِلَہَا اَوْ يَّخْفِفَ مِّنْ فِی السَّمٰوٰتِ اَنْ
یَّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ان دونوں سورتوں میں اس تقدیم اور تاخیر میں فرق ہونکی کیا وہ ہی اس
سوال کا جواب یہ ہی کہ سورہ الانعام میں اس آیت کے پہلے حق تعالیٰ فرماتا ہی وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ
عِبَادِہٖ ویرسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا یعنی وہ اللہ غالب ہی اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہی تم پر اپنے

نگہبان ہوا اس آیت کے مضمون کی رعایت سے فوقانی عذاب کا مقدم لانا و مان مناسب ہوا اور اس میں اس آیت کے پہلے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا و كُلُوا مِنْ رِزْقِهِ اور اس آیت کے مضمون کی رعایت سے تحتانی عذاب جنہ میں سے علاقہ رکھتا ہے اس کا مقدم لانا بہت مناسب ہوا اور تیسرا سوال یہ ہے کہ صافاآت و یقبضن بہ و نون لفظین ترکیب میں ظہیر کی لفظ سے حال پڑی ہیں پھر ایک حال کو اسم فاعل کے صیغے سے مفرد لانا اور دوسرے حال کو مضارع کے صیغے سے جملہ فعلیہ لانے کی کیا وجہ ہے یہی یقفن و یقبضن کیوں نہ ارشاد ہوا یا صافاآت و قابضات کیوں نہ فرمایا تاکہ دونوں میں مطابقت پائی جاتی اس فرق کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہوا میں اور ناپانی میں تیرنے کے مشابہ ہی اور ان دونوں کاموں میں ہاتھ پیرا و بازو کا کھولنا ہوتا ہے تاکہ چیرنا اور جدا کرنا پانی اور ہوا کا آسان ہو جاوے اور اس حالت میں سمیٹ لینا ہاتھ پیرا یا بازو کا ضرورت کے واسطے ہوتا جاتا ہے تاکہ طبیعت کو آرام حاصل ہوتا ہے اور نئی قوت پیدا ہوتی جاوے جس طرح لوٹری یا بلی یا دوسرے جانور جست کرنے اور کودنے کے وقت سمٹ جاتے ہیں اور اسم فاعل کا صیغہ ہمیشگی اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے اور جملہ فعلیہ مضارع کے صیغے سے نجد اور حدوث پر تو گویا اس طرح ارشاد ہوا کہ چڑیاں ہوا میں صف اندھی اڑا کرتی ہیں اور پر اٹھ کھولے رہتی ہیں اور کبھی کبھی پر سکڑ بھی لیتی ہیں تاکہ پر کھولنے اور اڑنیکی اور زیادہ قوت حاصل ہووے جیسے پانی کے تیرنے والے کہ انکا بھی یہی حال رہتا ہے سو یہ فرق بغیر دونوں حال کے صیغے متغیر کئے ہوئے بوجھا جاتا چوتھا سوال یہ ہے کہ قبر کے عذاب سے نجات حاصل ہونیکے واسطے اس صورت کے تخصیص کی کیا وجہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ قبر کا عذاب اکثر بد اعتقاد ہی کے سبب ہوتا ہے خصوصاً قبر کے سوال اور اپنے بد عملوں کی پریشی سے غافل ہونا اور دن رات نفس کی خواہش میں پھنسے رہنا اور نجاستوں سے اپنے کو نہ بچانا کہ یہ چیزیں قبر کے عذاب کی سبب پڑتی ہیں اور جو شخص کہ اس صورت کو مٹنے سمجھ کر پڑھتا اس کو پورا یقین ہوتا ہے کہ موت کے بعد جو دنیا میں کیا ہے اس کا حساب ہونا ہی اس واسطے کہ حق تعالیٰ کا قول خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنَ عَمَلًا اسی بات پر دلالت کرتا ہے اور اس بات کی بھی اس کو

یقین ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ سینے کے بھیر کے بھید اور دل کے پوشیدہ خیالات سے واقف ہی کچھ اس پر چھپا ہوا
 ہے اس واسطے کہ اس آیت سے واضح و اقوالکم از جہر و ایدام اناہ علیہم یکن آیت الصدور یہی بات پوچھی جاتی
 ہے جو جس شخص کو ان چیزوں کا یقین ہو جاتا ہے تو البتہ اسکے جو ہر نفس کو برے خیالوں کی تاثیر کم ہوتی ہے
 اور بالکل اس کو خراب نہیں کر سکتی اور یہ بھی ہے کہ قبر میں جاتے ہی پہلا صدمہ جو آدمی کو پہنچتا ہے وہ ضغطہ قبر کا
 ہے اور اس کا دبا نا یعنی مردے کے قبر میں پہنچتے ہی زمین میں حرکت پیدا ہوتی ہے جیسے دریا میں موج
 اور اس حرکت اور موج کے تغیر و نسے مرد کا حال تباہ ہو جاتا ہے سو جب اس آیت کا مضمون یعنی اَلْغُفْمُ
 مَنْ فِي السَّمَاءِ اَنْ يَّخْشَفَ بِكُلِّ اَرْضٍ فَاِذَا هِيَ تَمُودُ آدمی کے خیال میں رہتا ہے اور تلاوت اس کی کیا کرتا ہے
 تو یہ خوف ہمیشہ اسکے سامنے رہتا ہے اور حق تعالیٰ کے قول کے موجب جو دوسری جگہ فرمایا ہے اور اسکے
 سچے وعدے کے موجب کہ اَلَّذِينَ يَخْتَشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَاَجْرٌ كَبِيرٌ یعنی تحقیق جو لوگ
 ڈرنے میں اپنے رب سے نہ دیکھے انکو بخشش ہے اور ثواب بڑا وہ شخص مستحق بخشش اور معافی کا ہوتا ہے
 اور آخر کی آیت یعنی اِنْ اَصْبَحَ مَاءٌ مَّرٌّ غَدَاً اَمِنْ يَّامِكُمْ مَّاءٌ مَّعِينٌ اور درمیان کی آیت اَمِنْ يَّامِكُمْ مَّاءٌ
 مَّيْكَامًا عَلٰی وَجْهِهِ اَلْهَدٰی اَمِنْ يَّامِكُمْ سَوِيًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ یہ دونوں آیتیں اس مضمون سے مناسبت
 کرتی ہیں چنانچہ یہ بات تامل اور فکر کرنے سے پوشیدہ نہ رہے گی اور آیت اَلَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ
 ذُلُوْلًا بھی قبر کی راحت و رذالت کو ہی بعض معنوں سے اور اس صورت میں اذذاب قبر کے دفع ہونے
 کے مقدمے میں دوسری بھید بھی ہیں سو اسے توضیح اور تشریح پر موقوف ہیں اس مختصر میں اسکا بیان گنجائش
 نہیں رکھتا لیکن اتنا بطور اشارے کے کہا جاتا ہے کہ تبارک کی لفظ میں تامل اور غور کرنا چاہیے کہ
 اس میں ہمیشگی کی خیر کا اور انعام اور احسان کا معاملہ بعد موت کے بھی جاری رکھنے کا اشارہ ہو چکا
 جاتا ہے اور اس سلطان کا ستاروں کی قندیلوں سے روشن کرنا اور اس کی روشنی کے
 سبب گرد و نواح اس سے شیطانوں کو اٹھنا صاف اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ آسمانی
 کائنات میں اور اس کے احوال قبر کی تاریکی کو روشن کر دین گے اور شیطانوں کی شرارت سے بچائیں گے
 اور اس تئویش کو دور کر نیکی بلکہ اگر ان معنوں میں خوب غور اور تامل کیا جاوے تو بخوبی ظاہر

ہو جاوے کہ قبر کے داخل ہونے کے بعد زمین کا اوپر کا طبقہ قبر والے کے حق میں دنیا کے آسمان کا حکم پیدا کرے گا اس واسطے کہ وہ طبقہ ہدایت کے چراغوں سے روشنی ہو رہا ہے اور وہ چراغ انبیاء و اولیاء کی نورانی روحیں ہیں جنکی روشنی کی چمک سے زمین منور ہو رہی ہے اور شیطانوں کے دہنے کے واسطے نیچے کے آدمیوں سے مدد چاہتے

سُورَةُ نُورٍ

اس میں باؤن آیتیں اور دو سو تیس کلمے اور ایک تین سو چھ حرف ہیں اور پہلی آیتیں اس سورت کی بلاشبہ مکمل ہیں لیکن بعض آیتوں میں اختلاف ہے کہ کئی ہیں یا مدنی اور شمار میں اسکی آیتیں پچاس ہیں یا اختلاف اور باؤن ہونی میں اختلاف ہے اور اس سورت کے نازل ہونیکا سبب یہ تھا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم خلعت نبوت سے سرفراز ہوئے اور آپ پر وحی آنا شروع ہوا اور وضو اور نماز کا طور آپ کو غیب سے سکھایا گیا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دین حق کا ظاہر کرنا شروع کیا اوقت حضرت خدیجہ اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ آپ کے متبعین جسکو ہند میں لے پالک کہتے ہیں اور حضرت ام ایمن آپ کی خادمہ رضی اللہ عنہا یہی سب ایمان لائے اور نماز پڑھنا آپکی اہمیت رائج ہوا اور یہ باتیں نئی نئی جو کئے والوں نے کبھی نہ سمجھی تھی ہر مکان اور ہر مجلس میں نقل ہونے لگیں اور اس بات کا چرچا پھیلا بعض بے ادب کافروں نے کہنا شروع کیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دیوانہ ہو گیا ہے اور تمام اپنے گھر والوں کو بھی دیوانہ کر ڈالا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باتوں کے سننے سے نہایت رنج اور طال ہوتا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی تسلی واسطے یہ سورت نازل فرمائی اور وہ مرتبہ قسم یاد فرما گئے ارشاد کیا کہ تو ہرگز دیوانہ نہیں ہے بلکہ تیری عقل تمام مخلوقات کی عقل پر



ترجیح رکھتی ہے کسی عقل تھار عقل کے پاسنگ کو بھی نہیں پہنچتی اور اس سورت کے ربط کی وجہ سے سورہ ملک سے
یہم ہی کہ سورہ ملک میں اس شہادت حقیقی کے اکثر کارخانوں کا ذکر جو سلطنت سے متعلق رکھتے ہیں
بیان فرمایا ہے چنانچہ اول خیرات کی کثرت دوسرے قادر ہونا سب چیز پر ہائیک کہ مارنے لگتا
پر بھی تیسرے ہر شخص کے کاموں سے خبردار ہونا ہائیک کہ پوشیدہ بات سے بھی سوچھی ہوئی دلی بات بھی
اس درگاہ میں پوشیدہ نہیں ہی چوتھے غالب ہونا سب پر پانچویں بخشنا اور معاف کرنا باوجود
قدرت کے ہتھ بڑے بڑے مکان عالیشان اپنے خادموں کے واسطے تیار کر دینا توین رعایا میں
تفاوت اور جانب داری نہ کرنا آٹھویں اپنے ممالک و سرحدوں کے ملکوں کو زیب اور زینت سے آباد اور
معمور رکھنا توین دشمنوں کے ذلیل اور بخوار کرنے کے اسباب تیار رکھنا دسویں فرمان برداروں کے واسطے
بخشش اور انعام کے اسباب موجود رکھنا گیارہویں امن اور چین کا ہونا یعنی اس انتظام ملک میں کرنا
کہ سب رعایا امن اور چین سے رہیں بارہویں سب چیزوں کا نرخ سستا رکھنا تیرہویں اپنے مخالفوں کو
کمزور کر رکھنا تاکہ دشمنوں کی حمایت نہ کر سکیں اور اس درگاہ کے خرد و مہر و رزق نہ پہنچا سکیں تو یہ سب
کارخانے عمدہ ہیں کہ ان کے جمع ہونے سے سلطنت رونق اور قوت پکڑتی ہے باقی رہا بیان پر بیان ایک
بڑے کارخانیک کہ یہ سب کارخانے اسی سے تعلق رکھتے ہیں سو اس کارخانیک کا ذکر اس صورت میں ہوا
اس واسطے تتمہ کے طور پر اس سورہ میں اسکو بیان فرمایا سو وہ کارخانہ دفتر والوں اور متصدیوں اور اہل
قلم کا ہی بسن بہم سورت گویا مملکت کے خطی وجود کا بیان ہے سب کارخانے کے ساتھ اور خطی وجود کا
وجود کا ظل ہی اور ان دونوں کے درمیان میں حکایت اور محلی غنہ کا علاقہ ثابت ہے سو اس واسطے کہ ظل کا
مرتبہ اصل کے مرتبہ سے متاخر ہے اس کارخانیک اس سورت میں یعنی سورہ نون میں جو سورہ ملک کے پیچھے ہے
بیان فرمایا تاکہ اس بیان میں ظل اور اصل کے مرتبوں کی تفاوت کی طرف بھی اشارہ ہو یعنی ظل کا
مرتبہ اصل کے بعد ہے اس واسطے کہ اہل قلم کے کارخانیک و سرکار خانوں کے بیان کے ساتھ پہلی
سورہ میں بیان فرمایا اور نولے کے ان دونوں سورتوں کے مضمون میں بھی جا بجا مناسبت ثابت ہے
چنانچہ پہلی سورت میں فرمایا ہے لیسلو کہ ایک احسن عملاً اور سب رتین فرمایا لیسلو کہ ایک نام کا بگونا

اختیارِ انجمن اور اس سورت میں کافروں کا عذاب و دوزخ میں اور اسکے موکوں کی جہنم کی حکومت اور بادشاہت کے طور پر مذکور ہے اور اس سورت میں دس سب مضمون متصدی گری کے طور پر بیان فرمائی ہیں

جیسے **أَجْعَلِ السَّيْلِينَ كَالْجَرِّ** میں **أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيدَهُ تَدْرُسُونَ** **أَمْ لَكُمْ آيْمَانٌ عَلَيْنَا بِالْعَهْدِ** یعنی کیا تم گریں گے ہم مسلمانوں کو مثل گہنگا رودن کے کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں پڑھ لیتے ہو کیا تمہیں ہم سے متین لین ہیں پورے ہی پہنچتی بسبب مضمون صریح سوال میں لکھا پڑھی اور قول و قرار کی دست آور طلب کرنے سے اور یہ طور دفتر کے متصدیوں کا ہے اور اس سورت میں ضرر دان کے باغ والوں کا حال بھی مذکور ہے اور وہ بھی متصدی کی جگہ کے قاصد کے تعلق رکھتا ہے اس واسطے کہ جب کسی گانوں کے زمیندار یا کھیتی والے اپنے معمول کے خلاف کرتے ہیں اور حاکم کے تنخواہ دار و نگو دا جی خا نہیں دیتے تب وہ گانوں ان کے قبضے سے نکال کر سیرکار میں ضبط کرتے ہیں اور بالکل ان کے مال کو قرق کرتے ہیں اور اس سورت میں بھی اسی قسم کے قصے عبرت اور ڈر کے خوف دلانے کے واسطے سلطنت اور حکومت کے طور پر بیان فرمائے ہیں جیسے **هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا** اور **أَمِنْتُمْ مَن فِي السَّمَاءِ أَنْ يَخْسِفَ بِكُمُ الْأَرْضَ** اور **أَمِنْتُمْ مَن فِي السَّمَاءِ أَنْ يَرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا** یعنی وہ رب ایسا ہی جس نے کر دیا تمہارے واسطے زمین کو پست اور کیا ڈر ہو گئے تم اس سے جو آسمان میں ہے کہ دہن دے مگوز میں اور کیا ڈر ہو گئے تم اس سے جو آسمان میں ہے کہ ڈالے تم پر پتھر اور اس سورت میں ایک دریا کی مچھلی کا مذکور ہے جو سب مخلوقات کے طغوانے نیچے تہ نشین ہے اور حکم الہی کی ایسی فرمان بردار ہے کہ ایک غیب جلیل القدر کو اپنے پیٹ کے قید خانے میں لے کر ایسی احتیاط سے رکھا کہ ان کے بدن کا کچھ آسیب نہ پہنچا اور اس سورت میں بھی پرنس جانور و نگا مذکور ہے کہ تھتک لگے حکم سے ہوا میں ٹھہرے ہوئے ہیں یہ سب گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مرغ سے ماہی تک ہمارا تابعدار اور فرمانبردار اور عاجز اور سرنگون ہیں اور اسی میں کر کے اگر آدمی غور کرے تو مناسبت کی وجہ سے ان دونوں سورتوں میں بہت پائی جاتی ہیں اور اس سورت کا نام سورہ نون رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ نون کے عدد جمیل کے حساب سے چاس ہیں اور اس سورت کی آیتیں جن پر اتفاق ہے دس بھی پچاس ہیں اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی نبوت کا زمانہ بھی پچاس برس کا مل ہوا اسطور سے کہ بعد نبی ہونیکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین سو برس
زندہ رہے اور سند نبوت آپ کی ذات پاک سے مزین رہی بعد آپ کے ستائیس برس تک خلفاء
راشدین اسی قانون اور آئین پر اس طور عمل کرتے رہے کہ ایک بال کی برابر بھی شریعت کے
احکام میں تفاوت نے راہ نہ پائی اور سب فرمانبردار اور تابع رہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی وفات کے بعد ستائیسویں سال میں وقت کے خلیفہ کو حکومت سے باز رکھنے کے سبب سے
فتنہ برپا ہوا اور نافرمانی شروع ہوئی اور وقت کے خلیفہ کو معزول سمجھا اس سبب سے گویا نبوت
کا دور منقطع ہوا اور زمانہ سلطنت اور بادشاہت کا قریب آ پہنچا کہ پیغمبر کے خلیفہ کی تابعداری
میں قصور ہوا اور اس کا حکم جاری نہ ہوا اگرچہ خلیفہ نہ برحق کے موجود ہونے کے سبب سے اصل خلافت
کا نام تیس برس تک باقی رہا لیکن جو پیغمبر کے خلیفہ کا حکم جاری نہ ہوا تو گویا نبی کا حکم جاری نہ ہوا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا نشان ہی مٹ گیا اس واسطے کہ نبوت کا حکم اس وقت اسی
خلیفہ کی ذات میں منحصر تھا اور یہ بھی ہے کہ اس سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت اور
دیوانگی کی نفی آپ کی ذات خودہ صفات سے بہت واضح کر کے بیان فرمائی ہے اور حرف نون نبوت کی
لفظ کا پہلا حرف ہے اور یہ بھی ہے کہ جتنے عمدہ مطلب اس سورت میں بیان ہیں انہیں نون کے حرف کو بڑا
دخل ہے اس واسطے کہ اول اس سورت میں اپنی نعمت کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بیان فرما گئے دیوانگی
کی نفی کی ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور آپ کے دشمنوں کو
مفتون فرمایا یعنی راہ سے بچلے ہوئے پھر دین کی بات میں کافروں سے سستی کر نیکو منع فرمایا علی الخصوص
اس کافر سے جس کے دل میں اللہ جل شانہ کی اہانت بس گئی ہے اور چل خور کی اور نیک چیز سے ہر شخص کو
روکنا اسکی عادت ہو گئی ہے اور باوجود ان سب باتوں کے وہ دلدل لڑنا بھی ہے اور اپنے مال اور
اولاد کی زیادتی پر مغرور بھی ہے پھر اسکے بعد ان باخوالوں کا قصہ بیان فرمایا جو اپنی نیت کے بدلنے
سے اور مسکینوں کو حق نہ دینے سے اور ان شاندار اللہ تعالیٰ کے نہ کہنے کے سبب سے خرابی میں
پڑے اور رات کو دے سوئے ہی رہے اور باغ محل گیا اور کھپلی رات کو خوشی اٹھ کر

باغ کو گئے تاکہ کسی مسکین کو خبر نہ ہو اور وہاں جا کر دیکھا تو باغ سب جلا ہوا پایا پھر اپنے تئیں آپ
ندامت کرنے لگے پھر اسکے بعد کافروں سے سند طلب کر لیا بیان ہی کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی سند
انکے پاس ہی جس سے کہتے ہیں کہ جیسا ہم چاہیں گے ویسا ہی اللہ تعالیٰ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے
قسم کھائی ہے کہ جو تم چاہو گے وہی ملے گا پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ میرا داؤ بڑا زبردست
دست ہے کہ کوئی اس سے بچ نہیں سکتا پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کا قصہ بیان
فرمایا کہ اس طور سے مچھلی کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ کو پکارا اور اس کا ذکر علی الاطلاق نے انکی فریاد کی
کی اور اس دعا کے سبب سے انکو اس بلا سے نجات دی اور اس حرف نون کی تفسیر میں جو اس سورت
کے اول میں واقع ہے اور اس سورت کا نام بھی وہی ہے مفسرین بہت سا اختلاف کیا ہے حضرت عبد
اللہ ابن عباس اور قتادہ اور سدی اور مقاتل اور گلبی رضی اللہ عنہم سے اور ان کے سوائے دوسروں سے
بھی اس نقل کیا گیا ہے کہ اس نون سے مراد وہ مچھلی ہے جسکی پیٹ پر ساری زمین ہے اور اس کا نام
پیمپوت یا ثوت یا بلہوت یا لوتیا ہے اور ان بزرگوں سے اسی روایت آئی ہے کہ حق تعالیٰ نے جب آسمان
اور زمین کو پیدا کیا تو اس وقت اپنے عرش سے اٹھ کے ایک فرشتے کو حکم فرمایا کہ ساتون
زمین کے نیچے جا کر ساری زمین کو اپنے کندھے پر رکھ لے سو اس فرشتے نے اگر سب زمین کو اپنے
اوپر اٹھا لیا تو نون ہاتھ اسکے کھلے میں ایک مغرب میں ہے اور دوسرا ہاتھ مشرق میں پھر اس فرشتے
کو دونوں پانوں رکھنے کی جگہ تھی تب حقیقتی نے جنت الفردوس سے ایک میل کو بھیجا جسکے
چالیس ہزار سینک ہیں اور چالیس ہزار پانوں اس میل کے گواہان پر اس فرشتے نے دونوں پانوں
اپنے رکھی لیکن اسکے پانوں ٹھہرتے تھے تب فرشتہ کو حکم ہوا تو ایک ٹکڑا زمرد سبز کا جنت الفردوس
سے لاکر اس میل کے گواہان سے اسکے کان تک رکھ دیا پھر اس فرشتے کے پانوں اس تھم پر ٹھہر
گئے اور اس میل کے سینک زمین کے چاروں طرف سے نکل آئے ہیں اور دونوں ہاتھ اس
میل کے کنارے دریا کے اندر ہیں جو قوت وہیل دم باہر کو نکالتا ہے تو دریا میں نہ ہوتا ہے بلکہ
بنگا ہے میں جو راوڑ بھی میں بھرتی کہتے ہیں اور اس وقت دریا میں کف یعنی پھین بہت نکلتا ہے

بیان میں ہے کہ
نون کا جو حرف نون ہے اس کا
میں اب

فہم کے پانوں پر
دیکھنے کا سبب

اور جو وقت وہ بیل دم بھیتہ کو کھینچتا ہے تو اس وقت دریا میں جبر ہوتا ہے جسکو بنگالے میں بھاٹھا اور
 بھٹن میں اوٹ کہتے ہیں پھر اس میں کے پانوں کے ٹھہرنے کے واسطے حق تعالیٰ نے ایک پتھر سپا لگایا
 جس کا مٹا پاسا تون آسمان اور ساتون زمین کے برابر ہے اس پتھر پر وہ بیل کھڑا ہے اور یہ
 وہی پتھر ہے جسکو حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کی نصیحت میں سولے اور زمین کے ذکر
 کیا ہے چنانچہ بطور حکایت کے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ **يَا بَنِي آدَمُ إِنَّا فَتَقَنَّا لَكَ خَزَائِلَ**
فَتَكُنْ فِي حَضْرَةِ آدَمُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يَا أَيُّهَا اللَّهُ یعنی اے میرے اگر کوئی چیز ہوگی
 برابر رائی کے دانے کے پھر وہ پتھر میں ہوا اس میں زمین یا زمین میں لاوے کا اسکو اللہ تعالیٰ
 اور اس پتھر کے ٹھہراؤ کے واسطے ایک بڑی مچھلی حقیقت لگنے پیدا کی ہے سو یہ پتھر اسکی پیٹھ پر دھرا ہوا
 باقی بدن اس مچھلی کا خالی ہے اور وہ مچھلی دریا پر ہے اور دریا ہوا پر اور ہوا اللہ کی قدرت سے تنہی ہوئی
 ہے تاکہ سب کو معلوم ہو جاوے کہ اس عالم کی بنیاد برباد ہے اور حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ
 فرماتے ہیں کہ ایک روز ابلیس لعین تخت الشری کو پہنچ کر اس مچھلی تک پہنچا اور اس کے دلمین یہہ و سوسہ
 ڈالاکہ کو واسطے اتنا بوجھ اپنے اوپر لادی ہوئی رنج میں گرفتار ہے ذرا اپنے بدن کو جنبش دے کہ تمام آسمان
 اور زمین اور پہاڑ تیری پیٹھ پر سے گر پڑتے اور تو اس بوجھ سے خلاصی پاوے اس مچھلی نے چاہا کہ حرکت
 کرے مگر اس قصد کے حقیقت لگنے اپنی قدرت کا طے سے ایک جانور کو بھیجا وہ جانور اس مچھلی کی ناک میں
 پیٹھ کر داغ کو پہنچا مچھلی کی حالت تباہ ہوئی اور بیقرار ہو کر جناب باری میں اسکی شکایت کی حتیٰ تعالیٰ
 نے فرمایا کہ یہ سزا اس شیطانی و سوسہ کی ہے جسکو تو نے قبول کیا تھا پھر اس جانور کو حکم ہوا کہ اس
 مچھلی کے کان کی راہ سے ٹکڑا اس کے منہ حاضر نہا کہ اگر دوسری مرتبہ پھر وہ مچھلی ایسا ارادہ
 کرے تو پھر تو اس کے داغ میں گھس جانا اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس نون سے مراد وہ مچھلی ہے
 جس نے حضرت یونس علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے نکل گیا تھا اور تین روز یا چالیس روز اپنے پیٹ
 میں رکھا تھا اور بعضوں نے کہا ہے مراد وہ مچھلی ہے کہ جس کے خون میں غمزدہ مردود کا تیر ڈوب کر آیا تھا
 واسطے کہ یہ دونوں مچھلیاں اپنی جنس میں ایسی بزرگی رکھتی ہیں جو اور مچھلیوں میں نہیں پائی جاتی

ایک مچھلی ایسے پیغمبر حبیب اللہ کے قید کرنے پر مسلط ہوئی تھی اور اتنی ادب کی رعایت کی کہ پیغمبر کے بدن پر کسی طرح کی ایذا اور تکلیف نہ پہنچی اور دس دوسری مچھلی نے آپ کو اللہ تعالیٰ کے واسطے فدا کیا اور اپنی جان کو اس پاک پروردگار کے دشمن کے تیر کے مقابلے میں نشانہ بنایا جس طرح کوئی شخص لڑائی میں اپنے نہیں سردار کے سامنے کر کے دشمن کے تیر گولی کا نشانہ بن جاوے اور سردار پر کسی طرح کا آسیب نہ لائے تو وہ شخص تمام فوج میں ممتاز ہوتا ہی اور سردار کے نزدیک سرفراز اور صفاک اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ نون سے مراد دوات ہی چنانچہ ایک شاعر قدیم نے کہا ہے

هَذَا مَا لَشَوْقٍ يَجَّيْهِمْ أَلِفْتُ النُّونَ لِذِمِّ السَّجْوِ يَعْنِي جَوْقَ كَهْ خَلْبَةٍ كَرْتَاهِي اِسْتِثْقَايَ اَنَّا

مجھ پر الفت دیتا ہوں میں دوات کو انونہ سے والے کے ساتھ یعنی بھرتیا ہوں میں دوات کو اور یہ تفسیر کا لفظ کے ساتھ بہت مناسبت رکھتی ہے اور تائید دینے والی اس تفسیر کی ایک حدیث مرفوعہ ہی ہے

اَوَّلُ شَيْءٍ خَلَقَ اللَّهُ الْقَلَمَ ثُمَّ خَلَقَ النُّونَ يَعْنِي الذَّوَاةَ ثُمَّ قَالَ اَكْتُبْ مَا هُوَ كَائِنْ مِنْ عَمَلٍ اَوْ اَثَرٍ اَوْ رِزْقٍ اَوْ جَلٍّ فَكُتِبَ مَا كَانَ وَمَا هُوَ كَائِنْ اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ ثُمَّ خَتَمَ عَلَى الْقَلَمِ يَعْنِي فَرَمَا يَ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ پہلے جو چیز اللہ تعالیٰ نے پیدا کی وہ قلم ہی پھر پیدا کیا نون کو یعنی دوات کو پھر حکم ہوا قلم کو کہ لکھ جو چیز ہونے والی ہے عمل اور نشان اور رزق اور اجل سے پھر لکھا قلم نے جو چیز تھی اور جو ہونی والی ہے قیامت تک پھر مہر کر دی گئی قلم پر اور معاویہ بن قفرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعہ روایت آئی ہے کہ النُّونُ كَوْحٌ مِنْ نُورٍ يَكْتُبُ فِيهِ الْمَلَائِكَةُ مَا يَوْمُرُونَ يَعْنِي نون ایک تختہ ہی نور کا لکھتے ہیں اس میں فرشتے جو ان کو حکم ہوتا ہی اور بعضوں نے کہا ہے کہ نون ایک نہر کا نام ہی لیکن ان تفسیر و تپیک اعتراض جو علم نحو سے علاقہ رکھتی ہے وارد ہوتی ہے وہ یہہی کہ تمام قاریوں کے نزدیک اس حرف پر وقف لازم ہے اور جب یہ تفسیر ہوئی تو وقف نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ نون کا لفظ اگر جسم جس سے توجراور تنوین اس کا حرف قسم اور لام کی تقدیر سے ہوتا ہی اور اگر علم منصرف ہوتا تو جراور تنوین اس پر آتا اور اگر غیر منصرف ہوتا تو حرف کے قسم کی تقدیر اس کے فتح کے واسطے ضرور ہوتی اور جواب اس اشکال کا یہہی کہ اس لفظ کا ذکر اس مقام پر کنا یہہی

قسم سے صریح قسم نہیں اور حرف قسم کی تقدیر اور اس کا عمل دنیا اس لفظ میں صریح قسم کو لازم ہے
 لکن یہ کو لازم نہیں اور عطا اور بعضے دو کسے مفردوں سے منقول ہے کہ یہ دونوں اشارہ ہی ہوا تھا
 کے ناموں سے دونوں کے پہلے حرف کی طرف یعنی نور اور ناصر اور محمد بن کعبؓ نے کہا ہے کہ دونوں
 اشارہ ہی مومنین کی نفرت کی طرف اور حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اس
 نون سے یہی دریا کی مچھلی مراد ہے اور اسکو عارفون اور کاملون سے بہت مناسبت ہے اس واسطے
 کہ تمام عمر پانی میں رہتی ہے اور کبھی اس کا جی پانی سے نہیں بھرتا اور اس کو پانی سے سیری حاصل
 نہیں ہوتی اور اگر ایک دم بھر پانی سے طعمہ ہوتی ہے تو بقیہ رسی سے اپنی جان دیتی ہے اسی طرح عارف
 لوگ عمر بھر حقیقت کے دریا میں غوطہ کھینچتے ہیں اور غوطہ لگاتے ہیں لیکن سیر فی اللہ کے مرتبوں سے
 کبھی سیر نہیں ہوتے اور اگر کبھی ایک لمحہ اسکی یاد سے دور ہووے تو وہی سبب ہلاکی کا ہوتا ہے اور
 کیا اچھی بات کہی ہے مولانا روم طلب الزحمہ نے ہر کہ خبر ماہی ز آبس سیر شد واکھ بے روزیت
 روزش دیر شد یعنی عشق حقیقی ایک دریا ہے جسکی انتہا نہیں ہے سو جو عاشق کامل کہ اس دریا کی
 مچھلی بنا اسکو چاہئے کہ سیری سے ہاتھ دھو دے اور ہمیشہ پیاسا رہے اور اسی حالت میں مرے
 اور جو متوسط الحال ہے وہ اپنی پیاس کو بھانپے اور کمال سے باز رہے اور جو شخص بے روئے
 بے عشق کی لذت کے زندگانی کرتا ہے اسکو غم اور اندوہ میں گذرتا ہے اور رنج کے دن دیر میں کہتے
 ہیں تو حرف نون کا لانا شروع میں اس سورت کے سبب مطلب سے پہلے اس بات کی طرف اشارہ
 ہے کہ تم جو نہایت اشتیاق ہماری طرف رکھتے ہو اور ہر دم اور ہر لحظہ وہی بات کرتے ہو جس میں
 ہمارا ذکر ہو اور ہر کام میں یعنی اٹھتے بیٹھتے اور سونے جاگتے اور بات چیت میں ہمارا ہی دھیان
 رکھتے ہو اور نادانوں کی حادث کے خلاف کر کے ہمارے واسطے اپنے تئیں ہنساتے ہو اور بے
 ہمارے شغل اور بے ہماری یاد کے تم رہ نہیں سکتے سو اس واسطے یہ کافر تمہارے تین مجنون اور دیوانہ
 کہتے ہیں چنانچہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ اذکیر یا اللہ حتی یقال تجنون یعنی یاد کرو اللہ تعالیٰ
 کو یہ بات کہ لوگ تمکو مجنون کہتے ہیں اور یہ جمیع ہیں سمجھتے کہ مچھلی کو دریا سے بھی یہی مناسبت ہے

کہ ایک دم بے پانی نہیں رہ سکتی پھر اگر تم کو بھی اپنے محبوب سے یہی حالت بہم پہنچی ہو کہ بے یاد اس کے ایک دم قرار نہ ہو تو کچھ جگہ تعجب کی نہیں اس حالت کو جنون اور دیوانہ پن کہنا ان کی نادانی ہی اور حضرت صوفیہ قدس اللہ اسرار ہم نے بھی فرمایا ہے کہ نون سے مراد نفس کلیہ ہی جس کو لوح محفوظ اور وحی کا مبداء کہتے ہیں اور قلم سے مراد قلم اعلیٰ ہی یعنی عقل اول جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا مبداء ہے لوح محفوظ میں اور بعض صوفیہ نے فرمایا ہے کہ نون سے مراد نفس رحمانی ہے جو جناب سران مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت کا مبداء ہے اور قلم اعلیٰ ہی جو اس روحانیت کے وجود کا مبداء ہے اور بعضوں نے نون سے دلالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو فرما دیا ہے کہ ظہور اس شخص کا قیامت تک باقی ہے واللہ اعلم بالصواب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ن یعنی تیری نبوت بے شک اور شبہ نہایت نہیں اور تیرا نور تمام عالم میں پھیل گیا اور تیری ہی فتح ہوگی اور پچاس سوس تک تیرا نفع روز بروز بڑھتی اور ذاتی میں رہیگا ابجگہ پر جانا چاہئے کہ نون کا حرف ان حروف میں سے ہے جو اپنی شکل کے اعتبار سے اصل میں دوسرے حروف کی جیسے الف اور اے اس واسطے کہ شکل کے اعتبار سے یہ حروف اور حروف کی شکل کے اصل میں یعنی دوسرے حروف کی شکل انہی حروف کی شکل سے نکلی ہے جیسے الف ایک کھڑے خط کا نام ہے اور جب اس کے ساتھ تین نقطے نیچے کی طرف طارے اسطورا یہ تو لام ہو گیا اور بے ایک خط ہے سطح یعنی بچاؤ ہوا کہتے اور ثے اور نے ایک یا دو نقطوں کی زیادتی کے سبب سے اسے علیحدہ ہو کے دوسرا نام پیدا کیا ہے اور نون بھی ایک خط ہے نیز امکان کے طور پر کہ ص اور ض اور سین اور شین اور قاف اس کی شاخیں ہیں اور تھوڑے پیر سے خط کے ٹٹنے سے یا ایک نقطے کے بڑھانے سے دوسرا نام اور دوسری شکل ہو جاتی ہے اس نون کے حرف کی نبوت سے بہت مناسبت ہے اور حروف جو اس سے نکلتے ہیں دے اشارہ اور علامت ہیں ان چیزوں کی جو نبوت کے لوازمات میں سے ہیں جیسے قاف کہ اشارہ ہی قربت

ہندو کی خدمت کی جناب سے اور صا دا اشارہ ہی انکی دنیا اور آخرت کی صلاحیت کی طرف اور سین سے اشارہ ہی سیاست البتہ کی طرف خلافت کے طور پر اور شین اشارہ ہی اچھے اور بُرے علموں کی شہادت پر اور صا دا اشارہ ہی جھوٹی اور بُری باتوں کی ضد پر سو یہ سب حرف اسی نوْن کے ظہور سے اور علامات سے ہیں اور یہ بھی ہے کہ نوْن کا حرف ان تینوں حرفوں میں سے ہے جنکو دو اپر کہتے ہیں یعنی جب ان حرفوں کا نام لیا جاوے تو آخر میں وہی حرف خود آوے جیسے واو اور میم لیکن واو کے شروع میں زبر ہی اور میم کے شروع میں زیر اور نوْن کے شروع میں پیش ہی اور مے کے حرف یعنی الف اور یے اور واو ان تینوں حرفوں کے درمیان میں اسی ترتیب سے آئے ہیں سو یہ تینوں حرف ایسی چیز پر دلالت کرتے ہیں جسکی ابتدا انتہا کے ساتھ ملی ہوئی آوے اور ابتدا اور انتہا کے جو درمیان میں ہی نہیست اور نا بود کا حکم رکھتی ہو اس واسطے کہ مے کے حرفوں کا گویا وجود نہیں ہے فقط حرکت کے ظاہر کرنے کو یعنی زیر زبر پیش کے ظاہر کرنے کو آتے ہیں اسلئے سو آوے اور کچھ فائدہ نہیں لیکن واو ایسی چیز پر دلالت کرتا ہے جی کھلی اور کشادہ ہو اور میم ایسی چیز پر دلالت کرتا ہے جو مرتبہ میں کم ہو اور بلند سی سے پستی کی طرف آوے اور نوْن ایسی چیز پر دلالت کرتا ہے جو بلند اور اونچی ہو اور حروف تہجی میں کوئی حرف البتہ نہیں ہے کہ اسکا اول مضموم ہو یعنی شروع میں پیش ہو سوائے نوْن کے تو اس حرف کو بُری مناسبت نبوت کے مرتبہ کے ساتھ پیدا ہوئی کہ ملوک الہی کے طریقے کا مبداء بھی یہی حرف ہے اور انتہا بھی یہی ہے اور سب ولایتیں اسی مرتبہ سے شروع ہوئی ہیں اور اسی مرتبہ پر رجوع بھی کیا ہے بلکہ ابتدا ہدایت مطلق کی بغیر کسی قید کے انبیاء کی ذات سے ہی اور انتہا ہدایت کی یعنی جنت میں پہنچنے والوں کے لائق مکانوں میں پہنچنا بھی انبیاء کے وسیلے سے ہو گا اور یہ نوْن ایسا حرف ہے کہ عرب کی لغت میں ہر شکن اسم کے ساتھ ملتا ہے اور جب تک یہ اسم کو نکلے تب تک اسکی اعراب تمام نہیں ہوتی اور یہی حال ہی انبیاء کا کہ نبی آدم کے فرقے میں بادشاہ اور ولی اور حکیم سے لے کر دھینے جو لاپے پھنگی تک کو سب ہی ہو جیٹک کسی ایک نبی کی طرف انبیاء سے رجوع نہ کرے گا تب تک اس کا دین دنیا کا کام بن نہ پڑے گا اور کی طرح کمال تمام ہو گا اور عرب کی لغت میں اس حرف نوْن کے عجیب و غریب خواہش میں فعل کے آخر میں

اسی اور نوْن کی
جو کچھ کہیں
نہیست

کیواسطے آتا ہی اور حرف کے آخرین ترنم اور آواز کی تحسین بڑھانے کے واسطے آتا ہی اور ہم کے آخرین اعراب کے ظاہر کرنے کے واسطے جیسے انبیاء کہ ان کی نبوت کے سبب سے فرشتوں کو جو افعال الہی کے قائم مقام ہیں قربت کے مرتبوں کی تائید حاصل ہوتی ہی اور جنوں اور آدمیوں کو کہ اس کے متصرف کے قائم مقام ہیں اپنے کمال کے مرتبے حاصل ہوتے ہیں جو نمونے ہیں اعراب کے اور دوسری مخلوقات کو جیسے حیوان اور اگنے والی چیزیں اور کان میں پیدا ہونے والی چیزیں کہ بجائے حروف کے ہیں انبیاء کا وجود ان کے فخر اور زینت کا سبب ہوتا ہی اس واسطے انبیاءوں کا وسیلہ ڈھونڈھنے میں سبقت کرتے ہیں اور ان کے کہنے کو قبول کرتے ہیں اور ان کی تعظیم اور تکریم میں قصور نہیں کرتے اور یہ بھی ہی کہ علم حروف کے جاننے والے جو آسمانوں اور عناصر پر حروف کو قسمت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ افلاک اور عناصر کے کارکن حروف کے حقائق ہیں اور کہتے ہیں کہ آسمان گیارہ ہیں سات سات تون ستاروں کیواسطے اور آٹھوان آسمان کرسی اور تون آسمان عرش اور دسوان آسمان لوح اور گیارہوان آسمان قلم ہی اور اب مقرر ہی کہ تون فلک قمر کا حرف ہی جو عالم وحی اور تنزیل سے عبارت ہی اور اس کو سفلیات میں کوئی حرف نہیں ہی چنانچہ فلک لوح کو بھی کہ عالم حیات سے عبارت ہی سفلیات میں کوئی حرف نہیں ہی اور باقی آسمانوں اور عناصر کو کہ تیرہ ہیں علویات میں بھی حرف ہیں اور سفلیات میں بھی سو تون کو نبوت کے ثابت کرنے کے مقام پر لانا بہت مناسب رکھتا ہی اس واسطے کہ نبوت کی حقیقت وحی اور تنزیل کے سوائے کوئی دوسری چیز نہیں ہی واثق اور تم کھاتا ہوں میں قلم کی جو انسان کے غیب کے عالم کی پوشیدہ باتیں ظاہر کرتا ہی تاکہ جنے لوگ دور پڑے ہوئے ہیں خواہ زمانیکے سبب دوری ہو خواہ مکان کے سبب اس بات پر مطلع اور خبردار ہو جاویں اور یہی معنی ہیں نبوت اور پیغمبری کے کہ حق تعالیٰ کے حکم کرنے اور نکرانے کے اس کے بندوں کو جو بشریت کے جاہلین پھنسے ہوئے دور پڑے ہیں پہنچانے اور حق تعالیٰ کے کلام کو اس کے سب بندوں پر پڑھتے ہیں اور یہ بھی ہی کہ اگر ایک شخص قلم کی حرکت اور لکھی غرض سے واقف اور خبردار نہ ہو اور اچانک اس کو کسی لکھنے والے کے ہاتھ میں دیکھے کہ سفید کاغذ کو بے سبب لکیریں کر کر کے سیاہ کر رہا ہی اور خود بخود کبھی ٹیڑھا ہوتا ہی اور کبھی دوات کی طرف متوجہ

ہوتا ہے اور کبھی پھر کاغذ کی طرف پھرتا ہے تو یقیناً اس کو مجنون اور دیوانہ جانے گا کہ ہر طرح کا بیفائدہ کام کر رہا ہے اور حقیقت میں اس کی ہر حرکت اور ہر ٹپڑھے پن میں عجیب اور غریب نکتے اور دقیقے لپٹے ہوئے نکلتے ہیں اسی واسطے کہا ہے اَلْحَقُّ هَدَسَةٌ وَوَحْيَةٌ ظَهَرَتْ بِالْأَنفِ جَسَدِيَّةٌ يَعْنِي خَطِ اِيكٍ وَحَافِي رَقْمِ هِيَ جَوَاهِرُ حِسْمَانِي سَے ظاہر ہوئی ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اَلْقَلَمُ لِيَسَانُ اَلْيَدِ وَسَفِيْرُ الصَّمِيرِ وَ مُتَوَدِّعُ الْاَسْرَارِ وَ مُبْنِطُ الْاَخْبَارِ وَ حَافِظُ الْاَثَارِ يَعْنِي قَلَمُ اُتھ کی زبان ہے اور دل کا درمیانی اور مترجم ہے اور بھید و نکا خزانہ ہے اور خبر و نکا ظاہر کر نیوالا ہے اور نشان نیون کا یاد رکھنے والا ہے اور قلم کے عجائبات سے ایک یہ بھی ہے کہ دو بات سے سیاہی کو لے تا ہے اور کاغذ پر لکھا ہے اور آدمی کے دلیں اس کو نور اور روشنائی کر کے پہنچاتا ہے اور ایک یہ بھی ہے کہ قلم کو نہایت مشابہت پیغمبرؐ کے ساتھ ہے اس بات میں کہ حرکت اور سکون اس کا یعنی ہلنا اور ٹھہرنا بعد ہلنا اور چپ رہنا قلم کا اس کے خاوند کے اُتھ میں ہے یہ آپ سے نہ حرکت کرے نہ دم مارے اور یہی حال ہے پیغمبرؐ و ان کا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے اِيْدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيِّدِيْهِمْ يَعْنِي اللّٰهُ تَعَالٰی کا اُتھ قدرت کا ان کے اُتھوں پر وَ مَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَّحْيٌ يُوحٰی يَعْنِي نہن بولتا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خواہش نہن ہے وہ بولتا مگر وحی سے وحی کی جاتی ہے اور یہ بھی ہے کہ قلم کو اپنی حرکتوں میں جیسے رکوع اور سجدہ اور قیام اور بار بار اپنے منہ کو دوات کے چشمے سے دھونا اور پاکی حاصل کرنا اور پانچ انگلیوں کے درمیان میں ہمیشہ رہنا ان سب چیزوں میں پانچ وقت کی نماز پڑھنے والوں کے ساتھ مشابہت تمام پائی جاتی ہے اسی واسطے بعض شاعروں نے اس کی تعریف میں دو بیتیں کہی ہیں عربی زبان میں پہلی کے طور پر دُوْهَيْنِ وَ ذِيْ اصْطَبَارٍ رَّكْعٌ سَاجِدٌ اُحْيٰ نَحْوُلَ دَمْعَةٍ جَارِيٍّ مَلَايْمُ الْخَسْرِ لَا وَ قَاتِلَهَا مَعْتَكِفٌ فِيْ خِدْمَةِ الْبَارِيٍّ يَعْنِي صاحب صبر کا رکوع اور سجدہ کرنے والا بھائی لاغری کا آنسو اس کے جاری ہیں لازم پکڑ نیوالا پانچوں کو یعنی پانچ انگلیوں کو اپنے وقتوں پر یعنی لکھنے کے وقت قایم ہو نیوالا خدمت میں اپنے مالک کی اور یہ بھی ہے کہ قلم کو چار مرتبہ رنج کھینچنا ضروری ہے تاکہ اپنے خاوند کے اُتھ چومنے کے قابل ہو اور اس کی روح پاک کی ترجمانی کا مرتبہ حاصل کرے اور ان چاروں کو لکھنے والی روح

میں فتح اور تخت اور شق اور قسط کہتے ہیں یعنی اوپر سے تراشنا اور نیچے سے اور شکاف کرنا اور قسط
 لگانا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی چار مرتبے رنج سینہ مبارک کے شق ہونیکا حاصل ہوا یہاں تک
 کہ معراج کے ملاقات کی قابلیت حاصل ہوئی اور حق جل و علی کی ترجمانی مطلق کے منصب سے مشرف
 ہوئے اور یہ بھی ہے کہ نبی آدم کے دین و دنیا کی بہتری قلم ہما سے علاوہ رکھتی ہی اس واسطے کہ دین کے
 جتنے حکم ہیں سب قلم ہی کے سبب محفوظ رہتے ہیں اور آدمیوں کے حق جیسے فرض وغیرہ سب اسی کے
 سبب سے لکھے جاتے ہیں اور بھولنے سے بچتے ہیں اور اسی طرح اگلے زمانے کی خبریں اور پہلی امتوں کے
 احوال اسی کے وسیلے سے دریافت ہوتے ہیں اسی واسطے کہا ہے کہ قَوَامُ اُمُوۡرِ الدِّیۡنِ وَالدُّنْیَا
 بِسِتِّیۡنِ اَلْقَلَمِ وَالسَّیۡفِ وَالسَّیۡفِ حَتَّٰی حَكَمَ اَلْقَلَمُ یعنی دین اور دنیا کے کاموں کی مضبوطی اور ٹھہراؤ دو
 چیزوں کے سبب ہے ایک قلم اور دوسری تلوار لیکن تلوار قلم کے حکم کے نیچے ہی اور اس مضمون کو بعض
 عرب کے شاعر و نثر نویس نے کئی بیانیوں بہت اچھی طرح سے باندھ دیا ہے اور کئی بیانیوں میں ان یَحْکُمُ اَلْقَلَمُ
 وَالسَّیۡفُ الَّذِیۡ خَصَّصَتْ لَہٗ اَلرِّقَابُ وَدَانَتْ حِذْرَہٗ اَلْاَمَمَ فَاَلَمُوۡتُ وَاَلَمُوۡتُ لَا شَیۡءَ
 بَعَاثَہٗ مَا زَالَ تَتَّبَعُ مَا یَجْرِیۡ بِہِ اَلْقَلَمُ لِذَٰلِکَ فَخَضَّ اللّٰہُ لَاقْلَامَ اِذْ بَرِئَتْ اِنَّ السَّیۡفَ لَهَا
 مَذَآہِفُ خَدَمَ یعنی اگر کاٹتا ہے قلم تلوار کو جس کے سامنے جھک گئی ہیں گردنیں اور پرہیز کرتے ہیں اس کی
 نزدیکی سے خلق اللہ بس موت اور موت ایسی چیز ہے کہ اس پر کوئی چیز غالب نہیں ہے لیکن ہمیشہ تا بعد ازیں
 کرتی ہی جو لکھتا ہے قلم اسی واسطے حکم جاری ہے اللہ تعالیٰ کا قلموں کو جب ترشے گئے کہ بیشک تلوار میں
 جب تنگ ہو جاتی ہیں تو خادم ہو جاتی ہیں مسلم کی یعنی اسی طرح آدمیوں کی دنیا اور آخرت کی
 بہتری پیغمبروں کی ذات پر موقوف ہے اس واسطے کہ تمام دین کے حکم انہی پیغمبروں سے معلوم ہو رہے ہیں
 اور شر اور شر کے احوال انہی کی زبان سے سنے جاتے ہیں اور نیک اور بد کاموں کے مرتبے انہی
 بیان کرنے سے دریافت ہوتے ہیں اور تمام فرقے بنے آدم کے اعلیٰ سے ادنیٰ تک یعنی بادشاہ سے
 عاقل و بے تک انہی کے فرمانبردار رہتے ہیں وَمَا یَسْطَرُّوۡنَ اور تم کھاتا ہوں میں اس کی جو لکھنے
 والے قلم سے لکھتے ہیں کہ نہایت عجیب اور غریب اس تحریر میں پائے جاتی ہی اس واسطے کہ قلم کی کئی قسمیں

ایک قلمِ اعلام کا ہے اور ایک قلمِ احکام کا پھر اعلام یا تکوین اور ایجاد سے متعلق ہے یا تشریع اور شرع سے اور احکام بھی اس طرح یا تکوین اور ایجاد سے علاقہ رکھتے ہیں یا تشریع اور ارشاد سے اور ہر قلم کے واسطے لکھنے والے ہیں علوی یا سفلی جیسے فرشتے اور سفلی جیسے آدمی اور جن اور ہر مقدمے میں قلمِ علوی اصل ہے اور قلمِ سفلی اس کا ظل اور فرع ہے پھر اگر سفلی علوی کے مطابق ہوا تو صواب اور بہتر ہوا اور اگر مطابق نہ ہو تو خطا کی اور یہ اختلاف صواب اور خطا کا ان چاروں قسموں میں تصور نہیں ہے اس واسطے کہ وہ ان سولے سے مطابقت کے اختلاف نہیں ہو سکتا اور اگر ان چاروں قلموں کی شرح تفصیل سے اس مختصر میں بیان کی جاوے تو بہر مختصر مختصر رہے اور منظور اس میں اختصار ہے ابتدا سے لیکن نمونے کے طور پر تھوڑا ہی بیان کرتے ہیں تاکہ قلم کی عظمت اور بزرگی ہر شخص کے دلیں ثابت ہو جاوے جو جانا چاہئے کہ قلمِ اعلام کا جو تکوین اور ایجاد سے متعلق ہے وہ عالمِ علوی میں ایک قلم ہی جس نے خلق کی پیدائش کے پہلے تمام مخلوقات کا احوال لکھا ہے اور علمِ الہی کے مرتبے کے ظہور کا سبب پڑا چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جَعَلَ الْقَلَمَ عَلٰی عِلْمِ اللّٰهِ یعنی خشک ہو قلمِ علمِ الہی پر یعنی قلم نے معلوماتِ الہی کو لکھا اور وہ قلم خشک ہوا اب وہ لکھا مبدل نہیں ہو سکتا اور اس عالمِ سفلی میں بخمیسوں کا قلم ہے جو ہر سال اور ہر قرآن میں اس برس اور اس قرآن کے حکمِ تقویوں میں لکھتے ہیں اور رمالوں اور خبر والوں کا قلم بھی اسی میں داخل ہے اور اخبار نویس اور خفیہ نویس اور تاریخ نویس اور سیر نبیوں اور اگلے بادشاہوں کی لکھنے والے اور ملک اور راہ اور پہاڑ اور دریا اور چشمے اور کوئین اور بستی اور اجاز زمین کے حال لکھنے والوں کا قلم بھی اسی قلم کا ایک شعبہ ہے شاخ ہے اور کان اور جھاڑ اور جانور اور مفرد و انثی اور مرکبان سب کے خواص اور تاثیر لکھنے والوں کا قلم بھی اسی قلم کی ایک شاخ ہے اور اسی سے پھل پایا ہے اور فیض کو پہنچا ہے بلکہ زمین اور آسمان کے درمیان کی مخلوقات سے بحث کر نیوالے اور عناصر کے طبعے اور انسانوں کی شکلیں اور رصد کا حال اور ستاروں کی صورت کے کہنے والے یہ سب اپنے علم کو اسی قلم سے لکھتے ہیں اور انیوالوں کے واسطے لکھتے ہیں اور قلمِ اعلام کا جو تشریع اور ارشاد سے علاقہ رکھتا ہے عالم



علویین ملارا علی کا قلم ہی یعنی ان فرشتوں کا جنہوں نے ہر زمانے اور ہر قوم کی استعداد کے بموجب ایک شریعت لکھ رکھی ہے اور شریعہ خمسہ کو اس کے تمام حکموں کے ساتھ جو ہر شریعت میں تفصیل سے بیان ہوتے ہیں اور اس شریعت کے مجتہدوں کے حکم نکالے ہوئے سب کے تفصیل سے لکھ رکھے ہیں اور عالم سفلی میں چاروں مذہبوں کے فقیہوں کا اور اولیاء اللہ کے مختلف طریقوں کے شغل اور وظیفے جمع کر نیوالوں کا قلم ہی اور قلم احکام کا جو تکوین اور ایجاد سے متعلق ہے وہ عالم علوی میں رزق اور قوت لکھنے والوں کا قلم ہی یعنی حضرت میکائیل علیہ السلام کا دفتر جس میں تمام مخلوقات کا رزق لکھا جاتا ہے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام کا دفتر جس میں ہر ایک کی اجل اور مصیبت لکھی جاتی ہے وہ قلم بھی اسی میں داخل ہے اور عالم غلی میں ان دونوں قلموں کے شعبے بہت ہیں ایک انہیں سے بخشگیری کا قلم ہے کہ لشکر والوں کا رزق سوار ہوں یا پیادے اس سے متعلق اور ایک انہیں سے صدارت کا قلم ہے کہ مستحقوں اور محتاجوں کا رزق اس سے متعلق ہے اور ایک انہیں سے استیفے کا قلم ہے کہ زمین کا محصول اور خراج لینا اس سے علاقہ رکھتا ہے اور ایک انہیں سے طبیبوں کا قلم ہے کہ بیماریوں سے صحت اور شفا کا حاصل ہونا اس سے علاقہ رکھتا ہے اور ایک انہیں سے کوتوالی اور سیاست والوں کا قلم ہے کہ ہر مجرم اور گنہگار پر عذاب کرنا جیسے قتل کرنا اور قید کرنا اور مارنا اور باندھنا یہ سب اسی سے علاقہ رکھتے ہیں اور اسی طرح دوسرے بھی قلم ہیں اور قلم احکام کا جو شریع اور ارشاد سے متعلق ہے وہ عالم علوی میں ملارا علی کا قلم ہی یعنی دفتر حضرت جبرائیل علیہ السلام کا جو تازہ بہ تازہ حقائق کے حکم لکھ لکھ کر بھیجتے رہتے ہیں اور یہ وہ قلم ہے جس کی آواز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات کو سورۃ النہی کے اوپر سنی تھی چنانچہ معراج کا حدیث میں واقع ہے کہ فَطَلَرْتُ لِسْتَوِيَّ أَسْمَعَ فِيهِ صَرِيفَ الْأَقْلَامِ یعنی پھر طہ ہر سو ایک میدان سنی میں نے اس میں قلموں کی آواز اور عالم سفلی میں قاضیوں کا قلم ہے سجل اور حکم نامے لکھنے میں اور مفتیوں کا قلم ہے ہر واقع کی روایت نکال کر فتویٰ لکھنے میں اور فرایض لکھنے والوں کا قلم ہے وارثوں کے حصے مقرر کرنے میں یہ سب ہی قلم کے شعبے ہیں سو جو شخص ان سب لکھنے والوں کی تحریر کو ایک نظر اجمالی سے دیکھے اور اپنے خیال میں لاوے اس کو پورا یقین اس بات میں حاصل ہو جاوے کہ علم اور معرفت کا نزول

ہر وقت اور ہر لمحہ حقیقت کی طرف ہے جہاں والوں پر ہو رہا ہے اور نئے نئے حکم اس خباب اقدس
 ہر ہر فرد پر عالم کے اولیٰ سے اعلیٰ تک مبدء پہنچ رہے ہیں پھر نبوت کی حقیقت اور سچائی میں اسکو
 کچھ شک اور شبہ نہ رہے اور غیو کے قول اور فعل کو جنہیں بالکل انہی حکموں کی تبلیغ اور انہی علموں کی القا ہے
 اور دیوانگی کی طرف نسبت نہ کرے اس واسطے اسکے بعد دو قسموں کو ارشاد فرماتے ہیں کہ مَا أَنْتَ بِمُعْجِزٍ
 عَلَىٰ بَعْضِ النَّبِيِّينَ نہیں ہی تو ای محمد اپنے پروردگار کے فضل اور کرم سے نادان اور دیوانہ جیسا کہ
 یہ کافر تجھ کو کہتے ہیں اور اس سورت کے آخر میں اس کلام کو کافروں کی زبانی نقل فرمایا ہے اب
 یہاں ایک سوال ہے جس کا جواب دینا ضروری اور وہ سوال یہ ہے کہ کافروں کے کلام کو تبسمین جنوں کی
 نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجی جاتی ہی حق تعالیٰ نے اس سورت کے آخر میں نقل فرمایا ہے اور
 جنوں کی نفی کو جو اس کلام کی رد ہی اسکو اس جگہ اول سورت میں بیان فرمایا اور عرف میں مشہور یون
 ہی کہ پہلے مخالف کے کلام کو نقل کرتے ہیں پھر اسکو رد کرتے ہیں سو اس ترتیب متعارف کے تغیر کر نہیں
 کیا نکتہ ہے اس سوال کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کافروں کی زبانی سے اس کلام کے
 سننے کے سبب بہت رنج اور طال حاصل ہوا تھا اس واسطے پہلے جنوں کی نفی کرنا اور جنوں کے نقصان کو
 بیان کرنا ضرور ہوا تا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک کو تسلی حاصل ہو پھر اس گمان کے رد کرنے کے
 بعد تفصیل سے جو تمام اس سورت میں بیان ہے اس کلام رد کئے ہوئے کو آخر سورت میں نقل فرمایا تا کہ حاقلوں کے
 مضحکہ کا سبب ہو و اور اس طور سے دشمن کے کلام کو رد کرنا حافل اور دانشمندانہ کی نزدیک بہت دلچسپ
 اور ذہن نشین ہوتا ہے اور اس جگہ پر جانا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جنوں کی نفی کرنا یہاں
 اجمالی دلیل کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اس دلیل سے ہزاروں تفصیلی دلیلیں نکل سکتی ہیں اور وہ دلیل اجمالی
 حقیقت کی ظاہری اور باطنی نعمتوں کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عنایت ہوئی ہیں ملاحظہ کرنا چاہیے فصیح
 ہونا اور عقل میں کامل ہونا اور ذہن تیز ہونا اور ولایت کا رتبہ ملنا اور نبی ہونا اور سب خلق اللہ کا مادی ہونا اور
 سب اچھے خلقوں کا جامع ہونا سو گویا اس طرف اشارہ ہوا کہ ان کافروں کے اس گمان کے باطل کر نیکی دلیلیں
 تیری: ات میں اس قدر موجود ہیں کہ اسکا شمار ممکن نہیں ہی مگر اسی اجمال اور حقیقت میں جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے انتہاء درجہ کی عقل مند کیو آپ کی سیرتوں اور خصلتوں میں دیکھے اور عرب کے وحشیوں اور جنگلیوں میں
 کے دل ماتھے میں لانے کو اور ان کی خاطر داری اور تسلی کیواسطے جو جو تدبیریں آپ نے کیں ہیں انکو تامل اور غور
 سے ملاحظہ کرے کہ کس طرح ان جنگلیوں کو اپنا مطیع اور تابع بنا کر لیا تھا کہ اپنے خویش اور اقربا سے آپ کی حمایت
 اور طرفداری میں لڑائیاں کیں اور ان کو مارا اور آپ مر گئے اور اپنے وطن باورد دوستوں کو آپ کی محبت میں چھوڑ دیا
 بدون اس بات کے کہ کچھ پہلے سے تعریف یا پہچان یا کچھ بھی حلاقہ آپ سے رکھتے ہوں تو اس شخص کو اس
 بات کا یقین حاصل ہو گا کہ آپ کے برابر حافل کوئی دنیا میں پیدا نہیں ہوا اور جو حضرت وہب ابن منبہ
 رضی اللہ عنہ نے کہا ہے اس میں کچھ شک اور شبہ نہیں ہے اور وہ بات یہ ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے
 ایک ہتر کتاب میں اگلے غیوں کی پڑھی ہیں ان سب میں یہ مضمون پایا کہ ابتداءً دنیا کی پیدائش سے قیامت تک
 جو کچھ حقیقت کے اپنے کارخانہ بے انتہاء عقل کی نعمت دوسرے عاقلوں کو عنایت کی ہے وہ آپ کی
 عقل کے مقابلے میں ایک ذریعے برابر ہے تمام دنیا کی ریگستان کی نسبت سے چنانچہ ابو نعیم نے حلیہ میں اور
 ابن عساکر نے بھی اسی سے روایت کی ہے اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ نے
 اپنی کتاب میں جس کا نام عوارف المعارف ہے ایک بزرگ سے روایت کی ہے کہ حقیقتاً ہی نے عقل کے نوا
 حصے کئے تو انوے حصے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار فرمائے اور ایک حصہ تمام مخلوقات پر تقسیم فرمایا
 اور جس شخص کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دانائی کی باتیں اور حکایتیں دریافت کرنا منظور ہو اس کو چاہئے کہ
 کہ سیر اور تواتر کی کتابوں کو خوب غور اور تامل سے مطالعہ کرے تاکہ آپ کی دانائی کا کمال اس پر ظاہر ہو
 جاوے اور ان سب دانائی کی باتوں اور قصوں کا بیان تفصیل سے اس کتاب میں ہو نہیں سکتا لیکن ہونیکے
 طور پر کئی قصے یہاں بیان کئے جاتے ہیں اسی پر اور باتوں کو تیس کر لیا چاہئے پہلا قصہ یہ ہے کہ ایک
 شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھ میں چار خصلتیں بہت بُری ہیں
 ایک تو زنا کرنا دوسری چوری تیسری شراب پینا چوتھی جو ٹھہ بولنا سوان چاروں چیزوں کا ایک بارگی مجھے چھوٹنا ممکن
 نہیں ہے ان چاروں میں سے ایک جو آپ فرما دیں اسکو میں چھوڑ دوں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو
 جھوٹ بولنا چھوڑ دے اسنے اسکو آسان سمجھ کر مان لیا اور اپنے گھر میں گیا جب اسے ات ہوئی تو ارادہ کیا کہ

پئے اور زنا کرے لیکن اسکے دلمین یہ خیال آیا کہ صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونگا
 اگر آپ مجھے پوچھینگے کہ آج کی رات تو نے شراب پیایا زنا کیا پھر اگر سچ کہوں گا تو فضیحت ہونگا اور حد شراب و
 زنا کی مجھے جاری ہوگی اور لگژکار کرونگا تو جھوٹھ ہوگا اور جھوٹھ سے میں نے توبہ کی ہی آخر ان دونوں چیزوں کو
 چھوڑا پھر جب رات بہت آئی اور سب لوگ شہر کے نوینین مشغول ہوئے اس وقت اسنے ارادہ چوری کا
 کیا اپنے کے ساتھ ہی دلمین وہی خیال پھر آیا کہ اگر اس چوری کا حال مجھے پوچھینگے پھر میں نے اگر اقرار کیا تو فضیحت
 ہوا اور ماتھ کاٹا گیا اور اگر جھوٹھ بولا اور انکار کیا تو توبہ کے خلاف ہوگا حاصل کلام اس سے بھی ماتھ اٹھایا اور
 صبح کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں شرف پہنچا اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 آپ نے ایسی چیز کی مجھے توبہ کی کہ جتنی بری خصلتیں مجھ میں تھیں خود بخود مجھے چھٹ گئیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 بھی بہت خوش ہوئے اور دوسرا قصہ آپ کی دانائی کا یہم ہی کہ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 خدمت میں حاضر ہوا اور ایک دوسرے شخص کو گرفتار کئے ہوئے لایا اور عرض کیا کہ اس شخص نے میرے
 بھائی کو مار ڈالا ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خون بہا اس سے لے اسنے عرض کیا کہ یہ بات
 مجھے قبول نہیں ہی پھر آپ نے فرمایا کہ بخش دے تاکہ تجھ کو آخرت میں ثواب ملے اسنے کہے کہ مجھ کو یہ بھی منظور
 نہیں ہی پھر آپ نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے عوض میں اسکو مار ڈال اسواسطے کہ یہ شخص خود قتل کا
 اقرار کرتا ہی پھر وہ اسکو مارنے کو لے چلا تب آپ نے اور اصحاب جو وہاں حاضر تھے اسے فرمایا
 کہ اگر یہ شخص اسکو مار ڈالے گا تو یہ بھی اسیکے مانند ہو جائے گا لوگوں نے اسوقت اس شخص سے جا کر
 کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کا کلام تیرے حق میں فرمایا ہی اسنے اس بات کے سنتے ہی
 خون بخش دیا اور اسکو چھوڑ دیا لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہہ ماجرا عرض کیا تب سب
 کو معلوم ہوا کہ آپ کی عرض اس کلام سے یہہ تھی کہ اگر وہ کماریگا تو وہ بھی ایک جان کا قتل کرینو والا
 ہوگا نہ یہ کہ گنہگار ہوگا اور تیسرا قصہ یہہ ہی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر
 ہو کر عرض کیا کہ میرا بہنہایت مودی اور شریر ہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو جا اور
 اپنے گھر کا اسباب نکال کر راستے میں ڈال دے اور اگر لوگ راستے والے تجھے پوچھیں کہ تو یہہ کیا کرتا ہی

تو اسے کہنا کہ میرا یہ بہت ہنسی تھا میں نے اس کی شکایت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی تھی آپ نے
 مجھ کو ایسا ارشاد فرمایا ہی الغرض وہ شخص اپنے گھر میں گیا اور گھر کا اسباب نکال کر راستے میں ڈال دیا لوگ
 وہاں جمع ہو گئے اور پوچھنے لگے کہ تمہکو یہ کیا ہوا اسنے وہی کلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا
 کہ اس سبب سے میں نے یہ کام کیا تب لوگوں نے اس کے ہر ایک کو لعنت ملامت کرنا شروع کیا اور تمام
 گلی اور کوچے اور بازار میں یہ خبر مشہور ہو گئی آخر کو اسکا ہر ایک اس کے پاس آ کر کہنے لگا کہ خدا کی واسطے
 مجھ کو ہفتہ فیضانِ ولادت کرا اور اپنا اسباب اپنے گھر میں بچا اور حمد کیا کہ پھر کبھی تمہکو ایذا نہ دوں گا اور چوتھا
 قصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونیکے پہلے ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں ایک سیل یعنی ریل اسی تھی
 کہ تمام دیوارین بیت اللہ شریف کی جنبش کر گئی تھیں اور حجر اسود اپنی جگہ سے اکھڑ گیا تھا اس سیل کے جانے
 کے بعد قریش کے سب سردار جمع ہو کر بیت اللہ شریف کو بنانا شروع کیا جب حجر اسود کے رکھنے کی نوبت
 آئی تب آپ میں جھگڑا شروع ہوا اس واسطے کہ ہر سردار یہ کہتا تھا کہ حجر اسود کو میں اپنے ہاتھ سے رکھوں گا اور یہ
 جھگڑا بہت طویل ہوا آخر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس جھگڑے کے فیصلے کی واسطے حکم مقرر کیا اور کہا کہ اب جو ان
 حائل تمام قریش کے قبیلے میں کبھی پیدا نہیں ہوا اس مقدمہ میں جو فیصلہ کر دیں وہ ہم سب کو قبول ہے اور آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف اس وقت میں پچیس برس کی تھی آپ نے یہ حکم کیا کہ حجر اسود کو ایک بڑی چادر رکھو اور
 ہر کوئی نوک ہر ایک سردار اپنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کے رکھنے کی جگہ پر لاؤ اور سب مل کے مجھ کو اپنا وکیل کرو تاکہ میں وہ
 کے طور پر اس کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دوں تو میرا رکھنا گویا تم سب کا رکھنا ہو گا سب سردار اس فیصلے سے راضی
 ہوئے اور حجر اسود آپ کے دست مبارک سے رکھا گیا پانچواں قصہ یہ ہے کہ عروہ حدیبیہ میں جب کافروں نے
 صلح کا اتفاق ہوا تو ظاہر میں مغلوبیت مسلمانوں کی معلوم ہوتی تھی اس واسطے کہ کافروں نے یہ شرط کی تھی
 کہ اگر کوئی مسلمان تمہاری طرف سے ہاگ کرے میں آٹے گا تو ہم اس کو پھیر دینگے اور اگر کوئی ہماری طرف سے
 جا کر تم میں ملے گا تو ہم اس کو پھیر لینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شرط کو قبول کیا صحابہ نے
 جو یہ حال سنا تو ان کو نہایت رنج ہوا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ
 آپ کس طرح اس شرط کو قبول فرماتے ہیں کہ ہمیں دونوں طرح سے ہماری ذلت ہے اگر وہ کافروں کا فرمایا

آیا ہوا ہے پھر لین گے تو ہم بھی اپنا گیا ہوا ہے پھر لینگے تب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اس بات کو سوچو اور غور کرو اس واسطے کہ جو ہم میں سے بھاگ کر ان میں چلے گا وہ نہ ہو گا مگر منافق جس کے دل میں کفر کی محبت اور کافروں کی رفاقت پھری ہوگی سو ایسے شخص کا ہم میں نہونا بہتر ہی جگہ ہو چکا ہے کہ اس کو اپنے میں سے نکال دین پھر اگر ایسا شخص آپ ہی خود بخود چلا جاوے تو اس کو پھیر لینا کیا فائدہ ہے اصحاب نے جو یہ نکتہ سنا تو نہایت خوش ہوئے اور آپ کی عقل اور دانائی پر صد احتسین اور آفرین کی اور چھٹھا قسم یہی کہ غزوہ احزاب میں یعنی جنگ خندق میں جب کافروں نے چار طرف سے اگر مسلمانوں کو گھیر لیا اور آنے جانے کی راہ بند کی اور کئی دن تک اس طرح گھیرنے پڑے رہے آخر ایک دن سب نے ملکر یہ صلاح کی کہ فجر کو دوا کر کہ مسلمانوں پر جا گرے اور کافر قریب بارہ ہزار کے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اول تین ہزار آدمی ہوئے تھے لیکن کھانے اور پانی کی قلت کے سبب اور بہت دنوں تک گھیرے رہنے کے باعث سے بہت چلے گئے تھے اور تھوڑے سے لوگ آپ کے ہمراہ رہ گئے تھے اور طاقت مقابلہ کی اس انبؤہ کثیر کے ساتھ نہ رکھتے تھے بس جہن یہ بات ٹھہری کہ کل صبح کو سب مل کر حکم کیجئے اس رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدیجہ بن یان کو جو اسوسی کے طور پر کافروں کے لشکر میں بھیجا اور فرمایا کہ قریش کے ہر ایک سرداروں سے علیحدہ علیحدہ مل کر یوں سمجھانا کہ صبح کو دوا ہو گا لیکن سب نے یہ صلاح کی ہی کہ تم کو سب کے آگے کریں اس واسطے اس قسم اور فساد کی اصل تمہیں لوگ ہو اور دوسرے گروہ جتنے ہیں وہ سب تمہارے پیچھے رہیں اور مسلمان بھی اپنی جان دینے پر مستعد ہیں حتی المقدور لڑنے میں کی طرح تصور نہ کریں گے اور جو ان سے بن پڑے گی اس میں کی طرح پہلو تہی نہ کریں گے پھر یہ سوچ لو کہ دونوں طرف سے جو آفت آوے گی سو اسی قریش کے قبیلے پر اور جتنے مارے جاویں گے یا زخمی ہوں گے سو اسی قبیلے سے اور دوسرے قبیلے جتنے ہیں سب بچ جائیں گے اور محفوظ رہیں گے پھر بعد اسکے دونوں صورت میں سخت رسی فتح ہو یا شکست سستی اور ضعف تمہارے ہی قبیلے میں ہو گا اور اسی قبیلے کے لوگ تھوڑے رہ جائیں گے پھر تم سب سب کم زور ہو جاؤ گے اس بات کو خوب سوچ کر کام کرنا تاکہ آئندہ کو نہ اہمیت نہ ہو خدیجہ نے آپ کے ارشاد کو سب کو سمجھایا

وے سب اس بات کے سننے ہی گھبرائے اور فکر مند ہوئے اور حملہ کرنے کو موقوف رکھا آخر
 آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ سب لشکر والوں کے دلوں میں اتفاق ظاہر ہوا اور بدوں کسی سبب ظاہر ہی
 کے سب اپنے اپنے گھر و گھر کو کوچ کر گئے اور اس طرح ہفتہ اٹھا ہوا ایک بات میں اڑ گیا حاصل کلام کا یہہی
 کہ جو شخص اس طرح کا قتل اور دانا ہوا اس کو دیوانہ اور سودا گئی گمان کرنا گویا آفتاب پر خاک ڈالنا
 ہی بلکہ آفتاب کو باوجود اس روشنی کے تاریک گمان کرنا ہی اور یہہی ان کا کہنا کس طرح ہو سکتا ہے
 کہ تو دیوانہ ہو وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ اور بیشک تیرے واسطے ایسا ثواب ہی کہ قیامت تک
 منقطع اور موقوف ہونیوالا نہیں ہے اس واسطے کہ تیرے ہاتھ سے پرے درجے کی ہدایت تمام عالم کو
 ہو گئی اور وہ ہدایت قیامت تک باقی رہیگی اور دیوانیکو اپنے کاموں کی آپ ہی خبر نہیں ہوتی ہی
 دوسرے کو ہدایت کیا کرے گا اور دیوانیکا کوئی کام ثواب کی لیاقت نہیں رکھتا ہی اس واسطے کہ بے
 عقلی کے سبب سے ہر کام اس کائنات سے خالی ہوتا ہی اور بے نیت ثواب نہیں ملتا پھر بے انتہا
 ثواب ملنے کا کیا ذکر ہی اور جب غیر منقطع ثواب کے معنی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطے اس مقام
 پر وعدہ کیا گیا ہی معلوم ہو چکے کہ آپ کی امت کے علموں کا ثواب مراد ہی جو قیامت تک منقطع ہونیوالا
 نہیں تو وہ اعراض جو اس مقام پر وارد ہوتی تھی خود بخود اٹھ گئی اور اس اعراض کا حاصل یہہی کہ
 سورہ اتفاق اور سورہ تین میں اجر غیر ممنون ہر مومن کے واسطے وعدہ کیا گیا ہی پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کی خصوصیات کے مقام پر اسکے ذکر کرنے کی کیا وجہ ہی اور اس اعراض کے دور ہونے کی وجہ یہہی کہ جو
 مومن کے واسطے وعدہ کیا گیا ہی سو وہ ثواب ہی جو بہشت میں ملیگا اور ہمیشہ رہیگا اور جو آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے واسطے خاص ہی وہ قیامت تک علموں کے ثواب کا منقطع ہونا ہی جبکہ عشا ہدایت حاصل
 ہی جو قیامت تک منقطع ہونیوالا نہیں ہے اور یہہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات سے ہی اور
 دونوں میں بہت بڑا فرق ہی اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہی کہ ہر نبی کو اسکے
 امت کے ایمان والوں کے نیک علموں کا ثواب ملتا ہی اس واسطے کہ جو وہ نیک عمل کرتا ہی وہ اسی نبی
 کی دلالت اور ارشاد سے کرتا ہی اور آپ نے فرمایا ہی الْأَدَالُ عَلَى الْخَيْرِ كَمَا جَلِيلٌ یعنی نیک بات

بتلا نیوالے کو ثواب اسکے کر نیوالے کے برابر ہوتا ہی اور یہ بات ثابت ہی کہ جتنے اگلے انبیا گزرے
 ہیں ان کا دین ان کے بعد کے نبی کے دین سے منسوخ ہوتا چلا آیا یہاں تک کہ آخر سب کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام
 و السلام کا دین تھا سو خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے منسوخ ہو گیا اور منسوخ دین پر عمل کرینا
 کچھ ثواب نہیں ہی بس یہ بات بلاشبہ ثابت ہوئی کہ اجرا اور ثواب اگلے نبیوں کا منقطع ہو چکا اور قیامت
 تک نہ رہا بخلاف خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اجرا اور ثواب کے کہ وہ قیامت تک باقی ہی اور سرگز
 منقطع ہونیوالا نہیں اور دوسری یہ ہی کہ کس طرح سے یہ لوگ جھکو دیوانہ گمان کرنے میں وَذَلِكَ لَعَلَّی
 خَلْقٌ عَظِیمٌ اور بیشک تو ہر آئینہ بڑے خلق پر ثابت ہی اور دیوالے کو کچھ بھی خلق نہیں ہوتا ہی کہ جس
 اعتماد کیا جاوے اس واسطے کہ رنگ برنگ ہونا احوال کا اور وسوسوں اور خیالوں کا قہر ہونا دیوانگی کو لازم
 ہی اور جب اس طرح کا تغیر اور تبدل ہوا تو خلق کا ثابت ہونا کی طور سے متصور نہیں ہو سکتا اور حدیث
 شریف میں آیا ہی کہ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے پوچھا کہ رسول اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم کا کیا خلق تھا جسکی حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں تعریف کی ہی حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا
 کہ آپ کا خلق قرآن تھا یعنی جس چیز کو حق تعالیٰ نے اچھا فرمایا ہی وہی آپ کی طبیعت چاہتی تھی اور چیز کو حق
 تعالیٰ نے قرآن شریف میں برائی سے یاد کیا ہی اس سے آپ کی طبیعت کو نفرت تھی اور بعض عالموں نے کہا
 ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم وہ ہی جو حق تعالیٰ نے اس آیت میں بتلایا ہی کَذٰلِكَ اَخْبَرْنَا
 وَاَمْرٌ بِالْعَرَفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْغَافِلِینَ یعنی لازم پڑ معاف کرنے کو اور حکم کر نیک کام کا اور کنارہ
 کر جاہلوں سے اور حقیقت میں اللہ کی طرف لوگوں کو بلانے میں اور دین حق کی تائید کرنے میں اس سے سخت تر
 کوئی چیز نہیں ہی اور بعضوں نے کہا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلق عظیم یہ تھا کہ ظاہر میں خلق سے
 ملے رہتے تھے اور دین کی تعلیم کیا کرتے تھے اور باطن سے حق تعالیٰ کی یاد میں چین سے مشغول رہتے
 تھے اور ہمیشہ ظاہر اور باطن کی کشش میں اوقات کو گزارتے تھے اور یہ بات ہر حال اور سخت
 ہی اس واسطے کہ جب ظاہر اور باطن ایک طرف متوجہ ہوتا ہی تو کام سہل ہو جاتا ہی بخلاف
 دونوں طرف کے مشغول ہونے کے اور حدیث شریف میں وارد ہی کہ اِنَّمَا بَعِثْتُ لَمْ يَمُوتْ

الْأَخْلَاقِ یعنی میں اس واسطے مبعوث ہوا ہوں کہ اگلے تمام پیغمبروں کی بزرگی اور اچھائیوں کو تمام اور پورا کروں جیسے صفوت حضرت آدم علیہ السلام کی اور فہم حضرت ادریس علیہ السلام کا اور شکر حضرت نوح علیہ السلام کا اور غیاث حضرت یحییٰ علیہ السلام کا اور عبادت حضرت صالح علیہ السلام کی اور غلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اور عزم حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اور صبر حضرت ایوب علیہ السلام کا اور عدل حضرت داؤد علیہ السلام کا اور تمکین حضرت سلیمان علیہ السلام کی اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر جو حضرت یحییٰ علیہ السلام رکھتے تھے اور زہد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اور یہی سبب ہے کہ حق تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف خلق عظیم کر کے فرمایا اس واسطے کہ اُن سب بزرگوں کے اوصاف آپ میں پائے جاتے تھے یہاں پر خود انہی داروں اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب آیت خُذِ الْعَفْوَ کی نازل ہوئی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل سے اسکی تفسیر پوچھی حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اَوْثَقَتْ بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ أَنْ تَعْلَمَ مَنْ قَطَعَكَ وَتُعْطِيَ مَنْ حَرَمَكَ وَتَعْفُو عَنْ ظُلْمِكَ یعنی یہ آیت سب بزرگ خلق تجھکو تسلیم کرتی ہے سو انہی مکارم اخلاق میں سے یہ ہے کہ مل اس جو تجھ سے کاٹے اور دے اسکو جو تجھکو محروم رکھے اور نہ دے اور در گذر کر اس سے جو تجھ پر ظلم کرے سو جو شخص کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سے خوب واقف ہو جاوے اسکو اس بات کی یقین ہو جائیگی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب مرتبوں کو اس انتہا کے درجہ پہنچایا تھا کہ اس سے زیادہ کبھی کسی کی طاقت نہیں ہے کہ کر سکے اور آپ کے معاملات جو دشمن کافروں کے ساتھ ہوئے ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ جب جنگ احد میں کافروں نے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے شہید کیا اور انکے جگر کو کا لکر چبا کر پھینک دیا اور دوسرے سر عمدہ عمدہ آپ کے صحابیوں کو شہید کیا اور ان سب کو مثلاً کر ڈالا یعنی انکے کان اور ناک کاٹ ڈالے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو زخمی کیا اور دندان مبارک کو شہید کیا یہاں تک کہ خون آپ کے سر اور منہ پر جاری تھا اصحاب اس حالت کو دیکھ کر بہت ہی مضطرب اور بیتاب ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ ان کافروں کا ظلم اور ستم اور بے ادبی حد سے گذر گئی اب انکے واسطے آپ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کا بیان

بدو عا کیجئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھ کو بدو عا کرنے کے واسطے نہیں بھیجا
 ہے بلکہ رحمت اور ہدایت کے واسطے بھیجا ہے اور یہ ہمد عا فرمائی کہ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِقَوْمِيْ وَ اَهْلِ قَوْمِيْ
 فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ یعنی یا اللہ بخش دے میری قوم کو اور ہدایت کر میری قوم کو پس بیشک یہ لوگ نہیں
 جانتے ہیں اور نادانی سے یہ باتیں کرتے ہیں اس قصے کو ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح میں معتبر سند
 ذکر کیا ہے اور دوسرے محدثوں نے بھی اس قصے کو روایت کیا ہے اور طبرانی اور حاکم اور ابن
 حبان اور بیہقی اور دوسرے محدثوں معتبروں نے ایک یہود کے عالم کے زبانی روایت کی ہے جس کا
 نام زید بن ثعلبہ تھا کہ وہ کہتا تھا کہ میں نے لگے کتابوں میں رسول آخر زمان صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ
 وسلم تعریف دیکھی اور دے سب وصف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں پائے جاتے تھے مگر د
 وصفوں کا حال مجھے معلوم تھا ایک یہ کہ غصے پر علم غالب ہو اور دوسرا یہ کہ سخت بات سننے سے
 غصہ نہ آوے بلکہ اور نرمی زیادہ ہو سو میں چاہتا تھا کہ ان دونوں باتوں کو کسی طرح آزمائوں
 مدت تک اس کی انتظاری میں رہا اتفاقات سے ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 مجھے خرے قرض مول لئے اور اس کے ادا کرنے کی ایک مدت مقرر کی میں اس مدت سے دو تین
 روز قبل آپ کے پاس گیا اور تقاضا اپنے روپیوں کا شروع کیا پھر دیکھا میں نے کہ آپ سنکے
 چپ ہو رہے اور یہ بھی نہیں کہتے ہیں کہ ابھی بھتا را وعدہ نہیں ہوا تم تقاضا کیوں کرتے ہو پھر
 میں نے سخت تقاضا کیا اور میں نے دیکھا کہ لوگ آپ کے اصحاب بہت سے جمع ہیں اس واسطے اور بھی
 سخت باتیں میں نے کہیں کہ شاید ان لوگوں کو دیکھ کر کچھ جیسا سے غصہ آوے اور کوئی سخت بات
 مجھے کہیں لیکن آپ کو ہرگز غصہ نہ آیا یہاں تک کہ میں نے یہ بھی کہا کہ بھتا را غلطان میں
 اس طرح قرض ادا کرنے میں حیلہ حوالہ کیا کرتے ہیں کسی قرض خواہ نے تم سے اپنا قرض آسانی
 سے نہ پایا ہو گا اس بات کے سننے سے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غصہ آیا اور میں آٹھ
 کے آپ کا پیرا ہن شریف اور چادر مبارک ہاتھ سے پکڑ کے اپنی طرف کھینچنے لگا اور غصے کی آنکھوں سے
 میں نے آپ کی طرف دیکھا اور کہا کہ ابھی اٹھو اور میرا قرض ادا کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کھڑے ہوئے اور حضرت عمر بقیارہو کے تلوار لیکر میرے سر پر آ پہنچے اور کہنے لگے کہ اسی دشمن خدا کے
تو باز نہیں آتا ہے ابھی تیرا سر اڑا ہی دیتا ہوں رسول اکرم صلی علیہ وسلم نے مسکرا کر حضرت عمرؓ کی طرف
دیکھا اور فرمایا کہ مجھ کو تم سے یہ توقع تھی کہ چاہئے تھا کہ مجھ کو سمجھاتے کہ اس کا فرض اچھی طرح آسانی سے
ادا کیجئے اور اس کو سمجھاتے کہ آہستگی سے تفاضا کرو سوا کے خلاف یہ کیا بات ہے جو تم کہتے ہو حضرت
عمر رضی اللہ عنہ بہت شرمندہ ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ! اس سے زیادہ مجھ میں صبر نہیں ہے اگر
آپ فرمائے تو میں اس کا فرض ادا کر دوں آپ نے فرمایا کہ جاؤ اس کا جتنا فرض ہے وہ دو اور بیس صاع
اس سے اور زیادہ اس کو دو تاکہ اس تمھاری بدسلوکی اور سخت گوئی کا عوض ہو جائے وہ شخص
کہتا ہے کہ میں اس بات کے سننے ہی ایمان لایا اور آپ کی پیغمبری کا قایل ہوا اور صحیح روایت میں
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ بیٹھے
ہوئے کچھ باتیں کر رہے تھے پھر وہ ان سے اٹھکے گھر کو تشریف لیچے میں بھی آپ کے ساتھ ہو لیا
راستے میں ایک بدو یعنی گنوار خنجل کا رہنے والا ملا اور اس نے آپ کی چادر آپ کے سر سے زور
سے کھینچی یہاں تک کہ آپ کی گردن مبارک سرخ ہو گئی اور قریب تھا کہ آپ کا سر مبارک دیوار سے
جا لگے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گنوار کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ تیرا مطلب کیا ہے تو کہہ اس نے
کہا کہ یہ دو نوں میرے اونٹ غلہ سے بھر دئے اس واسطے کہ جو تیرے پاس مال ہے وہ مال خدا کا
ہے کچھ تیرا اور تیرے باپ کا نہیں ہے آپ نے فرمایا کہ تو سچ کہتا ہے یہ مال حق تعالیٰ کا ہے میرا اور میرے
باپ کا نہیں ہے لیکن یہ جو تو نے میری چادر زور سے کھینچی اور مجھ کو رنج پہنچایا یہ تو میرا حق ہے اس کا
عوض تو میں تجھے لوٹا اس نے کہا میں ہرگز اس کا عوض نہ دوں گا آپ بہر کلمہ فرماتے تھے اور نہایت
خوشی سے مسکراتے جاتے تھے اور وہ بھی جواب دیتا جاتا تھا جب اسی گفتگو میں تھوڑی سی
دیر گزری تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بلا کر فرمایا کہ اس کے ایک اونٹ پر
خرمے اور دوسرے اونٹ پر جو بھر کر اس کے حوالے کر دے اس حدیث کو ابوداؤد نے اپنی سنن
میں روایت کیا ہے اور تمام تاریخ والے اس بات پر متفق ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنے زمانیکے منافقوں کے ساتھ اس قدر سلوک کرنے تھے کہ ہرگز کوئی شخص اپنے دشمنوں کے ساتھ
 اس قدر سلوک نہیں کر سکتا ہی یہاں تک کہ حق تعالیٰ جلّ شانہ نے باوجود اسکے کہ ارحم الراحمین ہی
 آپ کو کافروں اور منافقوں کے ساتھ سختی کرنے کی تاکید فرمائی اور یہہ آیت نازل کی **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ
 جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ** یعنی نبی جھگڑے کافروں اور منافقوں اور سختی کرنا
 اور یہہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے بار فرمایا ہے کہ **لَا تَقْطُرُونِي كَمَا أَطْرَقَ
 النَّصَارَى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ وَقَوْلُ عِدَالِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ** یعنی نہ حد سے بڑھاؤ جھگڑاؤ نہ گھٹاؤ نہ کم
 نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ کی تعریف میں مبالغہ کی کہ بشریت کی حد سے نکال دیا ہو میری تعریف میں اسی قدر
 کہا کرو کہ بندہ خدا کا اور رسول اس کا ہی اس واسطے کہ حق تعالیٰ کی بندگی کی تیرگی میرے واسطے بس ہے
 اور صحیح مسلم میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت آئی ہے کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اپنی عمر بھر میں اپنے غلاموں کو یا نوٹوں کو یا خدمتگاروں کو نہیں مارا اور ترمذی میں
 آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی اپنے خادم کو سخت آواز سے نہیں جھڑکا اور اپنے ہولا
 لینے کے واسطے کیوں لہذا نہیں پہنچائی اور یہہ بھی صحاح میں روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم نے کبھی مجلس میں اصحاب کے سامنے پانون مبارک نہیں پھیلایا اور اگر کوئی آپ کی طاقا
 کو آتا تھا جب تک نہ بیٹھا رہتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے نہیں اٹھ کھڑے ہوتے تھے اور کبھی آپ
 کے دونوں زانو بیٹھنے میں کسی کے زانو سے مقدم نہیں ہوتے تھے اور جو کوئی آپ کے اہل بیت یا آپ کے
 اصحابوں سے آپ کو یا رسول اللہ کر کے پکارتا تھا تو آپ اسکے جواب میں لبیک کی لفظ کو فرماتے تھے
 اور تاریخ طبری میں مذکور ہے کہ ایک روز سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے
 فرمایا کہ آج ایک بکری کے کباب بنایا چاہتا ہوں میں سب نے عرض کی کہ بہت بہتر پھر ایک
 ان میں سے کہا کہ میں ذبح کرتا ہوں اور دوسرے نے کہا کہ میں کھال کھینچتا ہوں اور تیسرے نے
 کہا کہ گوشت کا درست کرنا اور کوٹنا میرا ذمہ ہی اور چوتھے نے کہا کہ اس کا پکانا میرا ذمہ ہی
 حاصل کلام کا سب نے ایک ایک کام اپنے ذمے پر لیا تا کہ جلد کباب تیار ہو جاوین اصحاب سب

اسلام میں مشغول ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چپکے اٹھے اور جنگل سے ایک گٹھا لکڑی کا تھوڑی دیر
 میں لے آئے صحابہ نے جو دیکھا تو عرض کیا..... کہ یا رسول اللہ آپ نے کیوں اتنی تکلیف کی یہ بھی ہم میں
 کوئی کر لیتا آپ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ اس بات کو مکروہ جانتا ہے کہ کوئی شخص اپنے یاروں میں ممتاز ہو کر بیٹھے اور
 یاروں میں شریک نہ ہو اور بخاری میں مذکور ہے کہ نوڈی مدینہ کی نوڈیوں میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کو بہان چاہتی تھی اپنے کام کے واسطے لے جاتی تھی آپ انکار نہیں کرتے تھے اور اس کا کام کر دیتے
 تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک عورت تھی کہ اس کی عقل میں کچھ خلل ہو گیا تھا
 اکثر وہم اور خیالات فاسد اسکو آتا کرتے تھے اور اُن خیالوں کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے میں
 شرم کرتی تھی سو بار بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی تھی اور کہتی آپ کے پاس بیٹھیں
 وسے واہیات بائیں کہا کرتی تھی اور جب کسی دوسرے آتے ہوئے دیکھتی تو وہم اُس پر غالب ہوتا اور آپ
 کہتی تھی کہ اب یہاں سے اٹھو دوسری جگہ پر چل کے بیٹھو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسکی اُن سب اہیات
 باتوں کی برداشت کرتے تھے اور کچھ کہتے آتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور یوں تھا کہ جب آپ فجر کی
 نماز سے فراغت پاتے تھے تو اس وقت نوڈیاں اور غلام مدینے والوں کے برتن میں پانی لیکر
 آتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پانی کو اپنے دست مبارک سے چھو لے دین تاکہ وہ پانی
 تبرک ہو جاوے اور اس کو اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں میں ڈالیں اور کبھی سردی کا موسم
 بھی ہوتا تھا اور برتن بہت سے ہوتے تھے سب میں ہاتھ ڈالنے سے آپ کو تکلیف بھی ہوتی تھی لیکن باوجود
 اس رنج اور تکلیف کے آپ کسی کی خاطر شکنی نہیں کرتے تھے اور سب برتنوں میں اپنا دست مبارک
 ڈالتے تھے اور خوش خلقی آپ کی اس درجہ کو پہنچی تھی کہ چھوٹے چھوٹے لڑکوں سے بھی آپ انکی خوشکا
 کی بات فرماتے تھے چنانچہ ایک لڑکا تھا ہزیم بن مالک رضی اللہ عنہ کا بھائی اسنے ایک چڑیا
 پالی تھی جسکو عربی زبان میں نقیر اور ہندی میں بولی میں لال کہتے ہیں اتفاق سے وہ چڑیا مر گئی آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کو یا تعزیت کے طور پر اس بچے کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا
 یا ابا عمیر ما فعل النعیر اے ابو عمیر کیا کیا لال نے یہ ہوا واسطے فرمایا کہ اس کلمے متفقا کے سنے

وہ بچہ خوش ہوا اور رنج نکرے اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے کہا ہی کہ میں نے دس برس آپ کی خدمت کی اس دس برس میں کبھی آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ یہ کام کیون نہ کیا تو نے اور حدیث صحیح میں آیا ہی کہ قیامت کے دن ایمانداروں کے عمل نیک جو تو نے جائینگے تو سب بھاری عمل نیک خلق ہوگا اور یہ بھی حدیث میں آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز اپنے اصحاب سے پوچھا کہ تم کو کچھ معلوم ہی کہ دوزخ میں بہت لوگ کس سبب سے جاوین گئے سب نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول اس بات کو خوب جانتا ہی تھا آپ نے فرمایا کہ دو چیز کا وہ کی سبب سے ایک نہہ اور دوسری شرمگاہ کہ ہی دو نو چیزیں دوزخ میں جانے کی زیادہ سبب پڑنیگی پھر آپ نے فرمایا کہ تم کو کچھ معلوم ہی کہ بہشت میں کس سبب سے بہت لوگ جائینگے سب نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول خوب اس بات کو جانتا ہی آپ نے فرمایا کہ ایک تو تقویٰ کے سبب یعنی پرہیزگاری سے اور دوسرے نیک خلق سے اور یہ بھی آیا ہی کہ ایماندار آدمی نیک خلق کے سبب سے صائم الدھر اور قائم اللیل کے درجے کو پہنچے گالیے جو لوگ ہمیشہ روزہ رکھتے ہیں اور رات بھر نماز پڑھتے ہیں ان کا سا ثواب نیک خلق والے کو ملے گا پھر جب جنوں کے گمان کے باطل کرنے سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کا فر کرتے تھے فراغت پائی اس طور سے کہ باوجود ایسے نیک عملوں اور اتہاد درجے کی ہدایت کے دیکھنے سے جو ثواب بے انتہا اور اجر غیر منقطع کا سبب اور باوجود آپ کے اخلاق کریمہ پر واقف ہونے کے جو عقل کے کامل ہونے پر دلالت کرتے ہیں پھر آپ کی طرف دیوانگی کی نسبت کرنا سر اسر باطل اور ناسموع ہی اب شا ہوتا ہی کہ قَسْبِصِ وَبَصِصِ وَنِ سَوَقْرِیْبِ ہی کہ تو بھی دیکھ لے گا اور سبھی دیکھ لینگے جو وقت حیر سے نیک خلقوں کی کشش اور ہدایت کی نشانیاں دنیا میں انکوراہ پر لاوینگے اور تیرا کمال انکی نظروں کے سامنے جلوہ گر اور ظاہر ہوگا اور موت کے بعد اچھی طرح سے دیکھ لینگے اس واسطے کہ اس وقت یہ غفلت کا پردہ اٹھ جائیگا اور ہر ایک کی دانائی اور عقل کا مرتبہ ظاہر ہو جائیگا کہ یَاٰتِکُمُ الْمَفْتُوْنَ اور کون تم میں مجنون اور پھل رہا ہی تو مجنون ہی جو عالم ملک اور ملکوت کے چھپے بھید جو امع الکلم کے ضمن میں ان کو بتانا، یا یہ مجنون ہیں جو اپنے ذات کی حقیقت اور حق تعالیٰ کی نشان دہیوں سے جو ان کی ذات میں روشن اور ظاہر ہیں

نادان اور ناواقف ہو کے دیوانوں اور بالوں کی طرح پتھر اور لکڑیوں کی عبادت میں فریفتہ اور مجنون ہو رہے ہیں إِنَّ دَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مِنْ تَحْقِيقِ رَبِّ تَعَالَى اور وہی خوب جانتا ہے اسکو جو حقیقت میں مجنون اور دیوانہ ہے اور اسکی عقل غفلت کے پردوں میں چھپی پڑی ہے یہاں تک کہ صَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ گمراہ ہوا اور بہکا اپنے خاوند اور مالک کی راہ سے اور جانور سے بھی کمتر ہو گیا تب میں جو اپنے مالک کے گھر کو پہنچاتا ہے وَهُوَ أَعْلَمُ اور وہی خوب جانتا ہے دانا اور صحیح عقل والوں کو جسے حق میں کہا جاتا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا راہ پانے والے جنہوں نے اپنے مالک کی راہ پہنچانی ہے اور اسکی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور جو ان دونوں فرقہوں میں جدائی اور رد و کار پر لے دے جی کہی ہے تو چاہئے کہ ظاہر میں بھی تو اسے اپنے نیک خلق کے سبب سے موافقت اور میل نہ کرے جس طرح تو باطن میں اسے صلح دے ہی اور موافقت نہیں رکھتا ہے اسواسطے کہ ظاہری موافقت اور ملنا باطنی موافقت کا نشان اور علامت ہے فَلَا تَطْعَمُ الْمَكَّةَ بَيْنَ سُوْتُو كِهَانِ جھٹلانے والوں کا اور ان کی تابعداری مت کر کہتے ہیں کہ ولید ابن مغیرہ اور ابو جہل اور اسود بن عبد یغوث اور اخنس بن شریق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ اگر تجھے کو سوداوی غلط ان حرکتوں اور ان باتوں کا باعث ہوتا ہے تو ہم سے کہہ دے اسواسطے کہ ہم بھی تمھارے خویش اقرباؤں میں سے ہیں اور اگر عیش اور عشرت کی خواہش ہو تو بھی کہہ دے تاکہ اچھی خوبصورت عورتیں اور خاطر خواہ پوشاکیں اور مزیدار کھانے اور بہت مال و اسباب تمھارے واسطے ہم موجود کر دیں اور اگر حکومت اور ریاست کی خواہش ہے تو بھی ہم کو خبر کرو کہ ہم سب سردار تمھارے فرمانبردار اور تابعدار رہیں تم حکومت کی مسند پر بیٹھو اور اپنا حکم جاری کرو اسواسطے کہ تم عقل اور دانائی اور حسب اور نسب میں ہم سے زیادہ ہو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان باتوں میں ایک بھی بات مجھے منظور نہیں ہے مجھکو فقط حق تعالیٰ کی بندگی اور اسکی فرمانبرداری منظور ہے تب ان سب نے کہا کہ اگر یہ تمکو منظور ہے تو بہت خوب ہے ہمارا سراور آنگھوں پر لیکن ایک بات ہم تمکو کہتے ہیں وہ بات ہماری مان لو کہ ہمارے توبوں کو بُرا مت کہو اور ان کی عبادت سے ہمکو منع مت کہو اور تم آپ ختمی کی عبادت میں مشغول رہو ہم تم کو اللہ کی عبادت کرنے سے منع نہیں کرتے اور تمہرے طعن اور تشنیع بھی نہ کریں گے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت کیا اور یہ آیتیں ازل

ہوئیں اور حکم ہوا کہ تون کی برائی اور ان کی عبادت کی برائی کے بیان کرنے میں چپ مت رہو اور اس
مقدسے میں ان کی باتوں کو مت سنو وَذُوا لَوْلَدٍ هُنَّ قَبْدِ هُنَّ وَ سے چاہتے ہیں کہ کاشکے تو
اپنے آئین اور وضع سے سستی کرے پھر ویتوست اور جمعیت میں غرض اس کلام سے یہہی کہ تون
آدمی کو مخالفوں کی بات ہرگز سنا نچاہے اور ان کی رضامندی کو منظور نہ رکھنا اس واسطے کہ آخر کو یہہی بات
دین کی سستی کا سبب پڑتی ہی لیکن مدارات یعنی تواضع اور خلق نیک ہر شخص سے بہتر ہی مگر استدر کہ
اپنی وضع اور آئین میں فتور نہ پڑے اور دین میں سستی ہونے پاوے اور یہہی مقام نہایت مشکل ہی اور
مدارات اور ماہنت میں فرق کرنا بہت دشوار ہی اکثر لوگ اس جگہ پر بغزش کھا جاتے ہیں یعنی خلق
اور چالوسی اور خاطر داری میں اس طرح ڈوب گئے ہیں کہ دین کی باتوں میں صراحت سستی اور
ڈھیل کرنے لگے اور بعضے تعصب اور دین کی جانب داری میں استدر بڑھ چلے کہ سخت گوئی اور گالی
اور بد خلقی کو عین عبادت سمجھے اور سیدھی راہ شریعت کی پہچاننا موقوف ہی مدارات اور ماہنت کے
ہونے پر سو اپنے حق کو چھوڑ دینا جسے تعظیم اور بزرگی اور احسان کسی چاہنا اور جقدر ہو سکے
ما تھ اور زبان سے عیب بکے چھپانا اور خلق اللہ کی خیر خواہی کرنا اسکو مدارات کہتے ہیں اور یہہی بات
بہتر ہی اور دین کے حق لینے میں سستی کرنا جسے اچھی بات کو نہ کہنا اور بری بات سے منع نہ کرنا اور شرع
کی حد جاری کرنے میں سستی نہ کرنا اور حق بات کے بیان کو دینے میں اگرچہ کسیکو پہنچے بری معلوم ہووے
غفلت کرنا اسکو ماہنت کہتے ہیں اور یہہی بات بہت بری ہی حاصل کلام کا یہہی کہ منکروں کے
ساتھ موافقت رکھنا اگرچہ ظاہر میں ہواہیت عامہ کلیہ میں خلل ڈالنا ہی اور اجر غیر مقطوع کے مستحق ہونے سے
باز رکھنا ہی چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہی کہ اِذَا لَقِيتَ الْفَاجِرَ فَاَلْقَهُ وَجْهَ خَشٍ یعنی جب ملاقات
کر تو فاجر کی یعنی مشرک یا بدعتی کی تو ملاقات کر ترش روی سے اور خالق التزیل میں مذکور ہی کہ ہل
بن عبداسہ شری کہا کرتے تھے کہ مَن صَحَّ اِيْمَانُهُ وَ اَخْلَصَ وَجْهَهُ فَاِنَّهٗ لَا يَأْتِي اِلٰی مُبْتَدِعٍ وَلَا

نقد

مدارات اور مدارات
راہوں کا بیانمدارات اور مدارات
راہوں کا بیان

يُجَالِسُهُ وَلَا يُوَاكِلُهُ وَلَا يُسْتَارِبُهُ وَلَا يَظْهَرُ لَهُ مِنْ فِتْنَةِ الْعِدَاوَةِ وَمَنْ دَا هُنَّ مُبْتَدِعٍ سَلَبَهُ
اللَّهُ تَعَالٰی حَلَاوَةَ اِيْمَانٍ وَمَنْ يَحِبَّ اِلٰی مُبْتَدِعٍ نَبَعَ نَوْدُ اِيْمَانٍ مِنْ قَلْبِهِ يَنْعِي مَرْدُ صَحِّحُ اِيْمَانٍ

چاہئے کہ بدعتی لوگوں سے محبت اور الفت نہ رکھے اور ان کے ساتھ بیٹھنے اور کھانے اور پینے کی حادث نہ لے اور دل سے ان کے ساتھ عداوت رکھے اور جو شخص بدعتی لوگوں سے ملتا ہے اور ان کی خاطر سے دین کی بات میں سستی کرتا ہے تو اس سے ایمان کی حلاوت اللہ تعالیٰ لے لیتا ہے اور جو بدعتی لوگوں سے دل سے دوستی رکھتا ہے تو اس کے دل سے ایمان کا نور نکال لیا جاتا ہے علی الخصوص ایسے منکروں سے جتنے نفسِ رذیل میں یعنی شریر اور بد خلق ہیں ان سے ہرگز موافقت نہ رکھے اگرچہ ظاہری ہی ہو موافقت ہو اس واسطے کہ اسے ظاہری بھی موافقت رکھنا نیک خلق کے کمال کے نقصان کا سبب پڑتا ہے بس جس شخص کو اللہ تعالیٰ توفیق نیکیت کرے اس شخص کو ایسے لوگوں سے احتراز کرنا ضروری ہے تاکہ بہت ہم نشینی اور مصاحبت ایسے بد بخون اور رذیل فسون کی اسکے نیک اخلاق میں نقصان نہ ڈال دے چنانچہ حکم ہوتا ہے وَلَا تَقِطْعْ اور کہا نماں اور تابعدا مت کر ان سب منکروں سے كُلِّ حَلَاكٍ ہر بڑے قسم کھانے والے کی جو ہر بات میں خدا کی قسم کھاتا ہے اس واسطے کہ بہت قسم کھانا نفس کی رذالت کی دلیل ہے دو وجہ سے اول یہ کہ اپنے مالک کی عظمت اور بزرگی قدر نہیں جانتا ہے جو اسکے نام پاک کو ایسا دلیل کرتا ہے اور اسکے ربوبیت کے بھید سے غافل ہے اور نفس کی عزت اپنے بزرگوں کے حق کو جھٹنے سے ہے اور نفس کی رذالت اور کمینہ پن ان کے حق کو جھٹلنے سے اور یہی سبب ہے کہ رذیل قوم والے یعنی کمینے بابا کا نام تعظیم سے نہیں لیتے ہیں اور کوئی شخص دنیا میں اس قدر حقوق کسی بند کی نسبت سے نہیں رکھتا جتنے اپنے خالق اور مالک کے رکھتا ہے اور جب ہر طرح کے حقوق پہنچانا اور اس کی قدر بخانی تو یہ انتہاء درجہ کی رذالت اور کمینہ پن کی دلیل ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ جو شخص قسم بہت کھاتا ہے وہ اکثر جھوٹا ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا بڑی خفارت کا سبب ہے لوگوں کے نزدیک پھر ایسی خفارت کو جان بوجھ کے ہر وقت اپنے اوپر گوارا رکھنا نفس کے رذالت کی دلیل ہے اور بالکل کمینہ پن ہے اور اس مقام پر ایک اعتراض بہت زبردست ہے: اور اس کے حاصل یہ ہے کہ اگر بہت قسم کھانا باطلی اور عیب ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں اس واسطے بہت قسم آئی ہے اور اکثر باتوں میں آپ وَالَّذِي فَعَلْتُ فَبَدَلَا فرماتے تھے یعنی قسم ہے اس ذات پاک کی جسے دست قدرت میں جان میری ہے اور جواب اس کا یہ ہے کہ قسم کی کثرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں

آپکی قدر اور مرتبہ کی زیادتی کا سبب ہی کئی وجہوں سے اول تو یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر بات میں اللہ تعالیٰ کی یاد کو نہیں بھولتے تھے اور یہہ پرلے درجے کی محبت کی علامت ہی بموجب اس قول کے مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرِهِ یعنی جو شخص دوست رکھتا ہی کسی چیز کو تو زیادہ کرتا ہی ذکر اسکا اور دوسری وجہ یہہ ہی کہ حسب طرح بالسرری بجا نیوالے کے اختیار میں ہوتی ہی اسی طرح آپ اپنے سین ہر وقت ہر بات میں حق تعالیٰ کے اختیار میں سمجھتے تھے اسی واسطے قسم مقام پر اکثر تفسی بیلیلہ کی لفظ کو فرماتے تھے سو یہہ بات عبودیت کے صحیح اور ثابت کرنے کے واسطے انتہا درجے میں ہر توبہ میں ہی سرری وجہ ہی کہ وے مضمون جن پر آپ قسم یاد فرماتے تھے وے اکثر ایسے مضمون ہوتے تھے کہ عوام کی عقل اور فکر میں نہیں آسکتے تھے اسواسطے تاکید کی احتیاج بڑتی تھی تو قسم کے لانے میں دعوت الی اللہ کی تاکید حاصل ہوتی تھی اسی سبب سے دنیا کے کاموں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کم کھانیا بلا اللہ تعالیٰ اتفاق نہیں ہوا اور جو قسم آپ نے کھائی ہی سو یا شرعی حکموں کے بیان میں ہی یا حق تعالیٰ کے خدایا سے ڈرانے کے واسطے ہی بخلاف دوسرے لوگوں جو تسین بہت کھاتے ہیں کہ یہ دونوں باتیں ان کے کلام میں نہیں پائی جاتی ہیں اور بعض عالموں نے لکھا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں قسم کے کثرت کی وجہ یہہ تھی کہ آپ کے نبی ہونے سے پہلے لوگوں کی زبانوں پر ایسی تسین جو شرع میں درست نہیں ہیں جاری تھیں جیسے باپ کی قسم بیٹے کی قسم فلانی بزرگ کی قسم فلانی پیشوا کی قسم اپنی آنکھ کی قسم اپنے کان کی قسم لات اور عزم اور دوسرے بتوئی قسم ان سب تسون کی وٹنے کے لوگوں کی عادت پر گئی تھی سو اس عادت کے چھڑانے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور ہوا کہ اپنے کلام میں بار بار ایسی تسین جو شریعت میں درست ہیں استعمال کریں اور لوگوں کو طریقہ قسم کھانے کا سکھلا دیں اور ان کی بری تسون کی عادت کو چھڑا دیں اور اس بات کے واسطے فقط آپ کا منع کر دینا کفایت نہیں کرتا تھا اسواسطے کہ پڑی ہوئی عادت کا چھوٹنا بہت مشکل ہوتا ہی یہہ وجہ ہی آپ کے کلام میں قسم کے کثرت کی حاصل کلام یہہ ہی کہ بہت قسم کھانا اس شخص کا بہت معیوب جو یہہ صفت بھی رکھتا ہو تمہا میں بہت ہمت اور ذلیل طبع ادنے مطلب اور نیکی چیز کیواسطے تسین کھاتا ہی اور یہہ نہیں سمجھتا کہ یہ بزرگ نام کہ جس میں چیز کا وسیلہ کرتا ہی بلکہ یہہ اسکی قسموں کی

کثرت اسکے نفس کی رذالت اور ذلت کی دلیل ہی اس واسطے کہ اشرف آدمی بزرگ کی قدر پہنچتا ہی اور ہر عزت والے کی عزت اور ادب کی رعایت کرتا ہی اور ذلیل شخص ہر چیز کو اپنے اوپر تکیا کر کے ذلیل سمجھتا ہی ہر چیز کے اس طرح ذیل نفس جو حق تعالیٰ کے نام کی عزت نکرے جو کوئی ہو اس سے کنارہ کشی اور احتراز بہتر ہے لیکن اکثر مفسرین نے کہا ہی کہ اس جگہ ولید بن مغیرہ کے حال سے اشارہ ہی کہ مالدار بھی تھا اور بہت اولاد والا چنانچہ اسکے مال اور اولاد کی تھوڑی تفصیل سورہ مدثر میں مذکور ہی پھر باوجود اسکے وہ رذالت اسکے نفس کی نہیں جاتی تھی اور اپنے پروردگار کے نام کی عزت اور ادب نہیں کرتا تھا کاش اسی اپنے کمینہ پن پر اکتفا کرتا لیکن باوجود اس کمینہ پن کے یہ صفت بھی رکھتا تھا کہ هَتَا ز طَعْنِهِ كَرِنُوْا لَا اور خلق اللہ کو عیب لگانا لوگوں کے منہ پر بھی طعن اور تشنیع کرتا اور پیٹھ پیچھے بھی انکو برا کہتا اور لوگوں کے حسب اور نسب اور خلق اور عادت میں عیب لگانا تو ایسا ایک گنا تھا توڑھا کہ لوگ اسکی صورت سے بیزار تھے اور یہ بھی نہایت کمینہ پن کی دلیل ہی اس واسطے کہ جو سب کی آبرو گناہ اور گناہ اپنی آبرو پھٹا کھو وے گا پچھلے کو اپنی آبرو کی کچھ پروا نہیں اور پھر طرفہ یہ ہی کہ لوگوں کی آبرو لینے میں فقط طعن اور تشنیع پر اکتفا نہیں کرتا تھا بلکہ مَثَلًا لِّمَنْ يُّؤْتِي نَفْسَهُ اپنے پاؤں سے چلکر چغلی کھاتا تھا یعنی ایک بات دوسرے کو پہنچاتا تاکہ آپس میں سرخ کھا کر لڑ پڑیں اور ایک دوسرے کے آبرو لے لے آپ بھی ایسی حرکتوں سے خائف اور رسوا ہوتا اس واسطے کہ داناؤں کے نزدیک چغلی خوری کرنا بڑی حقارت کی بات ہی چنانچہ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہر کہ عیب دیگران پیش تو اور دوشمرد و بیجان عیب تو پیش دیگران خواہ بردینے جو لوگوں کے عیب تیرے پاس لاوے گا تو تیرے عیب بھی لوگوں کو پہنچا دیگا یہ جو بیان ہوین وے اذیتیں ہیں جس میں حق تعالیٰ کی بے ادبی اور لوگوں کی ہتک حرمت اور آبرو گناہ ثابت ہوتا ہی اور وے اذیتیں جن میں لوگوں کا مال تلف ہو جاوے اور دین دنیا کے فائدے اور حق لوگوں کے نیست و نابود ہو جاوین وے آگے ہی چپاچھ مَسَاجِدَ لِّلْخَنِيْزِ ہت منع کرنے والا نیک چیز کا یعنی ہر گز اس بات کا روادار نہیں کہ کوئی کسی سے بھلائی کرے یہاں تک کہ اپنے لڑکوں اور غلاموں اور نوکروں سے کہہ کر کرتا تھا کہ اگر تم میں سے کوئی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے پاس گیا اور ان کی باتیں سنی تو اسکا جو مقر رہی روزینہ یا درماہ

وہ موقوف کردونگا اور اسکے خویش اور اقربا میں سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اسکے ساتھ دوری کی راہ سے جو سلوک کرتا تھا وہ موقوف کردیتا تھا مُعْتَلٰی ظلم اور تعدی کرتا اور لوگوں کے حق جو لازم ہیں وہ نہ دیتا جیسے نوکر کی نوکری اور مزدور کی مزدوری اور کسی معاملہ والے کا حق ادا کرنا آئینہ بڑا گنہگار کہ شراب بھی پیتا ہی اور زنا اور لونڈ بازی بھی کرتا ہی تو اپنی جان پر بھی ظلم کرتا ہی کہ اسکو ہمیشہ کی ہلاکت میں ڈالتا ہی اور باوجود ان باتوں کے ایک وصف اور بھی رکھتا ہی کہ عَتَلٌ گردن کش اور طبیعت کا سخت اور بد خو کہ کسی کی نصیحت اور سمجھانے سے وہ راہ پر نہیں آتا اور خود پسندی کے چال میں گرفتار اگر کسی کی بات سننا تو امتیہ ہوتی کہ شاید اسکی ان سخت بیماریوں کو کوئی دوا لینے کسی کی بات مفید ہو جائے گی سو وہ کسی کی بات نہیں سننا تو اس کا علاج سے اچھٹا ہونا بھی ممکن نہیں ہی بَعْدَ ذٰلِكَ بعد ان سب عیبوں کے جو اس میں پائے جاتے ہیں ذَنْبٌ وَلَد الزنا ہی لینے حرام زادہ ہی کہ اٹھارہ برس تک کوئی اسکا باپ مقرر نہ تھا بعد اٹھارہ برس کے مغیرہ بنے کہا کہ یہ میرے لطف سے پیدا ہوا ہی اسکی ماں نے برا کام کیا تھا اور بَعْدَ ذٰلِكَ کے لفظ میں اشارہ ہی اس بات کا کہ یہ صفت برائی میں دوسری سب برائیوں سے بڑھ چکے کہ ترقی کر کے سب صفتوں کے بعد اس طرف عقل انتقال کرتی ہی وَاِلَّا اس کا ولد الزنا ہونا خارج میں سب صفتوں سے مقدم تھا اس وجہ سے کہ جب لطف خبیث ہوتا ہی اور خلاف شرع حرام طور سے نکلتا ہی اور حرام جگہ میں جا ٹھہرتا ہی تو سب خبیث ہی خلق پیدا کرتا ہی بس گویا یہ صفت جتنے خلق بدہین سب کو جامع ہی ہے جھاڑو کا بندھن کہ سب میٹگوں اور کاڑیوں کا جامع ہی اور بعد شمار کرنے ان سب برے خلقوں کے یہ خاطر میں آتا ہی سو کاشکے باوجود ان سب بد خلقوں اور کمینہ پن کے کچھ تھوڑی عقل بھی رکھتا کہ اسکے سبب سے بے سب عیب اسکے چھپتے اور اس قدر فضیلت نہوتا سو عتَلٌ ایسا بے نصیب ہی کہ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِيْنَ اس سبب سے کہ ہی بیت المال والا اور بہت اولاد والا ہو اسپر نازان اور معسر و برہو کے جھلانے اور انکار کرنے میں اس قدر بڑھ چلا کہ جس نے یہ مال

اور اولاد دوسری ہے اسکا مقابلہ کر بیٹھا اور اسی کی آیت کو جھٹلانا شروع کیا یہاں تک کہ اِذَا تَنَالَىٰ عَلَیْهِ
ایمان کا جب پڑھیں جاتی ہیں اس پر آیتیں ہماری تو باوجود اس بات کے جاننے کے کہ اس طرح کا کلام مخلوقات
کے مقدر سے خارج ہے اور بے شبہ یہ کلام خالق کا ہی اور وہ ایسا خالق ہی کہ مجھے بے حقیقت شخص
کو جگانہ حسبِ درست ہی نہ نب پھر بدخلق اور بد خصلتین علوہ اسکے اسکو کس کس طرح کی نعمتوں سے لینے بے انتہا
مال اور اولاد کی کثرت اور سرداری سے سرفراز کیا ہی تو مجھ کو لازم ہے کہ ایسے خالق کی شکر گزاری دل اور جان
سے کروں سو ان سب باتوں کو جان بوجھ کے ایک طرف رکھ دیا اور ناشکری کر بیٹھا یہاں تک کہ قَالَ اَسَاطِیْرُ
الْاَوَّلٰیْنَ کہتا ہی کہ یہ جھوٹے قصے ہیں پہلوں کے جو لکھ کر کہہ گئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا کلام نہیں ہے سو اسے
مودی بد بخت نافرمان ناشکر کے واسطے قیامت کے آئینا بھی انتظار نہ کرینگے جو ہر نیک اور بد کی جزا
اور سزا دینے کا دن مقرر ہے بلکہ سَلَسِمَةُ عَلٰی الْخُرْطُوْمِ قریب ہی کہ داغ دینگے ہم اسکی سونڈ پر لینے
ناک پر جو آدمی کے فخر اور تکبر کر نیکا غضو ہے اور عزت اور آبرو کا جائے ظہور بھی وہی ناک ہی تاکہ بڑے
گنہگاروں کے مانند بنکا پھر حضرت عبداللہ بن عباس اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم جمیعین سے روایت
آئی ہے کہ جنگ بدر کے دن کسی ایک انصار کی تلوار اسکی ناک پر لگی اور اسکی ناک زخمی ہوئی پھر جب کوٹ
کر کے مین آیا تو کتنی ہی اس زخم کی دوا کی لیکن وہ اچھا نہوا اور اس میں خارشٹ ہو گئی یہاں تک کہ اسی مرض
میں جنہم واصل ہوا علمائے کہا ہی کہ ولید نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک طعن کی تھی لینے مجنون کہا تھا
سو حق تعالیٰ نے دس طعنیں اس پر کیں لینے دس عیب اس کے بیان فرمائے اب اس جگہ سے دریافت کیا چاہئے
کہ حق تعالیٰ عدل اور انصاف کی راہ سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایذا دینے والوں کو ایک ایذا
ی عوض میں دس سزا دین پھر جو لوگ کہ آپ کی محبت اور خدمت اور جان نثاری میں عمر بھر مصروف
رہے ہیں انکو کم سے کم ایک نیکی کی عوض میں دس انعام سے تو سرفراز کرے گا اسی واسطے حدیث شریف
میں آیا ہے کہ مَنْ صَلَّى عَلٰی وَاحِدَةٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ عَشْرًا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ جو شخص ایک مرتبہ مجھ پر روز بھیجگا تو حق تعالیٰ دس مرتبہ اسکو اپنی رحمت سے نوازیگا اور خرطوم کے
لفظ لانے میں جو لغت میں ہاتھی اور سور کی ناک کو کہتے ہیں کمال حقارت اسکی منظور ہی گویا وہ شخص



انسانیت سے نکل کر خیس ہونے میں مثل سور کے اور بکتر اور غرور میں مثل ہاتھی کے ہو گیا ہے اور اصحاب
فیصل کا قصہ بھی اسنے دیکھا اور سنا تھا اس قصے کی طرف بھی اشارہ منظور ہے یعنی ہم وہ ہیں کہ ہتھیوں
کی سونڈھوں کو کاٹ ڈالتے ہیں باریک بین عالموں نے لکھا ہے کہ ہر جانور کی ناک اوپر کی طرف اٹھی ہوتی ہے
لیکن ہاتھی اور سور کی ناک کہ نیچے کی طرف جھکی اور لٹکتی رہتی ہے سو خرطوم کے ذکر میں اس طرف اشارہ ہے
کہ اسکی تمام ہمت پستی کی طرف رجوع تھی گویا ترقی معکوس یعنی لٹے ترقی کی تھی اور مرغ کے مانند کہ جتنا
بڑا اور موٹا ہوتا ہے اسقدر اسکی فٹان تنگ ہو جاتی ہے یہی حال اس پست ہمت کا تھا کہ بقدر اسکے مال
اور اولاد کی کثرت ہوتی جاتی تھی اسقدر یہ ہمت خست اور رذالت میں زیادہ پڑتا جاتا تھا اور یہی خاصہ
ہے ذیل اور پاجیوں کا اور اگر کسی شخص کو اس ولید پلید اور دوسرے کے ساتھ نکاح قصہ سننے سے کہ اس پانے میں
کہ معظمہ کو اپنی خست ریاست سے آلودہ کر رکھا تھا اور وہ ان کی حکومت اور فرمانروائی کا منصب حاصل کیا تھا
خاطر میں گذرے کہ اس طرح کے کافروں اور پاجیوں کو کس واسطے بڑا مانا تھا اور ایسی تبرک جگہ کی ریاست اور
حکومت کیوں دیتا تھی تاکہ وہ اس قسم کی برائیاں اور قباحتیں ظاہر کریں اور لوگ چارہ چار اُن کے طریقے
کی پیروی میں گرفتار ہو کے گمراہی کے بھنور میں ڈوب کر ہلاک ہو دیں اور ایسے پیغمبر جلیل القدر کو ان کے سبب سے
ایذا پہنچے اسکے جواب میں فرمانے ہیں کہ اِنَّا بَلَوْنَاهُمْ بِشَيْءٍ مِّنْ لَّدُنَّا لَعَلَّہُمْ يَرْجِعُونَ کہ بدخلق لوگوں کو
مال اور ریاست دے کے تاکہ ہم دیکھیں کہ یہ لوگ ظاہری مال اور مرتبہ کی پیروی کرتے ہیں اور انہی پاجی
کافروں کے حکم اور شور سے پر چلتے ہیں اور رسول کے حق کو یعنی اسکی تعظیم اور تابعداری کو چھوڑتے ہیں تاکہ
اسکی سزا میں قحط اور سردی اور مال کے نقصان اور فوجوں کی دہشت میں گرفتار ہو دیں یا حق کو
پہچانتے ہیں اور حق اللہ اور حق الرسول کو اپنے سرداروں اور مالداروں کی تابعداری پر مقدم کر کے ادا کرتے ہیں
تاکہ اس حق شناسی کے وسیلہ سے دارین کی سعادت کو پہچین اور سب ملکوں اور شہروں پر غالب ہو کے
فتح کریں اور بے گنتی خزانوں کے مالک ہو دیں کَمَا بَلَوْنَا عَبَادَکَ کہ جانچا تھا ہم نے اس طرح اصحاب
الجنة باغ والوں کو جو باغ ضرور ان کے مشہور تھا اور وہ ایک باغ تھا صنعا شہر کے متصل جو
دار السلطنت میں کا ہے اس شہر سے تین کوس پر سرراہ اس باغ کا مالک تھا ایک شخص نبی ثقیف میں سے

باز خزانہ دار کا قصہ

اس باغ میں میوہ دار درخت لگائے تھے اور وہ کہتی جس کا محصول بہت ہو مان کرتا تھا اور اس کو اس باغ سے ہر فصل میں بہت کچھ حاصل ہوتا تھا اور اس نے اپنے اوپر اپنا مقر کیا تھا کہ میوہ چنے اور کھیت کاٹنے سے جو کچھ باقی رہتا تھا وہ فقیر و نکو دیتا تھا اور کہراں اٹھانے کے وقت جو کچھ ہوا سے ادھر ادھر ہو جاتا تھا وہ بھی فقیر و نکو دیتا تھا اور میں جھاڑنے میں جو کچھ فرش سے باہر گرے وہ بھی فقیر و نکو دیتا تھا اور اس باغ کے حاصل کو جب گھر میں لاتا تھا تو دو ان حصہ اس کا بھی فقیر و نکو دیتا اور سی طرح جب اس آٹے کی روٹی بچتی تو دس روٹیوں میں سے ایک روٹی فقیر و نکو دیتا تھا جب وہ شخص مر تو اس کے تین بیٹے تھے دے وارث ہو اور انھوں نے آپس میں یہ مشورہ کیا کہ ہم سب اہل و عیال دلے ہیں جو رو اور بچے رکھتے ہیں ہمارے باپ کا ایک گھر تھا اب ہمارے تین گھر ہوئے تو جتنا ہمارا باپ فقیر و نکو دیتا تھا ہم نہیں اتنا دے سکتے ہیں اس کی کیا تدبیر کیا جائے مجھے بجائی نے کہا کچھ تدبیر مت کرو اور اپنے باپ کے طریقے پر چلے جاؤ حق تعالیٰ اسی میں برکت دے گا ان دونوں بجائیوں نے اس کی بات نہ سنی اور آپس میں یہ صلاح کی کہ میوہ توڑنے اور کھیت کاٹنے کے وقت فقیر و نکو آنے مذنیگے بلکہ بے خبر باغ میں جا کر میوہ توڑ کر اور کھیت کاٹ کر گھر میں لے آئیگی اور فقیر و نکو حصہ جدا کر نیگی ان اگر کوئی فقیر ہمارے کھانے کے وقت آجائیگا تو کوئی ٹکڑا روٹی کا اس کو بھی دے دیں اور اس مجھے بجائی کو بھی کچھ ملامت کر کے اور دھمکا کے چپ کیا اذ آقہموا جب آپس میں ان تینوں بجائیوں نے تسین کھائیں اس مضمون کی کہ لَیْصِیْ مَنَہَا مَقْرَرٌ کَاشِیْکَ مِیوہ اور کھیتی اس باغ کی مَضِیجِیْن صبح ہوتے تاکہ کسی فقیر اور مسکین کو خبر نہ ہو اور ان کا باپ دن چڑھے میوہ اور کھیت کاٹتا تھا تاکہ سب فقیر جمع ہو کے اپنا حق لے لیں وَلَا یَسْتَشْنُوْنَ اور ہرگز کسی نے انشاء نہ کیا تاکہ آپر قسم پڑنے کا بھی احتمال ہو سکتا اس واسطے کہ شرع کا حکم ایسا ہی کہ اگر کوئی کسی چیز پر قسم کھا دے اور اس کے ساتھ انشاء اللہ بھی کہے تو وہ قسم اس کے ذمہ پر لازم نہیں ہوتی چاہئے اس قسم کے موافق کوٹے اور انھوں نے اس واسطے انشاء اللہ کیا کہ مجھے بجائی کا کہنا جو اس بات پر راضی تھا کہ سی طرح مقصور نہ ہو سکے اور خواہ مخواہ قسم کے موافق کرنا پڑے اور جس بات کو انھوں نے یہہ ارادہ کیا اور آپس میں اس ارادے پر عہد و پیمان مضمون کر کے سوئے اس رات کو حکم الہی دو سرے رنگ پر نازل ہوا یعنی فَطَافَ عَلَیْہَا پھر گرد پھر گیا اس باغ

اور کھیت کے طائف مِّنْ رَبِّكَ پھرنے والا تیرے رب کا طرفہ سے اور وہ ایک اُگتی آسمان پر سے
 گرمی اور اسباغ کے درخت اور مکان اور بیل اور مالی اور کسان کو بالکل جلا دیا وَهُمْ مَّا جُئُوا
 اور دے سوتے تھے جس طرح مکہ والے فحط کے آنے اور بدر کی شکست اور دوسری لڑائیوں سے ہیں اور تیرا
 حق یعنی تجھ کو بنیمیر سمجھ کے تعظیم اور تابعداری کرنا اور حق تعالیٰ کی آیتوں کا حق یعنی اس پر ایمان لانا اور انکو سچا
 جانتا دینا نہیں کرنے کا صِحَّتِ پھر صبح کو ہو گیا انکا باغ کَالصَّنَمِ جیسے کھیت کٹا ہوا کہ کچھ بھی کھیتی اور درخت کا
 نشان ہیں باقی نہ رہا اور دسے صبح ہوتے اس غفلت کی غنید سے اٹھے اور اپنے باغ کے حال سے
 تھے فَتَنَادَ مَا مَصْبِحِينَ پھر آپس میں پکارا ان تینوں بھائیوں نے صبح ہوتے آئے اَعْلَىٰ حَرْثُكَ کہ سویرے
 چلو اپنے کھیت پر اِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ اگر ہو تم آج کھیتی کاٹنے والے اس واسطے کہ اگر دیر نہ کرو گے تو فقیر
 ہجو سے کھیتی کا کاٹنا آج نہو کے گا پھر کل پر رب کا اور یہ نہیں جانتے تھے کہ ہمارے جانے سے پہلے کھیتی
 کٹ کے دو نو حصے مالک کی سرکار میں ضبطی ہو گئے فَاَنْطَلَقُوا پھر چلے دے تینوں بھائی نو کروں اور مزدور کو
 لے کر وَهُمْ تَخَافُونَ اور دے آپس میں چمکے چمکے کہتے تھے اور چھپے چھپے کو چے اور گھلیوں سے جانے
 تھے اور مطلب اُنکا اَنْ لَا يَدْخُلْنَهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مَسْكِينٌ یہ تھا کہ آنے نہ پاوے اسباغ میں آج تمہارا
 پاس کوئی فقیر اور مسکین اس واسطے کہ اگر کوئی فقیر اس باغ میں آ جائیگا تو شرما شرمی کچھ نہ کچھ دینا پڑیگا
 سو اسکی تذبذب یہ ہی کہ دروازہ پر آدھو کو بٹھا دیا چاہے تاکہ فقیر کو باغ کے اندر آنے نہ دے چنانچہ مکہ والے بھی
 یہی کرتے تھے کہ شہر کے غریبوں اور ضعیفوں کو اسلام میں داخل ہونے نہ دیتے تھے وَقَدْ وَاٰ عَلٰی حَرَدٍ
 قَادِرِينَ اور بھکو سویرے پہنچے فقروں کے منع کرنے پر مستعد اور ہٹ کر نیوالے ہو کر فَلَمَّا رَاَوْهَا جَبَبَ
 دیکھا اس باغ کو جلا ہوا اور اسکے مکان ٹسے پڑے اور درخت اور کھیتی سب نیست و نابود ہوئی تو نہ پہچانا
 کہ یہ ہمارا باغ ہی اور قَالُوْا كَيْنَ لَکَ اٰیِس مِّنْ کَمْ کَہَاں آگئے یہ تو ہمارا باغ نہیں ہی اِنَّا لَصَادِقُونَ مَقْرَبِمْ
 راہ بھولے اپنی پہلی صبح کے اندھیرے کے سبب سے کہیں دوسری طرف آگئے پھر جب دھنہ بائیں خوب
 غور کر کے دیکھا اور اپنے باغ کی نشانیاں پہچانیں تب کہنے لگے کہ ہم راہ نہیں بھولے بَلْ تَحْنُ مَحْرُومُونَ
 بلکہ ہم حق تعالیٰ کی درگاہ سے محروم کئے گئے اور نصیب ہمارا چھوٹے کہ بدو ن کسی ظاہری سبب کے ایسا ہمارا باغ

پھلا ہوا جو ہمارے گدڑان کی پونجی تھی سو خاک سیاہ ہو گیا اسی طرح مکے والے قحط اور بدر کی لڑائی کو دیکھ کر پہلے
 کہیں گے کہ یہ قحط نہیں ہی تھوڑے دنوں پانی برسنا تم گیا ہی آگے چل کے برسے گا اور یہ شکست بدر کی کچھ
 عذاب الہی کی علامت نہیں ہی اگر اب کے شکست ہوئی ہی پھر آگے چل کے ہماری فتح ہوگی مگر جب دیکھیں گے کہ قحط
 پر قحط اور شکست پر شکست ہوتی چلی جاتی ہی تب جانیں گے کہ ہمارے نصیب پھوٹے اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ
 سے بے نصیب ہو چکا کہ ان باغ والوں نے اس وقت جانا پھر ہاتھ ملنے لگے اور افسوس کرنے لگے تب
 قَالَ اَوْسَطُہم کہا ان کے مجھے بھائی نے جب دیکھا کہ اپنی بے نصیبی پر افسوس کر رہے ہیں اَلَمْ اَقُلْ
 لَکُمْ کَیۡنَہٗ کہتا تھا میں نے تم کو اس کے پہلے کہ کَوَلَا تَسۡبِحُوۡنَ کیون نہیں پاک جلتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس سے
 کہ اپنے وعدے میں خلاف کرے اور فقیر و کمزور کو زکوٰۃ اور خیرات دینے سے مال میں برکت نہ کرے اور کیون
 بدگمانی کی اللہ تعالیٰ پر کہ فیرون کے دینے سے ہکو فقر میں گر دیا اور ہم محتاج ہو جاویں گے اس جگہ سے معلوم
 ہوا کہ تجھ پر ضرور اللہ تعالیٰ سے بدگمان رہتا ہی اسی واسطے حدیث شریف میں آیا ہی کہ اَلۡجَہِلُ بَعِیۡدٌ
 مِّنَ اللّٰہِ بَعِیۡدٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِیۡدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ قَرِیۡبٌ مِّنَ النَّارِ یعنی بخیل دور ہی اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے
 دور ہی لوگوں سے دور ہی بہشت سے نزدیک ہی دور ہی اور سخی کو اللہ تعالیٰ کے کرم اور بخشش پر
 اعتماد کرنا اور اس کے وعدہ کو سچا جانا لازم ہی اسی واسطے حدیث شریف میں فرمایا ہی کہ اَلۡسَّخِیُّ قَرِیۡبٌ
 مِّنَ اللّٰہِ قَرِیۡبٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیۡبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ بَعِیۡدٌ مِّنَ النَّارِ یعنی سخی نزدیک ہی اللہ تعالیٰ کی درگاہ
 سے نزدیک ہی لوگوں سے نزدیک ہی بہشت سے دور ہی دور ہی اور یہ بھی حدیث شریف میں
 آیا ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں چیزوں پر میں قسم کھا کر کہتا ہوں اس واسطے کہ ظاہر میں عقل
 سے دور معلوم ہوتی ہیں اَوَّلَہُمَا نَقَصَتْ صَدَقَۃً مِّنْ مَّالٍ یعنی ہرگز کم نہیں کرتا ہی اللہ دنیا مال کو اگرچہ
 ظاہر میں تمہاری سمجھ میں نقصان معلوم ہوتا ہی اور دوسری یہ کہ مَا تَوَاضَعْ اَحَدٌ لِلّٰہِ اِلَّا دَفَعَ اللّٰہُ یَعْنِی
 ہرگز اللہ تعالیٰ کی واسطے کوئی جھکتا نہیں مگر اللہ تعالیٰ اس کے مرتبہ کو بلند کرتا ہی یعنی اللہ تعالیٰ کے واسطے جو جھکتا ہی
 اس کی قدر اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہی اور اللہ تعالیٰ کے واسطے تواضع کرنا اس کے معنی دوسری حدیث میں اس طرح
 ارشاد ہوئے ہیں کہ میں تین شخص کی تعظیم کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے واسطے جھکنا ہی اول قرآن کے حافظ کی تعظیم کرنا اور



منع جانے والی اور اس پر عمل کرنا ایک دوسرے کے لئے مسلمان کی تعظیم کا ایک تعظیم کرنا مَازِدَ آدَعِبَلِ بَعْقِ
 اَلَا عِزَّ اِیْنِ نَبِیْنِ زَیَادَہ ہوتی ہی بندے کو درگزر کرنے سے مگر عزت یعنی جو شخص باوجود قدرت کے
 اپنا عوض دوسرے سے نہ لے اور اس کو معاف کر دے تو البتہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو عزت بخشتا ہی اگرچہ
 ظاہر میں بدلانہ لینا ذلت معلوم ہوتا ہی پھر جب کہ دونوں بھائی اور ان کے صلاح دینے والے، مجھے بھائی کی
 نصیحت سے خبردار ہوں تو اس سب خرابی کے بعد قَالُوا بُولے کہ ہم بھی معتقد ہوئے کہ سُبْحَانَ رَبِّنَا پاک
 ہی ہمارا پروردگار اس بات سے کہ اپنے وعدے کے خلاف کرے اور ان سخی جو انہما کو جو اس کی راہ میں اپنا
 مال خرچ کرتے ہیں برکت نہ دے اِنَّا كُنَّا ظَالِمِیْنَ بیشک ہم تھے ظلم کرنے والے کہ فقیروں کے حقین نیت بد کی اور
 اپنے باپ کے طریقے کو چھوڑ دیا اور اعتماد اور بھروسہ اللہ تعالیٰ کے سچے وعدے پر نہ کیا اور جب اپنی تفصیل اور
 گناہوں کا اقرار کیا فَاَقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلٰی بَعْضٍ یَّتَكَلَّمُوْنَ پھر متوجہ ہوئے اور نہ پھر ایک نے دوسری طرف
 اطمینان طلب کرنے اور اولاد نہ دینے کو چاہا نہ ایک بھائی نے دوسرے بھائی سے کہا کہ پہلے تو نے یہ مشورہ دیا تھا
 کہ فقیروں کو نہ آنے دیا چاہئے اور صبح کو سویرے چلے آئے اس کو ملامت کی کہ پہلے تو نے مجھ کو مفلسی ڈر دیا تھا
 اور کہا تھا کہ ہمارے اہل و عیال جو بڑے کے بہت ہیں اور مجھے اس کی تدبیر چوچھی تھی پھر تو نے دونوں بھائی اپنے صلاح
 کاروں کی طرف پھرے اور ان کو ملامت کرنے لگے آخر بعد اس تہکا فیضی کے جب دیکھا کہ آپ ملامت کرنے سے
 کچھ فائدہ نہیں ہی جو کچھ ہونا تھا سو ہو چکا تب مضطر اور حیران ہو کر قَالُوا بُولے سب مل کر یا وَلِیْنَا اسی خرابی
 ہی ہماری اِنَّا كُنَّا ظَالِمِیْنَ بے شک ہم تھے سرکش حد سے بڑھنے والے اس واسطے کہ ہم کو اس بات میں مشورہ
 لینا کیا ضرور تھا اس لئے کہ نیک بات میں مشورہ لینا نہ چاہئے اور ہمارا مشورہ دینے والوں کو یہ کیا مناسب تھا
 کہ حق اللہ کو بالکل موقوف کرنے کی صلاح دی اور اب ہم اس ظلم اور نافرمانی پر نادم اور شرمندہ ہوئے ہیں
 عَسٰی رَبَّنَا اَمِیْد رکتے ہیں اپنے پروردگار سے اَنْ یَّیْدِلَنَا خَیْرًا فَاِنْہَا اس کی کہ بے مین دے ہم کو اس
 بہتر باغ اور دوسری طرح سے اس سال کی روزی ہم پر کثادہ کرے اس واسطے کہ ہم نے پہلے اگرچہ اس کے
 کرم پر بھروسہ کیا لیکن اب باوجود اس بلا کے دیکھنے کے اس کی مہربانی سے ناامید نہیں ہیں اِنَّا اِلٰی رَبِّنَا
 وَاعْبُوْنَ بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف بڑی آرزو رکھتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

سے روایت آئی ہے کہ حق تعالیٰ نے اہل ص کے کلمہ کو اسے پسند کیا اور جب وہ تینوں بھائی افسوس کرتے ہوئے شہر کو پہنچے اس شہر کے بادشاہ نے یہاں کا حال سنا تو اپنے باغونین سے ایک باغ بہت خوب جس کا نام حیوان تھا انکو عنایت کیا اس باغ میں انکو رکھا خوشہ اتنا بڑا تھا کہ ایک خوشیہ خچر کا بوجھ ہوتا تھا اسے بہت لوگ مکے کے اپنے بابا اور خولش اقربا کے مارے جلنے کے بعد اور مال و اسباب لڑائی میں لٹ جانے کے بعد اور سات برس قحط میں مبتلا ہونے کے بعد جس میں مردوں کی ہڈیاں جوش کر کے اور مرد چڑا بھون کر کھایا اور اونٹ کے اوجھہ کا پانی پیا آخر کو نادم اور پشیمان ہو کر چارنا چار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی جو بہت بڑی نعمت تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی قدر اور قرآن مجید پر ایمان لانے کی نعمت کو پہچانا اور راہ پر آئے اور اپنے سرکشی کے قایل ہوئے اور ایمان لائے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو نوازا اور چھ سو چھپن برس تک تمام روئے زمین کی خلافت اور سلطنت سے سرفراز کیا اور ہر طرف کی فتحیں اور خزانے بشمار اور نہراون شہر آباد اور قضا والے اور باغات عمدہ بہار دار دل لگن ان کو عنایت آخر کو چھ سو برس کے بعد چنگیز خانیون کے ہاتھ سے ان کی ریاست برباد ہوئی اور پھر آج تک ان پاس نہ

اٰی الٰہم اَنْصُرْ مِنْ نَصْرٍ دِیْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم وَاَخْذُ لِمَنْ حَذَلَّ دِیْنِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ابھتعالیٰ اس بیان کے بعد یعنی مکے والوں کا حال باغ ضروان کے مالکوں کے مطابق ہیں فرماتا ہے کہ کَذٰلِکَ الْعَذَابُ اسی طرح آتا ہے عذاب یعنی مکہ والوں کا ان آفتوں میں مبتلا ہونا یہ دنیا کا عذاب ہے جیسے باغ ضروان کے مالک ایک دنیا کی آفت میں مبتلا ہوئے تھے لیکن اس عذاب کے بعد بہتر کی امید باقی رہتی ہے اور توبہ کرنا اور شرمندہ ہونا اور اپنے گناہوں کا اقرار کرنا اسی عذاب کے واسطے بہت مفید ہوتا ہے وَالْعَذَابُ الْاٰخِرَةُ الْکُبْرٰی اور البتہ عذاب آخرت کا بہت سخت ہے اسکو دنیا کے عذاب پر قیاس کرنا نہ چاہئے اسواسطے کہ حق تعالیٰ کا غضب اسوقت میں نہایت شدت پر ہوگا استقدر کہ اس عذاب کے بعد نہ رہے گی اور توبہ اور استغفار اور شرمندگی اور گناہ کا اقرار اس عذاب کے دفع کرنے میں کچھ کام نہ آدینگا لیکن اتنا البتہ ہوگا کہ ایماندار گنہگاروں کو ان کے گنہ کے موافق تنبیہ کے بعد بہشت میں داخل کریں گے اور وہ انکی تنبیہ حقیقت میں عذاب نہیں ہے بلکہ گناہوں کی گندگی سے انکو پاک کریں گے واسطے ہی تاکہ بہشت کے جانیے لائق ہو وین جطر ح

مکہ سلطنت کی ریت

برکش حکم نہ ماننے والے کی برابر نہیں کرنے ہو بلکہ تم اپنی بزرگی اور بڑائی پر مغرور ہو کے یہ دعویٰ کرتے ہو کہ اگر قیامت کے دن مسلمانوں پر غنایت اور بخشش ہوگی تو ہم پر اس سے ہتر اور بڑہ کر ہوگی چنانچہ مقابل سے روایت آئی ہے کہ مکے کے کافروں نے اس آیت اُترنے کے بعد مسلمانوں سے کہا تھا کہ حق تعالیٰ نے دنیا میں تم پر ہکو بزرگی دی ہے تو آخرت میں بھی ضرور ہکو تم پر بزرگ کرے گا تب حق تعالیٰ نے ان کے اس خیالِ فاسد کو باطل کر کے فرمایا کہ برابر ہی درمیان تابعدار اور گنہگار آدمی کی پیدایشی انت اور بوجھ کے خلاف ہے پھر تابعدار پر گنہگار کی ترجیح کا کیا ذکر ہے اس واسطے کہ یہ بات عقل کے بالکل خلاف ہے اور اگر یہ کافر کہیں کہ آخرت کے کاموں کو عقل پورا قیاس نہیں کر سکتی اس واسطے کہ وہ کام محض تو فیقی ہیں یعنی شارع کے بنانے پر موقوف ہیں ان کی وجہ عقل میں نہیں آسکتی تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ اس صورت میں ہم سے پوچھتے ہیں کہ اَمَّ لَكُمْ كِتَابٌ كِذَّابٌ کیا تمہارے پاس کوئی آسمانی کتاب ہے فِيهِ تَذَرُوسُونَ اس کتاب میں تم پڑھتے ہو کوئی دلیل ظاہر اس واسطے کہ خفی یعنی پوشیدہ چیز پڑھی نہیں جاتی بلکہ کلام سے بوجھ لی جاتی ہے اور اس ظاہر دلیل کا مضمون یہ ہے کہ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَّا تَخِيْرُونَ مقرر تمہارے واسطے اس کتاب میں وعدہ دیا ہے کہ جو کچھ بہتر اور اچھا جان کر تم اپنے واسطے پسند کر کے مانگو گے وہ تم کو ہم دینگے اور اگر تم کہو کہ ہمارے پاس اگرچہ اس طرح کی کوئی کتاب نہیں ہے لیکن حق تعالیٰ کا معاملہ ہم لوگوں سے ابتداً پیدائش سے اب تک اسی قسم کا رہا ہے اور حق تعالیٰ اپنے معمول کے خلاف نکر گیا تو ہم کہیں گے کہ بھلا ہم سے پوچھتے ہیں کہ اَمَّ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا کیا تمہارے لئے ہمارے ذمہ پر قسین ہیں یعنی ہم نے کیا نئے قسین کھائیں ہیں اور وئے قسین باللغة اِلٰی یَوْمِ الْقِيَمَةِ پہنچنے والی ہیں قیامت تک یعنی تمہاری ابتداً پیدائش سے قیامت کے دن تک ہم تمہارے ساتھ کیا ن معاملہ کرینگے اور ہرگز کچھ بھی تغیر اور تبدل اس معاملے میں ہونے پاویگا اس واسطے کہ اِنَّ لَكُمْ لِمَا تَحْكُمُوْنَ اور ان تسون کا مضمون یہ ہے کہ بے شک تم کہہ دینگے جو تم حکم کر دو گے اور یہ بات ظاہر ہے کہ چند دنوں کا معمول جب تک اس پر عہد و پیمان درمیان نہ ہو تب تک اس پر اعتماد اور بھروسہ کرنا نہ چاہئے اور اگر لعنت کی راہ سے یعنی تم کو ذلت دینے کے واسطے بے کافر کہیں کہ ان اس طرح کا عہد پیمان حق تعالیٰ کی طرف سے ہمارے پاس ہے تو سلاماً اَيْمَانُ بِنَا لِكَ ذَعْبُہُمْ پوچھ ان سے کہ کون انہیں سے اس طرح

کی قسم ثابت کر نیکا ذمہ کرتا ہی اور ضامن ہوتا ہی اور اگر بے کافر کہیں کہ ہمارا اعتماد حق تعالیٰ کے کرم پر نہیں
 ہی اور نہ اس کی طرف سے کوئی سزا اس عہد کی ہمارے پاس ہی لیکن ہمارا اعتماد اور بھروسہ ان لوگوں پر
 جسکی ہمتے عمر بھر عبادت کی ہی اور انہی کی فرمانبرداری میں اپنی عمر گزاری ہی اور وہ لوگ حق تعالیٰ کی
 درگاہ میں اس طرح کے مقرب اور رتبے والے ہیں کہ کوئی کام بدون ان کی صلاح اور مشورہ لئے ہوئے اور
 ان کو شریک اور شامل کئے ہوئے نہیں کرتے ہیں اگر کبھی حق تعالیٰ ہم پر غصہ بھی کرے گا تو وہے معبود اور مشیوا
 کچھ عرض معروض کر کے سمجھالیں گے اور ہمارا معاملہ جس طرح دنیا میں ہی اس طرح قہر اور ہیگا اور اس میں کی طرح
 سے نقصان اور خرابی آنے والے تھے تو ہم کہتے ہیں کہ اب ان سے پوچھا جائے کہ اَمْ لَكُمْ شُرَکَآءُ کیا انکے واسطے
 اس طرح کے شریک ہیں فَلِیَّاۤ اَوْ لِشُرَکَآئِہِمْ پھر چاہئے کہ لے آویں اپنے اپنے شریکوں کو حق تعالیٰ کے مقابلہ
 میں خصوصاً جو وقت ان پر قحط پڑتا ہی اور مسلمانوں کی لڑائیوں کے وقت کہ چلی در چلی ہوتی جاتی ہیں اور ان کی
 پر شکست ہوتی جاتی ہی ان کا تو اَصَادِقَینَ اگر بے لوگ ہیں پس چ بولنے والے کہ ہمارے معبودوں کو حتمی
 کے کارخانوں میں داخل ہی اور بدون ان کے مشورے دنیا میں کچھ نہیں ہوتا اور کشفِ اولیٰ نے اس آیت
 کے ایک عجیب معنی کہے ہیں کہ دے بھی لطافت سے خالی نہیں ہیں یعنی اَمْ لَہُمْ شُرَکَآءُ اے ناسِیْتِہِمْ
فِیْ ہٰذَا الْقَوْلِ یعنی کوئی اور بھی لوگ اس بات میں انکے شریک ہیں اور اس تفسیر پر اس آیت کے معنی یوں ہونگے
 کہ اگر ان کا فرد کو اپنے وعدے پر لینے تا بعد اور گنہگار کی برابری پر یا گنہگار کی فضیلت مسلمانوں پر کوئی
 دلیل عقلی یا نقلی مستند نہیں ہوتی ہی تو اب ان سے پوچھا جائے کہ کوئی حافل جہان میں اس بات اور اس مذہب میں انکے
 ساتھ شریک ہی اس واسطے کہ دانا کی بات کے ساتھ بات کا ملنا ہی ایک دلیل ہی ہو اگر کوئی دانا اس بات میں ان کے
 ساتھ شریک ہو تو انکو چاہئے کہ اس اپنے شریک کو بحث اور مناظرے کے وقت مقابلے میں لے آویں اور جو نہیں
 لاتے ہیں تو معلوم ہو کہ کوئی دانا اور حافل اس بات میں انکے ساتھ شریک نہیں ہی اور اس واہی مذہب کو کسی
 قبول نہیں کیا ہی اب عاقلوں سے یہ علمدہ ہیں اور جب کوئی دلیل عقلی یا نقلی اس وعدے پر ان کو نہ ملی اور کسی
 حافل کا قول انکے قول کے ساتھ ملتا تو معلوم ہو کہ انکا یہ قول بے اصل اور جھوٹا ہی لیکن مشہور معنی شرکا کی لفظ
 کے تمام قرآن مجید میں جھوٹے معبود دینے میں اور مشہور کے خلاف قرآن بشریف کے لفظوں کی تفسیر کرنا چاہی

اور اگر یہ کافر کہیں کہ ہمارے معبود حق تعالیٰ کی صفات کا ملکہ مظاہر ہیں یعنی جائے ظہور ہیں اور اس کے ساتھ اتحاد رکھتے ہیں اور جو نسبت مظہر کو ساتھ ظاہر کرے ہی وہی انکو حاصل ہے کچھ ان کے اور حق تعالیٰ دینا غیریت نہیں ہے اور نہ مقابلہ تاکہ انکو اس جھگڑے اور اپنے غلبے کے واسطے حق تعالیٰ کی جناب میں مقابلہ کولاوین اور ہمارے عباد اپنے معبود و انکو عین خدا کی عبادت ہے اور ہمارا دیکھنا اور نظر کرنا اپنے معبود و ان کی طرف میں خدا کی طرف نظر کرنا ہی ہوتا انکو اپنی عبادت میں واسطہ جانتے ہیں اور دیکھنے میں عینک کی طرح ان کو جانتے ہیں اس واسطے کہ تنزیہ صرف کے مرتبہ کی عبادت کرنا اور اس مرتبہ کا دیکھنا نہ ظاہر ہی آنکھ سے ہم کو حاصل ہو سکتا ہی اور نہ عقل کی آنکھ سے ان دونوں طرح سے غیر ہم کو حاصل ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ بھی خیال تمہارا باطل اور جھوٹا ہی اس واسطے کہ اگر تمہارے معبود عبادت میں واسطہ اور دیکھنے میں عینک کے مانند ہوتے تو ہر تمہاری سب عبادت اور نظر کرنا محتاج کی ذات پاک تک پہنچتا اور اس عبادت اور توجہ کا اثر عملوں کے آثار ظاہر ہونے کے دن یعنی قیامت کے دن ظاہر ہوتا لیکن تم کو یہ عبادت ہرگز فائدہ نہ بخشے گی اور اس توجہ اور نظر کا اثر کچھ بھی ظاہر نہ ہوگا يَوْمَ يُكْفَتُ عَنْ سَاقٍ جس دن ظاہر کیا جائیگا اس حقیقت سے جس کا نام ساق یعنی پنڈلی ہے اور اس کی نسبت تمام الہیہ حقیقتوں کے ساتھ ایسی ہی جیسی پنڈلی کی نسبت آدمی کے سب اعضاؤں کے ساتھ ہے اس جگہ پر جانا چاہئے کہ حقایق الہیہ عبادت میں کمال الہی کے جہات سے جو عالم میں ظہور کرتے ہیں اور یہ حقایق صفات کے سوائے ہیں اس واسطے کہ کمال کی صفات بالکل ان حقایق میں مجتمع ہیں اس لئے کہ جو کمال الہی ہے وہ سب صفات کمال کو لئے ہوئے ہے صفتوں کو جدا جدا عالم میں ظہور نہیں ہے جیسے علم بے قدرت کے اور قدرت بے ارادیکے اور یہ تینوں بیحیات کے ظہور نہیں کرتی ہیں بخلاف جہات کمال کے کہ وہ ان ہر جہت میں مستقل اور منفرد ہیں اور جو یہ حقایق صفات اور ذات کے درمیان میں برزخ واقع ہوئے ہیں اور صفات کو استقلال نہیں ہے تابع محض ہیں اور ذات اصل الاصول ہے یعنی اصل ہے سب اصلوں کی اور ہر وہ جہ سے استقلال کامل رکھتی ہے اس واسطے کہ ان حقایق کو شبیہ اور استعارے کے طور پر اعضاؤں کے نام سے مسمیٰ کیا ہے اور واقعہ میں بھی یہی ہے کہ جہان میں ایسی کوئی نسبت جو بہت مشابہت رکھتی ہو اس نسبت سے جو حقایق الہیہ کو ذات کے ساتھ ہے سوائے اس نسبت کے جو ہر ایک عضو کو ذات

کے ساتھ ہی پائی نہیں جاتی اس واسطے کہ ہر ہر عضو ذات کے کمال کے جتنوں کے مظاہرین نہ صفات کی طرح بالکل مابع اور غیر مستقل ہیں اور نہ ذات کے مانند متوحد اور مستقل جو کچھ شریعت مطہرہ میں ان حقیقتوں کے تفصیل اور توضیح میں آیا ہے سو وہ کئی چیزیں ہیں جیسے وجہ یعنی فہم اور عین یعنی ذات اور ید یعنی ہاتھ اور عین یعنی داغنا ہاتھ اور اصابع یعنی انگلیاں اور حقو یعنی کمر اور ساق یعنی پنڈلی اور قدم یعنی پاؤں اور دو وصف دوسرا انہی حقیقتوں کے ساتھ لاحق ہیں اس طور سے کہ ان صفات کے جمع ہونے کے سبب سے ایک شکل علیحدہ پکڑ کے ظہور کرتے ہیں اگرچہ اصل میں اعضا کا حکم نہیں دیتے ہیں سوان میں سے ایک دور ہے اور دوسرا دراز ہے اور ان حقیقتوں کے سمجھنے میں لوگوں نے بہت سی افراط اور تفریط کی ہے اور اونچ نیچ میں پڑ گئے ہیں ایک گروہ نے نادانی سے بدون سمجھے بوجھے اس کام کی حقیقت کو گمراہی کے بھنور میں بیٹھ کر تشبیہ ظاہری میں پڑ گئے اور ان حقیقتوں کو اعضا اور جوارح پر قیاس کر کے حق تعالیٰ کے ذات پاک کی صورت اور شکل کے مقتدر ہوئے یعنی حق تعالیٰ کے جسم ہونے کے قایل ہوئے **تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُونَ** علو اکبر یعنی برتر ہے اللہ تعالیٰ اس چیز سے جو کہتے ہیں ظالم بہت بڑی اور برتری کر کے اور ایک جماعت نے تنزیہ کے قاصد کو ایسا گہر کے بکڑا کر ان حقیقتوں کے ثابت کرنے کو اس قاصد کے منافی سمجھ کے ایسی تاویل کی ہے جو مقصد سے بہت دور ہے بلکہ نفی اور انکار کا حکم رکھتی ہے تو گو یا حقیقت میں ان حقائق کے دریافت اور سمجھ میں تشبیہ والوں کے شریک ہوئے فرق ان دونوں میں اتنا ہوا کہ پہلے فرقے نے ثابت کیا ہے اور انھوں نے نفی کی ہے تو انکو بھی سوائے ان معنوں کے جو ان کے ظاہر لفظوں میں پائے جاتے ہیں دوسرا مطلب کچھ بھی حاصل نہ ہوا اور اہل سنت اور جماعت کے متفق جزا **حَسْبُ اللَّهِ** خیر مقصد کی حقیقت کو پہنچے اور کہا کہ ہر چیز کی ذات کو دریافت کرنے کے بعد اس کے اعضا کا حال معلوم ہوتا ہے چنانچہ صفات میں بھی یہی حال ہے چنانچہ حیوان کا علم اور طرح کا ہے اور انسان کا علم اور طرح کا اور انسانی چیز کی اور طرح کی قدرت ہے اور ڈور نیوالی چیز کی دوسری طرح کی طاقت پس ج طرح حق تعالیٰ کی صفات کے تصور اور خیال کرنے سے ہم عاجز ہیں اسکی ذات کی نزاہت اور پاکی کے سبب سے جو کس طرح سے ہماری عقل میں اور دہم و خیال میں نہیں آ سکتی سو اس طرح ان اعضا کے تصور سے بھی ہم عاجز ہیں اس واسطے کہ ان اعضا کی حقیقت کی بوجھ اس وقت ہمیں حاصل ہوتی ہے کہ اعضا الہی ذات کا مافیہ یعنی چسپا چسپا

ہم جانتے ہوتے اور یہہ محال ہی تو وہ بھی نہیں ہو سکتا اور واقعہ میں اگر فقط ہاتھ میں کوئی تال کرے تو معلوم ہووے کہ کس قدر فرق اور تفاوت ہی آدمی کا ہاتھ جدا ہی اور گھوڑ کا ہاتھ جدا اور گائے کا ہاتھ اور طرح کا اور اور پر ہی کا ہاتھ اور طرح کا اور فرشتے کا ہاتھ دوسری طرح کا پھر اگر صورت انہی چیزوں کی آئینہ اور پانی میں خود باطل اور غور کیے دیکھے تو وہ اعضا اور جوارح رکھی ہی لیکن جو عضو اس شخص کی ذات میں داخل ہے وہ ہاتھ جو آئینہ اور پانی میں معلوم ہوتی ہے بائیں طرف ہو جاتا ہے اور بائیں طرف والا دایمی طرف ہو جاتا ہے اور حال یہ کہ اعضا اور جوارح اس صورت کے جوہریت میں اس شخص کے اعضا اور جوارح کے ساتھ ہرگز متراکت نہیں رکھتے پھر دوسری سافل کی جنوں میں شریک ہونے کا کیا ذکر ہی حاصل کلام کا یہہ ہی کہ ان حقایق کا دریافت کرنا بھی ویسا ہی محال ہی جیسا کہ اس ذات پاک کہہ کا دریافت کرنا اتنا البتہ ہو سکتا ہے کہ خواص اور وجہ عرضیہ اور لوازم سے خواہ سلبیہ ہوں یا ثبوتیہ اسے نشان دے سکتے ہیں چنانچہ ان سب حقیقتوں کی شرح اس علم میں ہونے کے واسطے موضوع ہی خوب شرح اور ربط سے بیان ہی اور جو کچھ شاعرہ سے منقول ہے کہ انھوں نے بعضی ان حقیقتوں کو حقیقتوں میں داخل کیا ہے جیسے وجہ اور عین سوا واسطے ہی کہ انھوں نے صفت کے معنی سوا ذات کے لئے ہیں وَلَا مَشَاحِدَ فِي الْأَصْطِلَاحِ یعنی اصطلاح کے تغیر اور تبدل میں کچھ جھگڑا نہیں ہے لیکن شاعر کی اصطلاح اولیٰ اور انسب ہی اعتبار کے واسطے حاصل کلام کا دو حقیقتیں ان حقایق الہیہ میں سے دو چیزیں ہرگز ان حقیقتوں کو دریافت نہ کر سکیں گے کہ انکو نیزی نظر سے معلوم کر لیں اور انکا حق ادا کرین چنانچہ فرماتے ہیں کہ ساق کے کشف کے بعد جو بہت عالی حقیقت نہیں ہے وجہ اور عین کی نسبت سے ان لوگوں کو ان کی عبادتوں اور توجہوں کی آمیزش اور امتحان کے واسطے جو مظاہر کے پردے میں اس حقیقت کو کی تھی اسے لاوینگے وَيَذَعُونَ أَلَى السَّجْدَةِ اور بلائے جلیں گے سجدت کے واسطے تاکہ اگر ان کی عبادت تنزیہ اور پاکی کے مقام پر پہنچی ہی اور مقبول ہوئی ہی تو اس وقت بھی اس کے ہوا فقی سجدہ ہو سکیگا اور اگر مظاہر کی تید میں بھٹکے تنزیہ کے مقام کو نہیں پہنچی ہی تو اس وقت بھی اسے اس مقام پر توجہ ممکن نہ ہوگا اس واسطے کہ وہ وقت نئی بات حاصل کر نیکا نہیں ہے بلکہ پہلے حاصل کی ہو چکی چیزوں کے آثار کے ظہور کا وقت ہی اور بس اور ابوسعید خدری

رحمۃ اللہ علیہ نے اس مقام پر کہا ہے کہ سَاقِ الشَّيْءِ أَصْلُهُ الَّذِي قَوَّامُهُ كَسَاقِ الشَّجَرَةِ وَسَاقُ الْإِنْسَانِ مُنْعَى الْإِيْدَةِ يَوْمَ يُظْهَرُ حَقُّ الْأَشْيَاءِ وَأَصُولُهَا الَّتِي كَانَتْ مُثْبِتَةً عَلَيْهِ فَيَتَبَيَّنُ عِبَادَتُهُمْ الَّتِي كَانَتْ عَلَى غَيْرِ أَصْلٍ عَنْ عِبَادَةِ الْمُؤْمِنِ الَّتِي كَانَتْ عَلَى صَحِيحٍ يَبْنِي سَاقُ هَرٍ
چیز کی اس چیز کی جڑ کہتے ہیں جس کے سبب سے اس چیز کا قیام اور ٹھہراؤ ہوتا ہے جیسے تنہ درخت کا اور
پنڈی آدمی کی بس آیت کے معنی یوں ہونگے کہ جس دن ظاہر کی جاوے گی ہر چیز کی حقیقت اور اس کی اصل
جس کے سبب سے وہ چیز ثابت تھی پس خدا ہو جائیگی ان لوگوں کی عبادت جو غیر اصل پر تھی ایمان داروں کی عبادت
جو ثابت تھی اصل صحیح پر کیے جڑ پر اور جب اس دن لانے کی وجہ معلوم ہوئی کہ امتحان اور آزمائش منظور
نہ تکلیف تو ابو سلم اصغہانی کا بعید جاننا اس بات کا زایل اور دور ہو گیا جس جگہ پر اس نے کہا ہے لَا يَكُ
إِنَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَيْسَ فِيهِ تَعَبٌ وَتَكْلِيفٌ فَأَلَمْ يَرَأَ زَمَانَ الْهَرَمِ وَالشَّيْخُوخَةِ يَبْنِي مَشْكُورُونَ
قیامت کا نہیں ہے اس میں عبادت کرنا اور نہ تکلیف پس مراد اس دن سے بڑھاپے اور موت کے قریب کا زمانہ ہے
نقطہ حاصل کلام کا یہ ہے کہ ہر صورت سے یہ لوگ بھی سجدہ کا قصد کریں گے فَلَا يَسْتَطِيعُونَ پھر ہرگز نہ کر سکیں
سجدہ اس واسطے کہ ان کی پیٹھ ایک تخت ہو جائے گی بھر جھکنا اور سہ کو نیچا کرنا اسے نہ ہو سکے گا چنانچہ صحیح
بخاری میں ابو یوسف خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے آیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہمارا پروردگار ایک ساق ظاہر کریگا اور ہر ایک یا خدا
مرد ہو یا عورت سجدہ میں گر پڑے گی اور جو شخص دنیا میں دکھلانے یا سنانے کے واسطے سجدہ کرتا تھا وہ بھی
قصد کرے گا کہ سجدہ کرے لیکن اس کی پیٹھ ایک تانبے کے تخت کے مانند ہو جائے گی کہ اس کا ٹیڑھا ہونا ممکن نہ ہوگا
اور صحیح مسلم میں آیا ہے کہ اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم لوگ قیامت کے دن
پروردگار کو دیکھنے کے لیے فرمایا کہ مان بے شبہ اور بے پردے جیسے بے بدنی کا آفتاب اور چودھویں رات کا چاند
بدون مزاحمت اور ممانعت کے دیکھو گے اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے ایک فرشتہ بخاریگا کہ جو شخص دنیا میں
جس کی عبادت کرتا تھا اس کے ساتھ جاوے اور بت اور درخت اور جو چیز کہ دنیا میں پوجی گئی ہے ان کو وہاں حاضر
کرے گی بت پرست بتوں کے ساتھ اور درخت پوجنے والے درخت کے ساتھ اور چاند سورج پوجنے والے چاند سورج کے ساتھ

جائینگے اور جو لوگ محض حق تعالیٰ کو پوجتے تھے وہ رہجائینگے پھر ایک آواز ہوگی کہ یہود کو پوجتے تھے وہ کھینکے
کہ ہم عزیز کو جو خدا کا بیٹا تھا پوجتے تھے حکم ہوگا کہ تم جھوٹے کہتے ہو حق تعالیٰ جو ردائے کہ نہیں رکھتا مگر تم کہو کہ تمہاری غرض
اسوقت کیا ہی عرض کریں گے کہ ہم پیاسے ہیں کوئی قطرہ پانی کا ہم کو ملے حکم ہوگا کہ جاؤ اور پانی پو اور دوزخ کو
انکلی انگوٹھیں ریگ روان کر کے یعنی ریت کا میدان جس میں دور سے پانی کا دھوکھا ہوتا ہی دکھلائیے اور
ایک فرشتہ حضرت عزیر علیہ السلام کی شکل کا انکے ساتھ ہوگا وہ ان کو رے کے دوزخ میں جا ڈالے گا اور
اسی طرح نصاریٰ کے ساتھ کیا جائیگا اور ایک فرشتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل کا انکے ساتھ ہو کے انکو بھی انکے
ٹھکانے پر پہنچا دے گا پھر جب خالص موحد رہجائیے تو پھر آواز ہوگی کہ تم کو کس کا انتظار ہی اور کس کے ساتھ جاؤ
تب یہ عرض کریں گے کہ یا اے ہی ہم دنیا میں طرح طرح کے احتیاج رکھتے تھے اور تم قسم قسم کے تعلق لیکن باوجود محتاجی
کے ہم نے مشرکوں سے موافقت نہ کی اور ان کے ساتھ نہ ہوئے اب ہکو کو واسطے ان کے ساتھ کا حکم ہوتا ہی پھر اس طرف
سے ایک صورت ظاہر ہوگی اور کہے گی کہ میں تمہارا پروردگار ہوں یہ عرض کریں گے کہ ہم ہرگز حق تعالیٰ کے تھا
کسی کو شریک نہ کریں گے اس صورت سے ہکو کچھ غرض نہیں ہی جب ہمارا پروردگار پردہ اٹھا دے گا اور ظاہر
ہوگا تو ہم اسکو پہچان لیں گے تب حکم ہوگا کہ تم کچھ علامت اور نشان اپنے پروردگار کا اپنے پاس رکھتے ہو کہ اس
علامت سے اسکو پہچان لو گے یہ عرض کریں گے کہ ہاں تب اسوقت ایک ساق یعنی پٹلی ظاہر ہوگی اسکو دیکھتے
ہی جتنے ایماندار موحد ہیں سب جدیدین گر پڑیں گے اور کہیں گے کہ اب ہم راضی ہوئے تو ہی ہمارا پروردگار ہی اوج
لوگ دلیمن ایمان نہ رکھتے تھے وہ بھی سجدہ کا قصد کریں گے لیکن ان کی پیٹھ تلے کے تختے کے مانند سخت ہو جائیگی
اور سجدہ ان کے کی طرح نہ ہو سکے گا اس حدیث کی تمام ہیئت ہی لیکن اس مقام کے مناسب اتنا ہی ہی
اور جب سجدہ ان سے نہ ہو سکے گا تو یہ سجدہ کا ہونا ان کے عبادت کے باطل ہونے کی دلیل ہوگی پھر باوجود اس
ساق نورانی حکمتی ہوئی کی طرف دیکھ بھی لیں گے اس واسطے کہ ان کی عقلی نظر کا توجہ مظاہر کی تہذیب میں پس
را تھا تشریہ صرف کے مقام کو نہ پہنچا تھا اس واسطے خَاشِعَةً أَبْصَارُهُمْ جو نہ بھلا جائیگی ان کی آنکھیں
اس کے اس تہذیب کی طرف دیکھیں بلکہ تَهْقِطُ ذِكْرَهُ ان کے ذہن کو سر سے قدم تک ذلت اور
رسوائی اس واسطے کہ انھوں نے بھی مظاہر کی عبادت میں حق تعالیٰ کی ذات پاک کو ذلیل کیا تھا اور

ظہور کو اپنے شرکوں میں حقیقی محال حق تعالیٰ کا جانا تھا اور حال یہ کہ مظاہر حقیقیہ کی طرح کے ہوں ناقص اور ذلیل
ہیں اور اسے سجدہ نہ ہو سکتا اس وقت میں ان کی پیدائشی استعداد کے باطل ہونے کی دلیل ہے کہ حقیقی الٰہی عبادت کو
چھوڑ کر اس کی انکار کر کے اس استعداد کو برباد اور خراب کیا وَقَدْ كَانُوا اور تحقیق یہ بھی دنیا میں يَدْعُونَ
إِلَى السُّجُودِ بلاتے جاتے خاص حق تعالیٰ کی عبادت کے واسطے وَهُمْ سَائِلُونَ اور اس وقت میں یہہ سالم
تھے استعداد سے اور صحیح الفطرۃ تھے اگر اس وقت حقیقی الٰہی خالص عبادت کے خوگر ہوتے تو انکو اس طرح کا تغیر اور
متبدل ظاہر نہ ہوتا اور جب ثابت ہوا کہ یہ کافر واسطے تم کو مجنون کہتے ہیں کہ تم ان سے قیامت کے عذاب کی بات
کہتے ہو اور وہ بات انکی عقل ناقص میں نہیں آتی اسکو اپنی عقل ناقص سے بعید جانتے ہیں اور یہ بھی ہی کہ تم انکو
سناتے ہو اور اسکے مضمون کے بموجب خالص اللہ تعالیٰ کی عبادت اور سجدہ کو حکم کرتے ہو اور مظاہر اور صورتوں کی
عبادت سے منع کرتے ہو سو یہ بات ان کی بوجہ میں نہیں آتی بلکہ اس موبہوم کے واسطے موجود کو چھوڑنا جانتے ہیں
ایسی لٹی بوجہ ہونا ان کے جنون کا نشان ہے فَذَرْنِي وَمَنْ يُكَذِّبْ لہذا اَلْحَدِيثَ سو چھوڑ دے مجھ کو اور
ان کو جو اس بات کو جھٹلاتا ہے اس واسطے کہ یہ بات ہمارے ہی نہ تمہاری سو تم ان کے عذاب کے جلدی کی دعا
مت مانگو اور بخیر صحت ہو سکتے تھے يَحْمِلُ قَرِيبٌ ہی کہ ان کو آہستہ آہستہ ہم کھینچتے ہیں بڑی گراہی میں
گرفتار کر کے تاکہ ان کی فاسد استعداد کا پیمانہ برباد ہو جاوے اور سخت عذاب کے مستحق ہو جاوے مِنْ حَيْثُ لَا
يَعْلَمُونَ اس طرح کہ ان کو معلوم نہ ہوگا کہ یہ لہ کر ہی کی ہے اور انتہا درجے کے عذاب کی حد کو پہنچاتی ہے بلکہ اپنے خیال میں
اس لہ کو ہدایت اور بہتر ہی جانیں بلکہ اجر اور ثواب اس میں سمجھیں وَأَمَلِي لہم اور ہمت اور ڈھیل لے گئے ہم انکو
اور فی الفور مواخذہ کر نیے تاکہ یہ دھوکا کھا دیں کہ اگر ہم گراہی اور برائی پر ہوتے تو حق تعالیٰ ہمو فر صحت نہ دیتا اور
جھٹ پٹ پکڑتا اس واسطے کہ ان سے ہم کو فریب منظور ہے إِنْ كُنْتُمْ فِي مَيْتَانِ بے شک ہمارا کملا وزد او بہت مضبوط
اور محکم ہے ہرگز کسی کو اسکی خبر نہیں ہوتی اس واسطے کہ دوسرے کے کر کو دریافت کرنا اس سبب ہوتا ہے کہ اپنے منکر
سے ایک دریافت کر نیکی قوت کو فریب دیتے ہیں اور دوسری قوت اپنے حال پر رہتی ہے تو اس کر کا انجام
پہچان لیتے ہیں اور ہمارا کمرا یہ ہوتا ہے کہ جتنے قوتیں دریافت کر نیکی میں سب کو گھیرے ہو ہوتا ہے اور خدا کر
اور آگاہی اس میں بالکل نیست اور نابود ہوتی ہے کسی قوت سے اسکا انجام معلوم نہیں ہو سکتا إِلَّا أَنْزَلْنَاهُ

ایں مضبوط اور پکا ہوتا تو ان لوگوں پر تمھاری خوبی اور تمھارے احسان جو ان پر ہیں کیونکہ ظاہر ہوتے جیسے نیک نصیحت کرنا اور ایسے فائدہ کے علم پہنچانا اور تمھارے جھٹلانے اور انکار میں کیونکہ دم بدم زیادہ ہونے جاتا اَمْ تَقَالُ اَمْ اَجْرًا کیا تو اسے مانگتا ہے کچھ مزدوری اس نصیحت کرنے اور فائدہ کے علم پہنچانے پر فَلَقُمُ مِّنْ مَّعْقُوْرٍ مَّنْقُوْرٍ پھر یہ اسٹنڈ میں مزدوری دینگے دے جاتے ہیں اس واسطے سے کہتے نہیں اور فائدہ نہیں لیتے اَمْ عِنْدَهُمْ کیا ان کے پاس ہے الْغَيْبُ غیب کا علم چپتے کشف کے طور پر حتمیٰ کے چھپے حکم اور آخرت میں نفع اور ضرر دینے والی چیزیں ان کو معلوم ہوتی ہیں فَلَهُمْ يَكْتُوبُوْنَ پھر وہ اس اپنے معلومات اور کشفات کو لکھتے ہیں اور اس کشفی علم کو کھلی عبارت سے بیان کر سکتے ہیں تاکہ اپنے متوسلون اور اپنے پس ماند و نکلوسی اس علم سے فائدہ پہنچا دیں اور تمھارے پرواہ میں تیرے احسان کا جو کچھ اس واسطے اٹھا دینا سوجب ان دونوں باتوں سے ایک بھی نہیں پائی جاتی ہے تو جان لے کہ یہ ان کا جھٹلانے اور انکار کرنے پر اصرار اور ہٹ کر ناقص حتمیٰ کے مکر اور داؤ کی نشانی ہے جو ان کو بات میں تامل کرنے اور بوجھنے نہیں دیتا اور کسی طرح سے حق بات لے کے ذہن میں آنے نہیں دیتا فَاَصْبَحَ يَبْخَرُ پھر صبر کر ان کی ایذا پر اور اپنے پروردگار کے حکم کا غنظرہ دیکھ کہ اسے کیا معاملہ کرتا ہے کس کو انہیں سے اس عذاب کی تاخیر میں شرمندگی اور توبہ اور حق کی طرف رجوع ہونے سے سرفراز کرتا ہے اور کس کو اس تاخیر کے سبب براہیوں اور شرارت میں انتہا دیکھو پہنچا کے مگر ابھی اور بے نصیبی کے دریا میں ڈبو رہا ہے وَلَا تَكُنْ مِّنْ كَاٰفِرِيْنَ كَهٰذَا جِئْنَا لَمُوقٍ اور ہوا سن بغیر کے مانند جو مچھلی کے پیٹ میں قید ہوا اور حتمیٰ کے حکم کی انتظار نکلی اور غیرت الہی کے غلبے سے اپنی قوم پر عذاب طلب کرنے میں جلدی اور شتابانی کی توجہ سے پھر حضرت یونس بن متی علیہ السلام تھے اور ان کا قصہ اس طور سے ہی کہانے زمانے میں اولوالامر پیغمبر نبی اسرائیل میں حضرت شعیبا علیہ السلام تھے اور خدیو بادشاہ اس وقت کا انکا مطیع اور تابعدار تھا اور ان دونوں نبی اسرائیل فلسطین اور اردن میں جو شام کے ملک میں بہت بہتر بتیان میں رہتے تھے اتفاق سے یمنوا اور موصل کے لوگ جو عراقی اور شام کے درمیان میں بتیان میں نبی اسرائیل پر چڑھ آئے اور انکا مال اور اسباب لوٹ لے گئے اور آدمی بھی بہت لے کر لے گئے خدیو بادشاہ نے یہ ماجرا حضرت شعیبا علیہ السلام عرض کیا اور کہا کہ

حضرت یونس بن متی علیہ السلام

نبدیوں کے چھڑا نیکی کیا تدبیر کیا چاہئے اس واسطے کہ جب تک ہمارے قیدی وہاں سے چھوٹ کر نہ آویں گے تب تک ہم سے فوج کے زور سے انکی اس زیادتی کی تدبیر کچھ نہیں ہو سکتی ہی حضرت ثعیا علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری مملکت میں پانچ آدمی پیغمبر ہیں ایک کو ان میں سے ان لوگوں پاس بھیجو تاکہ وہ لوگ اسکے سمجھانے اور نصیحت کرنے سے راہ پر آجائیں اور تمہارے قیدیوں کو چھوڑ دیں حد قبیلے عرض کی کہ آپ ہی ان میں سے ایک کا نام مقرر کر دیجئے تاکہ میں ان کو روانہ کروں حضرت ثعیا نے فرمایا کہ یونس بن متی کو اس کام کی واسطے مقرر کرو کہ وہ سخت کشتی اور امانت دار آدمی ہیں اور حقیقت لگی درگاہ میں اُنکا بڑا مرتبہ ہی اور اس زمانے کے پیغمبر نے عبادت اور ریاضت کی زیادتی میں بھی متاثر ہیں اگر وہ ان کے لوگ ان کی نصیحت نہ مانگے تو ہو سکتا ہے کہ وہ بڑے بڑے معجزے اور غیبی کوششیں ان کو دکھلا کے راہ پر لاویں گے بادشاہ وہاں سے اٹھا اور حضرت یونس علیہ السلام کو اس کے گھر سے بلوایا اور کہا کہ اس کام کے واسطے آپ تشریف لیجائے حضرت یونس علیہ السلام نے کہا کہ اگر حضرت ثعیا علیہ السلام نے حکم الہی کے بموجب مجھ کو مقرر کیا ہے تو مجھ کو جانا ضرور ہے اور اگر ایسا نہیں تو اس جانے میں میری اوقات میں خلل پڑیگا اور میں بے چین ہو نگا بادشاہ نے کہا کہ تمہارا مقرر کرنا حتمی کی وحی کے بموجب نہیں ہے لیکن حضرت ثعیا علیہ السلام نے اسی طرح فرمایا ہے سو آپ کو جانا اس طرف ضرور ہے حضرت یونس علیہ السلام بخید ہو کر تینوں کی طرف روانہ ہوئے اور اپنے گھروں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا پھر اس شہر میں پہنچ کر پہلے وہاں کے بادشاہ سے ملاقات کی اور اس سے کہا کہ حق تعالیٰ نے مجھے تیری طرف بھیجا ہے کہ بنی اسرائیل کو قید سے چھوڑ دے اور بنی اسرائیل سے ہرگز دشمنی مت کر اسے کہا کہ اگر تم اس بات میں سچے ہوتے تو حق تعالیٰ ہکو اتنی قدرت کہ واسطے دینا کہ تم تمہارے ملک پر چڑھ جاتے اور جو رولر کے پکڑ کے لاتے کیا اس وقت حتمی کی کو اتنی قدرت نہ تھی کہ بنی اسرائیل کی حمایت کرتا اور ہکو منع کرتا جواب تم کو بھیجا ہے عرض کہ حضرت یونس علیہ السلام تین روز تک اسکے دربار میں بیٹھتے جاتے رہے لیکن اسے ہرگز انکی بات نہ مانی تب انکو غصہ آیا اور حقیقت لگی درگاہ میں عرض کی کہ یا الہی یہ لوگ میری بات نہیں سنتے اور میری نصیحت نہیں مانتے اور بنی اسرائیل کو قید سے نہیں چھوڑنے حتمی کی طرف سے وحی آئی کہ انکو ہمارے عذاب سے ڈراؤ اگر تمہاری بات کو نہ مانیں اور ایمان نہ لاویں گے تو ان پر ہمارا عذاب آویگا حضرت

یونس علیہ السلام اس شہر کے تمام کوچے اور بازار میں پھرے اور کہا کہ تم کو خبر کئے دیتے ہیں تم لوگ اپنے بادشاہ کو بہر خیر پہنچاؤ کہ اگر میری بات مانگیا اور میرے کہے پر ایمان نہ لاویگا تو حق تعالیٰ کا عذاب آپر آویگا لوگوں نے کہا کہ کچھ مدت مقرر کرو ورنہ میں نے فرمایا کہ چالیس دن کا ہمارے تمہارے درمیان قرار ہے اگر تم اس چالیس دن میں ایمان لاؤ تو بہتر ہے اور نہیں تو سب ہلاک ہو گئے آخر ہوتے ہوئے یہ بات پھیلی اور بادشاہ اور اسکے مصاحبوں نے ہنسی اور مسخری شروع کی اور کہنے لگے کہ یہ فقیر دیوانہ ہے ایک بات اسکے جی پر بیٹھ گئی ہے اور حضرت یونس علیہ السلام نے حق تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کیا کہ یا اہی مین نے اسے چالیس دن کا وعدہ کیا ہے اس وعدہ کو میرے سچا کر اور نہیں تو میں دلیل ہونگا اور مجھ کو مار ڈالینگے اس واسطے کہ ان لوگوں کی حادث ہی تھی کہ جو شخص اس طرح کا جھوٹ بولے اس کو مار ڈالتے تھے حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ تم نے اس واسطے ایسی جلدی کی اور چالیس دن کا وعدہ کیا ابھی تم کو چاہئے صبر کرنا کہ تقدیر میں انکا ایمان لکھا ہے آخر کو راہ پر آؤینگے اور ایمان لاؤینگے حضرت یونس علیہ السلام کو اس بات کا بڑا رنج ہوا اور جب ایک مہینہ اس حدیث سے گزرا تب حضرت یونس علیہ السلام اس شہر سے مع اپنے گھروالوں نکلے کل کے بارہ کو اس شہر سے دور جا کر ڈیرہ کیا تاکہ دیکھیں اس کا انجام کیا ہوتا ہے اور ہمیشہ اس دعا میں رہتے تھے کہ یا اہی مین وعدہ میرا سچا کر اور نہیں تو میں خیف اور ذلیل ہوں گا آخر جب تیس دن ہوئے اور صبح کو جو لوگ اُٹھے تو دیکھا کہ کچھ علامت عذاب کی شروع ہو سکتی اور دھواں اور آگ آسمان سے برستا ہے اور دھواں اور آگ گھروں کے کوٹھن کی چھت کے قریب پہنچا بادشاہ اور اسکے تمام ارکان دولت گھبرا کر باہر نکلے اور کہا کہ اس فقیر کو درمی والیکو ڈھونڈو دیکھو کھان گیا جلدی اس کو لاؤ تاکہ اسکے ماتھے پر ہم توبہ کرین اور جتنے قیدی ہیں سب اس کو سپرد کریں اور شہر کے دروازہ کو بند کیا اور ہر گلی اور کوچے اور گھروں میں ڈھونڈنا شروع کیا کہیں انکا پتا پنا یا لاچار ہو کے سب نئے سرے سے پانوں میدان میں نکلے اور بچوں کو انکی ماؤں سے جدا کیا اور گلے بکری کے بھی بچوں کو ان کی ماؤں سے جدا کیا اور سب نے اپنا اپنا گریبان چاک کیا اور سر کو مسجد میں رکھا اور رونا اور پشیمان اور فریاد اور عاجزی کرنا شروع کیا اور جناب الہی میں عرض کیا کہ مجھے کفر سے توبہ کی اور حضرت یونس جو تیرے بھیجے ہوئے ہیں انکے قول پر ہم ایمان لائے اور قصد مصمم ہے کیا اور دل پر ٹھاننا کہ جتنے بنی اسرائیل کے قیدی ہیں ان سب کو حضرت یونس علیہ السلام کے حوالے کرینگے حق تعالیٰ نے انکے گریہ و زاری پر رحم کیا اور عصر کو وقت اس

خدا نے اپنے اٹھالیا اور ہوا صاف ہو گئی اور یہ قصہ عاشورہ کے دن یعنی محرم کی دسویں تاریخ کو ہونا تھا اس صاب کے دفع ہو نیکی بعد بادشاہ اور سب ارکان اور برہمچاریا خوش ہونے کے شہر میں داخل ہوئے اور ہر کار و نکو اور جاسوس کو چاروں طرف ڈرایا تاکہ خبر حضرت یونس علیہ السلام کی لاوین بلکہ بادشاہ نے اپنی زبان سے یہ بھی کہا کہ جو شخص حضرت یونس علیہ السلام کی خبر میرے پاس لائے گا اس کو ایک روز اس کے تخت پر بیٹھ کے سب حکم اس کے اختیار میں دوں تاکہ اس دن جو کچھ چاہے مال اور اسباب اور کارخانے میں سے لے لے بہت لوگ اس طمع پر ہر طرف دوڑے اور حضرت یونس علیہ السلام کو بھی گنواروں کی زبانی یہ خبر معلوم ہوئی تھی کہ ہمارے قوم سے عذاب اٹھ گیا اور دے لوگ تم کو ڈھونڈتے پھرتے ہیں سے عذاب کے پھر جانے کی خبر سننے بہت رنجیدہ ہوئے اور جانا کہ میں اپنی قوم میں جھوٹا ہوا اپنے پاس کیا منہ لیکے جاؤں اس واسطے کہ میرا وعدہ سچا ہوا اور اگر حضرت شعیب علیہ السلام اور بنی اسرائیل کے پاس جاؤں تو بھی خفیہ ہو گا اس واسطے کہ مجھے کچھ کام بن نہ آیا یہ سوچ کے ان دونوں طرفوں کا ارادہ موقوف کیا اور جو اس امر سے بہت متوجہ حاصل ہوا تھا بدو ان انتظار و حیرت اور بغیر اجازت الہی کے روم کی طرف چل کھڑے ہوئے اور حق تعالیٰ کے عتاب میں گرفتار ہوئے اب یہاں سے ان کے ساتھ دوسری طور کا معاملہ عتاب آمیز شروع ہوا پہلے ان کے نوکر اور خادم اور رفیق اسے علیحدہ ہوئے سوائے ایک بی بی اور دو بچے کو سوائے ان کے ساتھ نہ رہا ایک بچے کو اپنے کندھے پر اور دوسرے کو بی بی کے کندھے سوار کر کے منزل بمنزل راہ طحی کرنا شروع کیا ایک روز راہ کے درمیان میں ایک درخت کے نیچے سائے میں ٹھہرے اور آپ اپنی بی بی اور دونوں بچوں کو وہاں ٹھہرا کر جنگل کی طرف پانچا نہ کر گئے اتفاق سے اس وقت وہاں بادشاہ کے بیٹے کی سواری جو شکار کے واسطے گیا تھا اس طرف درخت کے قریب ہو کے نکلی شاہزادینے دیکھا کہ ایک عورت جو ان نہایت خوبصورت و دھچکوں کو لے بیٹھی ہے اپنے ساتھ کے لوگوں سے کہا کہ اس عورت کو لے آؤ ان بی بی نے کتنا ہی شور اور غل کیا اور کہا کہ میں ایک شخص نیکیجت کی جو پیغمبر ہے خدا کا اس کی جود ہوں مجھ کو مت لیجاؤ لیکن شہزادینے شراب کی مستی اور جوانی کے نشے میں کچھ نہ سنا اور اپنے ساتھ اپنے مکان پر لے گیا حضرت یونس علیہ السلام جو پانچا نہ سے فراغت کر کے آئے دیکھا کہ بی بی نہیں ہیں لڑکوں سے پوچھا انھوں نے جو کچھ گزرا تھا سب کہہ سنایا آپ نے دریافت

کیا کہ درگاہ الہی سے عتاب کا معاملہ شروع ہوا لاچار دو لون بچوں کو ساتھ لیکر چلے اور نوبت بنوبت
 ایک کے بعد ایک کو کندھے پر چڑھانے اتارتے لیچلے راہ میں ایک نالہ بہتا ہوا ملا ایک بچہ کو کنارے پر
 چھوڑا اور دوسرے کو کندھے پر چڑھا کر چاہا کہ پار آتا رہا آون جو وقت اس نالے کے پھینک دینے سے اتفاق سے
 کنارے پر ایک بھڑیا آیا اور بچے کو اٹھا لے گیا آپ گھر آکر لوتے تاکہ بھڑیے سے اس بچہ کو چھڑا دین اس گھبراہٹ
 میں دوسرا بچہ جو آپ کے کندھے پر تھا پانی میں گر پڑا اور زور سے پانی کی ریل جو آئی تو اس کو بھی بہا لے گئی
 آپ نے کتنی ہی کوشش کی لیکن نہ ہم ہاتھ آیا نہ وہ لاچار مایوس ہو کے آپ اکیلے تنہا روانہ ہوئے اور دیکھا
 روم کے کنارے پر جا پہنچے دیکھا کہ ایک جہاز پر سوداگروں نے اپنا مال چڑھایا ہی اور لنگر اٹھا کر روانہ ہوا چاہتے
 ہیں اپنے اُنسے کہا کہ میں بھی فقیر ہوں اگر بد و ن نول لئے تم سے ہو سکے تو جھکو بھی جہاز پر چڑھا لو نا خدا اور
 سوداگروں نے کہا کہ تم ہمارے سر اور آنکھوں پر بیٹھو تمہارے قدم کی برکت سے حق تعالیٰ ہمارا بھی بڑھاپا
 کرے گا اور ہمارا جہاز سلامتی سے پہنچے گا اس واسطے کہ تم بہت نیکی منت معلوم ہوئے ہو اور تمہارا چہرہ بہت
 نورانی ہی غرض کہ آپ کو سوار کر کے روانہ ہوئے جب بیچ دریا کے جہاز پہنچا یکا یک ایک بڑا طوفان اٹھا او
 موجیں آنا شروع ہوئیں اور جہاز ٹھہر گیا کتنی ہی تدبیر چلنے کی کین لیکن جہاز آگے نہیں بڑھتا تھا معلم اور نا خدا
 وغیرہ نے آپ میں شورہ کیا کہ جہاز کے نہ چلنے کی کیا وجہ ہے عمر بھر لیا معاملہ نہیں دیکھا کہ طوفان میں جہاز
 تھم جائے پھر نا خدا نے کہا میں نے کئی بار تجربہ کیا ہی کہ اگر کسی کا غلام بے اپنی مالک کی رضا کے بھاگے کشتی یا
 جہاز میں سوار ہوتا ہی تو اسی قسم کا معاملہ درپیش ہوتا ہی جہاز میں سب سے بڑا کر کہہ دو کہ جو کوئی اپنے مالک
 سے بھاگ کر آیا ہو تو صاف کہہ دے کہ اس کے ہاتھ پانوں باندھ کر ہم دریا میں ڈال دین تاکہ اور سب جہازوں کو
 جان بچے ایک کی ہلاکی سے اگر صد ہا آدمیوں کی جان بچے تو کچھ مصلحت نہیں پھر جب جہاز میں آواز دی تو حضرت
 یونس علیہ السلام بوجھ کر وہ غلام بھاگا ہوا میں ہوں کہ بد و ن حکم حق تعالیٰ کے جاتا ہوں پھر جہاز والوں سے
 کہا کہ وہ غلام میں ہوں کہ اپنے مالک سے بھاگا ہوا جاتا ہوں میرے ہاتھ پانوں باندھ کے دریا میں ڈال دو تاکہ سب
 جہاز والوں کی جان بچے اور پس بلا سے نجات پائیں نا خدا اور دوسرے تاجروں نے کہا سبحان اللہ اب بڑا
 لحان ہم لوگ ہرگز آپ کی طرف نہیں کر سکتے آپ بزرگ ہیں اپنی بزرگی سے یہ بات فرماتے ہیں تاکہ ہم لوگ بھی

عوض آپ اپنی جان دین سو یہ حرکت ہے ہرگز فونیوالی ہی ہم ایک اور تدبیر کرتے ہیں یعنی قرعہ ڈالتے ہیں دیکھیں اس کے نام پر نکلتا ہے پھر قرعہ ڈالا حضرت یونس علیہ السلام کے نام پر نکلا سب نے کہا کہ اس قرعہ نے خطا کی ہے بزرگ اس لایق نہیں کہ اس قسم کا برا کمان ان کی طرف کیا جائے پھر دوسرے مرتبے قرعہ ڈالا پھر آپ ہی کے نام پر نکلا پھر تیسرے مرتبے ڈالا پھر بھی آپ ہی کے نام پر نکلا آخر جہاز والے لاچار ہو کر آپ کو دریا میں ڈال دیا آپ کے گرنے کے ساتھ ہی جہاز چل نکلا اتفاق سے دریا میں وہاں ایک ٹھکانہ مچھلی جو کھی لقمے کے انتظار میں تھی جھپٹی جو میں آپ دریا میں گرنے وہیں وہ مچھلی آپ کو نگل گئی لیکن آپ کو منہ کے اندر لیتے ہی حق تعالیٰ کا حکم اس مچھلی کو پہنچا کہ خبردار ہو جا اس شخص کو تیری غذا کے واسطے بننے تیرے پیٹ میں داخل نہیں کیا ہی بلکہ تیرے پیٹ کو اس کا قید خانہ مقرر کیا ہی خبردار ایک بال برابر نقصان اس شخص کو نہ پہنچے پھر وہ مچھلی آپ کو اپنے پیٹ میں لئے ہوئے دریا کی سیر کرتی پھرتی تھی یہاں تک کہ روم کے دریا سے بطایح میں پہنچی پھر وہاں سے دجلہ میں آئی اس وقت اس مچھلی کو حکم ہوا کہ اب اس قید کو دجلہ کے اس کنارے پر جو شام کی طرف ہے اگل ڈال اس مچھلی نے چالیس دن کے بعد آپ کو اس کنارے پر اگل دیا اور خلاصی کا سبب یہ ہوا کہ جب حضرت یونس علیہ السلام اس مچھلی کے پیٹ میں قید ہوئے آپ کا دم بند ہونے لگا آپ نے جانا کہ اب دم آخر ہے تھکی یا دین اس کو گذارے یہ تیسج آپ نے شروع کی کہ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ یعنی کوئی حاکم نہیں سوائے تیرے تو بے عیب ہی مقرر میں تھا گنہگاروں سے حق تعالیٰ کو یہ انکا اقرار کرنا پسند آیا اور انکو اپنی رحمت سے سرفراز کیا یعنی مچھلی کے پیٹ سے جو آپ نکلے تو آپ کا بدن اس طرح کا نرم ہو گیا تھا کہ کھٹی یا چھتر کے بیٹھنے کی تاب آپ کو تھی حق تعالیٰ نے اسی وقت ایک جھاڑ کدو کا اگایا اسکی یون آپ کے تمام بدن پر اس طور سے لپٹی کہ اس کے پتون نے پوشاک کے طور پر آپ کے تمام بدن کو ڈھانک لیا اور جو اتنی طاقت آپ میں تھی کہ اٹھ کر کھانے کی تلاش کریں حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ملہ سے ایک ہرنی کو حکم فرمایا کہ اپنی چھاتی آپ کے منہ میں دیکر کھڑی رہے یہاں تک کہ وہ دودھ آسودہ ہو جائیں صبح اور شام کو وہ ہرنی آپ کے پاس آتی اور اپنے چھاتی آپ کے منہ میں دیکر کھڑی رہتی جب آپ سیر ہو جاتے چلی جاتی چالیس دن اس طور سے گزرے اور آپ کے بدن میں کچھ قوت آئی اور اٹھنے بیٹھنے کی طاقت ہوئی اور ہرنی کا دودھ دھالتے دنوں پینے کے سبب سے

آپ کا ضعف جاتا رہا پھر چالیس دن کے بعد اس ہرئی کو حکم ہوا کہ آج انکے پاس مت جا اور دودھ مت دے پھر جب وہ ہرئی نہ آئی تب آپ نے درگاہ الہی میں عرض کی کہ بار خدا یا آج ہرئی نہیں آئی حکم ہوا کہ اتنا عادت کا بدلنا مکلو اپنے واسطے اچھا نہ معلوم ہوا اور یہ ایک بڑی عادت کا خلاف چاہتے تھے کہ ایک ہی مرتبہ میں ہم اپنے بندے پالے ہوؤ کو مینیت اور نابود کر دیں آپ نے پھر توبہ اور استغفار کیا اور بہت شرمندہ ہو کر عرض کی کہ اب جو حکم ہو اس کو بجالاؤن ارشاد ہوا کہ پھر اپنی قوم میں جاؤ اور انہی میں رہو آپ وہاں سے روانہ ہوئے راستے میں ایک شہر ملا سین ایک کلال لینے مٹی کے برتن بنایا لیکو دیکھا کہ آوہ برتنوں کا بھرا ہوا چکا کر دست کر چکا ہی اور برتنوں کے نکالنے کے واسطے مستعد بیٹھا ہی حکم ہوا کہ اس کلال کے پاس جاؤ اور کہو کہ ایک بھاری لکڑی لیکر ان سب برتنوں کو پھوڑ ڈال پھر جواب دے وہ ہم سے عرض کرو حضرت یونس علیہ السلام اس کلال کے پاس گئے اور وہ بات کہی وہ کلال سنتے ہی غصے میں آیا اور کہا کہ عجب طرح کا تو دیوانہ آدمی ہی جو مجھ سے ایسی بات کہتا ہی کیا میں نے اسے واسطے اتنی محنت انکے بنائیں کھینچی تھی کہ لکڑی سے توڑ ڈالوں مجھ کو تو ان برتنوں سے بہت نفع لینا ہی حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کیا کہ یا الہی اس کلال نے ایسا جواب مجھ کو دیا پھر حکم ہوا کہ دیکھ کہ مٹی ہمنے پیدا کی اور پانی ہمنے پیدا کیا اور کلال کے ہاتھ بھی ہماری مخلوق سے ہیں پھر اس کلال نے اپنے ہاتھوں سے مٹی پانی ملا کر یہ شکل اور صورت برتنوں کی بنا کر تیار کی ہے اس پر اس قدر ان کو دوست اور عزیز رکھتا ہے کہ ان کو توڑ مہین سکتا بلکہ انکے توڑنے کو دشوار جانتا ہی اور تو چاہتا تھا کہ ایک لاکھ سے اوپر آدمیوں کو اپنی مخلوق سے ایک دم میں ہلاک کر ڈالیں پھر وہاں سے روانہ ہوئے راستے میں ایک باغ ملا نہایت سرسبز اس طرح کا پیغام اس باغ کے مالک سے حکم الہی کے بموجب کیا اور اسے بھی سخت جواب سنا پھر دوسرے شہر میں پہنچے وہاں ایک بہت عمدہ مکان دیکھا کہ وہاں کے کسی امیر نے بنایا تھا اسی قسم کا پیغام ارشاد الہی کے بموجب اس کے مالک سے بھی کیا اور اسے بھی زیادہ سخت جواب سنا جب حق تعالیٰ کا عتاب اس قسم کا بہت ہوا تب حضرت یونس نے نہایت گریہ و زاری حق تعالیٰ کی درگاہ میں کی اور اپنے گناہوں کی مغفرت چاہی پھر حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپ کو سرفراز کیا اور اپنا رسول کیا پھر ہر طرف سے رحمت اور مہربانی

نشانیان ظاہر ہونے لگیں یہاں تک کہ اس نامے پر جہان سے کچے دو لون نہچے جاتے رہے تھے پہنچے اس گانے کو لوگوں کو دیکھا کہ دونوں بچے ساتھ لئے کھڑے ہیں اسے حال پوچھا لوگوں نے کہا کہ ایک بزرگ ایدھر سے جاتے تھے انکا ایک بچہ پانی میں بہ گیا تھا سو ہمارے گانوں کے دھوبوں نے اس کو پانی سے نکالا اور انکا دوسرا بچہ کنارے بھیر یا اٹھا لیا تھا سو اس کو ہمارے گانوں کے چرواہوں نے بھیڑ سے زخمی چھڑا لیا تھا اسکی علاج کر کے اچھا کیا پھر ان دونوں بچوں کی ہم لوگ پرورش کرتے ہیں کہ اگر انکا باپ آوے تو اس کے حوالے کریں امین بچوں کی نگاہ ان پر پڑی اور انکو پہچانا اور کہا کہ ہمارا باپ ہی ہے غرض کہ ان لوگوں نے دونوں کو انکو آپ کے حوالے کیا اور آپ کو بخوبی تمام اس نامے کے بار آتا رہا آپ مقتول کا شکر ادا کر کے آگے بڑھے جب اس درخت کے قریب پہنچے جہان سے آپ کی بی بی سے مفارقت ہوئی تھی دیکھا کہ کچھ لوگ چوکی کے طور پر اس درخت کے نیچے بیٹھے ہیں آپ نے ان سے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو اور کس واسطے یہاں بیٹھے ہو ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے شہزادے کی سواری اکیروزادہ سے نکلی تھی کسی فقیر کی ایک عورت یہاں بیٹھی تھی اس عورت کو شاہزادہ زبردستی لے گیا اس روز سے آج تک پیٹ کے درد میں شاہزادہ مبتلا ہی بادشاہ نے یہ حال سن کر ہم لوگوں کو یہاں بیٹھا یا ہمارا کہ اگر ان بزرگ کا کبھی ایدھر سے پھر گزرے ہو تو انکو ہمارے پاس لے آؤ تاکہ شہزادے کی تصویر سے معاف کروا دیں اور ان کی عورت جو آج تک پردہ میں بہت احتیاط سے بیٹھی ہیں انکے حوالے کریں آپ نے فرمایا کہ وہ فقیر ہیں ان سے اس بات کے سنتے ہی وہ لوگ بہت خوش ہوئے اور آپ کو بڑی قدر اور منزلت سے بادشاہ کے پاس لیگئے بادشاہ بھی بہت تعظیم سے آپ سے دعا کی التجا کی حتمی نے آپ کی دعا سے اس شہزادے کو شفابخشی پھر بادشاہ نے آپ کی بی بی کو آپ کے حوالے کیا اور بہت کچھ مال اور اسباب آپ کی نذر کر کے آپ کو رخصت کیا پھر وہاں سے آگے چلے اور شہر نینوا اور موصل کی سرحد کے متصل پہنچے پھر ایک شخص کو آگے سے ان بستیوں کے لوگوں سے روانہ کیا تاکہ آپ کے آنے کی ان لوگوں کو خبر دے بادشاہ اور اسکے ارکان اور وہاں کے لوگ آپ کے آنے کی خبر سن کر بہت خوش ہوئے اور کئی منزل تک آپ کے لئے کو آئے اور نہایت تعظیم اور تکریم سے آپ کو شہر میں لے گئے اور مدت تک آپ کی تابعداری اور فرمانبرداری میں سرخوئی دونوں جہان کی حاصل کی یہاں تک

حضرت یونس علیہ السلام نے وہیں وفات پائی آج کل ہزار ہا نوآر آپ کا اسٹیشن ہرین مشہور ہے سو حقیقی
 اس آیت میں ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قوم کے واسطے عذاب طلب کرنے میں جلدی اور شتابی
 کرنے سے جو طرح حضرت یونس علیہ السلام سے ہوا تھا منع فرماتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ تم ایسا کام مت
 کرو اس واسطے کہ اس کا انجام اچھا نہیں ہے اور اس مچھلی ولے پیغمبر کا حال یاد کرو اِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ
 جب پکار اپنی قوم پر عذاب طلب کرنے کے واسطے درگاہ الہی میں اور اس وقت وہ غصے میں بھرتا اور غصے
 کے سبب سے اتنی جلدی کی کہ حقیقی کے حکم کی انتظار نہ کی آخر کو اس اپنی جلدی کی سزا پائی کہ مچھلی کے پیٹ
 میں قید ہوا اور پھر دو سو مرتبہ پکارا اپنے گناہ کے ظاہر کرنے اور قایل ہونے اور اپنی تقصیر و ن کی معافی طلب
 کرنے کے واسطے اس وقت میں بھی مکظوم تھا یعنی دم اسکا بند ہوا تھا اور عرب کی لغت میں مکظوم اس شخص کو کہتے
 ہیں جب کا دم غم یا غصے کی زیادتی کے سبب سے رک جاوے سو وہ پہلے مرتبہ کبھی انکا غصہ کھانا یہ پھل لایا کہ مچھلی کے پیٹ
 میں قید ہونا اور غم کھانا پڑا سو چاہئے کہ تم میں ایسی نفسانیت اور غصہ کی بوجہ نہ پائی جاوے تاکہ تمہارے حال
 میں کچھ بھی نقصان نہ پایا جاوے اس واسطے کہ اس جلدی کے سبب سے حضرت یونس قریب تھا کہ اس حال بڑی
 کے رتبے سے گر پڑیں اور حقیقی کے ہمیشہ کے عذاب اور عتاب کے سزاوار ہو جاوے استدر کہ کَوْلَا اَنْ تَدَّ اِلَیْ
 نِعْمَةٍ مِّنْ رَبِّهِ اِذَا تَدَارَكَ اِلَیْكَ حَالُكَ تَا بِعْنِ اِذَا تَدَارَكَ اِلَیْكَ حَالُكَ تَا بِعْنِ اِذَا تَدَارَكَ اِلَیْكَ حَالُكَ
 ذلت میں اس کے محالوں کے بانی رکھنے سے کُنْ بِدَالِ الْعَرَاوِ تَوَابَتْ مَحْشَاکَ لَیَّا تَحْشِلُ مِیْدَانِ مِّنْ یَّنِیْ اِیْسَیْ
 میں جان نہ بھاڑتا نہ گمانش سایہ نہ پانی وَهُوَ مَذْمُومٌ اور وہ بر حال سے تھا اور کسی طرح کی کرامت
 ان کے واسطے ظاہر نہ ہوتی نہ کہ وہ کے درخت لگنے سے اور نہ ہرن کے تابعدار ہونے سے لیکن حق تعالیٰ نے انکو سچا
 لیا اور یہ سب چیزیں موجود کر دیں اس مقام پر جانا چاہئے کہ تسبیح کا انر مچھلی کے پیٹ میں اسقدر تھا کہ
 اس قید سے خلاصی پائی چنانچہ سورہ صافات میں مذکور ہے فَاَوْفَا اَنَّهُ كَانَ مِنَ السَّجَّانِ لَلْبِیْ
 بَطْنِہِ اِلَیْ یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ یعنی پھر اگر نہ ہوتا یہ کہ وہ یاد کرتا پاک ذات کو تو رہتا اس کے پیٹ میں بدن
 نگ مر دے جیون اور مچھلی کے پیٹ سے نکلنے کے سوائے اور دوسری کرامتیں جیسے کہ وہ کے درخت کا
 آگنا اور ہرن کی مادہ کا تابع ہونا جو حضرت یونس علیہ السلام کے واسطے واقعہ اور ظاہر ہوں یہ حقیقی

کی ازلی عنایت فقط تھی کہ ان حکما کو جو انکو عنایت ہوئے تھے باقی رکھا اور اس ذلت اور گناہوں کی شامت سے اسے انلیا اور یہ بھی جان لیا چاہئے کہ مدار اس شرط اور جزا کا لینے والا ان تدارک کے الحاحی حال پر ہی یعنی وہومذموم اور لَنْبِدًا بِالْعَرَاءِ کو اس میں کچھ دخل نہیں ہے تو وہ آیت جو سورہ صافات میں ہے یعنی فَبَدَّلْنَا بِالْعَرَاءِ وَهْوَ سَقِيمٌ یعنی پھر ڈال دیا ہم نے اسکو پتھر میدان میں اور وہ بیمار تھا اس آیت کے مناقص اور خلاف نہوگی اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو عاجز اور کسی مصیبت میں پھنسا ہوا اس آیت کو پڑھتا ہے تو حق تعالیٰ اسکو اس رنج اور مصیبت سے نجات دیتا ہے اور مقبرہ شایخون سے بھی سند آئی ہے کہ ہر رنج اور مصیبت کے واسطے اس آیت کا پڑھنا تریاق مجرب ہے یعنی آزمودہ بات ہے کچھ شک اور شبہ نہیں اور اس آیت کے پڑھنے کا طریقہ دو طور سے ہے اول یہ کہ ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبے ایک طور اور شکل سے ایک جلسے یا تین جلسے میں پڑھنا اور دوسرا طور یہ کہ ایک شخص اکیلا اندھیرے گھر میں طہارت سے قبلہ کی طرف منہ کر کے بعد نماز عشاء کے بیٹھ کر تین سو مرتبے اس آیت کو پڑھے اور ایک پیالہ پانی سے بھرا ہوا اپنے پاس رکھے اور دم بدم اپنا ماتھہ اس پانی میں ڈال کر اپنے منہ اور بدن پر ملتا جاوے تین دن یا سات دن یا چالیس دن تک اسی طور اور ترتیب سے پڑھے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ دو کے سالن کو بہت دوست رکھتے تھے کہ ہی شَجَرَةَ آخِي يُونُسَ یعنی یہ جھاڑ ہمارے بجائی یونس کا ہے پھر جب حق تعالیٰ کی نعمت نے حضرت یونس علیہ السلام کو سنبھالا اور اس ذلت اور عتاب کے سبب سے انکے واسطے مرتبہ بلند حاصل ہوا فَاَجْتَبَاهُ رَبُّهُ پس پسند کیا اور نواز اسکو رب نے اپنی رسالت کے لئے جو اسطرح پہلے حضرت ثعلی علیہ السلام نے آپ کو اپنی رسالت کی واسطے پسند کیا تھا فَجَعَلَهُ مِنَ الصَّالِحِينَ پھر کر دیا اسکو نیکوئے اور اس منصب کی لیاقت والوں سے کہ اسام کو بخوبی سراخام دیا اور ایک لاکھ کئی ہزار آدمی انکے ماتھہ سے ایمان لائے اور پرہیزگاری کی دولت سے فیض یاب ہوئے اور پہلے اسکے اس رسالت کے منصب کی لیاقت نہ رکھتے تھے بلکہ بنی عبادت کرنے والے تھے اس غتاب اور خطاب کے بعد اس رسالت کے منصب کی لیاقت جسکی استعداد انکو تھی سواب ظاہر ہوئی اور جو یونس علیہ السلام کے قصے سے معلوم کیا تھے کہ کافر بھی اپنے مکر اور فریب سے رسولوں اور نبیوں سے بعضے کام میں جلوئی کر و سکتے ہیں

اور اللہ تعالیٰ کی ازلی عنایت کا طور

دے دیتے ہیں اور حق تعالیٰ کے عتاب میں گرفتار کر دیتے ہیں اور طعن اور تشنیع کا ایسا مصنوع باندھتے ہیں کہ انبیاء و ان کو بھی بشریت کے تقاضے سے غصہ آجاتا ہی اور حق تعالیٰ کے حکم کے انتظار نہ کر کے کوئی کام کر بیٹھے ہیں پھر اس کے سبب اپنے کمال کے درجے سے نیچے آجاتے ہیں تو تم کو چاہئے کہ اپنے قوم کے اس شمس کے مکر اور فریب سے ہوشیار ہو کہ یہ لوگ بھی اس کام میں بڑے استاد ہیں وَلَنْ يَكَادُ الَّذِينَ كَفَرُوا اور بیشک یہ کافر نیک اور درپہ ہیں لَنْ يَكُونُ بِأَبْصَارِهِمْ اس کے ڈگا دین تجھ کو صبر اور تحمل کے مقام سے اپنے گھور کھوڑ کھینے سے تاکہ تم غصے میں آؤ اور بیقرار ہو کے حقیقت سے ٹھہرے ہوئے وقت کے پہلے ان کے واسطے عذاب طلب کر بیٹھو اور یہ کافر مکر اور فریب نہیں کرتے ہیں مگر لَمَّا سَمِعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا سے ہیں اس قدر انکو کہ تمام حق تعالیٰ کے ذکر سے بھر اسوا ہی کوئی اسکی آیت حق تعالیٰ کے ذکر سے خالی نہیں ہی اور اس واسطے اس کلام کا نام ذکر ہوا تاکہ زیادہ تیرے غصے کا سبب ہو اور حقیقت کی اور اس کے ذکر کی محبت میں ایسے تو الجھ پڑے اس واسطے کہ آدمی اپنا عیب سن سکتا ہی لیکن اپنے محبوب کا عیب نہیں سن سکتا اور اپنی خمارت گوارا کر سکتا ہی مگر اپنے محبوب کی خمارت گوارا نہیں کر سکتا اور یہ کافر فقط اس گھوڑے اور آنکھ مارنے پر کفایت نہیں کرتے بلکہ زبان سے بھی ایذا دیتے ہیں وَيَقُولُونَ اِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ اور کہتے ہیں کہ بیشک یہ شخص دیوانہ ہی اس واسطے کہ ہر بات میں اسی ایک ہی چیز کا ذکر کرتا ہی اور یہ نہ نشان دیوانہ پن کا ہی اور اتنا نہیں بوجھتے کہ ہر کلام میں ایک چیز کا ذکر کرنا اس وقت میں جنوں کی علامت ہوتا ہی کہ جب وہ کلام کسی دوسری چیز کے واسطے لایا گیا ہو اور اگر وہ کلام اسی ایک ہی چیز کے یاد کرنے کے واسطے لایا گیا ہی تو متام اس کلام میں اس ایک چیز کا ذکر کرنا لازم اور واجب ہو جاتا ہی جیسے دے ذکر اور وظیفے جو بیونسے منقول ہیں وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعَالَمِينَ اور وہ کلام نہیں ہیں مگر حق تعالیٰ کا ذکر جو تفرز کیا گیا ہی تمام جہان والوں کے واسطے بخلاف ذکر اور وظیفے بیونسے اور بیونسے کہ فقط اپنی امت والوں کے واسطے یا اپنے سلسلہ کے مریدوں اور شاگردوں کے واسطے تفرز کر دے ہیں سو اس ذکر کو فرشتے لذت لینے کے واسطے پڑھتے ہیں اور مرزا اٹھاتے ہیں اور جنات اور انسان ثواب کی امید کے واسطے اور دوری کے پردے اٹھ جانے اور نزدیکی اور قربت حاصل ہونے کے واسطے پڑھتے ہیں اور معنی پوچھنے اور اس حکم نکالنے کی واسطے بھی پڑھتے ہیں اور

اسکو چاہئے کہ یہ دعا پڑھے یعنی مَا شَاءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ تاکہ نظر سے وہ چیز نکل جائے اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حنین رضی اللہ عنہما کو اسطور سے تعویذ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علی نبینا وعلیہ السلام حضرت اسمعیل اور حضرت اسحق علیہما السلام کو بھی انہی کلموں سے تعویذ کرتے تھے یعنی پڑھ کر چھوکتے تھے اَعْبُدْ کَمَا بَکَلَاتِ اللّٰهُ التَّائِمَةُ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَهَامَّةٍ وَمِنْ کُلِّ عَيْنٍ لَا تَمُتُ یعنی پناہ میں دیتا ہوں تم دونوں کو اللہ تعالیٰ کے کامل کلموں کی ہر شیطان اور ہر شرارت سے اور ہر آنکھ بد لگانے والے سے اور حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے کہ میں ایک روز دن نکلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے واسطے گیا دیکھا میں نے کہ آپ درد کے سبب بہت بیتاب ہیں پھر اسیدن تھوڑا دن رہے آپ کی خبر کو گیا تو دیکھا میں نے کہ آپ کو صحت حاصل ہوئی عرض کیا میں نے کہ ایسی جلدی صحت حاصل ہونے کا کیا سبب ہی ہے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور یہ انھوں نے یعنی بہ فتر پڑھ کے میرے اوپر چھونکا فِیْمَ اللّٰهُ اُرِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّؤْذِیْکَ وَفِیْمَ کُلِّ عَیْنٍ حَاسِدٍ اللّٰهُ یُشْفِیْکَ یعنی ساتھ نام اللہ کے پھونکا ہوں میں تجھ کو ہر چیز اذیت دینے والی سے اور ہر آنکھ حسد کرنے والی سے اللہ تعالیٰ سے تجھ کو آدے تجھ کو اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن اپنی بی بی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا گھر میں داخل ہوئے ایک چھوٹی لڑکی کو دیکھا کہ بیمار ہے آپ نے فرمایا کہ اس پر نظر کا فتر کرو اس واسطے کہ اس کے منہ پر نظر کے آثار معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی آپ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی کو نظر کی علامت معلوم ہووے تو چاہئے کہ جس کی نظر لگی ہے اسکو کہے کہ وضو کے اعضا اور اپنے استنجے کی جگہ پانی سے دھو کر دیوے اور اس پانی سے جب پر نظر لگی ہے وہ ہاڈالے تو شفا حاصل ہوگی اور عائن کو یعنی نظر لگانے والے کو چاہئے کہ اپنے اعضا پانی سے دھو دینے میں کچھ ٹکرا اور رنگ و عار نہ کرے اس مقام پر جانا چاہئے کہ اس تاثیر کی حقیقت میں جو کو نظر لگ جانا کہتے ہیں علما کو بڑا اختلاف ہے اور اب تک اس تاثیر کی وجہ صاف کسی کو معلوم نہیں ہوئی جا خط نے کہا ہے کہ نظر لگانے والے کی آنکھ سے زہر کی تاثیر کے اجزاء اشعاع کے طور پر نکلتے ہیں اور دوسرے بدن میں مسمام کی راہ سے در آکر زہر کی کسی تاثیر پیدا کرتے ہیں جیسے سانپ کا یا بھوکا یا بھڑکا زہر اور

نظر لگانے والے کی

جیاتی اور دوسرے معتزلہ کے عالمون نے اس میں گرفت کی ہے کہ اگر نظر کی تاثیر کی وجہ سے یہی ہو تی
تو لازم تھا کہ جس شخص کو عین دیکھتا اس میں یہی بات پائی جاتی اس عین کو اچھی معلوم ہونگی
خصوصیت کی کیا وجہ ہے جاحظ کی طرف سے دوسرے عالمون نے اسکے کئی جواب دے ہیں کہ معتزلہ
یعنے جو عین کو اچھا معلوم ہوا اس کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ اچھا معلوم ہونے والا عین کا دست
ہے یا دشمن اگر دست ہی تو اس کی اچھائی دیکھکے اس عین کو برا خوف پیدا ہوتا ہے اس اچھائی
کے جاتے رہنے کا اور اگر اس کا دشمن ہی تو اپنے دشمن پاس ایسی نعمت دیکھکے اس عین کو بہت غم اور
رنج ہوتا ہے اور خوف اور غم دونوں ملکر روح کو دل کے بھتر گھیر لیتے ہیں اور تشنیں سے لینے گرمی سے گھٹنے کے
سبب پڑتے ہیں اور باصرے میں لینے بنیائی کی روح میں بھی ایک حالت گرم زہر کی سی پیدا کرتے ہیں
اور حسوت جہاں کی آنکھ میں وہ چیز اچھی نہ معلوم ہوئی تو اس وقت یہ دونوں چیزیں لینے غم اور خوف
اس میں پائے نہیں جاتے پھر جب یہ دونوں چیزیں نہ پائی گئیں تو تاثیر بھی نہ ہوگی لیکن جاحظ اصل حکام میں خلل
ہے اس واسطے کہ عین کی تاثیر حسب طرح سامنے دیکھنے سے ہوتی ہے اس طرح صفت میں کتنے سے بھی ہوتی
ہے اور حسب طور سے جانور اور انسان کے حسون میں عین کی تاثیر ہوتی ہے اسی طرح اگنے والی اور زمین
سے پیدا ہونے والی چیزوں میں جیسے جھاڑ اور پھل میں بھی ہوتی ہے تو معلوم ہوا کہ یہ تاثیر زہر والی جز بد نہیں در آئے
اور گھس جانے کے سبب سے نہیں ہے بلکہ یہ کچھ اور ہی چیز ہے اور جنہوں نے جاحظ کے مذہب کو عین کے اچھا جاننے
سے تائید کی ہے وہ بھی بچا ہے اس واسطے کہ زہر کے اجزاء نظر والے کے بدن سے دفع کرنے میں اس پانی کو
جو عین کے بدن کا دھوون ہے کیا دخل ہے اور کس طرح سے وہ پانی تاثیر کرتا ہے اور ابواشم اور ابوالقاسم
بلخ والوں نے ایسا کہا ہے کہ نظر لگانے والا جب کسی چیز کو دیکھتا ہے یا سنتا ہے تو اس چیز کا فریفتہ ہوجاتا ہے
اور علم الہی میں اسکے واسطے بہتر یہ بات ہوتی ہے کہ وہ چیز اپنے حال پر نہ رہے بلکہ متغیر ہو جائے تاکہ عین
کا دل اس پر فریفتہ نہ رہے اس سبب سے وہ چیز متغیر اور درہم برہم ہو جاتی ہے اور ظاہر میں لوگ ایسا
جانتے ہیں کہ اس شخص کے پسند کرنے کے سبب سے اس میں خلل واقع ہوا ہے اور اس حکام میں بھی خلل ہی اس
واسطے کہ اگر اس طرح کی مصلحت اور حمایت یعنی آدمیوں کے دلوں کو کسی چیز پر فریفتہ ہونے کے واسطے

اس چیز کو منیگر دینا منظور ہوتا تو خوبصورت لڑکوں اور حسین عورتوں کو زندہ نہ رکھتے تاکہ عاشقوں کے دل پہا
طرف فریفتہ نہ ہونے پاویں اور یہ بھی ہے کہ اگر یہ بات سچ ہوتی تو جس چیز کی طرف کسی کا دل رغبت کرتا اور
وہ اس کا عاشق اور فریفتہ ہوتا تو یہ فریفتگی اس چیز کے زوال اور بستی کا سبب بنتی اور یہ بات خلاف
واقع اور ظاہر کی ہے اور حکما اس مقام پر دوسری راہ چلے ہیں جو قیاس کے کچھ قریب ہے اور سچ
معلوم ہوتی ہے سو انھوں نے کہا ہے کہ انسان کے نفس کی تاثیر دو قسم کی ہے ایک قسم وہ ہے جو ظاہر کا
احوال کے واسطے ہوتی ہے اور دوسری قسم ہو واسطے ظاہر کی کیفیت کے ہوتی ہے جیسے وہم کی تاثیر کہ جب
بہت بلند مکان پر کوئی کھڑا ہوتا ہے یا بہت باریک اور تیلار استہ چلنا پڑتا ہے تو اس وقت وہم کے
غلبے سے بدن میں رعشہ پڑ جاتا ہے گھٹنے گھٹنا ہے اور گر پڑتا ہے اور حال یہ کہ برابر جگہ میں ہمیشہ ایسے
راستے پر چلا پھر کرتے ہیں اور کچھ بھی وہم کا اثر نہیں ہوتا اور جیسے تصور اور خیال کی تاثیر چنانچہ ان احوال میں
جو انسان کے نفس پر کبھی کبھی آجاتے ہیں اور ان کو عوارض نفسانیہ کہتے ہیں یہ بات ظاہر ہے جیسے خوف
کے سبب سے رنگ زرد لینے پھیلا ہو جاتا ہے اور بدن ٹھنڈا ہوا اور آنکھوں میں تاریکی آجاتی ہے اور غصے کی
حالت میں اس کے برعکس ہو جاتا ہے یعنی رنگ سرخ ہو جاتا ہے اور بدن گرم اور سب اعضا میں قوت
آجاتی ہے سو جو طرح نفس پر ایک حالت آجانے سے اس قسم کی تاثیر اپنے بدن میں ہوتی ہے اسی طرح
اپنے غیر کے بدن میں بھی ہو جاتی ہے چنانچہ نظر کی تاثیر بھی اسی قسم سے ہے اور ایک قسم کا جادو جس کو
تعلیق ہمت اور وہم کہتے ہیں اور ہنس کے جو گیونکا معمول ہے وہ اسی قبیل سے ہے اور جو تاثیر میں نفس مختلف ہیں
بعض قوی ہیں اور بعض ضعیف اسی سبب سے تاثیر بھی مختلف ہوتی ہے اور کم زیادہ ظاہر ہوتی ہے اور بعض
جگہ اس قسم کی تاثیر میں مورثی ہوتی ہیں یعنی باپ سے بیٹے میں اور بیٹے سے پوتے میں آتی ہیں اور کم کھانیسے
اور گوشت میں بیٹھنے سے اور اپنی خواہش اور رغبت کی چیزیں چھوڑ دینے سے بھی چیزیں حاصل ہوتی
ہیں بلکہ جو لوگ اس قسم کی تاثیر میں کمال کے درجے کو پہنچتے ہیں وہ دیکھ کر کو بھی یہ تاثیر اس کے دلیلیں
اپنے مانند کر سکتے ہیں چنانچہ ڈاکٹر کے قصوں میں جو کچھ چھوٹے بچوں کی اصطلاح میں گفتار کہتے
ہیں یہ بات مشہور اور تو اتنا بھی ہے یعنی اتنے لوگوں نے ذکر اس کا کیا ہے کہ انکو جھوٹا نہیں کہہ سکتے

وہم کی تاثیر

واللہ اعلم بحقیقۃ الحال

سُورَةُ الْحَاقَّةِ

یہ سورۃ مکی ہی اس میں باؤن آیتیں اور دوسو باؤن کلمے اور ایک ہزار چار سو اسی حرف ہیں اور اس سورت کے ربط کی وجہ سورۃ نون سے ایک مقدمے کے بیان پر موقوف ہے اور وہ مقدمہ یہ ہے کہ خدائی کے عذاب عالم میں دو قسم کے ہیں ان دونوں میں سے ایک قسم کو ابتلا کہتے ہیں کہ بندوں کو آزمائش کی واسطے اللہ تعالیٰ ایسے عذاب میں مبتلا کرتا ہے تاکہ دیکھے کہ بندے خبردار ہو کے حق کی راہ قبول کرنے میں اور بری بات کو چھوڑنے میں یا نہیں اور اس قسم کے عذاب کا خاصہ یہ ہے کہ ٹھوٹے دنوں کے بعد موقوف ہو جاتا ہے اور سورۃ النعام اور اعراف میں اس کا مفصل بیان آیا ہے جب انچہ خدائی سورۃ النعام میں فرماتا ہے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا اِلٰی اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَآخَذْنَا مِنْهُمُ الْبِائِسَآءَ وَالضَّآلِّیْنَ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ آخر آیت تک لیجئے اور مقرر بننے بھیجے تھے رسول بہت متوجہ تھے پہلے پھر انکو پکڑا سختی میں اور تکلیف میں شاید و عاجزی کریں اور گر گراویں اور سورۃ اعراف میں خدائی فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّا آخَذْنَا مِنْهُمُ الْبِائِسَآءَ وَالضَّآلِّیْنَ لَعَلَّهُمْ يَضَرَّعُونَ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی کو پکڑا و مان کے لوگوں کو سختی اور تکلیف میں شاید وے عاجزی کریں اور گر گراویں اور پھر اسی سورت میں خدائی فرماتا ہے وَلَقَدْ اَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِّیْنَ وَقَصَبْنَا مِنْ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ یُدَّكَّرُونَ اور ہر ایک شخص اپنے پکڑا فرعون والوں کو مخطوئین اور آدمیوں کے نقصان میں شاید وے دھیان کریں اور دوسری سورتوں میں بھی اس قسم کا ذکر بہت آیا ہے اور نہ کتنے دوسرے احوال اس قسم کے خدائی نے بیان فرمائے چنانچہ نبی ہر نبی میں اس قسم کے معاملے بہت واقع ہو گئے ہیں اور اس امت میں بھی اس قسم کے معاملے بہت واقع ہوئے ہیں اور اس قسم کی ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ نیک و اور بد سب اس بلا میں شریک ہوتے ہیں کچھ فرق اور امتیاز

اسمیں نہیں ہوتا ہی اس واسطے کہ نیکو کو ایسی بلا میں مبتلا کرنے سے ان کے مرتبوں کو بڑبڑانا اور ان کے گناہوں کو گھٹانا اور ان کے صبر اور شکر کا امتحان کرنا منظور ہوتا ہی اسی سبب سے حق بات کا کھل جانا اس طور پر کہ شبہ بالکل جاتا رہے نہیں ہو سکتا اور ظاہر میں منکروں پر الزام حجت کا اہل حق اور اہل باطل کے شریک ہونے کے سبب سے اس عذاب میں یہ نہیں ہوتا ہی اور حقیقت میں ایماندار گنہگاروں کا عذاب قیامت میں اسی قسم سے ہی کہ اس عذاب سے گنہگاروں کا گناہ سے پاک کرنا مقصود ہوتا ہی یہی سبب ہی کہ وہ عذاب ہمیشہ زہر ہے گا اور دوسری قسم کو حافہ کہتے ہیں جو حق بات کے ظاہر کرنے اور سچ اور جھوٹ میں فرق کرنے کے واسطے منکروں پر عذاب کرتے ہیں اور اس قسم سے بدل لینا منظور ہوتا ہی نہ امتحان اور ایسا عذاب کبھی نہیں جاتا اگر دنیا میں کسی پر ہوتا ہی تو نائب گوریتہا ہی اور بعد مرنے کے بھی اس جدا نہیں ہوتا اور اگر آخرت میں یہ عذاب کسی پر ہو گا تو ہمیشہ اس پر رہیگا کتنی نہ ہو گا لیکن دنیا میں اس قسم کا عذاب اگر کھڑا ہے عذاب سے بچنا نہیں ہوا مگر یونس علیہ السلام کی قوم کے واسطے کہ عذاب ظاہر ہو کر پھر گیا چنانچہ سورہ یونس میں یہ قصہ تفصیل سے مذکور ہی لیکن حقیقت میں وہ عذاب حاق نہ تھا بلکہ قسم اول سے یعنی ابتلا اور آزمائش کی قسم تھا چنانچہ اس کا مفصل بیان اپنے مقام پر ہو گا پھر جب یہ مقدمہ بیان ہو چکا تو اب جانا چاہئے کہ سورہ نون میں مذکور ہی کہ کئے والوں کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں بے ادبی کے سبب سے کہ جنوں کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے تھے بات برتنس قحط میں مبتلا کیا جیسا ضرر ان کے باغ والوں کو فقیروں اور مسکینوں کے حق نہ دے نے کے سبب سے ایک بلایا میں گرفتار کیا تھا یعنی اشباغ کو جلا دیا تھا تاکہ دے لوگ لینے کے والے خوب جان لیویں کہ عذاب حقیقی بھی اسی طرح یکا یک آجاتا ہی یہ سمجھ کے خردار ہو جاویں اور برے کاموں کو لینے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر طعن اور تشنیع کرنے کو چھوڑ دیں اور ان کی نبوت کا اقرار کرین پھر جب دے لوگ اس بلا سے متنبہ نہ ہوئے اور اس قحط سے جو سبب نیک اور بد مسلمان اور کافر اس میں شریک تھے کچھ بھی عبرت اور نپہ پذیر نہ ہوئے تو ان کو اس قدر خبردار کر دینا ضرور ہو کہ یہ قحط ایک آزمائش تھی اور اور دے عذاب جنگو حافہ کہتے ہیں یعنی جسے حق اور باطل جدا ہوتا ہی اس کا طور اور ہی اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کیواسطے اس قسم کا عذاب قیامت پر موقوف ہے دنیا میں اس امت پر جو عذاب ہے اسوازمایش کی طور پر ہے کہ کچھ دنوں رہا پھر منقطع ہو گیا سو اس سورت میں اس قسم کے عذاب کو لینے جو حق اور باطل کو جدا کرے گا بہت شرح اور تفصیل سے بیان فرمایا ہے اور ان کی تشکیل میں پہلی امتوں کے قصے جو دنیا میں عذاب حاقہ میں گرفتار ہو چکی تھیں بیان فرمائے تاکہ اس امت کے کافر آخرت کے عذاب کو جو حاقہ ہے پہلی امتوں کے عذاب حاقہ پر قیاس کر کے ڈرین اور قیامت کے عذاب حاقہ کو آزمائش کا عذاب جو ان پر اکثر ہوتا ہے سمجھ کر خاطر جمع سے نہ بٹھیریں اور باوجود اس بات کے اندرون سورتوں میں متفرق مضمون کے اعتقاد سے بھی بہت مناسبت پائی جاتی ہے چنانچہ اس سورت میں بیان فرمایا کہ یہ رسول بخون اور دیوانہ نہیں ہے اور کافر جو خون کی نسبت اس کی طرف کرتے ہیں موصوٹھے ہیں اور اس سورت میں یہ فرمایا کہ یہ نبی نہ شاعر ہے اور نہ کاہن اور اس سورت میں بیان فرمایا ہے کہ دنیا میں اپنے مال اور اولاد پر کافر مقرر ہو کے قرآن سے بے ادبی کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ قصے ہیں پہلوں کے اور سونے میں مذکور ہے کہ قیامت کے دن کافر انفس کرینگے اور کہینگے مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيہ یعنی کچھ میرے کام نہ آیا یہاں میرا مال جو دنیا میں میں نے جمع کیا تھا اور اس سورت میں مذکور ہے کہ ضرران کے باغ والوں کو مسکینوں کے حق دینے کے سبب سے آفت پہنچی تھی اور اس سورت میں فرمایا کہ کافر و کفو آگ کی زنجیروں اور طوقوں میں گرفتار کریں گے اسواسطے کہ دنیا میں یہ مسکینوں کو مذیتے تھے اور دوسری بھی اسکے سوا بے ہمتی مناسبتیں ہیں کہ شامل کر دینے سے ظاہر ہوتی ہیں اور اس سورت کا حاقہ نام رکھنے کی وجہ بھی اسی مقدمے کے بیان سے ظاہر ہو گئی اسواسطے کہ حاقہ اس عذاب کا نام ہے جو حق کو باطل سے جدا کر دے اسطور پر کہ کچھ شبہ باقی رہا اور اس سورت میں کئے احوال اسی قسم کے بیان فرمائے ہیں جو دنیا میں ہوئے یا آخرت میں ہونگے اور اس بیان پھر رسالت کی ثبوت اور وحی اور قرآن کے نزول کی طرف اشارہ فرمایا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحاقہ وہ حادثہ جو حق کو باطل سے جدا کرے اسطور سے کہ ہرگز شبہ حق اور باطل میں باقی نہ رہے نہایت

عجیب ہوتا ہے اور بڑی بزرگی رکھتا ہے کہ اسے بطور عظمت اور تعجب کے پوچھا جاتا ہے اور اس کے خقین کہا جاتا ہے کہ مَا تَحْقُقَہُ کیا ہے وہ حادثہ حق دکھائیو والا اور اس حادثے کی بزرگی اس قدر ہے کہ اس کی حقیقت کما حقہ نبی نے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کہ عمدہ اور اعلیٰ تمام مخلوقات کے ہیں سب آدمیوں میں شریک کہے کے خطاب فرمایا ہے کہ وَمَا آذَاکَ مَا تَحْقُقَہُ اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہے وہ حادثہ حق دکھائیو والا اور جو اس حادثہ کی حقیقت اور اس کے کہنے کی شرح کھلی کھلی بیان کرنا دشوار ہے تو اس واسطے اس کی نظیریں اور مثالیں بیان کرنا منظور ہوا اور اس کی نظیریں اور مثالیں کمی اور زیادتی اور سختی اور خفیت عذاب میں مختلف اور متفاوت ہیں اور اس کی کامل فرد جو اس امت کے واسطے موعود ہے سو حق کے ثابت کرنے میں اور باطل کے باطل کرنے میں اعلیٰ مرتبہ کو پہنچی ہے اسطور پر کہ حاقہ نام گویا اسی فرد کا ہو گیا ہے اور دوسرے حاقے اور عذابوں کو بوجھانے اور سمجھانے اور ذہن میں آ جانے کے واسطے تو طیبہ اور تمہید کے طور پر ذکر کرنا ضرور پڑتا ہے کَذَّبَتْ ثَمُودُ بِطَغْوٰہِمْ اور نہانا ثمود کے فرقے نے جواز بخشید بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں تھے اور شام اور حجاز کے درمیان میں رہتے تھے اور پتھر کے تراشنے اور عمارت کے بنانے اور کھیتیاں کرنے اور باغ لگانے میں بہت رغبت رکھتے تھے اور شام اور حجاز کے درمیان میں وادی القریٰ سے حجرات کو بستیاں آسین کتنے شہر اور قصبے اور گائون آباد کئے تھے اور ہر جگہ پر شیشے جاری کر کے کھیتیاں اور باغ سبز کر رکھے تھے اور عیشیں اور مزیداریاں کرتے تھے اور سب کسب بُت پرستی میں مشغول رہتے تھے یہاں تک کہ خد تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو جو اس قوم کے شریفو نبین اور پیدائش اور لڑکپن سے امانت اور دیانت اور تقویٰ اور صلاحیت میں معروف اور مشہور تھے اپنی طرف سے رسول کر کے بھیجا اور بُت پرستی سے اور سنگ تراشی اور عمارتوں اور زراعتوں میں بہت مشغول رہنے سے منع فرمایا وَعَاذَہُمْ اور عاذ کے فرقے نے جو ام بن سام بن نوح علیہ السلام کی اولاد میں تھے اور یمن کی اُحاف میں یعنی ریگستان میں کہ نہایت بُرا ملک ہے رہتے تھے اور دوسرے آدمیوں کی نسبت سے ان کے حبسونین قوت اور زور نہ بہت تھا بڑے بڑے قداور ہاتھ پٹا نون اور دوسری اعضا بہت قوی اور زبردست لڑائی اور لڑنے میں سب جہان والوں پر غالب آتے تھے آخر رفتہ رفتہ ان لوگوں کو اپنی قوت اور زور پر گھمند اور

نکبر بہت ہوا اور حقیقت لکی عبادت سے بالکل غافل ہو گئے اور اپنے گرد و نواح کے رہنے والوں پر بہت ظلم اور زبردستی کیا کرتے تھے اور عمارتیں اور حوض اور تالاب بنانے پر انکو بھی رعنت بہت تھی یہاں تک کہ حقیقت گئے حضرت ہود علیہ السلام کو جو اسی گروہ سے تھے رسالت اور پیغامبری کے طور پر ان کے پاس بھیجا تاکہ انکو غفلت اور تکبر سے اور اپنی قوت اور زور پر گہمند کرنے سے منع کریں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف رجعت دلاویں اور اسکے عذاب سے ڈراویں حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو سمجھایا لیکن ان دونوں فرقوں نے یعنی عاد اور ثمود نے اپنے رسولوں کا کہا نہ مانا بلکہ ان کی رسالت سے منکر ہوئے اور جھٹلایا بالقرآنۃ اس حادثہ ٹھوکنے والے کو جو ان کے بدنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا اور ان کی رُوحوں کو برزخ کے عذاب میں گرفتار کرے گا اور کہنے لگے کہ ایسی آفت کبھی نہیں آئی ہے جو تمام خلقت کو ایک ہی مرتبہ غارت کر دے کہ اس کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے اور ظاہر میں فوج اور سپاہ کچھ بھی نہ ہو سو یہہ ڈرانا نہیں ہی مگر اس واسطے کہ یہ لوگ ہماری ریاست لیا چاہتے ہیں اور اگرچہ ابتدا میں گناہ ان دونوں فرقوں کا ہی تھا کہ پیغمبروں کو جھٹلانے تھے اور عذاب الہی کو جو پیغمبروں کی ذبانی سنتے تھے یقین نہ جانتے تھے اور بت پرستی اور عمارت بنانا نیکو نہ چھوڑتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف مشغول نہ ہوتے تھے اور دونوں فرقے اس لعین شریک تھے لیکن آخر کو یہ دونوں فرقے بعضے بعضوں کے سبب علیحدہ علیحدہ عذاب کے مستحق ہوئے اور اسی عذاب میں گرفتار ہو کر ہلاک اور غارت ہوئے فاقماتھود پھر لیکن ثمود کے فرقے نے اپنے پیغمبر کے جھٹلانے میں بوری کتنے کی خصلت پیدا کی تھی اور اللہ تعالیٰ کے ناتھ کے ساتھ اپنے ادبی کی لینے اسکی کو چین کاٹ ڈالیں اور حضرت صالح علیہ السلام کے بھی مار ڈالنے کی تدبیر کی اور اللہ تعالیٰ کے ناتھ کا گوشت گتوں کے ماتھ کھایا اور اسکی ہڈیوں کو تورا اور مارنے کے وقت اس اٹنی کی آواز اور چلانے پر رحم نہ کیا اور اس اٹنی کے بچے کو بہت ڈرایا یہاں تک کہ وہ بھاک کے پتھر میں گھس گیا اور میں آواز میں کر کے غایب ہو گیا چنانچہ یہ قصہ وائشس کی سورت کی تفسیر میں مفصل بیان کیا گیا ہے تب اللہ تعالیٰ کی حکمت نے ارباب کا تقاضا کیا کہ آپر عذاب بھی کتنے کی جھڑکی اور دتکار کی قسم کا ہووے چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام کو علم ہوا پھر انھوں نے ایک آواز بہت سخت کی فاعلیکوا بالاطاغیۃ پھر وے سب

ہلاک کئے گئے ایسی آواز سخت سے جو سب دنیا کی آوازوں سے سخت تھی اس واسطے کہ دنیا میں شیر کی آواز اور بڑی توپ کی آواز بہت سخت ہوتی ہے جس سے جوڑا اور پٹھے ڈھیلے ہو جاتے ہیں اور عمارتیں اور عورتوں کے محل گر پڑتے ہیں اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بنا پھٹ جاتا ہے اور آدمی مر جاتا ہے لیکن ایسی آواز جس سے عمارتوں آدمی ایک آن میں مر جاویں اور کانون کے سوراخ بند کرنا اور ترخانوں میں چھپنا آسان نہ ہو نہ نوکے کے معتمد آواز کی انداز سے خارج ہے اور اس آفت سے نمود کے فرقے کے سوائے کسی کو کچھ آفت نہ پہنچی اور نمود کے فرقے میں سے کو باقی نہ رہا اور مسلمانوں کو حضرت صالح علیہ السلام کی رفاقت کی برکت سے نجات ملی یہ ظاہر اور کھلی دلیل ہے اس بات پر کہ یہ عذاب حاق تھا ابتلا کی قسم سے تھا والا سب کو شامل ہوتا اور مسلمان بھی نہ بچتے اور کافراور مسلمان میں کچھ فرق نہ ہوتا اور برزخ کے عذاب سے بھی متصل نہ ہوتا اب باقی رہا یہاں پر ایک سوال جس کا جواب دینا ضروری ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ قرآن شریف میں جگہ جگہ ان قصوں کا ذکر آیا ہے تو عادی کا قصہ نمود کے قصے سے پہلے بیان فرمایا ہے اور زمانے کی ترتیب بھی اسی بات کو چاہتی ہے اس واسطے کہ عادی کی قوم نمود کی قوم سے پہلے گذرے ہیں اور نمود سے پہلے ہلاک بھی ہوئے ہیں اور یہاں پر نمود کے قصے کو عادی کے قصے پر کیوں مقدم کیا اس کا جواب یہ ہے کہ اس جگہ زمانے کی ترتیب یعنی پہلو کو پہلے اور پھلون کو تیجھے بیان کرنا منظور نہیں ہے اس واسطے کہ یہ مقام اس بات کو نہیں چاہتا بلکہ اس جگہ عذابوں کی زیادتی اور کمیتی اور آفتوں کی سختی اور خفت کا بیان کرنا منظور ہے سو جس فرقے پر عذاب تھوڑی دیر تک رہا یعنی ایک ہی دن میں تمام ہوا اور سختی میں بھی کم تھا کہ فقط ایک آواز سخت تھی جس نے سب کو خراب کر دیا اس کو پہلے بیان فرمایا اور جس فرقے پر عذاب کئی دن تک رہا یعنی سات راتیں اور آٹھ دن تک اور شدت اور سختی میں بھی بہت زیادہ تھا کہ ہوا کے موکھوں نے چاروں طرف سے ہوا کو لاکر عادی کی قوم پر جھکا دیا تھا سو ہوا ان کو اڑا کر اوپر لیجاتی تھی اور پھر وہاں سے زمین پر ٹپک دیتی تھی کہ ان کے بدن پاش پاش ہو جاتے تھے اور اگر کسی کو اس ترتیب کا بیان جو ان قصوں میں رعایت کی گئی ہے مفصل سے منظور ہو تو اب کان دھر کے سنئے کہ نمود کے فرقے کو محض ہوا کی کیفیت سے

جس کو آواز کہتے ہیں غارت کیا اور جو ہوا کی کیفیت ہوا کے جوہر کے تابع ہی اور صفت کا مرتبہ ذات کے مرتبے سے کمتر ہوتا ہی اور یہ مقام اسی بات کو چاہتا تھا کہ کمتر کو پہلے بتیان کوین اور اسکے بعد بزرگ ترکو اس واسطے شود کہ قصے کو حادث کے قصے سے پہلے بیان کرنا ضرور پڑا اور حادث کے فرقے کو ہوا کی ذات کے جھوکے سے جس کو ریح کہتے ہیں غارت کیا اور ہوا ایک عنصر ہی چارہ عنصر و زمین سے پانی اور خاک سے لطیف زیادہ ہی مگر فضل اور تاثیر میں آگ سے کم ہی سو حادث کے قصے کو دوسرے قصوں پر جن میں کئی عنصر کا جمع ہونا اور پانی اور آگ اور خاک کو اکٹھا کرنا ضرور ہوا تھا مقدم کیا اس واسطے کہ بیط مرکب پر مقدم ہوتا ہی اور آسان سخت پر اور فرعون اور اسکے شکر پر جو عذاب واقع ہوا تھا سودر یا ئے ظلم میں ڈوبنے کا تھا اور اس کا ڈبونا اس بات پر موقوف تھا کہ اسکے پیچھے کے پہلے لکنا پر دریا کے بنی اسرائیل کی نجات کے واسطے دریا بھٹ جاوے اور فرعون اور اس کا لشکر جرات کر کے آتش میں دراوین اور غارت ہو جاوین اور حاقہ ہونے کے معنی ظاہر ہو جاوین اور دریا کا پھٹنا بدوین اس بدیر کے کہ ہوانند جس کو آندھی اور طوفان کہتے ہیں زور سے نہا اور دیر تک دریا کے پانی کو طننے سے باز رکھے اور پانی علیحدہ علیحدہ گھر ہو جاوے دوسری تدبیر سے متصور اور ممکن تھا سو اسکے غارت کرنے میں ان دونوں عنصر وں کا لینے پانی اور ہوا کا مرکب ہو نا ضرور ہوا اور جتنے غارت کر نہیں دو عنصر وں سے زیادہ مرکب کرنے کی احتیاج تھی اس کو اسکے بعد ذکر فرمایا جیسے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کا عذاب لیکن حضرت شعیب علیہ السلام کے قصے کو حضرت لوط علیہ السلام کے قصے کے بعد بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم دو عذاب سے غارت ہوئی مدین والے ایک تند آواز سے غارت ہوئے تھے جو بڑے بھونچال کے ساتھ ہوئی تھی اور بھونچال کی حقیقت یہ ہے کہ بڑے زور کی ہوا زمین کے مستحکم میں داخل ہوتی ہی اور غیر سام کی طرف سے نکلتی ہی بس ہوا اور خاک میں ترکیب لازم ہوئی اور یہ دونوں لینے ہوا اور خاک جب آپس میں ملتے ہیں تو سوائے بُرائی کے اچھائی نہیں ہوتی اور ملنا ان چیز وں کا جو آپس میں مخالف ہوں رتبے میں موخر ہی یعنی پیچھے ہی ان چیز وں کے ملنے سے جو آپس میں موافق ہیں اور ایکہ والے آگ کے ساٹھان سے ہلاک ہوئے لینے ایک سیاہ بدلی ظاہر ہوئی اور اس سے آگ برسی اور سو

خارج ہوئے ہر جہد کہ اس عذاب میں بھی دو موافقوں کا ملنا ثابت ہوتا ہے لیکن ہوا اور پانی موافقت
میں ان کی طبیعت کے ساتھ بلکہ حیوان اور ہر گنے والی کی طبیعت کے ساتھ بالکل شراکت رکھتے ہیں بخلاف
ان کے کہ ہر ٹہنے والی چیز کی طبیعت سے پہلے درجے کی جدا ہی رکھتی ہے عنصر ہوا کی نسبت سے چیز کی دوری
سے بھی زیادہ تو یہ ترکیب بہت غریب اور نادر ہو گئی اور نادر چیز پیچھے ہوتی ہے معتاد چیز سے اور جو حضرت
علیہ السلام کی قوم کا عذاب مرکب تھا ناری اور ارضی جزو اسے جو مٹی کے غلبے کے سبب سے پتھر ہو کے گرے
اور ان جزو کو ہوا ہی نے اوپر چڑھایا اور نیچے اتار اٹھا اور یہ بھی ہے کہ زمین کے جزو و ٹکڑوں کو پوٹ کرنا
یعنی اوپر سے نیچے اور نیچے سے اوپر کرنا بدو داخل کرنے تیز اور تند ہوا کے ان کے مکانوں کی جڑ و نہیں
ممکن تھا تو حقیقت میں یہ عذاب ان تینوں عنصر سے ترکیب پایا تھا بلکہ گویا معدنی صورت کو پہنچا تھا اور فقط
بسیط یعنی غیر مرکب نہ رہا تھا مولید ثلاثہ سے ایک کی شکل ہو گیا تھا اور مرکب کا مرتبہ موخر ہی بسیط کے مرتبے
اور جو مرکب تین چیز سے وہ موخر ہی اسے جو مرکب ہی دو چیز سے اور حضرت علیہ السلام کی قوم کے عذاب
میں چاروں عنصر نے خدمت کی تھی پانی کو حکم کیا تھا اور ہوا کو استحالة میں لینے پانی ہو جانے میں اس کا
تابع کیا تھا اور زمین کو پانی کے جاری کرنے میں معین اور مددگار پانی کا کیا تھا اور آگ کو اپنی قوت پست
اور حرارت کے روکنے اور اپنی کیفیتوں کے پوشیدہ کرنے پر پوشیدگی کے عالم میں مامور کیا تھا تاکہ اس حال اور
استحالة کا معارضہ نہ کرے پھر اس عذاب کے عاقہ ہونے میں کشتی بنانا اور معاد اور نباتات سے خدمت
لینا یعنی لکڑی اور لوہے سے اور شکی اور تری کے جانور و ن کو تاج کرنا اور ایمانداروں کے واسطے ان کے منافع باقی
رکھنا بھی ضرور پڑا اسی واسطے یہ عذاب تمام روئے زمین کے رہنے والوں کو شامل اور گھیر لینے والا ہوا تو
حقیقی عاقہ سے لینے قیامت سے بہت مشابہت پیدا کی سو اس واسطے اس کا بیان کرنا سبکے پیچھے بہت مناسب
ہو تاکہ عاقہ حقیقی کے بیان سے متصل ہو اور احوال عاقہ کے ظہور کا آہستہ آہستہ ان کے فہم میں نہایت
توضیح اور تشریح سے جلوہ گر ہووے اور دوسری جگہوں پر اس قرآن میں جہاں کہیں مقام ترتیب زمانی کو
مقتضی ہوا ہے یعنی جس کا زمانہ اول ہی اسی قصے کو پہلے بیان کرنا تو مان یہ قصے ہی ترتیب سے بیان ہو
ہیں اس طرح کہ حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ سب سے پہلے بیان فرمایا ہے پھر بعد اسکے عاد کا قصہ پھر اسکے بعد

مولانا محمد رفیع الرحمن
نہایت

ایک آواز آئی کہ قیون بلیونے ٹکڑ و نین سے ایک اپنے واسطے تجیز کر لو ان لوگون نے اسپین مشورہ کر کے
 سیاہ ٹکڑے کو قبول کیا اس واسطے کہ سیاہ بدلی میں پانی بہت برستا ہی اور اپنے شہر کو روانہ ہوئے وہ
 کالی بدلی بھی انکے ساتھ اوپر اوپر چلی جاتی تھی جب اپنے شہر کے قریب پہنچی کئی آدمیوں کو جلدی سے آگے
 بھیجا کہ ہم بدلی اپنے ساتھ لائے ہیں تم سب اپنے تالاب اور حوضوں کو جھاڑ کر صاف کر رکھو اور کھیتی کا
 کامان جیسے بیج اور ہل وغیرہ بھی سب درست کرو اور خوش ہو کہ یہ بدلی تمہاری خواہش کے موافق برسیگی
 شہر کے لوگ سب اس خوشخبری کے سننے سے بہت خوش ہوئے کہ ہمارے بھیجے ہوئی دعا مقبول ہوئی اور
 بہت بدلی آئی اور حضرت ہود علیہ السلام پر زبان طعن اور تشنیع کی کھولی اور کہا کہ دیکھو ہمارے بھیجے ہوئی
 دعا مقبول ہوئی اور بدلی آئی تم کہتے تھے کہ بلا آوے گی حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بدلی نہیں ہی
 یہ حق تعالیٰ کی بلا ہی اس ڈرنے لہوا اور ابھی کچھ نہیں گیا ہی میرا کہا مانو اور ایمان لاؤ اور بت پرستی
 کو چھوڑو ان لوگون نے کہا کہ بدلی میں کیا بلا آوے گی حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ آدھی یعنی طوفان کی ہوا
 چلے گی کہ ٹکڑ اور تمہارے سب مکانوں کو نیست اور نابود کر دے گی ان لوگون نے جواب دیا کہ تم ہمارا زور اور
 قوت جانتے ہو پھر ہکو ہوا کی شدت اور تندہی سے خوف نہ لاتے ہو اسی گفتگو میں تھے کہ وہ بدلی آنکے شہر
 کے کنارے پہنچی اور طوفانی ہوا چلنا شروع ہوا اور حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ باد عظیم کو جبکا ٹھکانا چوتھا طبقہ
 زمین کا ہی ایل کے ناک کے سوراخ کے برابر چھوڑ دو اور عادی قوم پر مسلط اور معین کرد و پھر مے فرشتے جو ہوا
 پر معین ہیں اس لحاظ سے کہ یہ ہوا کہیں بے گنا ہوں کو نہ ہلاک کر ڈالے کتنا ہی اس ہوا کو روکتے تھے لیکن
 ہوا انکے روکنے سے کب رک سکتی تھی پھر اس قسم کی ہوا کی تندہی اور زور دیکھ کر عادی قوم مضبوط اور مستحکم
 مکانوں میں جا گئے تھے اور مضبوط رستیوں سے اسپین ایک نے دوسرے کو بانڈا تھا اور اپنے جانوروں کو
 بھی زنجیروں سے جکڑ دیا تھا اور اپنے گھر والوں کو اونٹوں کے کجاوہ میں بٹھا کر ہوا سے جو حق تعالیٰ مخلوقات
 میں سے ایک ضعیف جز ہی مقابلے اور کشتی کے واسطے مستعد ہوئے اور اس ضعیف مخلوق نے بھی انکے ساتھ
 اس قسم کی کشتی کی کہ انکی عورتوں کو جو لوہے کی عماریوں میں بڑی بڑی مضبوط سانڈ نیو پر بٹھالے کوہے کی زنجیروں
 سے ان عماریوں کو سانڈ نیوں پر کس دیا تھا سو ہوا انکو مع سانڈ نیوں زمین سے اڑا لی جاتی تھی کہ وہ سانڈ نی

زیادہ کیا تاکہ آپس میں ہر شخص ضعیف اور بی طاقتی اور کم زوری ایک دوسرے کی دیکھیں اور ہر شخص کو دوسرے کی ہلاکی کا رنج اور غم ہووے چنانچہ ابن جریر اور دوسرے مفسرون نے روایت کی ہے کہ وہ قوم باوجود اس ہوا کی شدت کے کہ انکو اٹھا کر دے ٹپکتی تھی لیکن دے لوگ سات دن تک زندہ رہے آخر کو آٹھویں دن بدھ کو سب مردہ اور بچان ہوئے پھر ہوائے فانی لاشوں کو اڑا کر کھارے دریا میں ڈال دیا اور ان آٹھ دن اور سات راتوں میں کچھ بیچ میں فاصلہ تھا تاکہ بیچ میں تھوڑی آرام لے کے پھر عذاب اٹھانیکی قوت پیدا کریں بلکہ حَسُوْمًا پی در پی نہ لینے لگتا رہے چنانچہ اوپر ذکر ہو چکا ہے اور ان دنوں کو عرب کے لوگ عجوز کہتے ہیں جو آخر جاڑ و نہیں مشہور اور معروف ہیں اور بَرْدُ الْعَجُوزِ ایک مثل ہے مشہور عرب میں اور ان دنوں کے نام علیحدہ علیحدہ عرب کے نزدیک مقرر ہیں چنانچہ پہلے دن کو صُتْ اور دوسرے کو ضَمِیر اور تیسرے دن کو دُبَّہ اور چوتھے دن کو اَمْر اور پانچویں دن کو موتم اور چھٹے دن کو مطفی الجحر اور ساتویں دن کو کفنی الطعن کہتے ہیں اور ان دنوں کے عجوز کی طرف نسبت کرنے کی وجہ میں عوام لوگ یوں کہتے ہیں کہ ایک بڑھی صورت عدا کے قوم کی ان دنوں میں ایک نہ خانہ میں گھس کر چھپ رہی تھی آٹھویں دن ہوانے اسکو بھی نہ خانہ سے نکال کر زمین پر دے پٹکا اور ہلاک کیا لیکن صحیح یہ ہے کہ عجوز کی لفظ غلط العام ہے یعنی عوام کی غلطی سے ہی اصل میں عجوز ہی اور عجوز جانور کے آخر کو کہتے ہیں یعنی اس جسم کو جو دم سے ملا ہوا ہوتا ہے اور ان دنوں کو ایام عجز اس واسطے کہتے ہیں کہ یہ دن بھی جاڑوں کے آخر میں ہوتے ہیں حاصل کلام کا یہ ہے کہ قوت اور زور عدا کی قوم کا اس ہوا کی مصیبت دفع کرنے میں کچھ کام نہ آیا اور اس ہوا کے ہاتھ سے ایسے عاجز اور لاچار ہو گئے جس طرح کشتی گر پہلوانوں کے ہاتھ میں گراہ فَتَرَى الْقَوْمَ فِي سَاحِلٍ پھر دیکھتا تو اسی دیکھنے والے اگر اس وقت موجود ہوتا اس قوم گران ڈھیل زبردست کو ان تھوڑے راتوں اور دنوں میں کہ بے جان پڑے تھے اور ہوانے ان کی روحوں کو نکال کر ان کے جسموں کو مردہ کر کے ڈال دیا تھا كَأَنَّمْ أَعْيَانُ نَحْلٍ خَاصِيَةٍ گویا کہ وہے کھجور کے ڈنڈے تھے کھلنبائی اور بدن کی موٹائی میں لیکن کہو کہلا پڑے ہوئے چنانچہ جو ان کے ماسومین اور غولنہیں ایک طرف سے گھستی تھی اور دوسری طرف سے نکل جاتی تھی اور آواز کرتی تھی گویا کہ ان کے بدنوں میں رطوبت یعنی تری کا نام نہ رہا تھا بلکہ سب کو ہلا کر خشک کر دیا تھا فَهَلْ تَرَى لِمَ مَوْتٍ بَاقِيَةٍ پھر کیا دیکھتا ہے تو ان دنوں میں تو

کوئی بھی باقی رہا جو ان فرقوں کی نسل سے کہے اور اپنے تئیں ان کی طرف منسوب کرے اسی جگہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو عذاب حاق ہوتا ہے وہ جبر آتا ہے اس کا نام اور نشان بھی نہیں رکھتا ہے اور آدمی کی نسل کو قطع کر دیتا ہے بخلاف اس عذاب کے جو ابتلا اور امتحان اور آزمائش کے واسطے آتا ہے کہ وہ مبکوث شامل نہیں ہوتا ہے اور جبر سے کھود کر نہیں بھاتا و جَاءَ فِرْعَوْنُ اور آیا فرعون یعنی پیدا ہوا اور غلبہ کیا اور فرعون اصل میں لقب مصر کے بادشاہ کا جو قبلیوں سے ہوتا تھا بطرح روم کے بادشاہ کا لقب قیصر اور فارس کے بادشاہ کا لقب کسریٰ اور ترک کے بادشاہ کا لقب خاقان اور یمن کے بادشاہ کا لقب تبع اور ہند کے بادشاہ کا لقب راجہ ہوتا ہے اور بیان پر فرعون سے ایک شخص معین مراد ہے جو حضرت موسیٰ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں مصر کا بادشاہ تھا یہود اور نصاریٰ ایک کہتے ہیں کہ اس کا نام قابوس تھا اور قبط کی قوم سے تھا اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس کا نام مصعب بن ریان تھا اور اس کا باپ ریان ابن الولید حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ میں مصر کی بادشاہت کرتا تھا وَمَنْ قَبْلَهُ اور وہ جو لوگ فرعون کے پہلے تھے بعضے وہ بھی دنیا میں آئے اور ان لوگوں سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم ہی اور ان کے دو فرقی تھے ایک مدین والے جو بیچ شہر میں رہتے تھے اور حضرت ابراہیم کے بیٹے جکا نام مدین ہی انکی اولاد سے تھے اور دوسرے ایکہ والے جو شہر کے باہر جنگلوں میں رہتے تھے اور حضرت شعیب علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے ان دونوں فی قوٰی طرف رسول کر کے بھیجا تھا اور دین اور مذہب اور بت پرستی میں ان دونوں فرقوں کا ایک ہی طریقہ تھا وَالْمُؤْتَفِكَاتِ اور الٹی بستیاں اور وہ چھ یا پانچ بستیاں تھیں اور ان میں جو بڑی بستی تھی اس کا نام سدوم تھا جس میں چار لاکھ آدمی تھا حق تعالیٰ نے حضرت لوط علیہ السلام کو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھانجے ہوتے ہیں ان کی طرف رسول کر کے بھیجا اور حضرت لوط علیہ السلام میں برس انہیں ہے اور انکو ایمان کی طرف بلا یا لیکن مے ایمان ملائے بِالْأَنفَالِ بڑے بڑے گناہوں کے ساتھ جکا بُرا ہونا سب سے تردید ثابت تھا سو فرعون کے گناہ یہ تھے کہ پہلے پیغمبر کی اولاد سے دشمنی شروع کی یعنی بنی اسرائیل سے اور اس عداوت کا سبب یہ تھا کہ جو وقت حضرت یوسف علیہ السلام مصر کی بادشاہ کی طرف سے جکا نام ریان تھا مصر کی سلطنت کے مختار ہوئے اور بنی اسرائیل اس واسطے سے مصر میں گئے اور وہ انکی سکونت اختیار کی تو حضرت

بنی اسرائیل کا جبر

بنی اسرائیل کا جبر

بنی اسرائیل کا جبر

یوسف علیہ السلام کے غلبے اور شوکت کی سبب سے سب مصر والے بنی اسرائیل کی بہت تعظیم اور بزرگی کرتے تھے پھر جب حضرت یوسف علیہ السلام نے وفات پائی اور فرعون مصر کا بادشاہ ہوا تو بنی اسرائیل کی بزرگی اور عزت جو مصر والے کرتے تھے اسکے دل کو نہ بھائی بلکہ گران معلوم ہوئی چاہا کہ کسی تدبیر سے بنی اسرائیل کو مصر والوں کی نظر و بین ذلیل اور خوار کرے تاکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی ریاست کا خیال بنی اسرائیل کے دل میں نہ رہے اور اس سبب سے ریاست کے کاموین دخل کی خواہش نکرین آخر ہوتے ہوتے استبداد ظلم ان پر کرنے لگا کہ کوری اور چارون کی طرح اسکی بیگار میں ہمیشہ گرفتار رہتے تھے کسی عمارت اپنی بنواتا تھا اور کسی سے کھیتی اور کسی سے باغبانی اور کسی سے اینٹ بنواتا تھا اور کسی سے اینٹ پکواتا تھا غرض کہ سب ذلیل کام انہی سے لیتا تھا اور سخت بے رحم پیادے ان پر مقرر کئے تھے اور اپنے تئیں سب مصر والوں کا معبود ٹھہر کر سب سے اپنے تئیں سجدہ کرواتا تھا اور بنی اسرائیل یہ بات اس کی نہیں مانتے تھے اس واسطے اور اپنے غصے میں آتا تھا اور ایذا پہنچاتا تھا یہاں تک کہ کاہنوں اور نجومیوں نے فرعون کو خبر دی کہ اس بنی اسرائیل کی قوم میں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس طرح کہ کاہنوں کی تیرسی بادشاہت اسی کے ہاتھ سے جائے گی یہ بات سنتے ہی اس بد بخت نے اپنا حکم کیا کہ دانیان بنی اسرائیل کے گھر بگھر ہمیشہ بھرتی رہیں اور دیکھا کریں جس عورت کو انہیں سے حاملہ دیکھیں اس کا نام اور پتا کو تو ال کے دفتر میں لکھواوین پھر جب جنے کا وقت ہو تو کو تو ال کے پیادے اسکے دروازے پر جا کر کھڑے رہیں اور دانیان جنوا کر اس لڑکے پیدا ہو یا کو باہر لا کر ان پیادوں کو دکھلاوین اگر وہ بیٹا ہو تو پیادے اس وقت اس کو مار ڈالیں اور اگر وہ بیٹی ہو تو اس کو چھوڑ دین غرض کہ بیرون یہ ظلم اس کا ان پر جاری رہا اور سوائے اسکے دوسرے طرح طرح کے جو بنی اسرائیل پر کرتا تھا وہ نام عالم میں مشہور ہیں اور باوجود ان ظلموں کے لوگوں پر بت پرستی اور شرک کرنے کے واسطے زبردستی کرتا تھا اور چومینا کر کے آدمیوں کو مارنا اسی کی ایجاد ہی آخر ہوتے ہوئے اس کا کفر اس درجہ پہنچا کہ بخوف اور خطر کار کرتا تھا کہ اَنَّا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی یعنی میں ہوں تمہارا رب سب سے بڑا اور حضرت ثعلیب علیہ السلام کی قوم کے گناہ بعضے سے تھے کہ مین اور ایکہ ولے دونوں ان میں شامل تھے جیسے بت پرستی اور ماپ اور تول مین کی کرنا کہ بے دونوں چیزیں ان سب لوگوں میں بے انتہار و اج پائی تھی لیکن قرآنی اور ہر فی کرنا خاص مین

یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے فرعون کو خبر دی کہ اس بنی اسرائیل کی قوم میں ایک لڑکا پیدا ہوگا اس طرح کہ کاہنوں کی تیرسی بادشاہت اسی کے ہاتھ سے جائے گی یہ بات سنتے ہی اس بد بخت نے اپنا حکم کیا کہ دانیان بنی اسرائیل کے گھر بگھر ہمیشہ بھرتی رہیں اور دیکھا کریں جس عورت کو انہیں سے حاملہ دیکھیں اس کا نام اور پتا کو تو ال کے دفتر میں لکھواوین پھر جب جنے کا وقت ہو تو کو تو ال کے پیادے اسکے دروازے پر جا کر کھڑے رہیں اور دانیان جنوا کر اس لڑکے پیدا ہو یا کو باہر لا کر ان پیادوں کو دکھلاوین اگر وہ بیٹا ہو تو پیادے اس وقت اس کو مار ڈالیں اور اگر وہ بیٹی ہو تو اس کو چھوڑ دین غرض کہ بیرون یہ ظلم اس کا ان پر جاری رہا اور سوائے اسکے دوسرے طرح طرح کے جو بنی اسرائیل پر کرتا تھا وہ نام عالم میں مشہور ہیں اور باوجود ان ظلموں کے لوگوں پر بت پرستی اور شرک کرنے کے واسطے زبردستی کرتا تھا اور چومینا کر کے آدمیوں کو مارنا اسی کی ایجاد ہی آخر ہوتے ہوئے اس کا کفر اس درجہ پہنچا کہ بخوف اور خطر کار کرتا تھا کہ اَنَّا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰی یعنی میں ہوں تمہارا رب سب سے بڑا اور حضرت ثعلیب علیہ السلام کی قوم کے گناہ بعضے سے تھے کہ مین اور ایکہ ولے دونوں ان میں شامل تھے جیسے بت پرستی اور ماپ اور تول مین کی کرنا کہ بے دونوں چیزیں ان سب لوگوں میں بے انتہار و اج پائی تھی لیکن قرآنی اور ہر فی کرنا خاص مین

والون کا چلن تھا کہ شام اور مصر کی راہوں پر گڈھیاں بنا کر چھپے بیٹھے رہتے تھے اور قافلے لوٹتے تھے اور بہت مال لاتے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ لوندے بازی تھی یعنی مرد مرد کے ساتھ بڑا کام کرتا تھا اور سوائے اس بُرے فعل کے اور بہت سی برائیاں اور بدعتیں ان میں رائج تھیں جیسے کہ بوز بازی اور میڈ ہے لڑانا اور پتھر مارنے آپس میں لڑنا اور مہمان کو اپنے گھر اترنے نہ دینا اور اگر کوئی دور سے آنے والا شہر میں غلہ خریدنے کو آوے تو اس کو خرید کرنے کو نہ دینا اور آپس کی ہنسی کھیل میں گالیوں دینا اور محرش بکنا اور راہ چلتے سے سحری کرنا اور عورتوں کی طرح مٹی لگانا اور ماتھے پانوں عورتوں کی طرح مہدیے رنگنا اور بیچنا میں انتہاء درجہ کو پہنچتے تھے یعنی سب کے سامنے ننگے ہو کر ایک دوسرے کے فہر پر گزرتا تھا پھر حق تعالیٰ نے ان سب کی ہدایت کی واسطے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف اور حضرت شعیب کو مدین اور ایکہ والون کی طرف اور حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم وغیرہ کی طرف رسول کریم بھیجا اور ان برائیوں سے ان سب کو منع فرمایا فَعَصَوْنَ سَوَّلَ رَبِّهِمْ پھر نافرمانی کی ہر ایک تہ انہیں سے اپنے اپنے رسولوں کی جوائے پروردگار کے بھیجے ہوئے تھے اور حکم مانا اور اپنی برائیوں کو نہ چھوڑا بلکہ اپنے اپنے وقت کے رسولوں کے مقابلہ کر بیٹھے اور لڑائی اور جھگڑا شروع کیا فَاَخَذَهُمُ اخْذَةً رَّابِيَةً پھر پکڑا انکو ان کے رب نے بڑی پکڑ لی یعنی پیغمبروں کی نبوت کے انکار سے جس گرفتاری کے لوگ لایق ہوتے ہیں اس سے زیادہ گرفتاری ان لوگوں کے واسطے ہوئی تاکہ وہ زیادہ گرفتار ہی ان گناہوں کے مقابلہ میں واقع ہووے سو فرعون کو ان کے کہنے کے موافق دریا میں ڈبوایا سو اسٹے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک فریادی کی شکل بنا کر اس کے دربار میں اگر اس سے پوچھا کہ اگر کیا غلام اس کی غلامی سے منکر ہو کر اپنے خاوند کے مقابلہ میں آپ بھی اپنی صاحبی کا دعویٰ کرے تو ایسے غلام کیواسطے بادشاہ کا حکم ہی اور کیسی سزا اس کو دی جاوے فرعون نے کہا کہ ایسے غلام کو جو اپنے خاوند کی نعمتوں کا منکر ہے دریا میں ڈبو یا چلبے اور یہ بھی ہے کہ اکثر فرعون اپنی فخر اور بڑائی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں بیان کیا کرتا تھا کہ میں ایسا ہوں کہ مصر کے ملک میں نہرین جاری ہیں اور ان نہروں کو اپنے مکانوں کے نیچے سے بہا لایا ہے سو ایسے شخص کو کہ نہروں کے جاری کر نیو بڑا اپنا فخر سمجھتا تھا اور بہت سے اس کو نہایت لذت حاصل ہوتی تھی دریا میں ڈبو کر ہلاک کرنا بہت مناسب ہوا کہ ان چھوٹی چھوٹی نہروں

والون کا چلن تھا کہ شام اور مصر کی راہوں پر گڈھیاں بنا کر چھپے بیٹھے رہتے تھے اور قافلے لوٹتے تھے اور بہت مال لاتے تھے اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم نے گناہوں میں سب سے بڑا گناہ لوندے بازی تھی یعنی مرد مرد کے ساتھ بڑا کام کرتا تھا اور سوائے اس بُرے فعل کے اور بہت سی برائیاں اور بدعتیں ان میں رائج تھیں جیسے کہ بوز بازی اور میڈ ہے لڑانا اور پتھر مارنے آپس میں لڑنا اور مہمان کو اپنے گھر اترنے نہ دینا اور اگر کوئی دور سے آنے والا شہر میں غلہ خریدنے کو آوے تو اس کو خرید کرنے کو نہ دینا اور آپس کی ہنسی کھیل میں گالیوں دینا اور محرش بکنا اور راہ چلتے سے سحری کرنا اور عورتوں کی طرح مٹی لگانا اور ماتھے پانوں عورتوں کی طرح مہدیے رنگنا اور بیچنا میں انتہاء درجہ کو پہنچتے تھے یعنی سب کے سامنے ننگے ہو کر ایک دوسرے کے فہر پر گزرتا تھا پھر حق تعالیٰ نے ان سب کی ہدایت کی واسطے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کو فرعون کی طرف اور حضرت شعیب کو مدین اور ایکہ والون کی طرف اور حضرت لوط علیہ السلام کو سدوم وغیرہ کی طرف رسول کریم بھیجا اور ان برائیوں سے ان سب کو منع فرمایا فَعَصَوْنَ سَوَّلَ رَبِّهِمْ پھر نافرمانی کی ہر ایک تہ انہیں سے اپنے اپنے رسولوں کی جوائے پروردگار کے بھیجے ہوئے تھے اور حکم مانا اور اپنی برائیوں کو نہ چھوڑا بلکہ اپنے اپنے وقت کے رسولوں کے مقابلہ کر بیٹھے اور لڑائی اور جھگڑا شروع کیا فَاَخَذَهُمُ اخْذَةً رَّابِيَةً پھر پکڑا انکو ان کے رب نے بڑی پکڑ لی یعنی پیغمبروں کی نبوت کے انکار سے جس گرفتاری کے لوگ لایق ہوتے ہیں اس سے زیادہ گرفتاری ان لوگوں کے واسطے ہوئی تاکہ وہ زیادہ گرفتار ہی ان گناہوں کے مقابلہ میں واقع ہووے سو فرعون کو ان کے کہنے کے موافق دریا میں ڈبوایا سو اسٹے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایک فریادی کی شکل بنا کر اس کے دربار میں اگر اس سے پوچھا کہ اگر کیا غلام اس کی غلامی سے منکر ہو کر اپنے خاوند کے مقابلہ میں آپ بھی اپنی صاحبی کا دعویٰ کرے تو ایسے غلام کیواسطے بادشاہ کا حکم ہی اور کیسی سزا اس کو دی جاوے فرعون نے کہا کہ ایسے غلام کو جو اپنے خاوند کی نعمتوں کا منکر ہے دریا میں ڈبو یا چلبے اور یہ بھی ہے کہ اکثر فرعون اپنی فخر اور بڑائی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں بیان کیا کرتا تھا کہ میں ایسا ہوں کہ مصر کے ملک میں نہرین جاری ہیں اور ان نہروں کو اپنے مکانوں کے نیچے سے بہا لایا ہے سو ایسے شخص کو کہ نہروں کے جاری کر نیو بڑا اپنا فخر سمجھتا تھا اور بہت سے اس کو نہایت لذت حاصل ہوتی تھی دریا میں ڈبو کر ہلاک کرنا بہت مناسب ہوا کہ ان چھوٹی چھوٹی نہروں

کیا ہوتا ہی تو مصر کا بادشاہ ہی جھکو بڑے دریا کی سیر کرنا چاہئے اور جب کہ تو ان ہر دن کو اپنے
 مکانوں کے نیچے سے جاری کر کے فرے اور عیش کرتا تھا وہاں ہی اب ہم ایسے بڑے دریا کو تیرے سر اور
 تمام بدن پر جاری کرینگے تاکہ تیری لذت کے اسباب چاروں طرف سے جھکو گھیر لیں اور فرعون کے عذاب
 کی زیادتی اس طرح ہوئی کہ تمام اسکی سلطنت اور مکانات اور باغات اور اچھے اچھے محل فرشتہ فردش سے
 آراستہ اور خزانے بے انتہا ایک پل میں اس کے ہاتھ سے نکال کے اس کے دشمنوں کو جو بہت حقیر اور ذلیل اسکی
 نظروں میں تھے عنایت ہوئے اور عادت یوں ہی کہ بادشاہوں پر شدت اس طرح کے عذاب کی پہنچی اور حضرت
 شعیب علیہ السلام کی قوم پر جو وہ فرتے تھے کئی طرح کا عذاب ہوا مین والوں پر صحیحہ یعنی سخت آواز بھی ہوئی +
 جیسی شود کی قوم پر ہوئی تھی اور بھونچال نے بھی ان کو ہلاک کیا اور ایک قسم کے عذاب کا دوسری قسم کے
 عذاب کے ساتھ ملنے سے عذاب کی زیادتی ہوئی ہی حضرت شعیب علیہ السلام کے جھٹلانے اور حقیر جاننے کے
 عوض میں سخت آواز سے جھکے گئے اور ماپ اور تول میں جو کمی کرتے تھے اور ڈنڈی یا پیمانہ ہا دستے
 ناکہ ماپی اور تولی چیز برابر نہ اترے اس کے عوض میں بھونچال میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے اور حضرت لوط علیہ السلام کی
 قوم کو پہلے نیچے سے اوپر لگے پھر وہاں سے اٹھا کر بھینک دیا اس واسطے کہ انکا کام لونڈے بازی اور بیچاری
 تھی جس میں مومنوخ کا قلب لازم آتا ہی یعنی جو چیز جو واسطے مقرر کی ہی اسکو اٹھا کر ناجائز ہر مرد کو کہ جفتا کی
 اس واسطے نہیں پیدا کیا کہ وہ نہ پڑے اور اپنے تئیں ذلیل کرے بلکہ اسکو عزت والا پیدا کیا ہی کہ یہ عورت پر
 سوار ہوا اور اس کے بعد ان پر پتھر چلے ہوئے برٹ اس واسطے کہ لونڈے بازی میں زنا کا مزہ انکو ملتا تھا اور زنا
 کی حد رجم ہی یعنی پتھر مارنا اور اس مقام پر بعض لوگوں کے دلیں شبہ آتا ہی کہ جب حضرت لوط علیہ السلام کی قوم
 شہروں کو اٹھا کر دیا تو وہ لوگ ہلاک ہو گئے اور انکی لاشیں زمین کی تہ میں چھپ گئیں پھر اُن پر پتھر
 برس نے سے کیا فائدہ اس واسطے کہ پتھر زمین پر گرے ہوئے اور ان کی لاشیں بہت دور زمین کی تہ میں چھپی
 ہوئی تھیں جو اب یہ کہ ان پتھروں نے اپنے مادہ کی تیزی سے گندہک کی خاصیت پیدا کی تھی اور کچھ ان پتھروں
 کا بھاری پل جو زمین کے ذریعہ ان دونوں چیزوں کے آپس میں جمع ہونے کے سبب سے وہ پتھر سفلہ
 زور سے گرنے سے کہ زمین کو چاڑھ کر گھس جاتے تھے اور ان کی لاشوں تک پہنچ کر ان کے جسموں میں آگ

تھا انکو بھی بھاگنے سے بچاؤ تھا اگر قصۃ حضرت نوح علیہ السلام اور یونس کو نہ بچاتا تو سب اس طوفان میں ہلاک ہو جاتے اور تم لوگوں نے جو قصۃ کے نعمتوں کی انکار پر کمر باندھی ہے سو تمہارے وجود کا پتا بھی معلوم ہوتا سو واسطے کہ تم لوگ حضرت نوح اور ان کے اولاد کی نسل ہو پھر اگر اس وقت تمہارے باپ دادوں کی محافظت حق تعالیٰ نہ کرتا تو تم کس طرح اس وقت میں پیدا ہوتے سو اس وقت میں حضرت نوح علیہ السلام اور یونس کے بچاؤ کے واسطے ایک تدبیر ان کو تسلیم کر دی ہوتی تاکہ وہ لوگ اس طوفان میں شریک بھی نہ رہیں اور اس عذاب سے بچے مگر بلکہ عذاب کی چھینٹ بھی ان تک نہ پہنچے اور اس تسلیم کے مضمون کا حاصل یہی کہ لکڑے کے سوائے کوئی دوسری چیز اسکی صلاحیت نہیں رکھتی اس واسطے کہ پانی کی اصل ثقیل ہے یعنی بھاری ہے اسکی طبیعت اسی بات کو چاہتی ہے کہ زمین پر ٹھہرا رہے اگر جس چیز میں کہ زمین کے اجزاء غالب ہیں اس سے کوئی چیز مرکب کر کے یعنی بنا کے پانی میں ڈالیں تو پانی اسکو اپنی تہ میں لیجائے گا اور نیچے بیٹھا دے گا اور آپ اس کے اوپر رہے گا سو ایک جو ہر لطیف چاہے جو پانی کے اوپر تیرا کرے اور اس کے نیچے نہ بیٹھ جائے اور ابی لطیف اور پاکیزہ جو ہر دغض میں منحصر ہے ایک آگ اور دوسری آہو سو آگ کی اصل جلادینا ہے پھر اسپر آدمی کو سوار کرنا گویا اسکی ہلاکی کی خوشخبری دینا ہے اور ہوا اگرچہ آدمی کی طبیعت کے موافق ہے اور اس کے جسم کو فاسد اور خراب نہیں کرتی لیکن ازبکہ لطیف اور پاکیزہ ہے قابل اس کے نہیں ہے کہ آدمی باوجود اپنے جسم کے بھاری ہونے کے اسپر سوار ہو سکے سو اس واسطے حضرت نوح علیہ السلام کو ایسی بات کو ڈال دیا کہ جو چیز بہت ہلکی ہو بلکہ اس کے سام اور سوراخوں کے خالی ہونے کے سبب اس میں ہوا اور اس کی ہوا اور بہت ہوا اس میں بند ہو سکتی ہو ایسی چیز اختیار کرو اور اس قسم کی چیز لکڑی ہے کہ ہمیشہ ہوا اس کے سام اور منفذ میں در آتی ہے اور اسکو اوپر اٹھا لیتی ہے بخلاف حیوانات اور مچاؤں یعنی زمین کے اندر پیدا ہونے والی چیزوں کے اور یہی وجہ ہے کہ لکڑی انور پتے درختوں کے کتنے ہی بہت ہوتے اور بھاری لیکن پانی کے اوپر ہی رہینگے پانی کی تہ میں نہ بیٹھ جائینگے اور معدنی چیزیں جیسے لوہا وغیرہ اور جانوروں کے جسم کتنے ہی چھوٹے اور ہلکے ہوں لیکن پانی کے نیچے تہ میں بیٹھ جائینگے اس واسطے کہ لکڑی اور پتا ہوا کا ظرف ہے اور ہوا لطیف اور اوپر رہنے والی ہے اور ظرف کو مظروف کا حکم ہوتا ہے اس مقدمے میں اور معدنی اور حیوانی جسم

باجہ حضرت نوح علیہ السلام

نیچے

ہونے اور سانوں کے بھرنیٹھنے میں ہول کے طرف نہیں ہو سکتے ہیں ارضی جزائے غالب ہوتے ہیں اور مٹی کا جو ہر
 بیماری پانی کی تر میں بیٹھنے والا ہی غرض کہ لکڑی کے سوائے کوئی چیز ایسی تھی جو اس کام کی لیاقت رکھے
 اس واسطے حکم ہوا کہ نباتی جسم سے یعنی لکڑی سے ایک شہر مختصر تیار کرو اس قدر جس میں آدمی اور جانور اور
 ان سب کے چھ مہینے کے کھانے کی گنجائش ہو سکے اور اس کو طبقہ کر دینے ایک کے اوپر ایک پھر نیچے کے
 طبقے میں آؤں گے جانوروں کو رکھو اور بیج کے طبقے میں آدمی اور جنات کو اور اوپر کے طبقے میں آؤں گے
 جانوروں کو رکھو اور بختے جانور چرند اور پرندہ میں ان سب کو حکم ہوا کہ حضرت نوح علیہ السلام کی تابعداری میں جا کر
 حاضر ہو اور حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ ایک ایک جوڑا ان سب جانور و زمین سے پکڑ کر کشتی میں رکھو
 پھر حق تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے حضرت نوح علیہ السلام کا دست مبارک اسی جانور کے جوڑے پر پڑنا تھا
 نسل کا باقی رکھنا قیامت تک مقدر اور منظور تھا پھر حق تعالیٰ نے درندے اور موذی جانور و نیکے دلیمن سے
 اس عداوت کو جو دوسرے جانور و نیکے ساتھ رکھتے ہیں چھ مہینے تک بالکل نکال ڈالا تھا تاکہ ان سب کا ایک جگہ
 پر رہنا ہو سکے اور اوپر کے پانی کا بچاؤ بے سرپوش کے ممکن تھا سو حضرت نوح علیہ السلام کے دلیمن سب کا کھانا لیا
 کیا کہ اس چلتے شہر کے واسطے ایک سرپوش بھی جو اوپر سے کشتی کو ڈھانک لے تیار کر رکھو تاکہ سوار ہونے کے بعد
 اس سرپوش سے کشتی کو ڈھانک لینا اور روشنی کے واسطے حکم ہوا کہ روشندان یعنی سوراخ میں سرپوش
 میں اسطور پر رکھو کشتی بھی رہے اور برسات کا پانی کشتی کے اندر نہ آوے اور اس چلتے شہر کا نام سفینہ اور جہاز
 اور کشتی رکھا پھر جو کشتی کو مہینوں پانی چرنا اور موجوں کے پھیر وں کی برداشت کرنا تھا تو اس واسطے حکم
 ہوا کہ کشتی کا سرخ کے مانند اور اس کا سینہ بط کے سینے کے مانند اور اس کی دم کبوتر کے دم کے مانند بناؤ تاکہ
 موجوں کے صدموں سے الٹ نہ جاوے اور جو طوفان کے آنے کا وقت معلوم تھا تو اس واسطے حضرت نوح علیہ السلام
 اور مومنین کو ایک نشان بھی بتلادیا یعنی جو وقت تمہارے گھر کے نور سے پانی کا اُبلنا شروع ہووے تو جان
 لینا کہ پانی کی طغیانی اور طوفان کا وقت آپہنچا اور بوجھ لینا کہ پانی کی روح کو تمام عناصر پر بقدر غلبہ ہوا
 کہ تنور کی آگ نے اس کے مقابلے میں نیستی کا حکم پیدا کیا چنانچہ اس علامت کے ظاہر ہونے کے وقت حملہ کیا کہ
 نیو آج آریۃ اٹھا لیا یعنی لا دلیا ہنئے تم کو اس چلتی کشتی میں جو اسی طوفان کے پانی میں تھی جس میں کافر

دو بچے اور وہ کشتی غرق نہ ہوتی تھی پھر آب غور کرو اور سوچو کہ باوجود عذاب میں شریک ہونے کے تم کو تین بچا رکھا اور ڈوبنے نہ دیا ان مسلمانوں کے طفیل سے یعنی اس سبب سے کہ تم ان کے پیٹھ میں لطف نہ تھے اور وہ کشتی تمہاری اس عذاب کے مادے پر یعنی طوفان کے پانی پر نہایت آہستگی سے چلی جاتی تھی کچھ صدمہ اس کو نہیں پہنچتا تھا اسی طرح قیامت کے دن ایماندار پھر اوجود وزخ کے اوپر ہو گا چلے جائیگے اور کچھ صدمہ ان کو نہ پہنچے گا اور کشتی کے بنانے کی تدبیر سکھانے میں ایک نفع تمہارے واسطے دوسرا بھی رکھا ہے ہم نے لَجَعَلْنَا لَكُمُ تَذَكُّرًا تاکہ کر دین ہم اس کشتی کو واسطے تمہارے یاد دہانی اور جس مقام پر ڈوبے گا خوف ہو اور تم ارادہ کرو کہ اس شہر سے دوسرا شہر کو یا اس کنارے سے دوسرے کنارے کو پانی سے اتر کر پہنچا چاہئے تو وہاں اسی طرح کھلتا گھر یعنی جہاز یا کشتی کسی لکڑی سے تیار کر کے پار ہو بایا کرو اور اپنے مطلب کو پہنچا کر وہاں اس بات میں تم کو چاہئے کہ خوب غور کرو اور تامل کر کے بوجھو کہ گناہوں کا بوجھ بھی اسی طرح ندامت اور حسرت کے دریا میں ڈوبنے والا اور دوزخ کے گڑھے میں ڈالنے والا ہے اس سے نجات اور خلاصی بدو نہ کسی ایسے شخص کے جس نے اپنے تئیں گناہوں سے خالی کر کے اس سب لطفوں سے لطیف کا یعنی ارحم الراحمین کی رحمت کا ظرف اور نزول گاہ بنا رکھا ہو ممکن نہیں ہے جیسے لکڑی کہ اپنے تئیں ہوا لطیف کا ظرف بنا کر بھاری بھاری چیزوں کو پانی میں ڈوبنے سے بچا کر پار کر دیتی ہے سو تم کو بھی چاہئے کہ حسب طرح ہو کے اپنے تئیں بھی کسی لطیف کے ظرف بن لینے کسی صاحب باطن صانع کے دل میں جگہ دو تاکہ اس لطیف کی برکت جو اس ظرف کی ظرفیت ہے تمہارے حال پر بھی متوجہ ہو اس واسطے کہ وہ لطیف اس ظرف کا ظرف ہے اور تم بھی اس ظرف کے ظرف ہوئے تو اس لطیف سے ایک نوع کا اتحاد ہم پہنچا اور یہ اتحاد ان گناہوں کے بھاری پن سے سبکباری اور خلاصی حاصل کر سکتا ہے سو ایسے لطیف ظرف ہر زمانے میں کیا اب اور نادر الوجود ہوتے ہیں ایسے لوگوں کی طلب اور تجسس میں ضرور رہا چلے اور دل اور جان سے ان کی محبت اور متابعت میں کوشش کیا چاہئے تاکہ ان لوگوں کے دل میں اپنی جگہ پیدا ہو سو اس اہم امت مرحومہ کے واسطے ایسے لطیف ظرف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہیں ان کی محبت اور متابعت اس بات کا سبب پڑتی ہے کہ ان کے دل میں اس شخص کی جگہ پیدا ہو اور جب یہ بات حاصل ہوئی تو دے دل تو خفت لے جلنا نہ کے لطف کے نور سے معمور اور بھر

ہوتے ہیں تو اس شخص کو بھی ان دونوں جگہ پانے سے اور ان کی ہمالی کی برکت سے جناب پاک پروردگار
 سے ایک طرح کی مناسبت حاصل ہو جائے گی اور یہ مناسبت گناہوں کے بوجھ کے دفع کرنے میں تریاق کا حکم
 رکھتی ہے اور کیا اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے سورہ بیچارہ ہو کر کہ در کعبہ رسد دست
 در پاکتے زرد و ناگاہ رسید یعنی جو نیٹ بیچاری نے جو صلیکے کعبہ جلنے کا کیا کہو تر کے پانون کو ہاتھوں سے
 تھامنا اور اس وسیلے سے کعبہ کو پہنچی اور اس واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ مَثَلُ أَهْلِ بَيْتِ
نُوحٍ كَمَثَلِ سَفِينَةِ نُوحٍ مَنْ رَكِبَهَا نَجَّى وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ یعنی مثال میرے اہل بیت کی تم میں
 مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی ہے کہ جو سوار ہو ا کشتی میں اسنے طوفان سے نجات پائی اور جس نے اس سے
 منہ موڑا اور پیچھے رہ گیا وہ ڈوبا اور ہلاک ہوا اور حضرات اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اس بزرگی اور
 فضیلت سے خاص ہونے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی آپ کے عمل کے کمال کی صورت تھی
 اور حضرت اہل بیت کو بھی حقیقتاً جہاں نے خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کی صورت گردانا تھا
 اور یہ عمارت ہی طریقت سے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی کمال کا بھی دوسرے میں
 جلوہ گر ہو نا بد و ن حاصل ہونے ذاتی مناسبت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روحی قوتوں میں
 جیسی عظمت اور پاکی اور حفظ اور جو انفرادی اور بخشش میں کی طرح متصور تھا اور یہ مناسبت بغیر ولادت
 اور بغیر اصلی اور فرعی علاقے کے کی طرح حاصل نہیں ہو سکتی سو اس کمال کے دریا کو جو مختلف ولایتوں کا اصل اور
 منبع ہے اسکے سب شعبوں اور شاخوں کے ساتھ اسی جہان سے بہا یا ہے اور اسی پر نالے سے جاری کیا ہے اور
 نہ ہی معنی میں امامت کے جو ان بزرگواروں میں ایک دوسرے کو وصی کرتا آیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ بزرگ
 اس امت کے تمام اولیاء کے سلسلوں کے مزج میں اور جو شخص کہ متکبر ہو جائے کہ اس کا کرتا ہے تو بالضرور اسکے
 استغاضہ کی سزا نہی بزرگواروں تک پہنچتی ہے اور وہ اس کی کشتی میں بیٹھتا ہے بخلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے علمی کمال کے کہ وہ کمال اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں جلوہ گر رہا اس واسطے کہ اس کمال کے حامل کرنے
 اور اس میں کمال پیدا کرنے کے واسطے مدت دراز تک ہم صحبت رہنا اور مرضی نامرضی کو اس کی دریافت کرنا
 ضرور ہی جیسے شاگرد کی نسبت ہوتی ہے استاد سے تاکہ بات کے مطلب کو پہنچا اور شکل کو حل کرنا اور چھوٹی چیز

ع

کتاب التوحید فی شرح التوحید
 کتاب التوحید فی شرح التوحید
 کتاب التوحید فی شرح التوحید

نکلنے اور دریافت کر لینے کا طریقہ حاصل ہووے اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ
 اَصْحَابِي كَالْجَوْهَرِ يَأْتِيهِمْ اِقْدَامُ يَتَمُ اِهْتَدِ يَتَمُ یعنی میرے اصحاب ستاروں کے مانند ہیں ان میں سے جسکی تم
 پیروی کرو گے مطلب کی راہ کو پہنچ جاؤ گے سو جس طرح ظاہر کے دریا سے پار ہونا بدون کشتی کی سواری اور تاروں
 حساب دریافت کرنے کے تاکہ مطلب کی طرف سے دوسری طرف کشتی نہ بنے پاوے ہرگز نہیں سکتا اس طرح
 حقیقت کے دریا کو بھی بدون علمی اور علی دونوں بارہ دونے قطع کرنا اور پار ہونا کی طرح ممکن نہیں ہی تو
 مسلمان آدمی کو بھی ان دونوں بارہوں پر متک اور اعتماد کرنا ضرور ہوا اور اس معنوں کو کشتی شاعر نے
 ہندی بیٹوں میں بخوبی ادا کیا ہی اور وہ بیٹن یہ ہیں نظم جب کہ اصحابوں کو حضرت کہہ گئے
 ہیں کو اکبت سے ہدایت کے لئے اور حضرت کے تین کشتی کہا دونوں ان جزوں سے بہت ظاہر ہوا حضرت
 اصحاب بیشک و گمان لازم و موزوم ہیں دونوں یہاں گرچہ ان دو کو نہانے کا کوئی راہ وہ ہرگز نہ پاوے گا
 کبھی ایک کا ان دو سے ہو کر بغض و کین ہوگی اسکی بھی ہلاکت بالیقین جو نہ سمجھے انکو بخم چرخ دین
 کم کرے کشتی وہ اپنی بالیقین کشف ہی بالکل معلم پر بہرہ راز بن کو اکب چل نہیں سکتا جہاز یا فقط بس
 جان لے انجم کو جو اور متک کو کشتی کا نہو غرق دریا سے ضلالت میں رہے اسکے تین ساحل کا
 نا کا کب ملے انتہی اور اسی واسطے فرمایا ہی وَتَعِيَهَا اُورِیَا درکھے اس طوفان میں ڈوبنے سے بچ
 رہنے کو اور کشتی کی حالات کو جو اوقت کے مسلمانوں کو اس تدبیر سے حاصل ہوا اَذُنْ قَائِمَةٌ وَه
 کان جو یاد رکھنے والا ہی ایسے قصوں کو اور حدیث شریف میں آیا ہی کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تب آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر المؤمنین مرتضیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو فرمایا کہ سَأَلْتُ اللّٰهَ اَنْ يَّجْعَلَها اَذُنًا
 یَا عَلِیَّ یعنی دعا مانگی میں نے اللہ سے کہ کرے اللہ تعالیٰ ایسے کان تیرے اسی علی اور حضرت علی رضی
 اللہ عنہ کو خاص کرنا اس شرف اور بزرگی سے اس نکتہ کے واسطے ہی کہ اہل بیت کے کشتی ہونے کے
 معنی بدون متوسط ہونے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ممکن تھے اس واسطے کہ اہل بیت آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کے اس وقت میں بچے تھے اس طریقے کی امانت کے قابل تھے اور ان کی تربیت کا
 عہدہ کسی دوسرے کو حوالے کرنا آپ کی شان کے لائق نہ تھا تو گناہوں کے بوجھ سے نجات حاصل کرنے کے قاعدہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تعلیم کرنا اور انکو اس میں امام کرنا اور اپنے علی کمال کو ان کے صورت میں ظاہر کرنا ضرور ہوا تاکہ وہ یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ ابوت کے حکم سے یعنی باپ ہونے کے سبب اس کمال کو ترویج دے۔ نازہ صاحبزادہ کو پہنچا دین اور یہ سلسلہ قیامت تک انہی کے واسطے جاری رہے اسی واسطے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یعقوب المومنین کا خطاب دیا ہی اور یعقوب شہید کی مکھی کے بادشاہ کہتے ہیں اور باوجود اس بات کے چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں پرورش پائے تھے اور امداد کا علاقہ بھی آپ سے رکھتے تھے اور بچپن سے ہر کام میں رفیق اور شریک رہے تھے تو گویا آپ کے فرزند کے حکم میں تھے اور قربت میں بھی بہت قریب تھے سو اس سبب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روحانی قوتوں میں بہت مناسبت حاصل تھی تو گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علی کمال کے ظل اور صورت تھے اور یہی مراد ہی ولایت اور طریقت سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے وہ انکی استعداد بہت بڑھ گئی اور انتہا درجے کے کمال کے مرتبے کو پہنچی چنانچہ اسکے آثار اور نشانیاں ظاہر اور باطن ہر طریقے اور ہر سلسلے کے اولیاء اللہ میں روشن اور ہدیہ امین والحمد للہ علی ذالک اور جب خاص و عام حالتے جو دنیا میں واقع ہوئے ہیں مثالوں کے بیان کرنے سے سمجھ میں آگئے تو اب آخرت کے حلقے کو تصور کرنا اور بوجھنا آسان ہو گیا اتنا ہی فرق ہی کہ دنیا کے حلقے میں تخصیص ہی اور آخرت کے حلقے میں انتہا درجہ کا عموم اور شمول ہو گا فاذا انفتح فی الصور پھر حقیقت چھوٹا جائیگا صور میں یعنی نرسنگے میں نمود کے قوم کی آواز کی طرح جو جبرئیل حقیقت کے آثار سے تھی اور پہ پہونک اسے پہلی حقیقت کے آثار سے ہو گی اور اسکے خادم اور مددگار روحانے قبض کرنے کے واسطے عزرائیل حقیقت ہو گی چنانچہ نمود کے قوم پر آواز کرنے کے وقت بھی یہی حقیقت اس قوم کی روحانے قبض کرنے کے واسطے خادم اور مددگار ہوئی تھی فرق ان دونوں آوازوں میں اتنا ہی کہ پہنچے ہو گا مگر نفخۃ واحدة پہونکنا ایک شخص تنہا کا جوا حاکم کے جانداروں کی روحانے کھینچ لینے کے واسطے کفایت کریگا بخلاف نمود کے قوم کی آواز کے کہ وہ خاص ایک ہی قوم کی روحانے کھینچ لینے کے واسطے تھی اگر وہ آواز سب جانداروں کی واسطے فرض کی جاتی تو بہت آوازیں متعدد چاہئے تھیں اور اس نفخہ سے پہلا نفخہ مراد ہی چنانچہ حضرت

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے صحابہ سے منقول ہے اس واسطے کہ زمین اور پہاڑ و نکاح آپس میں
 ٹکرائے اور عالم کی خرابی کا شروع اسی نغمہ سے ہی اور وہ جو بعضے قدیم مفسرون نے کہا ہے کہ اس کے دوسرا
 نغمہ مراد ہی تاکہ یَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ کے مضمون کے ساتھ مناسب ہووے اس واسطے کہ اعمال
 کا عرض دوسرے نغمہ کے بعد ہی ہو اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بار کے تصور پھونکنے کے وقت سے یہاں
 تک کہ بہشتی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہونگے ایک ہی دن ہی تو اس صورت میں کہہ سکتے
 ہیں کہ جہنم پہلا تصور پھونکا جائے گا اس میں عرض اعمال ہوگا اگرچہ کچھ دیر سے ہوا اور صور بیل کے ٹینگہ
 کی شکل ہی اور بعضی ضعیف روایتوں میں آیا ہے کہ صور کی لنبائی ہزار سال کی راہ کی ہے اور اس ایک ٹینگہ
 میں سات سو چھ واقع ہوتے اور ہر دوزخ و نوحہ کے درمیان میں گریہ ظاہر ہوئی ہیں جیسے نیشکر لینے
 گئے کی پورا پورا ہر پور میں سوراخ ہیں بہر کے جھٹکے مانند اور ہر سوراخ میں ٹھہراؤ ایک ایک روح کا ہوگا
 عالم کی روحوں سے چنانچہ پہلے خانے میں فرشتوں کی روحیں ٹھہریں گی اور دوسرے خانے میں پیغمبروں کی
 روحیں اور تیسرے خانے میں صدیقوں کی روحیں اور چوتھے خانے میں شہیدوں کی روحیں اور پانچویں
 خانے میں ایمانداروں کی روحیں اور چھٹے خانے میں کافروں کی روحیں خواہ وے کافر آدمیوں سے ہوں یا جنوں
 سے یا شیطانوں سے اور ساتویں خانے میں باقی تمام مخلوقات کی روحیں ٹھہریں گی اور تصور پھونکنے کی
 خدمت حضرت اسرافیل علیہ السلام کے واسطے معین ہے پہلے نغمہ میں اس مضمون کو ادا کرینگے کہ اسی کو ٹھہرائیں گے
 کہ میری طرف آؤ اور دوسرے نغمہ میں اس مضمون کا کلام کہیں گے کہ اسی سڑی ہوئی ہڈی اور اسی کٹی ہوئی رگوں اور
 اسی پرانہ اور جدا ہوئے گوشت و تم سب جمع ہو جاؤ اور اسی روح و تم سب اپنے اپنے قابضوں میں در آؤ
 اور مفسرون نے کہا ہے کہ پہلے نغمہ میں سب کی روحیں اپنا قالب چھوڑ دیں گی مگر حضرت جبرائیل اور حضرت
 میکائیل اور حضرت عزرائیل اور حضرت اسرافیل اور حق تعالیٰ کے عرش کے اٹھانیوالے فرشتے علیہم السلام
 کی روحیں سوختے لگ جائیں ان سب کی روحیں اپنی قدرت کے ہاتھ سے قبض فرما دیں گی اور پھر سب کے
 پہلے حضرت اسرافیل زندہ ہونگے تاکہ اپنی خدمت معین کو یعنی نغمہ ثانی کو بجا لائیں اور دوسری مرتبہ
 صور پھونکیں عرض کہ عالم کی خرابی کی ابتدا پہلے نغمہ سے شروع ہوگی اور تمام عنصروں کی روحیں کھینچ جاؤں گے

بجائے صور بیل کے

بجائے نیشکر لینے کے

اور اس آواز تند اور سخت کے سبب ہوا جنبش میں آوے گی **وَحِيلَتْ الْأَرْضُ** اور اٹھائی جائے گی زمین اور پہاڑ ہوا میں لینے زمین کے اجزاء آپس میں اپنی قوت سے ملے ہوئے ہیں انہیں سستی آجائے گی اور سخت بھونچال آنے کے سبب سے پہاڑ کی جڑیں ڈھیلی ہو جاویں گی اور زمین کو چھوڑ دیں گی اور ہوا اس شدت سے نہیے گی کہ پہاڑ اڑے اڑے پھرنیگے اور یہہہ واقعہ عادی آند ہی اور مدین والوں کے ہونے لگات کے اٹک پٹک کے مانند ہی لیکن اتنا فرق ہی کہ وہ آہٹیں ایک ایک ملک پر تھیں اور یہہہ آفت عام ہوگی تمام زمین اور پہاڑ اور جنگل سب کو شامل ہوگی **فَلْيَسْكُنْ** پھر کوئی جائے گی زمین اور پہاڑ سخت آند ہی کے صدقہ سبب جو چوبائی ہوگی اور پہاڑ آپس میں ٹکرائے کر چور چور ہو کر زمین کے برابر ہو جائیں گے **دَكَّةً وَاحِدَةً** گنا برائے گنا سب زمین اور پہاڑ دن کو شامل ہوگا اس میں کچھ فرق اور جدائی اور تخصیص کسی کی نہوگی **فَيَوْمَئِذٍ وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ** پھر اس دن ہو پڑیگا واقعہ یعنی وہ حاقہ جو تمام عالم کے خراب اور گرفتار کر دینے کی واسطے وعدہ کیا گیا ہے اور اثر اس حاقہ کا بطرح آسمان کے نیچے والوں کو شامل ہوگا اس طرح آسمان کے اوپر والوں کو بھی شامل ہوگا **وَأَشْقَتِ السَّمَاوَاتُ** اور بھٹ جائیگا آسمان اس واسطے کہ پیدا بش آسمان کی عالم علی بھلائی برائی کی واسطے تھی اور جس نے علی عالم نہ تو آسمان کے باقی رکھنے میں بھی کچھ حکمت اور فائدہ باقی نہ رہا اس کو ہی نیست اور نابود کر دینا ضرور ہوا اور آسمان کی ہتھکڑی اور پائیاری جو ہزاروں لاکھوں برس سے دیکھتے سنتے چلے آتے ہیں کہ ایک ہی حالت پر ہی گہمی بھٹتا ٹوٹتا نہیں ہی سو یہ مضبوطی اس ارتقا اور خرابی کو مانع نہو سیکے اس واسطے کہ یہہہ سب اسکی مضبوطی ارواح کے تعلق اور محافظت کے سبب تھی پھر جب روحین کھینچ گئیں اور آسمان کے قالب کو خالی کر دیا تو اسکی بنیاد کا نگہبان کوئی نہ تھا **فَيَوْمَئِذٍ ذَاقُوا** پھر وہ آسمان اس دن نہایت سست اور جوڑ بند سے ڈھيلا ہو جائے گا بطرح مرد کا بدن روح کے نکلی جانے سے ہو جانا **وَالْمَلَائِكَةُ** اور فرشتے جو آسمان کو دوری حرکت دلاتے تھے لینے چکر میں رکھتے تھے اور وہ دوری حرکت آسمان کو پھٹنے ٹیٹنے نہیں دیتی تھی اس واسطے کہ پھٹنا بعضے خرد کی مستقیم حرکت پر موقوف ہی سو وہ فرشتے اس حرکت کی تاب نہ لے سکتے تھے اس روز علیحدہ ہو جائیں گے اور بھاگ کر علی آجائے گا آسمان کے کناروں پر جاتے رہیں گے اور جب اسکی دوری حرکت جو اسکو پھٹنے نہتی تھی جاتی ہی تو نفخہ کی تاثیر اس کے جزو نہیں مستقیم

حرکت کے لائین! جب ہر شے لاکَ وجودِ المومنین علیہ السلام یوجب وجود المکولینے اس واسطے کہ موثر کا پایا جانا بدون مانع کے معلول کے وجود کا موجب ہوتا ہی تو یہاں موثر نفخ ہے اور مانع حرکت دوری تھی سو نہ ہی تو معلول کا وجود لازم ہوا اور معلول یہاں پھٹنا ہی اور جس طرح سے اس نفخ کا اثر زمین اور آسمان کو پہنچے گا اور عالم سفلی اور عالم علوی کو یہ واقع الث پلٹ کر ڈالے گا اسی طرح عرش اعظم کو بھی جو ب علوی اور سفلی سمونگا گھیرے ہو ہی تغیر اور انقلاب پہنچا دیگا لیکن عالم سفلی اور عالم علوی کا انقلاب اور تغیر سستی اور بودے پن کے ساتھ ہو گا یعنی تمام جوڑ بند اس کے ڈھیلے ہو جاویں گے اور عرش مجید کے انقلاب اور تغیر میں اس کا عکس پایا جائے گا یعنی بھاری پن اور گرانی اس کی زیادہ ہو جائے گی و یجمل عرش نیک اور اٹھا دیں گے تیرے پروردگار کے عرش کو فوق قلم اپنے سر اور کاندھے پر نہ ہاتھوں پر اس واسطے کہ بہت بھاری چیز ہاتھوں سے تم نہیں سکتی اور جس چیز کو ایک آدمی سر پر اٹھا سکتا ہی اس کو دو آدمی بھی اٹھ سے نہیں تمام سکتے اور عرش مجید کا بھاری پن اس روز پہلے سے دونا ہو جاوے گا اس واسطے اپنے سر پر اٹھا دیں گے یومئذ شامینہ اس دن آٹھ ٹہپے بزرگ فرشتے اور اس کے پہلے یعنی اس عالم میں چار فرشتے اٹھاتے تھے اور اس دن عرش اعظم کا بوجھ زیادہ ہو جانے کی وجہ یہ ہو گی کہ عرش عظیم حضرت حق جل شانہ کی سلطنت اور جہانداری کی صورت ہی اور جہانداری اس مالک الملک کی اس عالم میں چار صفتوں کر کے ہی جو ہر ذرہ میں عالم کے ذرو نہیں سے ان چاروں صفتوں نے ظہور فرمایا ہی اور ہر ایک کو شامل اور گھیرے ہو ہیں پہلی صفت علم ہی اور دوسری قدرت تیسری ارادہ چوتھی حکمت اور اس عالم آخرت میں چار صفتیں دوسری ان چاروں کے ساتھ ملین گی تاکہ وہ عالم آخرت کا اس عالم دنیا سے جدا ہو اور اقیانہ پیدا کرے سو پہلی صفت ظہور اور انکشاف اور حقیقت صرف ہی یعنی جو اس عالم میں ہی وہ ہر شخص پر ظاہر ہو گا اور حقیقت اس کی کھل جائیگی کی طرح کاشبا اور دھوکھا اور پوشیدگی اور مکر اور فریب اس عالم میں نہ ہو گا یہاں تک کہ کافر اور جاہلون پر بھی کسی چیز کی حقیقت چھپا نہ رہیگی اور ہر چیز کو قرار واقعی دریافت کر لیں گے چنانچہ قرآن مجید میں جا بجا مذکور ہیں جیسے سورہ طارق میں تھمکا فرمایا ہی یوم تبتلی السکر یعنی جہنم جانے جاوے گا جیسے سورہ مریم کے پانچویں رکوع میں فرمایا ہی استمع یایم و ابصر یومریا تو نہا نے کیا نہ ہو جیتے ہو

جس دن آوین گے ہمارے پاس اور انکی سولے بھی دوسری آیتیں ہیں اور خطا اور صواب کا نام بھی اس عالم میں نہ رہیگا اس واسطے تکلیف کا قلم یعنی حکم تکلف سے اٹھ جائیگا اور دنیا میں یہ صفت عالم اور شامل نفعی اور سودی صنت سبوغ اور کمال اور تمام ہی یعنی ہر چیز اس عالم میں اپنے کمال پر ہوگی کی طرح کافقہ ان کس میں نہ ہوگا یہاں تک کہ کافر اور بدکار و نیک جسم بھی غذا اور دوا کے محتاج نہ ہوں گے اور احساس یعنی دریافت اور دوسری توین انکی جیسے خیال اور وہم اور عقل کی بوجہ اور قوتین حرکت کرنے والین اس عالم کے تقاضے اور تاثیر سے نہایت اوج اور کمال پر ہوگی چنانچہ حق تعالیٰ جل شانہ سورہ عنکبوت کے چھوین رکوع میں فرماتا ہے وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ الْحَيَوَانِ لَوَکَآ أَنْوَا یَعْلَمُونَ یعنی اور پچھلا گھر جو ہنی سو وہی ہی جیتا اگر یہ لوگ سمجھ رکھتے خود اور دوام اور ابدیت اور بقا غیر متبہا یعنی ہمیشگی اسی صفت کی آثار اور شاخیں ہیں تیسری صفت قدس اور طہارت ہی یعنی اس عالم کی صفائی کے سبب سبب کدورتوں اور آلودگیوں سے بہت دور اور پاک ہونگے یہاں تک کہ کافر اور بدکار بھی باضرو اور پیشاب نکرین گے اور کوئی چیز پلید اور نجس نہ رہے گی پلید اور زرد پانی زخمون کا اور زخمون کا دھوان اور زنا کا مراد اور عورت کی شرکاء جو بدبو ہوگی سو غذا کے واسطے ان پر مسلط ہوگی نہ بدبو اور نجاست کے طور پر جو قحطی صفت عدل ہی اور ہر چیز کا حق اسکو پہنچانا اور دنیا میں یہ بات ہرگز نہ ہونہیں سکتی اور اس عالم میں کسی وجہ سے ظلم اور زبردستی نہ ہوگی اور آثار ان چار صفتوں کے بھی اس عالم آخرتین عموم اور شمول کے طور پر درکار ہونگے اس واسطے گرانی عرش معنوی کی جو عبارت ہی جہان داری سے دینی ہوگی اور صورت کو معنوی کے ساتھ مطابقت ہونیکے سبب سے ظاہری عرش میں بھی بوجہ اور گراتی پیدا ہوگی اور فرشتے جو پہلے ان چاروں اسموں کے مظاہر ہوئے عرش اعظم کو اٹھائے تھے سو اسے بھاری ہو جانیکے سبب سے اس بوجھ کو نہ اٹھا سکیں گے اس واسطے دوسرے چار فرشتے جو ان چاروں اسموں کے جائے ظہور ہیں ان کی مدد کیواسطے مقرر ہونگے اور بعضے باریک بین بات کی تہ کو پہنچنے والوں نے ایسا کہا ہی کہ عرش اعظم عبارت ہی فلک الافلاک سے اور اس کے عارضی حرکتوں کے آثار کو دنیا میں دوسرے آٹھ آسمان جو اس کے نیچے ہیں اٹھائے ہیں اور عرش کی روح کی تاثیر سے اور اس کے خیال سے ان آٹھوں آسمانوں کے ستاروں کو مختلف حرکتیں ظاہر ہوتی ہیں اور ان حرکتوں کے سبب سے ہیں

عالم میں بھلائیوں اور برائیوں کا ظاہر ہوتی ہیں اور اس پر دینِ حق کی تدبیریں جلوہ گر ہوتی ہیں اور اس کے
یہ آٹھوں آسمان اسپین ٹکڑے کی نسبت اور نابود ہو جائینگے اور وہ فرشتے جو ان آٹھوں آسمان کے کاموں کے
مستعد اور قائم تھے بھاگ کر کنار و نیر جا پہنچینگے اور عرش کا پائین خالی ہو جائیگا اور عرش کی تدبیروں کے
فیض پہنچانے کا مکان اور اس طرف سے دوائی فالیفہ کا محل درمیان رہے گا اس واسطے ضرور ہوا کہ دوسرے
آٹھ فرقوں کو اس کام کی واسطے عرش کے نیچے جگہ دین گے اور وہ آٹھوں اس منصب کے حامل اور اٹھائیوں کے
ہونگے اور حسب طرح ظاہری عرش دنیا میں ان آٹھوں آسمان پر اس طرح اُسدن ان آٹھوں فرقوں پر ہوگا اور اس
تفسیر کا تائید دینے والا وہ قول ہے جو حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ وہ فرماتے تھے

لَا أَدْرِي أَثَمَانِيَّةُ أَشَخَاصٍ أَوْ ثَمَانِيَّةُ أَكْفٍ أَوْ ثَمَانِيَّةُ صُفُوفٍ أَوْ ثَمَانِيَّةُ أَكْفٍ صُفُوفٍ يَنْهِنُ
جَانِبًا هَوْنٌ مِنْ كَوْنِ آٹھ شخص ہیں یا آٹھ ہزار ہیں یا آٹھ صفین ہیں یا آٹھ ہزار صفین اور ضحاک رحمۃ اللہ علیہ
سے منقول ہے ثَمَانِيَّةُ صُفُوفٍ لَا يَعْلَمُ عَدَدُهُمْ إِلَّا اللَّهُ یعنی وہ آٹھ صفین ہیں ان گنتی کوئی نہیں جانتا

مگر اللہ تعالیٰ لیکن صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ هُمْ أَلْيَوْمَ أَرْبَعَةٌ
فَإِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ آتَدُّهُمْ اللَّهُ تَعَالَى بِأَرْبَعَةٍ أُخْرَى یعنی وہ آج کے دن چار ہیں پھر جب
قیامت کا دن ہوگا تو تائید کرے گا ان کی اللہ تعالیٰ چار دوسروں سے اور دوسری روایت میں آیا ہے

کہ عرشِ معلیٰ کے اٹھائیوں کے پانوں ساتویں زمین کے نیچے ہیں اور عرشِ معلیٰ ان کے سروں پر ہے اور وہ
سریںچے کئے ہوئے تسبیح میں مشغول ہیں اور قیامت کے دن انہیں سے چار کی پہ تسبیح ہوگی کہ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ
وَبِحَمْدِكَ لَكَ الْحَمْدُ عَلَى عَمَلِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ یعنی پاکی بولتے ہیں ہم تیری اے اللہ اور تیری حمد تیرے

واسطے حمد ہی تیری معافی پر بعد قادر ہونے تیرے کے اور دوسری چار یہ تسبیح کہ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ
لَكَ الْحَمْدُ عَلَى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ یعنی پاکی بولتے ہیں ہم تیری اے اللہ اور حمد تیری تیرے ہی واسطے حمد ہی
تیرے حلم پر معلوم ہونیکے نیچے اور وہ جو بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ عرشِ معلیٰ کے حامل پہاڑی بکری کی

صورت ہیں اور انکی بسم سے چوتڑ تک سو ہزار برس کی راہ ہے سو ان کے ڈیل کی بزرگی کی طرف شاہ
ہے اور پہاڑی بکری کی صورت بھاری بوجھ اٹھانے کے مناسب ہے کچھ بعید نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے انکو بھی

صورت دی ہو اور وہ جو بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ انہیں سے ایک کی صورت آدمی کی سی ہے اور دوسری صورت بیل کی سی اور تیسری صورت شیر کی سی اور چوتھے کی صورت گینڈے کی سی سو پہلی روایتوں کے خلاف نہیں اس واسطے کہ ہو سکتا ہے کہ ان کا تمام بدن یکساں پہاڑی بکری کی صورت ہو اور ان کے چہرہ و منہ اس طرح کا اختلاف ہو تاکہ ان کے عقیدتوں کے اختلاف پر اشارہ ہو اس واسطے کہ وہ بھی مختلف اسموں کے مظاہر ہیں جس طرح پانی کے جھانڈے کے بدن ان کا یکساں ہوتا ہے اور چہروں میں بڑا فرق ہوتا ہے چنانچہ بعض نے گھوڑے کی صورت اور بعض نے کتے کی صورت اور سوائے اسکے بہت صورتیں ہوتی ہیں اور فضیلت اُمین کمالات آگین بھائی محمد رفیع الدین صاحب علمائے کرام کو اللہ تعالیٰ اور زیادہ کرے ان کو دین اور دنیا میں فتوح اور برکتیں اپنی بعض تصنیفات میں آیا لکھا ہے کہ عالمانِ عرش معلایک جماعت میں جو مسمیٰ کے چار کمانوں کے حامل ہیں ایک ابداع اور دوسرا خلق اور تیسرا تدبیر اور چوتھا تدقی سو پہلا فرشتہ کما ابداع کے کمال کا حامل ہے اور قیوم کے اسم ثابت ہے اور تدبیر اور صورت ظاہری اور مثالی اور زمانوں اور مکانون اور جہتوں اور حرکات پر موقوف ہے اور تمام استعداد و نفاذ علم اور ان کی خبر اور حمیرون کی تقسیم اور مقداروں کی اور جہتوں کی حدیں کرنا اور اندازہ کرنا جو اس قبیل سے ہیں سب اس متعلق ہیں اور دوسرا فرشتہ جو خلق کے کمال کو حامل ہے وہ مصور کے اسم سے ثابت ہے اور وہ تمام نفوس پر اور لبائط اور مرکبات فلکیہ اور عنصریہ کے صورت پر موقوف ہے اور موقوف خواصوں کو باقی رکھنے کا علم اور شرح کرنا اور اسکے آثار کا فیض پہنچانا اور اسکے سیکون اور قوتوں کی تشخیص کرنا اور جو اسکے متعلق اور مناسب چیزیں ہیں سب اس علاقہ رکھتی ہیں اور تیسرا فرشتہ جو تدبیر کے کمال کا حامل ہے وہ عدل کے اسم سے ثابت ہے اور نظام کی تشبیہ دینے میں مطلق خیر کے ساتھ صورتوں کی اختراع اور اثاب کے تداعل کے وقت پر موقوف ہے اور مخلوق کے درمیان میں ترجیح کا علم اور اسباب کی تنگی اور کشدگی اور اندازہ اس کا ایک انتہا ہے اور جو اسکے مناسب ہے یہ سب اس متعلق رکھتا ہے اور چوتھا فرشتہ جو تدقی کے کمال کا حامل ہے وہ تدوین کے اسم سے ثابت ہے اور تمام تجلیات اور شریاہ پر موقوف ہے اور قیوم کے تجلیات کے مظاہر کا علم اور بشریعتوں کا تعصب کرنا اور اہل اللہ کے عقیدوں اور عملوں اور جہتوں کا اندازہ کرنا اور مذہب حق اور باطل کی پہچانی اور جو اسم سے ہے وہ یہ اس متعلق رکھتا ہے ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مضمون جو مذہب نبوی

دارد ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو حکم ہوا ہے کہ عرشِ معلیٰ کے اٹھانیولے فرشتوں میں سے ایک فرشتے کا حال تم پر بیان کروں پھر آپ نے اسکی پیدائش اور جسم کی بزرگی کے بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اس فرشتے کی تسبیح یہ ہے کہ سُبْحَانَكَ حَيْثُ كُنْتَ یعنی پاکی ہے تجھ کو جہاں کہیں ہے تو سو اس مضمون سے اسی بزرگ فرشتے کی طرف اشارہ ہے اور اس رمز کی شرح یہ ہے کہ اس فرشتے کی حقیقت ایک خاص جہت ہے حق تعالیٰ کے کمالوں سے لینے جبکہ ہر مظاہر میں تاکہ لینے معبودیت کی صفت کا اجمال ظاہر ہوتا ہے تو اس لباس میں حقانیت کی جہت کا منشا اور اس ظہور کا حامل ہی فرشتہ ہوتا ہے گویا کہ جہاں کہیں تجلی ہوتی ہے اس فرشتے ہی کے دل پر ہوتی ہے اور یہی فرشتہ ہے جو تجلی کی صورت کے تحت ابھرتا ہے لینے وہ تجلی ہی ہو جاتا ہے اور اِجْبَا اَنَا اللّٰهُ کے کلمے سے اپنی زبان کو گویا کرتا ہے اور حق تعالیٰ کی ذات پاک کا آئینہ ہوتا ہے لینے اس ذات کا عکس اس میں در آتا ہے مِنْ حَيْثُ رَفَعَ اَلْجَبَابُ لینے اس طو سے کہ اٹھ جاتا ہے پردہ اسکی مثل یوں سمجھا چاہئے کہ یہی فرشتہ تھا جو آگ کی صورت ہو کے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ظاہر ہوا تھا اور اَنْ كُوْرُكُمْ فِي الْاَنْفِ کے مقولہ کا مصداق ہوا تھا لینے برکت رکھتا ہے جو آگ میں ہے اور اَنَا اللّٰهُ کا کلمہ جناب پاک پروردگار سے یہ کیفیت اسی فرشتے کے سینے سے نکلتا تھا اور آگ کے آئینے میں سنا جاتا تھا اور اللہ اعلم بالصواب حاصل کلام کا یہ ہے کہ ظاہر عرش کے اٹھانیولے اصل میں یہ چار فرشتے ہیں اور تشریع کے فیض کی نسبت انکے ساتھ اس سبب سے ہے کہ تشریع مندرجہ ہی تکوین میں اور جو اس عالم دنیا میں انتظام کا جاری ہونا تکوین کے فیض کے موافق ہے اور تشریع کا فیض اس عالم میں بھی اور ضمنی ہے لینے دوسری چیز کے سبب سے ہی اور حق اور باطل کا جدا ہونا جب کہ چاہئے پوشیدگی اور اشتباہ کے پر دہ میں چھپا ہے اسی سبب سے چار ہی فرشتے اس بوجھ کو تھا بنے ہیں یہاں تک کہ جب سَنَفْعُ لَكُمْ اَيُّهَا الْقُلَادُ کے مضمون کے بموجب حق تعالیٰ کی عنایت تشریع کے باعث کی تعمیر کے طرف متوجہ ہوگی اور ہر جان کا نجات وَلَا الدَّارُ الْآخِرَةُ لَكِي الْجَوَانُ کی زمین جو برحق والے کے پورا حق ملنے کا کھر ہے بکھر جائیگا اور ہر شخص کی استعدادیں پیدائشی ہوں خواہ حاصل کئی ہوئی ظاہر ہوگی اور ہر ایک شخص ایک ایک جہان کا حکم پیدا کرے گا اور ہزاروں بلکہ لاکھوں نیک اور بد صورت اور علموں کا منبع ہو جائے گا تو اس وقت تشریع کے فیض کے غاوم فیض مطلق کے عرش کے اٹھانے میں شریک ہونگے

اور وہ فرشتے جو بدن اس کام میں شریک ہونگے ان کی تفصیل یہ ہے کہ پہلا ایک فرشتہ ہے جو پہلے فرشتے کا عرش اٹھائیں رفیق اور شریک ہوگا اور سب ان قانون اور جنون کے نفون کی استعداد و نفا علم اور وہ دقیقہ جو ان نفون میں مندرج ہیں اور ان کے کمالات کے درجوں کا اور ان قوتوں کا جو ان میں پائی جاتی ہیں ان سب کا علم اسکو ہی آورد و سر فرشتہ دوسرے حامل کا رفیق اور شریک ہوگا اور علموں کی حقیقتوں کا علم اور ان کی قسم قسم کی کیفیت طرح طرح کی شکلوں کے مثال کے آئینے میں پائے جائیگا علم اور ان علموں کی جہتوں کی شرح کہ طاعت ہی یا گناہ اسلئے کہ ہر ایک ان میں سے علیحدہ حقیقت شرعیہ ہے اور نیک بختی اور بد بختی کا اندازہ اور احوال اور اقوال اور اعمال کے خرد و نکا اور معتقدات اور ملکات کا علم یہ سب اسی تعلق رکھتا ہے اور تیسرا فرشتہ تیسرے فرشتے کا رفیق اور شریک ہوگا اور آدمیوں کے احتیاجوں اور معاملوں کا اور بندوں کے حقوق کا علم اور ان کے جھگڑوں کا فیصلہ اور برائیوں اور کفار و نیکوں کے جہنم کا علم اور زمینوں کے رنگ کی محو اور اثبات اور اہل فضل کے درجوں کی تشخیص کہ نجات والے کون ہیں اور ہلاک ہونے والے کون ہیں اور مصلحتوں اور مطلبوں اور ضرر و نفع دستور اور ضبط کا علم اسکو ہی آورد چوتھا فرشتہ چوتھے فرشتے کا رفیق ہوگا اور احوال اور مشاہدات کے بھلونا کا علم اور حتمت کے دیکھنے والوں کے مرتبوں کا علم اور اسمائے الہی کے ساتھ احوال کا مرتب ہونا کہ یہی ان مرتبوں کا مبادی ہے اور ہر اسم کا اپنی شبہ میں ظاہر ہونیکا اندازہ از روئے قوت اور ضعف کے اور ذات کے منکشف اور محجوب ہونے کی منزلوں کی حد و نفا کا علم اور عمل کرنے والوں کے اخلاص کا اور مخلوق اور متحقق ہونا محتال کے ساتھ کا علم اور جو اس کے مناسب ہے یہ سب اسکو ہوتا ہے یہاں تک تمام ہوا کلام مولوی رفیع الدین صاحب کا اور بعض مفسروں نے کہا ہے کہ جب تک عرش محل اپنے مکان میں ثابت اور برقرار ہے تب تک اسکو چار فرشتے جلیل القدر اٹھا سکتے ہیں اور جب اپنے مقام سے جھپٹ کرے گا اور دوسری جگہ پر جاوے گا تو اسوقت چار فرشتے دوسرے چاہئے ان پہلے چاروں کی مدد کو اسواسطے کہ جب کوئی بھاری چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ پر لے جایا چاہتے ہیں تو اسکو زور اور قوت بہت چاہئے بخلاف اسکے کہ وہ چیز اپنی جگہ پر قائم رہے کہ اس میں زور کم درکار ہوتا ہے اور جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام سے بوجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ اجل شانہ اپنے بندوں کے پیچھے

دنیا اور آخرت میں وہی معاملہ کرتا ہی جو اسے ذہن نہیں بیٹھا ہو اہی اور ان کے آپس میں دستور ہی اور پھیل رہا ہی
جیسے دنیا میں باوجود اس بات کے کہ حقیقے کے مکان سے منزہ اور پاک ہی لیکن اپنے واسطے ایک گھر ٹھہرایا ہی تاکہ
بندے اس گھر کو دیکھ کر اس گھر والے کی تعظیم بجالائیں اور بدو ن اس گھر بزرگ کے دیکھے ہوئے ممکن تھا کہ انکی باطنی
تعظیم انکے ظاہر پر ظہور کرے اور اس گھر میں ایک سیاد چھڑ کو یعنی حجر اسود کو اپنا سید ماتھے ٹھہرایا اس واسطے کہ
آدمیوں کی عادت یوں ہی ہو گئی ہی کہ اپنے رئیس اور سرداروں سے جو ملاقات کرتے ہیں تو پہلے مصافحہ
کرتے ہیں اور ماتھے بھی چومتے ہیں اور بندے کے علوں اور کاموں کی محافظت کی واسطے فرشتوں کو اخبار نویس مقرر
مقرر کیا ہی کہ بندوں کے علوں کو لکھتے ہیں اور حال یہ ہی کہ حق تعالیٰ کا علم سب کو گھیرے ہو ہی کچھ اس
کی احتیاج نہیں ہی اور اسکو کچھ بھول جائیگا بھی خوف نہیں ہی اور اسی طرح اگر چشم عی کاموں میں غور اور
فکر کی جاوے تو بہت معقول اور محسوس مشابہت کامرعی اور مستبر ہونا کھل جاوے اسی طرح آخرت
میں بھی نبی آدم کے ساتھ وہی معاملہ کیا جاوے گا جو ان کے دلوں میں اور ذہنوں میں گڑا ہوا ہی اور بادشاہوں کے
شان بھی ہی ہی کہ جب انصاف کرنا اور ظالموں سے مظلوموں کا حق دلانا منظور ہوتا ہی تو پہلے
اور حجاب کو دور کرتے ہیں اور رعایا کو توپ اور نفٹارے اور پناہ کی آواز سے خبردار کرتے ہیں
اور بلاتے ہیں پھر آپ تخت پر بیٹھ کر دربار عام فرماتے ہیں اور مقصد ہی ہر دفتر کے حاضر ہوتے ہیں اور
تمام فوج کے لوگ پیادے اور سوار صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں تاکہ جو حکم نکلے مارنے یا باندھنے
یا قتل کا تو اسی وقت بجالائیں اور سرافرازی کے اسباب جیسے خلعت خانہ اور غذا بکے اسباب جیسے
زنجیر اور طوق اور بٹری اور جلا دسب مستعد اور حاضر ہوتے ہیں سو اسی دہشت ناک شکل اور خوف والی
صورت کو رنگ برنگ کی تقریروں سے قرائلی آیتوں میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں بہت شرج
اور تفصیل سے بیان فرمایا ہی بس اہلکام پر عرش معلیٰ سے وہ عرش اعظم نہیں مراد ہی جو سارے جہان کو گھیرے
ہوئے ہی اور اسدن اپنے مکان سے جدا ہونا بوجھا جاوے بلکہ مراد عرش دوسرا ہی یعنی عدالت الہی کی محلی
اس نورانی عظیم القدر جسم پرستوی اور غالب ہو کر حشر کے میدان میں ظہور فرما دی چنانچہ دوسری آیت میں
سُورَةُ مَرْيَمَ مَن ذَكَرَهَا كَمَا وَضَعْنَا لَهَا ذُكْرَهَا وَوَضَعْنَا لَهَا ذُكْرَهَا وَوَضَعْنَا لَهَا ذُكْرَهَا

وَقَضَىٰ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يظْلَمُونَ یعنی اور روشن ہو گئی زمین اپنے رب کے نور سے اور لا دھردھرت
 اور حاضر آئے پیغمبر اور گواہ اور فیصلہ ہوا ان میں انصاف سے اور ان پر ظلم نہ ہو گا پھر اس سورۃ کے آخر
 میں فرمایا ہے وَتَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُحَمِّدُونَ رَبَّهُمْ وَقَضَىٰ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ
 الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ یعنی تو دیکھے گا فرشتوں کو گھروں کے گرد عرش کے پاکی بستے میں اپنے رب کی خوبیاں اور
 فیصلہ ہوا ہی ان میں انصاف کا اور یہی بات ہوئی کہ سب خوبی اللہ کو جو صاحب اسارے جہان کا لیکن اس مقام
 پر جانا چاہئے کہ یہ جو شریعت کے حکمون میں عقلی چیز کی مشابہت ظاہری چیز کے ساتھ آئی ہے یہ فقط تصور
 اور خیال نہیں ہے کہ عوام لوگوں کے رغبت دلانے یا ڈرانے کی واسطے لئے ہیں بدون اس بات کے کہ اس
 کی کچھ اصل اور حقیقت ہو جس طرح معتزلہ اور فلسفی مزاج سمجھتے ہیں اور اس اپنی بوجھ اور سمجھ پر فخر کرنے
 ہیں بلکہ تشبیہ کی حقیقت ہے بدون مجاز کے اس واسطے کہ حق تعالیٰ کی ذات پاک کو ظہور اور حقبتی اور دونوں
 اور تدبیری صفت ثابت ہے اور باوجود اس بات کے کہ تنزیہ اور پاکی کے اعلام مرتبہ میں ثابت ہے
 لیکن ہو سکتا ہے کہ جس رنگ اور طور سے چاہئے اپنے تئیں ظاہر کرے اور جلوہ گر ہو دے چنانچہ طور
 پہاڑ کی آگ کے بیان میں اور لن ترانی کی شرح میں صراحتہ ظاہر کر کے فرمایا ہے بس ان مقاموں میں کہ
 بندوں کے حرم اور جائے بازگشت ہیں دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی حق تعالیٰ کی ذات پاک متعلیٰ
 ہے اور اس مالک الملک کے حکم نافذ اور جاری ہیں اور اہل شرع اور فلسفیوں کے عقیدے
 میں فرق اتنا ہی ہے کہ اہل شرع ان تجلیات کو ثابت کرتے ہیں بلکہ اگر خوب تامل کیا جاوے
 اور شرعی اخبار و نہیں غور کو کے دیکھا جاوے تو تشبیہ اور تنزیہ کے عقیدہ میں الطباق یعنی برابر ہی پیدا کرتے
 ہیں اس طوے سے کہ تشبیہ تجلیات اور ظہورات میں ہے اور تنزیہ ذات اور حقیقت میں فقط حاصل کلام کا
 اسمائے پر دے اٹھ جائینگے بعد اور عرش معلیٰ کے ظاہر ہونے کی بیان کے بعد فرماتے ہیں کہ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ
 اس دن حاضر کئے جاؤ گے اپنے پروردگار کے سامنے لوح محفوظ کے ظاہر ہونے کے سبب جو عرش معلیٰ کے حامل
 پاس ہے اور اسی کے مطابق کہ اما کا تہیں گے نسخے میں اسی مقام پر حاضر کئے جائینگے لَا تَخْفَىٰ جُحُودُكُمْ
 کسی پر پہلے ہونے یا پچھلے کیا احوال میں گم تھے خافیتہ کو شی حال چھا اور حدیث شریف میں

آیا ہی کہ قیامت کے دن تین مرتبہ عمل عرض کئے جائیں گے پہلے مرتبہ کافر اور گنہگار اپنے اپنے برے کاموں
انکار کر جائیں گے اور دوسرے مرتبہ جب گواہان کاموں پر گزرین گے جیسے دن اور رات اور آسمان اور زمین
اور ان کے کمال اور ہر عضو انکا گواہی دیگا تب پہلے کرینگے اور عذر درپیش کریں گے اور تیسرے مرتبہ عذر بھی انکے
باطل ہو جائیں گے اور حکم ہو گا کہ انکے نامہ اعمال اڑا دو پھر بعضوں کو داپہنے ہاتھ میں سامنے سے دینگے اور بعضوں کو بائیں
ہاتھ میں پیٹھ کے پیچھے سے دینگے پھر نامہ اعمال اسطور سے دینے کے ساتھ ہی ہر ایک پر اپنے انجام کا حال کھل جائے گا
اور پڑھنے کے پہلے ہی اعمال کی بھلائی برائی معلوم ہو جائے گی فَاَمَّا مَنْ اَوْفَىٰ كِتَابَهُ بِحَمْدِهِ لیکن پھر وہ شخص
جو دیا جائے گا اسکا نامہ اعمال اسکے داپہنے ہاتھ میں تو بوجھ لیگا کہ میرا داپہنا ہاتھ زور آ رہا اور میرا نامہ اعمال
جو داپہنے ہاتھ میں دیا ہی تو میرا زور اور غلبہ نفس کی خواہش اور حرص اور غضب ثابت ہوا فَقَوْلٌ پھر کہیگا
وہ شخص فرشتوں کو هَٰؤُلَاءِ اَقْرَبُ اے کتابیہ لیو پڑھو میری کتاب اسواسطے کہ اس میں بالکل میری بہتری اور خوشی
ہی اور جو چیز مجھ کو بخیدہ اور غمگین کرے وہ ہرگز اس میں نہ ہوگی اسواسطے کہ میں نے دنیا میں حق کی جانب کو قوی کیا تھا
اور باطل کی جانب کو ضعیف اِنِّیْ ظَنَنْتُ بے شک دنیا سے جانا تھا میں نے ایسا جاتا جو یقین کے نزدیک تھا
کہ اِنِّیْ مُلَاقٍ حسیا یہ مفر من ملاقات کرونگا اپنے حس سے آخر میں اسواسطے دنیا میں اپنے نفس سے مجاہد
میں مشغول رہتا تھا اس لئے حساب میں گرفتار ہونے سے پہلے اور کتابیہ اور حسابیہ کے آخر میں جو ہی ساکن
ہی وہ ہے ضمیر کی نہیں ہی بلکہ کہتے کی ہے ہی جو عرب کے کلام میں وقف کے واسطے زیادہ کرتے ہیں فَہُوَ
پھر وہ شخص باوجود عام ہونے بلا کے اور شایع اور پھیل جانے رنج اور غم کے فِیْ عِلْشَةٍ رَّا ضِیَیَّةً
میں مانتی زندگی میں اور گزرا نہیں ہوگا اسواسطے کہ اسکو کچھ بھی رنج اور غم نہ ہوگا جیسے حضرت نوح علیہ السلام
کی کشتی کے لوگ کہ عین طوفان میں خاطر جمعی سے اپنی گذران کرتے تھے سو اس شخص کے ساتھ اتنی ہی خاطر
جمعی اور بے غمی پر کفایت کرینگے بلکہ وہ شخص اخل ہوگا فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةِ بُرْءٍ رتبہ والی بہشت میں
جس میں مکانات عمدہ اور فرشتے نفیس اور برتن چاندی اور سونے کے اور نہرین جاری اور ان نہروں میں
نوا سے چھوٹتے ہوئے اور درخت نیلویسے لہے ہوئے اور سبز لہکنے ہوئے ہونگے اور باوجود ان سب
چیزوں کے اس بہشت میں ایک صفت دوسری ہی باوجود دنیا کے باغونین وہ صفت ہرگز نہیں ہو سکتی سو وہ صفت

پہر کر قُطُو فُهَا دَائِمَةً مِیوے عمدہ اور چنے ہوئے اس باغ کے جھکے اور نزدیک مین کھڑے اور بیٹھے اور
 لینے کہ اس طرح پر کہ جو مین بہشتی نے اس طرف اشارہ کیا تو درخت کی پھنی اس میوہ کو اس ہشتی کے منہ کے پاس
 پہنچا دے گی اور یہ سب باتیں وہ ان کے درختوں کو وہ ان کے زندگانی کی قوت سے حاصل ہونگی کہ ان درختوں نے
 وہ ان شعور اور دریافت کو پیدا کیا ہی اور بہشتیوں کو بہشت میں داخل کرنے سے پہلے یہ خوشخبری سننا دینگے
 کہ کُلُوا وَاشْرَبُوا کھاؤ اور پیو کھانے اور پینے بہشت کے هَیْثُمَا گوارا ہو جو تم پر لینے رُح نیک جائیو اور
 بد ہمنی اور ثقالت اور دوسرے کسی مرض کا سبب نہ پڑے لَمَّا اسَلَّمْتُمْ بدلے میں اس کے جو پہلے اسے دنیا میں کیا ہی
 تینے جیسے عبادتوں میں محنتیں اور حرام خواہشوں کو روکنا اور حق راہ کے ڈھونڈنے میں سرخ اور مشقتیں پہنچنا
 فِی الْاَیَّامِ الْخَالِیَةِ گزرے ہوئے دنوں میں یا ان روزوں میں جو کھانے اور پینے سے خالی تھے جیسے رمضان شریف
 اور دوسرے دن جن میں روزہ منوں ہی جیسے ایام بیض اور ذبحہ کا عرفہ لینے نوین تاریخ اور عاشور کا دن
 اور دوشنبہ اور پشنبہ اور شبِ برات کا دن لینے چودھویں تاریخ شعبان کی اور جو سو اٹھ مین اور حدیث
 شریف مین آیا ہی کہ بہشت کے دروازوں میں سے ایک درواز کا نام نوان ہی جو شخص اس دروازے سے پیٹھے گا
 کبھی پیاسا نہ ہو گا سو وہ دروازہ خاص روزہ داروں کے واسطے ہی اس دن ان سے حق تعالیٰ فرما دیگا کہ اسی ہمارے
 دوستو ہیں تم کو اکثر دیکھا تھا دنیا میں کہ پیاس کے غلبے سے ہونٹہ تمہارے خشک اور بھونکے سے پیٹ تمہارے پیٹھے
 سے ملے ہوئے اور راتوں کے جانے کے سبب آنکھیں تمہاری بیٹھی ہوئی رہتی تھیں تو آج کے دن اس سخت کے
 بدلے ہمارے ہمیشگی کی نعمت میں درآؤ اور بہت میٹھا مزہ دار بہشت کا پانی پیو اور کثاف میں نقل کیا ہی کہ آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کوئی بہشت میں نہ داخل ہو گا مگر ایک دست آویز اور سند کے وسیلے سے جو اس کو
 العالمین کی درگاہ سے اسکے ہاتھ میں عنایت ہو گی اور مضمون اس دست آویز کا یہ ہو گا کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
هٰذَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰی لِمَنْ اَبْنٰی فَلَانِ اَدْخُلُوْهُ فِیْ جَنَّتِہٖ عَلٰیہٗ قُطُوْفُهَا دَائِمَةً کا شروع اللہ
 کے نام سے جو نہایت مہربان بہت رحم والا یہ ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے واسطے فلاں شخص کے جو فلاں کا
 میٹھا ہی داخل کرو اس کو رتبہ والی بہشت میں جس کے خوشے جھک رہے مین وَاَمَّا مَنْ اُوْحٰی كِتَابًا لِّہٖ لَیْسَ اِلَیْہِمْ اور
 لیکن وہ شخص جو دیا جائے گا اس کا نام اعمال اسکے لئے ہاتھ میں تو جو عجب دیکھا کہ میرا لٹا ہوا میری بوندی طرف تھا اور

درختوں کی پھنی
 ح

ح

درختوں کی پھنی
 ح

میرا نامہ اعمال جو اس مقرر میں دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ عمل بودے اور نیکے ہیں عذاب سے چھڑانے کی قوت انہیں نہیں ہے
 پھر ہر شے کے درجہ پر پہنچانا کیا اسے ہو سکے گا پس واویلا اور وحشت تاکہ گَافِقُ قَوْلٍ يٰ اَلَيْسَ بِحَيٍّ كَمْ اَوْتِكَ مَيَّةً
 پھر کہے گا کیا اچھا ہوتا کہ دنیا جاتا میں اپنی کتاب پہنچے نامہ اعمال اس واسطے کہ لوگ ادھر ادھر سے اس کتاب کے
 پڑھنے کی تکلیف مجھے دینگے اور اسکے پڑھنے میں فضیحت اور رسوا ہونگے يٰ اَلَيْسَ بِحَيٍّ كَمْ اَوْتِكَ مَيَّةً اور کیا اچھا
 ہوتا کہ مجھ جتنا میں کہ میرا صاحب کیا ہی اس واسطے کہ جو حشر خرابی اور ہلاکی کا سبب پڑے اس کا بچنا جانتے
 بہتر ہی اور یہ بھی ہی کہ حساب کے دریافت کرنے میں مجھ کو میرے سب عمل برے یا دانگے اور ان کے پاداش میں
 روح رنج میں گرفتار ہوگی تو عذاب ظاہر کے پہلے یہ باطنی اور روحی عذاب چکھنا ہوگا اور اگر کوئی شخص اس کو
 کہے گا نصیحت کے طور پر کہ ایسی بیفایہ باتیں تو کیوں کرتا ہے کہ مجھ کو نامہ نہ دیتے اور میرے علموں پر مجھ کو خرد از کر دے
 تو بہتر تھا اس واسطے کہ جو اس حشر کے میدان میں حاضر ہوا ہی ہو اس کو نامہ اعمال کا ملنا اور اپنے علموں پر مطلع ہونا
 ضروری ہی ہو تو وہ بد بخت اس نصیحت کے جواب میں دوسری آرزو کرے گا کہ يٰ اَلَيْسَ بِحَيٍّ كَمْ اَوْتِكَ مَيَّةً
 اسی کا شہ بہ قیامت میرا کام تمام کرتی اور مجھ کو مار ڈالتی تاکہ اس سوائی اور اس عذاب سے چھٹکارہ پاتا
 اور اگر فرشتے اس کو کہیں گے کہ اپنے برے کاموں سے خلاصی حاصل کرے کہ يٰ اَلَيْسَ بِحَيٍّ كَمْ اَوْتِكَ مَيَّةً کی راہ میں خیرات اور صدقے
 دنیا میں کیوں نہ دے تو نے کہ اَلصَّدَقَةُ تُطْفِئُ الْخَطِيئَةَ كَمَا يُطْفِئُ الْمَاءُ النَّارَ یعنی صدقہ دنیا مٹا دیتا ہے
 یہ اسی کو جس طرح یاد دیتا ہے پانی آگ کو تو وہ بد بخت اس کے جواب میں کہے گا کہ مَا اَعْطٰنِي مَالِيَهٗ كَمْ اَوْتِكَ مَيَّةً
 آیا میرے میرا مال اس واسطے کہ میں نے دنیا میں اپنا مال بجا اور بے فائدہ کی جگہ خرچ کیا اور برباد کیا اور اب ہفت
 کچھ میرے پاس نہیں ہے جو گناہوں کے بدلے میں دے کر خلاصی حاصل کروں اس واسطے کہ هَلَّاكَ عَنِّي سُلْطٰنِيَهٗ
 برباد ہوئی مجھ سے حکومت میری جو اپنے اندازے کے قدر دنیا میں رکھتا تھا ایک گھر پر یا ایک گون پر یا ایک شہر
 پر یا ایک ملک پر اور کم سے کم اپنے مال پر اور نوڈی غلام پر اور ہاتھ پر تو البتہ حاکم تھا میں جو کچھ میں
 چاہتا تھا وہ انہر حکم کرتا تھا اور یہ میرے حکم کو بجالاتے تھے اب تو کوئی شخص اور کوئی چہ نہ میرے حکم اور تصرف
 میں نہیں ہے سو جب اس کو سوائے حسرت اور مذمت اور باطل آرزو دہنے کوئی جواب معقول میرا نہ ہوگا تب
 حقیقت فرشتوں کو حکم فرما دیا کہ حَذِّقُوْا پھر اس کو سختی اور غصے سے فَعَلُّوْا پھر اس کا نامہ اس کی گردن

باندھوا واسطے کہ یہ شخص ہمارے کھلے ہاتھوں کی نعمت کا شکر بجا نہ لایا اور ہمارے رضا مند کی باتوں میں اپنے ہاتھ کو نہ کھولا حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس حکم کے سنتے ہی ایک لاکھ فرشتے اس کی طرف دوڑ پڑینگے اور اس کے ہاتھ کو اس کی گردن سے باندھ دیں گے پھر علم ہو گا کہ شَرَّ النَّاسِ حَلَقًا پھر دہکتی آگ میں ڈالو اس کو واسطے اسے کسی چیز کو دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے خدا کی واسطے چھوڑا تھا سو اس کی عواض میں اس بلایں اس کو جلاؤ اور آگ میں ڈالنے کے پہلے اس کے ہاتھ واسطے باندھ دے جائیں گے تاکہ دوزخ میں ڈالنے کے وقت ہاتھ ہلا کر اور حرکت اور جنبش بقیار و ن کی سی کر سکے کہ اس سے عذاب میں تھوڑی تخفیف ہو جاتی ہے ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ پھر ایسی زنجیر میں کہ اول سے آخر تک ہر حلقہ اس کا دوسرے حلقے سے ملا ہو ذُحُلًا جس کی پاب سبوعوت ذرا عا سترا گز ہو جبار کے گنہ سے جو فرشتوں کے عرف میں رائج اور مشہور ہے اور ہرگز اس کا تر باع ہی اور ہر باع اتنا ہی جتنا کے اور کوفے کے درمیان میں دوری ہی اسے طرح روایت کئی گئی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور دوسرے بھی فَأَسْلُكُوهُ پھر کھڑو اس کو تاکہ اس زنجیر کے حلقوں میں بند ہو جا کے اور ہاتھوں پاؤں اور دوسرے اعضاء سے بھی حرکت نہ کر سکے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ زنجیر اس قدر چلتی ہو گی کہ اس کے پائخانے کے مقابل سے گھسے گی اور حلق سے نکل آوے گی اور اس کی پیشانی سے قدم تک پہنچ جائے گی اور اس کو اس زنجیر سے واسطے عذاب کیا ہونے کہ إِنَّهُ كَانَ بے شک وہ تھا بے انتہا حادثوں کے تسلسل کا قایل اور ہمیشہ اسباب اور سببات کے ہی کے سلسلے کے ملاحظے میں لپٹا رہتا تھا اور ہر چیز کو کسی سبب کی طرف نسبت کیا کرتا تھا پھر اس سبب کو دوسرے سبب کی طرف اس طرح کے تسلسل میں گرفتار ڈال دیتا تھا اسباب کی طرف نہ جھکا یہی سبب تھا کہ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ایمان نہ لاتا تھا خدائے بزرگ کا ایسا خدا جس کی عظمت اور بزرگی کے ملاحظے کے سامنے جتنے سبب ہیں نظر سے ساقط ہو جاتے ہیں اور اعتبار سے چھوٹے بہتے ہیں اور اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے یہ از سبب زین من سودائی ام و از سبب زین من و فطائی ام اس شعر کے معنی اوپر گدڑ چکے ہیں باوجود ایسی شدت کفر کے عذاب کی تخفیف کا کوئی سبب نہ تھا بھلا واسطے کہ بدعتی عبادت اس شخص سے متصور تھی اس سبب کہ سبب کا قایل تھا پھر اگر عذاب کی تخفیف کے واسطے کچھ بھی کام آتی وہ مالی عبادت تھی سو وہ بھی اسے اپنے ہاتھ سے کھو دی بلکہ اپنے دینے کا کیا ذکر ہے دوسرے کا

۱۲
یہ شخص ہے جس نے اپنے ہاتھوں کی نعمت کا شکر بجا نہ لایا اور ہمارے رضا مند کی باتوں میں اپنے ہاتھ کو نہ کھولا حدیث شریف میں آیا ہے کہ اس حکم کے سنتے ہی ایک لاکھ فرشتے اس کی طرف دوڑ پڑینگے اور اس کے ہاتھ کو اس کی گردن سے باندھ دیں گے پھر علم ہو گا کہ شَرَّ النَّاسِ حَلَقًا پھر دہکتی آگ میں ڈالو اس کو واسطے اسے کسی چیز کو دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے خدا کی واسطے چھوڑا تھا سو اس کی عواض میں اس بلایں اس کو جلاؤ اور آگ میں ڈالنے کے پہلے اس کے ہاتھ واسطے باندھ دے جائیں گے تاکہ دوزخ میں ڈالنے کے وقت ہاتھ ہلا کر اور حرکت اور جنبش بقیار و ن کی سی کر سکے کہ اس سے عذاب میں تھوڑی تخفیف ہو جاتی ہے ثُمَّ فِي سِلْسِلَةٍ پھر ایسی زنجیر میں کہ اول سے آخر تک ہر حلقہ اس کا دوسرے حلقے سے ملا ہو ذُحُلًا جس کی پاب سبوعوت ذرا عا سترا گز ہو جبار کے گنہ سے جو فرشتوں کے عرف میں رائج اور مشہور ہے اور ہرگز اس کا تر باع ہی اور ہر باع اتنا ہی جتنا کے اور کوفے کے درمیان میں دوری ہی اسے طرح روایت کئی گئی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور دوسرے بھی فَأَسْلُكُوهُ پھر کھڑو اس کو تاکہ اس زنجیر کے حلقوں میں بند ہو جا کے اور ہاتھوں پاؤں اور دوسرے اعضاء سے بھی حرکت نہ کر سکے اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ وہ زنجیر اس قدر چلتی ہو گی کہ اس کے پائخانے کے مقابل سے گھسے گی اور حلق سے نکل آوے گی اور اس کی پیشانی سے قدم تک پہنچ جائے گی اور اس کو اس زنجیر سے واسطے عذاب کیا ہونے کہ إِنَّهُ كَانَ بے شک وہ تھا بے انتہا حادثوں کے تسلسل کا قایل اور ہمیشہ اسباب اور سببات کے ہی کے سلسلے کے ملاحظے میں لپٹا رہتا تھا اور ہر چیز کو کسی سبب کی طرف نسبت کیا کرتا تھا پھر اس سبب کو دوسرے سبب کی طرف اس طرح کے تسلسل میں گرفتار ڈال دیتا تھا اسباب کی طرف نہ جھکا یہی سبب تھا کہ لَا يُؤْمِنُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ ایمان نہ لاتا تھا خدائے بزرگ کا ایسا خدا جس کی عظمت اور بزرگی کے ملاحظے کے سامنے جتنے سبب ہیں نظر سے ساقط ہو جاتے ہیں اور اعتبار سے چھوٹے بہتے ہیں اور اچھی بات کہی ہے کسی شاعر نے یہ از سبب زین من سودائی ام و از سبب زین من و فطائی ام اس شعر کے معنی اوپر گدڑ چکے ہیں باوجود ایسی شدت کفر کے عذاب کی تخفیف کا کوئی سبب نہ تھا بھلا واسطے کہ بدعتی عبادت اس شخص سے متصور تھی اس سبب کہ سبب کا قایل تھا پھر اگر عذاب کی تخفیف کے واسطے کچھ بھی کام آتی وہ مالی عبادت تھی سو وہ بھی اسے اپنے ہاتھ سے کھو دی بلکہ اپنے دینے کا کیا ذکر ہے دوسرے کا

دینا فقیر و کمزور کو دیکھ نہ سکا۔ **وَلَا يَخْضُ عَلَى طَعَامِ الْمَسْكِينِ** اور تاکید نہ کرتا تھا اپنے اہل و عیال اور خادموں کو مسکینوں کو کھلانے کو اور اسکے ہاتھ گردن پر باندھنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ اپنے مال کے دے نے میں ہاتھ کیغیر رہتا تھا اور بخل کرتا تھا اور حضرت ابو درد اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو انصاریوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے جلیل القدر صحابی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں فرمایا کہ ابو درد امیری امت کا حکیم ہیں۔ منقول ہے کہ یہ اپنے گھر کی بی بی سے کہا کرتے تھے کہ شور با سالن میں زیادہ کر و تاکہ فقیر و مسکین کام آوے۔ ان کی بی بی نے پوچھا کہ شوروے کے زیادہ کرنے میں کیا فائدہ ہے اس واسطے کہ کھانے میں لذت خوب نہیں ہوتی تو آپ نے کہا کہ تم نے نہیں سنا کہ ایمان نہ لانے اور مسکینوں کو کھانا نہ کھلانے کے سبب سے کافر و نکو آگ کی زنجیر و میں جکڑ کے عذاب کیلئے سوا اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم سے ایمان لانے کے سبب سے ہمنے آدمی اس زنجیر کو اپنے سے کاٹ ڈالا ہی اور آدمی جو باقی ہے وہ بھی مسکینوں کو کھلانے کے سبب سے اپنے سے دو کئے دیتے ہیں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کافر جب طرح ایمان و معرفت کے تکلف میں اس طرح دوسرا عبادتوں کے بھی تکلف اور مخاطب میں اور ان کی دلیل یہی آیت ہے یعنی اگر ایسا نہ ہوتا تو قیامت کو کافر و غیر کھانا کھلانے کے سبب عذاب ہوتا اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کافر و غیر عذاب ایمان نہ لانے کے سبب سے ہو گا لیکن اگر مسکینوں کو کھانا کھلایا ہوتا تو عذاب میں کچھ تخفیف ہوتی اور اس آگ کی زنجیر میں گرفتار نہ ہوتے اور جب مسکینوں کا کھانا ترک ہوا اور اس سبب سے ان کے عذاب میں تخفیف ہوئی تب آگ کی زنجیر میں جکڑے گئے تو یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ کافر جو اللہ تعالیٰ کی مخلوقات سے احسانات کرتے ہیں اس سبب سے ان کے عذاب میں تخویر و تخفیف ہو گی یہ معنی اس آیت کے نہیں ہیں کہ مالی یا بدنی عبادت کافر و غیر فرض یا واجب ہے اور جب کافر و غیر عذاب شدت کے بیان کرنے سے فراغت پائی تو اب بیان فرماتے ہیں کہ دنیا میں رنج و غم کی شدت میں دو چیزیں تخفیف اور غم کی کمی کا سبب پڑتی ہیں ایک تو اپنا دلی دوست جو ایسی شدت اور تکلیف کے وقت میں نشتی اور دلاسا اور ماتم پسی کر کے رنج اور غم کی شدت کو ہلکا اور کم کر دیتا ہے اور دوسرا لذیذ اور مزیدار کھانا کہ دلو کو قوت بخشتا ہے اور طبیعت اسکے کھانے سے خوشی اور فرحت حاصل کرتی ہے اور اس رنج اور طال کے اٹھانے اور برداشت کرنے کی طاقت ہوتی ہے اس واسطے















بسم الله الرحمن الرحيم
الحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على سيدنا محمد وآله

رنج اور مصیبت میں پھنسے ہوؤں کی انہی دو طرحوں سے مدت اور اعانت کیا کرتے ہیں سو ان دونوں چیزوں کو بھی
 یہاں سے نفی کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ بِمِثْرٍ هُنَّ هُنَّ حِجَابٌ مِّنْ حَبَشٍ
 میں حجب فرماتا ہے کہ یَوْمَ يُقَالُ لِمَنْ هُنَّ وَأَمِهِ وَأَبْنِهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الَّذِينَ
 بھانگے گا آدمی اپنے بھائی اور ما اور باپ اور جو رداور بیٹے سے اگرچہ دو سکردنوں میں یعنی دنیا میں
 اس قسم کے لوگ بہت ہوتے تھے هُنَّ حِجَابٌ مِّنْ حَبَشٍ میدان میں جہاں ہر شخص اپنے حال میں گرفتار ہو گا اور
 اپنے انجام کی فکر میں گھبرا یا ہو ابقرا ہو گا اگرچہ جنت میں داخل ہونے اور اپنی طرف سے امن اور چین حاصل
 ہونے کے بعد اپنے خویش اور اقربا اور دوست اور آشنا کے حال سے بھی پریشان ہو گا اور یاد کرے گا پھر اگر
 ان کو شفاعت کے قابل پاوے گا تو ان کی شفاعت کرے گا حَتَّىٰ كُونُوا كَالَّذِينَ قَدْ قَامُوا فِي الْأَرْضِ
 نئی اور دلا سے کے سبب تھوڑی سی آرام اور تخفیف عذاب میں اس کا ذکر حاصل ہو وَلَا طَعَامٌ اُورَنَ
 کھانا جس کے سبب کچھ بد لکھوت اور دل کو فرحت حاصل ہو تاکہ اس عذاب کے برداشت ہو اَلَا مَن غَسَّالِيْنِ
 گرد ہوان دوزخ میں طے ہوئے جنہوں کا جو پیپ اور زرد پانی کی صورت دوزخ میں پہرہ کہ دوزخ کے
 گڑبوں میں جمع ہو گا اور بدلو اور بد مزگی اور بے لوثی میں اس قدر ہو گا کہ لَا يَأْكُلُهُ إِلَّا الْخَاطِلُونَ نہ کھا سکے گا کوئی
 اس کو کسی قسم کے خطا کا رنگہا رجحے نہ ایمان کا ٹھکانا اور نہ کبھی اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ حسن
 اور سلوک ان سے ہوا تھا پھر دے لوگ ایسے بد مزہ بد بولے کھانے کو نہایت بقراری اور بھونک کے غلبے سے
 ہزارہ دھواں ایسے حلق کے نیچے اتارینگے لیکن آخر کو اس کھانے کی تاثیر سے جو زہر کا خاصہ رکھتی ہوگی بقراری
 اور بے تاب کی زیادتی ہوگی تو اب کھانا کھانے میں ایسے خطا ہوگی کہ اس کھانے کو قوت کا سبب جان کے کھاینگے
 پھر اس کے سبب سے اور عذاب کی شدت میں گرفتار ہونگے بس ان کا حال ایسا ہی جیسے کوئی شخص زہر قاتل کو
 غذا یا دوا یا معجون مقوی کے عوض میں استعمال کرے کہ سراسر خطا اور چوک ہی لعنت والوں کو اس جگہ پر
 ایک اعتراض ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ عرب کی زبان میں دھون کو عسلین کہتے ہیں اور حال یہ ہے کہ دوزخ
 میں دھون نہ ہوگا اور دھون مراد بھی نہیں ہے بلکہ حدیث شریف میں عسلین کی تفسیر میں زرد پانی اور پیپ
 اور خون فرمایا ہے سو اس میں کیا شک ہے کہ زرد پانی اور پیپ اور خون کو عسلین فرمایا ہے اور اس اعتراض کا

جواب یہ ہے کہ زرد پانی اور پیپ اور خون جو دوزخ کے اعضا گھٹانے اور نقصان میں پہنچا رہے ہیں۔ احوال
 کمان کا گوشت اور پوست ان کے بدنوں پر ہوتے ہیں۔ چھٹا تو گویا زرد پانی اور پیپ اور خون نے
 ان کے حقیقہ ہونے کا حکم پیدا کیا گیا ہے۔ ہوتے کو دھو ڈالا اور پاک کر کے پھینک دیا اور اس پہلے
 کمال کے زرد پانی ہو کر رہ جانے کے بجائے اور نئی کمال اس کی جگہ پیدا ہو جانے سے اس کا ظاہر ہوا کہ وہ جلی ہوئی
 پہلی کمال میل کے مانند تھی جو چھان سے دور ہو گئی تو ایسی باریکیوں کی رعایت کرنا فنِ بلاغت کے اعجاز
 کے مرتبہ ہے اس باریکی کے قلابدیکے واسطے غسلین کے لفظ کو زرد پانی اور میل کے واسطے استعارہ
 فرمایا ہے یعنی اس کی عوض میں لائی ہوئی فصیحۃ کے قاعدے کے بموجب اور جو اس صورت میں تبدیل سے یہاں تک اُن
 امروں کی تفصیل جن پر حاقہ ہونا ثابت ہوتا ہے قطعی دلیلوں اور واضح برائوں سے سن چکے اور یہ بات ظاہر
 ہے کہ یہ علم حکیموں کی فکر اور داناؤں کی عقل کے باہر ہے اپنے علم اور عقل کے زور سے کوئی اس کو پا نہیں سکتا
 تو اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یہ کلام ختم ہے کہ کسی مخلوق کا نہیں فلا اَقِمْ بَیْرَتَہُمْ نَہِیْنَ کَہَاتَہِ
 ہیں ہم اس واسطے کہ قسم کھانے کی کچھ احتیاج نہ رہی یہ کلام آپ ہی اپنے حال پر گواہ عادل ہی اور شاہِ مہداد
 ہی اور اس کی مثال یوں سمجھا جائے کہ بطرح کتاب شفا جو تصنیف ہے شیخ ابو علی سینا کی اس کا مضمون اس
 قسم کا ہے کہ خود دلالت کرتا ہے اس بات پر کہ یہ حکیم کا کلام ہی اور اس طرح کتاب فانون بھی اسی کی
 تصنیف ہے لیکن اس کا مضمون خود دلالت کرتا ہے اس پر کہ یہ کلام طب کا ہی اور اگر تم لوگوں کو بغیر قسم کے
 یقین نہیں آتا ہے تو ہمارے قسم یا تبصرون اس جزیر کے ساتھ ہی جو دیکھتے ہو یعنی دے لطیف اور
 فایده ظاہر ہے جو اس کلام سے اپنی دانائی کی آکھ سے دیکھتے ہو و ماکلاً تبصرون اور جو نہیں دیکھتے ہو
 دے لطیف اور فایده باطنی جو اپنی دانائی اور عقل کی بصارت سے ان کو پا نہیں سکتے بلکہ ان کے
 دلالت کرنے میں تسلیم اور تشبیب کے محتاج ہوتے ہو بلکہ تعلیم اور غیبیہ کے بعد بھی محتاج عقل
 اور اس کے دیکھنے میں چونکہ ہلاتی ہے اور بھر نظر دیکھ نہیں سکتی اور بعض مفسرون نے کہا کہ ما تبصرون
 ہے ہر کا حکم مراد ہی اور ما تبصرون سے غایب کا عالم مراد ہی اور بعضوں نے کہا ہے کہ ما تبصرون وہ
 جو زمین کے اوپر ہے اور ما تبصرون وہ ہے جو زمین کے نیچے ہے یا ما تبصرون عالم جام ملوہ ہے اور

ماتبعرون سے ظالم اور اوجھڑا ہو یا اول سے انسان اور دوسرے جنات مراد ہی اور بعضوں نے کہا
 کہ ماتبعرون کعبہ معظمہ زاد اللہ شریفہ مکرم یا مراد ہی اسطے کہ انوار الہی کی محبتی اس مقام میں اسطے
 ظاہر اور باہر ہی کہ آنکھ کی بینائی سے معلوم ہوتی ہی اور مالاتبعرون سے بیت المعمور مراد ہی اور
 بعضوں نے خشکی اور تری کی مخلوقات پر حمل کیا ہی اور بعضوں نے ماتبعرون کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کی تبلیغ پر یعنی حکم پہنچا دینے پر اور مالاتبعرون کو حضرت جبریل علیہ السلام کے نزول اور اترنے پر
 منطبق کیا ہی اور اکثر صوفیہ قدس اللہ اسرارہم نے ماتبعرون کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے آثار
 اور نشانیوں پر جو ظاہر مجزون کی مدد سے روشن اور واضح تھے حمل کیا ہیں اور مالاتبعرون کو آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کی ولایت کے انوار پر جو ہرگز کسی مخلوقات کی بینائی بلکہ دانائی میں بھی نہیں آسکتے ہیں حمل کیا
 ہی غرض کہ ہر طرح سے تم کھانا اس مضمون پر ہی کہ اِنَّ اَوَّلَ بَیِّنَاتٍ تَمُوتُ مِنْكُمْ قرآن مجزون والا جو ہر چیز کی حقیقت
 کو کھول دیتا ہی اور جن چیزوں کے بوجھنے اور دریافت کرنے سے عقل اور خیال اور وہم اور بوجہ رب عاجز ہیں
 ان پر آگاہ کر دیتا ہی لَقَوْلِ رَسُولٍ كَرِهٍ اللہ بیشک خدا کا کلام ہی لایا ہوا رسول بزرگ مانتا داکا واسطے
 کہ درگاہ الہی سے حضرت جبریل علیہ السلام لاتے ہیں اور حضرت جبریل علیہ السلام سے رسول مبعوثی محمد مصطفیٰ صلی
 اللہ علیہ وسلم کے ٹکڑے پہنچاتے ہیں اور یہ دونوں شخص نہایت بزرگی اور کرم اور عدالت اور دیانت اور امانت سے
 موصوف ہیں اور دنیا کی خسیس غرضوں سے اور اس جہان کی بری طبعوں سے منزہ اور پاک ہیں پناہ اس
 رسول کا حال یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تنہ اپنی آنکھ سے خود دیکھا اور خوب جانتے ہو گئے جہان کی بزرگی
 سے پاک ہی اور اس دوسرے رسول کا حال دریافت کرنے کو اس رسول کی گواہی فقط کافی ہی کہ ہر ایک
 بزرگوں سے اپنے مالک اور خالق پر افرات اور جھوٹے باندھنا ہرگز نہیں ہو سکتا ان کی طرف ایسی بات کی نسبت
 کرنا بیجا ہی وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ اور نہیں ہی یہ قرائن کہا ہو کسی شاعر کا واسطے کہ شعر کے وزن سے
 وزن اور بحر لازم ہی اور اس کلام میں ہرگز وزن اور بحر پائی نہیں جاتی اور یہ بھی ہی کہ شاعر کا کلام
 بے اصل محض ہوتا ہی اور تمام مضمون اسکے وہی اور خیالی ہوتے ہیں جن کی اصل کچھ بھی نہیں ہوتی اور اس کلام
 میں حقایق اور معارف کے اصول کو قطعی دلیلوں اور یقینی حجتوں سے بیان فرمایا ہی اور دوسرے

یہ بھی ہے کہ شاعر نے کلام میں خالی مضمون اس قسم کے نہیں ہوتے ہیں کہ وقت کی خصوصیت پر یا عدد اور مدت کی تعیین پر یا واقعی سچے قصور پر جس طرح وہ امور ات حقیقت میں ہیں اس طرح بیان کریں بلکہ کمی اور زیادتی کے کلام خالی نہیں ہونے بخلاف اس کلام پاک کے کہ اسی قسم کے مضمون اس میں سنتے ہو جس طرح اس سورت میں تم نے سنا کہ حقیقتاً فرماتا ہے کہ سَبَّحَ لِلَّهِ لَمَّا رَآهُ وَقَالَ تَمَنَّى أَفَلَا تَتَذَكَّرُ ۚ وَمِنْ دُونِ ذَلِكَ قَوْلُكَ لِمَنْ يَدْعُوهُ ۚ وَمِنْ دُونِ ذَلِكَ قَوْلُكَ لِمَنْ يَدْعُوهُ ۚ وَمِنْ دُونِ ذَلِكَ قَوْلُكَ لِمَنْ يَدْعُوهُ ۚ

یہاں حق تعالیٰ نے وقت کو خاص کر کے اور عدد اور مدت کو معین فرمایا اور اس تعیین اور تخصیص میں کسی طرح کا شک اور شبہ نہیں ہے اسی طرح دوسرے احوال جیسے ثود کا قصہ اور عاد اور فرعون کا اور اور جو اسکے پہلے تھے اور موت نکات کا لینے الٹی بستیوں والے لینے حضرت لوط علیہ السلام کی قوم اور اس بیان میں کی طرح سے کمی اور زیادتی نہیں ہے پس نادان جاہلون کا بجنا جس طرح ابوہل جاہل کہتا تھا کہ یہ کلام کسی بڑے شاعر کا ہے جو بلاغت کے فن میں نہایت مہارت رکھتا ہے کہ مجھ کو اپنی بلاغت کے زور سے عاجز کر دیا ہے یہ اس کا کہنا محض بیفائدہ اور پوچ ہے ہرگز سماعت کے قابل نہیں ہے قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ بہت تھوڑا تم یقین کرتے ہو اس واسطے کہ بدیہی امروں کو جبکا صدق ظاہر اور کھلا ہوا ہے ان کو بھی اپنی نادانی اور جہالت اور تعصب سے انکار کرتے ہو نہیں تو اس کلام کا شعر ہونا ظاہر ہے از رو لفظ کے بھی اور از روئے معنی کے بھی کی طرح کی پوشیدگی نہیں ہے وَلَا يَقُولُ كَافٍ ۚ اور نہیں ہے یہ قرآن کہا ہوا کسی کاہن کا جس کو جنات بعضی باتیں غیب کی اور بعض احوال کچھ ردیف قافیہ سے ایک کلام درست کر کے بتا دیتے ہیں جیسے چور کا پتا اور نام اور نسب اور مدعی کو دعوے میں سچا جان لینا اور خواب کی تعبیر بتا دینا اور اسی قسم کی دوسری چیزیں اسکے دلمین ڈالتے ہیں جس طرح عقبہ بن معیط اسی قسم کی باتیں بگا کرتا تھا سو یہ کلام ویسا نہیں ہے کمی و جہول سے پہلی وجہ یہ ہے کہ جنون کا کلام مجر نہیں ہوتا یعنی دوسرا دیا کہ نہ سکے بلکہ جو ایک جن کلمہ کو ایک بات کھلا ہے دوسرا جن بھی ویسی بات دوسرے کاہن کو سکھاسکتا ہے اور یہ کلام لینے قرآن یا مجر ہے کہ کسی جن کا کلام اسکے مثا بہ نہیں ہو سکتا اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ کاہنوں کے کلام میں قافیہ اور سجع کی رعایت کیواسطے بہت لفظیں بیکار و بیعائدہ آتی ہیں اور اس کلام اعجاز نظام میں کوئی لفظ بیفائدہ اور بے کار نہیں ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ جنون کا خبردار ہونا کسی آئندہ کے احوال سے

اور معین کردنیا کسی بھول چیز کا جو آدمی سے چھپی ہے اس کے جسم کی لطافت اور باریکی کے سبب سے اور ان کے عالم کا نزدیک ہونا فرشتوں کے عالم سے اور مختلف ٹکڑوں کے بدلنے پر قادر ہونے اور آسمان کے قریب جا کر فرشتوں کی بات میں لینے کے سبب سے ہو سکتا ہے لیکن علموں کی حقیقت پر مطلع ہونا اور دین اور شریعتوں کے کلی قواعد اور دستور و نکو جان لینا اور فرشتوں کے اور آسمان کے چھپے بھید و ن پر خبردار ہونا اگلے زمانے کے بڑے بڑے قصوں سے آگاہ ہونا ہرگز ایسے نہیں ہو سکتا بخلاف قرآن شریف کے کہ وہ ان ہی مضمونوں سے پُر ہے جو حقیقی وجہ یہ ہے کہ اس کلام میں لینے قرآن مجید میں اکثر مقاموں پر شیطانوں کی برائی اور ان کی راہ اور چلن سے بچنا اور جنوں کی عبادت کی برائیاں جو بتوں میں گھس کے آواز کرتے ہیں اور اس فریب اپنے تئیں معبود ٹھہرا کر کھجاتے ہیں اور کاہنوں کی برائیاں جو شیطانوں سے بھائی بند ی رکھتی ہیں مذکور ہیں سو اگر یہ جنوں کا کلام ہوتا تو جن اپنی برائی آپ کا ہی کو بیان کرتے اور اپنی شیطنیت ظاہر کر کے لوگوں کو اپنے سے علیحدہ اور منفرد کرتے اس واسطے کہ یہ بات عادت کے خلاف ہے کہ کوئی شخص اپنی برائی آپ ہی بیان کرے قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ بہت کم سوچتے ہو اپنے معلوم مفت مونکو اور بہت کم غور کرتے ہو ان میں اس مقام میں مفسرین کو ایک سوال ہی مشہور وہ سوال یہ ہے کہ شاعری کی نفی میں قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ اور کہانت کی نفی میں قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ کیوں فرمایا سو اس کا جواب عین آیتوں کی تفسیر میں بیان کر دیا گیا اس واسطے کہ شاعری کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کی تلاوت اور تبلیغ میں ایسا ظاہر تھا جو سب پر روشن تھا ایسی ظاہر چیز کی انکار نہیں کرتا مگر وہی جس کا دل تصدیق اور ایمان سے خالی ہے ایسا شخص بدیہی چیز کی بھی انکار سکتا ہے جس طرح آگ کو جلانیوالا بجانے اس واسطے کہ بے عقل محض ہے اور اس کلام سے لینے قرآن کے سننے کے سبب سے کہانت کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنا البتہ قائل اور غور پر موقوف تھا اور اس بات کی احتیاج تھی کہ کہانت کے لوازمات کو اور اس کی اصل اور فروع کو لینے اس کی جڑ اور شاخ کو خوب طرح سے غور کریں اس واسطے کہ کہانت کی نفی میں تذکرہ فرمایا یعنی غور اور فکر تم بہت کم کرتے ہو حاصل کلام یہ ہے کہ قرآن شریف جب شاعر کا کلام اور کاہن کا کلام نہ ہو سکا تو ثابت ہوا کہ تَنْزِيلُ مِنَ رَبِّ الْعَالَمِينَ اتارا ہوا ہی تمام عالم کے پروردگار کی طرف سے جس کی ربوبیت عام ہے سب کو شامل

اور وہی عام ربوبیت اسکی اس کلام کے آثار نیکی تقضی ہوئی یعنی اسنے خواہش کی تاکہ سب جہان والوں کو دین اور دنیا کے کاموں میں اس کلام پاک سے تربیت فرما دے اور یہ کہین کہ یہہ کلام حقیقت میں تھتے ہی کا آثار ہوا ہی کسی آدمی اور جن کا کلام نہیں ہی مگر ایک دو کلمے یا ایک دو آیتیں رسول اپنی طرف سے ملکر زیادہ کر دے تو ہو سکتا ہی کچھ تعجب نہیں ہی اس واسطے کہ دنیا کے رسول اور قاصد بھی پہنچنے والے کی طرف پیغام پہنچانے اور ادا کرنے کے وقت ایک دو کلمے اپنی طرف سے ملانے میں کچھ مضائقہ نہیں جانتے اور اس قدر یعنی دو کلمے یا ایک دو آیتیں اگر ملا دی جاوین تو اتنے بڑے کلام میں وہ پہچان نہ پرین گی اور جدا ہو سکیں گی تو اس احتمال سے اس مجموع کلام کے معجز ہونے میں بھی امن حاصل نہ ہوا تو اس کے جواب میں ہم یہ کہیں گے کہ یہہ قیاس تھا راسخ الفارق ہی یعنی اس کلام پاک کو قاصد کے کلام پر قیاس کرنا بہت بعید اور بجا ہی اس واسطے کہ دنیا کے قاصد و نگوں کے بھیجنے والے پیغام پہنچانے کے وقت دیکھتے نہیں ہیں اور اپنے کلام کو قاصد کے حافظے میں ادا کرنے تک باقی رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے اس واسطے قاصد کو اتنے دخل دینے کی اپنے کلام میں گویا پروا نہ دیتی ہیں اگرچہ زبان سے نکلیں اور یہاں یعنی تھتے کے بھیجے ہوئے رسول میں یہ بات متصور نہیں ہی اس واسطے کہ یہاں رسول اور اس کا حافظہ دونوں بھیجنے والے کے یعنی حق تعالیٰ کے اختیار اور قدرت میں ہیں اور ہر وقت اس کے سامنے حاضر یہاں ہرگز متصور نہیں ہی کہ رسول اپنی طرف سے حق تعالیٰ کے کلام میں دخل دینے پاوے وَلَوْ تَقَوَّلَ حَلِيًّا اور اگر فرض کیا کہ بنا کر کہے یہہ رسول ہم پر اپنی فصاحت اور بلاغت کے زور سے بَعْضُ الْأَقْوَالِ بعض باتیں یعنی کوئی آیت میں کچھ اپنی طرف سے بڑا دے اس واسطے کہ اگر ب کلام گو یا کوئی بڑی آیت کو بوری بنا لیتا تو فصیح اور بلیغ لوگ اسے جھگڑا کر کے اسکو مٹا دیتے اور خفیف کر ڈالتے لَا تَخَذُلْنَا مِنْهُ يٰ أَيُّهَا النَّبِيُّ البتہ اسکو اس وقت ہلکا کر ڈالتے اسطور کہ پکڑتے ہم اس کا سیدنا ماتھہ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ پھر ہم کاٹ ڈالتے تیر تلوار سے اس کے جان کی رگ جس کے سبب سے اس کی جان ہی اور ہم اسکو فرصت نہ لینے دیتے اور یہہ اس واجب القتل کے حال کی صورت ہی جس کو بادشاہ دنیا کے اپنے سامنے سزا دیتے ہیں اور اپنے روبرو جلا دے کو ہلکا کر ڈالتے ہیں اور داہنا ماتھہ پکڑنے کی وجہ یہہ ہی کہ قتل کرنے کے وقت تلوار جلا دے کے داہنے ماتھہ میں ہوتی ہی پھر اگر مقتول کا با یاں ماتھہ پکڑ کے اسکی

گردن مارے تو مقتول کی گردن پر تیجے کی طرف پھری ہوئی تلوار لگیگی اور اگر اس کا داہنا ہاتھ پکڑ کے مار گیا تو مقتول کی گردن میں بائیں طرف سے لگے گی جب طرف دِل ہوتا ہی گردن مارنے کی جگہ بھی وہی مقرر ہے اور مقتول کا ہاتھ گردن مارنے کے وقت پکڑنا واسطے ہوتا ہی تاکہ اپنے ہاتھ سے جلاد کے حربے کو روک نہ لے اور دوسرے حربے کی جلاد کو حاجت ہو دے اور روکنے اور بچانے میں اکثر داہنا ہاتھ اٹھتا ہی اور یہ ہاتھ زور والا بھی ہی سو واسطے داہنا ہاتھ ہی پکڑنا چاہئے اور بعض محققون نے ایسا کہا ہی کہ لاَ أَخَذْنَا مِنْهُ بِالْأَيْمَنِ سے اشارہ یہ ہی کہ اسکے داہنے ہاتھ کو ہم شل کر دیتے تاکہ ہل نہ سکے اور ہرگز جنبش نہ کر سکے اور جھوٹے بات اشارہ اور کہانی سے بھی نکر سکے اور لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ سے اشارہ اس بات کی طرف ہی کہ اسکے دل کی رگ کو کاٹ ڈالتے تاکہ جھوٹے بات بنا کر نہ کہہ سکے اور اس رگ کا نام عربی میں نیاط ہی اور زبان کے متصل ہوتی ہی اور زبان کی جنبش اور دھکے اور اذیکہ وافق زبان سے بات کا نکلنا اسی کے سبب ہوتا ہی اسی واسطے خفقان کے مرض کے وقت جو دلو گھبراہٹ اور بے قرار ہی ہوتی ہی تو زبان بھی لغزش اور لکنت کرنے لگتی ہی اور اس جگہ پر ایک سوال ہی بہت سخت اس کامضمون یہ ہے کہ اگر یہ شرط اور جزا درست ہو اور مقدم اور تالی کی ملازمت کلیۃً صادق آوے یعنی جہاں کہیں مقدم پایا جائے وہاں تالی بھی ضرور پایا جاوے تو یہ بات لازم ہوتی ہی کہ جو حق تو لے کر جھوٹے باندھے وہ زندہ باقی نہ رہے اور حال یہ ہی کہ مقرر ہی اور اور جھوٹے بہت گزرے ہیں جیسے میلہ کذاب اور اسود غسی اور اسپطرح کے دوسرے جھوٹے جنھون نے طور طومار حقیقت پر جھوٹے باندھے ہیں اور اس قسم کا مواخذہ اور پکڑنے نہ ہوتے تو اسکا جواب یہ ہی کہ تقول کے صیغہ میں جو ضمیر مستتر ہی وہ فقط رسول کی طرف پھرتی ہی نہ ہر فرد انسان کی طرف بس لازم یہ ہوا کہ اگر بغرض رسول سے ایسی بات پائی جاوے تو اسی وقت یہ عذاب اس پر کیا جاوے واسطے اسکی تصدیق اور سچائی مجزون کے سبب حاصل ہوئی ہی پھر اگر اس قسم کی بات میں جلدی نہ ہو اور عذاب نہ کیا جاوے تو ایسا التباس اور شبہ پڑ جاوے جس کا سنوہ ناممکن نہیں ہی اور یہ بات حکمت کی منافی ہی بخلاف اس شخص کے جو رسول نہیں ہی اور اس کا رسول ہونا مجرب ثابت نہیں ہوا ہی تو اس کی بات بھی یہودہ اور خرافات ہی کوئی اسکی بات نہ سنے گا اور ہرگز کسی کو التباس اور شبہ نہ پڑیگا ان ایسے شخص کے متعلق

تصدیق ہونا محال ہے یعنی ہرگز نہیں سکتی اور اس کی مثال یوں سمجھا جاوے کہ جس طرح بادشاہ کسی شخص کو کام پر مقرر کر کے خلعت اور فرمان اپنا دے کر کسی طرف روانہ کرتے ہیں پھر اگر اس شخص سے اس خدمت میں کچھ خیانت ہوئی یا کچھ بادشاہ پر جھوٹا بندھنا اس سے ثابت ہوا تو اسی وقت اس کا تدارک کرتے ہیں اور اگر کسی دوسرے شخص سے جبکہ پاس نہ کوئی سند ہے نہ کچھ کام ایسی بات ہوتی ہے تو ہرگز اس طرف متوجہ نہیں ہوتے اور اس کے حال سے کچھ تعرض بھی نہیں کرتے اس واسطے کہ جانتے ہیں کہ دانا لوگ اس کے فریب میں ہرگز نہ آئیں گے اور اس کی بات کو ہرگز نہ سنیں گے بس یہی حال رسول کے مقدمے میں ہو جانا چاہئے حاصل کلام کا یہ ہے کہ اگر رسول جلی رسالت مجتہز ہے ثابت ہو چکی ہے اس قسم کا افتراء اور جھوٹا حقت پر باندھے تو ضرور ایسے عذاب میں گرفتار ہووے فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ پھر نہ ہوگا تم میں سے کوئی فرقہ یا کوئی جماعت ہمارے اس عذاب کو رسول سے منع کرنے والا اور روکنے والا یعنی پھر کوئی ایسا نہیں جو رسول کو اس کے کسی حیلہ اور تدبیر سے بچا رکھے اور ہلاک ہونے نہ دے اور آخر کے لفظ جمع کے معنوں میں ہے اس واسطے اس کی خبر میں حاجزین فرمایا جمع کے معنی سے گویا اس طرف اشارہ ہے کہ جب سب جہان کے لوگ ملکر اس کو ہمارے عذاب سے بچانے کیلئے تو ہر ایک اکیلا اکیلا کتب پاسکتا ہی اور منع کر سکتا سو جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ یہ قرآن سب کا سب یعنی ہر ہر کلمہ اور ہر حرف اس کی جان کے مالک کے طرف سے اتارا ہوا ہے تو ایک فائدہ اس کا ظاہر ہوا ہے اس قرآن کی تلاوت حقت کی نزدیکی کا سبب ہے اور اس کی ہمیشہ تلاوت کرنے سے اس جناب پاک کی درگاہ پر مصلحت و وسیلہ حاصل ہوتا ہے جیسے ذکر الہی پر مداومت اور ہمیشگی کرنے سے اب دوسرا فائدہ جو اس میں پایا جاتا ہے بیان فرماتے ہیں کہ وَاِنَّهُ لَوِشَكٍّ مِّنْ قُرْآنٍ لَّا تَذَكَّرُ الْمُتَّقِينَ البتہ نصیحت اور سمجھوتی ہے اور یاد دلا دیتا ہے ہر ہیزگاروں کو یعنی ان لوگوں کو جو تقویٰ کی راہ چلتے ہیں اور چاہتے ہیں اس کام کرنے کو جس میں اپنے خاندان کی رضا مندی حاصل کریں اور پرہیزگاروں سے دور بھاگتے ہیں ایسے لوگوں کے واسطے یہ قرآن شریف قانون اور دستور العمل ہے اور یہ دونوں فائدے قرآن شریف کے ایمانداروں کے واسطے اور پرہیزگاروں کے واسطے خاص ہیں منکر اور جہلانیوں کو ان دونوں فائدوں سے قرآن کے کچھ فائدہ نہیں ہے وَلَا نَالِغَ لَكُمْ اَنْ مِّنْكُمْ مَّكَذِبِيْنَ اور بے شک ہم جانتے

ہیں کہ مقرر تم میں سے بعضے لوگ اس قرآن شریف کو جھٹلاتے ہیں سو یہی دونوں فایده قرآن کے اتارنے میں
لئے وسطے ارادہ نہیں کیا ہیں، بلکہ کافروں اور منکر و منکر کرنے والوں کے اتارنے میں دوسرا فایده
ہم نے منظور کیا ہے وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ اور بے شک یہ قرآن بڑا ہتھیار ہے اور کافروں پر پہلے
دنیا میں جو وقت قرآن پر عمل کر نیوالوں کو حتمی الٰہی کی طرف سے مدد دین اور فتحیں پیڑ پیڑ سے بھیجیگی اور ان کا غلبہ
اور دبہہ روز بروز بڑھتا جائے گا اور دوسرے آخرت میں جب قرآن پر عمل کر نیوالے ہر موقف اور ہر
جگہ پر حشر میں سرخ رو ہوئیے اور قرآن کے سن کر ہر جگہ ذلیل اور غوار اور رسوا ہوں گے وَإِنَّهُ
الْحَقُّ الْيَقِينُ اور بے شک یہ قرآن شریف صرف یقین ہی یعنی قابل یقین کرنے کے ہی حسین باطل اور
نالایق بات پاشی نہیں جاتی تاکہ شک اور شبہ کی آسین جگہ ہو دے یا کسی کا عذر اسکے مضمون کے نمائندہ
میں دیا یا آخرت میں سنا جاوے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ سو پاکی کے ساتھ یاد کر اپنے پروردگار کا
نام جو سب سے بڑا اور بڑی عظمت اور بزرگی والا ہے تاکہ تجھ کو اس یاد کر نہیں دلی پوری صفائی حاصل ہو دے
اور قرآن کا حق الیقین ہو تاثرے دل کے صیقل کئے ہوئے آئینے میں منعکس ہو اور گڑ جاوے اور یہ ہم تمہارا
فایده ہے قرآن شریف کا جس سے خاص لوگ جو صاحب باطن ہیں بہرور ہوتے ہیں حدیث شریف میں آیا ہے
کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اجْعَلُوا فِي رُكُوعِكُمْ یعنی اس سبج کو اپنی
نماز کے رکوع میں پڑھا کر اور اس طرح پڑھا کرو کہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ یعنی پاک ہے رب میرا جو بڑی عظمت
والا ہے اور جب سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى نازل ہوئی تب اپنے فرمایا کہ اجْعَلُوا فِي سُبُحْدِكُمْ یعنی اس سبج
کو اپنے نماز کے سجدہ میں پڑھا کر اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلَى یعنی پاک ہے رب میرا جو سب سے بلند ہے اور
اسی حدیث سے بخ کے جاننے والے قاریوں نے یہ بات نکالی ہے کہ معنی سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ اور سَبِّحْ بِحَمْدِ
رَبِّكَ آپس میں دونوں متلازم ہیں یعنی دونوں کے معنی میں اس واسطے کہ اس مقام میں سُبْحَانَ رَبِّيَ
الْعَظِيمِ کہنے کو سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ کے مضمون کی فرمانبرداری کا سبب گردانا ہے جس طرح سُبْحَانَ
رَبِّيَ الْأَعْلَى کہنے کو سَبِّحْ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى کے مضمون کی تابع داری کا سبب کہا ہے تو اس سے معلوم
ہو کہ بے کاحرف جو سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ میں ہے سو زیادہ ہے وَلَا تَلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ

میں زاید ہی اور بعضے باریک بین اس حدیث کے مضمون میں ایک اشکال رکھتے ہیں حاصل اس اشکال کا یہ ہے کہ تسبیح کو دونوں آیتوں میں رب کے اسم پر لائے ہیں یعنی یوں فرمایا ہی تَسْبِيْحُ بَاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ اور سَبِّحْ اِسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی اور حدیث شریف میں رب کی تسبیح ہی اسم رب کی تسبیح نہیں ہے یعنی سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰی فرمایا ہی سو ان دونوں تسبیحوں کے کہنے سے جو حدیث شریف میں وارد ہیں فرمان برداری اس امر کی جو دونوں آیتوں میں ہی کس طرح ہوئی ظاہر تو آیتوں میں حکم دوسرا ہی اور حدیثوں میں حکم دوسرا سو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ رب کی ذات کا تسبیح کے اسم کے ضمن میں بوجہی جاتی ہی سو آیت میں تسبیح کی صورت کا حکم ہی اسطورہ جسطرح کوئی اپنے دل کی بات اور مقصود کو بیان کرے اور حدیث میں اس تسبیح کی صورت یعنی لفظوں کی تعلیم ہی انہی دو اسم کے یعنی عظیم اور اعلیٰ کر کے اور ان دونوں اسموں کو صفت کیا ہی ایک دوسرے اسم کا یعنی رب کا سو اسطورہ کی عبارت کو اس واسطے اختیار کیا ہی تاکہ دونوں آیتوں کے لفظوں کی رعایت جہاں تک ہو سکے کی جاوے اور ایک احتمال یہ بھی ہے کہ تَسْبِيْحُ بَاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ کے معنی یوں ہوں کہ تَسْبِيْحُ ذَاتِ رَبِّكَ هَذَا اَلَا سَمِ الْمَرْكَبِ مِنَ الْيَصْفَةِ وَالْمَوْصُوفِ یعنی پھر تسبیح کر اپنے رب کی ذات پاک کو اس نام سے جو مرکب ہی صفت اور موصوف سے اور اس قیاس پر سَبِّحْ اِسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰی کے معنی یوں ہوں کہ اَوْقِعِ التَّسْبِيْحَ عَلٰی هَذَا اَلَا سَمِ الْمَرْكَبِ مِنَ الْيَصْفَةِ وَالْمَوْصُوفِ یعنی واقع کر تسبیح کو اس نام پر جو مرکب ہی موصوف اور صفت سے اب اس صورت میں حدیث کا مضمون آیت کے مضمون سے مطابق ہو گیا اور ہرگز کوئی اشکال باقی نہ رہی

سُورَةُ الْمَعَارِفِ

تدبیر سے جیسے حضرت میکائیل علیہ السلام اور ان کے ہمراہی ولے فرشتے اور ہوا کی عنصر کی روح کلی کے مسخر کرنے سے سرانجام اور ختم پایا جیسے عادی قوم اور بعضوں کو بہت سے مختلف فرشتوں کی جماعت سے اور مختلف عناصر کی ارواح سے اور آدھ کی مرکب چیزوں سے اور حیوانی روحوں سے چالیس برس میں یا ایک رات میں یا چھ مہینے میں عذاب کیا جیسے فرعون اور اسکے پہلے والے یعنی حضرت شعیب اور حضرت لوطؑ اور حضرت نوح علیہم السلام کی قوموں کے عذاب میں افعال مختلف ترکیب پائے گئے چنانچہ فرعون کے غرق کرنا، حضرت جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہم السلام اپنے لشکر اور ہمراہیوں سے شریک تھے کبھی قحط اور کبھی میوؤں کا نقصان اور کبھی طوفان اور کبھی شیری اور کبھی چیچری اور کبھی نینڈک اور کبھی خون سے اس پر عذاب کرتے تھے اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کے عذاب میں آواز کرنا، حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اور صدائی روح کو مسخر کیا تھا اور آگ کے سائبان کو حضرت میکائیل علیہ السلام نے ان کے لشکر کے فرشتوں نے انجام دیا تھا اور آگ اور ہوا کی روح کی تسخیر واقع ہوئی تھی اور حضرت لوط علیہ السلام کی قوم کے عذاب میں حضرت جبرئیل علیہ السلام مع سولہ فرشتے دو سر شریک تھے اور گندہک کے کان کی روح اور زمین کی روح سب کو مسخر کر کے اس کام میں لگایا تھا اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے عذاب میں حضرت میکائیل علیہ السلام اپنے لشکر اور مددگاروں کے ساتھ شریک ہو کے پانی کی روح کو از رو فضل کے اور ہوا کی روح کو مسخر کیا تھا از رو افعال کے اور ادھر کی مخلوقات کو پانی ہو جانے کے واسطے مسخر کیا تھا اور زمین کی روح کو چشموں کے ہمارے نکالنے اور پہلنے کے واسطے اور خشک کے وحشی جانوروں کو بے درند اور بیہوش اور حشرات الارض کو کشتی پر لادنے کے واسطے اور اس واسطے کہ اپنی طبیعت کی خواہشوں کو بند کریں اور کنیکو آپس میں ایذا نہ پہنچاویں اور اسی واسطے ان قوموں کے حق میں ارشاد ہوا ہے کہ اخذناہم اخذۃ کابیۃ اور اس سورت میں ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کا عذاب جو موعود دینے وعدہ کیا گیا ہے وہ سب فرشتوں کی خدمت کا اور تمام مخلوقات کی ارواح کی خدمت کا مخرج ہے اور وہ خواہ علوی ہو خواہ سفلی اور اس عذاب کے سرانجام کی ابتدا صویر کے پھونکنے سے ہے اور انتہا اسکی دوزخ والوں کے دوزخ میں قرار پکڑنے تک اور یہ پچاس ہزار برس میں ہوگا پھر ایسے عذاب کو جلدی چاہنا کہ حبس پٹ

آجاوے بڑی نادانی اور حماقت کی دلیل ہے اور اس عذاب کی حقیقت سے ناواقف ہونے کا نشانہ
 ہے اور معارج الہیہ سے جہالت کی علامت ہے اور معارج الہیہ عبارت ہیں عمدہ تدبیروں کے تمام ہونے
 سے : مانو کے الٹ پھیر میں اور اس صورت کا نام سورہ معارج ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس صورت میں
 حق تعالیٰ نے اپنے تین ذی المعارج کی صفت سے موصوف کیا ہے اور ایک کو اپنے معارج سے ذکر فرمایا
 ہے تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ فِي يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ اور اس صفت کی
 حقیقت جیسی چاہئے بغیر بیان کرنے ایک تفصیل کے جس میں تھوڑی عبارت پڑھ جاوے گی خاطر نشان
 نہیں ہو سکتی سو پہلے جانا چاہئے کہ ہر چیز کے عروج کے منحنی میں کہ وہ چپہ اپنے انتہا درجے کو پہنچے
 اور جو حتمی الیٰ سب غایتوں کی غایت ہے یعنی ہر انتہا کی انتہا اس تک ہے تو ہر چیز کا اس جناب
 پاک پہنچنا اپنے انتہا درجے تک مقصود کو پہنچنا ہے بھر جانا چاہئے کہ افعال اور تاثیریں الہیہ عالم میں تین
 چیز کے واسطے سے ظاہر ہوتی ہیں ایک فرشتے اور دوسری ارواح جو ہر مخلوق کے جوہرِ کبرا کے
 عبارت ہے اور اس مخلوق کی صورت نوعیہ اسکی محکوم ہے اور تیسری ابراہیم الوہی کے نفس جسے ابن
 اور حیوان اور شیطان اور جن سو جو کچھ فرشتے اور ارواح کی واسطے سے ہے وہ چیز حق تعالیٰ کی طرف
 بے واسطہ منسوب ہے اس واسطے کہ ان دونوں تسون میں وہم اور شہوت اور غضب نہیں پیدا کیا گیا ہے
 جو کچھ ہے وہ عقل ہے کہ بد و ن معارض اور مزاحم کے فوقانی داعیے کا تحمل کرتی ہے اور اسی طور پر حلی ہے
 اور جو ابراہیم الوہی کے نفس کے واسطے ہے یعنی انسان اور حیوان اور جن اور شیطان کے واسطے سے
 وہ چیز پاک پروردگار کی جناب میں بے واسطہ منسوب نہیں ہو سکتی اس واسطے کہ ان نفسوں میں وہم اور شہوت
 اور غضب داخل رکھتے ہیں ان یہاں البتہ ہے کہ بعض فرد ہیں انسان کی جیسے حضرت خضر علیہ السلام اور دوسرے
 حق تعالیٰ کے کارکن کہ حق تعالیٰ کی دواعی کے تحمل کے واسطے پیدا ہوئے ہیں ان کی شان بھی فرشتے اور
 روح کے شان کے مانند ہے پھر جانا چاہئے کہ جب کوئی کام عالم میں واقع ہوتا ہے تو اس کام کے سر انجام
 اور پورا کرنے کے واسطے فرشتے اور روحیں ایک ایک یا سب ملکر شریک ہوتے ہیں اور اس کام
 کی ابتدا سے انتہا تک اس میں مصروف اور لگے رہتے ہیں اور جب وہ کام ہو چکا اور مطلب حاصل ہوا تو پھر انکو رجوع

اصحاح
 الموعود
 الموعود

اپنے مہرے کی طرف حاصل ہوتا ہی اس سب سے انھوں نے اپنی چھپی ہوئی استعداد کو ظاہر کیا اور ایک طرح کا کمال ان کے نصیب ہوا اور یہ ان کا رجوع کرنا بطور عروج کے بعینہ نفس انسانی کے جو اس اور قویٰ رجوع کرنے کے مانند ہی عمدہ مطلب حاصل کرنے اور اس کی لذت لینے کے بعد تاکہ اپنے استعداد کی زیادتی اپنے مالک پر عرض کریں اور دوسرے داعیہ کے اٹھانے متقی ہووین اور جب سے تینوں چیزیں معلوم ہوئیں تو جانا چاہئے کہ معارج الہیہ عبارت میں عالم میں اس کی تدبیروں کے تمام ہونے سے اور تدبیریں مختلف ہیں بعضی تدبیریں ایسی ہیں کہ ایک آن میں اس کا سرانجام ہوتا ہی جیسے کہ منتقل ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ سب مکانات سے محبوب زیادہ جگہ حق تعالیٰ کے نزدیک کون ہی ان کو بھی معلوم تھا لیکن انھوں نے اس وقت عروج کر کے ایک آن کی آن میں اس کا جواب لے لے کہ **اَللّٰهُمَّ اَلْبِقَاعِ اِلٰی اللّٰهِ مَسَاجِدُہَا** یعنی زیادہ محبوب مکانات اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسجدین ہیں اور بعضی تدبیریں ایسی ہیں کہ ان کا سرانجام ایک دن میں ہوتا ہی جیسے عروج ان فرشتوں کا جو ہر ہر فرد انسان پر اس کے عمل لکھنے اور اس کی محافظت کے واسطے مقرر ہیں سو ہر ہر روز صبح کو آتے ہیں وے عصر کو چلے جاتے ہیں اور عصر کے وقت آتے ہیں دے دوسری جگہ چلے جاتے ہیں اور یہ دو ہمیشہ چلا جاتا ہی اور بعضی تدبیریں ایسی ہیں جو تین دن یا چار دن کے عرصہ میں تمام ہوتی ہیں جیسا کہ آدھیوں کے عملوں کا عرض کرنا دشنبہ اور دشنبہ کو ہوتا ہی اور بعضی تدبیروں کا سرانجام ایک ہفتے میں اور بعضی کا ایک مہینے میں اور بعضی کا ایک سال میں تمام ہوتا ہی جیسے ان فرشتوں کا عروج کرنا جو آدمیوں کے رزق پر اور اجل پر اور ایک سال کی حساب پہنچانے پر مقرر ہیں وہ ان کا عروج لیلۃ البرات کو یعنی شعبان کی پندرہویں شب کو ہوتا ہی اور علیٰ ہذا القیاس یہاں تک کہ بعضی عمدہ تدبیریں جو بڑے بڑے خاندانوں کی حکومتیں اور سلطنتیں آخر ہونے پر اور اگلے سینہ ہون کی ملت اور مذہب کے قطع کرنے پر موقوف ہیں اس کا عروج ہزار سال کے عرصے میں ہوتا چنانچہ الم اسجدہ کی سورت میں مذکور ہے اور وہ آیت یہ ہے **يَذَرُهَا كَمَرٍ مِّنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْجِزُ اِلَيْہِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُہٗ اَلْفَ سَنَةٍ مَّا تَعْدُوْنَ** یعنی حق تعالیٰ تدبیر سے اتار دیا کلام آسمان سے زمین تک پھر چڑھاتا ہی اس کی طرف ایک دن میں جس کا اندازہ ہزار برس ہی تھا دہائی گنتی میں اور سب سے زیادہ مدت

انسان کی دریافت میں اس قسم کے عروج کیواسطے قیامت کے وقایع کے تدبیر کی مدت ہی کہ پہلے مرتبہ
 صورت پھونکنے کے وقت سے ہشتیوں کے بہشت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں پہنچنے اور قرار پکڑنے تک پچاس
 ہزار برس ہونگے اور بالکل فرشتے اور تمام قسم قسم کے مخلوقات کی روحیں اس تدبیر میں شریک ہونگے
 پھر اس بڑے کام کے سرانجام کی مدت گذرنیکے بعد دس لوگ عروج کریں گے اور حضرت حسن بصری رضی اللہ
 عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کی ابتدا سے ہشتیوں کے بہشت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں پہنچنے تک مائیکہ
 قرار پکڑنے تک پچاس واقعہ ظاہر ہونگے اور ہر واقعہ ابتداء سے انتہا تک دنیا کے ہزار سال کے برابر ہوگا
 بس اس سے معلوم ہوا کہ قیامت کا دن اول سے آخر تک پچاس ہزار سال کا ہوگا اور صحیح مرفوع حدیثوں میں
 قیامت کے دن کا اندازہ اتنے مدت کا اتقدر مشہور ہے کہ حد تو اتر کو پہنچا ہے اور گیس طرح کا شبہ اس میں
 باقی نہیں رہا اور جو سورہ سجدہ میں مذکور ہے کہ کام کی تدبیر شروع سے انتہا تک یعنی عروج تک خدائی
 کارخانہ ہزار سال میں ہوتی ہے اس کو کام اور تدبیر میں دوسری مین جو دنیا میں واقع ہوتی ہیں جیسے حضرت
 نوح علیہ السلام کا رسول کر کے بھیجا اور ان کا اپنی قوم کو طوفان سے خوف دلانا اور پھر طوفان کا آنا اور
 نجات اور فراغت حاصل ہونا یہ سب ایک ہزار سال کی قدر مدت میں ہوا اور جیسے قوت اور شوکت اور
 و بد بدین اسلام کا کہ پانچ سو سال عرب کے ہاتھ میں رہا اور پھر پانچ سو سال ترکوں کے ہاتھ میں رہا پھر دونوں
 کے ہاتھ سے نکل کر ہندوؤں اور فرنگیوں کا دخل ہوا اور اسلام ضعیف ہو گیا حاصل کلام کا یہ ہے کہ مسدبلا سبب
 کی تدبیر و نکاح عروج ایک طور اور ایک مدت میں منحصر نہیں ہے اس مالک الملک کے کارخانہ کی بزرگی کا بیان
 کبھی ان تدبیروں میں ذکر ہوتا ہے جو ہزار برس میں تمام ہوتی ہیں اور کبھی ان تدبیروں میں ذکر ہوتا ہے جو چھ
 ہزار برس میں انجام کو پہنچتی ہیں اور ابو سلمہ صنفانی نے اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ دنیا کی ابتداء سے پیدائش
 قیامت کے آنے تک پچاس ہزار برس ہیں فرشتے اور روحیں جو اس عالم کے انتظام کے لئے متعلق ہیں
 اپنے اپنے کاموں سے فراغت حاصل کر کے پھر عروج کریں گے اور پھر دوسرے فرشتے اور روحیں
 ان کی جگہ پر مقرر ہوں گے آخرت کے عالم کی معموری اور انتظام کی کوشش کریں گے اور جو بہ بات کی کو
 معلوم نہیں ہے کہ ابتداء میں پیدائش اس عالم سے کس قدر زمانہ ہو چکا ہے اور کس قدر باقی ہے

اسی سبب سے قیامت کا حال بھی کسی کو معلوم نہیں تھا کہ کب آوے گی لیکن قرآن کی آیت نے فی یومہ کان
مِقْدَارُ اَرْبَعِ خَمْسِیْنَ اَلْفِ سَنَۃٍ تَفْسِیْر سے کچھ مناسب نہیں لکھی تھی بلکہ مبانیست پائی جاتی ہے اس واسطے
کہ اس تقدیر پر مناسب اس طرح تھا کہ تَخْرُجُ الْمَلَائِکَةُ وَالرُّوحُ اِلَیْهِ بَعْدَ خَمْسِیْنَ اَلْفِ سَنَۃٍ فرمانے
یعنی عروج کرنے میں فرشتے اور روحیں اس کی طرف پچاس ہزار برس کے بعد اور یہ بھی ہے کہ استبداد پیدائش
سے قیامت کے آنے تک اتنی مدت معین کر نیکی واسطے کوئی صحیح سند چاہئے اور ایسی سند پائی نہیں جاتی اور
بعضہ صوفیہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ معارج سے مراد ترقی کے مراتب میں طبیعت کے مقام سے معاون کے
مقام تک جو اعتدال سے نزدیک ہو جاتا ہے اور وہ ان سے نبات کے مقام اور وہ ان سے حیوان اور
انسان کے مقام تک پھر انسانی مرتبوں کے مقاموں میں پھر سلوک کی منزلوں میں کہ انتباہ اور توجہ
ہیں یعنی خبردار می اور بیدار می ان منزلوں کے آخر تک پھر فنا کے مرتبوں میں یہاں تک کہ فنا فی الصفا تک
نوبت پہنچے اور اس کو کثرت میں نہایت نہیں ہے اور ہر ترقی میں ایک عروج حاصل ہوتا ہے ان فرشتوں
اور روحوں کو جو ان کی خدمت کے واسطے متعین ہیں ان کی تبعیت اور واسطے تو اب فی یومہ کان
مِقْدَارُ اَرْبَعِ خَمْسِیْنَ اَلْفِ سَنَۃٍ کے معنی یہ ہوئے کہ اگر اس عروج کو اپنی حرکت پر ظاہر میں تیس
کرین تو اس قدر مدت اس کے واسطے چاہئے تب انہما کو پہنچنا ہو اور وہب ابن قہر کہتے ہیں کہ اس عمل عالم
سے یعنی تخت اثری سے عرش کے کسکے کی چوٹی تک پچاس ہزار برس کی مسافت یعنی دوری ہے
اور زمین سے دنیا کے آسمان کے اوپر والی طرف تک ہزار برس کی مسافت ہے اس واسطے کہ زمین سے اس دنیا
کے آسمان کے نیچے کی طرف تک پانچ سو سال کی دوری ہے اور اس قدر دنیا کے آسمان کا مابا ہے سو سورہ سجۃ
میں آیت تَبِیْرُوْنَ کَا بَیَان ہے جو دنیا کے آسمان سے زمین پر اترتی ہیں اور اس سورہ میں ان تَبِیْرُوْنَ کا بیان ہے
جو عرشِ معلیٰ سے تخت اثری تک جاری ہوتی ہیں اور اگر سورہ سجۃ میں فقط اتارا اور چڑھاؤ کو اعتبار کریں چنانچہ
ظاہر عمارت کی روشنی میں ہی تو زمین سے آسمان دنیا کے نیچے کی طرف تک چڑھاؤ اور پھر وہاں سے
زمین تک اتار میں ہزار برس کی مسافت ہو جاتی ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ معارج ظاہری حرا و
خواہ معارجِ معنوی حرا و ہوں ان دونوں صورتوں میں اس قدر مسافت آدمی کے ذہن میں گنجائش رکھ

سکتی ہے اس واسطے اس مقام پر اس مٹ کو یاد فرمایا ہے اور یہ عرض نہیں کہ حقیقی الٰہی ہر تدبیر کے واسطے
اتار اور چڑھاؤ میں اس قدر مدت چاہئے تاکہ یہ اعتراض وارد ہو اور سورہ سجدہ کے مضمون کے ساتھ تعارض
پیدا نہ ہو اور اس سورت کے نازل ہونے کے سبب میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے
ہیں کہ نضر بن الحارث اور بوجہل اور دو سر قریش کے کافر جو اپنی سرداری کے غرور میں مست تھے بیت اللہ
کے نزدیک آئے اور اس خانہ ملائکہ شہانہ کا پردہ اپنے ماتھوں سے پکڑا اور بعضوں نے انہیں سے یہ کہنا شروع
کیا کہ یا الٰہی اگر دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے تو ہمارے اوپر پتھر برسائے یا کوئی دوسرا عذاب نازل
کر اور بعضوں نے کہا کہ ایک ٹکڑا آسمان کا گراؤ تاکہ ہلکے قیامت کے عذاب کی یقین حاصل ہو جائے سو ان
لوگوں کی حماقت اور سحر کی باتیں سن کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج اور آزر دگی
حاصل ہوئی تب حقیقی الٰہ جل شانہ نے یہ سورت نازل فرمائی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سَأَلْ سَائِلٌ مَّا نَكَا اِيَكُمْنِیْ وَ اَلْیَیْ فِیْ اَسْمَاءِیْ
آتا ہے ایک پوچھنے کے مضمونین آتا ہے اور اس کے صلہ میں عن کے حرف کو لاتے ہیں اور دوسرا طلب کرنے
اور مانگنے کے مضمونین آتا ہے اور اس کے صلہ میں کہی بے کے حرف کو لاتے ہیں اس لحاظ سے کہ یہ لفظ دعا کے
مضمون کو شامل ہے اور اس مقام پر یہی معنی مراد ہیں اور انہی مضمون کا لحاظ کر کے بَعْدَ اَبٍ فرمایا یعنی
عذاب اور بلا عن عذاب نفرا یا اور بعضے فصاحت اور بلاغت کے فن کے ناواقف اس ترکیب میں ایک مثال
کرتے ہیں اس اعتراض کا مضمون یہ ہے کہ سوال نگوے گا کوئی سوال کرنے والا پھر سأل کے بعد سائل کا
ذکر بیفائدہ ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ سأل کی لفظ سے سوال کرنا لا الزام کے طور پر بوجھا جاتا ہے اور
سائل کے لفظ سے مطابقت کے طور پر بوجھا جاتا ہے سو اس ترکیب میں دو مشکون کا جمع کرنا یہی جو بلاغت
کے فن میں عمدہ چیز ہے پھر سائل کے لفظ میں ابہام ہے اس بات کے نظر کرنے پر کہ سوال کرنا لا کوئی شخص معین
نہیں ہے اور متعین ہی اس سے کہ فاعل موجود ہے اس کی کیب میں دو متقابلو کا جمع ہونا بھی ہوا اور تحقیر بھی

ہی یعنی سایل عقل اور دماغ سے بالکل بے بہرہ ہی جو اس سوال کرتا ہے بس اس راہ سے وہ ضد و نمکا
جمع ہونا بھی ہوا ہر صورت سے غافل کا ذکر اس طور پر کہ اس سے تعین نہ ہو جا جاوے اور جو چیز فعل کے لفظ سے
الترام کے طور پر بوجھی جاوے وہ اس کے صراحت کے طور پر بوجھی جاوے یہ ایک نکتے کے واسطے
ہی جو فصیح بلیغ عالمون کے نزدیک نہایت معتبر ہے اور وہ نکتہ اشارہ ہی اس بات کی طرف ہے کہ
یہ سوال ایسے شخص نے کیا ہے کہ سوئے سوال کے کوئی بہتری اسپین پائی نہیں جاتی تاکہ اس بہتری کی راہ
ہے وہ معین کیا جاوے تو گو یا وہ شخص ان نیت سے اور خطاب کی لیاقت سے اور اس قسم کی دوسری
چیزوں سے بے بہرہ ہی اور اس ترکیب میں سوال کے پہلے مفعول کو یعنی سوال کئے گئے کو جو اس مقام
پر ذات پاک حضرت حق کی نہیں حذف کیا ہے یعنی ذکر نہیں کیا ہے اس واسطے کہ جب سوال کر نیوالے
ہے اس جناب پاک کے ادب کی رعایت نہ کی اور بے ادب اور بے تمیزوں کی طرح اس قسم کا
سوال کر بیٹھا گو یا اس کو اعتبار کے درجے سے ساقط کیا تو اس کے سوال کی نقل میں بھی اس کو لفظ سے گرا دیا جاتا
تاکہ اس کی گستاخی کی طرف اشارہ ہووے اور عذاب کے لفظ کی نکرہ لانے میں اس کی نہایت سخری
کی طرف اشارہ ہی اس واسطے کہ تکبر یا عظمت پر دلالت کرتی ہے یا حقارت پر سو اس مقام پر اگر عظمت
مراد لیجئے تو اس سایل کی نہایت جزا اور بے باکی ثابت ہوتی ہے کہ ایسے بڑے عذاب کو جان بوجھ کر
طلب کیا اور اگر حقارت مراد لیجئے تو نہایت نادانی اور احمق اس کا ثابت ہوتا ہے کہ ایسے بڑے عذاب کو
حقیر سمجھا اور باوجود اس بے ادبی کے جو سوال میں اس نے کی حماقت بھی اس کی ثابت ہوئی اس واسطے
کہ وہ اس سوال میں تفصیل حاصل کی کرتا ہے یعنی بے فائدہ کام کرتا ہے کہ اسے عذاب کو طلب کرتا ہے
وَأَفِيجُ لِلْكَافِرِينَ مقرر واقع ہوئی الا ہی کا فروغ کے واسطے ایسے کا فرقہ سوال کر نیوالا بھی ان ہی میں سے
ہی اور وہ عذاب نہ آنیکا احتمال بھی نہیں رکھتا ہے تاکہ اس کے طلب کرنے سے اس کا آنا متعین ہو جاوے
اس واسطے کہ لیس کہ واقع کوئی نہیں ہے اس عذاب کو دفع کر نیوالا اس واسطے کہ وہ عذاب مقدس
مِنَ اللَّهِ اشد تعالیٰ کی طرف سے جو موصوف اس صفت سے ہی ذی الْمَعَارِجِ عروج کے درجوں
اور مرتبوں کا صاحب کہ اس کے بندے اس کے حکموں کی تابعداری اور فرمانبرداری میں دل اور جان

کوشش کر کے ان مرتبوں اور درجوں سے ترقی کر کے پھر اسکی حضوری سے مشرف ہوتے ہیں اور وہ درجے
 مسافت کی دوری اور نزدیکی مختلف اور متفاوت ہیں بعض درجے اور مرتبے ایسے ہیں کہ ایک نلک
 مارنے میں انکے سبب سے ترقی ہو سکتی ہے جیسے اسلام کا کلمہ زبان سے کہنا کہ اس کلمہ کے زبان پر جاری
 کرنے کے سبب وہ شخص ایک آن میں خرابی اور ہلاکی سے رہائی پائے نجات ابدی کے درجہ میں ترقی کرتا ہے
 اور بعض ان میں سے ایسے ہیں کہ ایک ساعت میں ان سے ترقی حاصل ہوتی ہے جیسے نماز کا ادا کرنا اور بعض
 ایسے ہیں کہ ایک دن کامل میں ان سے ترقی حاصل ہوتی ہے جیسے روزہ یا ایک مہینے میں جیسے مہینہ رمضان کے مہینے
 روزہ رکھنا یا ایک سال میں جیسے حج کا ادا کرنا اور ایسی پر دوسرے کو قیاس کر لیا جائے اور اس طرح فرشتوں
 اور روحوں کا عروج جو کیسا مہمقر ہے اس کام سے فراغت پانے کے بعد مختلف اور متفاوت ہوتا ہے جیسا کہ بنی
 آدم کے نگہبان فرشتے کہ صبح سے عصر تک نگہبانی کرنے ہیں اور عصر کی نماز کے بعد عروج کرتے ہیں پھر دوسرے
 فرشتے جو انکے عوض آتے ہیں دسے صبح کی نماز کے بعد عروج کرتے ہیں اور رزق اور موت پر معین فرشتے
 شب برات کو یعنی شعبان کی نپدر ہونے تک عروج کرتے ہیں اور پھر دوسرا فقر لاتے ہیں اس طرح فرشتوں اور
 کائناتوں اور بدلی اور برسات کی روحیں اپنے اپنے متعلق کاموں کی مدتوں مختلف تک تدبیر میں عروج
 کرتی ہیں اور اس طرح کسی نبی کے دین کے قایم رکھنے کی واسطے یا کسی قبیلے کی سلطنت یا حکومت کے تھانہ کے واسطے
 جو فرشتے اور روحیں کہ مقرر ہیں ہزار سال تک اسکی تدبیر میں مشغول اور سرگرم ہوں گے پھر اس مدت کے تمام ہونے
 کے بعد عروج کرتے ہیں اور ان سب سے دراز اور لمبی ایک مدت ہے کہ تَعْرِجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ
يَوْمَ يُوْفَىٰ كَانَ مَقْدَادُهُ خَمْسِينَ أَلْفَ سَنَةٍ پھر ہینگے فرشتے اور روحیں جو نبی آدم کی تدبیروں کے
 واسطے مقرر ہیں آسمان کے ہون یا زمین کی اسکی طرف اسدن میں جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے اور وہ
 روز قیامت کا دن ہے کہ اسدن پہلے صور کے پھونکنے کے سبب سے فرشتے اور روحیں جو آسمان اور زمین
 اور پہاڑ اور دریا اور ستاروں کی نگہبانی کے واسطے مقرر ہیں عروج کرینگے پھر وہ فرشتے جو نبی آدم
 علون کی نگہبانی اور ان علون پر گواہی دینے کی واسطے مقرر ہیں عروج کرینگے اور اس طرح علون کے نولنے اور
 نامہ اعمال سبب یا لٹے ماتھ نہیں دینے کی واسطے اور بہشت والوں کو پھر اس سے پار کو نیکے واسطے اور دوزخ

والون کو دوزخ کی طرف ٹانگ لپکانیے واسطے اور منزل اور درجے بہشتیوں پر تقسیم کر نیکیو اور ان کی عیش و عشرت کا سامان درست کر دینے کو واسطے اور دوزخیوں کو ہر ہر طبقے اور درجے کے مین ڈالنے کو اور ان کے عذاب اور دکھ اور رنج کا سامان کر نیکیو واسطے تمام فرشتے عالم علوی اور عالم معنی کے اور آسمانی اور ارضی اور غنصری اور مہدنی اور نہائی اور حیوانی سب روحین گروہ کے گروہ ایک کے بعد ایک عروج کر نیکیے اور دنیا کی مخلوق سے جو ہر ایک کے واسطے مقرر تھی فراغت پا کے عالم آخرت کی خدمتوں پر مقرر ہونگے یہاں تک کہ پھر ایک طور پر قرار ہو گا اور ہستی بہشت میں اور دوزخی دوزخ میں ٹھہرنیگی اور اس عالم کے قیام اور انتظام کے واسطے فرشتے اور روحین ابدال آباد کر نیکیے ہمیشگی کے واسطے اپنے اپنے کاموں پر مستعد و مشغول ہونگے پھر اس وقت عروج نہ رہے گا اور قرار اور سکون یعنی ٹھہراؤ اور چین کی حالت ظاہر ہوگی اور ابتداء عروج انتہا تک پچاس ہزار برس کی مدت ہوگی چنانچہ صحیح حدیثوں میں اسکی تصریح آگئی ہے اور اس تمام مدت کا نام ایک دن ہے اس واسطے کہ اتنی مدت میں ایک ہی کام یعنی بدلا دینا بھلائی اور برائی کا منظور ہے اور صحیح حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے آیا ہے کہ صحابہ نے اس آیت کے سننے کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دن تو بہت بڑا ہو گا اتنی مدت خوف اور بے چینی اور بے قراری میں گزارنا اور بے شور و ہنگامی رہنا بہت مشکل ہو گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم خدا کی ایما ندار آدمی کو وہ دن ایسا چھوٹا معلوم ہو گا جتنی دیر میں ایک نماز فرض کی دنیا میں ادا کرتا ہے یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مخاطب ہو کے فرماتے ہیں کہ جہنمی کو تم نے ذی المعارج کی صفت سے سدا گیا جان لیا اور اس کے بعض معارج سن بھی لئے کہ پچاس ہزار برس کی مدت کہتے ہیں تو ان کا فرونگے ایسے عذاب مقرر کی جلدی کرنے اور سخری کرنے سے رنجیدہ مت ہو فاصبر صبرا جہیدا پھر صبر کرو چھی طرح کا صبر کرنا جہین جلدی اور رنجیدگی اور دل کی گہرا ہٹ نپائی جائے اور ہم تم کو عبرت کر نیکیو واسطے فرماتے ہیں کہ ان کافروں کا جلدی اور سخری کرنا ان کی غلطی اور نادانی اور کم فہمی ہے کہ انہیں کہتے ہیں وَفَّهٖ بَعِیْدًا بے شک یہ کافر دیکھتے ہیں اس دن کو بہت دور اور جانتے ہیں کہ آسمان اور زمین خراب ہو نیکیو ابھی مدین میں ہو کر ہمدن دڑنا کو واسطے چاہتے ہیں کہ ہماری زندگی میں تو آئیو الا نہیں ہے وَتَرٰہُ

قریباً اور ہم دیکھتے ہیں اسد کو بہت نزدیک اس واسطے کہ اسد کی آمدنی کی ابتدا موت سے ہی جو وقت روح
بدن سے جدا ہوئی اس وقت اس کے آثار اور علامتیں ظاہر ہونے لگتی ہیں اور فرشتے مقرر اور روحیں بر
اسکی عروج کرتی ہیں جو خاص اسی کی واسطے مقبرہ تعین سو موت کا زمانہ تو بہت قریب ہی آوے گا مگر اسد کی
حقیقت کو دور سمجھتے ہیں اس واسطے کہ دنیا کے تمام ہونیکو نسبت باقی ہی تو یہ بھی ان کی پوجہ بیجا ہی اس واسطے
کہ جو واقعے اور احوال اسد نظر نہ ہونگے اور ہر ہر واقعہ اس کا ہزار ہا سال کی مدت تک پہنچا
اسکی نسبت سے دنیا کا گذر نا بہت قریب ہی اس واسطے کہ دنیا کا تمام ہونا اسد کی آمد کے شروع سے ہی یَوْمَ تَكُونُ
السَّمَاءُ جَبَدًا ہو جائیگا آسمان آگ کی کثرت اور لپک سے اور صو کی آواز کے صدیے كَأَنَّهُمْ
اَوْتُوْهُ کے مانند وَتَكُونُ السَّجَّالُ اور ہو جائیگے پہاڑ آندھی اور طوفان کے زور سے جو ان پہاڑوں کی
جڑوں میں کھکڑیں کو خنول اور کھوکھلا کر دیگا اور پٹی در پٹی ہونے سے صو کی آواز کے پہاڑوں کی جڑوں کو
ست اور بوسہ کر دینے میں ہوا کی اور بھی مدد ہوگی كَأَنَّهُمْ رَنْجِیْنَ اُن دھنوں کے مانند جو
دھنیا اپنی کھان کی تانت سے مار کے اڑانا ہی اور یہاں رنگین اُن اس واسطے مراد لی ہے کہ بعض پہاڑ مسخ
ہوتے ہیں اور بعض سفید اور بعض سیاہ اور اسد جو ہر ایک کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے سے اُس پس میں ملنے
کے سبب سے رنگین اُن کی طرح معلوم ہونگے اور اس وقت آدمیوں پر اسد کی سختی اور مصیبت اس قدر
ہوگی کہ اپنے خویش اور اقربا کو بھول جائیگے وَلَا یَسْأَلُ حِمِیْمًا اور نہ پوچھے گا کوئی قرابت والے
اپنے قرابت والے کو کہ تیرا کیا حال ہے اور یہ حال یعنی انکا پوچھنا کچھ دوری اور اوٹ کے سبب سے نہ ہوگا
بلکہ تَبَصُّوْا دکھلایا جائیگا آدمیوں کو ان کے قرابت والوں کا حال سو باوجود ان کے بُرے حال دیکھنے کے
اپنی مصیبت اور گرفتاری کی دہشت اور فکر میں کچھ بھی انکی پروا نہ ہوگی اور رنج اور غم بھی ان کا ہونگا
بلکہ یہاں ذکر میں گئے کہ کاشکے ہمارے عوض بھی اپنے خدا بکرین اور ہم چھوٹیں یَوْمَ الْجُودِ آرزو کریگا
گنہگار کو فَتَدٰی مِنْ عَذَابٍ یَّوْمَئِذٍ کہ کاشکے نے کی طرح عوض میں دے اسد کے عذاب سے
پاک بنے اپنے بیٹوں کو جس طرح دنیا میں اپنی عوض اول میں دیکر تیرے سے خلاصی ہوتی ہے وَصَاحِبِ
اَوْدَاقِ جو دکانوں کا ناموس اور عزت ہے اور جو رو کو اول میں دینا بڑی سبب عزتی اور بیانی

ہی وَاٰخِرُہٗ اور اپنے بھائی کو جو اسکی برابر والا ہی اور تابع اور بھی اسکا نہیں ہی وَفَصِّلَیْکَہُ الْکِتٰبُ
تَوَدَّیْہُ اور اپنے ایک جد سے گھر انیوالوں کو جن میں رہتا تھا اور جب یہ شخص کوئی گناہ کر کے بھاگ
کر اُن میں آ بیٹھتا تھا تو وہ بیٹھا رکھتے تھے اور اسکی حمایت کرتے تھے وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا اور جتنے
لوگ زمین پر ہیں سب کو اکٹھا نہ ایک کے بعد دوسرا تِمَّ یُجِیْہُ پھر اپنے تین خاص کرے اور چھڑا دے جانا چاہیے
کہ یہاں اس آیت میں لڑکوں کو جو روپرا و جو رو کو بھائی پر اور بھائی کو گھرانے والوں پر اور گھرانوں کو
بیگانوں پر مقدم فرمایا ہی اور سورہ عبس میں بھائی کو ماباپ پر اور ماباپ کو جو روپرا و جو رو کو لڑکوں پر
مقدم کیا ہی سو اس تقدیم اور تاخیر اور عبارت کے الٹنے میں ایک بار ایک بات ہی وہ یہ ہے کہ سورہ عبس
میں بھاگنے کا بیان ہی اور آدمی بھاگنے کے وقت پہلے اسکو چھوڑنا جس کی محبت کم ہوتی ہی اس واسطے
وہ ترتیب و مان مناسب ہوئی اور اس سورت میں اپنا فدیہ اور عوض دینا مذکور ہی اور اول دینے میں
پہلے اسکو کرتے ہیں جو اپنا تابع اور فرمان بردار ہو تو اس قدرے میں لڑکا مقدم ہی جو روپرا و جو رو
مقدم ہی بھائی سے اور بھائی مقدم ہی دوسرے اپنوں سے اور اپنے مقدم ہی بیگانوں سے گلا
ہرگز نہیں یعنی آرزو و بیفائدہ کرنا نچاہئے اس واسطے کہ اِنھَا بے شک وہ عذاب جو اسد نہیں ہی اور
ضمیر کا مؤنث ہونا خبر کی رعایت سے ہی یعنی خبر مؤنث ہی لُحْیٰی دہ دہتی آگے اور لپک والی سو یہ
آگ عوض قبول نہیں کرتی اس واسطے کہ عوض قبول کرنا شعور و فہمیدگی کا کام ہی اور وہ آگ اس بدلے اور
عوض کا کچھ شعور نہیں رکھتی مان مگر اس سے داناؤں کیسے کام ہوتے ہیں اس حالت میں کہ نَزَّاعَہٗ لِّلشَّوْءِ
کھینچتی ہی بدن کی کھال کو جلانے کے سبب اور کھال کی بھر چڑی نہیں جلا دیتی تاکہ میت اور نابود نہ ہو جائے
بلکہ کھال کے جلنے کے سبب سوزش اور جلن دمدم زیادہ ہو اور ایک دوسرا بھی کام داناؤں کا سا کرتی
ہی کہ تَذَعُّوْا بِلَا تِیْ ہِیَ لِّلکَا رِکے اور فصیح زبان سے کہتی کہ اِیَّیْہَا کَا فِرَ اِیَّیْہَا مَنَافِقِ اِیَّیْہَا جَامِعِ
الْمَآلِ یعنی میری طرف آ ہی کافر میری طرف آ ہی منافق میری طرف اسی مال کے جمع کرنے والے
یعنی حرام مال کے جمع کرنے والے اور زکوٰۃ دینے والے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے
یہ قول یعنی دوزخ کا بلانا نا ان لغٹوں سے منقول ہی اور یہ نام لیکر خاص اس شخص کو بلا دے گی مَن

اَدْبَرِ حَسْبِ پُیْئِدِ تھی سچی راہ سے پیغمبروں کی دشمنی اور نافرمانی کرنے سے وُقُوفِ اور موئہ موڑا تھا
ایمان سے وَجَمَع اور جمع کیا تھا مال کو بے پروائی سے یعنی نہ حلال کو دیکھا نہ حرام کو نہ شبہ کو نہ مکروہ کو
جس طرح پایا جمع کر لیا تھا اور اس مال حاصل کرنے اور جمع کرتے ہی وقت عذاب کا مستحق ہو چکا تھا
فَاَوَعِی پھر جمع کرنے کے بعد اس مال کو کسی چیز میں کر کے رکھ چھوڑا اور جو جو حق اس پر واجب تھے اسکو ادا کیا
یعنی نہ خدا کا حق ادا کیا جیسے زکوٰۃ نہ بند کا حق ادا کیا جیسے قرض اور نوکری نوکری اور مزد و زکوٰۃ کی مزدوری
اور لوٹ دی غلام کے کھانے پینے کی چیزیں اور جو روٹ لکھن حق اور بھائی بہن کا حق اور ما باپ کا حق اس مال
سے ادا نہ کیا پھر اس مال کے بجا خرچ کرنے میں بھی دوزخ کے عذاب کا مستحق ہوا اور جب معلوم ہوا کہ اس
اگ کو دو کام مطلوب ہیں ایک بُروں کی کھال کو جلادینا نہ دو کو تو تاکہ ما باپ جو روٹ کے بھائی بند کی گرفتاری
کو دیکھ کر جلیں دوسرا کام یہ ہے کہ بھاگنے والوں اور مہموڑ نیوالوں اور مال کے جمع کرنے والوں اور
حقوں کے ندینے والوں کو ڈھونڈ ڈھونڈھو اور چن چن کے بلا دیگی اور اپنی طرف کھینچی پھر اس شخص اپنے
عوض میں دوسرے کو دینے کی کس طرح آرزو کرتا ہے اور اس کا عوض قبول کس طرح ہوگا اس واسطے کہ اگر اس کے
عوض میں دوسرا قبول ہو تو اس شخص کے بدن کا جلنا جو مطلوب ہے کس طرح ہوگا اگرچہ اس کا دل اپنے قریبوں
اور یگانوں کے عذاب کے دیکھنے کے سبب سے جلے گا اور یہ بھی ہے کہ اگر اس کے خویش اور اقربا انہی گنہگار و مہموڑ
ہیں یعنی بھاگنے والوں اور مہموڑ نیوالوں اور مال کے جمع کرنے والوں اور دوسرے کے حق ندینے والوں
میں سے ہیں تو وہ دوزخ کی آگ پہنچے ان کو پکڑے گی اور ہرگز نہ چھوڑے گی اس شخص کا ان لوگوں کو
اپنی عوض میں دینا نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ یہاں ایک گنہگار اپنی عوض میں دوسرے گنہگار
کو حوالہ کرے اور اگر اس کے خویش اور اقربا ان گنہگار و نیک غول میں کے نہیں ہیں تو وہ آگ ان کو قبول
نہ کرے گی اس واسطے کہ اس کی عرض یہ ہے گنہگاروں کو جلانا ہی نہ ہے گناہوں کو سوائے اس شخص کو اپنے عوض
میں دینا ویسا ہو جیسے کوئی شخص گھوڑے کو دے چارے عوض میں جو اہر دے کہ وہ ہرگز قبول نہ کرے گا
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ جب کافروں اور منافقوں کو دوزخ کی آگ نام
ام کارے گی اور یہ لوگ بھاگنے تب ایک گردن بہت لہنی آگ سے نکلی گی اور دوسرا لہی

راہ سے جتنے کافر اور منافق ملیں گے سب کو چن چن کر اٹھالیا جائے گی جس طرح سے جانور اپنی نوک سے دانہ اٹھا لیتا
 ہی اور اگر کسیکے دلمین یہ شبہ آوے کہ اس سورتمین بہت سے لوگوں کو دوزخ کی آگ بھڑکی اس واسطے
 کہ یہ چاروں صفین جو دوزخ کی آگ کو مطلوب ہیں اکٹھا کر لوگوں میں پائی جاتی ہیں تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے
 کہ بدنی عبادت سے منہ موڑنا اور پیغمبر اور قرآن سے منکر ہونا اگرچہ کم ہی اور نیک پیدا ایش والا اس کو
 دانائی کے خلاف جانتا ہے لیکن مال کا جمع کرنا اور تحقیق کو حق نہ دینا بہت رائج اور پھیلا ہوا ہے اس واسطے
 اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلُقٌ هَلُوْعًا بے شک آدمی موافق اپنی جبلت کے پیدا کیا گیا ہے بے صبر اور حریص گھبراہلا اور
 هَلُوْعٌ عرب کی لغت میں بڑے حریص بے صبر کو کہتے ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے
 اس لفظ کے معنی لوگوں نے پوچھے آپ نے فرمایا کہ حقیقت الیٰیٰ اس لفظ کی آپ ہی تفسیر کی ہے اور
 فرمایا ہے اِذَا مَسَّهُ الشُّجْرُ وَعَاجٌ ہنسی کو برائی جیسی مفلسی اور بیماری یاد دوسری مصیبت
 تو نہایت گھبراوے اور بے قرار ہووے بخلاف دوسرے جانوروں کے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آدمی کی بوجھ
 اور سمجھ بہت قوی ہے اور اس کی فکر دور دور و نزدیک پہنچتی ہے اس واسطے ہر مصیبت کے رنج اور الم کی وجہوں کو خوب
 غور کرتے دریا یافت گزرتا ہے اور اس کے لوازمات کو اور انجام کے حال کو بہت دور دیکھتا ہے پھر ہم
 کے غلبے کے سبب ان سب کو واقع ہو جاتا ہے اور اس بے تفراری کے حال میں مغلوب ہو جاتا ہے اور اس مصیبت کے
 دفع کرنے کے واسطے طرح طرح کے چیلے اور تدبیریں بھی دلمین آتی ہیں اور کسی سے مطلب برآری نہیں ہوتی
 ہے پھر ایک تدبیر کو چھوڑ کر دوسری تدبیر میں پڑ جاتا ہے اور اس انتقال میں لینے لینے ایک تدبیر کو چھوڑ
 اور دوسرے کو پکڑنے میں اس کے قوی کو بہت بے تفراری حاصل ہوتی ہے اور ایک تدبیر کو متامکر کے
 دوسرے تدبیر کے سامان کی فکر میں پڑ جاتا ہے اِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مِنْوَعًا اور جب پہنچتی ہے اس کو بھلائی
 جیسی دولت اور حکومت یا دوسری طرح کی بھلائی تو نہایت بخیل ہو جاتا ہے اور ہرگز نہیں چاہتا کہ دوسرے کو کچھ
 اور جتنی اس پر ہر طرف سے خوشی اور ترقی کے دروازے کھولتا ہے تو اس کو ہر نعمت اور ہر مرتبہ کی ترقی کی محافظت اور
 بچہ بانی منظور ہوتی ہے تاکہ دوسرے کو نہ پہنچے اور میرے ہی نسل اور خاندان میں یہ حکومت اور ثروت ہمیشہ
 باقی رہے پھر اس سبب سے اس کا بخل روز بروز بڑھتا جاتا ہے سو یہ بھی اس کی دانائی اور زیر کی ہے

کہ ہر نعمت کے نفع کی وجہ کو خوب غور کر لیتا ہے اور اس کے لوازمات بعید کو اور پوشیدہ خواص کو دوسرے
 بوجھ لیتا ہے اور اس میں انتہا درجہ کی خواہش ہوتی ہے اور وہ ہم کے غلبے کے سبب ہر ایک خواہش کو ہوا بوجھ لیتا
 اور اس نعمت کو تنہا اپنے ہی پاس رکھنے کے واسطے طرح طرح کے حیلے اور تدبیریں کرتا ہے اور اس میں بہت
 فکر اور غور کرتا ہے اور ان سب کے پیچھے پڑتا ہے اور بے دونوں صفتیں یعنی بے صبری اور حرص کی زیادتی
 اکثر بندگی اور عبادت کی خرابی کا سبب اور پیغمبروں اور قرآن سے پھرنے اور انکار کرنے کا سبب پڑتی ہیں
 تو دوزخ کے بلانے کے قابل سب آدمی ہوئے ان واسطے کہ ان کی اصل پیدائش میں دوزخ کے بلانے کی استعداد
 پائی جاتی ہے مگر آٹھ فرقے کہ ان کو دوزخ نہ بلاوے گی اس واسطے کہ ان کو اپنے آٹھوں دروازوں سے بہشت
 بلاوے گی اگر ان کو دوزخ بھی بلاوے تو آپس میں دوزخ اور بہشت کے جھگڑا اور مناقشہ لازم آوے اور دوزخ
 اور بہشت آپس میں خواجہ تاش میں بیٹے ایک ہی خاندان کے تابعدار ہیں اور ان کے آپس میں صلح اور ملاپ
 ان میں جھگڑا فساد آپس میں نہیں ہو سکتا اور ان آٹھوں فرقوں کی تفصیل یہ ہے اِلَّا الْمُصَلِّينَ اَلَّذِيْنَ هُمْ عَلٰی
 صَلَاتِهِمْ دَأْمُؤْنَ گروے نمازی جو اپنی نماز پر ہمیشگی کرتے ہیں اور یہہ ان کا فضل اس بات کی دلیل ہے کہ یہ
 زیادہ حریص اور بے صبر نہیں پیدا کئے گئے ہیں والا پختہ نماز کا ادا کرنا نہ ہو سکتا اور جو بے دن
 اور رات میں پانچ وقت اپنے خاوند کی حضور میں حاضر ہوتے ہیں تو ان سے اپنے خاوند کے واسطے اپنے مال سے
 نذرا اور نیاز نکالنے میں انکار کب ہو سکتا ہے یا جن کی سخاوت و سخاوت نے ان پر اتاری ہے ان کو نذیر اور حرص کی زیادتی
 ان کو اس مرتبہ کو پہنچاوے کہ اسے شکوہ منع کریں یہہ ان سے ہرگز ممکن نہیں ہے اس جگہ پر جانا چاہئے کہ حق تعالیٰ
 نے نماز پڑھنے والوں کو گویا ان آٹھوں فرقوں کا سردار کر کے اس آیت میں سب کے پہلے ذکر فرمایا ہے اور اس
 کلام کے آخر میں بھی اسی فرقے کا ذکر کے کلام کو ختم کیا ہے سو ظاہر میں تکرار معلوم ہوتی ہے لیکن حقیقت میں
 تکرار نہیں ہے کئی وجہ سے پہلی وجہ یہ ہے کہ لوگوں نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے بڑے جلیل القدر صحابیوں میں سے ہیں اس آیت کے معنی پوچھے تھے کہ نماز کی ہمیشگی سے کیا مراد ہے اس
 واسطے کہ ہمیشہ نماز میں رہنا آدمی کی طاقت سے باہر ہے انھوں نے جواب دیا کہ نماز کی ہمیشگی یہ مراد ہے
 کہ نماز پڑھنے میں داہنے بائیں نہ تھکے اور دل بھی سوائے خدا کی یاد کے دوسری طرف منازعہ نہ لگاؤ

اور ظاہر بھی یہی ہے کہ محافطت کی لفظ جو ان آیتوں کے آخرین آئی ہے اس سے مراد یہی ہے کہ نماز کے مقدمے میں بڑا اہتمام کرے یعنی اسکے آداب اور شرطوں کی رعایت کرنا اور وقت آنیکے پہلے سے وضو کر کے کپڑے پہن کے قبلہ کی طرف دریافت کر کے مستعد ہو کر بیٹھنا تاکہ نماز کا وقت جو آوے تو اس وقت کسی شرط کے حاصل کرنے کی طرف دل متعلق نہ رہے اور اثناء نماز میں ظاہری اور باطنی کی عاجزی سے کھڑے ہونا اور ریاضت سے بچنا اسی طرح تمام آداب اور سنن کی رعایت کے ساتھ اول سے آخر تک نماز کو تمام بخیریت اور نماز سے فراغت ہونیکے بعد بھی یہودہ اور برسی باتوں سے بچنا یہ سب چیزیں التفات کے سوائے ہیں ۴

دوسری وجہ یہ ہے کہ مداومت سے مراد یہ ہے کہ پانچ وقت کی نماز ہمیشہ ادا کرنا اور ایک وقت کی بھی نماز کو جان بوجھ کے چھوڑنا اور محافطت سے دوسری چیزیں مراد ہیں چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے منقول ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ پہلی آیت سے فرض نماز مراد ہے اور آخر کی آیت سے سوائے فرض کے دوسری نمازیں مراد ہیں جیسے روز کی نوکندہ سنتین اور چاشت اور اشراق اور دپہر لوٹنے کی اور تہجد کی نماز چنانچہ حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے وَالَّذِينَ فِيْ اَمْوَالِهِمْ اور دوسرے لوگ جو انکے نسب کے مالوین سے جیسے نقد اور کھیتی کا حاصل اور جانور پالے ہوئے اور تجارت کا مال اور لوٹڑی غلام حَقِّ مَعْلُوْمٍ حق ہی معین اور مقرر کیا ہوا سو وہ زکوٰۃ ہی اور صدقہ فطر کا اور واجب نفقہ یا دوسرا حق ہی جو اپنے ہر جس کے مال میں مقرر کر رکھا ہے لِلنَّسَائِلِ سوال کو نکالنے واسطے جسکو شریعت کی راہ سے طلب کرنا پڑتا ہے جیسے جو رواد اور اولاد اور غلام اور لونڈی اور دوسرے ناکے والے اور قرضخواہ اور جہان کہ ان سب کو اپنے حق کا مطالبہ پہنچتا ہے اور یہ سب اپنے حقوق کو بے شرم ہونے کے لوگوں کے سامنے ٹھکے میں طلب کرتے ہیں وَالْمَحْرُوْمِ اور اسکے واسطے جو محروم ہے مانگنے سے اور شریعت کی راہ سے اسکو مانگنا نہیں درست ہے جیسے سکین اور یتیم اور محتاج کہ یہ لوگ مطالبہ نہیں رکھتے اور بعض مفسرون نے ایسا کہا ہے کہ سائل سے آدمی مراد ہے کہ اپنی احتیاج کو اپنی زبان سے ظاہر کر سکتا ہے اور محروم سے ہا فور مراد ہیں اسواسطے کہ زبان میں اور بعضوں نے کہا ہے کہ سائل سے فقیر کو چکر دینے جو مانگے پھرتے ہیں اسے مراد ہیں اور محروم سے وہ محتاج مراد ہیں جو اپنے گھر میں بیٹھے ہیں اور کسی سے اپنی حاجت

کو طہا ہر نہیں کرتے اور لوگ ان کو غنی سمجھتے ہیں تو اس سبب سے وہ لوگ صدقے سے محروم رہتے ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ محروم سے وہ افلاس نہ مراد ہے جسکی روزی کا سبب رہم برہم ہو گیا سو سطر سے اپنا قوت پیدا نہیں کر سکتا یا وہ تاجر مراد ہے کہ اسکی اصل پونجی میں بہت نقصان آیا یا اسکا مال بالکل لٹ گیا اور اگرچہ صدقہ دینے میں محروم سائل پر مقدم ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ لَا يَجِدُ غِنًا يَخْنِيهِ وَلَا يَسْأَلُ النَّاسَ فَيَتَصَدَّقُ عَلَيْهِ یعنی مسکین وہ نہیں ہے جسکے پھرے ایک لقمہ یا دو لقمے یا ایک خرما یا دو خرے اور در بدر مارا پھرے بلکہ مسکین وہ ہے کہ اپنے احتیاج کو فکری نہیں رکھتا اور اپنی احتیاج کو کیسے سامنے ظاہر کرے سوال بھی نہیں کرتا ہے تاکہ لوگ اس کی حاجت دریافت کر لیں کچھ اسکو دیوں سو ایسے فقیر کو دینا بڑا ثواب لیکن اس آیت میں سائل کو محروم پر مقدم بیان فرمایا ہے اس واسطے کہ ظاہر میں بھی یہی بات ہوتی ہے جیسے کھانا تقسیم کرنے کے وقت مانگنے والے کو جو دروازے پر کھڑا ہو کر پکارتا ہے پہلے دیتے ہیں پھر جو کچھ بچ کر رہ جاتا ہے تو محتاج خانہ نشینوں کو گھڑ بھجھ دیتے ہیں اور اس عمل سے معلوم ہوتا ہے کہ اس گروہ کو بڑا صبر ہوتا ہے کہ اپنا مال بھی دیتے ہیں اور فقیر محتاجوں کے آواز سے اور ظلم بھی سہتے ہیں پر گھبراتے نہیں ہیں اور حرص بھی نہیں رکھتے نہیں تو اپنا مال جس سے بڑے بڑے فائدے حاصل کر سکتے ہیں دوسروں کو کیوں اسطرح دے دیتے لیکن ان کا مرتبہ پہلے فرقے سے یعنی نماز پر ہمیشگی کر نیوالوں سے کم ہے اس واسطے کہ ان کو کبھی کبھی مال کے خرچ کرنے کا سوچ اور مال کے جمع کرنے کی حرص بھی ہوتی ہے بخلاف پہلے فرقے کے کہ وہ نماز میں مستغرق ہونے کے سبب اس حالت استغراق میں ایک ساعت ان دونوں چیزوں سے نجات پاتے ہیں وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ يَوْمَ الدِّينِ اور تیسرے وہ لوگ جو سچا جانتے ہیں انصاف کے روز کو سوا بلا کے آنے سے بے صبر نہیں ہوتے ہیں اور بہتری پہنچنے سے منہا الخیر یعنی حنیہ کو منع نہیں کرتے ہیں اس واسطے کہ ہر بلا اور نیکی کا عرصہ ملنا یقینی جانتے ہیں سو یہ لوگ صبر بھی رکھتے ہیں اور حرص کو اپنے پاس آنے نہیں دیتے لیکن ان کا مرتبہ ان دونوں کے مرتبے سے یعنی نماز اور زکوٰۃ دینے والوں سے کم ہے اس واسطے کہ ان لوگوں کو اس کام کو نہیں جہن دنیا کا نفع کچھ نہ ہو

اور اپنے مال کو ایسی جگہ خرچ کرنے میں جس میں ظاہری فائدہ کچھ نہ ہو دے بے صبری اور گہرا ہٹ ہوتا ہے اور دنیا کے نفع والی باتوں میں پھنسنے پر اور دنیا کے رنج سے بچنے پر اور آئندہ کے واسطے مال جمع کرنے پر حرص ہوتی ہے اور لالچ کرتے ہیں لیکن بے لوگ صبر کو بے صبری پر اور قناعت کو حرص پر ترجیح دیتے ہیں اس سبب سے کہ انکو جزا کی یقین ہے تو گویا عوض اور بدلہ کرتے ہیں اور تھوڑا دیتے ہیں اور بہت چاہتے ہیں اور ان کی گہرا ہٹ اور حرص بالکل بے تاثیر نہیں ہے بلکہ ایک فائدہ رکھتی ہے یعنی قسم دینوی سے طرف قسم اخروی کے انتقال کیا ہے اور فانی سے طرف باقی کے اور ایک دنگ دوسرا پیدا کیا ہے وَالَّذِينَ هُمْ مِنْ عَذَابِ رَبِّهِمْ مُشْفِقُونَ اور چوتھے دن لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کے عذاب سے ڈرتے ہیں زمین دنیا اور آخرت میں اور جانتے ہیں کہ اگر بلا میں صبر کریں گے یا مال کے دینے میں اپنے ہاتھ کو اچھی طرح لٹھوکیں تو عذاب سے بچیں گے اور حقیقت میں بات یہی ہے کہ اپنے پروردگار کے عذاب سے خوف اور ڈر میں رہنا چاہئے اس واسطے کہ اِنْ عَذَابَ رَبِّكَ هُوَ بِشَيْءٍ عَذَابٍ لِّكُمْ پروردگار کا ایسا ہی ہے کہ اس سے باوجود بلا میں صبر کرنے کے اور اپنے مال کو اس کی راہ میں خرچ کرنے کے غَيْرِ مَأْمُونٍ نذراور بے دہشت نہ رہنا چاہئے اس واسطے کہ بھلائی اور برائی کا اعتبار خاتمہ پر ہے اور خاتمہ کا حال ہر شخص کا پوشیدہ ہے کسی کو معلوم نہیں کہ کیا ہوگا اور صبر اور بخشش میں ان لوگوں کا مرتبہ پہلوں کے مرتبہ سے کم ہے اس واسطے کہ ان کے کام عذاب کے خوف کے سبب ہیں اور پہلوں کے کام ثواب کی امید پر اور ثواب کی طمع امید کی راہ ہے اور امید وسیلہ ہے محبت کا اور خدمت اور تابعداری محبت کے ساتھ بہتر ہے اس خدمت اور تابعداری سے جو خوف کے ساتھ ہو جس طرح مزدور یا نوکر کی خدمت بہتر ہے نوڈی غلام کی خدمت سے اور بے دونوں گروہ پہلے دونوں گروہوں سے مرتبہ میں بہت کم ہیں اس واسطے کہ ان کے عمل صرف محبت کی راہ سے تھے بھلائی کی امید اور برائی کے خوف کا خیال ان کو کچھ تھا تو ان کی خدمت اور تابعداری ایسی ہوئی جیسے عاشق معشوق کی خدمت اور اطاعت کرتا ہے اور بے چاروں فرقت ہو کر ہوئے سو لوگ ہیں جنہوں نے بدنی اور مالی عبادت ادا کرنے پر صبر کیا اور مصیبت اور بلاؤں کو سہہ لیا اور اپنی حرص کو جو طاعت کے مخالف تھی ترک کیا تھا اور گناہ اور شہوات کی خواہش کو بالکل ہٹوا

کیا تھا اب لوگوں کا حال بیان فرماتے ہیں جسے جزئی کاموں میں صبر اور قناعت ظاہر ہو ہی ہو سو وہ بھی چار
 فرقے میں پہلا فرقہ وہ ہے جو اپنے شرمگاہ کی شہوت پر اور عورت سے صحبت کرنے کی لذت پر حرص نہیں
 کرتا ہے بلکہ صبر کرتا ہے اور یہ وہ چیز ہے جو اکثر خلق اللہ کی خرابی کا سبب پڑتی ہے دوسرا فرقہ وہ
 ہے جو خلق اللہ کے حق میں جیسے امانت ہے یا عہد حرص نہیں کرتے بلکہ اسکے ادا کرنے میں صبر کرتا ہے تیسرا
 فرقہ وہ ہے جو خلق اللہ کے حقوق کو جو ظاہر کرنے کے سزاوار ہیں انکے چھپانے پر حرص نہیں کرتا بلکہ اسکے ظاہر
 کرنے پر صبر کرتا ہے چوتھا فرقہ وہ ہے جو نفل عبادت میں جو اپنے ذمہ پر لازم کر لیں میں خصوصاً نماز و نفل
 جو دن رات میں اپنے پر متحرک کر لی ہے اسکے ادا کرنے پر صبر کرتا ہے اور کھیل کود اور آرام و چین کی لذت میں
 اپنے وقت کو گزارنے میں حرص نہیں کرتا اور ان فرقوں کو اس ترتیب سے بیان کرنے کی وجہ یہ ہے کہ
 عبادتیں بدنی جو حقیقت کے واجب کرنے سے بندے پر لازم ہوئی ہیں وہ اسی ترتیب سے بزرگی رکھتی
 ہیں سب سے اعلیٰ پانچ وقت کی نماز ہمیشگی کے طور سے ادا کرنے پر صبر کرنا اور انکے چھوڑنے پر حرص نہ کرنا
 پہلے دے کی نزدیکی اور قرب کا سبب ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي
 بِشَيْءٍ أَحَبَّ مِنِّيَ أَوْ قَرَّبَ إِلَيَّ شَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْ شَيْءٍ يَتَّقِي عِبَادَتِي
 نزدیک اور محبوب ہوتا ہے ہمارے طرف اس عبادت کے ادا کرنے سے جو ہمیں فرض کر دتی ہے اس پر اور
 دوسری عبادتوں سے نماز میں زیادہ خصوصیت ہے اس واسطے کہ یہ جامع ہے سب عبادتوں کو اور انتہا
 درجہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سرکوشے اور کلام کی حد کو پہنچے بلا واسطہ پہنچا دیتی ہے پھر اسکے بعد فرض زکوٰۃ
 کو ادا کرنا اور اپنے ذمے کے واجب نفقے دینے میں خلق اللہ کی منفعت اور خدا کے بندوں کی پرورش منظور
 رکھنا اس واسطے کہ یہ بھی نہایت خوشی اور رضا مندی کا پروردگار کے سبب پڑتی ہے پھر اسکے بعد حج و عمرہ
 اور بے صبری اور حرص کو ترک کرنا بلا اور مصیبت کے وقت میں قوت ہوئی چیز پر ثواب کی امید سے نہایت
 بڑا مرتبہ ہے اس ترک سے جو خدا کی دہشت سے ہو پھر اسکے بعد ناشروع چیز پر حرص نہ کرنا اور جو
 شرع میں جائز ہے اس پر اکتفا کرنا خصوصاً شرمگاہ کی شہوت کے مقدمے میں بہت ہی بڑا
 اور سخت صبر ہے اور سب پروردگار کے حق سے متعلق ہیں جو بندوں کے حق سے علاحدہ رکھتا ہے سو

سو وہ یا ان کے حقوق کا ادا کرنا ہی جو اسکے ذمہ پر ہیں جیسے اسپین امانتوں کا ادا کرنا اور عہد اور پیمان کو پورا کرنا یا ان کے حقوق کو ظاہر کر دینا کہ اسپین انھوں نے مالوں کا زندہ کرنا ہی اگرچہ اپنے ذمہ پر کچھ لازم نہیں آتا ہے اور جب ان سب حقائق کے واجبات کو صبر کرنے سے اور حرص کے ترک کر نیے مضبوط کیا تو باقی نہ رہی مگر وہ چیز جو اپنے ذمہ پر نہ رکے طور پر لازم اور واجب کر لی ہے جیسی عبادتیں نفل خصوصاً نماز سوان چیزوں کا ذکر آخر میں کیا گیا چنانچہ فرماتے ہیں **وَالَّذِينَ هُمْ لِغَيْرِهِمْ** اور پانچویں دے لوگ جو اپنی شرمگاہوں کو محفوظ نگاہ رکھنے والے اور روکنے والے ہیں اس کے کسی کی نظر اس پر پڑے یا بدن کی سیکا اسپین لگے اور اس کے عین ان کی صبر کی قوت بھی ثابت ہوئی اور ان کی بے حرصی بھی **إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ** مگر اپنی جوڑ و سپر نفعت میں زوج جوڑے کو کہتے ہیں اور جو گھر کا کار بار اور انتظام بدون مرد اور عورت کے درست نہیں ہو سکتا اس واسطے عورت کو مرد کا جوڑا اور مرد کو عورت کا جوڑا اور جوڑے کے ہونے میں کئی چیزیں شرط ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ دونوں میں کوئی خصوصیت ظاہر ہو اور یہ خصوصیت بدون شرعی ایجاب اور قبول کے حکم و عقد نکاح کہتے ہیں حاصل نہیں ہو سکتی اس واسطے ہر عورت کو ہر مرد کا جوڑا نہیں کہتے ہیں اور دوسری شرط یہ ہے کہ وہ خصوصیت گھر کے انتظام اور دنیا کی کاموں کی تدبیر کو واسطے ہونے لگانے کے واسطے اور ہر مرد کو گھر کے کاموں میں شریک ہونے کے نفع اور نقصان دونوں کا مشترک ہو گا تو جوڑے ہونے کے معنی بھی ظاہر نہیں ہوئے جیسے خرچہ اور متعہ کی عورت کہ اس کو جوڑا نہیں کہہ سکتے ہیں تیسری شرط یہ ہے کہ نسل لینا اس کے ممکن ہو اور دوسری کا حق اسکے ساتھ متعلق ہو جیسے غیر کی لونڈی کہ اسکے مالک نے اسے صحبت کرنے کی اجازت دی ہو تو اس کو بھی جوڑا نہیں کہہ سکتے ہیں چوتھی شرط یہ ہے کہ کوئی دوسرا رشتہ اور علاقہ اس سے قوی زیادہ اور مشابہ زیادہ ان دونوں کے درمیان اس رشتہ سے بڑھ کر نہ ہو اس واسطے ما اور بیٹی اور بہن کو مرد کا جوڑا نہیں کہتے ہیں بس اس جگہ سے معلوم ہوا کہ متعہ کی عورت بھی مرد کا جوڑا نہیں ہو سکتی اس واسطے متعہ کی عورت کے مال کا مرد مالک نہیں ہوتا ہے اگرچہ متعہ کی مدت میں وہ عورت مر جاوے اور نہ خانگی کاموں کی تدبیر میں کچھ ایسی عورت کو دخل ہوتا ہے اور نہ نفع نقصان میں شریک ہوتی ہے اور نہ اس کی خوراک اور پوشاک مرد پر واجب ہوتی ہے اور نسب اور نسل کی محافظت اور نگہبانی

اس سے ممکن ہوتی ہے اس واسطے کہ متعہ کی مدت گزرنیکے بعد دونوں میں خود بخود اجنبیت اور جدائی ظاہر ہو جاتی ہے ایک شریعہ کو جاتا ہے اور دوسرا مغرب کو عورت دوسری کو متعہ کی واسطے چاہتی ہے اور مرد دوسری عورت کی خواہش کرتا ہے اور اگر متعہ کی مدت میں اس مرد سے اس عورت کو حمل رہ گیا اور کوئی بچہ پیدا ہوا تو اپنے باپ کو پہچان سکتا ہے اور نہ باپ اس بچہ کو اور نہ وہ بچہ باپ تک پہنچ سکتا ہے تاکہ فرزند کی حق اپنے باپ سے طلب کرے اور نہ باپ اس بچہ کو پہنچ سکتا ہے تاکہ تعلیم اور تربیت پدری اسکے ساتھ بجالاواو جب تک نسب مجہول اور نامعلوم رہا تو پہچان ہونا بھی باپ کے قریبوں سے اور خوشیوں سے نامعلوم اور پوشیدہ رہا تو آپس میں تداخل محارم کا بھی ممکن ہے یعنی محرم کے ساتھ نکاح کر لینا اس طور سے کہ وہ لڑکا اپنے باپ کی بیٹی کی ساتھ نکاح یا متعہ کر لے یا باپ کا بھائی اس لڑکی کے ساتھ متعہ یا نکاح کر لے اور اسی طور سے دوسری قرابتوں میں بھی تداخل متصور ہو سکتا ہے اور ایسے نکاح کرنے سے جو اولاد پیدا ہوگی ان کے نکاح میں بھی کفو ہونے کی رعایت برہم درہم ہو جائیگی اور میراث کی تقسیم کا دروازہ بالکل بند ہو جائیگا اس واسطے کہ اسکے وارث جہانمیں منتشر اور پھیل گئے اور ان کے پہچان اور ان کے ناموں اور مکانون کا دریافت کرنا بہت معتذر ہو گیا تاکہ ہر شخص کی میراث اس تک پہنچا دی جاوے اسی واسطے متعہ کرنے والوں کے عقیدے کے موافق بھی زوجیت اور جو روپنے کے حکم متعہ کی عورت کے ساتھ جاری نہیں ہیں جیسے عدت اور طلاق اور ایلا اور لہان اور اظہار اور برابری عورتوں میں یعنی پوشاک اور کھانا اور گھر اور ساتھ سونہیں اور یہہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب ایک چیز کے حکم جاتے رہتے تو وہ چیز بھی نفی ہو جائے گی یعنی اس کا نام باقی نہ رہیگا بطرح یہاں ہے کہ جب زوجیت کے حکم جاتے رہتے تو جو روپنا بھی جاتا رہے گا اور ایسی عورتوں کو جو روپ نہ گینگے اور اس مقام پر جو متعہ کے حلال جانیو انہوں نے گفتگو کی ہے اور کہا ہے کہ یہ حکم یعنی عدت اور طلاق وغیرہ جو روپنے کے لازم نہیں ہیں تاکہ اس کا نپایا جانا زوجیت کے ہونے کی دلیل ہو اس واسطے کہ ناسترہ عورت یعنی جو اپنے خاوند کے بے رضامندی کے گھر سے نکلے دوسرے کے گھر میں جا بیٹھی اور خاوند کے بلانے سے نہ آئی تو خوراک اور پوشاک ایسی عورت کے خاوند کے ذمے سے ساقط ہو جاتی ہے اور اس کو دینا لازم نہیں ہوتا اور جو عورت اپنے خاوند کو مار ڈالے یا کسی کی لوند کھائی یا اہل کتاب میں سے ہو یعنی یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو ایسی عورت کو میراث نہیں ملتی

اور لونڈی کے ساتھ نکاح کر نیے اس میں لعان نہیں ہوتا اور سفر میں بار جو لازم ہے یعنی رب عورتوں کے پاس برابر رہنا جاتا رہتا ہے اور باوجود ان سب چیزوں کے وہ عورت اسکی جو رکھلاتی ہے تو معلوم ہوا کہ ان چیزوں کا نپا یا جانا کچھ جو روہونیکے مخالف نہیں ہے سو یہ ان کا گفتگو کرنا اس مقام پر بالکل بے معنی اور بیفائدہ ہے اس واسطے کہ منکوحہ عورت سے ان حکموں کا جو اوپر ذکر ہو چکے ہیں اٹھ جانا ایک عارضہ کے سبب ہے جو لاحق ہو گیا ہے اگر وہ عارضہ جاتا رہے تو یہ حکم سب پھر اس پر جاری ہو جاوے جیسی عورت ناشرہ اگر اپنے خاوند کے گھر پھر آوے تو خوراک اور پوشاک کی سزاوار اور مستحق ہو جاوے گی اور اگر لونڈی آزاد ہو جاوے یا کتا بیہ عورت مسلمان ہو جاوے تو میراث کی مستحق ہو جاوے گی اور مرد جب سفر سے پھر آوے تو برابر یرات کے رہنے میں اس پر واجب ہو جائے گی تو معلوم ہوا کہ ان چیزوں کے عارض ہونیکے سبب بعض حکم زوجیت کے جاتے رہتے ہیں زوجیت اور نکاح نہیں جاتا بخلاف متعہ والی عورت کے وہاں خود عقد متعہ کا ان حکموں کے ہمنافی ہی کسی چیز کے عارض ہونیکے احتیاج نہیں ہے اور اسکی تمثیل یوں سمجھا جائے کہ پانی کی طبیعت بہنے کو چاہتی ہے اور تھکر کی طبیعت ٹھہرنے کو پھر اگر کوئی شخص کہے کہ پانی بھی تھکر کی قسم ہے اس واسطے کہ پانی بخ کے سبب سے تھکر کی طرح جم جاتا ہے یا کہے کہ تھکر پانی کی قسم ہے اس واسطے کہ اگر تیزاب میں اسکو ڈال دو تو یہ بھی پانی کی طرح بہہ جائے گا تو یہ بات اسکی حماقت سے خالی نہیں ہے اور کوئی عاقل اس کی اس بیہودہ بات کو قبول نہ کرے گا اور دوسرے یہ بھی ہے کہ منکوحہ عورت کو نکوحۃ لے چار عددین منحصر کیا ہے چنانچہ سورہ نسا کے اول میں مذکور ہے سو اگر متعہ والی عورت تین منکوحہ عورتوں میں داخل ہوئیں تو یہ بھی چار سے زیادہ جائز نہ تو ہیں اور حال یہ ہے کہ متعہ کرنا والوں کے نزدیک بھی دس عورتوں کے ساتھ ایک ہی رات میں متعہ کرنا جائز ہے اور اگر ان میں سے کسی کے پاس چار عورتیں منکوحہ ہوں تو دوسری عورتوں کے ساتھ سولہ ان چار کے متعہ کرنا درست جانتے ہیں اور شرع شریعت میں ایسا مقرر ہے کہ جب کسی شخص نے اپنے نکاحی عورت سے ایک مرتبہ صحبت کی تو وہ شخص محض ہو گیا پھر اس کے بعد اگر اس شخص سے زنا ہو تو اسکو سنگسار کر نیے یعنی تھکر کی قسم ہے اسکو مار ڈالنے اور اگر منکوحہ عورت سے صحبت کر نیے پہلے زنا ہوا تو دوسرے بار یہ سنگسار اور متعہ کے جائز رکھنے والوں کے نزدیک بھی متعہ

والی عورت سے صحبت کرنا احسان کا سبب نہیں ہوتا ہے غرض کسی وجہ سے متعہ والی عورت زواج
 میں داخل نہیں ہو سکتی اور جو لوگ متعہ والی عورت کو زواج میں داخل کرتے ہیں ان کی مثل یہی ہے کہ حیہ
 کو کسی شخص آٹا گھول کر کا بجی پکا دے پھر اس میں گوشت کی بوٹی ڈھونڈھے هَاضَا عَرَفِي طَلَبِ الْحَالِ
 یعنی گنواؤں اپنی عمر محال چیز کی تلاش میں آؤ ما ملکت آیمانہم یا وہ چیز کہ اسکے مالک ہوئے ہیں ان کے ہاتھ
 اور اس چیز سے نوڈیوں کی شرمگاہ کا مکان مخصوص مراد ہے اس واسطے کہ وہ چیز چاہے کہ نجاست کی جگہ نہ ہو
 اور نسل کے قابل ہو سو غلام ایسی چیز نہیں رکھتے اور نوڈیوں کے پاس دو لون قسم کی چیزیں موجود ہوتی
 ہیں لیکن ان کی نجاست کی جگہ حرام ہے اس واسطے کہ وہ جگہ نہ چھتی ہو نیکی لیاقت رکھے نہ نسل کی اور جب موصولہ کے
 لفظ سے وہی موضع مخصوص مراد ہوا تو اب موصولہ کے لفظ پر کوئی اشکال وارد نہیں ہو سکتی اور اس صورت
 میں بھی عورت اور مرد کی خصوصیت اور نفع نقصان میں شریک ہونا اور اپنے نسب اور نسل کو نگاہ رکھنا
 اور خانگی کاموں کی خدمت کرنا یہ سب باتیں یہاں بھی ثابت ہیں ان دو لون میں یعنی نوڈی اور بی بی میں فرق
 اتنا ہے کہ بی بی کے بدن سے موضع مخصوص کے سوا اور کوئی چیز دوسری خاوند کے ملک میں نہیں آتی اور نوڈی سے
 قدم تک اپنے مالک کی ملک میں داخل ہو جاتی ہے اور عرب کی لغت میں ملک میں ذات اور گردن کے مالک
 ہونے کو کہتے ہیں اس واسطے مانگی ہوئی چیز کو کوئی نہیں کہتا کہ یہ میری ملک میں ہے پس جو نوڈی کہ اسکے مالک نے
 کسی کو عاریت کی طور پر صحبت کر نیئے واسطے دی تو وہ نوڈی اس سے عیر یعنی مانگ لینے والی ملک میں
 میں داخل نہو جائے گی اور ایسی رعایت کو اس رعایت پر جس سے نفع لینا درست ہے قیاس کرنا غلط ہے
 اس واسطے کہ یہ قیاس نص کے مقابل میں ہے یعنی صریحی دلیل کے مقابل میں ہے اور اب قیاس ہرگز
 مقبول نہیں ہے اور یہ بھی ہے کہ قیاس مع الفارق ہے اس واسطے کہ اگر اس نفع کے واسطے نوڈی کو کسی سے
 مانگ لین اور اسکے ساتھ صحبت کرنے سے شاید چل رہ جائے تو وہ نوڈی مانگ لینے والے کے حق
 میں مشغول ہو جائے گی اور یہ جائز نہیں ہے اسی واسطے عاریت کی زمین پر درخت لگانا یا کنواں کھودنا درست
 نہیں ہے فَاِنَّهُمْ پھر بے شک یہ لوگ اگر اپنی عورتوں یا اپنی نوڈیوں کے ساتھ صحبت کرنے پر پورے
 لذت حاصل کرنے میں حرص اور بے صبری کریں غَيْرَ مُكْمِلِينَ تو نہیں ہیں مامت کئے گئے اور الہتداد

گئے تاکہ ان کا بھی بیرون اور جریوں میں داخل ہونا بوجھا جاوے مگر ابتنی ورائے ذلک فاولئکم العادۃ
 پھر جو شخص کہ طلب کرے ان دونوں کے سوائے یعنی بی بی اور لونڈی کے سوائے پھر وہی لوگ ہیں تہی
 اور ظلم کر نیوالے اور عفت اور پاکی کی حد سے آگے بڑھنے والے اور جریوں اور بے صبر و نہیں داخل ہونے
 والے اب اس مقام پر جانا چاہئے کہ آدمی کو شہوت نکالنے کے واسطے کئی طور ہیں لیکن سوائے ان دو قسم کے
 جو شرع میں بے شبہ جائز ہیں باقی سب صورتیں ممنوع اور حرام ہیں اور ان سب حرام قسموں کی تفصیل بہت
 ہی ان میں سے ایک لونڈے یا بی بی اور اس سے مراد نجس محل میں دخول کرنا یعنی غلیظ نکلنے کی
 جگہ میں پھر یہ کام خواہ مرد سے ہو خواہ اپنی عورت سے ہو یا اپنی لونڈی سے یا اجنبی عورت سے بحکم
 ہی اور اسی قسم سے ہی خرچی کی عورت جیسی کنچہ کہ ایک رات یا ایک مہینے کی اجرت مقرر کر کے اس سے
 یہ فعل کرتے ہیں اور اسی قسم سے ہی خانگی عورت کہ بدون اجرت مقرر کرنے کے اس سے فقط دوستی
 آشنائی کے سبب یہ فعل کرتے ہیں اور اسی قسم سے ہی جس عورت سے زبردستی یہ فعل کرین ج طرح غنیم
 کی فوج دوسرے ملک کے لئے غالب ہونے کے وقت وہاں کی عورتوں سے زبردستی یہ فعل کرتے ہیں اور اسی
 قسم سے ہی متعہ والی عورت یعنی ایک مدت معین کر کے اس کی اجرت مقرر کر دینا پھر اس کے ساتھ یہ
 فعل کرنا اور اسی قسم سے ہی دوسرے کی لونڈی جو اس کے مالک کی رضامندی سے مالک کر کے ساتھ
 یہ فعل کرتے ہیں اور اسی قسم سے ہی عورت کا عورت کے ساتھ یہ فعل کرنا جسکو ہندی میں چٹھی کہتے ہیں
 اور اسی قسم سے ہی اپنے ماتھے سے ہلا کر منی نکالنا جسکو جلق کہتے ہیں اور اسی قسم سے ہی اپنے محرم عورتوں
 کے ساتھ نکاح کرنا پھر وہ محرم خواہ نسبی ہو وین جیسے ماہن خالہ پھچی بھتیجی بھانجی وغیرہ اور خواہ سببی
 ہوں یعنی سسرال والیاں جیسے جو روکتی یا ماہن یا پھوپھا خالہ اور خوارضاعی ہوں پسے دودھ پینے کے
 سبب سے محرم ہو گئے ہو وین جیسے دائی جس کا دودھ پیا یا اس کی مانائی دادی یا اس کی اولاد سے سب
 حرام ہیں اور اسی قسم سے ہی وہ عورت جو ایک شخص کے نکاح میں ہے اس سے بھی نکاح کرنا درست
 نہیں ہے اور اسی قسم سے ہی عورت مشرکہ کے ساتھ نکاح کرنا سوائے اہل کتاب کے اور اسی قسم
 سے ہی فاحشہ عورت سے نکاح کرنا کہ یہ بھی جائز نہیں ہے سو یہ سب قسمیں ماوراء ذلک میں داخل ہیں

اور ان عورتوں سے نکاح کرنا حرام ہے

اور بالکل حرام ہیں وَالَّذِينَ هُمْ لَا يُفْلِحُونَ اور مجھے دے لوگ جو اپنی امانتوں کو لینے لوگوں کی امانتیں جو اپنے پاس رکھتے ہیں اور امانت کی دو قسم ہیں ایک وہ جو حقیقتاً کے حق کے ساتھ متعلق ہی جیسے وضو اور ناپاکی کا غسل اور نماز اور روزہ اور زکوٰۃ اسطے کہ ان چیزوں پر دوسرے لوگوں کو خبر نہیں ہوتی ہی اسی شخص کا اقرار ان چیزوں میں مقبول ہے اور امانت کی حقیقت بھی یہی ہے کہ امین کا کہنا اس میں معتبر ہے دوسری امانت کی قسم وہ ہے جو خلق اللہ کے حق سے علاوہ رکھتی ہے اس کی بھی کئی قسمیں ہیں پہلی قسم وہ ہے کہ لوگوں کے مال کسی کے پاس امانت رکھے جاوے دوسری قسم یہ ہے کہ لوگوں کے حقوق اس کی دانت میں ثابت ہوں اور اس کا مالک اس پر خبردار نہ ہو جس طرح مورث کا قرض کہ وارثوں کو اس کی خبر نہ ہو تیسری قسم یہ ہے جو اس شخص کے کام سے متعلق ہیں جیسے تول اور ماپ اور کھانا پکانے میں مصالح کا خرچ کرنا یا سینے میں سنجاف اور مغز پکا لگانا اور سیطرہ پر دوسری چیزیں ہیں جو تھی قسم دلوں کے بھید جو کسی کو اعتماد والا جان کے اس سے کہتے ہیں یا جوین حکومت میں انصاف کرنا کہ یہ رعیت کی امانت ہے حاکموں اور قاضیوں کے ذمے پر چھٹی قوی دینے میں حق بات بیان کر دینا کہ یہ امانت عوام کی ہے مفتیوں کے ذمے پر ساتویں جو رونا و خاوند کی آپس میں تنہائی کی باتیں یا گھر کی تدبیر کہ یہ بھی امانت ہے ہر ایک کی دوسرے کے ذمے پر ہی آٹھویں اپنے مالک کی پوشیدہ باتیں نوڈھی غلام کے ذمے پر ہیں نویں آقا کی امانت نوکر کے ذمے پر دسویں ہمایہ کی امانت دوسرے ہمایہ پر گیارہویں اپنے یاروں کی امانت دوسریاروں پر وَعَهْدِهِمْ اور اپنے قول و قرار پر جو حقیقتاً سے یا خلق اللہ سے کیا ہے سو پہلی قسم کو لینے جو حقیقتاً سے عہد کیا ہے وہ اگر مال دینے کو عہد کیا ہے یا کوئی عبادت ملکر نے کو تو اس کو نہ رکھتے ہیں اور اگر کسی خاص خدا کے بند و نہیں سے کیا ہے حقیقتاً کی راہ پہچاننے اور چلنے کو تو اس کو بیعت کہتے ہیں اس واسطے کہ یہ بھی گو یا حقیقت میں حقیقتاً سے عہد کرنا ہی چنانچہ انا فتحنا

کی سورت میں خود حق تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يَبَايِعُوْنَكَ اللّٰهُ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ

اَيْدِيْهِمْ فَمَنْ نَكَثَ فَاِنَّمَا يَنْكُثُ عَلٰى نَفْسِهٖ وَمَنْ اَوْفٰى بِمَا عَاهَدَ اللّٰهُ فَلَسَوْفَ يَهَبُ اَجْرًا

عَظِيْمًا یعنی جو لوگ بیعت کرتے ہیں تجھے دے لوگ سوائے اس کے نہیں کہ اتنا دے دے میں اللہ سے اللہ کا

اتھ قدرت کا ان کے ماتھے کے اوپر ہی پھر جو کوئی قول کو توڑے سو سوائے اسکے نہیں کہ توڑنے پرے کو اور
جو کوئی پورا کرے اس چیز کو جس پر قرار کیا اللہ سے سو وہ قریب ہی کہ پاوے گا ثواب بہت بڑا اور دوسری
قسم کی بھی صورتیں بہت ہیں جیسے اپنا اپنا مال لاکر تجارت کرنا اس کو شرکت کہتے ہیں یا ایک کاروبار اور دوسرے
کی محنت پھر نفع میں شریک ہونا موافق عہد کے اس کو مضاربت کہتے ہیں یا صلح کرنا یا وصیت کرنا اور سوائے
اسکے جو فقہ کی کتابوں میں شرح اور تفصیل سے مذکور ہیں جیسے مزاجت یعنی اصل قیمت پر کچھ نفع ٹھہرا کر
بیچنا اور تولیت یعنی اصل قیمت پر لینے خرید پر بیچنا اور جیسے وکالت اور کفالت اور ضمان ہیں وَأَعْوَنَ
رعایت کر نیوالے ہیں اور نگاہبانی میں امانت اور عہد کی کوشش کرتے ہیں جس طرح بکریوں کا چرانیا والا ان کی
نگہبانی ہر وقت کیا کرتا ہی سو بے لوگ بھی صبر کامل رکھتے ہیں اور حرص بہت کم اس واسطے اگر ایسا نہ ہوتا تو اپنے
عہد اور امانت کی رعایت اور محافظت نہ ہو سکتی وَالَّذِينَ هُمْ بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ اور ساتویں وہ لوگ
جو اپنی گواہیوں کے اظہار کرنے پر مستعد کھڑے ہوئے ہیں اور سچی گواہی دینے میں دوستی جاتی رہنے سے اور قریب
کے جھوٹ جاننے سے ڈرتے نہیں ہیں اور اس گواہی دینے میں جو ان کے مخالفوں کا اور دشمنوں کو نفع پہنچتا ہی اس پر
صبر کرتے ہیں سو اس سبب سے حق والے اپنے حق کو تو پہنچتے ہیں یہاں پر جان لیا چاہئے کہ گواہی کا چھپانا بڑا گناہ
کبیرہ ہی اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جان بوجھ کے گواہی دینے سے انکار کرے اور کہے کہ میں نہیں
جانتا اور دوسری صورت یہ ہے کہ گواہی دینے کے وقت انکار صریح نہ کرے لیکن کسی حیلہ اور بہانے سے اس کو
مال دے ان دونوں صورتوں میں خلق اللہ کے حق تلف ہوتے ہیں اور مٹتے ہیں اور اس سے بھی بڑا کہ ایک
اور گناہ کبیرہ ہی یعنی جھوٹی گواہی دینا اس واسطے کہ اس سو رتین حق کو باطل کرنا اور جھوٹے حق کو ثابت
کرنا ان دونوں گناہ میں پہم شخص مبتلا ہوتا ہی اور اشارہ اس بات کی طرف بھی ہے کہ گواہی کو بدو نہ کم اور
زیادہ کے بیان کر دینا اس واسطے کہ کم اور زیادہ کرنے میں قیام اس گواہی پر ثابت نہیں ہوتا وَالَّذِينَ هُمْ عَلَىٰ
حُكْمِهِمْ بِحَافِظُونَ اور آٹھویں وہ لوگ جو اپنی نماز کی نگہبانی میں رہتے ہیں تاکہ اس کا ثواب جاتا رہے
اور یہ محافظت اس عبادت کے سوائے ہی جو پہلی آیت میں مذکور ہے اس واسطے کہ مداومت کے معنی یہ ہیں کہ ہمیشہ
بجالانا اور کبھی ناغہ نہ کرنا اور محافظت کے معنی یہ ہیں کہ اسکے ہر کام کو پورا کرنا تاکہ ثواب اس نماز کا پورا ہے

اور اسکی جتنی شرطیں اور جتنی رکعتیں ہیں ان کو انکے وقتوں میں پورا ادا کرنا جیسے نماز میں ایدہرا دھر نہ دیکھنا اور سجدہ کی جگہ اپنی نظر رکھنا اور کپڑے کو بچانا اور اپنے بدنکے ساتھ نکھینا اور انکڑا سئی علینا اور جھما سئی علینا اور اگر آجائے تو منہ کو بہت نکھولنا اور منہ کو کپڑے بند کرنا اور کپڑے کو سر پر پانکدھے پر ڈال کے دو خون کناروں کو نہ لگانا اور اپنی انگلیوں کے ساتھ پنجہ نکرنا اور انگلیوں کو نہ توڑنا اسطورے جس میں آواز نہ اٹھے اور نماز میں سجدے کی جگہ سے کڑھ نکر کر دوڑ نکرنا اور اپنے ہاتھ میں کوئی چیز جیسے لکڑی یا کوٹہ نما زمین نہ رکھنا اور نماز میں دل دوسری طرف نہ لگانا بلکہ دل کو حاضر رکھنا اور دلکی حضور می سے نماز کو ادا کرنا سو جسطرح پانچ وقت نماز پر ہمیشہ قائم رہنا نہایت شاق اور گران ہی اور نہایت صبر اور بے حرصی کی دلیل ہی اسی طرح کی منفید چیزوں اور مکروہ چیزوں سے اپنے تین بچائے رکھنا بھی بہت شاق اور گران ہی اور محال صبر اور بے حرصی کی دلیل ہو سکتی ہی اسی واسطے ان دونوں چیزوں کو باوجود اس بات کے کہ ایک ہی چیز سے علاقہ رکھتی ہیں جدا جدا بیان فرمایا اور شروع ایک فعل سے کیا یعنی مداومت سے اور دوسرے پر تمام کیا یعنی نقصان کی چیزوں سے بچنا تاکہ نماز کی فضیلت اور اسکی بہت تقید معلوم ہو جائے کہ ان ٹھون فتنوں اور آخر نماز نولے ہیں اور ہمیشگی کا ذکر پہلے اس واسطے کیا کہ نماز کے سبب جتنی آفتیں بے صبری اور حرص کی زیادتی کی ہیں سب کم ہو جاتی ہیں لَاقِ الصَّلَاةِ تَهْتَفِ عَنِ الْفِتَنِ وَالْمَنَکَرِ یعنی اس واسطے کہ نماز بھیجی سئی اور برائیوں سے باز رکھتی ہی اور جب حرص کم ہوئی اور صبر قوی ہو تو نماز پر ہمیشگی حاصل ہو سکتی ہی اس واسطے کہ نماز کی محافظت اور نگہبانی میں سب مشقتوں پر صبر کرنا اور تمام منافع کو چھوڑنا ضرور ہوتا ہی اور سب لذتوں پر حرص کرنا محافظت کو منہ کرتا ہی اسی واسطے محافظت پر ختم فرمایا ہی اُولَئِكَ يَرْجُوْنَ رَبَّ صَبْرًا اور حرص کی برائیوں سے پاک ہیں فِی جَنَّاتٍ تَسْمَعُ سَمْعًا باغوں میں ہونگے اپنے اپنے عملوں کے مرتبے کے موافق مَمْكُومُونَ تعظیم اور بزرگی کئے گئے یعنی عزت سے وہاں ہونگے اس واسطے کہ سب اچھی خصلتیں انہیں پائی جاتی ہیں اور برائیوں سے بچے ہوئے ہیں اور بزرگوں کی تعظیم واجب ہوتی ہی جسطرح شہر زنا فرمانوں کی حقارت واجب ہی اور اس آیت سے معلوم ہوا کہ آدمی کی بزرگی اسکے اخلاق اور خصلتیں اچھی ہونے سے ہی اور اسکی بڑائی اسکے اخلاق اور خصلتیں بُری ہونے کے سبب

سے اور بعض مفرد روایت آئی ہے کہ قرآن شریف میں بہشت کی بزرگی اور جو بہشتیوں کو طرح طرح کی بزرگیوں کے وعدے کئے گئے ہیں کافروں نے سُننے تو ہنسی اور سخری کی بطور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں آئے اور سلفے باندھ کر دہانے بائیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھے اور کہتے کہ اگر یہ قول تمہارا ہے اور قیامت کا ہونا ضرور ہے اور اس قسم کی نعمتیں اور بزرگیوں و امان عنایت ہو گئی تو اس کو تم تعین جان رکھو ہم لوگ ان نعمتوں اور بزرگیوں کے زیادہ تر لائق ہونگے نہ یہ جنہوں نے تمہاری تابعداری اختیار کی اس واسطے کہ حق تعالیٰ حکیم ہے ہم کو دنیا میں عزت والا اور بزرگی والا کیا ہے اور طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے اور مال اور مرتبہ اور سرداری اور ریاست ہم کو بخشی ہے یہی دلیل ہے اس بات پر کہ آخرت میں بھی اپنی نعمتوں سے ہم کو نوازے گا اور تمہارے تابعدار لوگ کہ اکثر فقیر اور محتاج ہیں اور غلام اور رذیلے اور کم اصل و کم ہرگز ان نعمتوں کے سزاوار نہیں ہیں سو حقیقتاً ان کی اس سخری کی بات کے رکھنے کی واسطے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا پھر کیا ہوا ہے ان کافروں کو جو بہشت کی نعمتوں کو سُننے سے قِبَلَتِ هَاطِطَاتٍ تیری طرف دوڑے آتے ہیں طمع کی گردن دراز کئے ہوئے اور امید کی آنکھ سے تیری طرف دیکھتے ہوئے کیا یہ لوگ بہشتیوں کی صفوں کو جو آٹھوں اوپر بیان ہو چکی ہیں اپنے میں حاصل کر چکے ہیں جو اس امید پر تیرے طرف دوڑے چلے آتے ہیں اور باوجود اس امید کے ان کے نفس ایسے سرکش ہیں کہ تمہارے روبرو دوڑاؤ ہو کر ادب سے بیٹھنے کو قبول نہیں کرتے بلکہ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ اپنے اور بائیں سے حلقہ کر کے بیٹھتے ہیں تاکہ سیکو بہر گمان نہ ہو کہ یہ بھی تمہارے تابعدار ہوئے اور کچھ اچھی دین کی بات سیکھنے کو تمہارے پاس آئے ہیں أَيُّ طَمَعٍ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ کیا طمع کرتا ہے ہر شخص ان کا أَنْ يَدْخُلَ جَنَّةَ بَعِيعٍ اس بات کی کہ داخل کیا جاوے نعمتوں والی بہشت میں باوجود اس کفر اور دشمنی اور سخری کے اور باوجود اس باطل اعتقاد اور گھمنڈ کے کہ ہم لوگ اصل پیدائش میں عزیز اور بزرگ پیدا ہوئے ہیں لہذا ہی کفر اور برائی ہم سے ہووے لیکن ہم بہشت ہی کے سزاوار اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اور تابعدار اگر مسلمان اور نیک نجات ہوں لیکن جو اکثر انہیں رذالے اور کم اصل ہیں سو ذلت اور تحارت ہی کے لائق ہیں اور اس امر کو دنیا کی مچلون اور مچلون کی تعظیم اور تکریم پر تو کیا

سبب بیان
جو بہشتیوں کو طرح طرح کی بزرگیوں کے وعدے کئے گئے ہیں کافروں نے سُننے تو ہنسی اور سخری کی بطور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف میں آئے اور سلفے باندھ کر دہانے بائیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹھے اور کہتے کہ اگر یہ قول تمہارا ہے اور قیامت کا ہونا ضرور ہے اور اس قسم کی نعمتیں اور بزرگیوں و امان عنایت ہو گئی تو اس کو تم تعین جان رکھو ہم لوگ ان نعمتوں اور بزرگیوں کے زیادہ تر لائق ہونگے نہ یہ جنہوں نے تمہاری تابعداری اختیار کی اس واسطے کہ حق تعالیٰ حکیم ہے ہم کو دنیا میں عزت والا اور بزرگی والا کیا ہے اور طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے اور مال اور مرتبہ اور سرداری اور ریاست ہم کو بخشی ہے یہی دلیل ہے اس بات پر کہ آخرت میں بھی اپنی نعمتوں سے ہم کو نوازے گا اور تمہارے تابعدار لوگ کہ اکثر فقیر اور محتاج ہیں اور غلام اور رذیلے اور کم اصل و کم ہرگز ان نعمتوں کے سزاوار نہیں ہیں سو حقیقتاً ان کی اس سخری کی بات کے رکھنے کی واسطے یہ آیتیں نازل فرمائیں کہ فَمَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا پھر کیا ہوا ہے ان کافروں کو جو بہشت کی نعمتوں کو سُننے سے قِبَلَتِ هَاطِطَاتٍ تیری طرف دوڑے آتے ہیں طمع کی گردن دراز کئے ہوئے اور امید کی آنکھ سے تیری طرف دیکھتے ہوئے کیا یہ لوگ بہشتیوں کی صفوں کو جو آٹھوں اوپر بیان ہو چکی ہیں اپنے میں حاصل کر چکے ہیں جو اس امید پر تیرے طرف دوڑے چلے آتے ہیں اور باوجود اس امید کے ان کے نفس ایسے سرکش ہیں کہ تمہارے روبرو دوڑاؤ ہو کر ادب سے بیٹھنے کو قبول نہیں کرتے بلکہ عَنِ الْيَمِينِ وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِينَ اپنے اور بائیں سے حلقہ کر کے بیٹھتے ہیں تاکہ سیکو بہر گمان نہ ہو کہ یہ بھی تمہارے تابعدار ہوئے اور کچھ اچھی دین کی بات سیکھنے کو تمہارے پاس آئے ہیں أَيُّ طَمَعٍ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ کیا طمع کرتا ہے ہر شخص ان کا أَنْ يَدْخُلَ جَنَّةَ بَعِيعٍ اس بات کی کہ داخل کیا جاوے نعمتوں والی بہشت میں باوجود اس کفر اور دشمنی اور سخری کے اور باوجود اس باطل اعتقاد اور گھمنڈ کے کہ ہم لوگ اصل پیدائش میں عزیز اور بزرگ پیدا ہوئے ہیں لہذا ہی کفر اور برائی ہم سے ہووے لیکن ہم بہشت ہی کے سزاوار اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت اور تابعدار اگر مسلمان اور نیک نجات ہوں لیکن جو اکثر انہیں رذالے اور کم اصل ہیں سو ذلت اور تحارت ہی کے لائق ہیں اور اس امر کو دنیا کی مچلون اور مچلون کی تعظیم اور تکریم پر تو کیا

کرتے ہیں کلاہرگز ایسا نہیں ہونا چاہئے کہ ایسی جموعی طمع کو چھوڑیں اور ایسے باطل خیال اور فاسد
 قیاس سے ڈر گزریں اس واسطے کہ اصل پیدائش میں کوئی نہ واجب التعظیم ہی نہ لازم التکریم اِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِمَّا
 يَعْلَمُونَ مقرر رہنے پیدا کیا ان کو اس چیز سے جس کا حال یہ خوب جانتے ہیں اور چیز مٹی کا قطرہ اور لطف ہے
 کہ وہ آپ بھی ناپاک ہے اور ناپاک جگہ سے نکلتی ہے اور ناپاک ہی جگہ میں ٹھہر جاتی ہے پھر کہیں اگر بدن پر
 یا کپڑے پر لگ جاتی ہے تو اس بدن اور کپڑے کا دھونا واجب ہوتا ہے پھر اب سوچنا چاہئے کہ آدمی کہاں
 سے واجب التعظیم اور تکریم ہوا ان البتہ آدمی کی بزرگی اور بڑائی ایمان اور نیک عملوں سے ہی اصل پیدائش سے
 کچھ علاوہ نہیں لیکن رذالت اصل پیدائش سے بھی ہے اور کفر برائیوں سے بھی پھر اگر ایمان لایا اور نیک عمل کئے تو اصلی
 رذالت اسکی دور ہوئی اور تعظیم و تکریم کے سزاوار ہوئے اور اگر کفر اور گناہوں میں گرفتار رہا تو اصلی
 رذالت اس کی اس نا فرمانی کی رذالت سے ملکہ دونی ہو گئی تو یہ لوگ ہرگز تعظیم اور بزرگی کے قابل نہیں ہیں
 اس واسطے کہ دونی رذالت رکھتے ہیں بلکہ تعظیم اور تکریم کے سزاوار دے لوگ ہیں جو تمنا ہی صحبت میں
 دین سیکھنے کو مقرر ہوئے ہیں اور تم پر آپ کو فدا کئے ہوئے ہیں فَلَا أَقْبَهُ مِنْهُمْ کہتے ہیں ہم اس
 واسطے کہ قسم کھانیکی اس جگہ احتیاج نہیں ہے حق تعالیٰ کی قدرت کا طرب پر ظاہر اور روشن ہے جس قدر
 کو چاہئے بدل کر دے اس سے بہتر اس کے عوض میں پیدا کر دے اور اگر تم کو بدن قسم کھانیکی یقین نہیں ہوتا تو
 ہمارے قسم رَبِّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ اپنی ان صفوں کر کے ہی لینے پروردگار مشرق و اور مغربوں کا
 ہوں میں اور یہ کثرت مشرق و اور مغربوں کی اس واسطے ہی کہ ہر ستارہ سورج ہو یا چاند یا دوسرے
 پانچون ستارے ان سب کی ہر روز ایک نئی مشرق ہوتی ہے اس واسطے اس مشرق کے جو سال کے پہلے ہو چکی
 ہے اس ستارے کے دور کے قدر منطبقہ معدل سے یا نزدیک اس ستارے کی اسی منطقہ سے پھر ہی طرح ہر ایک
 ستارے کی مغرب بھی جدا ہے لیکن تموز میں آفتاب کو نصف سال تک مشرق میں اور مغرب میں جدا جدا
 معلوم ہوتی ہیں اور باقی آدھے سال میں وہی مشرق میں اور مغرب میں عود کرتے ہیں لینے پھر پھر آتی ہیں
 اور یہ ہمارے صفت شرافت اور حقارت کے تغیر اور تبدل پر دلیل کافی ہے لینے بعضوں کو اپنی مخلوقات
 میں سے کسی وقت میں ایسی عظمت اور بزرگی سے سرفراز کرتے ہیں کہ ان کو اس کے ظہور کے مشرق

ہو جاتے ہیں اور پھر دوسرے وقت انہی مخلوق کو اس عظمت اور بزرگی میں داخل کر کے دوسرے کو ان بزرگی سے سرفراز کرتے ہیں ہم پھر اسی طرح بعضوں کو اپنی مخلوقات سے اسی ذلت سے رسوا کر دیتے ہیں ہم کہ بالکل سیاہی اور تاریکی میں چھا جاتی ہیں پھر دوسرے کو اسی رسوائی سے ذلیل کر دیتے ہیں اور اسی پر اور بھی قیاس کر لینا چاہئے اور جب یہ ہماری قدرت و عظمت اور تعجبات کے تغیر اور تبدل میں برس کے ہر دن میں ظاہر اور کھل گئی تو پتا ہوا کہ **إِنَّا لَنَاقِلُهُ دُونَ عَلَى أَنْ تُبَدِّلَ آخِرَهُمْ** مقرر البتہ ہم قادر ہیں اس پر کہ بدل کر لے آویں دوسرے فرشتے جو بہتر ہوں ان سے تمہاری محبت کے واسطے اور تمہاری شاگردی اور نیک راہ سیکھنے اور خلق کی راستگی اور عملوں کے نیک کرینے میں ان سے بہتر ہوں سو وہ فرقہ انصاریوں کا تھا **وَمَا كُنْ بِمُسَبِّحِينَ** اور نہیں ہیں ہم ایسے کہ کوئی ہم سے بڑھ چلے اور اس قدر تعظیم اور بزرگی کا مستحق ہو جاوے کہ ہماری قدرت اور زور کو بیلگو اور اس کی خدات اور امانت کو نہ سے ہماری تعظیم اور مذکور نہ ہے یا یہ عزت اور بزرگی ہم سے لیکر دوسرے کو حوالہ کر دے اور ہکو عاجز کر دے سو اب کوئی نہیں ہے تو بس معلوم ہوا کہ یہ ان سب کا جمع ہو کر تمہارے پاس آنا کچھ نہشت میں داخل ہونے کی طمع سے نہیں اور نہ تعظیم اور بزرگی کرنے کی راہ سے ہی بلکہ ان کی بکسر سے ہی جو بڑے بڑے کے باتین کرنے میں اور حق تعالیٰ کی آیتوں سے اور اس کے وعدوں سے سخری کرتے ہیں **فَذَرَهُمْ يَتَوَضَّعُوا وَيَلْبَسُوا** پھر چھوڑ دے ان کو تاکہ یہ باتین بناویں اور کھیلین **حَتَّىٰ يَلْقَوا يَوْمَهُم** **الَّذِينَ يَوْحَدُونَ** یہ ان تک کہ ملاقات کریں اس اپنے برے دن کی جس کا وعدہ دئے جاتے ہیں لیکن اس دن حق تعالیٰ کی طرف بلائیوا لیکو دوسرے طرح سے جواب دینے کے جس طرح اب ہنسی اور سخری کے ارادے تمہارے پاس آتے ہیں سو اس دن یہ بات نہ ہوگی بلکہ نہایت بے چینی اور بیقراری سے اس بلائیوا کے پاس اور ذکر حاضر ہونے کے **يَوْمَ يَخْرُجُونَ** جہنم نکلیں گے اکیلے کھلے بدن ننگے سر اور ننگے پاؤں **مِنْ أَلْجَدَاثِ قُبُورٍ** سے میرا آغا دوڑتے ہوئے اور جلدی کرتے ہوئے حضرت اسرافیل علیہ السلام کی صورت کی آواز سننے کا **لَهُمْ إِلَىٰ نَصَبٍ** گویا کہ دے سب کسی بت کی طرف جس کو اس گھر سے نکال کر گھر اکھا ہی درشن کی واسطے **يُؤْفَضُونَ** دوڑے جاتے ہیں جلدی سے اس ارادے کہ سب پہلے ہم ہی دوشن کر لیں اور چوم چاٹ لیں اس کو اور اپنی تین اس نکستہ بچا دین اس آرزو سے کہ اس وقت جو پہنچا

رہنچا لیکن یہ بات نہیں ہے بلکہ یہ اسکا دور نا اور جلدی کرنا نہایت ذلت اور خواری کیساتھ ملا ہوا ہوگا
 اس واسطے کہ خاشعۃً أَبْصَارُهُمْ تَارِكًا ^{اور} مِثْرَ بُوئِی ہوئی آنکھیں انکی بلکہ تَهْقُطُ ذِلَّةً ^{جھالیگی} سے
 پاؤں تک انکو ذلت اور رسوائی ذلکَ الْیَوْمِ الَّذِیْ کَا فَا یُوْعَدُونَ یہ وہ برادن ان کا ہے جس کا
 وعدہ دئے جاتے تھے نہ وہ صبر کر نیوالوں اور کم حرصوں کا دن ہے اس واسطے کہ ان کو اس دن نمت
 والی بہشتوں میں تعظیم اور تکریم سے داخل کرینگے باقی رہے اس مقام پر کتنے سوال جنکا جواب ضرور
 ہے اُن میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کو جو سب مخلوقات سے اشرف اور بزرگ ہے جسکو
 فرشتوں نے سجدہ کیا ہے اور تمام روئے زمین کا خلیفہ ہے اس طرح کا بے صبر اور حرص اسکو اسطے
 پیدا کیا اور اس کی اصل خلقت میں ان دونوں مذموم صفتوں کو کس واسطے ملا دیا دوسرے
 حیوانوں کو عشر عشر بھی اس کی نہیں ہے یعنی دسویں حصے کا دسواں حصہ یعنی سو میں کا ایک حصہ
 بھی نہیں رکھتے کھانا پانی نہ ملنے ^{میں} اور ^{بیشمار} بے قراری اور بے تابگی یہ کہ تاہی دوسرے
 حیوانوں کو کبھی اس قسم کی یتیمی اور بے صبری نہیں ہوتی اور اس بات میں نہایت ذلت
 اور رسوائی اس کی ہے اور اس حرص اور بے صبری کے سبب سے جہان کہیں کچھ طمع اور لالچ
 دیکھتا ہے اس کا تابع اور غلام بنجاتا ہے اور ہر گرم اور سرد سے اس بقدری اور بے
 صبری کے سبب سے خوف کرتا ہے اور ڈرتا ہے سو اگر اس کا خمیر انہی دو چیزوں سے
 کیا ہے اور اسکی اصل خلقت میں یہ دونوں عیب ملا دئے ہیں پھر بے صبری اور حرص پر جو اس
 ہو غضب اور غضب کرنا اور اسکو برا کہنا کوسطے ہے اس واسطے کہ اس کی اس میں کچھ تقصیر نہیں
 ہے جبستی اور پیدایشی چیز سے وہ لاچار ہے اسکا جواب یہ ہے کہ حرص اور بے صبری کی گ
 شدت اور زیادتی جو انسان میں پائی جاتی ہے یہ حقیقت میں اسکی بہتری کا سبب اسواسطے
 کہ معرفت کے درجن کی ترقی اور حق کی راہ کا چلنا اور جناب احدیت کی درگاہ میں قرب اور
 نزدیکی حاصل کرنے کا کوئی وسیلہ اور زینہ اس سے بہتر اسکی واسطے نہیں ہے اگر یہ حرص کی
 شدت اور بے صبری اسکو نہوتی تو یہ بھی دوسرے حیوانوں کی طرح تھوڑی سی معرفت

قناعت کرتا اور بڑے بڑے معرفت کے اور قرب کے درجوں کا طالب اور خواہاں نہوتا اور حال یہ ہے کہ معرفت کے دریا کا کنارہ بھی نہیں ہے اور قرب اور نزدیکی کے مرتبوں کی کہین حد اور انتہا ظاہر نہیں ہے پھر اگر اس کا شوق اور حرص دم بدم زیادہ نہوتا جائے اور استغنی و اے کی طرح پیاس پیاس کر کے نکارے تو یہ ہر بے نہایت جسکی کہین حد اور کنارے کا پتا بھی معلوم نہیں ہے کس طرح کٹ سکے اور یہ سب مرتبہ قرب اور معرفت کے معطل اور بیکار رہ جاوین اور اگر اپنے مالک اور خالق کی جدائی میں ایک لمحہ صبر کرے اور بے تابی اور بے قراری اور گھبراہٹ نہ کرے تو اس کی محبت اور عاشقی اور اپنے حال سے بے حال ہو جانا کس طرح ثابت اور ظاہر ہوگا۔

محرم میان عشق و صبوری ہزار فرسنگ است یعنی عشق اور صبر میں نہایت مابینت اور دوری ہے جمع ہونا محال ہے پھر جب ثابت ہوا کہ آدمی کی شرافت اور بزرگی دوسری مخلوق پر اسی سبب سے ہے کہ اس کو اپنے غا و جمیع کے عشق اور محبت کا مستعد یعنی استعداد والا پیدا کیا ہے اور اسکی قرب اور نزدیکی کا تلاشی اور ڈھونڈنے والا بنایا ہے اور معرفت کے دریا کا جو بے تہاہ ہے غوطہ خور کیا ہے اسی واسطے اسکو بے دون و چیزین یعنی بے صبری اور حرص کی زیادتی دینا ضرور ہوا اس پر غصہ اور غضب کرنا اور اسکی مذمت کرنا اسکی حرص کی زیادتی اور بے صبری کے سبب سے نہیں ہے بلکہ اس پر غصہ اور غضب اس واسطے ہے کہ یہ اپنی حمایت اور نافرمانی سے ناپایدار اور فہ ہونیوالی لذتوں پر بے قرار ہو کر تہاہ اور جو چیزیں چھوڑنے اور ترک کرنے کے لائق ہیں ان پر اپنی حرص کو صرف کرنا ہی غرض کہ یہ جگہ صرف کرنے پر اس کی مذمت اور برائی بیان کئی جاتی ہے جس طرح کوئی شخص اپنی جورو یا لونڈی کو اچھے کپڑے پہنا کر آراستہ کرے اپنی خوشی اور دیکھنے کی واسطے اور وہ عورت شرارت اور ناشکری سے اپنے خاوند کا حق تلف کر کے اس لباس اور زیور کو پہن کر دوسرے یا ٹر پاس جاوے اور اپنی زیب و زینت دوسروں کو دکھلاوے تو وہ عورت سب کے نزدیک بُری اور پھٹکار کے سزاوار ہوگی اللہ تعالیٰ پناہ دے دے اسی ناشکری سے اور کیا اچھا کہا کسی شاعر نے

هَذَا الْقَصِيرُ يَحْدِثُ فِي مَوَاطِنَ كَلِمًا إِلَّا عَلَيْكَ فَإِنَّهُ مَذْمُومٌ يَنْبَغِي صَبْرٌ كَرَامًا بَهْرًا وَسَرَامًا
 كَمَا هِيَ سَبْجَةٌ مِّنْ لِّكِنِ يَأْكَامُ كَرَامًا مِّنْ دُوسَرِ كَوَاسِئِهِ أَوْ صَبْرٌ كَرَامًا بَهْرًا وَسَرَامًا
 بَرَاهِي أَوْ حَدِيثُ شَرِيفٍ مِّنْ آيَاتِهِ مَن لَّا يَشْبَعَانِ طَالِبُ عِلْمٍ وَطَالِبُ دُنْيَا يَسْنُو
 جَرِيصُونَ كَاطِثٌ بَهْرَانِ مِّنْ أَيْكٍ عِلْمٍ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ
 شَرِيفٍ مِّنْ آيَاتِهِ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ
 فَهُوَ يَنْفِقُ مِنْهُ أَنْاءُ الْكَيْلِ وَأَنْاءُ النَّهَارِ وَرَجُلٌ آتَاهُ اللَّهُ الْحِكْمَةَ فَهُوَ يُقْضَىٰ لَهَا وَيَعْلَمُهَا
 يَسْنُو نَهْنِي هِيَ حَمْدٌ مِّنْ دُوسَرِ كَوَاسِئِهِ وَهُوَ شَخْصٌ حَمْدٌ دِيَا اللّٰهُ تَعَالَىٰ فِي مَالٍ يَحْزِلُ كَمَا كَوْنُ
 تَوْفِيقٍ دِي اس كَوَاسِئِهِ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ
 وَنَ دُوسَرِ كَوَاسِئِهِ شَخْصٌ حَمْدٌ دِي اللّٰهُ تَعَالَىٰ فِي حَكْمَتِ بِنَةِ دِينَ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ
 مُوَافِقٌ مِّنْ عِلْمٍ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ كَاطِثٌ

سُورَةُ نُوحٍ عَلَيْكَ السَّلَامُ

یہ سورہ مکئی ہے اور اس میں اٹھائیس آیتیں اور دو سو چوبیس کلمے اور نو سو اسی حرف ہیں اور اس سورہ
 کا نام سورہ نوح اس واسطے رکھا ہے کہ اس سورہ میں سو اے حضرت نوح علیہ السلام کے فقے کے دوسرا حال مذکور
 نہیں ہے اور تمام قرآن شریف میں دو سو تین ایسی ہیں کہ جن میں ایک ذکر خاص کے سو اے دوسرا مذکور نہیں ہے
 ایک سورہ یوسف علیہ السلام اور دوسری سورہ نوح علیہ السلام سو ان دونوں سورتوں میں سو اے ان
 دونوں پیغمبروں کے ذکر کے دوسرا کوئی حال بیان نہیں فرمایا اور اس سورت کو حضرت نوح علیہ السلام
 کے ساتھ بڑی خصوصیت ہے اس واسطے کہ سو اے ان کے کلام کے دوسرا کلام اس میں مذکور نہیں ہے
 تو گویا اس سورت کا مضمون بالکل حضرت نوح علیہ السلام کا کلام ہے اور یہ بھی ہے کہ اس سورہ میں
 حتمی کی طرف خلق اللہ کی دعوت کے قاصدے اور اس دعوت میں شہرطون اور ادب کی رعایت کرنا جو

پیغمبروں اور ان کے وارثوں کے عمدہ کام ہیں خوب اچھی طرح سے بیان کئے گئے ہیں اور اس دعوت میں حضرت نوح علیہ السلام جتنے حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے والے اور بلانے والے گزرے ہیں ان کے پیشوا ہیں اس واسطے کہ ان سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ان کی نبوت تک جہان کے لوگ دعوت کے محتاج نہ تھے اور کفر اور شرک میں گرفتار نہ ہوئے تھے بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کی تعلیم اور ہدایت اور اسطرح دوسرے پیغمبروں کی رہنمائی لوگوں کو کافی تھی جیسے باپ کی تربیت اپنی اولاد کو اور تیسرے کے بزرگوں کی نصیحت اپنے چھوٹوں کو ہوتی ہے اس واسطے کہ کوئی اپنا مقابل اور طرف نہ رکھتے تھے تو انکو فقط نصیحت کافی تھی پھر پہلے رسول حق تعالیٰ کے جنہوں نے اس مالک الملک کا پیغام اس کے بندوں کو پہنچایا اور لوگوں کے اعتقاد کے خلاف ان کو تکلیف دی دے حضرت نوح علیہ السلام ہیں اسی واسطے شفاعت کی حدیث میں ان کے حق میں فرمایا ہے أَوَّلُ رَسُولٍ بَعَثَهُ اللَّهُ یعنی پہلے رسول جن کو بھیجا اللہ تعالیٰ نے سو اس سورت کا مضمون جس میں خلق اللہ کی دعوت کا طریقہ حق تعالیٰ کی طرف بیان ہے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کے علم سے ہے اور یہ طریقہ جو دوسروں کو پہنچا وہ انہی کی میراث ہے اور اس سورہ کا ربط سورہ معارج سے یوں ہے کہ سورہ معارج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل نگی کے اسباب مکرہین جیسے اہل قوم کے کافروں کی دعوت کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا اور ان کافروں کا نہایت بے باکی اور جرات سے سوال کرنا قیامت کے عذاب کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی دعوت کی شفقت اور ایذا پر صبر کا حکم ہونا مذکور ہے اور اس سورت میں اول سے آخر تک حضرت نوح علیہ السلام کی دل نگی کا حال مذکور ہے باوجود اس بات کے کہ ہزار سال تک کافروں کے ظلم اور ایذا میں اٹھائیں لیکن ان کافروں میں تابع داری اور فرمانبرداری کا اثر بھی نہ پایا گیا تو گویا اشارۃً یون ارشاد ہوتا ہے کہ پیغمبروں کو خلق اللہ کی دعوت میں اسطرح کی بردباری اور تحمل چاہئے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا چاہئے اور اگر ایک طور سے و کافر سمجھیں تو دوسری طرح سے سمجھنا چاہئے اور اگر اسطرح سے بھی سمجھیں تو تیسری طرح سے غرض کہ رنجیدہ اور دل تنگ نہ بن جائے ہونا اور یہ بھی ہے کہ اس سورت میں مذکور ہے کہ قیامت کا عذاب جو کافروں کے واسطے وعدہ کیا گیا ہے اگرچہ دور معلوم ہوتا ہے لیکن اسکی دوری کے لحاظ سے ڈرانے اور خوف لانے میں

اس عذاب سے تصور نہ کیا چاہئے جس طرح حضرت نوح علیہ السلام نے تصور نہ کیا اس واسطے کہ طوفان کے عذاب سے خوف دلانیکا حکم ان کو ہزار سال سے پہلے ہوا تھا اور حضرت نوح نے اس عذاب سے خوف دلانے میں باوجود دور ہونے کے بہت سی سعی اور کوشش کی تو اب یہ بات ثابت ہوئی کہ جو چیز آدمیوں کے ذہن اور خیال میں دور معلوم ہووے وہ چیز حق تعالیٰ کی قدرت میں بہت نزدیک ہے اس معلوم ہوا کہ یہ سورت حق تعالیٰ کے اس قول کی کہ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهُ بَعِيدًا وَنَاۤءَ قَرِيْبًا دلیل اور برہان ہے اور باوجود ایسی دلالت کے ان دونوں سورتوں کے مضمون بھی آپس میں مناسب واقع ہوئے ہیں چنانچہ اس سورت میں فرمایا ہے لَا يَسْأَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا اور اس سورت میں ہے فَلَمْ يَجِدْ وَالْاٰمَنُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا اور اس سورت میں تَدْعُوْا مِنْ اَدْبُرٍ وَّلَوْ كُنَّ وَّجَمَعَ فَاُصْحٰی اور اس سورت میں وَاتَّبَعُوْا مَنْ كَمْ يَزِيْدهٗ مَالًا وَّلَوْلَاۤءُ الْاِحْسَادُ اور اس سورت میں وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ عَذَابِ رَبِّكَمْ مُّشْفِقُوْنَ واقع ہے اور اس سورت میں مَنْ مَّا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا اور اس سورت کے اوّل میں مذکور ہے کہ حق تعالیٰ کا عذاب نہایت جبروت سے ایک شخص اپنے خویش اور اقربا کے واسطے مانگتا ہے اور اس سورت میں مذکور ہے کہ ایک پیغمبر مظلوم اور ایذا اٹھائے ہوئے عام مغفرت کی دعا پہلے اور پھلون کے واسطے کرتا ہے اور کہتا ہے رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدِيْ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيْ مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ط رع بہ بین تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجاینے دیکھ فرق دو دن راہوں میں کہاں سے ہے کہاں تک اور سوائے اسکے بہت بہین مناسبت کی بہین فکر اور غور کرنے سے ظاہر ہوتی ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام اولوالعزم پیغمبر و نبی ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام سے جو ابوالبشر ہیں دسویں درجے میں ان کا ظہور ہوا ان کے اور حضرت آدم علیہ السلام کے درمیان میں آٹھ واسطے پائے جاتے ہیں اس طور سے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کا نام ملک تھا بڑے نیکی و موحّد تھے لوگوں کو توحید کی تعلیم کیا کرتے تھے ان کے باپ کا نام موشح تھا حضرت اور یس علیہ السلام کے بیٹے ایسے تیز ذہن تھے کہ دس برس کی عمر میں جتنے آسمانی صحیفے جو حضرت ادریس علیہ السلام اور شلیث اور آدم علیہم السلام پر نازل ہوئے تھے وہ سب یاد کر لئے تھے اور بعد حضرت ادریس علیہ السلام کے یہی لکے خلیفہ ہوئے تھے اور بنی آدم کے کاموین اور ان کی بہتری میں بہت کوشش اور سعی کیا کرتے تھے

اور بہت کثیر الاولاد تھے اور ان کے باپ حضرت ادریس علیہ السلام تھے جگانام اصل اخنوخ تھا اور بڑے مشہور پیغمبروں میں سے ہیں کئی جگہ قرآن شریف میں بھی ان کا ذکر آیا ہے اور ریاضی اور طبیعی علموں کو یونان والے حکما ان ہی کی طرف نسبت کرتے ہیں اور لکھن اور سینا بھی پہلے آدمیوں میں انہی سے نکلا ہے ان کے باپ کا نام بیروت تھا جو قابیل کی اولاد کے ساتھ ہمیشہ لڑائی اور جہاد کیا کرتے تھے اور حضرت آدم کی ریاست لینے گدھی پر چڑھ گئے لکے باپ کا نام ہملائیل تھا آدمیوں کو علحدہ علحدہ شہروں میں پہلے انہی نے بسایا اور بابل شہر آباد کر کے آپ مع اپنے خویش اور اقربا و ان رہے اور شہر سوس بھی انہی کا بنایا ہوا ہے ان کے باپ کا نام قنیاں تھا یہ بھی بڑے نیکبخت اپنے آباد اجداد کے طور پر تھے ان کے باپ کا نام انوش تھا حضرت شیث علیہ السلام کی اولاد میں یہ سب سے افضل تھے اور حضرت آدم علیہ السلام اور اپنے دادا کے برابر دفن ہوئے ان کے باپ کا نام شیث علیہ السلام تھا جو حضرت آدم علیہ السلام کے جانشین اور خلیفہ تھے اور بڑے عظیم القدر پیغمبروں میں سے ہیں پچاس صحیفے ان پر نازل ہوئے تھے اور یونان کے حکما حکمت انہی کو انہی سے نقل کرتے ہیں اور یہ عبادت اور ریاضت میں بہت مشغول رہتے تھے یہاں تک آٹھ واسطے ہوئے اور ان آٹھوں میں کوئی کافر نہ تھا سب مسلمان اور نیکبخت تھے ان حضرت ادریس علیہ السلام کی وفات کے بعد نبی آدم میں بت پرستی شروع ہوئی اور سب اس کا یہ ہوا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے بیٹے سب اولیا راہ اور نیکبخت تھے اور ہر ایک نے اپنی عبادت کے واسطے ایک مسجد بنا کر اس میں آپ بھی عبادت کیا کرتے اور لوگوں کو بھی مسجد میں حاضر ہونے اور چھتالی کے ذکر اور بندگی میں مشغول رہنے کی نصیحت کیا کرتے تھے چنانچہ بہت لوگ وہاں حاضر رہتے اور ان کی تسلیم کے بموجب نہایت ذوق اور شوق سے عبادت کیا کرتے اور ان کی صحبت اور حضور کی برکت سے عبادت میں نہایت لذت انکو حاصل ہوتی جب حضرت ادریس علیہ السلام کی اولاد نے اس عالم سے انتقال کیا تب لوگوں کو نہایت رنج اور طال ان کی مفارقت سے چھٹا چھٹا ہوا اور آپس میں اکثر اسی بات کا ذکر رہتا کہ جو مزا عبادت کا ان بزرگوں کی صحبت میں ہم کو حاصل ہوتا تھا اب وہ بات پائی نہیں جاتی ابیس مردود کہ انسان کا دشمن جانی ہے اس وقت کو غصیت جان کر ایک بوڑھے بزرگ کی شکل بنکر مکر کا عمامہ سر پر باندھ کر

حضرت ادریس علیہ السلام کی عبادت میں بہت مشغول رہتے تھے اور ان کی صحبت میں نہایت لذت حاصل ہوتی تھی

اور فریب کا عصا تھمیں لے کر جس مجلس میں یہ سب لوگ بیٹھے یہی ذکر کر رہے تھے آنکر موجود ہوا اور کہا کہ تمہارا رخ کے دفع ہونے کی ایک تدبیر میں تمہیں تملتا ہوں کہ وہی لذت عبادت میں تمکو پھر حاصل ہوا کرے اور وہ تدبیر یہ ہے کہ ان بزرگوں کی شکلین تمہارے تراشوا اور ان بزرگوں کے کپڑے ان تصویروں کو پہنا کر مسجد کی محراب میں اپنے سلسلے کھڑا کر دو اور یہ سمجھ لو کہ یہ ہمکو دیکھتے ہیں بموجب اس قول کے کہ اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَا یَمُوتُوْنَ یعنی اللہ تعالیٰ کے ولی مرتے نہیں اگر یہ تدبیر کر دے تو پھر تم کو وہی لذت جو ان کے سلسلے عبادت میں ملتی تھی ملا کرے گی ان لوگوں کو یہ تدبیر بہت پسند آئی اور تصویروں کو بنا کر مسجد میں رکھا اور اس میں اس طرح ٹھہرایا کہ عبادت اور نماز سے فراغت ہونیکے بعد جو مسجد سے باہر جاوے ان تصویروں کے ہاتھ اور پانوں کو بوسہ کر باہر جاوے تاکہ اس شخص کی حاضری جماعت میں ان بزرگوں کی روحوں کے نزدیک ثابت ہو جاوے تاکہ یہ بزرگ حقیقی الٰہی درگاہ میں اسباب کی گواہی دین کہ اسے شخص ہمارے سامنے جماعت کے ساتھ تیری عبادت میں مشغول تھا اور ہماری شفاعت کریں ہوتے ہوتے اس امر سے ایسا رواج پایا کہ عبادت اور ذکر بالکل موقوف ہو گیا بس ان تصویروں کے ہاتھ چومنا فقط رہ گیا کہ جو شخص مسجد میں آتا ان تصویروں کے دست بوس اور قدم بوس ہو کر چلا جاتا پھر تھوڑے دنوں کے بعد قدم بوسی کے عوض خاک بوسی اور سجدہ شروع ہو گیا بلکہ اودب موقوف ہو کر ہی رواج پایا حضرت نوح علیہ السلام کے باپ لوگوں کو اس بُرے کام بہت منع کیا کرتے تھے لیکن لوگ ان کی بات نہیں سنتے تھے اسی اپنے کام کو اچھا جان کر کیا کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے رسول کر کے ان لوگوں کے سمجھانے کو بھیجا اور سارے نو سو برس حضرت نوح علیہ السلام نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ ان بتوں کی عبادت کو چھوڑ دو اور حق تعالیٰ کو وحدہ لا شریک جان کر اس کی عبادت میں مشغول ہو لیکن ان لوگوں نے ہرگز آپ کی بات کو نہ مانا اور اس سارے نو سو برس سمجھانے سے انہی آدمی ان پر ایمان لائے اور اس سخت پرستی کو چھوڑا دوسرے تمام روئے زمین کے آدمیوں نے باوجود اتنی مدت سمجھانے کے کسی نے انکا کہنا نہ سنا اور اتنی مدت دراز میں کوئی جگہ ایسی باقی نہ رہی جہاں ان کی دعوت نہ پہنچی لیکن سب نے انکار کی اور ہرگز قبول نہ کیا آخر حضرت نوح

علیہ السلام ان کے ایمان لایسے یا یوسس ہو کے ان پر بد دعا کی حتیٰ کہ ان کی بد دعا سے ان پر طوفان
 بھیجا اور رب کو ڈبو دیا اور طوفان کے پہلے حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ کا حکم ہوا تھا کہ اپنے واسطے
 اور اپنے گھر والوں اور مسلمانوں کے واسطے ایک کشتی بناؤ اور رب جانور و چرمند اور پرند میں ایک ایک
 جوڑا لیکر اس میں بندہ لکھو جس وقت تور سے پانی اُبلے اس وقت کشتی میں سوار ہونا چنانچہ حضرت نوح
 نے اس حکم کے موافق کشتی تیار کر کے کھانا اور پانی اور ہر جانور کا ایک ایک جوڑا اس کشتی میں رکھ کر منتظر طوفان
 کے بیٹھے جو پانی تور سے اُبلتا آپ اور اپنے اہلبیت کو کہ تین بیٹے اور ان کی بی بیان اور لونڈیاں
 اور غلام اور انہی آدمی و دوسرے جو مسلمان ہوئے تھے ان سب کو لیکر اس کشتی میں سوار ہوئے اور
 اس کشتی کے اوپر ایک سر پوش رکھا تھا تاکہ آسمان سے بارش کا پانی کشتی میں نہ آوے
 لیکن حضرت نوح علیہ السلام کی بی بی ابلیس جس کا نام کنعان تھا آپ کا ایمان نہ لائے تھے یہ
 دو لون کشتی میں نہ بیٹھے کا فردن کے ساتھ غرق ہوئے اور حضرت نوح علیہ السلام چھ مہینے کشتی میں
 رہے تھے دسویں رجب کو سوار ہوئے تھے اور دسویں محرم کو عاصورہ کے دن اترے اور طوفان کا پانی
 زمین سے اُبلتا تھا اور آسمان سے بھی برستا تھا چالیس دن تک پانی کی زیادتی اور طغیانی رہی چالیس
 دن کے بعد جو شش ہو تو ف ہوا اور آہستہ آہستہ پانی گھٹنا شروع ہوا چھ مہینے کے بعد زمین نمودار
 ہوئی اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھ دس کشتی سے اترے اور حضرت نوح علیہ السلام کو
 عمر میں بڑا اختلاف ہے مشہور یہ ہے کہ ایک ہزار چار سو برس کی عمر تھی اور قرآن شریف سے اتنا بالیقین
 معلوم ہوتا ہے کہ ہزار برس سے زیادہ عمر تھی اس واسطے کہ سورہ عنکبوت میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بعد
 نبی ہونے کے پہلے طوفان سے مارے نو سو برس دعوت کی اور کم سے کم چالیس برس کی عمر ہوگی جب آپ
 رسالت کی خلعت سے سرفراز ہوئے تھے اور بعد طوفان کے بھی بہت دنوں دنیا میں آپ رہے چنانچہ
 اسکا ذکر سورہ ہود میں ہے اب پہان پر اس سورت کی تفسیر کے شروع سے پہلے دو مقدموں کو جان
 لینا ضرور ہے تاکہ اس سورت کے معنی بہت آسانی سے بوجھ میں آجائیں پہلا مقدمہ یہ ہے کہ جب تعالیٰ
 کسی اپنے بند و خاص کو مقبول اپنی یا راگاہ کا کر کے اپنا پیغام پہنچانے کو خلق کی طرف بھیجتا ہے تو ہند کی لائے

ہے کہ ان لوگوں کے عقیدے اور عمل اور خلق اور باطنی حالوں کو خوب غور اور تامل سے دریافت کرے اور اصل مرض کو پہچانے اور اس اصل مرض کے مٹانے اور دور کرنے کو سب امر اور نہی پر مقدم جانے پھر اس کے بعد ان طبیعت کی خواہشوں اور ان کی مقررہ حاجتوں اور احوالوں میں اپنی نظر کو دوڑا دے اور انکو بہت چیز سے جس سے بالطبع یا بحسب مقررہ حاجتوں اپنی کے ڈرتے ہوں خوف دلا دے اور جس چیز کو بالطبع یا موافق مقررہ حاجتوں اپنی کے خواہش کرتے ہوں اس کا امید وار کرے اور جس طرح پہلے ان کی عقلی قوت کی اور نفسانی ملکوں کی اصلاح منظور رکھی تھی اسی طرح اس کام میں انکی وہمیت قوت کی اصلاح امیدوار کرنے اور خوف دلانے سے منظور رکھے اس واسطے کہ روح انسانی کی مملکت میں عقل وزیر ہے اور صاحب الامر اور مختار کار اور حاکم اس مملکت کا وہم ہے اور حبیبیہ دونوں یعنی عقل اور وہم تالعبدار ہو گئے تو دوسرے یعنی ارکان اور تابع اور لشکر اس سلطنت کے ہیں خود بخود فرمانبردار ہو جائیں گے اور ایک حالت عجیب حاصل ہوگی بموجب اس مصرعہ کے سہ ازد و ست یک اشارہ و از ما بسر ویدن یعنی پھر ان کا احوال اس مصرعہ کے موافق کے موافق ہو جائے گا کہ معشوق کے طرف سے ایک اشارہ اور عاشق کی طرف سے اس کو سراور آنکھ سے بجالانا لیکن ان دونوں کاموں کو فائدہ اور ہر کار سے کے طور سے انکو نہ پہنچا دے بموجب مضمون اس شعر کے کہ سہ وادیم ترا بچ مقصود نشان مختار توئی خواہ رسی یا نہ رسی یعنی مقصود کے خزانہ کا پتہ نہ لکھو تا دیا اب آگے وٹان پہنچو یا نہ پہنچو تم مختار ہو بلکہ باپ شفیق اور طیب ساما صبح ہو کے ان کی بیماری کی سختی سے دل تنگ اور رنجیدہ نہ ہو اور طرح طرح کی تدبیریں اس کے دفع کے واسطے کرے اگر ایک طرح سے نہ سمجھیں تو دوسری طرح سے سمجھا دے جہاں تک ان کی استعداد کا پیمانہ گنجائش رکھتا ہو اور جب ان کی استعداد کا بطلان خوب طرح سے معلوم کرے تب ان کے نیت اور مابود کر دینے کی فکر کرے جس طرح حیوان کے جسم میں اگر کوئی عضو ٹھرتا ہے یا اس میں زہر باد ہو جاتا ہے تو اس عضو کو کاٹ ڈالتے ہیں تاکہ دوسرے اعضا کو خراب نہ کرے اسی طرح ان کے وجود کو جانے کہ اگر باقی رہیں گے تو دوسرے کو خراب کریں گے پھر اگر جہاد اور قتال کا اس کو حکم ہو تو لشکر و بندوق و سب اسباب لڑائی کے جمع کرنے میں کوشش کرے اور اگر جہاد کرنے کا اس کو

حکم ہو تو ان کے واسطے درگاہ الہی میں بدعا کر کے ان کے وجود کو اس عالم سے محو کر دے اور مٹا دے تاکہ ان کا فساد اور برائی دوسروں میں نہ اثر کرے اور دوسرے مقدمہ یہ بھی کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو اصل مرض یہ تھا کہ حق تعالیٰ کی نزدیک اور اپنی حاجتوں میں اولیاء اللہ کی روحوں سے جو مظہر کامل ہیں استعانت اور مدد چاہتے تھے اور تنزیہ کے مرتبے سے تقرب حاصل کرنا اور اسی مرتبے سے مدد چاہنا ہرگز ان کے ذہنوں اور خیالوں میں نہیں آتا تھا یہاں تک نوبت پہنچی تھی کہ دنیا کی محبت اور اسی کی خواہش ان کے دلوں میں چھا گئی اور روحیت کے مرتبے کو نہ پوچھنے کے سبب ان بزرگوں کی روحیں بھی ان کی نظروں سے غائب ہو گئی تھیں اور حیثیت شیطانی روحوں نے ان کے عوض میں ان کے سامنے ہو کر اپنی طرف ان کو کھینچا تھا اور جھوٹے شعبہ دین میں ان کو اپنا فریفتہ کر لیا تھا بس نام تو اولیاء کا رہ گیا تھا اور حقیقت میں وہ بے شیطانی روحیں تھیں اور یہی حال ہی بشریت کا جبلی اور پیدائشی کہ جہاں نیچے کی طرف جھکا اور معرفت کے عروج سے باز رہا تو بیچ میں بھی نہیں ٹھہرتا بلکہ اذنی سے ادنیٰ مرتبے میں جا کر تا ہی ان اگر عبادت اور تقرب میں ان کے نظر اولیاء اللہ کی روحوں کے اصل مرتبے کی طرف متوجہ ہوتی تو ان روحوں کے طرف سے بھی کچھ نہ کچھ ہدایت اور ارشاد سے مستفید ہوتے اور کبھی کبھی خواب میں یا دوسرے معاملوں میں ان کو اللہ کے طرف متوجہ ہونے کی راہ بتا دیتے اور شرک میں صراحت پھنسنے سے باز رکھتے ہو یہ تو کچھ نہ ہوا بلکہ ان کی وہمہ قوت عمر کی درازگی اور ہمیشگی اور مال اور اولاد کی کثرت اور عمارتوں کی عمدہ گی اور باغ اور کھیتوں کی زیادتی کو بہت دوست رکھنے لگی اور انہی چیزوں کی محبت ان کے دلوں میں بس گئی تھی تو ان لوگوں کو یوں سمجھنا ضرور ہوا کہ حق تعالیٰ تمہاری خواہش کی چیزیں ہیں سب حق تعالیٰ کے اختیار میں ہیں زمین اور آسمان چاند اور سورج جو تمہاری خواہش کی چیزوں کے اسباب ہیں ان سب کو حق تعالیٰ نے پیدا کیا ہی سو اگر تم اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرو گے تو جتنے تمہارے مطلب ہیں سب حاصل ہونگے اور اگر کہیں تم اس سے پھر اور اس حکم نہ مانا تو خدائی میں پڑو گے اور کچھ بھی تم کو حاصل نہ ہو گا پھر جب حق تعالیٰ کا قادر اور مختار ہونا ہر چیز پر ان کے دلوں میں خوب طور سے جم جاتا اور اس کی وحدانیت کا یقین حاصل ہوتا تو پھر آہستہ آہستہ انکو ترقی کی طرف

رجعت دلائے اور یوں سمجھاتے کہ دنیا فانی ہے اور اسکی جتنی چیزیں ہیں سب نیت اور نابود ہونیوالی ہیں باقی رہنے والی وہی ذات پاک ہے سو تم کو چاہئے کہ اپنی ہمت کو بلند کرو اور وہ چیزیں جو جتنی ہیں کام آویں اور اس مالک الملک کی رضا مندی کا سبب بنیں حاصل کرو اور حضرت نوح علیہ السلام کا مطلب یہ تھا کہ شاید اس تدبیر سے لوگ راہ پر آجاویں لیکن جب دعوت کی مدت ہزار سال کے قریب پہنچی اور اس عرصے میں کتنے قرن اور کتنے زمانے گزر گئے اور لوگوں کے احوالوں میں بھی تغیر تبدیل پایا گیا اور قسم قسم کی استعداد واپے پیدا ہوئے اور گزر گئے لیکن محنت انکی سب بیفائدہ ہوئی اور کسی نے ان کی بات نہ سنی اور کوئی راہ پر نہ آیا مگر چند لوگ گنتی کے پھر جب حضرت نوح علیہ السلام کو ان کی صلاحیت سے بالکل مایوسی حاصل ہوئی آخر لاچار ہو کر پوری بددعا ان کے واسطے کی یعنی یوں عرض کیا کہ یا الہی اب ان میں ایک کو بھی باقی نہ رکھ حق تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول کی اور سارے جہان کو غارت کیا اب یہاں پر جانا چاہئے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بڑی ذہر و ست مناسبت ہی کئی وجہوں سے جو دو سر پہنچے دن کو آپ کے ساتھ نہیں ہی ایسا واسطے اس سورت کو دعوت کے قاعدوں کی تعلیم اور رنج اور مشقت پر صبر کرنے کی تلقین کے واسطے آپ پر نازل فرمایا اور سورہ معارج میں جو حکم ہوا تھا کہ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيلًا اُن کے بعد اس سورت میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصے کو نظیر اور تمثیل کے طور پر بیان فرمایا ہے یہی تلو اب صبر کرنا چاہئے جیسا نوح نے کیا اور مناسبت کی وجہوں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا عذاب جو وعدہ دیا گیا تھا انکے ڈرنے اور خوف دلانے کے وقت سے بہت دور ہی رکھنا تھا چنانچہ کم ہزار برس کا فاصلہ درمیان میں تھا اسی طرح عذاب موعود ہمارے رسول مقبول کی امت کا بھی بہت دور ہی رکھنا ہے چنانچہ قیامت کے دن ہووگا بخلاف دو سو پنچہ دن کی قوم کے عذاب کے کہ دنیا ہی میں تھوڑے تھوڑے فاصلے سے آیا اور ان کی قوم کو ہلاک کیا چنانچہ فرعون حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا کرنے سے چالیس برس کے بعد غرق ہوا اور اسی طرح دو کا فر تھوڑی تھوڑی مدت میں دنیا کے عذاب سے ہلاک ہوئے اور یہ امت مرحومہ دنیا کے عذاب سے محفوظ ہی اس امت کے کافروں کا عذاب بالکل قیامت کے دن پر

حوالہ ہوا ہے اس امت کے کافر و فاجر قتل کرنے اور زندہ پکڑ کے لوندی غلام بنانے سے کبھی کبھی دنیا میں بھی قہر ہے اور تادیب ہوتی تہی ہے اور پس دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کرنے کی مدت ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے دعوت کے برابر ہے اتنا فرق ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اتنی مدت تک خود زندہ رہے کہ اپنی ذات سے اس دعوت کو مخلوقات الٰہی تک پہنچایا اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم چند دنوں اپنی ذات مبارک سے دعوت فرما کے اپنے نائبوں کو اپنا قائم مقام چھوڑ کے عالم بے لبت کو تشریف فرما ہوئے اور ان نائبوں کے سبب سے ہزار سال تک یہ امر دعوت کا پورا قایم رہا نہ اس کے بعد ہندوستان میں کئی شخص جھوٹے دینوں کے مدعی ظاہر ہوئے جیسے نامک و لے اور داؤد پنتھی اور خشتان نمودی اور ان کافروں نے اپنی اپنی دعوت شروع کی اس وقت سے اس دین صحیح کی دعوت کا تو حد درجہ ہمہ گیر ہو گیا پھر اس کے بعد تمام جہان میں بہت جھوٹے دین کے مدعی پیدا ہوئے اور اپنی اپنی دعوتیں شروع کیں اب یہ انکا اختلاف بدون ظہور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نہیں جاتا ان شاء تعالیٰ آپ کے زمانے فیض نشین تو خدا اور لغو اس دعوت حقہ کا نئے سرے سے تازگی قبول کر لیا تمام عالم میں ایک دین اسلام کا ہو گا اور منکروں پر دوسری مرتبہ الزام حجت کو تجدید کریں گے یعنی خائنیت اس دین متین کی سب پر ثابت ہو جائے گی تاکہ غضاب موعودین گرفتار ہوں نیکاسخی اور قابل اپنے تئیں معلوم کر لیں اور اپنی قسم کے انجام ہونے کے بھی مستعد ہو دیں اور تیسری وجہ مناسبت کی یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی نبوت عام تھی امت مملوک کو شامل تھی اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی نبوت عام ہے سب کو شامل ہے اتنا فرق ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کے بعثت جس طرح آپ کے زمانیوں کی طرف تھی اسی طرح قیامت تک جو آدمی اور جنات پیدا ہوتے یا دین گے ان سب پر آپ کی بعثت ثابت ہے بخلاف حضرت داؤد علیہ السلام کے کہ ان کی بعثت ان کے زمانے والوں پہ ہو سو وقت دنیا میں موجود تھے لیکن نہ تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو پیدا ہونے کے ان پر بھی وہی نبی رہیں گے اور وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں حدیث وارد ہے کہ بَعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً قَدْ كَانَ لِي بَعِثْتُ إِلَى قَوْمٍ خَاصَّةً

اس حدیث کے ہی معنی میں اس واسطے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی وقت میں جو اس زمانے میں موجود تھے سب آپ کی قوم تھے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمام آدمیوں کی رسالت سے مخصوص ہیں اپنے زمانے سے قیامت تک جو پیدا ہووین اور اس بات میں بھی یہی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے وقت میں جنہ دنیا میں لوگ تھے سب شرک میں گرفتار تھے اور جو عذاب کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بددعا سے حق تعالیٰ نے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا وہ عذاب بھی عام تھا اور سب جہان والوں کو شامل تھا اگر حضرت نوح علیہ السلام کو تمام جہان والوں کی طرف رسول کر کے نہ بھیجتے اور ان کی عمر اتنی بڑی نہ کرتے تاکہ اتنی مدت میں تمام رُومے زمین پر ان کی دعوت تھوڑی سی تھوڑی سی پہنچ جاوے تو خاص کے گناہ پر ہلاکی عام کی لازم ہوتی اور یہ عدل اور حکمت کے قاعدے کے خلاف ہی اس طرح اس امت کے کافر و نپر جو عذاب کہ مقرر اور موعود ہوا ہے وہ بھی عام ہی یعنی تمام عالم کی خرابی کو متضمن ہے اگر ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی قیامت تک جو پیدا ہوتے جاوین گے ان سب کی طرف رسول کر کے نہ بھیجتے تو یہاں بھی وہی ہلاکی عام کی خاص کے گناہ پر لازم آتی اور یہ بات حکمت اور عدل کے قاعدے کے خلاف تھی چوتھی وجہ مناسبت کی یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت اور ان کی دعوت قیامت وسطی کے متصل ہوئی جس کا نام طوفان تھا کہ دنیا میں کسی چیز کو باقی نہ رکھا اور اس طرح ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور دعوت قیامت کبریٰ سے اتصال رکھتی ہے بخلاف دوسرے پیغمبروں کے کہ ان میں یہ بات نہیں پائی جاتی تھی اور یہ مناسبت بھی تیسری مناسبت کی ایک شاخ ہے پانچویں مناسبت یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کو بعد طوفان کے بڑی مشاق عظیم حاصل ہوئی تھی یعنی حق تعالیٰ کی نزدیکی کا وسیلہ سوائے انکی ذات مبارک کے کوئی نہ تھا اور حق تعالیٰ کی عبادت اور اسکی معرفت کا حق ادا کرنا سوائے ان کی امت اور تابعداروں کے کوئی دوسرا نہ تھا۔ میں بہت بڑا رتبہ ان کی ذات میں منحصر ہوا تھا اور عجیب طرح کا تفرقہ اور یکائی اسکی گارخانہ میں انکی نصیب ہوئی تھی اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی ہونے کے وقت سے یہ مرتبہ حاصل تھا اس واسطے کہ آپ کے نبی ہونے کے بعد جنہ دین تھے سب منسوخ ہو گئے اللہ تعالیٰ کی تزدیکی حاصل کر سیکے لائق نہ رہے اور دنیوں کی عبادت اور معرفت کے طریقے سب باطل اور بے اصل ہو گئے اور اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

نازل ہوئے بعد یہ تقررہ اور یکا ئی ظاہری اور باطنی حقیقی اور حکمی آپ کی ذات مبارک میں جلوہ گر ہوگی اس لئے
 پر کہ کوئی دین سوائے اس دین اسلام کے عالم میں باقی نہ رہے گا اور اسی دین میں توجہ الہی اللہ کی شان منحصر
 ہوگی اور کوئی مدعی کسی باطل دین کا نہ رہے گا حاصل کلام کا یہ ہے کہ انہی مناسبتوں کے سبب سے سورہ نوح
 کو جو حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ اور ان کا خوف دلانا طوفان کے عذاب سے اور سب کے واسطے بد دعا کر کے
 بیان میں ہی بعد سورہ معارج کے لائے ہیں کہ اس میں بھی آمت کے عذاب موعود کے سوال کرنے کا اور عذاب
 کے جلدی کرنے کی ممانعت اور صبر کرنے کا حکم بیان و مد علم بصوب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اِنَّا بے شک ہم اس مرتبے سے جو جامع ہی درمیان جلال اور جمال کے نکالنے کے واسطے جلال کی پوشیدگیوں سے
 جمال کے انوار کی طرف اَوَمَلْنَا فَوْحًا بھیجا ہیں نوح علیہ السلام کو جو ان دونوں شانوں کا جامع تھا اور
 جلال کی تاریکیوں میں بھٹے ہو و نکو جمال کی روشنیوں کی طرف نکال لائی کی کیفیتوں پر خبردار تھا اپنا اطمینان اور رسول کر کے
 الٰہی قیود اس کی قوم کی طرف اس واسطے کہ ہم قوم ہونے کے سبب سے وہ نئے احوالوں پر واقف بھی بہت ہوگا
 تاکہ اس واقفیت کے سبب سے جسطور سے کہ مناسب ہو جھے ان لوگوں کو جلال کی تاریکیوں سے نکال کر جمال کے
 نور سے منور کرے اور ہر ایک کو اس کی استعداد اور بوجھ کے موافق اس تاریکی کے انجام سے خوف دلاوے
 اور دوڑا دے اَنْ اَنْذِرَ قَوْمًا اَسْلَمُوْا دَلَا اور ڈرا اپنی قوم کو اس واسطے کہ قومیت میں شریک ہوئے
 سبب سے تمہاری شفقت اور خیر خواہی اپنے حق میں یقین جلاتے ہیں تو تمہارے ڈرانے سے بھی خوف کھاؤ گے
 مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاتِيَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ پہلے اس کے کہ آوے ان پاس عذاب دکھ دینے والا جو اپنے پروردگار کی
 محجوبیت کا سبب ہے اَقَالَ يَاقَوْمِ یعنی ہمارے حکم کے بھگنے کے ساتھ ہی نوح نے فرمانبرداری اس حکم کی
 کی اور کہا اپنی قوم سے کہ اسی میری قوم ہم قوم ہونا ہمارا اور تمہارا اسی بات کو چاہتا ہے کہ جس سے ہم ڈرتے
 ہیں تم بھی اس سے ڈرنے رہو اور جو تمہاری نصیحت اور بہتری کی بات ہم کہتے ہیں اس کو قبول کر لو اس واسطے
 کہ ہماری سچائی تم کو خوب معلوم ہو کہ ہم جھوٹے نہیں بولتے ہیں اِنِّیْ لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ بیشک میں تمہارے

واسطے ڈرائیوا لاہوں صاف کہنے والا کہ اگر تم اپنے جھوٹے معبودوں کی عبادت کے پر دہین پھنسے
 رہو گے تو بڑے عذاب میں گرفتار ہو گے سو تم کو چاہئے کہ جلدی اس پر دیے اپنے تئیں نکال کے سچے معبود
 کی طرف جو تمہارا پروردگار ہے متوجہ ہو جاؤ اور اس پر دیے نکلنا کچھ بہت مشکل بات نہیں ہے بلکہ بہت
 آسان طور ہے اِنْ اَعْبُدُوا اللّٰهَ یہ کہ عبادت کرو خدا کی اس واسطے کہ یہ تم کو اس پر دیے چھڑا دے گی
 اور اس کی برکت سے تمہارا توجہ حق تعالیٰ کی طرف صاف ہو جائیگا اور اس کے جمال کی روشنیوں سے تم
 منور رہو گے سو مختلف الٰہ کی عبادت اس تمہاری بیماری کے کھونے میں کافی ہے لیکن پرہیز شرط ہے
 پرہیز کو اپنے اوپر لازم پکڑو وَاَقِمْ وَاُورِدُوْا اس سے غیر کی عبادت کرنے سے اس اعتقاد سے کہ وہ
 غیر کی صفوں کے کامل مظہر ہیں اس واسطے کہ جو مخلوق ہے وہ حق تعالیٰ کے کمال کے درجے سے ناقص ہے اگر
 مظہر کامل ہو بس اس صورت میں اس کے کمال میں نقصان کا اعتقاد کرنا تم کو لازم ہوتا ہے اور ایسا اعتقاد
 حق تعالیٰ کے بڑے غضب کا سبب بڑی زیادہ تر اس غضب سے جو کمال کی عبادت کے چھوڑ دینے پر اور اس کے
 حکموں کے بجا نہ لانے پر تم انہیں رکھتے ہو اور اگر تم کو عبادت خالص اور تقویٰ کا طریقہ اپنی عقل سے معلوم
 نہ ہو سکے تو ان دونوں چیزوں کی تفصیل مجھے سنو وَاَطِيعُوْنَ اور تابعداری کرو میری اس چیز میں جو اللہ تعالیٰ
 کے حکم میں تم کو پہنچاؤں تاکہ عبادت میں بھی تم سے خطا اور چوک نہ ہونے پاوے اور گناہ سے بھی بچے رہو اور
 اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کو پرہیزگاری سے ادا کرو گے اور دل اور جان سے میری تابعداری قبول کرو گے
 تو اسی وقت تمہاری پہلی تار کی کے نشان ملنا شروع ہو جائیگا اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ
 بخشش دے گا تمہارے گناہوں کو جو تمہاری پوشیدگی کے اس جناب پاک سے سب پڑے ہیں
 اور جب گناہ دور ہوئے تو اس سے دور رہی اور حجاب بھی اٹھ جانا ضروری ہوا اور وہ گناہ عبادت اور
 تقویٰ کو ترک کرنا اور حق تعالیٰ کے حکموں کی نافرمانی کرنا ہی جو آگے منے ہو چکے ہیں نہ وہ گناہ جو
 مخلوق کے حقوق سے متعلق ہیں نہ وہ گناہ جو اسلام میں داخل ہوئے بعد کرو گے بس یہاں پر میں کی لفظ
 کے واسطے ہی اور یہ آیت میں کی زیادتی ثابت کیے کی دلیل نہیں ہو سکتی ہے جس طرح کونے کے
 نگوں نے کہا ہے کہ پھر اسلام لانا تمہارا سبب پڑے گا ان گناہوں کی پکڑ کی درگاہ کا جو اسلام لانے کے بعد

متے ہونگے یا بندہ کے حق سے متعلق ہونگے اس واسطے کہ حق تعالیٰ تم کو اسلام کی برکت سے دنیا کی پکڑ سے محفوظ رکھے گا وَلْيُخَوِّذْكُمْ إِلَىٰ أَمَلٍ مُّسْتَحْسَنٍ اور تاخیر کرے گا اللہ تعالیٰ تمہاری پکڑ کو ایک مدت تک جو اسے مقرر کر دی ہے ہر شخص کی پیدائش کے قدم کے شمار سے یا برسوں اور اٹھاون اور گھڑیوں کا نام رکھ دیا اور اس جہلت اور ڈھیل میں تمہارے واسطے فائدہ یہہم ہی کہ اس گناہ سے توبہ کر لو اور حق والوں کو اپنے سے راضی کر لو بس سوچو کہ اسلام لانا بالکل تمہاری امن اور چین کا سبب ہے ان چیزوں سے جو حقیقت کے غضب کے مقتضی ہیں اور یہہم جو کہا کہ ایک مدت مقرر تک تم سے مواخذہ ہو گا تو اس سبب سے کہ اس مدت مقرر سے تاخیر نہیں ہونیوالی ہے اس واسطے کہ وہ مدت اللہ تعالیٰ کے علم میں معین ہے إِنَّ أَجَلَ اللَّهِ يَمْلِكُ وہ مدت جو علم الہی میں معین ہے ہر شخص کے مرنے کے واسطے إِذَا جَاءَ جب آتی ہے بطور سے کہ مقرر اور مقدر کی گئی ہے لَا يُؤَخِّرُ ہرگز درنگی نہیں کی جاتی اور اگر اس میں کچھ بھی تغیر اور تبدل ہو تو علم الہی میں نقصان پایا جائے اور اگر یہہم کہو کہ ہر شخص کا ہم میں سے مرنے کا وقت حق تعالیٰ کے علم میں معین ہے جس طرح اس وقت میں تاخیر نہیں ہونیوالی اسے طرح تقدیم بھی نہیں ہو سکتی ہے پھر ہم کو کفر کرنے اور گناہوں میں مبتلا ہونے سے کیوں خوف دلاتے ہو اس واسطے کہ کفر اور گناہ کے سبب سے اس وقت معین کے پہلے ہم ہلاک ہونیوالے نہیں ہیں اور اس طرح اسلام لانے اور فرمانبردار ہونے کے سبب سے بھی اس وقت کے بعد زندہ نہ رہیں گے تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے علم میں جو مدت تمہاری موت کے واسطے معین ہوئی ہے اگرچہ اس میں تاخیر نہیں ہو سکتی ہے لیکن تقدیم ہو سکتی ہے اس طور پر کہ ایک مدت معلق ہو تمہارے کفر اور گناہ پر اور دوسری مدت معلق ہو تمہارے اسلام اور بندگی پر یعنی اگر کفر کرو گے تو دس برس زندہ رہو گے اور ایک بلا میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو گے اور اگر اسلام لاؤ گے تو اس بلا سے بچو گے اور بیس برس زندہ رہو گے اور تم کفر اور گناہ مکئے جاتے ہو تو اب اجل اللہ مقدم ہو سکتی ہے یعنی بیس برس کو نہ پہنچے بلکہ دس برس میں ہلاک ہو گے اس واسطے کہ اجل اللہ اس مدت کا نام ہی جس کے وجود کی شرطیں علم الہی میں معلوم ہیں کہ فلاں وقت واقع ہونگی اور دوسری اجل اس مدت کا نام ہی کہ جس کی شرطیں علم الہی میں معلوم واقع نہیں ہیں سو یہہم ہو سکتا ہے کہ متعلق کی دونوں طرفوں سے ایک طرف کی شرطیں واقع ہو وین اور دوسری طرف اجل اللہ

ہو جاوے اور دوسری طرف پر مقدم ہو جاوے اور پہلے ہو سکتا ہے کہ دوسری طرف کی شرطیں واقع ہو وین اور وہ طرف اجل اللہ ہو جاوے اور اس پہلی طرف پر مقدم ہو جاوے اور یہ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے کہ ایک طرف معین کی شرطیں پائی جاوے اور وہ طرف نہ پائی جاوے بلکہ دوسری طرف پائی جاوے اس واسطے کہ اس میں اجل اللہ کی تاخیر بوجہی جاتی ہے اور یہ ممکن نہیں ہے سو ہر شخص کے موت کی مدت مثلاً حقیقی الٰہی کے نزدیک معین ہے اس واسطے کہ اگر اس کی اجل مبرم اور قیسی ہے تو ٹل نہیں سکتی کی طرح پر کہ اگر معلق ہے تو اس کی دونوں طرف سے ایک طرف کا پایا جانا حقیقی کے علم میں بالیقین معلوم ہے تو ان دونوں صورتوں میں تعین لازم آئی اور یہ مدت معین کسی طرح تغیر اور تاخیر قبول نہیں کرتی اس واسطے کہ علم الٰہی کا خلاف ہرگز منظور نہیں ہے اور اگر اس میں تاخیر پائی جاوے تو علم الٰہی کا خلاف لازم آتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو اس کا وقوع جو وقت معلوم تھا اس وقت اس کا وقوع نہوا سو یہ بات ہرگز ہو نہیں سکتی اور تقدیم کی صورت یہ ہے کہ اس طرف کے وقوع کی شرطیں پائی جاوے اور دوسری طرف کے وقوع کی شرطوں میں توقف ہو وے بس اس بیان سے معلوم ہوا کہ اجل اللہ مقدم ہو سکتی ہے لیکن موخر نہیں ہو سکتی پھر جو آدمیوں کو اس کی خبر نہیں ہے کہ ان دونوں طرفوں کے احتمالوں سے کون پایا جاوے گا تو ان پر لازم ہوا کہ جو طرف بہتر ہے اس کی شرطوں کے حاصل کر نہیں کوشش اور سعی کریں اور بری طرف کی شرطوں کے حاصل کرنے سے پرہیز کریں اور نیچے رہیں اس واسطے کہ کفر اور گناہ کو حرام کر دیا ہے اور ایمان اور سبندگی کو واجب کیا ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے حق میں حقیقی کا حکم لینے قصائے معلق اس طور پر جاری ہوا تھا کہ اگر یہ لوگ نوح علیہ السلام کی فرمانبرداری کر نیگے اور ان پر ایمان لاو نیگے اور عمل نیک کر نیگے تو ہر ایک اپنی عمر طبعی کو پہنچے گا اور اپنی اپنی موت پر مرے گا اور اگر یہ لوگ ان کا کہنا ناسین گے اور ان کی رسالت کی انکار کر نیگے اور اس سبب سے حضرت نوح علیہ السلام ان پر بد و عا کر بن گے تو ان کی دعا قبول کر کے ان سب کو ایک ہی مرتبہ طوفان میں ہلاک کر ڈالینگے اور علم الٰہی میں یہ آخر کی بات لینے سب کا ایک مرتبہ ہلاک ہو جانا اجل اللہ تھا اس واسطے اس کی شرطیں پائی گئیں اور اس اجل نے ان اجلوں پر جو علیحدہ علیحدہ ہر ایک کی موت کی واسطے مقدر تھیں تقدیم پائی سو ان کے حق میں اجل کی تاخیر کا وعدہ جو ایمان لانے اور عبادت اور

تقویٰ اور اطاعت کی شرطوں پر تھا صادق ہوا لیکن شرط کے فوت ہونے سے شرط بھی فوت ہو گیا
یعنی جو ایمان نہ لائے تو اجل کی تاخیر بھی نہ ہوئی حاصل کلام کا یہ ہے کہ دنیا میں تمام اسباب کا کارخانہ یہی
احتمال اور معین نہ ہونے پر بنا کیا گیا ہے اس واسطے اجلوں کا علم حسین تعین معلوم ہو جائے کیونکہ انہیں دیا گیا مگر بعض
کاموں میں بعض شخصوں کو عنایت ہوتا ہے تاکہ اسبابوں کا سببوں کے ساتھ مربوط ہونا درہم برہم
نہ ہو جائے باقی رہا یہاں پر ایک سوال جو بعض ظاہرین کرتے ہیں اس کا حاصل یہ ہے کہ جو اجل مبرم ہے
اس میں نہ تقدیم پائی جاتی ہے نہ تاخیر اور جو اجل معلق ہے اس میں جس طرح تقدیم ہو سکتی ہے اسی طرح تاخیر
بھی ہو سکتی ہے اس واسطے کہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جب حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان کی اولاد
دکھلائی تو ان میں حضرت داؤد علیہ السلام ان کو بہت اچھے معلوم ہوئے پوچھا کہ ان کی عمر کتنی ہے جنت کے
نے فرمایا کہ ان کی عمر ساٹھ برس کی ہے پھر حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی عمر سے چالیس برس ان کو دے
اور حضرت داؤد علیہ السلام نے سو برس کی عمر پائی تو اس سے معلوم ہوا کہ اجل اللہ تعالیٰ کے سبب سے جس طرح
تقدیم قبول کرتی ہے تاخیر بھی قبول کرتی ہے اس سوال کے جواب میں لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس آیت
اجل اللہ میں تاخیر نہ پائے جانیکو اذا جاز کے لفظ سے مفید کیا ہے اور اجل اللہ کے آئینے بعد تقدیم کی طرح
مکمل نہیں ہو سکتا اس واسطے یہاں پر تقدیم کی نفی نہیں فرمائی فقط تاخیر کی نفی پر اکتفا کیا ہے لیکن یہ نہیں بوجھتے
کہ اس سورت میں ان اجل اللہ کے جملہ کو سابق کے کلام سے کچھ ربط اور میل نہ ہے گا بلکہ اگر یہ معنی کے جاویں
تو جو واسطے یہ کلام لایا گیا ہے وہ غرض حاصل نہوا واسطے کہ اس جملہ کے ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ اگر کفر
کو نہ چھوڑ دے اور جنت کے حکم کی فرمانبرداری نہ کرے تو تم کو جلدی ہلاک کر ڈالینگے اور بھتاری
عمر مقدر کی مدت تک جو ہر ایک کی مقدر میں علیحدہ علیحدہ تقرر ہوئی ہے تمکو رہنے دینگے اور اگر ایمان
لاؤ گے اور فرمان برداری کرو گے تو تم سب کو ایک ہی مرتبہ طوفان میں نہ ہلاک کریں گے بلکہ
ہر واحد کو اسکی اجل مقدر تک پہنچائیں گے اور علیحدہ علیحدہ ہر ایک کی روح کو قبض کرینگے یہ واسطے
کہ اجل معین ہے جس سے کسی کے نزدیک وہ تاخیر کے قابل نہیں ہے اور جو اجل کی تعین علم الہی میں اس کی
شرطوں کے واقع ہونیکے تابع ہے تو چاہئے کہ مرغوب اجل کی شرطوں کے حاصل کرنے میں بہت سی

اجل اللہ میں تاخیر نہ پائے جانیکو اذا جاز کے لفظ سے مفید کیا ہے اور اجل اللہ کے آئینے بعد تقدیم کی طرح مکمل نہیں ہو سکتا اس واسطے یہاں پر تقدیم کی نفی نہیں فرمائی فقط تاخیر کی نفی پر اکتفا کیا ہے لیکن یہ نہیں بوجھتے کہ اس سورت میں ان اجل اللہ کے جملہ کو سابق کے کلام سے کچھ ربط اور میل نہ ہے گا بلکہ اگر یہ معنی کے جاویں تو جو واسطے یہ کلام لایا گیا ہے وہ غرض حاصل نہوا واسطے کہ اس جملہ کے ذکر کرنے سے غرض یہ ہے کہ اگر کفر کو نہ چھوڑ دے اور جنت کے حکم کی فرمانبرداری نہ کرے تو تم کو جلدی ہلاک کر ڈالینگے اور بھتاری عمر مقدر کی مدت تک جو ہر ایک کی مقدر میں علیحدہ علیحدہ تقرر ہوئی ہے تمکو رہنے دینگے اور اگر ایمان لاؤ گے اور فرمان برداری کرو گے تو تم سب کو ایک ہی مرتبہ طوفان میں نہ ہلاک کریں گے بلکہ ہر واحد کو اسکی اجل مقدر تک پہنچائیں گے اور علیحدہ علیحدہ ہر ایک کی روح کو قبض کرینگے یہ واسطے کہ اجل معین ہے جس سے کسی کے نزدیک وہ تاخیر کے قابل نہیں ہے اور جو اجل کی تعین علم الہی میں اس کی شرطوں کے واقع ہونیکے تابع ہے تو چاہئے کہ مرغوب اجل کی شرطوں کے حاصل کرنے میں بہت سی

اور کوشش کرو سو حقیقت میں جو اب اس شبہ کا یہ ہے کہ حضرت آدم اور حضرت داؤد علیہما السلام کے قصے میں اجل اللہ سو سال تھی نہ ساٹھ اس واسطے کہ اجل اللہ اس تعلیق کی طرف کا نام ہی جس کی شرطیں پائی جاویں اور معلق کے دونوں طرفوں کو اجل اللہ کہنا مجاز کے طور پر ہی اس واسطے کہ دونوں طرفوں میں سے ایک طرف اجل اللہ ضروری ہی ہے بس یہ معلوم ہوا کہ اجل اللہ کی تاخیر کی طرح ممکن نہیں ہے ان تقدیم اس کی ہو سکتی ہے لیکن اسی طور پر جو مذکور ہوا یعنی تعلیق کی دونوں طرفوں میں سے ایک کو ایسی چیز کے ساتھ معلق کرنا جو پائے نجاوے اور دوسری طرف کو اس کی حد کے ساتھ معلق کرنا پھر جب وہ چیز پائے نجاوے کی تو حد اس کی ضرور پائے جاوے گی بس یہی دوسری طرف ثابت ہوگی اور وہی اجل اللہ ہی جو علم الہی میں واقع ہو نیوالی تھی اور اس میں جو فرق ہے اس کی کہ نہیں یہ ہے کہ واقع چیز کا موخر ہونا غیر واقع سے معقول نہیں ہے اپنے متعلق میں نہیں آتا اور واقع کا مقدم ہونا غیر واقع پر معقول اور ثابت ہے اور اجل اللہ دونوں طرفوں میں سے واقع کی طرف متعلق ہوتی ہے اس کی دوسری طرف غیر واقع ہوتی ہے اور اگر کسی کو ابھی شبہ گزرے کہ اجل معلق کی تاخیر حدیث نبویؐ میں بہت سی آئی ہے چنانچہ بخاری و الدین کے مقدمے میں اپنے فرمایا ہے کہ لَا يَنْبَغِي فِي الْعَمَلِ إِلَّا التَّوَلَّى نَهْنِ زِيَادَهُ كَرَنِي عَمْرُكَ كَوْنِي خَيْرَ مَرٍ كَوْنِي كَرَنِي خَيْرَ مَا بَابِ كَسَاةٍ أَوْ رَأْيِ خَوِشٍ أَوْ رَأْفَةٍ كَسَاةٍ مَلْهُ رَحْمِي أَوْ نِيكَ سَلُوكِ كَرَنِي مقدمے میں اپنے فرمایا ہے کہ مَنْ أَحَبَّ أَنْ يَنْبَغِي لَهُ فِي رِزْقِهِ وَيَسْأَلَهُ فِي إِثْرِهِ فَلْيَصِلْ رَحْمَةً يَنْبَغِي لَهُ خَفْصٌ كَسَاةٍ كِي جَادِ كِي جَادِ كِي رِزْقِ مِيْنِ أَوْ تَاخِرِ كِي جَادِ كِي نِيْجِي يَنْبَغِي اس کی اولاد اور نسل بہت دونوں تک رہے تو چاہے کہ صلہ رحمی کو اپنا شیوہ کرے اور اپنے خویش اور اقربا سے سلوک کرے اور دعا کے باب میں آیا ہے کہ اِنَّ الدُّعَاءَ وَالسَّلَاةَ لَيُعْتَلِجَانِ وَلَا يُؤَدُّ الْقَضَاءُ إِلَّا الدُّعَاءَ يَنْبَغِي قَضَاءُ الہی کو کوئی چیز دے نہیں کرتی مگر دعا و سجدہ میں اجل کی تقدیم کا کہیں ذکر نہیں ہے اور حال یہ ہے کہ اس تقریر کے بموجب تقدیم ہو سکتی ہے تاخیر ممکن نہیں ہے بلکہ مقصود یہی نہیں ہے سو جواب اس کا یہ ہے کہ تاخیر کا مقصور نہونا اس تقریر میں اجل اللہ کے ساتھ مقصود ہے اور اجل اللہ تعلیق کی دونوں طرفوں میں سے ایک طرف ہے جو علم الہی میں معین ہے اور دونوں میں جو تاخیر

آئی ہے وہ بھی اسی تعلیق کی دونوں طرفوں میں سے ایک طرف ہی لیکن بے تعین علم بشری کی نسبت سے
اب اس سورہ میں کچھ آپس میں منافات نہ ہی لیکن تقدیم کو جو حدیثوں میں ذکر نہیں کیا اسکی وجہ یہ ہے کہ آدمی
اکثر موت میں تاخیر چاہتا ہے نہ تقدیم پس اس صورت میں جو عمل تاخیر کے سبب پڑتے ہیں ان کا بتانا ضرور ہو جس
طرح دعا کی قبولیت اور مطلب کا جلد حاصل ہونا کہ یہ چیزیں آدمی کی مرغوب اور خواہش کی ہیں اور ان میں
جلدی چاہتا ہے اسواسطے اس میں تقدیم بھی آئی ہے اسبطرح وہ چیزیں جن میں خوف و لانا منظور ہے
جیسے بغاوت اور ماباپ کی نافرمانی اور زنا کی کثرت سو اس میں موت کی تقدیم اور عمر کی کوتاہی سے
بھی ڈرا دیا ہے سو علم بشری کی نسبت سے اجل معلق میں تعلیق کی دونوں طرفوں سے ایک طرف کی تاخیر کو
جائز رکھا ہے جس طرح تقدیم بلاشبہ جائز اور درست ہے اور حق ہے اس علم میں اسباب اور سببات کے
کارخانے کو اسی طور سے مبہم اور مخمل رکھا ہے اگر یہہاں ہم درمیان میں نہوتا اور تعلیق کی دونوں طرفوں
میں سے ایک طرف کا یقین ہو جاتا تو سعی اور کوشش کا کارخانہ بالکل برہم و رہیم ہو جاتا سو کلام آہی اس
سورہ میں اجل اللہ کی تاخیر کو نفی کرتا ہے اسواسطے کہ وہی طرف واقع ہو نیوالی ہے نہ یہ کہ دونوں طرفوں
سے ایک طرف مبہم کو نفی کرتا ہوا اور ظاہر بینوں کے طور پر جو تقدیم اور تاخیر میں فرق نہیں کرتے یوں کہہ
سکتے ہیں کہ اس سورہ میں اجل اللہ کی تاخیر کی نفی اسکے آجانے کے بعد فرمائی گئی اور حدیثوں میں جو تاخیر
کا جواز پایا جاتا ہے وہ آنے کے قبل ہی نہ بعد آجانے کے تو اب آیت اور حدیث کے مضمون میں کچھ
منافات باقی نہ رہی لیکن بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ رَأَيْتُ رَجُلًا اَنَا مَلِكُ الْمَوْتِ لِيَقْبِضَ
رُوحَهُ فَجَاءَهُ بَرَّةٌ بَوَالِدَيْهِ فَمَرَعَهُ مِنْ يَدِهِ بَعَثَ دِيكًا مِّنْ اِيَّاكَ اس کے پاس ملک
الموت تاکہ قبض کرے اسکی روح پھر آیا اس پاس بڑا سکا پینے وہ نیکی جو مان باپ کی فرمانبرداری سے
اسکو حاصل ہوئی تھی اور چھین لیا اس روح کو ہاتھ سے ملک الموت کے سو اس صورت میں اجل اللہ کی تاخیر
آنے کے بعد بھی ثابت ہوتی ہے البتہ اگر یوں کہا جاوے کہ ملک الموت کا آنا اجل اللہ کے آنے کو لازم نہیں
ہے تو ہو سکتا ہے لیکن یہ بات عقل سے دوری رکھتی ہے بس تحقیق یہ بات ہے کہ تعلیق کی دونوں
طرفوں میں اجل اللہ اس طرف کا نام ہے جو ہونیوالی ہے اور سب مناسب شرطوں کو جامع ہے اور تمام

موانع اور مخالف کو مانع اور اکثر مفسرون نے اس آیت کے معنی اس طور پر کہے ہیں کہ یوحنا نے جسے اَجَلٌ مُّسَمَّیٌّ سے اجل مبرم جلعینی ہے وہ مراد ہی اور اجل اللہ سے بھی وہی مراد ہی اور اس اجل مبرم میں جس طرح تاخیر نہیں پائی جاتی تقدیم بھی نہیں پائی جاتی ہے لیکن تاخیر کی نفی پر اس واسطے اکتفا کیا ہے کہ یہ مقام اسی بات کو چاہتا ہے کہ تاخیر کی نفی سے ڈرا یا چاہئے نہ تقدیم کی نفی سے کہ یہ مطلب کا عکس ہے اور تحقیق بات یہ ہے کہ اجل کی تین قسمیں ہیں ایک مبرم اور محتمل یعنی یقین کی گئی ہے کہ اس میں تردد اور شبہ ہرگز گنجائش نہیں رکھتا ہے اور تقدیم اور تاخیر بھی اس میں منصوص نہیں ہے اس واسطے کہ تقدیم اور تاخیر دو احتمال کو چاہتی ہے اور اجل معلق کی دونوں طرفوں میں سے ایک طرف واقع ہونیوالی ہوتی ہے سو یہ دونوں طرف ہوتی ہے جس کے وجود کے شرطوں کا مجتمع ہونا اور اسکے موانعات کا دفع ہونا علم الہی میں ثابت ہو چکا ہے اور یہ طرف مقدم ہوتی ہے دوسری طرف پر جو واقع ہونیوالی نہیں ہے اور تاخیر کو ہرگز قبول نہیں کرتی جس طور سے کہ اوپر گزر چکا ہے اور یہ دوسری قسم ہے اور یہ دونوں قسمیں اجل اللہ ہیں اور تیسری قسم اجل معلق کی دوسری طرف ہے جو غیر واقع ہے اور اسکے وجود کی شرطوں کا مجتمع ہونا اور اسکے موانعات کا دفع ہونا علم الہی میں ثابت نہیں ہوا ہے سو اس قسم میں تقدیم اور تاخیر دونوں ہو سکتے ہیں اور اس قسم کو وہی اور احتمالی کہتے اور معنی آیت کے یوں بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر تم لوگ ہماری فرمان برداری اور بندگی اور پرہیزگاری کرو گے تو تم کو حق تعالیٰ دنیا کی پکڑ سے نجات بخشے گا اور عمر بھر تم کو کسی خدایہ اور بلا میں جیسے قحط اور وبا و عام میں گرفتار نہ کرے گا اور اگر میری فرمان برداری اور بندگی اور پرہیزگاری نہ کرو گے تو تم سب ان بلاؤں میں گرفتار ہو گے لیکن وہ موت جو مقرر ہے وہ کیسی طرح سے دفع ہونیوالی نہیں ہے پیغمبروں کی اطاعت اور فرمان برداری اور پرہیزگاری کی بڑی تاثیر ہے کہ دنیا کی بلاؤں سے بچ جانا نہ یہ کہ موت دفع ہو جاوے اس واسطے کہ اجل اللہ میں تاخیر نہیں پائی جاتی اور کسی چیز سے تاخیر نہیں ہو سکتی لیکن جب یہ معنی ہونگے تو پھر وہی سوال وارد ہو گا کہ بعضی صحیح حدیثوں میں نیک عمل کے سبب موت میں بھی تاخیر ثابت ہوتی ہے سو بدو ان اس بات کے کہ اجل کی دو قسمیں کی جاوے ایک وہی اور تعلیقی اور دوسری اجل اللہ اور تحقیقی کیسی طرح گزارہ نہیں ہے اور کوئی بات بن نہیں پڑتی

غرض کہ حاصل اس تقریر کا یہ ہے کہ حقیقت کے علم میں جو مدت ہر شخص کی موت کی واسطے مقرر اور مقرر کی گئی ہے اس میں کسی طرح سے تاخیر نہیں پائی جاتی تو کنتم تعلکون کبھی تم جانتے اس بات کو کہ ہر شخص کی موت کا مزہ چکھنا اپنے وقت پر ضروری ہے اور اگر تم کہو کہ ہم منکر موت کے نہیں ہیں تو ہم کہتے ہیں کہ تمہاری حرص اور محبت دنیا کے کاموں پر اس مرتبہ کو پہنچی ہے کہ گویا تم اپنی موت کے آنے سے اپنے وقت پر منکر ہو اور ہر وقت تم انہی چیزوں کی تلاش اور کوشش میں رہتے ہو جس سے موت دفع ہو جاوے اور وعدہ مل جاوے اور عمر بڑھ جاوے اگر اس بات کا تم کو یقین کامل ہو تا کہ اس وعدے میں کتنی بڑھتی ہوئی ہوتی ہے تو اس یہودہ کام کے پیچھے نہ پڑنے اس جگہ پر حقیقت کے مختصر بیان فرمایا تھا اس قصہ کی یون ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ختمی کا حکم اپنی قوم کو پہنچایا اور عذاب الہی سے خوف دلایا اور ان کی قوم نے ان کو جھٹلایا اور ان کی بات کو نانا بھانٹا کہ صد بار بس اسی طور پر گزرے اور لوگوں کی کتنی پشتیں گزر گئیں جو شخص اس قوم میں مرنے کے قریب ہوتا تھا اپنی اولاد کو نصیحت کر جاتا تھا کہ خبردار اس شخص سے یعنی حضرت نوح علیہ السلام سے بچے رہنا اور ہرگز اس کی بات مت سنا اور اپنے باپ دادا کے طریقہ کو مت چھوڑنا اس واسطے کہ بڑا دیوانہ ہو گیا ہے وہاں تباہی بکا کر رہا ہے پہلے ہی عمریں گزر گئیں کہ بھوکھوٹے وعدے ڈرایا اور کبھی اس کا وعدہ سچا نہیں ہوا غرض اس قدر آپ کی ذلت اور خوارت کے درپے رہتے تھے کہ چھوٹے چھوٹے اپنے لڑکوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا کرتے تھے تاکہ منسی اور مسخری آپ کی کریں اور آپ کو تھمر ماریں اور جب حضرت نوح علیہ السلام میں کچھ کڑی کرتے اور عذاب الہی سے زیادہ خوف لاتے تو وہ بے بدبخت آپ کو بس قدر بار بے کہ آپ کے بدن اور چہرے خون بہنے لگتا لیکن حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ نے اس قدر حلم اور بردباری عطا کی تھی کہ باوجود اس ظلم اور تعدی ان بدبختوں کے آپ ہمیشہ جناب الہی میں ہمہدعا کیا کرتے تھے کہ اس میری قوم کو بخش دے کہ یہ مجھ کو بنی جائے یہ نہیں کرتے ہیں اور میرے پیغمبر کے ساتھ اپنے گمان میں بے ادبی نہیں کرتے ہیں بلکہ ہر لوگ جاہل ہیں اپنی نادانی سے ایسا کرتے ہیں انتہی اور اس قصہ کو سمجھ کر اس واسطے بیان فرمایا کہ اسی صورت میں حضرت نوح علیہ السلام کے عرض احوال میں ہی مضمون بالکل مذکور ہے سو اگے حضرت نوح علیہ السلام کی زبانی حکایت کے طور پر یہی قصہ نقل فرمایا اگر وہاں بھی یہ قصہ مذکور

ان پر کچھ مجھکو حکومت حاصل ہو اور مجھکو اس نصیحت کرنے کے عوض میں اسے کچھ ملے بلکہ انہی کے خاص نفع کی خاطر
 یعنی لَتَغْفِرَ لَهُمْ تَاكِيَةً بِشَرِّ دَعْوَانِ كَيْ تَحْلِلَ كُنَاهُ اور اس سبب سے تیری رحمت کی لیاقت پیدا کریں
 اور تیرے قہر اور غضب سے نجات پاویں جَعَلُوا اَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ كَرِهِيَ الْاَعْْيَانُ اپنے اپنے کانوں
 میں تاکہ میری نصیحت کی آواز بھی ان کے کانوں میں نہ پہنچے وَاسْتَنْشَوْا ثِيَابَهُمْ اور لپیٹے اپنے کپڑے اپنے
 اوپر تاکہ میری صورت نہ دیکھیں اور آواز بھی میری نہ سنیں اور اب انہو کو ہاتھ کے پٹنے کے وقت کہیں
 انگلی ڈھیلی ہو جاوے اور کوئی بات میری ان کے کان میں نہ پڑ جاوے اور باوجود ایسی نفرت کے کبھی اُن
 گناہوں کو جنہیں گزشتہ چھوڑ دیتے تو کیا اچھی بات ہوئی کہ غضب اور قہر لگی تو تھوڑا اسے کم ہو جائے لیکن
 انھوں نے اس کا اٹل کیا اور برائیوں میں اور بھی زیادتی کی وَاصْرَوْا اور صرار اور ہٹ کی انھوں نے
 گناہوں پر وَاسْتَكْبَرُوا وَاسْتَكْبَارًا اور تکبر کیا انھوں نے میری فرمانبرداری سے انتہا درجے کا تکبر کرنا
 اور یہ لوگ یہ سمجھے کہ میں اپنا حکم ان پر چلا یا چاہتا ہوں اور ان کی تائید کرتا ہوں جس طرح سے انکو اپنا تابع کیا چاہتا ہوں
 تاکہ اسے کچھ فائدہ مجھکو دنیاوی حاصل ہووے اور یوں سمجھے کہ یہ جو چھپے چھپے سمجھاتا ہوں اسکا مطلب
 یہ ہے کہ اس پوچ اور جھوٹی بات کو علیحدہ علیحدہ سمجھو کہ اپنا فریفتہ کر لے اور اپنے جال میں پھانس لے
 اور اپنی بات ہر ایک کے دلیں بٹھاوے اسی سبب سے کئے سامنے کھل کے کہہ نہیں سکتا ہے تاکہ ہم سب مل کے
 اس کی پوج بات سے خبردار نہ ہو جاویں اور سب کے مجمع میں اسکو الزام نہ دے دیویں سو معلوم ہوا کہ
 یہ شخص فریبی و غاباز ہی ہرگز خیر خواہ نہیں ہے پھر جب مجھکو اُن کا مطلب معلوم ہوا کہ میرے پوشیدہ
 سمجھانے سے یہ لوگ بدگمان ہوتے ہیں اور مجھے زیادہ بھاگتے ہیں تب نصیحت کرنے کا دوسرا
 طور اختیار کیا میں نے اُن کو اُن کی دعوت تمام جھگڑا پھر بلا میں نے ان کو تیری طرف بر ملا اور کھلے انکے
 مجمع اور مجلسوں میں اور انکو کہلا کہلا الزام دیا میں نے اور اس بات کو ثابت کیا میں نے کہ غیر اللہ کی
 عبادت دنیا میں حجاب کا اور عقبی میں عذاب کا سبب پڑے گا اور حق تعالیٰ کی عبادت سے جمال انوار
 حاصل ہو نیگا اور اس کی مہربانی کا سبب ہو گا تاکہ ان کی بدگمانی دفع ہو جاوے لیکن دیکھا
 میں نے کہ اس کھلی نصیحت نے ایک دوسری بدگمانی ان کے دل میں پیدا کی پند کی یعنی دے یہ سمجھے

کہ ہم نے اسے پوشیدہ کہنے کو نہ مانا تو اس کے عوض میں ہم کو الزام دیتا ہے اور ہماری سخت اور قضیتی طاقتیں چنانچہ عرب میں یہ مثل شہور ہے کہ النصیح بین الملک قہر یلع یعنی نصیحت کرنا سب کے سامنے رنج اور قلق میں ڈالنا ہے اور اس میں کھلے نصیحت کرنے کو اپنی خیر خواہی بخانی آخر لاچار ہو کر نصیحت کر نیکاً تیرا طریقہ اختیار کیا میں نے تم لایا اعلنت لکم واسررت لکم اسیراد اچھر تحقیق ظاہر کی میں نے ان پر دعوت اور ثابت کیا اسکو عقلی دلیلوں اور قطعی حجتوں سے اور پوشیدہ بھی کی میں نے ان کو دعوت اور اسکو کشتی دلیلوں اور وجدانی حجتوں سے ثابت کیا لیکن ایک قسم کی پوشیدگی سے یعنی عفتی دلیلوں کے میل میں کشتی دلیلوں کو بھی بیان کر دیا اور فقط کشف پر اکتفا نہ کیا میں نے اس واسطے کہ ایسا نہ ہو کہ اسکے سچ جاننے میں ان کو تامل ہوے اسی واسطے حق تعالیٰ نے اسررت کے بعد اس مصدر کو جو نوع پر دلالت کرتا ہے ذکر فرمایا اعلنت لکم علانا فرمایا اس واسطے کہ ہم ہر طرح سے اعلان اور ظہور پایا جاتا تھا اور وہ ایک وجہ سے پوشیدگی پائی جاتی ہے نہ دوسری وجہ سے سوطا ہر اور پوشیدہ دونوں طور سے سمجھایا میں نے تاکہ دونوں بدگمانیاں ان کی دفع ہو جاوین یعنی ظاہر ہینا کی بدگمانی پوشیدہ سے اور پوشیدہ بیان کرنے کی بدگمانی ظاہر کے بیان سے دور ہو جاوے لیکن دیکھا میں نے کہ تنبیہوں طریقے سے دعوت کرنے میں کچھ فائدہ نہ ہوا اور خطابی اور عفتی اور کشتی تنبیہوں قسم کی دلیلوں کے بیان کرنے سے کچھ حاصل نہوا اور انکے ظاہری احوال کو دیکھا میں نے کہ اس کفر اور گناہوں کی مشامت سے چالیس برس ہوئے کہ قحط میں مبتلا ہیں کھیت بیان اور باڑیاں اور مال اور اسباب اور جانور انکے سب خراب اور ہلاک ہوئے ہیں اور عورتیں ان کی باج ہو گئیں اور اولاد ہونا بند ہو گیا ہے اور چشتے اور نہرین ان کی سب خشک ہو گئیں ہیں تو اس وقت میں یہ سوچا کہ آپسے لوگ اس بلا میں گرفتار ہیں اور جان سے بہ تنگ ہیں ایسے وقت میں اس دنیاوی نعمتوں کا لالچ دلا کے انکو راہ پر لایا چاہئے شاید اس دنیاوی نفع کو دیکھ کر میرا کہنا قبول کر لیں اور راہ پر آجاوین پھر جب اس طریقہ کی بہتری اور خوبی ان پر کھل جاوے گی تو اس وقت ان کی نیت بھی خالص ہو جائیگی اور اپنے مطلب کو پہنچ جاوینگے اس بات کو اپنے دل میں سوچ کر دوسرا ڈھنگ ڈالا اور دعوت اور سمجھانے کا طریقہ دوسرا

طور سے شروع کیا میں نے فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ پھر کہا میں نے کہ بخشش طلب کرو اپنے گناہوں کی اپنے پروردگار سے اگر تم اس کی عبادت اور پرہیزگاری جیسی چاہئے ربّ شرتون کی رعایت سے نہیں ہو سکتی اس واسطے کہ اِنَّهٗ كَانَ عَقَابًا مُّشْكًا وہ تمہارا پروردگار بڑا بخشنے والا گناہوں کا ہے اور اگر سب گناہ اور بُرائیاں تمہاری نہ بخشیگا تو اتنا تو ضرور ہو گا کہ یہم جو تم اپنے گناہوں کے وبال سے اس بلا میں گرفتار ہو سو اس نیا کی بلاؤں سے تو نجات پاؤ گے یٰۤاَسْمٰٓءُ عَلَیْکُمْ مِّثْلُ رَاۤءٍ بھیجگا بدلی کو تم پر برستی ہوئی نہ اسطور کی جیسی خشک بدلی اب قحط کے دنوں میں آتی ہے اور تم کو جھوٹی طمع دلا کے اور حشر اور افسوس میں گرفتار کرتی ہے وَیَمْدِ ذَکُمْ بِاَمْوَالِکُمْ اور مدد کرے تمہارے مالوں کی بہتایت سے لینے کھینچوں اور چراگا ہونے اور جانور و انسان کی نسل اور دودھ اور گھی کی پیدایش کی زیادتی سے وَبَنٰیۤنَ اور مددگاری کرے گا بیٹوں سے یعنی ان رطوبتوں سے جو حیض کے استحالہ کے واسطے متعدد ہونے اور آبِ تمہاری عورتوں کے بدنوں سے خشک ہو گئی ہیں جتنے کے قابل نہیں رہیں جس طرح برسات کا پانی قحط اور یسوت کے غلبے سے خشک ہو گیا ہے اور تمہاری منی بھی خشک ہو گئی ہے وہ بھی نطفہ ہونیکے قابل نہ رہی اور جب تمام عالم میں رطوبت بھیل گئی تو وہ رطوبت بھی تمہارے اور تمہاری عورتوں کے بدنوں میں پھراؤ گی اور یہم ہر سو سے یسوت جو تمہارے مزاج پر چھا گئی ہے اس کے ساتھ وہ رطوبت بل کے اعتدال ہم پہنچاؤ گی اور یہ اعتدال کا پایا جانے والا دوزخ میں پیدا ہونیکا سبب ہے گناہ مٹیوں کا اس واسطے کہ لکیلی پیدائش کی واسطے طوبیٰ کی کثرت چاہو اس واسطے کہ عورت کا مزاج بہر طوب ہوتا ہے وَیَجْعَلُ لَکُمْ جَنَّٰتٍ اور کردے گا تمہاری واسطے باڑیاں پانی کی کثرت اور چشمے اور کنوؤں کے جاری ہونے سے وَیَجْعَلُ لَکُمْ اَنْهٰٓاۡرًا اور کردے گا تمہارے واسطے نہریں جاری برسات اور زمین کے پانی ملنے کے سبب سے اور پہاڑوں میں پانی جمع ہونے اور آہستہ آہستہ نشیب میں اور خشک ندیوں میں جاری ہونے کے سبب سے یہاں پر بوجھا چاہئے کہ اس آیت کا مضمون اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ گناہوں کی شامت سے بھی کبھی قحط پڑتا ہے اور مال اور اولاد کی ہلاکی اور رکھیت اور باغوں کی خرابی اور بربادی میں لوگ مبتلا ہوتے ہیں اور استغفار کرنا یعنی مغفرت طلب کرنا اسکے واسطے بہت مفید ہے اسی واسطے شریعت میں صلوٰۃ الاستغفار مقرر فرمائی اور استغفار کا اس میں حکم

فرمایا ہے چنانچہ شعبی رحمۃ اللہ علیہ ایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک دفع قحط پڑا سب صحابہ کو لیکر آپ استسقے کے واسطے گئے اور منبر پر چڑھے تاکہ دعا کریں اور پانی ہی تھا کی درگاہ سے مانگین لیکن منبر پر جا کے سوائے استغفار کے کچھ بھی نہ کہا اور منبر سے اتر آئے اور مکان کو چلے جب مکان پر پہنچے لوگوں نے عرض کیا کہ یا امیر المومنین باران کے طلب کی دعا تو آپ نے نہ کی آپ نے کہا کہ میں نے بڑے عمن اور قوی سبب سے باران کو طلب کیا ہے اور یہی آیت آپ نے پڑھی راوی کہتے ہیں کہ پھر پانی اتنا برساکہ قحط بالکل دور ہو گیا اور زید بن صبیح بن صبیح رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص ان کے پاس آیا اور قحط کا شکوہ کیا انھوں نے اس سے کہا کہ استغفار کہا کر پھر دوسرا شخص آیا اس نے اپنے فقر اور افلاس کا کچھ گلا کیا اس کو بھی یہی فرمایا کہ استغفار کہا کر پھر تیسرا شخص آیا اور کہا کہ میرے لڑکا نہیں ہوتا ہے آپ دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ مجھ کو لڑکا عنایت کرے آپ نے اس کو بھی فرمایا کہ استغفار کہا کر پھر چوتھا ایک شخص آیا اس نے اپنے کھیتی اور باڑی کے حاصل کی شکایت کی کہ اس میں کچھ پیدا نہیں ہوتا آپ نے اس کا بھی استغفار کرنے کی نصیحت کی آپ کی مجلس کے لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے ان چاروں کو ایک ہی امر کی نصیحت کی حالانکہ ہر ایک کا مطلب جدا تھا آپ نے فرمایا کہ میں نے کچھ اپنی طرف سے یوں نہیں کہا بلکہ حق تعالیٰ نے خود قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ ان چاروں آفتوں کا دفعیہ استغفار ہے اور اس آیت کو آپ نے پڑھا اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی دلیل سے کہتے ہیں کہ استغفار حقیقت میں دعا اور استغفار کرنا ہی نماز اور خطبہ اور دوسرے اس کے لوازمات کچھ ضروری نہیں ہیں یعنی اگر ہوں تو بہتر ہے اور نہیں تو کچھ ہرج نہیں ہے اصل مقصود اس میں دعا اور استغفار سے بھی حاصل ہوتا ہے ماکم کہ کیا ہوا ہے تم کو جو حقیقت لای کی عبادت سے انکار کرتے ہو اور پرہیز گاری میں قصور اور اس کے رسول کی فرمانبرداری سے تجر اور غرور کرنے ہو شاید کہ لا تَرْجُونَ لِلّٰهِ وَقَارًا امید نہیں رکھتے ہو خدا کے واسطے عظمت اور بزرگی کی کہ اس عظمت اور بزرگی کے سبب سے اپنے تابعداروں اور فرمانبرداروں کو نقصان اور زیان سے بچا کر ترقی کے کمال کو پہنچاویگا اور طبیعت کی تاریکی سے نکال کر قدس کے انواروں سے مشرف کرنے کا واسطہ کہ جو شخص کسی کی تعظیم اور بزرگی سے انکار کرتا ہے تو اس کا سبب ہی

ہوتا ہے کہ اسکو آپ بڑا نہیں جانتا کہ اس برائی کے سبب سے اسکو اپنے سے بڑا سمجھ تو ایسے شخص کی تعظیم کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہیں اور اس کی فرمانبرداری اور نافرمانی یکساں ہے سو جنت کے لیے جناب میں ایسا وہم کرنا باطل اور غلط ہے عقل کے نزدیک بھی بدون فکر اور تامل کرنے کے اسواسطے کہ اگر اسکی عظمت کو جو تمام عالم میں جلوہ گر ہے تم دیکھ نہیں سکتے ہو تو اپنی ذات میں دیکھو اور اپنی پیدائش میں نظر اور غور کرو وَقَدْ خَلَقْنَا أَطْوَارًا اور بیشک پیدا کیا ہی تھا کہ ہانت ہانت کا اور ہر رنگ پہلے رنگ سے بہتر اور خوب ہے اور ہر دوسرا طور تمہاری ترقی کا سبب پڑتا ہی پہلے کی نسبت سے چنانچہ پہلے عناصر تھے پھر غذا کو آپس میں ترکیب کر کے تھوڑی اصل درست کی پھر اس نطفے کو بنایا پھر اسکو خون بندھا کیا پھر اس کو بند ہی بولی گوشت کی کی پھر اس میں بعضے کو ہڈی اور بعضے کو نرم گوشت بنایا اور یہ سات طور بدن میں روح آنے کے پہلے ہوتے ہیں پھر جب نفع روح کیا تو تم بچے ہو کہ ماکے پیٹ میں مفید ہوئے ہلنا ڈلنا ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا ہاتھ پاؤں سے اپنی خواہش کے موافق کچھ کام کرنا یا آنکھ سے دیکھنا کان سے سنا کچھ بھی تم سے ہوسکتا تھا پھر اس قید خانے میں تم کو خلاصی دی اور ماکے پیٹ سے صبح و سالم باہر نکالا اور ماکے دودھ کی لذت نکولی اور اس کی گود میں پلنے لگے اور دودھ پینے بچے کہلائے اور کچھ پلنے ڈلنے دیکھنے سنے کی طاقت تکوینیت ہوئی پھر چلنے پھر نیوالے بچے ہوئے تم اور چلنے پھرنے سے سیر تماشے کی لذت نکولی لیکن اپنے ہی گھر اور کوچے میں پھر نوجوان ہوئے اور بازار اور باغ اور دریا اور غلبوں کی سیر اور دیکھنا لوگوں کا اور سنا خوش آوازوں کا تکوینیت ہوا پھر جوانی کے کمال کو پہنچے اور دور و دراز سفر کر کے مال کمانا شروع کیا پھر متوسط عمر کو پہنچے اور عقل اور تجربہ اور تدبیر میں کمال کو پہنچ کر بڑا مرتبہ اور نام حاصل کیا پھر نکو بڑھے پن کی طرف پھیرا تاکہ آخرت کے سفر کے واسطے مستعد اور تیار ہو جاؤ اور قوت مشہوری اور غضب کے مضحک اور کم زور ہونے کے سبب سے حق تعالیٰ کی راہ چلنے کے موافق تھے اور ہو جاؤ یہ اور اس عالم آخرت کی ترقی کے اسباب کچھ حاصل کرو اور یہ بھی سات طور ہوئے دنیا میں زندگی پانے کے وقت سے آخر وقت تک اور اگر اپنے بدن اور اعضا میں اور جو حکمتیں کہ ان میں سپرد کی گئیں اور چھپائی گئیں میں غور کرو اور دیکھو تو ظاہری رکن تمہارے بدن کے بھی سات طور کو شامل

ہیں جیسے کمال کہ زینت اور محافظت کے واسطے ہی اور گوشت قوت اور گرمی کے واسطے ہی اور ٹپھے ہلنے
ڈلنے کے واسطے ہین اور رگین اور آنتین غذا کے پہنچانے کے واسطے مقرر ہیں اور شرائین کی رگین روحون
کے ڈرانے کے واسطے مقرر ہیں اور ہڈیاں ستون یعنی تھوٹے قائم مقام ہیں اور روحین قوتون کی
حامل اور زندگی کی سواری ہیں اور اس میں ہر طور اپنی سفالی طور سے نفیس اور شریف ہے اور پوشیدگی
کے عالم میں بھی چھپے رکن تھارے سات طرح پر واقع ہوئے ہیں پہلے قوی اور دوسرے نفس اور
تیسرے عقل اور چوتھے سر اور پانچویں روح اور چھٹی خفی اور ساتویں اخفی یعنی بہت نفی جو غیب
الغیوب اور صین جمع تھاری ذات کی ہے اور اس میں بھی ہر طور سفالی طور سے بہتر اور اعلیٰ ہے پھر باوجود
ان چیزوں کے تم کو کیا ہوا ہے جو غیب کو ظاہر پر اور معقول کو محسوس پر اور آئندہ کو گذشتہ پر قیاس نہیں
کرتے ہوا اور آفاق کو نفس کے ساتھ مطابقت نہیں دیتے ہوا کہ تَرَوَا كَيْفَ خَلَقَ اللَّهُ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ
طَبَقًا كَذَلِكَ نَبَيِّنُ لَكُمُ الْآيَاتِ كَيْفَ تَعْلَمُونَ سات آسمان طبقے طبقے یعنی ایک کے اوپر ایک اور
ہر طبقہ موٹائی اور بلندی اور کشادگی اور بڑائی میں اپنے نیچے کے طبقے سے زیادہ ہوا اور آسمانوں کا سا
ہونا اور ہر آسمان کا اپنے نیچے والے آسمان سے زیادہ ہونا اس طرف نہ کہنے سے بوجھا جاتا ہے اس واسطے
کہ سات حرکتیں مختلف سات ستاروں کی ظاہر دیکھی جاتی ہیں اور ہر ستار کا صاحب کا شف دوسرا
ستارہ دیکھا جاتا ہے سو عقل سے صراحت یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ ساتون ستارے ایک تہاں
پر نہیں ہیں بلکہ ہر ایک جگہ سے آسمان پر ہیں ان کی حرکتیں جو دوری دیکھی جاتی ہیں تو اس سبب سے
بوجھا جاتا ہے کہ ہر ایک آسمان گڑے کی شکل ہے یعنی گول ہے اور دوسرے آسمان کو جو اس کے نیچے ہی گھیر
ہوئے ہیں اور اگر آپ انہو تا تو ستارے کی حرکت زمین کے نیچے کی طرح سے ہو سکتی اور یہ بات
ظاہر ہے کہ جو چیز کسی دوسری چیز کو کھیرے ہوتی ہے تو گھیرائی زیادہ ہوتی ہے گھیری گئی سے اتنے
یہ بات ثابت ہوئی کہ ہر نیچے کے آسمان سے اس کے اوپر کا آسمان بڑا ہے وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِي تُوْنِ
اَوْر کر دیا ہے چاند کو ان ساتون آسمانوں کے درمیان میں روشنی کا سبب کامل جو دوسرے ستاروں
کی روشنی سے بہت زیادہ ہے گویا کہ اس کی روشنی کے مقابلے میں دوسرے ستاروں کی روشنی نہیں

ہی تاکہ یہ دلیل ہو اس بات پر کہ ظلمانی عالم میں نور کا فیض پہنچنا ناممکن ہی وجعل الشمس سراجا اور کر دیا
 ہی سورج کو ایکس چراغ چمکتا ہوا اسطور کا کہ چاند کی روشنی حقیقت میں اسی چراغ سے ہی جسطور سے کہ ^{مستقل}
 کئے ہوئے لوہے کے تختے پر چراغ کی روشنی پڑ کر اس تختے کو چمکا دیتی ہے تاکہ تم لوگ اس بات کو بوجھ لو
 کہ عالم نور میں بھی ایک ایسی ذات درکار ہے جو فیاض کے مبد سے فیاض اور مستفید ہوئے اور اس کے سبب
 سے جو استعداد اور لیاقت اس کی رکھتے ہیں تغیر اور نمو ہو وین اور اپنی ترقی کا احوال پیغمبروں کی
 ترقی کی نسبت سے اسطور پر قیاس کر لو اور یہ بھی جان لو کہ علم اور عمل میں شریعت کی پیروی کے سبب سے
 خلعت اور تاریکی زور ہوتی ہے اور نور اور روشنی کی طرف ترقی حاصل ہوتی ہے چنانچہ پیدائش کی طور و نم
 ترقی کا حصول یعنی بچپن سے جوانی کو اور جوانی سے بڑھاپے کو پہنچنا حکمت اور قدرت میں طبیعت کی تابعداری
 سے ہوتا ہے اگر عالم علوی کے ترقیات کے درجے اپنی نظر کے قصور کے سبب سے یعنی پست بہتی سے تم دریاف
 نہیں کر سکتے ہو تو عالم سفلی کی یعنی دنیا کی ترقیات اور بڑھتی ہیں نظر کرو اور دیکھو وَاللّٰهُ اَبْنٰكُمْ مِنْ
الْاَرْضِ اور اللہ تعالیٰ نے تم کو اگایا ہی زمین سے اس واسطے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو تمہارے سب
 کے باپ ہیں ان کو زمین سے پیدا کیا پھر انکی اولاد میں نطفہ کو دلالت کا بیج ٹھہرایا اور نطفہ کو غذا سے
 اور غذا نباتی ہے یا حیوانی اور یہ دونو چیزیں زمین سے پیدا ہوتی ہیں بعضی بلا واسطہ اور بعضی سو واسطہ
 سو تم کو ہر چند کہ زمین سے بلا واسطہ نہیں پیدا کیا تاکہ یوں کہا جاوے کہ اَبْنٰكُمْ مِنْ الْاَرْضِ اَبْنٰتَا لٰكِن
 تمہاری پیدائش کا سلسلہ آخر کو زمین تک پہنچتا ہے تو کہہ سکتے ہیں کہ اَبْنٰكُمْ مِنْ الْاَرْضِ فَبْنٰكُمْ یعنی پیدا
 کیا تم کو زمین سے پھر پیدا ہوئے تم بنائے پیدا ہونا اس واسطے کہ قریب تمہاری جو نطفہ ہی سو وہ زمین سے
 پیدا ہوتا ہے لیکن ایک واسطہ سے اور اصل بعید تمہاری یعنی پہلی حضرت آدم علیہ السلام میں جو بے واسطہ زمین
 سے پیدا ہوئے ہیں اور جس نے دنیا کے جسم میں ان سب سے ذلیل اور خوار زمین کا جسم ہی اس واسطے کہ جو چلنے والا
 ہے وہ اسکو زندہ نہا ہی اور باوجود اس ذلت کے جو تمہاری اصل میں پائی جاتی ہے پھر تم کو ایسا عزت
 والا پیدا کیا کہ دنیا میں ظاہری عزت اور برتری سے نوازا یعنی غنی اور حاکم اور بادشاہ کیا اور دین میں
 نبوت اور رسالت اور امامت اور خلافت اور قطبیت اور ارشاد اور ولایت کی بزرگیوں سے عزیز

اور ہر فرد کیا کثرت عید کذ فیہا پھر پھر لگا لگا اسی زمین میں باوجود اس تمہاری بزرگی کے جو تھے حاصل کی ہی تاکہ تمہاری بزرگی
 زمین بھی قدر اور منزلت پیدا کرے اور تمہارے بزرگوں کی قبرین قبرک اور زیارت گاہ عام اور خاص
 لوگوں کی ہودین و یحیر جگہ آخر آجاً اور نکال لگا لگا تو زمین سے دوسرا نکالنا سوائے اس نکالنے کے جو
 نطفے سے تم کو نکالا تھا اور اس دوسری بار کے نکالنے میں زمین کے جزون کو تمہارے وجود میں بہت ترقی
 اور عظمت حاصل ہوگی جو کسی کے وہم اور خیال میں نہیں آسکتی ہے اور اس وجہ کی بزرگی حاصل ہونے کے
 سبب سے تمہارا جسم اس مالک الملک کے مشاہدے اور دیدار کی لیاقت پیدا کرے گا اور اسکی ہمیشگی
 حضوری اور ہبائی سے مشرف ہوگا اور اس آیت کی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ خیر حکم کی تاکید مصدر کرنے کی
 یہم وجہ ہے اور نعید کم کی عادیہ سے تاکید نہ کرنیکی یہم وجہ ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انبتکم کی تاکید انبات سے
 نہ کرنا بلکہ انبات سے کرنے کی وجہ یہم ہے اس واسطے کہ عادیہ کی فقط ایک ہی قسم ہے اور اخراج کی دو قسم
 ہیں ایک تو اخراج ابتدائی ہے جیسے آدمی کا نطفے سے پیدا کرنا اور دوسرا اخراج ابداع کے بعد یعنی مارنے
 کے بعد پھر حاکم کرنا سوائے تبدلے اخراج سے احتراز کی واسطے مصدر نوعی سے تاکید لانا ضرور ہوا اور انبتکم
 نباتاً فرمایا اور اگر انبتکم انباتاً ارشاد ہوتا تو معلوم ہوتا کہ حق تعالیٰ نے آدمی کو زمین سے بدون کسی
 واسطے کے آگایا ہے اس واسطے کہ فعل کی تاکید مصدر سے اس واسطے لاتے ہیں کہ محب زکا وہم جاتا رہے
 اور اسناد حقیقی کا ثبوت پایا جاوے اور یہاں اسناد مجازی ہی منظور ہے اس واسطے کہ آدمی کو زمین
 سے اصل اور نطفے کے واسطے سے پیدا کیا ہے یعنی زمین سے ان کی اصل اور نطفے کو پیدا کیا اور نطفے کی
 طبیعت کی خواہش اور باپ کی شہوت کے تقاضے سے یہ لوگ پیدا ہوئے ہیں اور اگر محبت کا
 خاطر میں یہ شبہ گذرے کہ یہم جتنی عالم علوی اور معانی کی ترقیات ہے ایک جنس کی جتنی قسمیں ہیں
 سب کو شامل ہے اور تم عبادت اور تقویٰ اور اطاعت کے مرتبوں کے موافق خاص ترقیوں کا
 ہم سے وعدہ کرتے ہو تو اس کے جواب میں ہم تم سے کہتے ہیں کہ اس خاص ترقیوں کے بھی گو
 اور شاہد اس عالم سفلی میں جو قریب تمہارے ہی موجود ہے وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ سَاطِعًا وَاُولٰٓئِكَ
 اسبقاً لہے کر دیا ہے تمہارے واسطے زمین کو فرش جس پر کھاتے پیتے بیٹھتے اٹھتے سیر کرتے ہو ۷

اَلَيْسَ كَذٰلِكَ اَمْرًا سَبَّحًا فَجَاجًا تَاكُلُوْا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمْ ۚ لَيْسَ لَكُمْ مِنْهُ سُلْطٰنٌ وَّلٰكِنْ اَكْثَرُكُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ
 زمین ایک فرش کے طور پر ہے لیکن بعضوں کو مشرق کی طرف اور بعضوں کو مغرب کی طرف اور بعضوں کو
 پہاڑوں کی طرف اور بعضوں کو بستیوں کی طرف اور بعضوں کو جنگوں کی طرف ہم راہ چلاتے ہیں اور ہر
 طرف میں ان چلنے والوں کو اپنے مطلب کی ایک بات حاصل ہوتی ہے اور اس سبب سے ہر ایک کو ترقی اور
 مرتبہ حاصل ہوتا ہے یہاں پر جانا چاہئے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ابتداء نصیحت سے یعنی واما لکم لاترجون
 اللہ وقاراً سے یہاں تک چار مرتبے اپنے معبود کا نام پاک ظاہر کر کے لیا ضمیر اور اشارہ پر کفایت نہ کی
 اگرچہ اشارہ بھی اس جگہ پر کافی تھا لیکن اپنی زبان کو مشرف کرنا اور لذت حاصل کرنا اس نام پاک سے
 منظور تھا اس واسطے اشارہ پر کفایت نہ کی اور اس بات پر خبردار کرنا بھی منظور تھا کہ ابتداء سے انتہا تک
 اور عرش معیٰ سے فرش تک اور نفس سے افاق تک یعنی اعلیٰ سے ادنیٰ تک تمام مخلوق کو ترقی بخشنے
 والی اور ادنیٰ سے اعلیٰ مرتبے کو پہنچانے والی وہی ایک ذات پاک ہے اور وہ ذات پاک اس طرح کی
 عظمت اور قدرت رکھتی ہے کہ کوئی خیر جہان میں عالم کی تسبیح جن ہوں یا فرشتے یا انسان عشر عشر
 اس بزرگی کا نہیں رکھتی پھر ایسی ذات پاک کی عبادت اور فرمانبرداری سے منہ موڑنا اور انکار کرنا
 پرے درجے کی خرابی اور نقصان ہے اور ان دلیلوں کی ترتیب میں اور ان گواہیوں کے مقدم موخر لانے
 میں ایک نکتے باریک کی رعایت منظور ہے اور وہ یہ ہے کہ جب آدمی کو منظور ہو کہ کسی کی عظمت اور
 بزرگی دریافت کرے تو اس کو چاہئے کہ پہلے اپنے احوال کو غور اور تامل سے دیکھے کہ ہنس کی بزرگی
 کے آثار مجھ میں کیا کیا پائے جاتے ہیں چنانچہ قد خلقکم اطوار سے اسی نظر کرنے کی طرف اشارہ ہے
 پھر اسکے بعد جسکی بزرگی کا یہ خود قایل اور معتقد ہے اس میں نظر کرے اور دیکھے کہ اس عظیم الشان کی بزرگیوں
 کے آثار اس بزرگ جزمین کیا کیا پائی جاتی ہیں چنانچہ اَلَمْ تَرَوْا کَیْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طَبَقًا
 وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِیْہِنَّ نُوْرًا وَجَعَلَ الشَّمْسُ سِرَاجًا اس نظر کی طرف اشارہ ہے اس واسطے کہ عظمت اور بزرگی
 اور بلند سی اور روشنی اور چمک اور استمان اور چاند اور سورج کی ہر ایک چھوٹے بڑے کو معلوم ہے
 پھر اسکے بعد اپنی اصل اور اپنے خاندان میں تامل کرے اور دیکھے کہ اس عظیم الشان کی بزرگیوں کے آثار

اپنے باپ دادوں پر اور اپنے بزرگوں کی پکڑ پکڑ سے جاتے ہیں چنانچہ واللہ انبتکم من الارض نباتا اس نظر کی طرف اشارہ ہی پھر اس کے بعد اپنے دوستوں کے شعلات اور حاجتوں میں نظر کرے چنانچہ واللہ جعلکم الارض باطا اس نظر کی طرف اشارہ ہی اور جب حضرت نوح علیہ السلام دعوت کے ان مہربانوں کے طحی کرنے کے بعد اور انتہا مرتبہ کے سمجھانے کے بعد اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہوئے تب درگاہ الہی میں ان کی ہلکا کی کے واسطے دعا کی اور اس دعا کے پہلے جو حالت یاس اور ناامیدی کی اپنی قوم کی صلاحیت سے ان کو حاصل ہوئی تھی اسکو اس طور سے حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا قال نوح رَبِّ اِنِّمِ عَصَوْنِیْ کَمَا نُوْحُ نَیْ اِنِّیْ مِیْرَیْ اِسْ قَدْرَکَ اب ہرگز ان سے اطاعت کی امید باقی نہ رہی اس واسطے کہ باوجود نافرمانی کے اگر یہ لوگ میرے مخالفوں نہ ملتے اور ان کی تابعداری نہ کرتے تو البتہ امید تھی کہ شاید نصیحت قبول کریں اور صلاحیت پر آویں اور آہستہ آہستہ فرمانبردار میرے ہو جاویں لیکن یہ سب میرے مخالفوں سے جملے وابتعوا من مزیذہ والہ وولک الا خساراً اور تابعدار ہوئے ایسے کے جسکے مال اور اولاد نے زیادہ نہ کیا مگر نقصان اس واسطے کہ مال کے جمع کرنے کی محبت میں اور اولاد کی کثرت کی خواہش میں اس قدر محو و مستغرق ہوئے کہ اپنے پروردگار کی یاد سے اور آخرت کے سفر کے سامان کی درستی سے غافل ہو گئے اور اپنی عمر کو جو نہایت عمدہ چیز ہے خسیس کام میں لینے مال کے جمع کرنے میں اور کچھ کشی میں برباد کیا سو پہلی بات یہ ہے کہ تو نگر و نگی اور بہت بچہ والوں کی پیروی نہ کرنا اور ان ہی چیزوں کی تلاش میں رہنا میرے طریقے کی مخالفت پر کمر باندھنا ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ مال اور اولاد کی کثرت کو تابعدار بچا سبب گردانا میری تابعداری کی انکار کرنا اس واسطے کہ میں بلکہ تمام پیغمبر اولاد اور مال کی کثرت کی خواہش نہیں رکھتے بلکہ اس سے احتراز رکھتے ہیں اور تیسری بات یہ ہے کہ مال اور اولاد والوں نے چین کر ان لوگوں کی تابعداری انھوں نے اختیار کی ہے جو لوگ اپنے مال اور اولاد کی کثرت پر عیسو ہوئے اپنی آخرت کو بھول گئے ہیں کاش ان مال والوں اور اولاد والوں کی پیروی کرتے جو اپنے مال اور اولاد کی کثرت سے آخرت کی بہتری کو حاصل کرتے ہیں تو بھی کچھ مضائقہ نہ تھا اس واسطے کہ اس

صورت میں اگرچہ مالداروں اور اولاد والوں کی پیروی الگ بھی مال کے جمع کرنے اور کثرت سے اولاد ہونے کی محبت ہوتی اور یہ محبت حق تعالیٰ کی راہ سے ان کو دور کرتی لیکن جب وہ مال جمع کیا ہوا اور اولاد ہالی ہوئی اللہ تعالیٰ کی رضا مند میں مصروف کرنے اور اس کو آخرت کے ثواب وسیلہ گردانے تو بھی قصہ کی راہ کے نزدیک ہو جانے اور انجام ان کا اچھا ہونا اگرچہ استبدان کا اچھی نہ تھی و انما العیون بالحق آئیم یعنی اعتبار اچھائی کا اور بُرائی کا خانے پر ہی اور میرے مخالفوں کی تالبداری کے سوائے میرے طریقے کے مٹانے میں انتہادرچیکی کو کشش کرنے ہیں اگر فقط میری نافرمانی اور میرے مخالفوں کی فرمانبرداری ہی ان میں ہوتی تو بھی ان کے صلاحیت پر آنے کی توقع باقی رہتی سو یہ بات نہیں ہے بلکہ انھوں نے اس نیک طریقے کو بُرا کر کے ظاہر کرنے کے واسطے ایک ایسی بات ٹھہرائی ہے کہ عوام لوگ ان کے قریب میں پھنس جاویں اور وہ بُرائی نہ ظاہر نہ ہو وے و مکر و امکر اکسبائر اور فریب کیا ہے ان لوگوں نے ایسا فریب کہ اس زیادہ فریب نہیں ہو سکتا اس واسطے کہ پیغمبروں کے مقابلے میں ان کے دین کی انکار کے واسطے کافر اور منکر جو مکر اور فریب کرتے ہیں وے تین قسم کے ہوتے ہیں اول قسم یہ ہے کہ رسولوں کی رسالت میں اور ان کے رسالت کے مستحق ہونے میں شبہ نہ نکالتے ہیں جیسا کہ مکہ معظمہ کے کافر اور دوسرے کفار کیا کرتے تھے چنانچہ کہتے تھے کہ اگر یہ رسول ہوتا تو کھانا پیتا نہیں اور بازار و نہیں نہ پھرتا اور فقیر ہوتا اور دوسری بہت سی باتیں وہاں یہاں کیا کرتے تھے لیکن یہ مکران کا سہل ہے اور اس کا دفیہ بہت آسان ہے کہ بڑے بڑے مجسمے دکھلا کر رسالت ثابت ہو سکتی ہے اور دوسری قسم کافروں کے مکر کی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ربوبیت میں کہ حضرات پیغمبر اپنے تئیں اسی طرف منسوب کرتے ہیں اور اس کا بھیجا ہوا اپنے تئیں کہتے ہیں شبہ نکالیں اور اپنے تئیں خود مختار طائر کرین اور اپنے حقتعالیٰ کی طرف محتاج ہونیکو پوشیدہ کرین اور اس کے حکموں کو اپنے ذمہ سے ناسخ کرین جس طرح فرعون کرتا تھا کہ کہی کہتا تھا و ما رب العالمین یعنی کیا چیز ہے پروردگار عالم کا اور کہی کہتا تھا انا ربکم الاعلیٰ یعنی میں ہوں تمہارا رب ہے بڑا اور کہی کہتا تھا ما جلت لکرمین اللہ غیر فی نے نہیں جانتا ہوں میں واسطے تمہارے کوئی معبود سوائے اپنے سو پہ مکر پہلے مکر سے بھی آسان ہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ کی ربوبیت

جن کا کہنا ہے کہ ان ہی اہل علم کے لیے

کی دلیلین رسولوں کی رسالت کے ثبوت کی دلیلوں سے زیادہ تر ظاہر اور کھلی ہوئی ہیں اور جبکہ تھوڑی سی بھی عقل اور دانائی سے حصہ ملا ہے وہ حقیقت کے رب ہونیکا انکار نہیں کر سکتا ہے اور تیسری قسم یہ ہے کہ حقیقت الٰہی کی ربوبیت کا بھی ظاہرین قایل ہو اور رسول کی رسالت کا بھی لیکن اس کے ساتھ اس کا اعتقاد یہ ہو کہ رسولوں کا علم عوام لوگوں کی رغبت اور خوف دلانے کے واسطے ہی اور کمینے اور کم عقلوں کے سمجھانے کے واسطے اور ان لوگوں کو راہ پر لانا اور ان کی برائیوں کو چھوڑ دانا مناسب اور بہتر ہے لیکن انہی اور باریک بین جو ہر چیز کی حقیقت سے کما حقہ واقف ہیں ان کے پیغمبروں کی نصیحت کی کچھ احتیاج نہیں ہے اور دوسرے لوگ خطابات اور احکام سے مخاطب اور محکوم بھی نہیں ہیں جو علم نصیحت اور سپرد کا رسول رکھتے ہیں اس ان لوگوں کا مرتبہ بڑھ کے ہے اور ربوبیت کی حقیقت کو اور رسالت کی حقیقت کو حسب قدر یہ لوگ جانتے بوجھتے ہیں رسول تمنا نہیں بوجھ سکتے اس واسطے کہ رسولوں کی نظر ظاہر اور سرسری ہی اور ان باریک بینوں کی نظر بہت دور اور تہ کو پہنچتی ہے اور اس قسم کا کفر بہت سخت اور دشوار دوسرے کفر و ن سے اور یہ مگر بہت بڑا اور قوی ہے دوسرے مکروں سے اور اس کا علاج بہت مشکل چنانچہ اکثر فلسفی طریقے والے اور یونانی حکما اس بلا میں گرفتار ہیں اور اسی قسم کے دھوکہ میں مبتلا ہیں اور اس مرض کا دفع ہونا بہت مشکل ہے اور سورہ مؤمنین میں انہی لوگوں کا حال مذکور ہے چنانچہ حقیقت الٰہی فرماتا ہے فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَرَحُوا يَمَآءَ عِنْدَهُم مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِم مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ یعنی جب آئے ان کے پاس رسول ان کے کھسٹا نیاں لے کر تو دے رہے تھے اپنی بوجھت اور گھبرایا ان کو اس چیرنے جس کی مسخری کرتے تھے اور وہ جو مشہور ہیں کہ یونان کے لوگوں میں سے ایک شخص نے اپنے وقت کے رسول کی نصیحت کے جواب میں کہا تھا کہ لَحْنُ اَنَاسٍ مِّثْلُ ذَبُونٍ لَا حَاجَةَ لَنَا اِلَىٰ مَن يُّهْدِيَنَا لِمَا نَحْنُ عَلَيْهِمُ اَعْمٰیةٌ اَوْ اَرَاٰسْتُمْ بَيْنَہُمْ وَبَيْنَہُمْ کُفْرٌ اَوْ حِلٌّ لِّہُمْ کُفْرٌ اَوْ اَمْرٌ اَلَمْ یَلٰہِجْہُمْ لَمَّا کَانُوْا فِی الْکُفْرِ اَمْ یَلٰہِجْہُمْ لَمَّا کَانُوْا فِی الْاِسْلَامِ اَمْ یَلٰہِجْہُمْ لَمَّا کَانُوْا فِی الْاِسْلَامِ اَمْ یَلٰہِجْہُمْ لَمَّا کَانُوْا فِی الْاِسْلَامِ

بلکہ تم سے زیادہ ہم مضبوط ہیں اس واسطے کہ ہم لوگ ان مظاہر کا ملکہ عبادت کرتے ہیں کہ جن میں حقیقت
اپنی صفت الوہیت سے در آیا ہے اور ان کو اپنا مظہر خاص کیا ہے اور تم ہم کو تنزیہ کے مرتبے کی عبادت
کرنے کو حکم کرتے ہو اور اس مرتبے کی تعریف میں ایسی صفتیں بیان کرتے ہو جن کے سبب سے وہ مرتبہ
موجود محض ہوا جاتا ہے تو گویا تم ہم کو حق تعالیٰ کی عبادت سے پھر کر ایک مہموم امر کی عبادت کا
حکم کرتے ہو تو ظاہر میں تم اپنے تئیں داعی الی اللہ کہتے ہو اور حقیقت میں حق تعالیٰ کی عبادت سے منع کرتے ہو
اور اس تقریر فریب آمیز کو اپنے تابعداروں اور احمقوں سے بیان کیا کرتے تھے اور سچی بات کو اس
فریب کی تقریر سے جھوٹی کر کے ان کے دلوں میں جمادی تھی وَقَالُوا اور کہا میری قوم نے اپنے
تابعداروں اور کم عمریوں سے کہ اگر تم کو حق تعالیٰ کی عبادت کرنا منظور ہے لَا تَذَرْنِیْ ہرگز
نہ چھوڑنا اس کے مظاہر کی عبادت کو اس واسطے کہ ان مظاہرہوں میں اس نے خود الوہیت سے ظہور فرمایا ہے
اور اسی سبب سے یعنی الوہیت سے ان مظاہرہوں میں ظہور فرمانے کے سبب سے وہ مظاہر ہوئے ہیں
الْهٰتٰکُمْ اپنے معبودوں کو سوا کرتے ان مظاہرہوں کی عبادت کو چھوڑا تو ظاہر کی عبادت کو چھوڑا اور
ان مظاہرہوں میں خدا ظاہر ہے تو گویا خدا کی عبادت کو چھوڑ دیا تے اور حقیقت اس فریب کی یہ ہے
کہ مظاہر کی الوہیت اس وقت ثابت ہووے کہ الوہیت کا مرتبہ انہیں ظاہر ہووے اور اس الوہیت کے
مرتبے کو واجب الوجود ہونا شرط ہے اس واسطے کہ بغیر واجب الوجود ہونے کے کوئی صفت انتہا درجی
کمال کو قبول نہیں کر سکتی اور بدو ان ایسے کمال کے انتہا درجی تعظیم کا مستحق ہونا متصور نہیں ہے اور
معبود کو معبود ہونا اور انتہا درجی تعظیم کا مستحق ہونا ضروری ہے اور جتنے حادث اور ممکن ہیں انہیں
وجود کا واجب ہونا ممکن نہیں ہے ان ان مظاہرہوں میں حقا ظہور صرف وجود سے البتہ مسلم الثبوت ہے
یعنی سب اس کے قایل ہیں لیکن وجود محض بدو ان متبدل و جب کے عام ہے اور سب موجودات کو شامل ہے
لیکن اس ظہور کے سبب سے بعض موجودات دوسرے موجودات کے معبود ہونے کے مستحق نہیں ہو سکتے ہیں
والا تزیج بلا ترجح لازم آوے یا عابد کا معبود ہونا اور معبود کا عابد ہونا لازم آوے اور یہ دونوں
چیزیں محال اور متضاد ہیں ہرگز ہو نہیں سکتیں اس تقریر سے یہ ثابت ہوا کہ مظاہر کا معبود ہونا کی طرح

ہو نہیں سکتا لیکن ان مکاروں نے اپنے تابعداروں سے یوں کہا تھا کہ **وَلَا تَذَرْنِکَ ہرگز نہ چھوڑنا** نیک لوگوں کی تصویر کی عبادت کرنا اس واسطے کہ حق تعالیٰ کی تجلی خاص ان کے دلوں پر اصالت کے طور پر واقع ہوئی ہے اسی تجلی نے ان کے دل کو اپنا مظہر لینے جائے ظہور ٹھہرایا ہے اور اس تجلی کا اثر جو ان کے ظاہر اور باطن میں چھا گیا ہے اس سبب سے ان کی تصویریں بھی اگرچہ پتھر یا پیتل وغیرہ کی ہینے بنائیں لیکن وہی تاثیر ان میں بھی پائی جاتی ہے اور یہ تصویریں بھی معبود اور سجدہ ہونے کی لیاقت رکھتی ہیں سو ہرگز نہ چھوڑنا علی الخصوص **وَدَّ اَوْ دُو** جو حق تعالیٰ کی محبت ذاتیہ کا مظہر ہے اور وہی محبت تمام عالم کے ظہور کا مبدء پڑی ہے چنانچہ **اَحَبِّتْ اَنْ اَعْرِفَ فَخَلَقْتَ الْخَلْقَ لَا اَعْرِفَ** لینے چاہا میں نے کہ کہ پہچانا جاؤں میں پھر پیدا کیا میں نے مخلوقات کو تاکہ پہچانا جاؤں میں اس قول کا مضمون اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اس مظہر کو ایک مرد کی تصویر قرار دیا تھا اس واسطے کہ عالم انسانی کے اصل مبداء کے ظہور میں مرد کی محبت اور اس میلان عورت کی طرف ہے اور اس مظہر کو ہندوؤں کی بولی میں **بشن** کہتے ہیں **وَلَا سُوَاعًا** لینے اور ہرگز نہ چھوڑنا ان مظاہر کو خصوصاً سواع کو جو ثبات اور استقرار اور بقائے الہی کا مظہر ہے اور تمام عالم کی بقا کا سبب ہے اور شرع کے عرف میں اس صفت کو **قیوم** کہتے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اس مظہر کو عورت کی شکل بنایا تھا اس واسطے کہ گھر کا انتظام اور اپنی نسل اور خاندان کا ثبوت اور قیام عورت کے سبب سے ہوتا ہے اور ہندوؤں کی بولی میں اس مظہر کو **برہما** کہتے ہیں اور سواع کا مادہ عرب کی لغت میں سکون اور استقرار کی واسطے موضوع ہے اور سواع کے معنی تھلنے والا تمام جہان کا **وَلَا یَعْوُثَ** لینے اور ہرگز نہ چھوڑنا ان مظاہر کو خصوصاً یثوث کو اس واسطے کہ فریاد رسی اور کلکنا ہی حق تعالیٰ کا یہی مظہر ہے اور اس مظہر کو حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے گھوڑے کی شکل بنایا تھا اس واسطے کہ گھوڑا دوڑنے اور جلد پہنچنے اور مدد کرنے میں مشہور ہے اور اس صفت کو شرع شریف میں غیاث المستغین اور محیب دعوة المضرین کہتے ہیں لینے فریاد رسی میں پکارنیوالوں کا اور تہنچنے والا پکار پر بتقراروں کی اور ہندوؤں کی بولی میں اس مظہر کو **اندر** کہتے ہیں **وَلَا یَعْوُثَ** اور نہ چھوڑنا یعوق کو جو حمایت کرنے اور بلا کو دفع کرنا کا مظہر ہے اور اس صفت کو

شرع شریف میں کاشف الضرا اور دافع الیلا کہتے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اس منظر کو شیر کی شکل بنایا تھا اس واسطے کہ شیر جو قوت کسی درندے جانور کے مقابلہ میں آتا ہے تو وہ جانور ہجاگ جاتا ہے اور ہرگز اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا ہے اور ہندوؤں کی بولی میں اس منظر کو شیو کہتے ہیں وکٹر اور پھوڑا نسر کو اور بہ قوت الہی کا منظر ہے اور نسر کو لغت فارسی میں کرکس کہتے ہیں جس کو ہندی میں گد کہتے ہیں اور یہ پرند جانور وں میں بڑا قوت والا مشہور ہے اور اڑا نہیں بھی بڑا تیز ہے ان مناسبتوں کے سبب سے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اس منظر کو اس شکل کا بنایا تھا اور شرع شریف میں اس صفت کو لطیفہ غیبیہ الہیہ کہتے ہیں اور ہندوؤں کی بولی میں اس منظر کو ہومان کہتے ہیں اور جب غیب کے احواد چاہتے ہیں تو اپنے اعتقاد میں اسی کو پکارتے ہیں یہاں پر جانا چاہئے کہ لاکھ لفظ کو یوق اور نسر حذف فرمایا ہے یعنی ذکر نہیں کیا بخلاف پہلے تینوں ناموں کے کہ ان تینوں پر لاکھ لائے ہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ جن تدبیروں کو یغوث اور یوق اور نسر کی طرف نسبت کرتے تھے وہ تدبیریں خبر تھیں جیسے فریاد رسی اور بلا کو دفع کرنا اور غیبی مدد تو گویا حق تعالیٰ شانوں سے الگ شان کا حکم ان کے اعتقاد میں ان تینوں نے پیدا کیا تھا جسکو مدبر عالم کہتے ہیں اس واسطے کہ ان تینوں چیزوں جن کو ان کی طرف نسبت کرتے تھے ایک شان تدبیر کی بوجھ جاتی ہے اور وسواس کو ان تدبیروں میں جو کلیہ ہیں اور سب کوشاں ہیں جیسے عالم کا ظہور اور اسکی بقا اپنے اعتقاد میں مختار جانتے تھے تو گویا ہر ایک مستقل بالذات ہوا یعنی علحدہ علحدہ اپنے کام کا مختار ہوا تو گویا لاکھ لفظ یغوث اور یوق اور نسر پر مل کر داخل ہوا اس طرح ارشاد ہوا کہ وہ کو وسواس کو اور ان تینوں کو جو ایک منظر کا حکم رکھتے ہیں ہرگز نہ چھوڑنا کہ حق تعالیٰ کی طرف ہر شانوں سے محروم نہ ہو اور یہ بھی جان لیا چاہئے کہ یہ پانچوں اسم حضرت ادریس علیہ السلام کے صاحبزادوں کے نام ہیں بہت نیک لوگ تھے لیکن جوان کو زمانہ بہت گزرا تھا اور ان لوگوں میں جو جو صفتیں اکثر پائی جاتی تھیں ان صفتوں نے ان پوجنے والوں کے ذہنوں میں وہم کے غلبے سے ان شکلوں پر ظہور پکڑا تھا اس سبب سے اپنے اسی وہم کے موافق اپنے اپنے تونکوں مختلف شکلوں پر تراشا تھا اور وہم کے غلبے اور زور سے اس طرح کے عجائبات اور غرائبات بہت ہوا کرتے ہیں

جاہل اسلام کے مدعی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تصویر کو شیر کی شکل بناتے ہیں اس واسطے کہ اس اللہ بھی انکا لقب ہے اور لعل شہباز کی تصویر کو سفید باز کی شکل بناتے ہیں فقط آدھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان میں یہہ پانچون بت زمین کی تہ میں دب گئے تھے ابلیس مردود نے پھر عرب کے لوگوں کو ان بتوں کا نشان بتایا اور عرب کے نادانوں نے ان کو زمین سے نکال کر اپنا معبود ٹھہرایا چنانچہ بنو قضاہ نے ود کو لے کر دو تہ الجندل میں رکھا اور اسکی عبادت میں مشغول ہوئے یہاں تک کہ بنو قضاہ سے وہ بت بنو کلب کے ہاتھ میں آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک بنو کلب میں تھا اور بنو طی کے کئی فرقوں نے یثوث کو لیکر اپنی بستیوں میں رکھا پھر بنو مراد ان سے چھین کے اپنے شہر میں لیگئے اور اسکو پوجنے لگے پھر بنو ناجیہ نے چاہا کہ ان سے اس بت کو زبردستی چھین لیوں بنو مراد اس خوف سے یثوث کو لے کر بھاگے اور بنو الحارث بن کعب کے ملک میں آ رہے اور بنو الحارث کے ملک میں وہ رہا اور یثوث بنو الکھان کے پاس تھا پھر آخر ہوتے ہوتے بنی ہمدان کے قبیلہ میں وراثت کی راہ سے پہنچا اور شہر بنو خشم کے پاس تھا اسلام کے ظہور تک دسے لوگ اسکی پوجا میں مشغول تھے اور سواع ذوی الکلاع حمیری کی اولاد کے پاس تھا پھر ان سے بنی حمیر کے سب فرقوں کو پہنچا اور ان پانچ بتوں کے سوائے عرب کے لوگوں کے پاس دوسرے بت بھی تھے چنانچہ بنی ثقیف میں لات تھا اور بنو سلیم اور بنو غطفان اور بنو نصر اور بنو سعد اور بنو بکر میں غری اور قنید اور مسلم والون کا منات تھا اور مدینہ والے بھی اسکے درشن کر نکو جاتے تھے اور مکہ کے لوگوں کا اساف اور نائلہ اور ہبل تھا اساف کو صفا پہاڑ پر حجر اسود کے مقابلہ میں رکھا تھا اور نائلہ کو رکن یمانی کے مقابلہ میں اور ہبل کو بیت اللہ شریف کے اندر رکھا تھا اور ڈیل میں ہبل سے بڑا تھا آٹھ گز کا لنب تھا اور لڑائی کی وقت کا فراسی کو پکارتے تھے چنانچہ ابوسفیان نے بھی کفر کی حالت میں یعنی اسلام لانے کے پہلے اُحد کے دن جب فتح پائی تھی تو اسی کی تعریف کی تھی حاصل کلام کا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ایسی تقریر فریب آمیز سے عوام لوگوں کو بہکا یا کرتے تھے اور اس ان کے مکرے ظالموں کو بہت تاثیر کی تھی دیوانوں کی سی یہودہ باتیں ان کے نزدیک نہ تھیں تاکہ کوئی اس طرف التفات نہ کرے

اور اسکے تدارک اور خبر گیری میں غفلت کی جاوے وَقَدْ أَضَلُّوا كَثِيرًا اور تحقیق گمراہ کیا ہی ان لوگوں نے
 اس کمزور فریب سے بہت لوگوں کو یہاں تک کہ حقیقی الٰہی عبادت سے سب کے سب محروم رہے
 اور غیر اللہ کی عبادت میں یعنی تصویرون کے مظاہر میں مشغول ہوئے اور حال یہ ہے کہ اس مکر کے باطل
 ہونے پر ان کی گمراہی خود دلیل ظاہر تھی اس واسطے کہ اگر ان مظاہر کی عبادت حقیقت میں حقیقی الٰہی عبادت
 ہوتی تو حقیقت کے کوار گاہ میں مقبولیت کا سبب بڑھتی اور تاریکی کے پردے ان کے درمیان سے اٹھ جاتے
 اور انکو ہدایت نصیب ہوتی لیکن یہاں اس کا عکس پایا گیا یعنی مظاہر کی عبادت زیادہ تردد ہی کا سبب
 بڑھی اور حق تعالیٰ کی عبادت سے غفلت زیادہ ہوتی گئی اور عمر پھر اسی مظاہر کے قید میں گرفتار رہے
 اسی سبب سے معلوم ہوا کہ ان کی عبادت خدا کی عبادت نہ تھی اور یہ لوگ اس مظاہر کی عبادت اور معبودِ عبادت
 کے نیچے ظالم ہوئے اس واسطے کہ کسی حق کو تلف کرنا اور جو چیز جو واسطے بنی ہی اسکے غیر میں اسکو صرف کرنا
 اسی کا نام ظلم ہی سو عبادت خاص الوہیت کے مرتبہ کا حق ہی اسکی ذات کے لحاظ سے جزئی مظاہر کا
 حق نہیں ہی جس طرح کلی ہونا ان مطلق کا حق ہی اسکی ذات کے لحاظ سے ہر ہر فرد ان کا حق نہیں
 اور وسعت اور ہمیشہ بہنداریا کا حق ہی اسکی ذات کے لحاظ سے ہر ہر موج کا اسکی حق نہیں ہی
 اور جو ہریت شخص کا حق ہی ذات کے لحاظ سے نہ اسکے سایہ کا اور نہ اسکے عکس کی صورت کا جو اپنے
 میں معلوم ہوتا ہی اور قسمت کو قبول نہ کرنا واحد کا حق ہی اسکی ذات کے لحاظ سے اسکے ظہور کے
 مراتب کا کہ بے انتہا حد ہیں حق نہیں ہی اور اسی پر اور بھی قیاس کر لیا چاہئے سو حضرت نوح علیہ
 السلام نے عرض کی کہ جب ان لوگوں نے اس طرح کا ظلم کیا تو انکو پسند راج کے طور پر بھی معرفت سے آشنا
 نہ کر اور اپنی شانوں سے کسی شان کی طرف ان کو ہدایت نہ کر اور راہ نہ دکھا وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِينَ
 إِلَّا ضَلَالًا اور زیادہ نہ بڑھاؤ ظالموں کو گمراہی سوائے اس واسطے کہ اگر کسی کو انہیں سے استدراج
 کے طور پر بھی کسی شان کی طرف معبودیت کی شانوں میں سے ہدایت کر لیا تو یہ ہدایت نہ کرنا
 ایک کادوسرے کو خرابی کا سبب بڑھے گا یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بالکل رخ نہ کریں گے اور
 غیر اللہ کی عبادت پر مصر ہو جائیں گے اس واسطے کہ یہ کہیں گے کہ جزئی مظاہر کی عبادت بھی معرفت

حقیقی کے فتح باب کا سبب پڑتی ہے اور فتح باب ہونا پردے کے اٹھنے اور مطلب کو پہنچنے کی علامت ہے اس جگہ پر مفسر لوگ ایک اعتراض کرتے ہیں اس کا مضمون یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام اولوالعزم پیغمبر ہیں میں ان سے اپنی قوم کے واسطے زیادہ گمراہی کی دعا کرنا پڑا تعجب ہے اس واسطے کہ نبیوں کا کام تو ہدایت طلب کرنا ہی نہ گمراہی کی بد دعا کرنا اور اس اعتراض کا جواب اس طور سے دیا ہے کہ یہ بد ویرحہ حضرت نوح علیہ السلام نے اس وقت کی تھی جب ان کے ایمان سے بالکل ناامید ہو گئے تھے اور ہدایت کی توقع ان سے بالکل جاتی رہی تھی چنانچہ دوسری آیت میں حق تعالیٰ نے خود فرمادیا تھا کہ اِنَّهُ لَن يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ یعنی اب ہرگز ایمان نہ لایگا کوئی تمہاری قوم کا مگر جو ایمان لا چکا تب حضرت نوح علیہ السلام نے چاہا کہ اپنا عوض ان سے لیجے اور بد دعا زیادتی گمراہی کی ان کے واسطے کیجئے تاکہ ان کے عذاب میں زیادتی ہو چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی جب فرعون اور اس کی قوم کا ایمان سے مایوس ہوئے تھے اسی طور کی بد دعا ان کے واسطے کی تھی چنانچہ سورہ یونس کے آخر میں حکایت کے طور پر ان کے طرف سے بیان فرمایا ہے کہ رَبَّنَا اَطِيسْ عَلٰی اَمْوَالِنَا وَاَشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِنَا یعنی اے میرے مسخ کر دے ان کے مالوں کو اور سخت کر دے ان کے دلوں کو اور اس آیت کی تفسیر کے بیان میں اعتراض کا جواب بہت خوب طرح سے بیان ہو چکا کہ زیادتی گمراہی کی بد دعا حضرت نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کے واسطے مطلق نہیں ہے بلکہ ظلم اور شرک کی بھی متبذلی ہوئی اور یہ بات اصول کے قاعدے کے موافق ہے اور وہ قاعدہ یہ ہے کہ تَعْلِيْقُ الْحُكْمِ بِالْوَصْفِ مُشْعِرٌ بِعِلِّيَّةِ الْوَصْفِ لِذَلِكَ اُن کے کہنے پر حکم کو کسی وصف کے ساتھ معلق کرنا سببات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ وصف علت پر ہے اس حکم کا اور اگرچہ ظلم اور شرک کی حالت میں ہدایت متصور نہیں ہے لیکن اس دعائے ایک فائدہ ہے کہ کس طور سے ہدایت کا ان میں ظہور ہونے پاوے تاکہ دوسروں کی گمراہی کا سبب نہ پڑے اور جب حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے بیان سے جو انتہا درجہ کی نصیحت اپنی قوم کو کر کے یہ بد دعا کی تھی اور ان کی قوم کی شکایت کے بیان سے فرغت پائی جو حکایت کے طور پر حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے بیان کئی گئی ہے تو اب ارشاد ہوتا ہے کہ اس دعا اور اس شکایت کا اثر ظاہر ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم انکی نافرمانیوں اور برائیوں میں ہمیشہ

پہننے سے کی طرح ہدایت انکو نہ ہوئی یہاں تک کہ جتنا خطیہ لکھا گیا اپنے گناہوں کے بعد اور من اس جگہ تھیں کے واسطے ہی اور ماکہ لفظ کثرت اور زیادتی کے معنوں کے فائدہ دینے کی واسطے ہی جس طرح کثرت اور دوسری بہت جگہوں پر کثرت کی واسطے ماکہ زیادہ کہتے ہیں اور یہاں ان گناہوں کی زیادتی سے ان کا کفر مراد ہی کہ اپنے وقت کے پیغمبر کے مقابلے میں ہزار برس تک اسی اپنے کفر پر اڑے رہے اور طرح طرح کی ایذا میں پہنچائیں سو اس سبب اس کا کفر بہت قوی ہو گیا اور اسی سبب سے آخر قوا غرق کئے گئے ایسے پانی میں جو آسمان بھی گرتا تھا اور زمین سے بھی اُبلتا تھا اور ان کو ڈبو دینے سے ان کا نیت اور نابود کر دینا روئے زمین سے فقط منظور تھا جو اسی ڈبوئے پر کفایت کی جاتی بلکہ برزخ کا عذاب چکھا نا بھی ان کو منظور تھا سو واسطے کہ فَاذْخُلُوا نَارًا پھر غرق ہونیکے بعد داخل کئے گئے ایک آگ میں سوائے دوزخ کی آگ جو عود کے واسطے کہ اس میں داخل ہونیکو ابھی بہت دوری ہی اور اس آیت میں ایک فعل ماضی کو دوسرے فعل ماضی پر نے تفسیر کے ساتھ جو عطف کیا ہے سو یہ قبر کے عذاب کثرت پر صریح دلیل ہی چنانچہ ضحاک رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم ایدہر دو بتے جاتے تھے اور اُدھر جلتے جاتے تھے اور یہ بھی اس آیت سے معلوم ہوا کہ نافرمانوں کی موت کی طرح سے ہو پانی میں ڈوبنے سے یا آگ میں جلنے سے یا جانور کے کھا جانے سے لیکن قبر کے عذاب میں ضرور گرفتار ہوتے ہیں اور جو کچھ اس مردے پر جو قبر میں گاڑا جاتا ہے ہوتا ہے وہی بھی ہوتا ہے اس واسطے کہ جو کچھ عذاب ہی سورج پر ہی نہ بدن پر تاکہ بدن کا باقی رہنا عذاب کی واسطے شرط ہو فَاَلَمْ يَجِدْ وَالْاٰمُّ پھر نہ پایا حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے اپنے واسطے ان اپنے معبودوں کو جن کو پوجتے تھے اس امید سے کہ وقت پڑے پر کام آدین گے اور مصیبت میں مدد کریں گے مِنْ دُونِ اللّٰهِ سوائے حق تعالیٰ کے اَنْصَارًا مددگار یعنی نہ دے دے ان سے محبت کی نہ سواع نے انکو قائم رکھا نہ یثوث انکی فریاد کو پہنچا نہ یعوق نے حمایت کی نہ نس نے انکو کچھ قوت دی تاکہ دنیا کے عذاب سے یعنی طوفان میں غرق ہونے سے ان کو بچاتے یا برزخ کے عذاب کو لینے آگ میں جلنے کو ان سے دفع کرتے سوان کی گمراہی کا اثر حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے موافق ظاہر ہوا اور جب طوفان کے پانی کی زیادتی ہوئی اور آسمان سے برسا اور زمین سے اُبلنا شروع ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام اپنے لوگوں کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے

ان کے ساتھ کشتی میں سوار ہوئے
اور ان کو بچاتے رہے
اور ان کو بچاتے رہے
اور ان کو بچاتے رہے

اور کافر ڈوبنے لگے لیکن بعضے کافروں کو دیکھا کہ پہاڑ کی جھونپوں پر اور اونچے مکانوں پر بھاگ کر جا بیٹھے
 ہیں اور بعضوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے اس طوفان کا حال سنا تھا تو اس خوف سے شیشے
 کے مکانات پہاڑوں پر احتیاط کے واسطے بنا رکھے تھے اور کئی مہینوں کا کھانا پینا بھی اس میں رکھا تھا سو وقت
 ان مکانوں میں جا کر بخوف ہو کر بیٹھے تھے حضرت نوح علیہ السلام نے یہ حال دیکھ کر اندیشہ کیا کہ ایسا نہ ہو
 بعضے کافر اس عذاب سے اس حکمت سے بچ جاویں اور پھر کفر کا تخم جہان میں باقی رہے یہ سوچے پھر درگاہ
 الہی میں دست بدعا ہو کر عرض کی چنانچہ حقیقت فرماتا ہی **وَقَالَ نُوحٌ ذَبِّ اَنْفِیْ** اور کہا نوح نے اے رب میرے
 جو تو نے مجھ کو اس عاکی قبولیت سے سرفراز کیا ہی اور میری قوم کے سرداروں اور مکاروں کو جنہوں نے
 عوام لوگوں کو بھی فریب دے کر خراب کیا تھا طوفان کے عذاب میں گرفتار کیا ہی تو ایک عرض تیری
 جناب میں اور کرتا ہوں کہ **لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا** نہ چھوڑ زمین پر جہاں بھر میں نہ یہاں نہ دوسری جگہ نہ
مِنَ الْكَافِرِیْنَ کافروں کی جنس سے سردار اور مکار ہوں یا ان کے مقلد اور تا بعد از میری قوم سے ہوں یا
 غیر انہیں سے کیوں **دِیَارًا** گھر میں رہنے والا اور چلنے والا اور دیار فیعال کے وزن پر ہی مشتق ہیں اور
 یا دوسرے اگر دار سے یہ لفظ نکلی ہے تو اس کے معنی میں گھر میں رہنے والا اور بسنے والا اور اگر دوسرے نکلی
 تو اس کے معنی میں پھر نیوا والا اور چلنے والا اور یہ لفظ فعال کے وزن پر نہیں والا دوار ہونا چاہئے تھا نہ دیا
 اور اس میں تعلیل ایام کے موافق ہوئی ہے جسکی اصل ایام ہی مثل سپید کہ اصل میں سبود تھا اور تعلیل یہ
 ہے کہ داوا اور یہ ایک لفظ میں بلا فاصلہ جمع ہوئے وا کو یہ کے ساتھ بدلا گیا اے کو یہ میں
 ادغام کیا دیا اور ایام اور تسبیح اور قیام بھی فیعال کے وزن پر ہی اور بعضے روایت میں یہ اسم
 حسنی میں معدود ہے اور تہجد کی دعائیں واقع ہوا ہی فعال کے وزن پر نہیں ہے اور متحجر کے لفظ جو سورہ
 الفعّال میں آئی ہے وہ بھی بتفصیل کے وزن پر ہی اصل اسکی متحجر ہی نہ متفعل کی وزن پر اس واسطے کہ اصل
 میں یہ سب صیغے واوی ہیں نہ یا ئی فقط اور حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے کلام دعائے میں دیار کی
 لفظ کو **لَا تُتْرَکْ** نہ کہا کہ اے اے اے اور اسکی ذریت کی بقا قیامت تک آپ کو معلوم تھی اگر ہر کافر جاندا
 کی ہلاکی روئے زمین سے درگاہ الہی سے طلب کرتے تو ان کا کلام حقیقت کی تقدیر بہر م کے مخالف واقع ہوتا

حضرات انبیاء علیہم السلام تقدیر الہی کے مخالف و عائنین کرتے ہیں اس سبب سے دیا رک کی لفظ کو لائے
 تاکہ ابلیس اور اس کی ذریت اس میں داخل نہ ہوں اس واسطے ابلیس اور تمام شیاطین زمین پر
 انسان کی طرح خانہ داری اور سکونت پتہ کرتے ہیں اور اکثر زمین پر چلتے پھرتے کم ہیں بلکہ ان
 کی حرکت اکثر ہوا میں ہوتی ہے اور جو کافرون کا روئے زمین پر باقی رہنا کبھی حکمت الہی کے تقاضے
 سے ہوتا ہے اس واسطے کہ ان کافرون سے کسی زمانے میں خلق کی ہدایت مقدر ہوتی ہے اگرچہ سردست
 کفر اور گمراہی میں گرفتار ہوتے ہیں جیسے حضرت رسول اکرام صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کافر کہ باوجود کفر میں
 سخت ہونے کے آخر کو سعادت اسلام سے مشرف ہوئے اور ہزاروں کافرون سے جہاد کر کے اسلام میں داخل
 کیا یا ان کافرون سے اولاد صالح پیدا ہونا مقدر ہوتا ہے اور ان کی اولاد حق تعالیٰ کی معرفت اور نیک
 کو بجالاتے ہیں سو حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کے عرض کرنے کے وقت ان دونوں فائدوں کی نفی
 بھی بیان کر دی کہ اِنَّكَ اِنْ تَذَكَّرْهُمْ يَضِلُّوا عِبَادَكَ تَحْقِيقًا اگر چھوڑ دیا تو ان کو تو البتہ گمراہ کر دینے سب
 تیرے بندوں کو تیری عبادت کی راہ سے اور ان کو نفرت دلا دینے اور منح کر دینے کے سیدھی راہ چلنے
 سے اور ان کی پیدائش جو معرفت اور عبادت کے واسطے ہوئی ہے وہ حکمت درہم ہو جائیگی و لا یلدن
 الا فاکھرا کھارا اور ہرگز نہ جنمیں گے بد بخت مگر بدکار ناشکر بس ان کی اولاد میں بھی صالح اور نیک بخت
 ہونے کی امید ہیں ہی عرض ہر طرح سے بے لوگ ہلاکی اور خرابی کے سزاوار ہیں اور جب حضرت نوح
 علیہ السلام نے جناب باری عزوجل سے ایسا مواخذہ جو عام ہوا اور سب کو شامل اور نمونہ ہو قیامت کا
 طلب کیا تو اس بات کا خوف ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ پھر الہی ایسا جو شش میں آوے کہ مجھے ترک اولیٰ جو
 کبھی کبھی ہو جاتا ہے اور میری امت کے مسلمانوں سے فرعیہ گناہوں پر جو ان سے ہو جاتے ہیں مواخذہ
 اور پکڑ ہو سو اس خوف کے دفع کے واسطے درگاہ الہی میں ایک عادی مضمون کی بھی کی اور کہا دَبَّ
 اغفرنی اسی پروردگار میرے بندے مجھ کو کچھ تیری مرضی کے خلاف مجھے ہوا ہوا اور میرے حق میں وہ
 گناہ کا حکم رکھتا ہو جیسے ترک اولیٰ اور اجتہاد میں خطا اور چوک و یو الٰہی اور نبشہ میرے
 ما باپ کو اگرچہ دے مر گئے تھے لیکن والدین کے مرنے کے بعد بھی اولاد پر واجب ہوا کی مغفرت کی دعا

مانگے جائے اور اپنے مقدور بھرانے واسطے مدت بھی دے جائے اور حضرت نوح علیہ السلام کے باپ کا نام ملک بن متوشلح تھا اور آپ کی ماکہم شمشا تھا انوش کی بیٹی لیکن یہ انوش دے نہیں ہیں جو آپ کے اجداد میں ہیں بلکہ یہ دوسرے شخص ہیں اور عطار رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے آبا و اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی کافر نہ تھا سب مسلمان موحّد تھے اور آپ کی والدہ بھی مسلمان تھیں وَلَمَّا دَخَلَ بُنْيَیْ مُؤْمِنًا اور بخشش کر اسکے واسطے سودا خل ہو میری کشتی میں جو میرا چلتا گھر ہے لیکن مسلمان ہو اس واسطے کہ آپ کی کشتی میں ابلیس بھی تھا اور بخشش کا مستحق تھا اور مسلمانوں کی بخشش اس واسطے طلب کی کہ ایسا نہ ہو کہ ان کی برائیوں اور گناہوں کی شامت سے کشتی ڈوب جاوے تو بے گناہ بھی ہلاک ہو جاوے اس واسطے کہ دنیا کے عام غذا بون میں جو آرمایش اور جاتیج کے واسطے ہوتے ہیں ان میں کافر مسلمان کا فرق اور امتیاز نہیں ہوتا ہے اس واسطے جو بلا کسی قوم پر آتی ہے تو اس میں بچے بچے اور دیول نے بھی ہلاک ہو جاتے ہیں بلکہ جانوروں کی بھی خرابی ہوتی ہے وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ اور بخشش تمام مسلمان مرد و عورتوں کو قیامت تک جو ہوتے جاوے تاکہ ان کی اولاد کے گناہ جو آگے پیدا ہو کر کریں گے ان لوگوں میں کہ ان کے باپ ہیں تاثیر لکریں اور کشتی کو نہ ڈوبوین وَلَا تَزِدِ الظَّالِمِیْنَ اِلَّا تَبَارًا اور زیادہ نہ کر ان ظالموں کو جو شرک اور کفر کی شامت سے ڈوب کر آگ میں جلیں گے اور درد اور عذاب اس واسطے کہ اگر دمہ دم ان پر عذاب کی زیادتی ہوتی جاوے گی اور ایک ہی طور پر عذاب رہے گا تو اس عذاب کی ان کو عادت ہو جائیگی اور سہہ جائیں گے اور وہ عذاب ان کو نہ معلوم ہوگا اور یہ بھی ایک طرح کی مغفرت ہے تو یہ بھی مومنین کی مغفرت میں شریک ہو جائیگی اگرچہ تھوڑی سی ہے علمائے کہا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی اس دعا میں بڑی خوشخبری ہے تمام ایمانداروں کے واسطے جو قیامت تک ہونے جائیے اس واسطے کہ کافروں کے حق میں جو بد دعا ہے نے کی تھی وہ درگاہ الہی میں بالیقین مقبول ہوئی اور اس کی قبولیت کے آثار بھی ظاہر ہوئے یعنی سب کافر خاک ہوئے تو ایمانداروں کے حق میں مغفرت کی دعا جو آپ نے کی ہے وہ بھی بلاشبہ مقرون باجابت ہوئی ہوگی اور مسلمان مغفور ہووے والحمد للہ علی ذلک اور یہ بھی علمائے کہا ہے کہ او

اور سواع وغیرہ پانچوں بت جو اوپر مذکور ہو چکے ہیں کچھ حضرت نوح علیہ السلام ہی کی قوم کے واسطے خاص نہ تھے بلکہ ہر شخص کے پاس موجود ہیں اور ہر ایک انکی عبادت اور محبت میں گرفتار ہی جان بوجھ کر یا نادانی سے مگر جب کو حق تعالیٰ بچا دے لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی اپنے عالمین خوب غور اور تامل کر کے دیکھے کہ ہر شخص کا بدن و ذہن سو واسطے کہ روح کا محبوب ہے اور بات جلی اور پیدائشی ہی اور اپنے بدن کی محبت میں ایسا مصروف رہتا ہے کہ اس کے مقابلے میں سبکو ہیچ جانتا ہے کسی کی حقیقت اس کے سامنے نہیں ہے اور ہمیشہ اسکی پرورش اور زینت میں لگا رہتا ہے کھانپین سننے میں لباس میں زیور میں طباب میں لنگہ میں دو ا کے استعمال میں ورزش میں ریاضت میں حکام کے جانیں غسل کرنے میں بدن کے تلنے میں حجامت بنائیں غرض جتنی چیزیں میں سب میں بدن کی صلاح اور بہتری منظور اور ملحوظ رہتی ہے اور ہمیشہ اور دن اور رات بلکہ ہر ساعت اسی میں مشغول رہتا ہے اور ہر شخص کا نفس اسکا سواع ہی اسواسطے کہ اسکی زندگی کا قیام اسی سے متعلق ہے اسی واسطے جن چیزوں میں اسکو لذت اور خوشی ہوتی ہے اسی کی طرف دوڑتا ہے اور جن چیزوں سے رنج اور ضرر اسکا سمجھا ہے ان سے دور بھاگتا ہے اسی سبب ہی کہ عبادت اور تقویٰ میں اس سے قصور ہوتا ہے اور پیغمبر کی فرمانبرداری کا حق نہیں کرتا اور ہر شخص کا یغوث اسکا باپ بیٹا یا بہن بھائی بھتیجا اور اقربا ہیں اسواسطے کہ ان لوگوں سے امید فریادری کی رکھتا ہے اور ان کے بھروسے پر کودتا ہے اور ان کا خاطر داری اور دلجوئی میں ہمیشہ لگا رہتا ہے یہاں تک انکی خاطر سے اللہ اور رسول کے حکم کو نال جاتا ہے اور سننے کو ان سنا کر دیتا ہے اور ہر شخص کو یعوق اس کا مال ہی جو زکوٰۃ اور صدقات کے دینے سے اور مکیں و محتاجوں کی خبر گیری سے اور حق تعالیٰ کی عبادت اور تقویٰ سے روک دیتا ہے اور منع کرتا ہے اور یہ شخص اپنی مصیبت اور بلا کے دفع کرنے میں اس سے بڑی ہمت رکھتا ہے اور ہر شخص کا نرس کا شیطان ہے جو حرص اور غصے کے دونوں بازو سے پہنچ کر اس شخص کے سبب لگے اور ننگے کو برابر کر دیتا ہے اور برے دوسرے اور جھوٹے اعتقاد اس کے دل میں ڈال کر دیتا ہے سو جب تک ان پانچوں بتوں کے چھندے نہ چھوٹیں گے تب تک ایمان اس کا درست نہ ہوگا اور حضرت نوح علیہ السلام کی دعائیں جو تمام ایمانداروں کے واسطے ہیں ان میں جو گا اب بچھو۔ عافا چاہے کہ حضرت نوح

اپنی د عا میں عرض کیا ہی کہ میری قوم کے کافر بخین کے مگر بد بخت ناشکر یعنی ان کی نسل سے بھی کوئی مسلمان
ہو نیوالا نہیں ہی لیکن بہت کافر ایسے بھی ہوئے ہیں کہ ان کی نسل سے نیک بخت خدا کے خاص بندے پیدا
ہوئے ہیں چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کہ ان کے لطف سے ایسا شخص پیدا ہوا جو تہ المسلمین
اور ابوالمرسلین ہوا اور خلعت الہی کے مرتبے سے سرفرازی پائی سو ظاہر میں دعا کا مضمون واقع کے خلاف
معلوم ہوتا ہی اس شبہ کے جواب میں مفسرین نے بھی اختلاف کیا ہی علماء ظاہر یون جواب دیتے ہیں
کہ حضرت نوح علیہ السلام کو وحی سے اپنی قوم کا حال بخوبی معلوم ہو چکا تھا کہ ان لوگوں سے ہرگز مسلمان
پیدا ہو نیوالا نہیں ہی اس واسطے یہ دعا کی اور یہ حکم انہی کی قوم کے واسطے خاص ہی عام نہیں ہی کہ ہر
کافر کو شامل ہو اور بعض عالموں نے یوں کہا ہی کہ طوفان کے آنیکے پہلے حق تعالیٰ نے انہر وحی
بھیجی تھی کہ اِنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَنَّ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ اور اس حصر کے لفظ سے حضرت نوح علیہ السلام
نے بوجھ لیا تھا کہ اب میری قوم سے جو پیدا ہو گا وہ کافر ہی رہیگا اس واسطے کہ قوم کی اولاد بھی قوم
میں داخل ہیں اس سبب آپ کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا اور اس مضمون کو جو متضمن شرط اور
جزا کا ہی جناب الہی میں عرض کیا یعنی اِنَّكَ اِنْ تَدَّعٰهُمْ يَضِلُّوْا اِجْبَادًا الخ اور حضرت صوفیہ رحمہم
اللہ کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کو تنگدلی اور غضب الہی کے غلبے کے سبب سے دعا کی وقت
جوش آگیا تھا اور ان پر ایک حالت طاری ہو گئی تھی سو ظاہر حال کے موافق اپنے حکم فرمایا اس واسطے
کہ غیبت اور تاریک نفس سے جو لطفہ کہ پیدا ہو گا وہ اسی تاریک نفس کی تدبیر سے ترتیب پاویگا
تو بالیقین وہ بھی غیبت ہو گا اور نباشت ہی کی استعداد پیدا کرے گا جس طرح اولاد کا جسم کہ صنفیت
میں والد کے جسم کے موافق ہوتا ہی جیسے جسمی اور روحی اور حسب طرح شاگرد اور مرید کہ کمال کی قسم
اپنے استاد اور پیر کے موافق ہوتا ہی اسی واسطے کہا ہی کہ اَلْوَلَادَةُ الرُّوحَانِيَّةُ مِثْلُ الْوَلَادَةِ
الْجَسْمَانِيَّةِ یعنی ولادۂ روحانی جسمانی ولادت کے مانند ہی تاثیر میں سو اسی طور سے حضرت
نوح علیہ السلام کا عرض کرنا آپ کے حال کی لغزش سے تھا کہ کبھی انبیاء سے بھی ہو جاتی ہی جس طرح
موسیٰ علیہ السلام کے اٹھنے سے قبلی مر گیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عمل کی لغزش تھی یہی سبب

ہی کہ حضرت نوح علیہ السلام کو اس عرض کی عرض میں ان کے بیٹے کے کفر سے جس کا نام کنعان تھا قنبہ اور خرد
 کر دیا جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام کو اور یا کی عورت کے مقدمے میں دو شریکوں کے قصے جو آپس
 میں بکریوں میں جھگڑتے آئے تھے مننبہ اور حنبردار کر دیا تھا اور تحقیق اس مقام کی یہم ہی کہ جو کیفیت باپ
 کے باطن پر غالب ہوتی ہے اس کیفیت کی تاثیر اولاد میں بلاشبہ پائی جاتی ہے لیکن جو کیفیت کہ باپ کے
 باطن پر غالب نہیں ہوتی ہے اس کی تاثیر کا اثر اولاد میں پایا جانا کچھ ضرور نہیں ہے اسی واسطے کہتے ہیں کہ
الْوَلَدُ شِبْهُ الْوَالِدِ یعنی اولاد اپنے باپ کا بھید ہے جو حالت کہ باپ میں پوشیدہ اور غالب ہے اس کا ظہور اس میں
 ہوتا ہے پھر جب یہ فرق معلوم ہو چکا تو اب جان لیا چاہئے کہ بعض وقت میں بعض کا فردن کی استعداد
 بڑھی ہوئی ہوتی ہے اور ان کے باطن پر صفائی کا غلبہ ہوتا ہے اور اس جلی استعداد کے موافق ان کی اصل
 بھی پاکیزہ ہوتی ہے لیکن ظاہر میں اپنے باپ دادوں کے دین پر ہوتے ہیں اور اپنی قوم کی عادت اور
 بزرگوں کی وضع ان سے چھوڑے نہیں جاتی لیکن باطن ان کا آفت سے بچا ہوا ہوتا ہے اس سبب اس
 نورانیت کی حالت میں ان کی اولاد با ایمان پیدا ہوتی ہے اور ان کے باطن کی حالت کا ظہور ان کی اولاد میں
 پایا جاتا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام آذر سے پیدا ہوئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ابو طالب سے خوب
 حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کا احوال ہزار برس تک دیکھا اور اتنی مدت دور دراز میں کتنے زمانے
 اور کتنے قرن گزر گئے اور ہر زمانے کے لوگوں کا تجربہ کیا اور ان کے باطن کے استعداد کی معرفت کو خوب آرا یا لیکن
 کسی میں صلاحیت کی لیاقت نہ دیکھی تب بالیقین آپ کو معلوم ہوا کہ انہیں سے کسی کی پیدائشی استعداد سلامت
 نہیں رہی اور باطن ان کا تاریک ہو گیا ہے بلکہ سیاہی نے تمام ان کے باطن کو چھالیا ہے اور ان کا کفر اپنے باپ
 دادوں کی پیروی پر اور قوم کی رسم پر نہیں رہا بلکہ ان کے دل سیاہ ہو گئے ہیں اب ان سے اور ان کی اولاد ہرگز
 توحید ایمان کی نہیں ہے لاچار ہو کر اس طور کی بددعا ان کے واسطے کی اور اس شرط اور جزا کو درگاہ الہی
 یقین کے طور پر عرض کیا سو حق تعالیٰ کی درگاہ میں اسی رستی کے سبب سے ان کی دعل نے قبولیت کا درجہ
 پایا اور اس تہا مالک الملک کی درگاہ سے ان کی قوم پر عذاب نازل ہوا اور حضرت نوح علیہ السلام
 کچھ عتاب ہوا اور ان کے بیٹے کنعان کا فرسوتا بنیہ اور عتاب پر عمل نہیں کیا جاتا اور ان کی دعائیں شرط اور جزا کا جو مضمون ہے

مخالف بھی نہیں ہے اس واسطے کہ حضرت نوح علیہ السلام کلام کا مطلب یہ ہے کہ ان کافروں سے سوائے کافر فاجر کے پیدا نہ ہو گا اس سبب سے اس کائنات اور نابود ہونا ضروری ہے یہ مطلب نہیں ہے کہ کافر فاجر پیدا نہ ہوں اس واسطے کہ کبھی نیکیتوں سے بھی برے پیدا ہوتے ہیں لیکن ان سے اچھے صالح بھی پیدا ہوتے ہیں تو بعضہ اولاد کی نیکی اور بعضہ کی بدی مقابل ہو کے فنا اور نیستی کے وجوب کی علت نہیں پڑتی ہے اور یہ بھی کچھ بعید نہیں ہے کہ کنعان کے لطف کے حلق کے وقت بعضی لغزشین اور ترک ان کے جانے جہاں پیغمبر و متعلقے بشارت کے ہونا چہ عجب نہیں ہے حضرت نوح علیہ السلام کے باطن میں ایک ظلمانی ہیئت پکڑی ہو اور اسی ہیئت ظلمانی کا کنعان حامل ہو کر آل ولد شریک پیغمبر کا مصداق ہوا اور سوائے اس کے اسکی ماکاشفہ اور منافق ہونا اسکی استعداد کی خرابی میں بڑی تاثیر رکھتا ہے اب اس لحاظ سے کنعان کے استعداد کے فائدہ کو حضرت نوح علیہ السلام کی طرف نسبت کرنا کچھ لازم نہیں ہے اس کی اما کا اثر ہو تو کچھ عجب نہیں ہے حاصل کلام یہ ہے کہ ایک تو یہ بات ہے کہ سوائے کافر فاجر کے صالح کا نہ جتنا اور دوسری یہ کہ کافر فاجر بھی بچتے رہوں اور صالح بھی ان دونوں باتوں میں فرق برآی اور ان دونوں میں سے ایک کا اثبات دوسرے کی نفی نہیں کرتا ہی تاکہ تنبیہ اور عتاب متصور ہو سکے واللہ اعلم بالصواب

سورۃ الحجرت

یہ سورہ کی ہے اس میں اٹھائیس آیتیں اور دس سو اسی کلمے اور نو سو نو حرف ہیں اور اس سورت کے ربط کی وجہ سے سورہ نوح اور اسکے پہلے کی صورتوں کے ساتھ یہ ہے کہ سورہ نون میں یہ مضمون بیان ہے کہ مکے کے کافروں نے باوجود نہایت نزدیکی نسب کے رسول مقبول سے اور آپ کے احوال اور اخلاق بزرگ واقف ہونے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر نہ پہچانی اور دیوانگی کی نسبت آپ کی طرف کرنے لگے اور سورہ حاقہ میں یہ مذکور ہے کہ یہ کافر ایسے بد بخت اور نفی ہیں کہ باوجود عقل اور دانائی کے دعویٰ کرتے قرآن مجید کو کھیں شاعر کا کلام اور کبھی گاہن کا کلام اور کبھی پیغمبر کا بنایا ہوا کہتے ہیں اتنی سمجھ نہیں رکھتے کہ اسکی حقیقت محال کو دریافت کریں کہ یہ کلام اعجاز سے بھر ہوا کس قسم کا ہے اور کہاں سے آیا ہے اور

زمین پر اتار لے اور زمین والوں کو سنا دیا یہاں تک کہ سورہ معارج میں جان بوجھ کر
 سچ کو جھوٹا کرنا اور بیگناہ جھگڑا کرنا کا فرون کا کھول کر بیان فرما دیا کہ یہ کافر اپنی نادانی اور جہالت
 سے حق تعالیٰ کے عذاب کی درخواست کرتے ہیں اور سورہ نوح میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی کے
 واسطے حضرت علیہ السلام کی کامل دعوت کا پورا قصہ بیان فرمایا یعنی جو دعوت کا حق تھا سو بجالا دے اور ہر
 سال تک اپنی قوم کو طرح طرح سے سمجھایا لایا بھی دلویا اور ڈرایا بھی اور احکام میں انتہا درجہ کی سعی اور کوشش کی لیکن
 اس قوم نے اپنے باپ دادا کی تقلید جو کفر میں کی تھی اسے ہرگز نہ چھوڑا اور اسی پر ہیٹھ کرتے رہے اور اب اس
 سورہ میں ارشاد ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی قدرت کا طر کا تماشا دیکھو اور خوب جان رکھو کہ دلون کا پھیر نوالا
 اور پودھی ہدایت کی بنیاد لا وہی بالک الملک ہمارا اپنی قوم کا حال دیکھو کہ تمہارے احوال کو بخوبی جانتے ہیں
 اور تمہیں بھی قربت بھی رکھتے ہیں اور ایک جنس بھی ہیں اور عربی کلام کے بڑے ماہر ہیں اور ہر قدر استعداد رکھتے
 ہیں کہ اگر قرآن شریف کے بوجھنے اور اس کلام کے اعجاز دریافت کریں تو بخور اور تامل کریں تو بخوبی بوجھ
 سکتے ہیں لیکن ہرگز نہیں بلکہ ایسے گمراہ ہیں کہ جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں اور نہیں مانتے اور بیگناہ کلام
 کرتے ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام کی قوم باوجود اس قدر مدت دراز کے دعوت کے اور ہم جنس ہونے کے
 یعنی آدمی تھے نہ جن اور عقل پوری رکھتے تھے اور ایمان کی لکھائی اور کفر کی برائی بخوبی بوجھ سکتے تھے لیکن ہرگز
 راہ پر نہ آئے اور حضرت نوح علیہ السلام کا کلام نہ سنا بلکہ روز بروز گمراہی ان کی اور زیادہ ہوتی گئی اور سیدھی
 راہ سے دور بھاگتے رہے اور ایک جماعت ان جنون سے جو تمہارے ہم جنس بھی نہیں ہیں اور انسانی
 بات سمجھنے کی فہمید بھی خوب نہیں رکھتے اور تم کو کبھی دیکھا بھی نہیں اور تمہاری محبت میں بھی نہیں آئے تاکہ
 قرآن کے معنوں کی تفسیر تم ان کے سامنے بیان کرتے اور ان کے معنوں کو اچھی طرح سے کھول کر ان کو سناتے
 فقط راہ چلتے کئی آیتیں قرآن شریف کی تھیں سن کر کقدر ہدایت کے نشہ میں مست ہو گئے اور کیسے قرآن
 قرآن مجید کے معتقد اور تابعدار ہو گئے کہ سنتے ہی ایمان لائے اور اپنی قوم کے بزرگوں اور پیشواؤں کی تقلید
 اور پیروی کا سہا بلکہ پھر گئے اور ایمان کی خوبی اور کفر کی برائی کیا اچھی طرح سے اپنی قوم کے سامنے بیان کی
 اور تمہاری نبوت کی صحت پر کیا خوب دلیل لائی باوجود اس بات کے کہ برائیاں جنون کی جبلت اور پیدائشی

ہیں جیسے غرور اور تکبر اور ہٹ کرنا اور گڑبگڑانا اپنی بات پر اور اپنے بھانے اور چھپنے پر اعتماد اور بھروسہ کرنا سوان سب باتوں کو اپنے سے دور کیا اور اقرار کیا اس بات کا کہ لَنْ نُجِزَ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ نُجِزُهُ هَرَبًا اور اس بات کا بھی اقرار کیا کہ ہرگز علم غیب نہیں ہے اور کہا کہ لَا تَذْهَبِي أَشْرَاطُ يَدَيَّ فِي الْأَرْضِ اُم آدابِ یمن ہم دُشدَا اور اپنی تعریف اور اپنی قوم کی تعریف اور توصیف سے دست بردار ہو اور کھول کر کہہ دیا کہ مِنَّا الصَّالِحُونَ وَمِنَّا دُونَ ذَلِكَ كُنَّا طَرِيقًا قَدَدًا اور ایما نذا رونا اور قمر و انجام کار کو دریافت کر لیا بس اب بجانا چاہئے کہ جس شخص کی نگوئی اور رہنمائی کے واسطے ہدایت الہی اسکے حال پر متوجہ ہوئی اور توفیق نیک اس طرف سے ملی تو جتنی برائیاں اور نیک بات سے روکیا گیا ہیں وہ چیزیں اسکے پاس بھی نہیں آتی ہیں اور جو چیزیں نیک بات کی حاصل کرنیوالیاں ہیں وہ سب بے خواہش جمع ہوتی ہیں اور حطرف حق تعالیٰ کی ہدایت متوجہ نہ ہوئی تو کتنی ہی عقل اور دانا مٹی ہوا و رہم جنسی اور قربت بھی پائی جاوے اور استاد کی شفقت اور محبت اور مرشد کامل کی صحبت ہووے بھی نصیب ہووے لیکن یہ سب باتیں بیکار اور بیفائدہ محض ہوتی ہیں اور کچھ بن نہیں پڑتی مصرعہ کچھ بن نہیں پڑتی جب تقدیر بگڑتی ہے نظم حکو توفیق حق کی ہووے رفیق بن پڑے گبر ابھی کام کرے جسکی تقدیر ہی الٹ جاوے جو کہ سر پران کے آن پڑے اور باوجود ان باتوں کے ان دونوں صورتوں کے متفرق مضمونوں میں ہی مناسبت اور موافقت پائی جاتی ہے چنانچہ اس سورت میں یعنی سورۃ نوح میں حضرت نوح علیہ السلام کی زبان سے فرماتے ہیں کہ مَا لَكُمْ لَا تَحْنُونَ لِلَّهِ وَفَارًا اور اس سورت میں جنوں کی زبانی نقل فرمایا ہے وَاللَّهُ تَعَالَى جَدُّ رَبِّنَا اور اس سورت میں کافرو گون کی زبانی نقل فرمایا ہے کہ لَا تَذَرِكْ وَدَا وَلَا سَوَاعَا وَلَا يَعُوثُ وَيَعُوقُ وَكَسْرًا اور اس سورت میں مسلمان جنوں کی زبانی نقل فرماتے ہیں کہ لَنْ نُشْرِكَ بِرَبِّنَا أَحَدًا وَمِنْ أَسْلَمَ فَالْكَ تَحْرُورًا اور اس سورت میں مذکور ہے فَلَمْ يَجِدْ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَنْصَارًا اور اس سورت میں مذکور ہے وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُونِهِ مُلْتَحَدًا وَلَنْ نُجِزَ اللَّهُ فِي الْأَرْضِ وَلَكِنْ نُجِزُهُ هَرَبًا اور اس سورت میں مذکور ہے إِسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ خَفِيرًا يَرْسِلُ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدَادًا اور اس سورت میں مذکور ہے وَأَنْ كَوَّاسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ لَأَسْقِيَنَّكُمْ مَاءً

خَلَقَ قَالِیْقَتَم فِیْہِ اور اس سورت میں مذکور ہے کہ آدم کی اولاد اپنی ناخلفی اور نالائقی کے سبب اپنے اصل باپ کی خلافت کی خدمت سے معزول ہوئے اور ہلاکی کے سزاوار ہوئے بلکہ وجہ القتل ہوئے مہو جب اس مضمون کے لَا تَذْرَعُ عَلَی الْاَرْضِ مِنَ الْکَافِرِیْنَ دِیَارًا اَنْتَ اَنْ تَذْرِیْہُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَکَ وَلَا یَلِدُ وَاِلَّا فَاِجْرًا کُفَّارًا اور اس سورت میں مذکور ہے کہ باوجود مختلف ہونے جنوں کے اور جدائی اخلاق اور اوضاع کے جنوں میں جو بیاقت اور صلاحیت تھی اس سبب سے پیغمبر آخر الزمان کے خلیفہ ہوئے اور ہدایت اور رہنمائی کے منصب سے سرفراز ہوئے اور اپنی قوم میں جا کر پیغام رسول کا پہنچایا اور نافرمانی سے خوف دلایا اور ڈرایا نظم دہقان کے بیٹے بلکہ فرات میں طاق تہیچے حضور شاہ کے بلکہ ہوئے امیر نادان امیر زاد گئے جھیک مانگتے دہقان کے در پہ جیسے کوئی مبتذل فقیر اور اسکے سوائے دوسری بھی مناسبتیں ان دونوں سورتوں میں پائی جاتی ہیں جو خوب فکر اور غور کرنے کے بعد معلوم ہوتی ہیں اور اس سورت کا نام سورہ جن اس واسطے رکھا ہے کہ قرآن شریف کی حقیقت کا ثبوت اس سورت میں دو جہم جنوں کی طرف سے ظاہر ہوا ہے سو ان دونوں وجہوں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ بڑے بڑے فصیح اور بلیغ آدمیوں کا اس قرآن کے مانند عبارت بنالانے میں عاجز ہو جانا ہر خاص و عام کو معلوم ہو چکا تھا فقط دو احتمال اس زمانے کے لوگوں کو قرآن شریف کے حق میں ان خاطر و دین گذرتے تھے ایک یہ کہ شاید خدا کا کلام ہو جو فرشتے کے واسطے سے پہنچا ہے دوسرا احتمال یہ کہ شاید جن کا کلام ہو جو کسی کاہن کے واسطے سے دل میں ڈالا گیا ہو اس واسطے کہ اس زمانے میں عرب کے شہروں میں کہانت کا دروازہ کھلا تھا اور جنوں سے علم کا سیکھنا رائج اور مشہور ہو رہا تھا اکثر عرب کے لوگوں کہانت سے دوستی اٹھائی ہو جاتی تھی اور وہ جنات بعضی باتیں جو آدمیوں کو نہیں معلوم ہوتی تھیں بلکہ آدمی اسکو غیب کی بات سمجھتے تھے ان اپنے دوستوں کے دلوں میں ڈالتے تھے اور اس معاملہ کے سبب سے اس شخص کا مرتبہ اور اعتبار لوگوں کے دلوں میں بڑھتا تھا اور اس جن کی بھی بزرگی اور عزت لوگوں کے دلوں میں جم جاتی تھی اس سبب سے ان جنوں اور کاہنوں کی طرف لوگ جمع کرتے تھے اور

نذر نیاز چڑھاتے تھے اور ان کا جنون کا حق جو مقرر کرتے تھے اس کو ادا کرنا ضروری جانتے تھے اور یہ معاملہ ان لوگوں میں بہت جاری تھا جب کہ اس زمانہ میں بھی اسی قسم کے معاملات ان شخصوں سے جو اپنے اور برجن یا پری کے آنیکے دعوے کرتے ہیں لوگ کیا کرتے ہیں اور ان جن اور پریوں کو غیب میں جانتے ہیں اور ان کی نذر نیاز اپنے اوپر واجب سمجھتے ہیں اور عرب کے جاہل لوگ ایسا جانتے تھے کہ جیسی عبارت جن بنا سکتے ہیں ویسی عبارت آدمی ہرگز نہیں بنا سکتے بلکہ ان کو گمان اس بات کا تھا کہ یہ کلام یعنی قرآن شریف آدمی نہیں بنا سکتے تو شاید کسی بڑے جن کا کلام ہو جو پیغمبر کو سکھاتا ہو اور جب اس سورت میں یہ مضمون بیان ہوا کہ اس کلام کو منکر جن بھی دنگ ہو گئے اور اپنی عاجزی کا اقرار کیا اور کہنے لگے کہ یہ کلام ہرگز مخلوق کا نہیں ہے بلکہ یہ کلام خالق کا ہے تو یہ شبہ بھی بالکل جاتا رہا وہی ایک بات باقی رہی یعنی یہ قرآن حق تعالیٰ کا کلام ہے کسی دوسرے کا نہیں ہے اور اگر کسی کے دل میں یہ شبہ گزرے کہ یہ جنون کا اپنی عاجزی کا اقرار کرنا یعنی یہ کہنا کہ یہ کلام حق تعالیٰ کا ہے کسی مخلوق کا نہیں ہے یہ بھی تو اسی قرآن سے ثابت ہوا ہے جنون کی زبان سے کہنے سنا کہ جنون نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا تاکہ اس کلام کا اعجاز ثابت ہووے اور حقیقت کا کلام ہونا سب کو یقین ہو جاوے یہ بیان اثبات پیشی بنفسہ لازم ہوتا ہے یعنی ایک چیز کے وجود کو ثابت کرنا اس چیز کی ذات ثابت کرنے سے اور اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں اثبات اشیٰ بنفسہ لازم نہیں ہوتا بلکہ یہاں اثبات اشیٰ علیٰ غیر بنفسہ کی طور پر ہے یعنی اگر اس چیز کو نفیض کو ہم فرض کر لیں یعنی مان لیں تو بھی یہ چیز ثابت ہوتی ہے اور دعوے اور مطلب کے ثابت کرنے میں کوئی دلیل اس سے مضبوط اور قوی نہیں ہے اور یہاں اس مطلب کو یوں بوجھا چاہئے کہ قرآن کے منکروں سے ہم پوچھتے ہیں کہ جس سورت میں کلام الہی ہونے کا اور اپنی عاجزی کا اقرار جنون کی زبان سے نقل کیا گیا ہے وہ سورت کلام الہی ہے یا جنون کا کلام ہے اب اگر تم کہو گے کہ جنون کا کلام ہے تو ہمارا مطلب ثابت ہوا یعنی جنون نے اپنی عاجزی کا اقرار کیا اور اس کو کلام الہی کہا اور اگر تم کہو گے کہ یہ کلام الہی ہے تو بھی ہمارا مطلب ثابت ہوا کہ یہ کلام الہی مطلب ہے اور جب کلام ہونا صادق ہوا تو جو کچھ اس میں جنون کا احوال مذکور ہے وہ بھی ثابت ہوا اور کیا

شعبہ کہ باقی قرآن بھی جن کا کلام ہوا اور یہ سورت آدمی کا کلام ہو سو یہ شبہ پہلے سے باطل ہو چکا ہے
 اس واسطے کہ آدمی اس سورت کے مقابلہ میں کلام لائیں کہ جس میں وہ وزن و نون احتما لوں میں سے یعنی
 یہ سورت جن کا کلام ہے یا خدا کا ایک احتمال کا معین ہونا ضرور ہوا اور ان جنہوں میں سے جو ثابت
 ہوگا تو اپنا مطلب ثابت ہے اور دوسری وجہ اس قرآن کے ثبوت کی جنوں کی طرف سے یہ ہے کہ
 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے جنات آسمان پر جلتے تھے اور جو فرشتے دنیا کے کاموں
 کی تدبیر پر مقرر ہیں ان کی مجلسوں اور محفلوں میں سے وہ باتیں جو دنیا میں ہونیوالی ہیں چوری اور جاسوسی
 کے طور پر سننے کے لوگوں سے کہتے تھے تاکہ وہ لوگ ان کی عیب دانی کے محقق ہو دیں اور انہی پر سن
 کرین اور کاہنوں کو جو ان جنوں کے خادم اور پجاری ہیں نذر اور تیار لاکر دیویں اور روز بروز ان کا
 کاہنوں کی شیخی اور بزرگی ان کے نزدیک بڑھتی جاوے سو جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہوئے
 تب یہ کارخانہ دہم برہم ہو گیا اور آسمان پر جانے سے جنوں کو ممانعت ہو گئی اور فرشتے نگہبانی کو مقرر
 ہوئے تاکہ آسمان پر جنوں کو آنے نہ دیویں اور اگر وہ آئے گا ارادہ کرین تو آگ کے انکار و نسی
 مارین اور اس قسم کی احتیاط اور نگہبانی سے مطلب یہ تھا کہ جب قرآن نازل ہوگا اور زمین والے اگر
 انکار کرین گے تو اسے اس قرآن شریف کا مقابلہ طلب ہو گا یعنی اگر تم اس کو کلام انہی نہیں جانتے ہو تو تم
 بھی ایسا کلام بنا لاؤ اور جب زمین والوں سے اس کے مقابلے میں کلام نہ آ سکے گا تو ان کو کلام انہی ہو تا قرآن
 کا یقین ہو جائیگا اور اگر جنات آسمان پر جاتے رہیں گے تو ہو سکتا ہے کہ بیت العزۃ کے فرشتوں
 کی زبان سے کسی آیت قرآن کو سنے کسی کاہن کو پہنچا دیں اور بیت العزۃ اس مکان کو کہتے ہیں جو دنیا کے
 آسمان پر قرآن شریف نازل ہونیکا محل ہے اور وہ کاہن پیغمبر کے مقابلے میں وہ آیت پڑھے تو جاہلون
 کے ذہنوں میں شبہ پڑ جائے گا کہ قرآن شریف کے برابر عبارت آدمی بھی بنا سکتا ہے تو قرآن کا کلام الہی
 ہونا بالیقین ثابت ہوگا اور یہ بھی تھا کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت عام تھی یعنی حسب طرح
 آپ آدمیوں کے نبی تھے اس طرح جنوں کے بھی نبی تھے اور منکر جنوں سے بھی قرآن کے مقابلے میں جانتا تھا
 طلب کرنا منظور تھا تاکہ وہ بھی عاجز ہو کے کلام الہی ہونے اس قرآن کے اقرار کرین اور اگر آسمان پر نکل

آنا جانا بند نہ ہوتا تو وہ بعضی آئین فرشتوں کی زبان سے چوری کے طور پر شکے مقابلہ میں موجود ہو اور عجز ان کا ثابت نہ ہوتا اس سبب تدبیر الہی اس امر کو مقتضی ہوئی کہ زبان فیض نشان نبوت میں جو زمانہ قرآن کے نازل ہونے کا ہی اور وہ غنیمتیں برس تک رہا یہ کارخانہ بالکل موقوف کر دیا جائے چنانچہ عرب کے سب کاہن آپ کے نبی ہونے کے وقت سے معطل اور بے کار ہو گئے تھے اور لگہ شکوہ کیا کرتے تھے کہ اب جن ہمارے پاس کوئی خبر نہیں لاتے ہیں اور حجابات بھی حیرت میں تھے کہ حق تعالیٰ کو کیا الٹا پلٹ نظر ہو جو ہم لوگ آسمان پر جانے نہیں پاتے اور جانیگا ارادہ جو کرتے ہیں تو مار پڑتی ہے جب اس قرآن مجید کو سنا تب ان کو یقین ہوا کہ یہی ممانعت اور حفاظت اس کلام کے واسطے تھی کہ اس کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اور قرآن کی حقیقت پر بطور دلیل لانا پہلے امارات اور قراین کے اعانت سے ہی اور یہی طور عرف میں رائج ہے اور اس دلیل کو دانشمندی کے قاعدوں کے طور پر اس وضع سے لکھ سکتے ہیں کہ جنوں کی ممانعت آسمانی کلام کے سنے سے اگر فرشتوں کے کلام کی محافظت کے واسطے ہوتی تو قرآن شریف کے نازل ہونے کے پہلے بھی ہوتی پس معلوم ہوا کہ یہ ممانعت تھی مگر قرآن شریف کی محافظت کے واسطے تاکہ اس کا مقابلہ کسی صورت سے نہ ہو سکے بسبب دلیل دونوں کے بسبب یہ کلام محفوظ ہوا معارضہ سے اور جو کلام کہ معارضہ سے محفوظ ہے وہ کلام مجزہ ہی اور کلام مخیر نہیں ہوتا ہے مگر فعل الہی جو صادق کے ماتھے پر پیدا ہوتا ہے بس یہ کلام بھی کلام الہی ہوا جو ڈالا گیا ہے صادق پر یعنی نبی علیہ السلام پر اور یہی مدعی ہے اور اس جگہ پر جانا چاہئے کہ جانداروں کا پیدا کرنا بھی عالم میں حکمت کی راہ سے ضروری ہوا اس واسطے کہ اگر عالم میں جاندار نہ ہوں تو فعل اختیاری کا ظہور نہ ہو سکے اور بدون اختیار یا فعلون کے عالم کے رونق نہیں ہے اور اراد اور اختیار کا مظہر بھی ثابت نہ ہوا اور اسے طرے شعور اور جوہر بدون جاندار کے مظہر نہیں رکھتا ہے تو علم کا وصف بے مظہر رہتا اور جاندار کا اختیاری فعل کا مصدر ہونا بدون خواہش اور نفرت کے متصور تھا اس واسطے کہ یہ دونوں صفات بھی جاندار کو دنیا ضروری ہوا اور بدون دریافت کرنے اچھائی اور برائی کسی چیز کے جسکی طرف جاندار رغبت کرے یا نفرت کرے خواہش اور نفرت کا وجود متصور تھا سو اس واسطے قبر میں چیزوں کا شعور اور دریافت بھی پیدا کرنا جاندار میں ضروری ہوا اور جو خبری چیزوں کی سمجھ پوری جیسی چاہئے تھوڑی مدت میں ممکن نہ تھی اس واسطے

اور ادراک کلی جو ب چیز کو شامل ہوا و سب سے علاقہ رکھے اور ہزاروں چیزوں کی اچھائی اور برائی کی سبب سے بوجھ لی جاوے جائزہ کو دینا ضرور ہو اموخو اہش اور نفرت کی واسطے قوت شہویہ اور غضب کو پیدا کیا اور جزئی چیزوں کی اچھائی اور برائی دریافت کرنے کے واسطے وہم اور خیال کو معہ اسکے آلات اور سبب پیدا کیا یعنی معہ اس حنہ پیدا کیا اور شعور اور ادراک کلی کے واسطے روح کو مادہ اور مستعد کیا اور عقل کی قوت اس کو بخشی سو ہر جائزہ دار میں شہوت اور غضب اور وہم اور خیال اور عقل کا پایا جانا ضرور ہوا لیکن جائزہ داران چیزوں کی ترکیب اور کیفیت کی نسبت سے چار قسم کے واقع ہوئے ہیں پہلی قسم وہ ہے کہ ان کی عقلی قوت وہم اور خیال اور شہوت اور غضب پر غالب ہے اور یہ چاروں اسکے محکوم ہیں یہاں تک کہ ان چیزوں کا حکم ان کی قوت عقلی کے سامنے بے حقیقت محض ہے کچھ بھی ان کا چل نہیں سکتا جیسے مرد و غسال کے ہتھ میں ہر طرح سے ایکے مطیع اور فرمانبردار ہیں سو اس قسم کو فرشتہ کہتے ہیں اور روحانیات اور شرع شریفہ کی اصطلاح میں مالک اور ارجح اور ملکوت اور فارسی میں سر دوش اور ہندی میں دیوتہ اسی قسم کا نام ہے اور یہ قسم خطا اور گناہ سے معصوم اور پاک ہے اور کھانے پینے سونے عورت سے صحبت کرنے اور دوسری اسی قسم کی حسیں چیزوں کے محتاج نہیں ہیں اس واسطے کہ اختیاری فعلوں کے صادر ہونے کے واسطے ان کو نور سے جسم عنایت ہوا ہے جو نہ کٹے نہ ٹوٹے نہ گلے نہ سڑے جس بامانی صدموں سے بری ہے کیسے خطر کا نقصان اس میں پایا نہیں جاتا اور قوت عقلیہ کے غلبہ اور وہم اور خیال کے خادم ہونے کی سبب سے جس صورت پر چاہیں اپنے تئیں ظاہر کر سکتے ہیں اور ہر شکل سے متشکل ہو سکتے ہیں اور چیز کی کیفیت دریافت کر سکتے ہیں اور اس قسم میں اشرف اور اعلیٰ حملۃ العرش ہیں اسکے بعد گردشِ معلیٰ کے صف بانڈھ کر کھڑے ہونے والے اسکے بعد کرسی کے فرشتے بعد اسکے آسمانوں کے فرشتے درجہ بدرجہ آسمانوں کی ترتیب سے اسکے بعد فرشتے بدلی کے کرہ کے اور نسیم کے کرہ کے اور بخار اور زہریر کے جو شیطانوں پر انکارے مارے اور پانی برسانے اور بدلی کو کھینچ لانے پر مقرر ہیں رعد اور برق سے اپنے گرج اور چمکتے بدلی کو کھینچ لاکے جمع کرنے میں خطر جانور کو کڑوے مار کر جہاں چاہتے ہیں لیجاتے ہیں اسکے بعد فرشتے جو پہاڑوں اور دریاؤں پر مقرر ہیں اسکے بعد فرشتے جو عالم سفلی میں یعنی دنیا کے کاموں پر مقرر

ہیں اپنے انسانی اور حیوانی اور نباتی جسموں کے تصرفات میں مشغول ہیں اور دوسری قسم وے جاندار
 ہیں جن کی عقل اور شہوت اور غضب پر وہم اور خیال غالب ہے اس قدر کہ ہر ایک اختیاری فعل میں
 عقل اور شہوت اور غضب ان کے تابع ہوتے ہیں اور ان کا جسم ناری اور ہوائی جزو کا
 خلاصہ ہے جسکو قرآن شریف میں کہیں مارچ مین ناپ فرمایا ہے اور کہیں ناپ السٹوم فرمایا ہے اور انکا یہ
 بدن آدمی کی ہوائی روح کا حکم رکھتا ہے جو دلیں پیدا ہوتی ہے آدمی کی ہوائی روح میں اور ان کے
 بدن میں اتنا فرق ہے کہ آدمی کی ہوائی روح عناصر اربعہ کا خلاصہ ہے جو آدمی کی غذا میں کام آتی ہیں
 اور اس قسم کا جسم فقط ناری اور ہوائی جزو کا خلاصہ ہے اور ان کا بدن کسی جو آدمی کی روح ہوائی کے
 مانند ہے اس قسم سے لطیف ہے کہ اس اصلی بدن سے مختلف اور متحد ہونے کے دودھ اور پانی کے طور سے
 ایک رنگ ہو جاتے ہیں یہی سبب ہے کہ ان کے وہم اور خیال کی قوت ان کے اس اصلی بدن کو کسی بدن
 مانند متغیر شکل اور تبدیل الصورت کر دیتی ہے جس طرح آدمی کا جسم خوف اور گھبراہٹ میں اور
 سرور اور خوشی کی حالت میں متغیر ہوتا ہے ان البتہ یہ قسم کبھی اپنے اسی بدن پر اکتفا کرتی ہے اور اس
 سے تصرف کرتی ہے اور تنگ جگہ میں در آتی ہے اور نکل جاتی ہے جیسے آدمی کی مسام اور کبھی وہم اور
 خیال کی قوت سے ایک جسم کثیف اور ثقیل اپنے واسطے ترتیب دیکے مختلف شکلوں سے جو اچھائی اور برائی
 کی راہ سے معانی میں بھی متفاوت ہو وین انت اور ہولناکی سے ظہور کرتی ہے یہی سبب ہے کہ اس قسم
 کا جسم اکثر دیکھنے میں نہیں آتا جیسے ہوا اور آگ اور شمع اور باوجود ان وصفوں کے یعنی ایسی لطافت
 کے وہم اور خیال کی قوت سے بہت سخت اور بھاری کام بھی ان سے ہو سکتے ہیں جس طرح سے ہوا کہ باوجود
 لطافت جسم کے بھاری درخت کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیتی ہے اور اس قسم کے واسطے کھانا پین
 عورت سے محبت کرنا سب ثابت ہے تو ہندی بولی میں دیوتہ کی لفظ ان کو بھی شامل ہے لیکن ان میں
 سے جو برائی اور خلی اند کی ایذا رسانی پر قصد استعد ہیں ان کو دینیت اور دینیت بھی کہتے ہیں
 اور فارسی زبان میں اس قسم کے شریر اور بد مذکورہ کہتے ہیں اور اچھوٹو کو پری کہتے ہیں اور عرب
 کی لغت میں اس قسم کے شریروں کو شیطان اور جن میں حبلی شرارت نہیں ہے ان کو جن کہتے ہیں اور جن

شریف کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی شکلوں میں اختلاف بہت ہے لیکن ان کی ایک طور کی شکل نہیں ہے بعضوں کو ان میں سے پر ہوتے ہیں اور دوسرے تیر ہوا کی طرح ہوا میں اڑتے ہیں اور بعض انہیں سے اپنے کو سانپ یا کتے کی شکل میں کر کے پھر کرتے ہیں اور بعض ان میں سے آدمیوں کی صورت ہوتے ہیں اور گھبرا بھی رکھتے ہیں اور اسی طرح کوچ مقام بھی کیا کرتے ہیں لیکن ان کے گھر اور بھڑاؤ کی جگہ اکثر ویران اور خشک اور پہاڑ ہوتے ہیں اور یہ انہی صورتوں کا مختلف ہونا ان کی رغبت کے سبب ہے جسے حب طرف ان کی رغبت زیادہ ہوئی اسی شکل خاص پر اپنے تئیں ظاہر کیا نہیں تو اصل ان کی وہی ماری اور ہوائی جزو سے مل کے ترکیب پائی ہے اور یہ قسم گویا کہ عالم مائیکہ اور عالم حیوانات کے درمیان میںبرزخ کے طور پر ہی جس طرح عقل اور طبیعت کے درمیان میں وہم اور خیالبرزخ ہی ہے سبب ہے کہ دونوں طرف کے حکم انہیں پائے جاتے ہیں چنانچہ جس شکل پر چاہنا ہو جانا اور کئی تدبیروں پر واقف ہونا اور باریک امر و علی اچھائی اور برائی کو سمجھنا یہ سب چیزیں عالم مائیکہ کی ان میں پائی جاتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ تکلیف کا قلم بھی ان پر جاری ہے لیکن تکلف بھی ہیں اور کھانا اور پینا اور عورت سے صحبت کرنا اور جو دوسرے حیوانوں کے خاتمہ ہیں یہ سب چیزیں حیوانوں کی سہی نہیں پائی جاتی ہیں اور غضب اور شہوت کے وقت نفس کی فرمانبرداری کرتے ہیں حیوانوں کے مانند انہیں اور حیوانوں میں اتنا فرق ہے کہ حیوانوں نے اپنی عقل اور وہم اور خیال کو شہوت اور غضب کا مغلوب کر رکھا ہے اور انہوں نے اپنی عقل اور شہوت اور غضب کو وہم اور خیال کا مغلوب بنا رکھا اور تیسری قسم دے جا نذا رہیں جن کی عقل اور وہم اور خیال پر ان کی شہوت اور غضب غالب ہے ہتک شہوت اور غضب کا غلبہ ہے کہ عقل تو گویا پائی نہیں جاتی اور وہم اور خیال ان کی شہوت اور غضب کے فرمان بردار ہیں سو اس قسم کا نام حیوان ہے اسکی دو قسمیں ہیں جنکی شہوت ان کے غضب پر غالب ہے انکو بہیمہ کہتے ہیں اور جنکا غضب انکی شہوت پر غالب ہے ان کو سباع کہتے ہیں جیسے پھاڑ نیولے جانور سو سباع اور بہایم جس طرح چرند و نہین ہوتے ہیں اسی طرح چرند و نہین اور حشراتیں بھی ہوتے ہیں چنانچہ بعد تلاش اور غور کرنے کے یہ بات معلوم ہوتی ہے جیسے کھی کہ یہ حشرات میں بہیمہ ہے اور مگڑی سباع ہے اور اسی طرح دوسروں کو بھی قیاس کر لیا جائے اور یہ تینوں قسمیں جانداروں کی جو مذکور ہو چکی ہیں

سوزی روح کی بایطہین اس واسطے کہ پہلی روحوں کا تعلق انہی تینوں قسموں کے بدنوں کے ساتھ ظاہر ہوا
پھر انہیں سے تھقلیٰ نے پہلی قسم کو جو فرشتے ہیں آسمان پر رہنے کے واسطے مقرر فرمایا اور جو یہ قسم خطا
اور نافرمانی سے پاک تھی اس واسطے عالم کے انتظام کے کام اور اسکی آراستگی کی تدبیریں ان کو سپرد ہوئیں
اور دوسری قسم کو یعنی جنات کو اختیار فی فعلوں کے صادر ہونے کے واسطے لیکن جو جزئی ہیں زمین پر رہنے
کا حکم ہوا اور نباتات یعنی لگنے والی اور بڑھنے والی چیزیں جیسے درخت اور گھاس اور معادن یعنی
زمین سے خود بخود پیدا ہونیوالی چیزیں جیسے چاندی سونا لوہا پتھر وغیرہ اور حیوانات چرند ہوں یا پرند
ان سب میں تصرف کرنے اور اپنے کام میں لگانے کے واسطے اسکو حکم ہوا یعنی جنات کو یہ حکم ہوا کہ ان
چیزوں کو جس طرح چاہو اپنے کام میں لگاؤ اس واسطے کہ جنات کی روحیں صفائی اور لطافت میں ملائکہ کے رتبے
سے کم تھیں اور غلاظت اور کثافت میں سباع اور بہائم کے رتبے سے اعلیٰ تھیں اس واسطے ان کے بدنوں کو
بھی عناصر کے جرمونہیں سے جو لطیف جرم تھے ان سے بنایا یعنی ماری اور ہوائی کے خلاصہ سے بنایا تاکہ علموں کے
حاصل کرنے اور بوجھنے میں اور حرکات کی سرعت میں درمیان کا مرتبہ ان کو حاصل ہووے یعنی فرشتے اور
جانورون کے درمیان کا مرتبہ ان کو حاصل ہووے اور جو اس قسم کی روحیں اور جسم از رو طبیعت کے ملائکہ کی
روحوں اور بدنوں کے قریب ہیں تو اس قسم کو ممکن ہوا کہ عالم ملکوت سے یعنی فرشتوں سے بعضے غیب کی چیزیں
معلوم کر لیں اور انکی مجلسوں اور مخلوق میں آسمان پر حاضر ہو سکیں اور تیسری قسم کو یعنی حیوانوں کو فقط انکی خدمت اور انکی
خواہش کی پیروی اور نفرت کے واسطے پیدا کیا ہی پھر ان تینوں قسموں کی پیدائش کے بعد تھقلیٰ نے جو تھی قسم کو
یعنی انسان کو خلعت وجود کا عنایت فرمایا اور یہ قسم ان تینوں قسموں کو یا مرکب ہو کر معجون کے طور پر ظاہر ہوئی ہے
اور عقل اور وہم اور خیال اور شہوت اور غضب اس قسم کا ہر ایک اعتدال کے قریب اس سبب زمین کی
سلطنت اسکو سپرد ہوئی اور خلعت خلافت کا اسکو عنایت ہوا اور غیب کے علم اسے حوصلے کے موافق ملائکہ کے
وسیطے سے خاص اسی قسم پر نازل فرمائے اور تمام حیوانات کو اور سب لگنے والی اور زمین کے اندر پیدا
ہونیوالی چیزوں کو اس کا تابعدار اور فرمانبردار کر دیا تاکہ خلافت کبریٰ کے امورات کو اچھے طور سے
سرانجام کرے اور جو چیز بایطہ ذوی الارواح سے یعنی پہلی تینوں قسموں سے متوقع تھی یعنی ہونگی وہ ہیں ظاہر

ایک نکتہ پوشیدہ یعنی جنات کی خلعت کے تقدیم کا بھید انسان کی خلقت پر واضح ہو گیا کہ جو بات منظور تھی جب اس قسم سے ہو سکی تب انسان کو پیدا کیا اور جنات کا شریک ہونا انسان کے ساتھ امانت الہی اٹھانے کی تکلیف میں بھی ظاہر ہو گیا یعنی اس امانت کے اٹھانے میں یہ دونوں شریک ہیں لیکن جو عالم جنات کا گویا سطح سفلائی عالم ملائکہ کی ہے اس سبب انسان کے کمال کی راہ اس عالم جنات نے خراب کر دی اور عالم بالا پر انسانی ترقی کو روکا ہے حتیٰ المقدور چڑھنے نہیں دیتا اور اکثر بنی آدم کو اسی سطح سفلائی میں گرفتار کر کے خراب کر ڈالتا ہے یہاں تک ذلت پہنچی کہ انسان کی ہمتیں اور اس کی دریافت کی قوتیں بھی اسی سطح سفلائی میں منحصر ہو گئیں اس سطح کو پہاڑ کراؤ پر چڑھنے کی طاقت اور حوصلہ نہ ملتا بعض بنی آدم نے اس سطح کے عمدہ شخصوں کو اپنا معبود ٹھہرایا اور بعضوں نے اپنی حاجتوں میں انہی سے مدد مانگنا شروع کیا اور بعضوں نے غیب کا علم انہیں ثابت کر کے آگے ہونیوالی چیزوں کا احوال ان سے دریافت کرنا شروع کیا اور شرک پیدا ہوا یہاں تک کہ بعض بنی آدم کے جاہلون نے اس قسم کے وجود کو بلا واسطہ حضرت رب الغزت سے سمجھ کر اس ذات پاک کی لڑکیاں ان کو قرار دیا ہے نعوذ باللہ من ذلک اور ہندو نیکے اور عرب کے مشرکوں کے اور دوسرے کافروں کے مذہبوں اور رسوم میں اگر خوب غور اور تامل کر کے دیکھا جاوے تو صاف معلوم ہو جاوے کہ ان لوگوں کا علم اور دریافت اور ہمت سوائے اس سفلائی سطح کے زیادہ نہیں ہے بلکہ جاہل مسلمان بھی اس بلا میں گرفتار ہیں اور اس عالم کے بعض شخصوں کا بیرنام رکھا ہے اور اکثر غیب کی بات ان سے پوچھا کرتے ہیں یعنی یوں پوچھتے ہیں کہ اب آگے ہمارے دن کیسے ہیں اچھے یا برے اور ہر کام میں اور بہنیں یہ مدد چاہتے ہیں مثلاً روزی کی کٹا دگی اور اولاد اور دوسری اس طرح کی چیزیں ان سے طلب کرتے ہیں اور بعضوں کا نام پر بیان رکھا ہے جیسے سبز پرہی اور لال پرہی اور بعضوں کو پیر ٹھہرایا ہے اور اسی پر دوسروں کو قیاس کر لینا چاہئے اللہ تعالیٰ رب مسلمانوں کو اس آفت سے بچاوے اور توحید کامل نصیب کرے سو جب ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زمانہ قریب ہوا تو پہلے اس سطح کو جو عالم غیب کی راہ کو مانع تھی توڑ ڈالنا اور دور کر دینا ضرور ہوا کہ انسان کی ارواح کی ترقی کی راہ کھل جاوے اور صاف ہو جاوے اسی واسطے فرشتوں کو حکم الہی صادر ہوا کہ اگر جنات

آسمان پر آئینکارادہ کرین تو ان کو آگ کے انگاروں سے مار داوراد پر آنے مذ و تاکہ آسمانی احوال پر
 سبے مطلع ہو دین اس سبب ابلیس اور اسکے تابعداروں کو کہ گمراہی اور گمراہ کر دینے کا عہدہ اٹھائے
 ہوئے ہیں بلکہ ان کی طبیعت برائی ہی کو چاہتی ہے نہایت ذلت اور رسوائی حاصل ہوئی اور جتنے ان کے مکر
 اور فریب تھے جیسے کہ کسی کا ہونے کو نئی بات غیب کی بتلا کے اپنی غیب دانی ثابت کرتے تھے اور کبھی عین
 کی فکر میں دخل دے کے کوئی مضمون عجیب باریک تراش کر اپنی تعریفیں سنتے تھے اور کبھی ہوا ہو کر
 بتوں کے جھوٹ میں در آکر عجیب اور غریب آوازیں کیا کرتے تھے سو اس ممانعت سے ان کبرگیوں میں حائل
 پڑ گیا اور انکی شیخیان جاتی رہیں اور بالکل یہہ کارخانہ بیکار ہو گیا اور انہی عجائبات سے ایک آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ہی سو اس کو بھی جنوں کی زبان سے ثابت کرتے ہیں اس واسطے کہ ایسے موہ
 جن بہت واقف اور خبردار ہیں اور ان کی دریافت زیادہ ہے سو اس سبب سے گویا یہہ سورت سورہ جن
 اس واسطے کہ انہی کے کلام کی تفصیل اس سورت میں بیان ہی جیسے ایمان کی اچھا سنی اور کفر کی برائی اور
 شرک کار اور توحید کا اثبات اور شیطان کے کردن کا دفع اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت
 کی حقیقت کا اثبات یہ سب باتیں جنوں کی زبان سے بالتفصیل اس سورت میں بیان کی گئی ہیں اور اس سورت
 کے نازل ہونیکا سبب یہہ ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہونے کے بعد مکہ معظمہ میں دس برس تک
 طرح طرح سے کافروں کو سمجھاتے رہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کی طرف بلاتے رہے پھر جب دیکھا کہ یہ لوگ
 بالکل ہماری بات کو نہیں سنتے اور ہماری نصیحت کو قبول نہیں کرتے آخر کو ان کے ایمان سے مایوس ہو کے اپنے
 چچا کا کہ اب ان کو چھوڑے اور بیگانوں کو اور غیروں کو نصیحت کیجئے شاید دسے راہ پر آویں اس ارادے
 پہنے آپ طایف کی طرف تشریف لیگئے اور وہاں ایک علاقہ بھی تھا یعنی ایک عورت قریش کے قبیلہ کی جو حج
 کے بطن سے تھی طایف کے کسی سردار کے نکاح میں تھی اور طایف میں سب تین سردار تھے ایک عہد یا لیل اور
 دوسرا معود اور تیسرا حبیب لیکن تینوں سردار آپ کے ساتھ بدسلوکی اور برائی سے پیش آئے یہاں تک
 کہ اپنے شہر سے نکال دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوق عکاظ کی طرف اسی نیت سے تشریف لیگئے
 کہ شاید یہ لوگ ہماری بات سنیں اور یہہ سوق عکاظ ایک بازار کا نام ہے پینہ کی طور پر تھی المین اکبر تھے

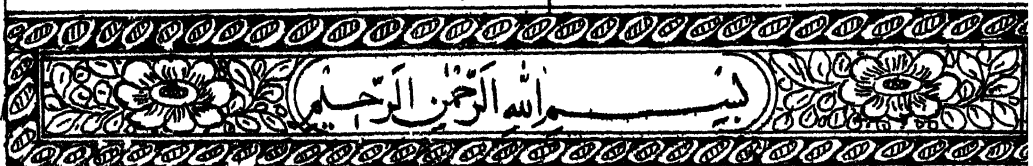
بیسویں سوال سے دسویں ذیقعدہ تک وہاں مجمع رہتا تھا اطراف اور جانب کے لوگ یہاں سے اور تھراکیو ^{سطح} وہاں جمع ہوتے تھے سو اس طرف جانے میں ایک دن راہ میں آپؐ نے محلہ میں مقام کیا تھا اور صبح کو آپؐ صحابہ کے ساتھ فجر کی نماز میں مشغول تھے اور قرأت پھر سے آپؐ پڑھ رہے تھے اس وقت نوجن اس طرف آگئے اور وہ جو نبوت الشیفا کے فرقے سے تھے جو جنوں کے قبیلوں میں بہت عمدہ قبیلہ ہی اور نصیبین کے رہنے والے تھے اور اس طرف ان کے آنے کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ جب آسمان پر جانے سے جن منع کئے گئے اور جب ارادہ اوپر جانے کا کرتے تو آگ کے انگارے ان پر پڑتے تب جنوں نے اپنی مشورہ کیا کہ اس کا سبب کیا ہے جو ہلو آسمان پر چڑھنے کی ممانعت ہوئی اور وہاں کی خبر سے ہکو روکا ہے پھر آپؐ میں ایسی صلاح ظہرائی کہ تمام دنیا میں شرق سے مغرب تک اور جنوب سے شمال تک پھر کہ خبر لو اور دیکھو کہ کون سی نئی چیز زمین پر ظاہر ہوئی ہے جس کے سبب ہم لوگوں کے واسطے اس طور کی ممانعت ہوئی ہے اس تدبیر سے اگر کچھ معلوم ہو جاوے اور اسکا تدارک ہم سے ہو سکے تو اسکے دفع کرنے کا کچھ علاج کریں سو اس چیز کی تلاش میں یہ نون شخص ادھر تہا مہ کی طرف آنکلتے تھے اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض تر جانا سے قرآن شریف اور فرقان مہیف کو سنا اور اسکی تاثیر انھوں کے دلوں پر پڑی اور ان کے سینے یہاں لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتر آئی ہے اور یہی ہماری ممانعت کا سبب تھا کہ کوئی ہم میں سے انکو چوری سے آسمان سے سن کر کسی دوسرے کو نہ پہنچا دے پھر جب تمام قرأت آپؐ کی زبان مبارک سے سن لی تب اپنی قوم کی طرف گئے اور ان کو اس خبر سے آگاہ کیا اور اس جماعت میں جنھوں نے قرآن شریف سنا تھا وہ سردار تھے ایک کا نام زدیعہ تھا اور دوسرے کا نام عمرو تھا ان دونوں کا قعدہ تاریخ کی کتابوں میں تفصیل سے مذکور ہے بعد اسکے انکے سمجھانے سے نووے سردار جنوں کے نصیبین اور غنیوا کے رہنے والوں نے اپنے شکر اور تابعداروں کو لیکر قرآن کو سننے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال باحلال اور آپؐ کی صحبت سے مشرف ہونے کو ارادہ کیا جب قریب پہنچے تب زدیعہ نے آگے جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی کہ ہمارے جن آپؐ کے جمال مبارک کے دیکھنے کو اور قرآن شریف کے سننے کو آنے میں جس مکان میں جو وقت حکم ہووے حاضر ہو دینا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے وقت شب التجون کے نواح اور میدان

جمع ہو دین اس واسطے کہ دن کو اگر ملاقات ہوگی تو شہر کے لوگوں کو دہشت اور خوف حاصل ہوگا اور شعب
 الحجون ایک پہاڑ کے درے کا نام ہے بڑا میدان ہے مکہ معظمہ کے قریب پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 نماز عشا سے فراغت کر کے عبداللہ بن معود رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لے کے اُس طرف تشریف فرما ہو
 جنون کا ہجوم نہایت دیکھا اور سب کو مشتاق پایا عبداللہ بن معود نے کو درے کے باہر چھوڑا اور ایک خط
 اپنے دست مبارک سے اُن کے گرد کھینچے فرمایا کہ جب تک ہم نہ آویں اس خط کے باہر قدم نہ رکھنا کہ مبادا کچھ
 تمکو جنون سے اذیت پہنچے اور آپ وہاں تشریف فرما ہو کے اپنے دیدار سے اُن سب کو مشرف کیا عبداللہ
 بن معود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دو درے دیکھتا تھا انہیں سے بعضے گدی شکل کے تھے اور بعضے
 زط یعنی جٹ کی شکل اور طور پر اور یہ ایک فرقہ ہی بصرہ کے متصل رہتا ہے ننگے سر اور ننگے پانوں پر
 ہین اور عیند کپڑے سے ستر عورت کو ڈھانکتے ہیں اور رنگ ان کے بدن کا سیاہ ہوتا ہے اور ان کے
 سر اور داڑھی کے بال دوہرے ہوتے ہیں سرخی مایل اور بعضے دوسری شکل کے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے نزدیک ہجوم کیا اور آپ کی صحبت بابرکت سے مشرف ہوئے صبح تک آپ ان کی تعلیم اور تلقین
 میں مشغول رہے پھر انھوں نے عرض کی کہ تبرک کے طور پر کچھ سکھو عنایت فرمائے آپ نے فرمایا کہ میں
 ایسا نو شہ تم کو دیتا ہوں جو قیامت تک تمھاری قوم کو نسا بعد نسل اور بطنا بعد بطن کام آوے اور
 وہ یہ ہے کہ جہاں کہیں ہڈی خالی یا ادنٹ یا بکر کی مینگنی یا گائے بھینس کا گوشت پڑا ہوا پاؤں سکولے نہ صرف
 میں لاؤ حق تعالیٰ جل شانہ میری دعا سے تم کو اس میں ایسا رزق اور ایسی لذت عنایت فرماوے گا جو
 تمھارے اگلے کھانے پینے سے بڑھ کر ہوگی اور بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ کوئی لے کو بھی آپ نے انکو عنایت
 فرمایا پھر جنوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ان چیزوں کو آدمی گندھا کر ڈالتے ہیں اور نجاست سے خراب کر دیتے
 ہیں آپ نے فرمایا کہ ہم آدمیوں کو منع کر دیں گے کہ ان چیزوں کو نجاست سے آلودہ مت کیا کرو چنانچہ اسی
 وقت سے ہڈی اور خشک گوشت اور مینگنی سے استنجا کرنا منع ہوا اور ان دونوں جنات کے آپس میں
 ایک خون ہو گیا تھا اُس کے فیصلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیا آپ نے جو حق بات تھی سو کہدی پھر دے
 سب اس پر راضی ہوئے اور جتنے تھے رخصت ہو کر روانہ ہوئے اور آپ مکان کو تشریف فرما ہوئے

اور دوسری مرتبہ بہت سے جن حرا پہاڑ پر جب کو اب جل ٹور کہتے ہیں جمع ہوئے اور وہ جزیرہ و
 باشندے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پاس ایک جن کو خبر کرنے کو بھیجا اس شب کو آپ تنہا
 تشریف فرما ہوئے تھے اور تمام شب انکی تعلیم اور تلقین میں رہے چنانچہ صبح کے وقت صحابہؓ کو انکی آگ
 اور لکڑیاں اور دوسری چیزیں وے چھوڑ گئے تھے آپ نے بنا سئی تھیں اور یہ صبح مسلم میں مذکور ہے
 کلام کا یہ ہے کہ جنو کا آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اور دین کی باتوں کی تحقیق کرنا کتنے مرتبہ تا بہ
 عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو نے میں زط کی قوم کو جب دیکھتے تھے تب خوف کھاتے تھے اور پوچھتے
 کہ کیا یہ جن ہیں لوگوں کو تعجب ہوتا تھا اور کہتے تھے کہ یہ جن نہیں ہیں یہ تو آدمی ہیں تب عبد اللہ
 بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ میں نے جو وقت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمراہی میں جنوں کو اور
 اور صورت کا دیکھا ہے اس وقت سے جب یہ مجھ کو نظر پڑنے میں مجھ کو انہیں جنوں کا گمان ہوتا کہ تا بہ
 میں ہو وین اور یہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۃ رحمن کو جب چھین
 پڑھا تھا تو جنوں نے اس سورت کو نہایت موذت ہو کے سنا تھا اور جب یہ آیت پڑھتے تھے کہ
 اَلَا رَجَعْنَا لَكَ يَا رَبِّ الْعِزَّةِ لَبَّاسًا یعنی پھر کس کس نعمتوں کو اپنے رب کی جھٹلاؤ گے تم دونوں ای آدمی اور جنوں تو
 جواب میں وے سب پکار کر کہتے تھے کہ ہم کسی تیری نعمت کی ای پروردگارنا شکری نہیں کرنے مستحق
 جلتا نہ اس سورت کا مضمون کافروں کو سنا تا ہی تا کہ کچھ بھی ان کو عبرت اور نصیحت ہو و اور
 کو خوب طرح سوچیں کہ جنات کی خلقت تا بعداری اور فرمانبرداری سے بہت بعید اور دور ہے ہرگز نہیں
 کہ کیے تا بعدار ہو وین لیکن باوجود اسکے ان کا تو یہ حال ہے کہ سنتے ہی قرآن کے سپر ایمان لا اور پیغمبر کے
 فرمانبردار ہو گئے اور دل اور جان سے اسکی تا بعداری قبول کی تم لوگ تو ہم جس ہو مگو تو چاہئے تھا کہ اپنے
 سر کو قدم بنا کے دین اسلام میں داخل ہوتے اور رسول کی فرمانبرداری کو خوشی ہو کو دل اور جان سے
 قبول کرتے باقی رہے یہاں پر دو سوال جنکا جواب دینا ضرور ہے پہلا سوال یہ ہے کہ اس سورت میں
 پہلی لفظ اَوْحٰی اُنکی واقع ہوئی ہے اور یہ جملہ حاکم ہے اسکے واسطے محکم عنہ ضرور چاہئے اور اگر اسی
 سورت کو محکم عنہ ٹھہرا دین تو وہی محالط جو منطقہ یونین جذرا صم کو کے مشہور ہے اپنے شکل شہور و پیش ہوتا

ہی اور متحد ہونا حکایت اور محلی عنہم کا لازم ہوتا ہی تو چاہئے کہ اس سورت کے مضمون کی خبر اس سورت کے نازل ہونے کے پہلے وحی میں آئی ہو اور یہ بات واقع کے خلاف ہی سو جواب اس سوال کا یہ ہی کہ سورت کے نازل ہونے کے پہلے پانچ آیتیں جو سورہ احتاف میں ہیں اور اس قصہ کے اصل میں وحی ہو چکی تھیں اور وہ آیتیں یہ ہیں وَلَا ذَرْفًا إِلَيْكَ لَفْرًا مِّنَ الْحَجِّ لِيَسْتَمِعُونَ الْقُرْآنَ اور چار آیتیں اس کے بعد کی اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے اس سورت کا مضمون بغیر عبارت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر القا کر دیا ہو بعد اس کے اس سورت کو اس عبارت سے نازل کر کے حکم فرمایا ہو کہ اس وحی کے مضمون کو اور اس عبارت کو کافروں کے سامنے بیان کرو تا کہ اس کو قرآن کی حقیقت اور تمہاری نبوت پر دلیل پکڑیں اور انکار کو چھوڑیں دوسرا سوال یہ ہے کہ جنون کے قول سے تیرہ باتیں اس سورت میں بیان فرمائی ہیں سو پہلے کلام میں حرف ان کا ہمزہ کے زیر سے آیا ہے یعنی یون فرمایا ہے إِنَّا سَمِعْنَا اور دوسرا بارہ کلون میں ان کا ہمزہ مفتوح ہے یعنی زبر ہے اور قول کے متولہ میں ان مفتوح نہیں آتا ہے بلکہ ان مکسور آتا ہے سو اس میں عربیت کے قاعد کا خلاف لازم آتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ پہلا کلام یعنی إِنَّا سَمِعْنَا یہ صریح جن کا متولہ ہے اس میں ہمزہ کا مکسور لانا ضروری ہے سو موجود ہے اور باقی بارہ کلون میں ضرور نہیں ہے اس واسطے کہ وہ فاصلہ کے سبب سے صریح متولہ نہیں ہے بلکہ وہ ان کا ذکر وایا خبر واکل لفظ مضمر ہے اور ان سب کا عطف قال پر ہے اور ان کے ہمزہ کو لب معنی قول کے فتح لازم ہے اور اس کے بعد جو بارہ کلے ہیں جیسے وَأَن لَّوِ اسْتَقَامُوا وَأَن الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ اور اس کے سوائے یہ سب جنون کے قول میں داخل نہیں ہیں بلکہ یہ وحی میں داخل ہیں اور إِنَّهُ اسْتَمَعَ پر معطوف ہیں

واللہ اعلم بالصواب



تہ تو ای پیغمبر کہ اگر ممتارے دلون میں یون سمایا ہے کہ آدمیوں کا عاجز ہونا اس کلام سے اس سبب ہے کہ کلام چمکا اور آدمی جن کے برابر کلام بنا نہیں سکتے تو جنون کا حال سنو کہ جنون نے اس کلام کے سنتے ہی کجا عجز کا اقرار کیا اور یہ جنون کا اقرار کہ نامیرے پاس جنون کے واسطے سے نہیں پہنچا ہے تاکہ اس

خبر میں احتمال صدق اور کذب کا ہو بلکہ حقیقت کے کطرف سے وحی کے طور پر مجھ پر نازل ہوا ہی اس واسطے کہ اوجی الی آئندہ وحی کی گئی ہی میری طرف میں مضمون کی کہ جنون نے اس کلام کے معجزہ ہونیکا اقرار کیا اور یہہ اقرار اس طور کا نہیں ہے کہ اس کلام کو سرسری سن کے بدون سمجھے بوجھے اسکی فصاحت اور بلاغت کے اسکے اعجاز کا اقرار کر لیا ہو بلکہ استمع نہایت توجہ سے کان رکھے سنا ایک دوزنہیں کہ انکے اقرار پر اعتماد نہ ہو بلکہ فقہین کیجیون بڑی جماعت نے جنون سے جن کی خبر کو حکم تو اتر کا ہی اور جب ایک امر وجدانی سے استعد بہت لوگ خبر دیوین تو اس خبر کا یقین حاصل ہو جاتا ہی اور یہہ خبر جنون نے کچھ جچی کو اور دوسرے آدمیوں کو فقط نہیں دی ہی تاکہ کسی پاسداری اور خاطر داری کا احتمال ہوو بلکہ ان جنون نے اپنی قوم میں جا کر یہہ خبر پہنچائی فقہاء و انا سہمنا قرانا پھر کہا بیشک اسنے سنا ہی قرآن یعنی ایک پڑھنے کی چیز یہاں پر جانا چاہئے کہ دنیا میں کتا میں تصنیف کی ہو ین دوسم کی ہوتی ہین ایک قسم تو فقط خواندنی ہوتی ہی جس میں خدا کا ذکر بہت ہو اور اللہ تعالیٰ کی دے صفتیں اور مدحیں اسیں ہو ین جو دقت طلب نہ ہو ین بلکہ عقل کے نزدیک ظاہر اور عام منہم ہو ین جیسے اذکار امام نووی اور حصین اور اذواد فتحیہ اور اس قسم کی دوسری کتابیں جن میں اللہ تعالیٰ کے کھلے کھلے وصف بیان ہیں اور دوسری قسم وہ ہی جو دیدنی ہوتی ہی یعنی بدون مطالعہ اور غور کے اسکی مطلب بوجھ میں نہیں آتا جیسے عقاید اور حدیث اور فقہ اور سلوک اور دوسرے دینی علموں کی کتابیں کہ ان میں دقیق اور باریک صفتیں اور مدحیں جو عام کے فہم سے باہر ہیں اور عجائب اور غریب کی قدر تیں اور صفاتیں اور دنیا اور آخرت کے حکم اور انبیا اور اولیا اور دوسرے کخاص نبدون کے احوال اور ایسے مسئلے اور قاعدے جو ان چیزوں کے بوجھنے اور سمجھنے میں کام آوین بلکہ واسطہ پڑین یہ سب ان میں مندرج ہیں اور یہہ حقیقتی کا کلام جو ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہی اسطرح کا ذکر اور صفات الہی سے پر ہی کہ نب عالم کے بلکہ آدمیوں کے فہم میں آتا ہی اور ہرگز عقل کے نزدیک اس میں کسی طور کی پوچھ پائی نہیں جاتی اور کوئی آیت اس کلام پاک کی بلکہ کوئی جملہ طویلہ اس کا ذکر الہی سے خالی نہیں ہی اس واسطے اس کلام کا نام قرآن رکھا ہی اس واسطے کہ اذکار اور اوراد کے حکم میں ہی لیکن جنون

نے جب یہ کلام سنا اور بوجھا کہ یہ کلام ذکر اور ورد ہی تو اسکے سات ہی ایک بات اور بھی انھوں نے اس سے بوجھی اور کہا کہ عجیباً یعنی ایک ذکر ہی لیکن نہایت عجیب اور غریب نکات کو شامل ہے اس واسطے کہ باوجود ذکر ہونے کے حقایق الہیہ اور کونیہ کے دقیقون کو جامع ہے اور بہت ہی عمدہ دانائوں کیسی اسکی تقریر ہے کہ ہر چیز کی کہنیں اور باریکیاں خوب تو صیح سے بیان کی ہیں پھر اگر اسکے وعظ اور نصیحت کے کلموں میں تامل اور غور کیجئے تو دے بھی بہت ہی دلچسپ اور مناسب ہیں اور خطابت کے طریق کو اس میں انتہا درجے کو پہنچایا ہے پھر اگر اسکے عمدہ مضامین میں خوب غور اور تامل کیجئے تو عجیب لفظوں میں ان مضمون کو بیان فرمایا ہے کہ ہرگز کسی مخلوق کا کلام اس اسلوب کا پایا نہیں جاتا اس واسطے کہ یہ کلام نہ نظم ہے نہ مسجع نہ ہی لیکن باوجود اس بات کے تشبیہ اور استعارہ کی رعایت اس خوبی سے اس میں کی ہے کہ انتہا درجے کی فصاحت اور بلاغت کے رتبے کو پہنچا ہے اور ان سب سے علاوہ یہ ہے کہ تَهْدِي إِلَى الْوَسْطِ راہ دکھاتا ہے صواب اور بہتری کی اور روح میں بڑی تاثیر کرتا ہے اور اپنے معنوں کو روح میں منقش کر دیتا ہے اور مدد کر کے اس طور سے منور کر دیتا ہے کہ اسکی تاثیر تمام قوتوں کو غضبیہ ہون یا شہویہ سب کو گھیر لیتی ہے بس یہ کلام ورد اور ذکر کا بھی حکم رکھتا ہے اور معلم اور استاد کا اور پیر اور مرشد کا بھی اور باوجود اسکے اس قسم کا یہ کلام نہیں ہے کہ فکر اور تخیلات سے علاقہ رکھے یا عقلی قیاسوں سے نکلا ہو یا وہمی اور خیالی مقدموں سے مرکب ہو بلکہ نہایت ہی عمدہ عجائبات اور غرائبات کو شامل ہے فَاَمَّا يَه پھر ایمان لائے ہم اس کلام پر اور جان لیا یعنی کہ اس قسم کا کلام نہ ہو گا مگر حقیقتاً کی طرف سے اور اگر باوجود ایسی تاثیر اور ایسی خوبی اس کلام کی بوجھنے کے بعد بھی اس کلام کو کلام الہی نہ جانیں ہم بلکہ اس کلام کو حقیقتاً کے غیر کی طرف سے جانیں کہ دوسرا بھی اس قسم کا کلام بنا کر نازل کر سکتا ہے تو گویا شرک کو ثابت کیا ہے وَلَكِنْ لَّشِرْكَ بِنَبِّئَا أَحَدًا اور ہرگز ہم شریک نہ کریں گے اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو اور یہ بھی جنوں نے ذکر کیا کہ پروردگار مطلق وہ ہی کہ عظمت اور بزرگی انتہا دہی اس میں پائی جاوے اور کوئی اسکی برابری نہ کر سکے وَلَئِنْ تَعَالَى جَدُّنَا اور بیشک حال یہ ہے کہ بہت ہی بلند ہی بزرگی ہمارے پروردگار کی ہے کہ کوئی اس کا

شریک ہو سکے اور یہی وجہ ہے جو مَا آتَخَذَ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا نہیں لیا ہمارے پروردگار نے عورت کو اور نہ لڑکے کو اس واسطے کہ عورت اکثر خانگی کاموں میں مرد کے شریک ہوتی ہے اور لڑکا باپ کے مال اور ملک میں شریک ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ پاک ہے اسباب سے کہ کوئی بزور اس کا شریک ہو جاوے یا کسی کو وہ خود اپنی رضا سے اپنا شریک کر لے اس واسطے کہ دونوں قسم کی شرکتوں میں انتہا درجہ کی عظمت کا نقصان ہے اور یہ بھی ہوا کہ قرآن شریف کے سستے کے پہلے جو انکے دلوں میں بری باتیں گڑی ہوئی تھیں جس طرح انکے اعتقاد میں یہ تھا کہ بعض اسکے بندے اسکے کارخانے میں شریک ہیں یا بعض اسکی اولاد میں یا بعض اسکی جوڑو ہیں سو ان سب باتوں سے توبہ کی اور اس کا عذر اس طور سے بیان کیا **وَإِنَّهُ كَانَ يَقُولُ سَفِيهُنَا عَلَى اللَّهِ شَطَطًا** اور بیشک حال یہ ہے کہ کہتے تھے احمق لوگ ہم میں سے اللہ تعالیٰ پر ایسی بات جو اسکی شان سے بہت بعید ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ ابلیس اور دوسرے جن جو اسکے تابع تھے بڑے اعتقاد حق تعالیٰ کی جناب میں رکھتے تھے اور اسکے مخلوقات میں سے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی جوڑو ٹھہرایا تھا اور کسی کو اسکی اولاد اور بعضوں کو اس کا شریک ٹھہرایا تھا اور اللہ تعالیٰ کی خاص صفتیں انہیں ثابت کرنے تھے اس طور سے کہ بعضوں کو کہتے تھے کہ یہ شخص قدرت کاملہ رکھتا ہے جو چاہے سو کر سکتا ہے اور بعضوں کے علم کو محیط جانتے تھے یعنی دور اور نزدیک کھلا اور چھپا سب اسکے نزدیک برابر ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور بندوں کو اپنے فعل کا خالق جانتے تھے اور بعضوں کو ایسا جانتے تھے کہ اگر کوئی مشکل کی وقت اُن کو پکارے تو وہ غیب سے اس کی مدد کر کے حاجت روائی کر سکتے ہیں اور بعضوں کو عبادت کا مستحق جانتے تھے یعنی انکے واسطے عبادت کرنا ضروری ہے جیسے سجدہ کرنا یا اُن کے نام کا روزہ رکھنا اور سوائے اسکے اور بعضوں کو ذکرِ دائم کا مستحق جانتے تھے یعنی انکے نام کو ہر وقت چسپنا بڑا ثواب رکھتا ہے اور بعضوں کو ایسا جانتے تھے کہ اُن کے نام پر جانور کو ذبح کرنا بڑا ثواب ہے اور اُن کے مستحق ہیں اور مال کو کیسے نام پر خرچ کرنا اور نذر اور ہدیہ اسکو پہنچانا اسکو انکی نزدیکی اور خوشی کا سبب جانتے تھے اور بعضوں کو ایسا جانتے تھے کہ اگر لوگ اپنے تین ان کا بندہ اور پرستار کہیں تو درست ہے اور دے اسکے مستحق ہیں اور اسی طرح کے بہت سی باطل چیزوں کے معتقد تھے سو اب ہر فرقہ

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کا ذکر اور ذکرِ دائم کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا سے اپنا شریک کر لے اور اللہ تعالیٰ کی خاص صفتیں انہیں ثابت کرنے کے واسطے کہ بعضوں کو کہتے تھے کہ یہ شخص قدرت کاملہ رکھتا ہے جو چاہے سو کر سکتا ہے اور بعضوں کے علم کو محیط جانتے تھے یعنی دور اور نزدیک کھلا اور چھپا سب اسکے نزدیک برابر ہے کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں ہے اور بندوں کو اپنے فعل کا خالق جانتے تھے اور بعضوں کو ایسا جانتے تھے کہ اگر کوئی مشکل کی وقت اُن کو پکارے تو وہ غیب سے اس کی مدد کر کے حاجت روائی کر سکتے ہیں اور بعضوں کو عبادت کا مستحق جانتے تھے یعنی انکے واسطے عبادت کرنا ضروری ہے جیسے سجدہ کرنا یا اُن کے نام کا روزہ رکھنا اور سوائے اسکے اور بعضوں کو ذکرِ دائم کا مستحق جانتے تھے یعنی انکے نام کو ہر وقت چسپنا بڑا ثواب رکھتا ہے اور بعضوں کو ایسا جانتے تھے کہ اُن کے نام پر جانور کو ذبح کرنا بڑا ثواب ہے اور اُن کے مستحق ہیں اور مال کو کیسے نام پر خرچ کرنا اور نذر اور ہدیہ اسکو پہنچانا اسکو انکی نزدیکی اور خوشی کا سبب جانتے تھے اور بعضوں کو ایسا جانتے تھے کہ اگر لوگ اپنے تین ان کا بندہ اور پرستار کہیں تو درست ہے اور دے اسکے مستحق ہیں اور اسی طرح کے بہت سی باطل چیزوں کے معتقد تھے سو اب ہر فرقہ

شرف کے کشتے سے ہکو معلوم ہوا کہ وہ سب اعتقاد ہمارے اصل اور باطل تھے اللہ تعالیٰ ایسے فاسد اور بُرے اعتقادوں نے بری اور پاک ہی اور اس اپنے باطل اعتقادوں سے حذر کر نہیں یہ بھی جنون نے بیان کیا کہ وَإِنَّا ظَنَنَّاهُ اور بیشک ہم نے طمان کیا تھا کہ أَن كُنْ تَقُولَ الْإِنْسُ وَالْجِنُّ ہرگز نہ کہیں گے آدمی اور جن جرأت کر کے اور بے باک ہو کے إِنَّا كَذَّبْنَا اللہ کے با اللہ پر جھوٹہ کوائفے کلام کا حاصل یہ ہی کہ ہم اتنی مدت تک ایسے باطل اعتقاد و نہیں جو پھنسے رہے اس کا سبب یہ تھا کہ ہم نے تقلید کی تھی ان لوگوں کی جو عقل اور دانائی میں ساگر جہان سے ممتاز تھے اور حق اور باطل کے دریافت کر نہیں اپنے تئیں یکساں زمانہ جانتے تھے اور ہمیں یہ جانا تھا کہ اس قدر جماعت کثیر جن اور انس کے ہر ایک انہیں سے عقل اور دانائی میں کیوں اپنا ثانی نہیں جانتا ہی اور ہر بات کی تہ کو پہنچنے میں ہر ایک اپنے تئیں دوسرے سے بڑھ کر جانتا ہی سو ایسے عاقل اور فہمیدہ لوگ سب کے سب ایک بارگی کسی بڑے شخص پر مخلوقات سے جھوٹہ نہ باز دہیں گے پھر ایسے شخصوں سے اللہ تعالیٰ پر جھوٹہ باز دہنا جو سب بڑوں سے بڑا ہی اور اس کی عظمت اور بزرگی کے سامنے کیسے عظمت اور بزرگی پاسنگ کو بھی نہیں پہنچتی ہی کیسی طرح ممکن نہیں ہی اور ہرگز یہ لوگ ایسی جرأت اور بے باکی نہ کریں گے لیکن ان لوگوں نے بڑی جرأت اور بیباکی کی کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹہ باز دہا اور اس الکی جرأت اور بیباکی کا سبب بھی ہم نے دریافت کیا اور اس سبب کو جنون نے یوں بیان کیا وَإِنَّا كَذَّبْنَا كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسِ اور بیشک تھے بہت لوگ آدمیوں کے باوجود مرد ہونے کے کہ عقل کا محال اور لکی قوت اور بخوفی مرد کو لازم ہی يَعُوذُونَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْإِنْسِ پناہ مانگتے تھے جن کے فرقے کے مردوں اور یہ ان کا پناہ مانگنا کئی قسم کا تھا پہلا طور پناہ مانگنے کا یہ تھا کہ جب کوئی مرض ان کو لاحق ہوتا تھا تو وہ بے جانتے تھے کہ یہ جن کی بد نظری کا اثر ہی سو اس جن کی واسطے کھانا اور خوش بو اور بخور تیار کر کے جس جگہ پر جان نے تھے کہ یہاں جنون کے آنیکا گمان ہی وہاں وہ چیزیں رکھ دیتے تھے تاکہ اس چیز کو رشوت کی طور پر قبول کریں اور ہکو ایذا پہنچانے سے باز آویں اور دوسرا طور پناہ مانگنے کا یہ تھا کہ شکل اور کھین چیز و نمین ان کی طرف رجوع کرنے تھے اور ان کے نام کو و طیفے کے طور پر چپا کرتے تھے اور ان تر ہونے کی صورتوں پر جن کو انہی جنون کا ٹھہرایا تھا اور ان کو بت کہتے تھے نذرین اور ہدیے اور قربانی چڑھانے تھے تشر

یہاں جنون کے جن جنون کا بیان ہے

طوریہ تھا کہ جب کے یکو ان میں سے آگے کی بات دریافت کرنا منظور ہوتا تھا تو کاہنوں پاس جاتے اور اپنے
 پری خواتی کر دیتے یعنی جو جنون کے بلانے کا طور ہے جیسے مکانون کو صاف کرنا اور پھول رکھنا لوہان جملنا راک
 کرنا تاکہ اس سبب سے جن ابگاہہ اگر حاضر ہوں اور اس چیز کی جو مطلوب ہے یا خبر دیوین کہ فلانی چیز یوں ہوگی
 اور فلانی چیز یوں ہوگا تو یہ تھا کہ جب سفر میں کسی جنگل یا پہاڑ یا مکان میں اترتے تو جنون کے بادشاہوں
 اور سرداروں کے نام لیتے اور ان سے پناہ اور مدد چاہتے تاکہ اس مقام پر ان کے تابعداروں کو کسی حد تک
 نہ پہنچے اور اس مصنون کے کچھ کلمات بنا رکھتے تھے اسکو پڑھتے تھے جیسے دُنائی لونا چمار کی یا کلو ابیر کی
 اور اسی طور کے دوسرے کلمات اب بھی مشہور ہیں اور ان کے اعتقاد میں یوں سمایا تھا کہ جب ان کی پناہ میں
 آگئے تو اب سب بلاؤں سے محفوظ رہیں گے پانچواں طور یہ تھا کہ ان کی تعریفیں اور خوشامد اور چالوسی
 کیا کرتے تھے اور نذرین اور ہمدے اور اچھے اچھے کلمے لکھنے نام پر دیکر انکو اپنی طرف متوجہ کرتے تھے تاکہ وہ
 عاجزی اور احتیاج کے وقت اس جیل سے ان کے کام آویں اور ان کی مدد کریں چنانچہ کرم بن اساب نے اپنے باپ
 سے کہ دے صحابی تھے روایت کرتے ہیں کہ ان کے باپ کہتے تھے کہ سفر میں ایک مرتبے ایک عجیب چیز دیکھنے
 میں آئی کہ جنگل میں ایک شخص بکریاں چراتا تھا ایک بھیڑ آیا اور اسکی بکریوں میں ایک بکری اٹھا لیگی
 اس شخص نے ایک جن کا نام لیکر پکارا کہ اسی فلانے جلد آؤ کہ بھیڑ یا میری بکری کو لے جانا ہی اس آواز کے
 ساتھ ہی سنا سننے کوئی شخص کہتا ہی کہ اسی بھیڑے اسکی بکری کو چھوڑ دے پھر اسی وقت بھیڑے نے
 اس بکری کو چھوڑ دیا بلکہ جان سے لیگیا تھا اسی جگہ پہنچا کہ چلا گیا فزاد و ہم رہتا پھر زیادہ کہ ان
 آدمیوں نے جنون کا تکبر اور غرور اس واسطے کہ جنون نے جانا کہ خدا کے بندے ان کاموں میں جو ہمارے
 محتاج ہوتے ہیں اور ہم انکی کام روٹی کر دیتے ہیں اور بعضی بلائیں اور آفتیں جو حق تعالیٰ اپنے بھجنا ہی ہم
 ان سے دفع کر دیتے ہیں تو ہکو بھی شاید خدا کی کارخانے میں ایک طرح کی شرکت اور دخل ہی اور اگر مستقل
 اور بلا واسطہ شرکت ہکو نہیں ہی تو فرزند کی نسبت تو ہکو اللہ تعالیٰ سے بے شبہ ثابت ہے اور ہم لوگ
 محض بندے نہیں ہیں اور یہی سبب ہے کہ اپنے محض بندوں کو ہمارے سپرد کیا ہے اور ہم ان کی کام روٹی
 کرتے ہیں اور آدمیوں نے یہ جانا کہ یہ غیب کے لوگ جو ہمارے وقت پر کام آتے ہیں اور ہماری حاجت روگ

کرنے ہیں تو انکو روبرو بیت بھیج کر کچھ شرکت ہی اور یہ لوگ محض بندگی کا علاقہ حق تعالیٰ سے نہیں رکھتے
 ہیں بلکہ یہ لوگ یا تو اللہ تعالیٰ سے فرزندگی کا علاقہ رکھتے ہیں یا اس کے ولی عہد ہیں یا اس کے کارخانوں
 کی خدمت ان کے سپرد ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم لوگوں کو باوجود بندگی میں برابر ہونیکے ان کا محتاج کا ہیکہ کو کرتا
 سوان دونوں کی فہمیدگی غلطی سے اس قسم کی استعانت اور اعانت یعنی مدد چاہنا اور مدد کرنا جنوں اور
 آدمیوں میں واقع ہوا اور یہ سمجھ ایسے باطل اور جھوٹے اعتقادوں کی جرأت کا سبب پڑی اس واسطے حدیث
 شریف میں جنوں سے استعانت اور مدد نہ کرنا کسی طور پر منع فرمایا ہے اور یوں ارشاد ہوا کہ جس
 کیلئے سفر میں یا شہر میں یا باری میں جنوں کا کچھ خوف ہووے تو اس کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء
 حسنی سے تعوذ کرے اور اسکی پناہ میں آوے اور یوں کہ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ
قُلْ رَبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَأَعُوذُ بِكَ رَبِّ أَنْ يَحْضُرُونِ یعنی پناہ چاہتا ہوں
 اللہ تعالیٰ کے شیطان راندے گئے سے کہہ تو اسی رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیاطینوں کی چھپرے
 اور تیری پناہ چاہتا ہوں میں اس سے کہ میرے پاس آویں یہ اور معوذتین پڑھے یعنی قل اعوذ برب الفلق اور
قل اعوذ برب الناس یا دوسری اسی طور کی آیتوں کو پڑھے اور یہ مدعا بھی پڑھے أَعُوذُ بِكَ يَا اللَّهُ
الْمَلَأْتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ یعنی پناہ میں آیا ہوں اللہ تعالیٰ کے پورے کلموں کی برائی سے اس چیز کی
 جسکو پیدا کیا تو انشا اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کے پڑھنے سے جنات کے آسیب محفوظ رہیگا اور جنوں کے
 تمام سہی کسی جانور کو ذبح کرنے کو بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت منع فرمایا ہے اور وہ افزون
 اور فقر حسین جنوں کے بزرگوں اور سرداروں کا نام ہوان کے پڑھنے سے بھی بہت منع فرمایا ہے اس واسطے کہ
 شرک کی اصل انہی معاملوں سے پیدا ہوئی ہے اور بنی آدم اور جنات کی خرابی کا سبب پڑھا گیا یہ شرک
 کا بیج ہے اور جنات کی اصل پیدائش آگ کا مادہ ہی اسی سبب سے انہیں تکبر اور غرور اور شرارت
 اور نافرمانی اور اپنے میں سب سے بڑا جانا بلکہ اپنے کو معبود قرار دینا ان کی پیدائش اور خلقی بات ہے
 اور ان چیزوں کو بالطبع دوست رکھتے ہیں اور جب اس قسم کا معاملہ آدمی ان کے ساتھ کرتے ہیں تو بھی
 اپنی طاقت بھر آدمیوں کی حاجت روائی میں تصور نہیں کرتے ہیں تاکہ ان کی بزرگی اور عظمت آدمیوں کے دلوں میں

یہ تعوذ بتدریج پڑھنا چاہیے

جم جاوے اور شرک کے درخت کو سب سب ہی ماحصل ہووے اور پہلے اپنے تئیں مکر اور فریب سے بزرگوں کی پاک
 روحوں میں ظاہر کرتے ہیں اور ان بزرگوں کا نام اپنا رکھتے ہیں تاکہ آدمی وہ نام سنکے جلدی گرویدہ اور
 فریفتہ ہو جاوے اور کی طرح سے انکار نہ کریں آخر کو رفتہ رفتہ جب یہ بات آدمیوں کے دلوں میں
 خوب بیٹھ گئی اور یہہ اعتراف چکا ہوا تب اپنی منبائت اور بد طبعی ظاہر کرتے ہیں اور صریح شرک
 کروانے لگتے ہیں اور لوگ اس فریب سے غافل ہوئے ان کی فرمانبرداری کو اپنا محض سمجھتے ہیں بلکہ اسکو
 کرامت جانتے ہیں اور یہہ بلا اس طرح کی پھیلی ہے کہ جتنے فرقے بنی آدم کے ہیں سب کو گھیر لیا ہے یہاں
 تک کہ امت مرحومہ میں بھی اس امر نے رواج تمام پایا ہے اور یہہ مرض تمام عالم میں پھیل گیا ہے اللہ تعالیٰ
 اس امت مرحومہ پر رحم کرے اور توفیق خیر کی عنایت کرے اور اس بلا سے ہر مسلمان کو بچا دے العیاذ باللہ
 من ذلک اور جو یہہ معاملہ انسان اور جنات کے درمیان میں مدتوں تک جاری رہا یعنی آدمی پنا
 اور استعانت سے اور ہر کام کو جنوں کی طرف رجوع کرنے سے باز نہیں آتے تھے حالانکہ یہہ جانتے تھے
 کہ ہم سب آدمی ہوں یا جن خدا کے بندے ہیں ہم کو ہر کام میں اسی مالک الملک کی طرف رجوع اور التجب کرنا
 چاہیے ^{لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ} کی طرف اور جن بھی اپنی جانے اور گمراہ کرنے سے اور کبر اور غرور اور الوہیت کے دعوے
 سے دست بردار نہیں ہوتے تھے اور یہہ نہیں بوجھتے تھے کہ اگر ایک مالک کے بندے آپس میں ایک دوسرے
 کی طرف کسی کام میں محتاج ہوئے اور دوسروں سے انکی حاجت روائی ہوئی تو یہہ نہیں ہی مگر اسی مالک کے
 کرم اور فضل اور اعانت سے پھر اس میں کبر اور غرور کرنا اور اس کام پر رشوت لینا اور اپنے تئیں مالک
 اور مختار جانتا بلکہ مالک کے کارخانہ کا شرک جانتا کی طرح سے درست نہیں ہے اور عقل کے خلاف ہے
 سو جنوں نے اس معاملے کے سبب کے بیان میں یہہ بھی ذکر کیا وَأَنفُخُ نَفْثًا اور یہہ کہ کھان کیا ان آدمیوں نے
كَأَنَّهُمْ جِئُوا بِآيَاتِنَا ای جنوں أَن كُنْ يَمَعْتُ اللَّهُ أَحَدًا کہ نہ زندہ کرے گا اللہ تعالیٰ کسی کو
 جن ہو یا آدمی علوں کی جزا اور سزا کے واسطے اور اچھائی اور ہرائی کی پرستش اور حساب کتاب کے
 واسطے سو اس سبب سے آدمیوں نے یہہ چاہا کہ جس طرح سے ہوسکے اپنی حاجت روائی کیا چاہئے اور دنیا
 کی زندگانی میں اپنی بلاؤں اور مصیبتوں کو دفع اور دل کی خواہشوں اور فائدوں کو حاصل کیا چاہئے

اگرچہ اس میں شرک اور ناشکری بھی ہو جاوے اور مالک ناراض اور خنہ بھی ہو جاوے اور خون
 نے پتھا کہ اپنا نام حاصل کیا چاہئے اور مشکلنائی اور حاجت روائی کا منصب اپنے واسطے ثابت کیا چاہئے
 اگرچہ اس میں اپنے مالک کے کارخانے میں دخل بھی ہو جھا جاوے بلکہ شراکت کا دعویٰ بھی پایا جاوے
 اور اس کا سبب یہ تھا کہ دونوں کے اعتقادوں میں یہ سہم یا تھا کہ مر کے اٹھنا نہیں ہی اور
 مالک کی پرسش کا خوف اور حساب کتاب کے سمجھانے کی دہشت گھٹتی نہیں ہی اور اس بات کے ثابت
 کرنے میں کہ یہ قرآن آسمان سے اترا ہوا ہی زمین والوں کا کلام نہیں ہی کہ کسی انسان یا جنات نے
 بنالیا ہوا ان جنوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ قَالَا لَمَسْنَا السَّمَاءَ اور یہ کہ ہم نے چھوا اور ٹٹولا آسمان کو یعنی
 اس قدر آسمان کے متصل ہم پہنچے کہ گویا اس کو ہاتھ سے چھو لیا اور جب ہم کو ان راہوں سے جد ہر ہینیم
 آسمان پر جایا کرتے تھے ممانعت ہوئی تو ہم نے چاہا کہ کوئی دوسری راہ ڈھونڈ کے نکالے اور اس راہ سے
 آسمان کے اوپر جا کے حقیقت حال کی معلوم کیجئے کہ ہماری ممانعت کا تشدد اس قدر کس واسطے ہوا ہی چلنا
مَلِكًا پھر پاپا ہم نے اس آسمان کو بھرا ہوا اور کسی راہ کو خالی نہ پایا حَرَسًا شَدِيدًا انکا ہبانوں اور
 چوکیداروں سے جو بہت سخت اور زور آور ہیں اور دوسے فرشتے ہیں کہ ہم کو ہرگز انکے مقابلہ کی طاقت
 نہیں ہی اور سوائے اُنکے ہر ایک راہوں میں آسمان کے ایک اور آفت ہی وَشُهْبًا اور آگ کے
 انگارے دہشتے دوڑتے ہوئے کہ دس نگہبان اور چوکیدار ہکوانے مارے ہیں اور جلاتے ہیں چنانچہ
 عمر نے زہری رضی اللہ عنہما سے پوچھا تھا کہ قرآن شریف کے اترنے کے پہلے ایام جاہلیت میں بھی سیطرہ
 سے یہ انگارے معلوم ہوتے تھے انھوں نے کہا کہ ہاں تھے لیکن اس کثرت سے نہ تھے جیسے بعثت اور قرآن
 مجید کے نازل ہونے کے وقت سے شروع ہوئے ہیں اور پہلے کسی دوسری غرض کے واسطے تھے
 اور اب شیطانوں اور جنوں کے مارنے اور ہٹکارنے کے واسطے مقرر ہوئے ہیں اور احتمال اس بات
 کا کہ یہ آسمان کی زیادتی نگہبانی شاید کسی دوسری چیز کے واسطے ہو جس کلام کی مخالفت کیواسطے
 نہو اور اگر بالفرض جس کلام کی محافظت کے واسطے ہو لیکن شاید فرشتوں کے کلام کی محافظت کے
 واسطے ہو جو اپنے مجمع اور مجلسوں میں بیٹھ کر کسی مطلب کی تہذیب کے واسطے آپس میں کچھ باتیں کیا کرتے ہیں

نہ اس کلام الہی کی محافظت کے واسطے سو اس شبہہ کے باطل کرنے کے واسطے اور اصل مطلب کو یسے یہ نہ تھا
کلام الہی کے واسطے ہوئی ہے اس کو ثابت کرنے کے واسطے جنوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ قَاتَا کُنَا فَعَلَدْنَا
مَقَاعِدَ لِلشَّجِجِ اور یہ کہ ہم پیٹھتے تھے قدیم سے آسمان کی معین جگہوں میں جو فرشتوں کے جمع اور مجلسوں کے
قریب تھیں ان فرشتوں کے کلام کے سننے کے واسطے اور ان کے کلام کی محافظت اور ممانعت کہی ہے نہیں
ہوئی دوسری کوئی چیز ہم آسمان سے چر کر لاتے تھے جس کے واسطے استدر محافظت ہوئی ہو کہ ہر طرف سے
ہمارا گذر بند کر دیا گیا اور ملائکہ کے کلام کی محافظت کے واسطے استدر شدت ممانعت کی خیال میں نہیں
آتی تھی اس واسطے کہ ملائکہ کا کلام اب بھی ہم آسمان کے نیچے سے سن آتے ہیں لیکن آسمان پر ہو جانے نہیں دیتے
فَمَنْ يَشْتَرِجِ الْاَلَانَ پھر جو کوئی اس وقت میں کان لگا تا ہے سننے کے واسطے یعنی جسے قرآن شریف
کا ترول شروع ہوا ہے سو اگر چہ اپنی معین جگہ تک نہ پہنچے بلکہ دور ہی سے کان لگا دے اور سننے کا ارادہ
کے تو اس وقت يَجِدْ لَهُ شَهَادًا بَاثِلًا پاتا ہے اپنے واسطے آگ کے انگارے کو گھات میں لگا ہوا
سو معلوم ہوا کہ استدر تقید اور شدت ہمارے ممانعت کا نہیں ہے مگر اس کلام الہی کی محافظت کے واسطے تاکہ
ہمارے ناپاک زبانوں پر جاری نہ ہو دے اور غیر جگہ پر نہ پہنچے اور کسی طرح سے اس کا معارضہ اور مقابلہ
کسی سے نہ ہو کے غرض یہ ہے کہ نہایت عظمت اور بزرگی اس کلام کی ثابت ہوتی ہے جو دوسرے کسی کے
کلام میں یہ عظمت اور بزرگی ہو نہیں سکتی اور یہ بھی ثابت ہوا کہ یہ کلام پاک آسمان سے اترتا ہے
اور آسمان ملائکہ کے رہنے کی جگہ ہے وہاں کذب اور دروغ اور جھوٹ اور افتراء اور نہ بدشکس کی طرح
گنجائش نہیں رکھتی اور جو حکم اس کلام پاک میں ارشاد ہوا ہے وہ بلاشبہ حق ہے اور جمعی جلتانہ کی
طرف سے وہ حکم ہوا ہے اور یہ معاملہ جو آدمیوں اور جنوں میں جاری ہو رہا تھا یعنی جن آسمان پر جا کے
زمین کے کاموں کی تدبیریں فرشتوں کی زبانی سن لیتے تھے اور ایسی موافق آدمیوں کے مطلب کے
موافق بیان کر کے گویا ان کی حاجت روائی میں معین اور مددگار ہوتے تھے اور آدمی بھی ان کے کہنے پر
اعتماد کر کے آگے ہونیوالی چیزوں کا حال دریافت کرتے تھے اور اپنی اچھائی اور بُرائی اس سبب سے
معلوم کیے اپنے بہتری کی تدبیر کر لیتے تھے اور ظاہر میں اس کو اپنے بُرے فائدے کی چیز جانتے تھے اور

اس سبب سے جنون کی تعظیم اور توفیر حد سے زیادہ کیا کرتے تھے اس واسطے کہ اپنی حاجت روا کی کاوشیں
 انہی جنون کو سمجھتے تھے گویا دربار الہی میں جنات ان کی طرف سے وکیل بھی تھے اور جاسوس اور بھیدی بھی
 تھے اور اس معاملہ کے جاری ہونے کے سبب سے دونوں فرقوں کو بڑے بڑے فائدے تھے سو اس
 معاملے کے درہم برہم ہو جانے کے بیان میں حیرت کی طور پر جنون نے یہ بھی ذکر کیا کہ حِجَابُ الْاَنَا لَا تَذَرُحِي
 اور یہ کہ ہم نہیں جانتے ہیں کہ اَشْتَرُ اَيْدِي بَنِي الْاَدْنٰى آیا برائی کا ارادہ کیا ہی زمین پر رہنے والوں کے
 ساتھ جو یہ معاملہ یعنی غیب کی باتیں دریافت کر کے دوسروں کو بتانا موقوف کیا اور آسمان چڑھنے کی
 راہیں بالکل بند کر دیں گئیں تاکہ اپنی مصیبتوں اور آفتوں کا حال کسی کو معلوم نہ ہو انہی بلاؤں میں گرفتار رہیں
 اور سب کی حاجتیں بند ہو جاویں کوئی کسی کی فریاد رسی نہ کر سکے اَمْ اَنْ اَدِيْعَهُمْ نَحْمُ وَنَشْكُوْا یاد دہا دہ کیا
 ہی ان لوگوں کے ساتھ لے پروردگار نے بہتری اور ہدایت کا یعنی یہ چاہا ہی کہ جنون کی وکالت
 اور میانجی گری موقوف ہو جاوے اس واسطے کہ جنون نے رشوت لینے کی اپنی عادت ڈالی ہی بلکہ خدائی کا چٹا
 میں شرکت کا دعویٰ کرتے ہیں اور سوائے اس کے طرح طرح کی برائیاں ان سے صادر ہوتی ہیں سو اس کام
 سے ان کا معزول اور موقوف ہونا بہتر ہی اور اس کام کے سرانجام کی واسطے فرشتے اور اولیاء اللہ اور شہداء
 کی طیب اور پاکیزہ رو میں مقرر کیا چاہئے کہ وہ حتمائی کے حکم سے اس وکالت اور سفارت کے کام
 کو سرانجام کو پہنچاویں اور آدمیوں کی ترقی کی راہیں اور امور غیبیہ سیکھنے کے طریق کو صاف کر دیں تاکہ
 آدمی خود اس درگاہ کے روشناس ہو جاویں اور اپنی عرض آپ کر لیا کریں اور ان دغا باز اور چور
 و کیلون کے خوف سے خلاصی یا وہن اس واسطے کہ آدمی کی اہل پیدایش اور خلقت اسی بات کو چاہتی ہی
 اور راہ مستقیم بھی یہی ہی اور جو نوع انسان کو یہ ترقی حاصل ہوگی تو ان کی موروثی خلافت کے معنی
 بھی تمام ہو دیں گے وہ خلافت جو ان کے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو عنایت ہوئی تھی اور بطرح زمین کی
 خلافت اور سلطنت سے جنات معزول اور موقوف ہوئے ہیں اسی طرح وکالت اور سفارت اور مختاریے
 بعدیہ بھی موقوف ہو دیں اور جس کام کی بنا ان کے باپ یعنی حضرت آدم علیہ السلام ڈال گئے ہیں سو اس کو
 یہ سعادتمند فرزند انجام کو پہنچاویں اور اپنے باپ کے دشمنوں اور حاسدوں کو قرار دے دیں اور بے

لیون اسی سبب سے حج کلام ترک کر کے مقابلہ میں رشد کے لفظ لائے ہیں نہیں تو ظاہر یہ ہے کہ شر کے معنی بلہ میں
 خیر مذکور ہوتا ہے اور اگر اسی کے مقابلہ میں رشد بولا جاتا ہے اور ایک بات دوسری یہاں پر دریا
 کر لیا چاہئے یعنی جنون نے اس اپنے کلام میں ایک ادب کی بہت باریک بات کی رعایت کی ہے یعنی
 ارادہ شر کے بیان میں فعل مجہول کے صیغے کو لائے ہیں اور فاعل کے ذکر کو ترک کیا ہے اور ارادہ
 رشد کے بیان میں فعل معروف کے صیغے کو لائے ہیں اور رہم کو اسکا صریح فاعل گردانا ہے **لِلّٰهِ دَرَجَتٌ**
مَّا اَحْسَنَ تَاْدَاتُہُمْ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دانائی ہے ان جنون کی کیا اچھا ادب کا کلام بیان کیا ہے اور
 اس بات کے بیان کرنے میں کہ حق تعالیٰ نے اس معاملہ کے موقوف کر دینے میں جو جنون اور آدمیوں میں جاری تھا
 حکم ہر فرد کی بنیاد پر اور اچھائی کا ارادہ کیا ہے بلکہ نبی الجان کی بہتر بکار ارادہ کیا ہے اور حقیقت میں بھی یہی بات ہے کہ جنات و کالت
 اور سفارت کی لیاقت نہیں رکھتے بلکہ قابل موقوف کر دینے کے ہیں سو جن بھی یہاں انصاف کی راہ چلے
 ہیں اور یہہ ذکر کیا کہ **وَ اِنَّا مِنَّا الصّٰلِحُوْنَ** اور یہہ کہ ہم میں بعض نیک نخت تھے جو اس خدمت کی لیاقت رکھتے
 تھے جو اس خدمت کی لیاقت رکھتے تھے اور اس و کالت اور سفارت کا عہدہ ان سے بخوبی سرانجام ہوتا
 اور اس خدمت کی لیاقت اور ذمہ برداری کے واسطے تین شرطیں لازم ہیں پہلی شرط یہ ہے کہ عالم غیب
 کی خبروں اور حکموں کو دربار حقیقی وہی ہی بدون زیادتی اور کمی کے اور بغیر تغیر اور تبدل کے آدمیوں کو پہنچاتا
 اور اپنی طرف سے کچھ بھی اس میں نہ ملتا تا کہ اس مقدمے میں جھوٹہ کو دخل نہ ہو اور اس سبب سے آدمیوں کے
 نزدیک بعض حکم اور بعض چیزیں اس دربار کی بے اعتبار نہ ہو جاوین اور یہہ جانیں کہ جس طرح ہمارے تدبیروں
 اور خبروں میں جابجا تغیر اور تبدل ہوتا ہے اسی طرح عالم غیب کی تدبیروں اور خبروں میں بھی ہوا کرتا ہے
 اور اس سبب سے بد اعتقادی اور بھالت میں گرفتار نہ ہو جاوین اور دوسری شرط یہ ہے کہ اگر اپنے عرض
 معروف سے کسی کی کارروائی اور حاجت برآری ہو جاوے یا کسی تدبیر سے کسی کوئی مصیبت اور
 بلا دفع ہو جاوے تو تکبر اور غرور نہ کرنے لگیں اور اپنے تئیں حاکم کا شریک نہ ٹھہراوین اور آدمیوں پر اپنی
 بڑائی اور بزرگی بنیاد میں اور عبادت کے کام آدمیوں سے اپنے واسطے نچا ہین اور اس مضمون کو ہر وقت
 پیش نظر رکھیں کہ ہم سب ایک خاوند کے بندے ہیں بعضوں سے بعضوں کی کارروائی ہوتی ہے لیکن جو

کچھ ہوتا ہے سب اسی خاوند کی عنایت ہی فخر اور تکبر اس میں کرنا چاہئے اور تیسری شرط یہ ہے کہ اس وکالت اور سفارت کی عوض میں رشوت لینا شروع کریں اور اپنے واسطے دیے اور نذرین اور قربانیاں مقرر کریں اور اگر ان اس قسم کی نذرین اور دیے اور قربانیاں کے دینے میں انکار کریں یا کسی بہانے سے مال دیویں تو ان کے پیچھے نہ پڑیں اور ان کو اذیت نہ پہنچاویں اور ان کو ستاویں سو ان شرطوں کی جمعیت ہم لوگوں میں بہت کم پائی جاتی ہے لیکن بعض لوگ ہم میں سے البتہ اس کی قیادت رکھتے ہیں وَمِنَادُونَ ذَٰلِكَ اور ہم میں سے بہت لوگ ایسے ہیں کہ بہت سست بہت دیر میں اس مرتبہ سے اور اس خدمت کی لیاقت تک نہیں رکھتے چنانچہ بعض ایسے ہیں کہ آدمیوں کی خوشنودی کو واسطے یا ان کے وفادارینہ کے واسطے غیب کی خبروں میں اپنے طرف سے جھوٹے مانتے ہیں اور تھوڑا بھی جھوٹہ نہیں بلکہ ایک بات سچی ہو جھوٹہ اپنی طرف سے ملاتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں اس بات کی تصریح آگئی ہے اور بعض ایسے ہیں کہ کام کر دینے اور حاجت نکال دینے کے بعد تکبر اور غرور کرنے لگتے ہیں اور اپنی خوشامد اور تعریف چاہتے ہیں بلکہ عبادت کے لوازمات ان لوگوں سے اپنے واسطے طلب کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ اپنا نام ایسا رکھو کہ جس میں ہماری طرف نسبت پائی جاوے جیسے بھوانی داس اور شیو داس اور گر بخش اور اندر بخش اور اپنے ہر کام میں ہمیں سے مدد ملے گا کر دو دو سکر کی طرف التجامت کیا کرو اور خدا کے رسولوں کا پیغام جو بدو ہمارے واسطے کے تم کو پہنچاتے ہیں اس کو امت مانو نہیں تو ہم تمہاری کمرنگی اور اس عہد سے دست بردار ہونگے پھر تم محتاج رہو گے کسی تمہاری حاجت روائی نہ ہو سکیگی اور بعض انہیں سے بہت ہی طماع اور لالچی ہیں بدو رشوت لئے کام میں آتے نہیں ڈالتے اور ہر کام اور ہر چیز پر کچھ اپنے واسطے مقرر کر لیتے ہیں جیسے بھڑ بکری مرغ مرغی کپڑا نقد پکوان پان پھول ناچ گانا اپنی تعریف اور سوائے اسکے بہت سی چیزیں ہیں جو شرط کر لیتے ہیں اور اس شرط کے پوری کر نہیں اگر آدمی کچھ قصور کرتے ہیں تو اپنے وہم اور خیال کی قوت سے جو ان میں بہت زور پر ہوتی ہے ان آدمیوں کو ایذا دیتے ہیں اور جانی یا مالی نقصان اس کو پہنچاتے ہیں اسی سبب سے ہر ایک کے مرغوبات دوسرے سے جدا ہوتے ہیں اور ایک کی فرمائش دوسرے کی فرمائش کے موافق نہیں ہوتی ہے اور ہر ایک کا مطلب بھی اس میں

تقسیم کر لیا ہے چنانچہ چھپک کے مرض کے دفع کی واسطے ایک کو علیحدہ مقرر کر دیا ہے اور خون کے فنا کی بیماری دفع کرنا اور طبیعت کو صلاحیت پر لانے کے واسطے ایک دوسرا مقرر ہوا ہے اور اسی طرح خبروں کے پہنچانے میں بھی ہر اقلیم اور ہر شہر اور بستیوں کو آپس میں تقسیم کر کے ایک ایک دھان کا حاکم بن بٹھا ہے سو اس سبب سے گستاخا ئیقِ قِدَا تھے ہم مختلف طریقوں پر اور طرح طرح کی راہوں پر اور آپس کے نفاق اور طمع اور حسد اور تجبر اور خدائی کا رخانے میں شرکت کے دعوے کے سبب اس خدمت کی لیاقت ہم لوگوں میں بالکل نہ رہی تھی یہ حقیقت کی عین حکایت جو ہم لوگوں کو اس خدمت سے معزول اور موقوف کیا اور آسمان پر چڑھنے اور دربار میں حاضر ہونے سے مانعت فرمائی اور بنی آدم کی حاجت روائی کو ہم سے باز رکھا اور انہی بنی آدم میں سے بعضوں کو اپنے دربار کی روشناسی سے مشرف کیا تاکہ وہ بعضے یعنی مقرر در گاہ الہی کے ہین اپنے ہم جنس کی حاجتوں کی عرض معروض کر کے کارروائی کر لیا کریں اور غیب کی خبروں کو جو دین اور دنیا میں لے کر آویں اور نفع پہنچاویں بغیر تغیر اور تبدل کے سب لوگوں کو پہنچاویں اور بری چیزوں سے ڈراویں اور اچھی چیزوں کی رغبت دلاویں اور اپنی تین شخصوں میں سے کہیں نہ جنوں کی طرح شریک کہیں اور آدمیوں کے قصد اور تمہین اور پوچھیں اور مطلب بلا واسطہ اور بلا ترخ اور بلا حجاب کے اپنے خاوند کی طرف پہنچاویں اور رشوت اور نذر اور مزدوری اس کام پر آدمیوں سے لین اور انہیں سے ایک شخص کو سردار اور سرگروہ اٹھا کر دیا اور اس خدمت کے کئی قاعدے اور آئین اپنی مرضی کے موافق اپنے حکام پاک میں اس شخص پر آتا رہے تاکہ وہ شخص آپ بھی سپر عمل کرے اور دوسروں کو بھی اسی آئین پر خبردار کر کے سپر عمل کرنے کی رغبت دلاوے تاکہ اس آئین پر عمل کرنے کے وسیلے سے اس منصب جلیل القدر کی لیاقت پیدا کر دیں اور ہمیشہ ہر زمانے اور ہر قرن میں اس آئین پر عمل کرنے کے سبب سے اس جہدے کی لیاقت ولے اور اس نشان کے اٹھانے والے پیدا ہوتے ہیں بلکہ جن کو بھی ان قاعدوں پر مطلع اور خبردار کر دیا اور انکی وکالت اور سفارت کو بھی اسی آئین اور قاعدے پر مقرر کیا تاکہ وہ بھی ایک دوسرے کو احانت اور مدد کر کے اپنے خاوند کے برابر میں روشناس اور عرض کریں والا کر دیں اور اس قانون پر عمل کرنے کے سبب سے دونوں فریقے انسان اور جنات کے صلاحیت پر آویں

اور فاد سے نجات پاویں حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب طرح مذہبوں کا اختلاف آدمیوں میں پایا جاتا ہے اس طرح کا اختلاف جنوں میں بھی پایا جاتا ہے اور جن بھی مذہب مختلف رکھتے ہیں چنانچہ بعض انہیں قدریں ہیں اور بعضے مرجعہ اور بعضے رافضی اور بعضے خارجی اور بعضے ہندو اور بعضے مجوسی اور بعضے یہودی اور بعضے نصرانی اور سوائے اسکے سوہر مذہب والے جن اپنے مذہب والے آدمیوں کو موافق اپنے مذہب کے خبریں پہنچایا کرتے ہیں کبھی خواب میں کچھ دکھا دیا یا کبھی ہوشیار میں کچھ انکے دل میں ڈال دیا اور آدمی بہرے جلتے ہیں کہ غیب سے اس مذہب کی تصدیق اور تائید ہوئی اس سبب سے اور گمراہ ہوتے جاتے ہیں سمجھو اس سے ہر مذہب والوں کی اعانت میں لگے رہتے ہیں اور ان کی حاجت روائی اور مشکلات سوائے اور بلاؤں کے دفع میں حتی المقدور مدد کرتے ہیں تاکہ ان مذہب والوں کو یہ یقین ہو جاوے کہ یہ مذہب بھی عالم غیب میں کچھ حقیقت رکھتا ہے اور درگاہ الہی میں پسند ہے اسی واسطے غیب سے ہماری حاجت روائی سوائے میں مدد ہو کرتی ہے اور ہماری بلائیں دفع ہو کرتی ہیں سوائے وجہوں سے جن کا سفیر اور درمیان ہو غیب کی باتیں آدمیوں کو پہنچانے میں طرح طرح کی برائیوں اور گمراہیوں کو مستلزم تھا اور خود جنوں کی بھی گمراہی کا سبب تھا اسی واسطے اس کا رخانے کو بالکل موقوف اور بے اعتبار کر دیا اور اگر کسی کو سبب گندے اور کہے کہ اس کا رخانیہ موقوف کرنے اور اس محلے کے باطل کرنے اور جنوں کو اس خدمت سے معزول کرنے سے کچھ حاصل اور فائدہ نہ ہوا اس واسطے کہ جتنی اس قسم کی چیزیں نہیں دے سب آپ بھی آدم بین راتج اور پھیلی ہوئی ہیں غیب کی باتیں اب بھی لوگ ان سے پوچھا کرتے ہیں اور اپنی شکل کا مین ان سے مدد مانگا کرتے ہیں اور غیر اللہ کا ثقب اور شرک کیا کرتے ہیں اس سبب کا جواب یہ ہے کہ معزول کو منصوب بوجھنا اور اسکے کمر اور فریب اور دغا بازی میں پھنسا اور اپنے کاموں کو اس کی طرف رجوع کرنا یہ سب اپنا قصور اور نادانی ہے آدمیوں کو لایق یہ تھا کہ اس فرقے کے معزول اور موقوف کی خبر جو سنی تھی تو ان سے دست بردار ہوتے اور ان کی طرف رجوع نہ کرتے جو وکیل دربار سے نکال گیا اور وہ ان جانے کی بھی مانگت ہو گئی اس کی طرف اپنے مقدمہ کو رجوع کرنا اور اپنے معاملے کا سوال جواب کے واسطے اس کو واسطہ گرداننا کمال نادانی اور حماقت پر دلالت کرتا ہے قرآن شریف میں اس کی قبی

معزولی اور موقوفی اور اس کا رخنے کا باطل اور بیکار محض ہو جانا ہزار جگہ سے زیادہ ذکر ہو چکا
ہی پھر سنئے کو ان سنا کر دے نا اور دیکھ بھال کے اندھے بن جانا رسول کی ہدایت اور تبلیغ میں کیا
قصور ہی اب رہی یہ بات کہ جو اس خدمت سے اس فرتے کو موقوف کیا تھا پھر ان کو عالم غیب میں
دخل دینا کیا ضرورت تھا تاکہ وہ ان کی خبروں پر پہرہ مطلع ہو دین اور لوگوں کی مدد اور رہے۔ اسی ظاہر
کر کے ان کو خراب کرین سو اس کا جواب یہ ہے کہ عالم غیب کی خبروں پر کچھ نہ کچھ خبردار ہونا جنوں کا
پیدا ایشی بات ہی اور اسی طرح بڑے مشکل کام کرنا جو آدمی سے نہ ہو سکے جب کوئی بہت بھاری چیز
اور تاثیریں جیسی خوفناک شکل سے ڈرا دینا اور آدمی کہ بن یا روح کو ضرر پہنچا تا جیسے بدنگو زخمی کر دینا
اور دل میں وسوسہ ڈال دینا یہ سب چیزیں جن کی خلقت کے لوازمات سے ہیں ایسے علم اور اس قسم کے
علموں کی قدرت کو جنوں سے لے لینا گویا ان کو خلقت سے خارج کر دے نا ہی اور وکالت اور سفارت کی
خدمت سے موقوف کرنے کو یہ بات لازم نہیں ہے کہ یہ چیزیں بھی ان سے لے لی جاویں جس طرح آدمی کو
کسی کام سے موقوف کرنا اس بات کو لازم نہیں ہے کہ اس کی آنکھ بھی پھوڑ دینا تاکہ اندھا ہو کے بیٹھے غرض
اس خدمت کی موقوفی سے یہ ہے کہ بنی آدم ان کی طرف اب رجوع نہ کرین اور ان سے مدد نہ چاہیں اور
غیب کی خبر نہ پوچھیں اگرچہ بعض کام میں یہ مدد کر سکتے ہیں اور بعض غیب کی بات ان کو معلوم ہو سکتی
ہی لیکن بنی آدم کو ان سے احتراز کرنا واجب ہے اور ان سے رجوع کرنا اپنے خاوند کی عدول حکمی ہے
چنانچہ اس کا رخانے کی موقوفی اور اس خدمت کی معزولی کے سبب لاکھوں کڑوڑوں آدمیوں کو
انکے فریب اور دغا بازی سے منجلی حاصل ہوئی گو کہ بعض بوقوف انکے اتناک جال میں پھنسے ہوئے ہیں
اس واسطے کہ ہر فرد بنی آدم کو تقاضا سے منظور نہیں ہے اور حکمت بھی اس بات کو نہیں چاہتی ہے تاکہ بھلے
بڑے کا فرق ظاہر رہے نقطہ اور کلام الہی کے سنتے ہی اس کو مان لینا اور باوجود اپنی قوم کی معزولی
دریافت کرنے کے ایسی عمدہ خدمت سے جو اس کلام سے بوجھی جاتی تھی نفایت کو دخل نہ دینا
اور اس کلام کی انکار اور مخالفت نہ کرنا ان لوگوں کی طرح سے جو عقل تو رکھتے ہیں لیکن معصوم نہیں ہیں
اور طبیعت کے تقاضے سے کبھی ایسی جگہ پر نفایت کی راہ سے انکار کر بیٹھتے ہیں جن ہوں یا انسان

لیکن ان جنون نے جنون نے کلام الہی سنا تھا ایسا نہ کیا بلکہ سنتے ہی فرمان بردار ہو گئے اور اس فرمان
برداری بے تکراری کی وجہ میں یہ بھی بیان کیا کہ وَإِنَّا ظَلَمْنَا اور یہ کہ پہننے گمان کیا اس بات کا
کہ اگر اس کلام پر ہم ایمان نہ لائیں گے اور اپنے خداوند کی فرمانبرداری سے انکار کریں گے اور اس
خدمت سے معذرت لے رہے ہوں گے تو بلاشبہ ہمارا پروردگار ہم پر غصہ ہوگا اور یہ کہ ہم
سواخذہ کریگا اور پکڑے گا اور پھر اس صورت میں ہو یقین ہی کہ أَن لَّن نَّجْزِيَنَّكَ فِي الْأَرْضِ ہرگز عاجز نہ کر سکیں گے ہم
خدا کو زمین میں چھپنے کے لیے اندھیرے مکان میں چھپ کے یا بڑے جنگل میں بھاگ کے یا کسی غار اور کوہ میں چھپ
اس سے بچ رہیں گے جس طرح ہم علی پرستہ الون اور موکلون کے ساتھ ایسے جیلہ اور فریب کر کے
ان کو عاجز کر کے تھکا دیتے ہیں وَلَكِنْ نَّخْرِضُهُمْ بِآيَاتِنَا اور یہ بھی ہے کہ ہرگز عاجز نہ کر سکیں گے ہم اس کو بھاگ کے ادھر
میں آسمان اور زمین کے جس طرح فرشتوں کو آگ کے انگارے مارنے کے وقت جلدی بھاگنے سے عاجز
کر دیتے ہیں کہ وہ بکھو نہیں پاتے ہیں اور انگارے ہم تک نہیں پہنچتا ہی اور اس جگہ پر اگرچہ مقام یقین قطعی
کا تھا لیکن جنون نے ظن کو استعمال کیا اور إِنَّا ظَلَمْنَا کہا اسکی وجہ یہ ہے کہ کلام الہی کی تصدیق اور احکام الہی کی
قبولیت اور اپنی خدمت کی موقوفی میں ظن غالب کنہایت کرتا ہے کچھ احتیاج یقین قطعی کی نہیں ہے چونکہ
معاملات دنیاوی میں لوگوں کے درمیان بھی یہی رائج اور دستور ہے کہ جہاں کسی کے مقابلہ سے اپنی عاجزی کا
ظن غالب ہو تو اسکی تابعداری قبول کر لیتے ہیں قطعی یقین حاصل کرنے کی انتظاری نہیں کرتے والا کام ہاتھ
سے جاتا رہے اور پھر کچھ تدبیریں نہ پڑے اور یہاں تو یقین قطعی حاصل ہی اسی واسطے جنون نے ذکر
کیا کہ وَلَا نَالِاَ سَمِعْنَا الْحَدٰی اٰمَنَّا بِهِ اور یہ کہ جو وقت سنا پہننے ہدایت کے مضمون کو اس قرآن میں
تو اسی وقت بلا مہلت ایمان لائے ہم اس پر اس واسطے کہ اس کلام کے سننے کے بعد تاخیر کرنے میں محتالے
کے غصے اور غضب کا خوف تھا اور اس کے غضب سے بھاگ بچنے کی ہم میں طاقت نہیں ہے اور اگر ہماری قوم
ہم سے کہیں گی کہ جلدی ایمان لانے کے سبب سے اپنے ظن غالب کے بموجب غضب الہی کے خوف سے تو تم نے
نجات پائی لیکن سر دست تمہارا بڑا نقصان ہوا کہ نذر نیاز آدمیوں سے جو ملتی تھی سو موقوف ہوئی اور اس
وکالت کے سبب سے جو ثروت دیتے تھے اس کا بھی دروازہ بند ہوا اور ذلت اور رسوائی بھی بہت حال

ہوئی کہ ایسے عہدہ جلیل القدر سے تم کو موقوف کیا اور تم نے اس عہدہ کی بجائی کی کچھ تدبیر نہ کی چپ ہو کر بیٹھ رہے اور ایسی عمدہ خدمت مانعہ سے نکل گئی تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ ان چیزوں سے جو تم نے بیان کیں ہم کو کچھ خوف نہیں ہی اس واسطے کہ ہمارے ایمان کامل نے ہر کسب چیزوں سے بخوف کر دیا کر دیا ان کی کچھ بھی پرواہ نہ رہی فَمَنْ يَتُوبْ إِلَىٰ رَبِّهِ فَلَا يَجْنَأْ بَخْسًا وَلَا رَهَقًا پھر جو کوئی ایمان لاؤ گیٹا اپنے پروردگار پر وہ ہرگز نہ ڈرے گا مال کے نقصان سے اور نہ ذلت اور بے حرمتی اور بے پروائی سے اس واسطے کہ حق تعالیٰ اس کو ایمان کی برکت سے اس نقصان کے عوض میں دوسری طرح نوازے گا اور مال کے حاصل ہونیکا کوئی دوسرا سبب کر دے گا اور ثواب حاصل دے گا اور اس ذلت اور بے حرمتی کے عوض میں ہمیشگی کی عزت اور مرتبہ عنایت کرے گا اور عرب کی اصطلاح میں راہتی اس ذلت حاصل ہونے کو کہتے ہیں جو آدمی پر چھا جاتی ہے اور اس کو ڈانٹ لےتی ہے جیسے کپڑا بدن کو ڈانٹ لیتا ہے چنانچہ دوسری آیت میں حق تعالیٰ نے فرمایا ہے وَتَكْفُفُ مَذَلَّةً یعنی ہڈیاں کے لیتی ہے ان کو رسوائی اور اس قرآن شریف پر اپنے قوم کے ایمان نہ لانے سے باوجود ایسے قوی سببوں کے اور ایسے قادر زبردست کی پکڑ کے خوف سے کہ کسی کے مواخذہ سے بچاؤ اور خلاصی ممکن نہیں ہی جنوں نے تعجب کر کے یہ بھی ذکر کیا کہ قَدْ نَأْمُرُكَ الْمُسْلِمُونَ اور یہ کہ ہم میں سے بعض حکم الہی کے مطیع اور منقاد ہونے والے ہیں اور اپنی ایسی عمدہ خدمت سے مغزول ہونے پر راضی ہو کر اپنے خاوند کے حکم کی فرمانبرداری پر مستعد ہو گئے اور تابعداری کی راہ پر چلنے لگے اور اس کلام پر ایمان لائے اور جو معاملے آدمیوں سے رکھتے تھے ان سب سے دست بردار ہوئے بلکہ نہایت انصاف کی راہ چلے کہ اپنی مغزولیکی خبر آپ آدمیوں سے پکار کر کہدی اور پیغمبر آخر ازل ان کی خدمت میں خود آنکر حاضر ہوئے اور ان کی پیروی کو اپنے اوپر واجب جانا چنانچہ بہت سے جنات جو عرب کے خبریرو نہیں رہتے تھے انھوں نے یہی طور اختیار کیا تھا کہ خود حاضر ہو کر ایمان لاتے تھے چنانچہ بہت سی حکایتیں تو اتر کی طور پر اس مقدمے میں جنوں سے منقول ہیں انہیں حکایتوں میں سے ایک حکایت وہ ہے جو حضرت امیر المومنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح بخاری اور دوسری کتابوں میں روایت آئی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ میں ایک روز اپنے بونے پاس بیٹھا تھا اس وقت ایک شخص ایک بچہ گائے کا تونکی

نذر کو واسطے لایا اور اس کو وہاں ذبح کیا اس وقت ایک بت کے اندر سے ایک آواز بہت سخت نکلی کہ میں نے
 کبھی ایسی آواز نہ سنی تھی اور ہر خاص و عام نے وہاں اس آواز کو سنا وہ کہتا تھا یا جلیج اکر تجلیج
 رَجُلٌ یَصِیْحُ یَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ یعنی اسی قوت والے آدمی ایک ایسا کام ظاہر ہوا ہے جس میں
 مطلب کی بات ہے ایک شخص پکار کر کہتا ہے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جتنے
 لوگ وہاں تھے سب بھاگے لیکن میں وہاں کھڑا رہا کہ دیکھوں یہ کسی آواز ہے پھر دوسری مرتبہ
 میں نے وہی آواز سنی اور تیسری مرتبہ بھی وہی آواز ہوئی مجھ کو نہایت حیرانی ہوئی کہ یہ امر کیا ہے پھر
 لوگوں سے معلوم ہوا کہ یہاں ایک شخص پیغمبر ظاہر ہوا ہے اور لوگوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ کا تسلیم کرتا ہے
 اور اسی طرح کی حکایت ایک بڑھے سے مجاہد روایت کرتے ہیں کہ وہ بڑا کہتا تھا کہ ایک روز
 میں ایک نے کوٹھنے لے جاتا تھا یکا یک ایک آواز میں نے سنی کہ کوئی کہتا ہے یا کذبیج قول
 فَصِیْحٌ رَجُلٌ یَصِیْحُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ یعنی اسی لذت بخش بات بہت اچھی اور کھلی ہے ایک شخص پکار کر کہہ
 رہا ہے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ بعد اسکے مشہر کے میں نے پہنچا تو وہاں سنا کہ یہاں ایک پیغمبر مبعوث ہوا ہے
 اور وہ بھی یہی کلمہ کہتا ہے اور اسی طرح یہ بھی نے سوا بن قارب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ایام
 جاہلیت میں ایک جن میرا آشنا تھا اور ہونیوالی چیزوں کی مجھ کو خبر دیا کرتا تھا اور میں اسکے کہنے کے جب
 لوگوں سے کہا کرتا تھا اور دے خبریں اکثر سچی ہوا کرتی تھیں اس سبب سے نذر نیاز مجھ کو بہت ملا کرتی تھی ایک
 رات کو میں سوتا تھا کہ وہ جن میرا آشنا آیا اور کہا اٹھ اور بوجھ اگر کچھ تجھ کو عقل اور شعور ہے کہ ایک نئی
 بن غالب کی اولاد سے پیدا ہوا ہے پھر یہ کئی مہینے پڑھیں نَظْمٌ عَجَبٌ لِلْجَنِّ وَأَسْرَہَا سَهَا
وَسَدَّ هُنَّ أَعْيُنَ بَاحِلَہَا تَحْوِي إِلَى مَكَّةَ تَبْعِي الْهَدَى مَا فُتِنُوا بِهَا مِثْلَ أَرْجَاسِہَا
فَالْغَضَّ لِحَى الصَّفْوَتِ مِنْ هَاشِمٍ وَأَسْمِعَ بَعْدَئِكَ إِلَى دَاسِہَا یعنی تعجب آتا ہے مجھ کو جنات
 کے احوال اور ان کی بیستہ رسی سے کجاوے اور زین باندھنے سے ان کے اونٹوں پر سفر کرنے کے
 واسطے جاتے ہیں کہہ کی طرف ہدایت کی تلاش میں ایماندار درجنات نہیں ہیں مانند ان کے ناپاکوں
 تو بھی اٹھ اور چل اس شخص کی طرف جو چنا ہوا ہے بخاشم سے اور بلند ی کر اپنی دونوں آنکھوں کو ہمارے

مسیلے کے سرداروں کی طرف مطلب اسکا یہ تھا کہ ہمارے قوم اور سب سردار مکہ معظمہ کو جاتے ہیں ایمان لائیکو
تو بھی جا اور ایمان لاسود کہتے ہیں کہ ان میتوں کے سنے سے میں جگ پڑا اور تمام رات اسی تلویش میں
گذری کہ یہ کیا ماجرا ہے پھر دوسری رات کو بھی اسی طور سے آکر نچھو جگا کر وہی بتیں پڑھیں اور چلا گیا اور اسی
طرح تیسری رات کو بھی جب تین رات پئی درپئی مجھ پر بھی ماجرا گذرنا تو میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا
ہوئی اور مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا یہاں تک کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں حاضر ہوئے
آپ کے جمال بالحال کے دیوار سے مشرف ہوا تو مجھ کو دیکھتے ہی آپ نے فرمایا مرحبا ای سواد بن قارب
مجھ کو معلوم ہے جو چیز تجھ کو یہاں لائی ہے میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے کچھ مہینے آپ کی طرح میں یہاں
میں پہلے آپ ان میتوں کو مجھے سن لیجئے آپ نے فرمایا پڑھ سواد بن قارب نے قصیدہ بائیں جو آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی لغت میں کہا تھا اُسے پڑھا اس قصیدہ کی آخر بیت یہ ہے وَكُنْ لِي شَفِيعًا يَوْمَ لَا ذِشْفَاعَةَ
سِوَاكَ لِمُغْنٍ عَنِ سَوَادِ بْنِ قَارِبٍ اور ہونا تو واسطے میرے شفیع جس دن نہوگا کوئی صاحب شفاعت کا
تیرے سوا کوئی کام آئیوالا سواد بن قارب سے اور یہ بھی بیہقی نے روایت کی ہے کہ عمان کے ملک میں
مائن طائی بنوں کی خدمت پر مقرر تھا ان بنوں میں ایک بت تھا اس کو ناجر کہتے تھے سوا مزن کہتا ہے روز
میں نے اس بت کی واسطے ایک جانور ذبح کیا اس وقت ایک آواز اس بت کے اندر سے اُٹھی میں نے اس بت کو کہا تھا
يَا مَادِنَ اَقْبِلْ اِلَيَّ اَقْبِلْ تَسْمَعُ مَا لَا تَجْهَلُ هَذَا يَوْمُ مَرْسَلٍ جَاءَ بِحَقِّ مَنْزِلٍ فَاَمِنْ يَهْ كَيْ تَعْدَلُ
حَنْ جَرَّ نَارٍ تَشْعَلُ وَقُوْدُهَا بِالْجَنْدَلِ یعنی اسی مازن متوجہ ہو میری طرف متوجہ ہو سن ایسی چیز کو
جہل اور نادانی میں نہ رکھا چاہئے یہ پیغمبر نہ بھیجا گیا لایا ہے حق جو اتارا گیا ہے سوا ایمان لاؤ اس پر تاکہ
کھانا پکڑے تو آگ کی گرمی سے جو لپک والی ہے جس آگ کا انیدہن پھر میں لکڑی جگہ مازن کہتا ہے کہ
یہ آواز سننے مجھ کو نہایت تعجب ہوا پھر دوسرا ایک جانور ذبح کیا میں نے پھر دوسری مرتبہ اُسے
بھی زیادہ کھلی ہوئی واضح آواز اس بت سے سنی میں نے کہا تھا يَا مَادِنَ اَسْمَعُ لَسَرٍ حَنِيرَ ظَهْرٍ وَطَنٍ
مَرْكَ بَعْثَ بَنِي مَضَرَ يَدِينُ اللّٰهُ الْاَكْبَرُ فَذَعْ خَيْتًا مِّنْ حَجَرٍ لِّسَلَمٍ مِّنْ حَزَقٍ یعنی
اسی مازن سن تاکہ خوش ہو تو بہتر ظاہر ہوا اور چپ گئی بدی اٹھا یا گیا ہے ایک پیغمبر مضر کے قبیلے

دین خدا پر ایسا خدا جو بہت بڑا بزرگ ہی سو چھوڑت کو جب کو پھر سے تر اش کے بنایا ہی تاکہ بچے تو ان کے سے دوزخ کی مازن کہتے ہیں کہ اسی وقت سے میں اس خبر کی تلاش میں ہوا کہ مضر سے کون پیغمبر مبعوث ہوا ہے بہانہ کہ ایک قافلہ حجاز کا اندون میں وٹان آیا ان سے میں نے پوچھا اور ہر کی خبر کیا ہے ان لوگوں نے کہا کہ ہمارے میں ایک شخص پیدا ہوا ہے اسکو لوگ احمد صلی علیہ وسلم کہتے ہیں اور وہ اپنے تئیں داعی الی اللہ کہتے ہیں میں نے پہچانا کہ اس آواز کی تعبیر ہی ہے بس زاد و راحلہ یعنی سفر کا سامان تیار کر کے مکہ کی طرف روانہ ہوا میں وٹان پہنچ کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال باکمال دیکھتے ہی میرا دل اسلام کی طرف مایل ہوا پھر اسلام لایا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کچھ تمہارا مطلب ہو تو کہو میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میرے تین مقصد ہیں اول تو یہ ہے کہ مجھ کو راگ سنے اور ناچ دیکھنے اور شراب پینے اور زنا کرنے کی لت ہو گئی ہے اور دوسرا یہ کہ میری اولاد نہیں ہے اور مجھ کو اولاد کی نہایت آرزو ہے اور تیسرا یہ کہ ہمارے ملک میں فحط پڑا ہے سو ان تینوں چیزوں میں آپ سے دعا چاہتا ہوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان فیض ترجمان حق تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کیا کہ اے بار خدا یا اس کو راگ اور باجے کے عوض میں قرآن شریف پڑھنے کی توفیق دے اور حرام کاری سے بچاؤ اور اسکی عوض میں حلال عورتیں اسکو عنایت کر اور صاحب حیا اور صاحب مشرم کر دے اسکو اور اپنے فضل سے اسکو اولاد عنایت کر اور فحط کو دور کر مازن کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو دعا کی برکت سے سب برائیاں مجھ سے دور کیں اور اچھائیاں نصیب ہوئیں ملک ہمارا آباد اور سرسبز ہوا اور چار عورتیں خوب صورت میرے نکاح میں آئیں اور لڑکا بہت قابل مجھ کو حق تعالیٰ نے دیا چنانچہ حیا بن مازن شہزادہ اور سیطوح امام احمدی نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے اور ابو نعیم نے حضرت ضمیرہ سے روایت کی ہے اور یہی تھے حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ سے ارسال کی طور پر اس مقصد کو ذکر کیا ہے کہ پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر دینہ منورہ میں اس سبب سے پہنچی تھی کہ ایک عورت مدینہ والوں کی کسی ایک جن کے ساتھ عشق رکھتی تھی اور وہ جن ہمیشہ رات کو اسکے پاس آتا تھا اور اکثر پرند جانور کی شکل کپڑے اسکی دیوار پر آ بیٹھتا تھا پھر جب تنہائی ہوتی تھی تب آدمی کی شکل بن کے اس عورت سے صحبت کرتا تھا پھر یکایک چند روز

اسکا آنا موقوف ہو گیا پھر تھوڑی مدت کے بعد اسی پر نہ جانور کی شکل سے اسکی دیوار پر آ بیٹھا اس عورت نے اسکو دیکھتے ہی پہچانا اگکھا آڈیارتے دنون کہاں رہے جو ہمارے پاس نہ آئے اسنے کہا کہ اب ہمارے تمہارے جدائی ہی ہمارے آنیکی امید اب مت رکھو اسواسطے کہ مکہ معظمہ میں ایک پیغمبر پیدا ہوا ہی اسنے ہم پر زنا کو حرام کر دیا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسطرح کا ماجرا شام میں دیکھا تھا چنانچہ ابونعیم نے اسے نقل کیا ہی کہ وہ کہتے تھے کہ ہم ایک مرتبہ شام کی طرف گئے تھے سو اسطرف ایک عورت بڑی کاہنہ مشہور تھی بلکہ اس فن میں کمال رکھتی تھی ہم بھی اسکی ملاقات کے واسطے گئے اور اپنے سفر کا احوال اس سے پوچھا کہ آگے کیا ہوگا اسنے کہا کہ اب مجھ کو کچھ معلوم نہیں ہوتا اسواسطے کہ جس جن سے مجھے دوستی تھی اور اس سے احوال دریافت کر کے میں سب کو جواب دیتی تھی سو وہ جن ایک دن آگے میرے دروازے پر کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ اب ہم رخصت ہوتے ہیں میں نے اس سے پوچھا کہ واسطے اسنے کہا کہ خوج احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاء امرًا يطاق یعنی ظاہر ہوئے احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آیا حکم جس کے مقابلہ کی طاقت نہیں ہی یہ کہنے کے چلا گیا اور پھر نہ آیا اور اسی طرح ابن شہین اور دوسرے محدثون نے ذبا بن الحارث سے روایت کی ہی کہ وہ کہتا تھا کہ ایک جن میرا آشنا تھا اور غیب کی خبریں مجھے بتایا کرتا تھا ایک دن وہ آیا میں نے اس سے کچھ پوچھا اسنے حسرت سے میری طرف دیکھا اور کہا لنظن يا ذبا بن يا ذبا بن امض الجباب بعث محمد بالكتاب يدعوا بركة فلا يجاب یعنی یہی ذبا بن بڑے تعجب کی بات کہ مبعوث ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ساتھ کتاب کے بلاتے ہیں اسد کی طرف میں پھر نہیں جواب دے جاتے ہیں یعنی ان کی بات کو ہی نہیں سنتا ذبا بن کہتا ہی کہ میں نے اس سے کہا کہ تو کیا کہتا ہی سوال دیگر جواب دیگر اسنے کہا کہ تھوڑے دنون میں میری بات کو بوجھے گا تو یہ کہنے لگا پھر چند روز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبری کی خبر نکلنے لگی اور اسی طرح عمر ابن شیبہ نے جوج بن عثمان غفاری سے بھی روایت کی ہی کہ بنی غفار کے قبیلے میں ایک کاہن تھا اسکا بھی ایک جن یا رھتا وہ جن بھی اسی طرح جواب دیکر رخصت ہو کر چلا گیا اور ابونعیم نے بھی روایت کی ہی کہ ایک روز حضرت امیر المومنین عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی مجلس میں بیٹھے تھے ایک شخص آیا آپ نے اسے پوچھا کہ تیرے

قیانے سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تو کا ہن تھا اور جنوں سے صحبت رکھتا تھا اس نے کہا کہ ان آپ نے کہا بھلا اب بھی جنوں سے صحبت میسر ہوئی ہے اس نے کہا اب نہیں ہوتی دین اسلام کے ظہور کے پہلے میری صحبت والے جن میرے پاس آئے اور مجھے کہا کہ يَا سَلَامُ يَا سَلَامُ اَلْحَقَّ الْمُبِيْنُ وَالْخَيْرُ الدَّاسِمُ غَيْرَ حَلِمِ النَّاسِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ یعنی اسی سالم حق کھلا اور بہتری ہمیشگی کی ظاہر ہوئی یہ بات خواب پریشان سونے والے کی نہیں ہے اللہ تعالیٰ سب سے بڑا اور بزرگ ہے ایک شخص دو دوسرا اس مجلس کے حاضر وین سے بولا کہ مجھ کو بھی اسی طور کا اتفاق ہوا کہ ایک دن میں ایک بیابان کے چٹیل میدان میں چلا جاتا تھا اور کوئی آدمی گردِ پیش میرے نہ تھا یکایک ایک ناقہ سوار میرے ساتھ نمود ہوا اور پکار کر یہ کلمے کہے يَا اَحْمَدُ يَا اَحْمَدُ اَللّٰهُ اَعْلٰی وَ اَنْجَدُ اَتَاكَ مَا وَعَدَكَ مِنَ الْخَيْرِ یعنی اے احمد اللہ بہت برتر اور بزرگ ہے ایا تجھ کو جو تجھ سے وعدہ کیا تھا بہتری اے احمد اور پھر نظر سے میرے غائب ہو گیا ایک شخص دو دوسرا انصاریوں میں اسی مجلس میں حاضر تھا اس نے کہا کہ مجھ کو بھی اسی قسم کا باجر اور پیش آیا تھا چنانچہ شام کی طرف میں گیا تھا ایک دن ایسی زمین پر میرا گزر ہوا کہ نہ وہاں پانی تھا نہ گھاس نہ کھانسی کا ایک میں نے پیچھے سے ایک آواز سنی کہ کوئی کہتا ہے قَدْ لَاحَ جَحْمٌ فَاَصْنَأْ مَشْرِقُهُ يَخْرُجُ مِنْ ظِلِّهِ عِرْفٌ مَوْلَقُهُ ذٰلِكَ رَسُوْلٌ مَّفْلُجٌ مِّنْ صَدَقَةِ اَللّٰهِ اَعْلٰی اَمُوَّةٍ وَ حَقَّقَهُ یعنی تحقیق ظاہر ہوا وہ ستارہ جسے روشن کر دیا مشرق اپنے کونٹے ہی سایہ اس کے سے خوشبو کہ روشن کرتی ہے اس کو یہ رسول ہے بہتری کو پہنچے گا جس نے سچا جانا اس کو اللہ نے بہت بلند کیا کام اس کا اور ثابت کیا اس کو اور اسی طرح فاکہی نے بھی کہہ کے اخبار میں عامر بن ربیع سے اور ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اور دوسرے محدثوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف اور دوسرے صحابیوں سے روایت کی ہے کہ ایک دن جبل ابوقیس پر ایک جن نے اگر بہت سخت آواز کی اور چند بیتیں پڑھیں سَمِیْعٌ دِیْنِ اِسْلَامِ کی ہجو تھی اور یہ مضمون تھا کہ مسلمانوں کو جلدی قتل کرنا چاہئے اور شہر سے نکال دینا اور بت پرستی کو برگزینا چاہئے چھوڑنا کفار اس مضمون سے بہت خوش ہوئے اور مسلمانوں سے کہنے لگے یٰکَیْہُ تَحَارُّ قَتْلِ اور شہر بدر کرنے کا حکم غیب سے بھی آیا مسلمانوں کو بہت رنج ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر

عرض کیا رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سب خاطر جمع رکھو یہ آواز ایک شیطان کی تھی مسعر اس کا
 نام ہی سو عقرب تھا تعالیٰ اس کو سزا دینا ہی جب تیرا دن ہوا تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو
 خوشخبری دی اور فرمایا کہ آج ایک دیو بڑا زور آور میرے پاس آیا اور مسلمان ہوا اس کا نام شیخ تھا
 میں نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا اس نے مجھے کہا کہ اگر حکم ہو تو مسعر کو قتل کروں سو میں نے اجازت دی اُنٹا
 اللہ تعالیٰ آج مسعر جہنم داخل ہو گا مسلمانوں کو بہت خوشی ہوئی اور اس خوشخبری کے فطط ہوئے تمام
 کیونکہ اسی پہاڑ سے ایک آواز بھٹی گئی کہ کوئی کہتا ہی تَحْنُ قَتَلْنَا مَسْعِرًا لَّمَّا طَغَىٰ وَاسْتَكْبَرَ
 وَصَغُرَ الْخَنَىٰ وَسَنَ النَّصْرَ لِشَيْبِهِ نَبِيَّنَا الْمَطَرَا أَوْ دَنَّهُ سَيَفْجَأُ جَزْوَ قَامْبَرًا
 إِنَّا نَذَرُ مَنْ آرَادَ الْبَطْرَا یعنی میں ہوں جس نے قتل کیا مسعر کو جب کہ سرکشی کی اس نے اور تکبر کیا اور
 جھوٹا جانا اس نے خلکو اور طریقہ ڈالابرا واسطے بڑا کہنے اسکے کہ نبی ہمارے جو پاک ہی رنگین کیا ہے
 اسکے خون سے تلوار کو جو بڑی کٹی اور جڑ سے قطع کر نیوالی ہے ہم منع اور رد کرینگے اس کو جو ارادہ کرے گا
 نجر اور غرور کا اور اسی طرح ابن سعد نے کتاب شرف المصطفیٰ میں جنڈل بن ثعلبہ سے روایت کی ہے کہ جنڈل
 رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرا ایک جن دوست تھا عینب کی
 خبریں مجھے پہنچا کر نا تھا ایک رات کو مجھ پر آیا اور مجھ کو سوتے سے جگا یا اور کہنے لگا قَتَلْنَا مَسْعِرًا
 يَرْجُ الدِّينَ يَصَادِقُ مَهْدَبِ آمِينَ فَأَرْحَلْ عَلَى بَابِ آمُونَ تَمْشِي عَلَى الْقَصَصِ وَالْحَزَنِ
 یعنی بیدار ہو پس تحقیق روشن ہوا چراغ دین کا سچا اور آراستہ اور امانت دار سو کوچ کر مضبوط اونٹ پر
 سوار ہو کے چل اور پر راہ برابر اور خراب کے جنڈل نے کہا کی عیارت مسیح اس کی سن کے میں وہ ہشت ہے اللہ بیٹھا
 اور پوچھا میں نے کہ ہے کیا صاف کہہ پھر اس نے کہا وَسَاطِحُ الْأَرْضِ وَفَارِضُ الْفَرْشِ لَقَدْ بَعَثَ مُحَمَّدًا
 فِي الطُّولِ وَالْعَرْضِ لَشَاءٍ فِي الْحُرْمَاتِ الْعِظَامِ وَمَا جَرَّ إِلَى طَلَبِهِ الْأَمِينَةُ یعنی وہ ہے
 بچا نیوالے زمین کی اور لازم کر نیوالے فرض کی ہر اینہ رسول کر کے بھیجے گئے محمد تمام جہان پر پیدا ہو حرم بزرگ
 میں اور ہجرت کی طرف طیبہ امینہ کے یعنی مدینہ کی طرف جنڈل کہتے ہیں کہ یہ خبر سننے ہی میں مدینہ منورہ کی طرف
 روانہ ہوا راہ میں پھر ایک آواز نے مجھے آواز دی کہ شَعْبُ يَا أَيُّهَا الزَّاكِبُ الْمَرْخِي مَطِيلُهُ نَحْوُ الثَّمَنِ

لَقَدْ وَفَّقْتُ لِلرَّشْدِ یعنی اسی سوار پھرنے والے سواری اپنی کو طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر آئینہ تحقیق تو فائق دیا گیا تو طرف ہدایت کے اور اسی طرح ابن کلبی نے عدی ابن حاتم طائی سے روایت کی ہے کہ حدی کہتے تھے کہ میرا ایک نوکر تھا بنو کلب کے قبیلہ کا اسکو جالس ابن دغنه کہتے تھے ایک دن میں گھر کے باہر بیٹھا تھا یا ایک اسکو دیکھا میں نے کہ کچھ دہشت کھایا ہوا اس باختر آتا ہے میں نے پوچھا کیا ہوا نکلو خیر ہی اسنے کہا کہ یہ اونٹ اپنے مجھے لو اور نوکر سے مجھکو معاف کر دینے اس سے کہا کہ کچھ ہمسے قصہ ہوا جو تم نوکر سے چھوڑ دیتے ہو اسنے کہا کچھ نہیں لیکن میرے اوپر ایک حادثہ گذرا ہے اس سبب سے میں چھوڑتا ہوں اسکی تفصیل یہ ہے کہ تمہارے اونٹ لیکر میں چراگاہ میں گیا تھا وہاں دیکھا میں نے کہ ایک شخص بڑا پہاڑ کے گھاٹے سے نکل آیا سید اسکا گول الو کا سا اور طول اور عرض کا حال کچھ نہ پوچھو کہ کس قدر تھا پہاڑ کی چوٹی سے سراسر کا تین کرنا تھا اور دو زن پاؤں اس کے پہاڑ کی جڑ میں لگے تھے سو اس نے مجھ کو پکارا اور

کہا کہ يَا جَالِسُ بْنِ دَاغِنَةَ يَا جَالِسُ لَا يَكْفُرُ عَنْكَ لَكَ الْوَسَاوِسُ هَذَا سَنَاءُ الْمُؤَدِّ بِكَفِّ النَّاسِ فَأَجْعَلْ لِي الْخَيْلَ وَلَا تَوَاجِسْ یعنی اسی جالس بن دغنه نہ باز رکھیں مجھ کو دوسو سے یہ دیکھ روشنی پھیلی ہوئی اس نور کی ہے جسکے ماتھے میں شعل ہے سورج و جمع کر حد کے طرف اور دہلیں کچھ دغ دغمت کرتا کیلکے غایب ہو گیا میں اس خوف سے وہاں ٹھہر چکا اونٹوں کو دوسری چراگاہ میں لے گیا اور ایک درخت کے نیچے لیٹا میں کہ ذرا آرام کروں جو میں میری اسلحہ لگی وہیں کسی نے اگر مجھ کو

ایک ٹھوکر پاؤں سے ماری میں چونک پڑا دیکھتا کیا ہوں کہ وہی بڑا کھڑا ہے اور کہتا ہے يَا جَالِسُ اَسْمِعْ مَا اَقُولُ تَرَشَّدَ لَيْسَ ضَلُولٌ حَاثُوْكَ مَهْتَدٍ لَا تَرْكُنْ لِحُجِّ الطَّبْرِ

الْاَقْبَدِ فَذَكَرَ الدِّينُ يَدِينُ اَحْمَدُ یعنی اسی جالس بن جو کہتا ہوں میں تاکہ راہ پاوے تو نہیں ہمارا متغیر ہدایت پانے والے کے مانند مت چھوڑ چلنا راہ سیدھی کا تحقیق مانع ہوئے جب دین دین احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسی طرح ابو نعیم اور ابن عساکر نے بنی خثیم کے قبیلہ کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ وہ کہتا تھا کہ اول عرب کا دستور یہ تھا کہ کچھ بھی حرام اور حلال نہیں پہچانتے تھے اور بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے اور اگر آپس میں کچھ جھگڑا یا قصہ ہوتا تھا تو اس کے فیصلے کے واسطے ہجرتوں کے روبرو مودب

ہو کر بیٹھتے تھے پھر ان بتوں کے اندر سے جو آواز ہوتی تھی اسکو کافت غیب کی صدا تصور کر کے اسی کے موافق عمل کرتے تھے سو میں بھی اسی دستور کے بموجب ایک جھگڑے میں ایک رات کو بت کے سامنے بیٹھا تھا اور کچھ نذر اور قربانی گذرانے کے آداب غیبی کا منتظر تھا کہ یکا یک اس بت کے اندر سے یہ آواز آئی کہ يَا أَيُّهَا النَّاسُ ذُوا الْجِسَامِ وَاسْتَدِ الْحُكْمَ إِلَى الْأَصْنَامِ مَا أَنْتُمْ وَطَائِفُ الْأَحْلَامِ هَذَا بَيْنِي
سَيِّدُ الْأَنَامِ اَعْدَلُ ذِي حُكْمٍ مِنَ الْحُكَّامِ يَصْدَعُ بِالنُّورِ وَبِالْإِسْلَامِ وَيَنْزِعُ النَّاسَ
 عَنِ الْأَشْرَامِ یعنی لوگو جو اپنے جھگڑوں کو بتوں کے سامنے فیصلے کے واسطے لاتے ہو کیا ہوا، نکو جو اپنے عقل کے بلکے ہو گئے ہو یہ بتی ہی جو سردار ہی تمام مخلوقات کا بڑا عادل ہے سب جہان کے حاکم نے ظاہر کرنا ہے نور اور اسلام کو اور منع کرنا ہے لوگوں کو گناہوں سے یہ آواز سننے ہی ہم تجھ وہاں مجھے سب سمجھا اور متفرق ہو گئے پھر ہر مجلس میں یہی تذکرہ رہتا تھا یہاں تک کہ ہکو خبر پہنچی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوئے اور وہاں سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائے تب ہم بھی ان کو مسلمان ہوئے اور اس طرح ابونعیم اور ابن سعد نے جبرین مطعم سے روایت کی ہے کہ جبیر کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے پہلے وہاں میں ایک بت کے پاس ہم بیٹھے تھے اور ایک اونٹ اس بت کی نظر کے واسطے ہنسنے ذبح کیا تھا یکا یک آئے اور اس بت کے اندر غلی کہ أَلَا أَسْمِعُ إِلَى الْعَجَبِ ذَهَبَ اسْتِرَاقِ السَّمْعِ يَا لَوَحْيٍ وَتَوَحَّى بِالْثَّهْبِ لَيْسِي
بَلَّةَ أَسْمَعُ أَحَدَهُ لَهَا كِبَرُهُ إِلَى يَتَرَّبَ یعنی خبردار ہواور سن تجب کی بات کو گیارہ ماہ آسمان کی جانب سے چڑھایا کہ وحی آنے کے سبب سے اور مارے جاتے ہیں جنات و نگارے دیکھتے ہو کسے یہ سب ہوا ہے سب نبی آنے کے مکہ میں جگہ نام احمد ہے اور ان کی ہجرت کا مکان ثرب ہے جبیر کہتے ہیں کہ ہم کو اسی بات کے سبب سے نہایت تعجب ہوا اور وہاں سے اٹھ کر چلے گئے پھر بعد چند روز کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پائی ہو گئی اور اس طرح ابونعیم نے تمیم دار سے روایت کی ہے کہ تمیم کہتے تھے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبا ہوئے اس وقت مین ثام میں تھا پھر کسی کام کے واسطے سفر کیا میں جب رات ہوئی تب عربوں کے قدیم دستور کے بموجب جنم کے خوف سے اس جنگل میں پکار کر مین نے کہا کہ إِنَّا نَحْنُ جَوَارِعُ عَظِيمِ هَذَا الْوَادِ عِيْ یعنی پناہ میں آئے اور وہاں ہی اس جنگل کے سردار کی اس وقت ایک آواز آئی اور کوئی شخص ظاہر میں معلوم ہوا

اور اس آواز کا مضمون یہ تھا کہ عَدَّ بِاللّٰهِ فَإِنَّ الْحَجَّ لَا يَحْتَجِرُ عَلَى اللَّهِ أَحَدًا یعنی پناہ اور دُعا ئی میں اُن کا
 اس واسطے کہ جنوں کو یہ طاقت نہیں ہے کہ بے حکم الہی کسی کو پناہ دیوں میں نے کہا کہ کون ہی تو اور کیا کہتا
 ہے تب اس نے پھر کہا قَدْ خَرَجَ رَسُولُ الْأَمِّيْنِ وَصَلَيْتُمْ خَلْفَهُ بِالْحَجَّوْنَ فَاسْلَمْنَا وَابْتَعْنَا وَذَهَبَ
 كَيْدُ الْحَجِّ وَرَمِيتْ فَأَنْطَلِقُ إِلَى مُحَمَّدٍ رَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ بنے تحقیق ظاہر ہوئے رسول
 عربوں کے اور نماز پڑھی ہے اسے لکھتے تھے حجون میں جو مکہ معظمہ کا ایک محلہ ہے سو ایمان لائے ہم اور پیرو کی
 ہے اس کی اور اب گیا فریب جنوں کا اور مار جاتے ہیں انگاروں سے جو جا تو طرف صلی اللہ علیہ وسلم کے
 جو رسول میں ساری جہان کے پروردگار کے تمیم کہتے ہیں کہ جب صبح ہوئی تو میں وہاں سے روانہ ہوا ایک شہر منی پہنچا
 وہاں ایک راہب سے اس قصہ کو بیان کیا میں نے اسے کہا کہ جنوں نے تجھے سچ کہا ایک پیغمبر حرم سے ظاہر ہوگا اور وہ
 حرم کی طرف ہجرت کرے گا اور اس کا مرتبہ پیغمبروں سے زیادہ ہے تو جلدی اس کی خدمت میں پہنچ اور سیطرح
 ابو نعیم نے خولید صغریٰ سے روایت کی ہے کہ خولید کہتے ہیں کہ میں ایک بت کے پاس بیٹھا تھا یکایک اسکے اندر سے
 ایک آواز سنی میں نے کہہا ہے ذَهَبَ اسْتِرَاقُ الْوَحْيِ وَرُمِيَ بِالشَّهْبِ لِنَبِيِّ بَمَكَّةَ اسْمُهُ
 أَحْمَدٌ وَهَاجِرٌ إِلَى يَثْرِبَ يَا مَرْءَةَ بِالصَّلَاةِ وَالصِّيَامِ وَالْبِرِّ الْأَرْحَامِ یعنی گیارہ ماہ وحی کی
 چوری کا اور مارے جاتے ہیں جن انگاروں سے کہ میں نبی پیدا ہونے کے سبب جگانام احمد ہی اور اُن
 کی ہجرت کا مکان یثرب ہے حکم کرتا ہے سب کو نماز اور روز کا اور اپنے خویش و اقربا سے نیکی کرنے کا خولید
 کہتے ہیں کہ ہم اس آواز کے سنتے ہی وہاں سے اُٹھے اور اس خبر کو دریافت کیا معلوم ہوا کہ سچ ہی ایک پیغمبر مکہ میں
 پیدا ہوا ہے اور اس کا نام احمد ہی اور اس کی طرح ابو نعیم اور ابن جریر اور طبرانی اور خضر البلی اور دیگر محدث کئی اسنادوں
 اور کئی طریقوں سے عباس بن مرد اس سے روایت کرتے ہیں اور عباس بن جبر کے سردار و نہیں سے مشہور شخص
 ہیں وہ کہتے ہیں کہ میرے اسلام میں داخل ہونے کی وجہ ابتدا میں یہ ہوئی کہ اس شخص کے باپ نے مرتے
 وقت مجھ کو وصیت کی تھی کہ اس بت کی عبادت جگانام صنار ہے ہرگز نہ چھوڑنا اور جو کام مکمل درپیش ہو اس
 کام میں اسی کی طرف رجوع کرنا اس واسطے کہ بہت مشکل کاری میں بے نظیر ہے سو اپنے باپ کی وصیت کے
 بموجب ہمیشہ اس بت کی خدمت میں مشغول رہتا تھا میں اور ہر روز باوجود کار بار ریاست کے ہلکی زیارت کرتا

ایک مرتبہ جاتا تھا میں ایک دن جنگ میں تیار کے واسطے گیا تھا میں جب دوپہر ہوئی تو گرمی کی شدت سے ایک درخت کے سایہ کے نیچے بیٹھ گیا اور نوکر چاکر بھی جو میرے ساتھ تھے ایدہ ہر او دھرد خون کے تلے ٹھہر گئے یکایک دیکھا میں نے کہ ایک شتر مرغ سفید رنگ جیادہ بلی گلاہنا ہوا اوپر سے نیچے آیا اور اس شتر مرغ پر ایک شخص سفید پوش نورانی شکل سوار ہوا اور میری طرف خطاب کر کے کہتے ہیں کہ اسی عباس بن مرداس کچھ محبت کو خبر ہے کہ آسمان کی نگہبانی کے واسطے جو کیا ن معتر ہوئیں اور لڑائی اور جہاد زمین پر پھیل گیا اور زمین اور لگام والے گھوڑے جہاد کو تیار ہوئے ہیں اور ہم نیک طریقہ جو زمین پر لایا ہے وہ دو شنبہ کے دن جنگ کی رات کو پیدا ہوا اور اسکی سواری کی ایک اونٹنی ہے اسکا نام قصویٰ ہے عباس کہتے ہیں کہ یہ بات سنتے ہی مجھ کو خوف اور رعب زیادہ ہوا وائے سوار ہو کر گھر کو آیا اور پہلے اس بُت کے پاس جس کا نام ضمار تھا گیا میں تھوڑی دیر اس کے سامنے موڈب ہو کے بیٹھا اسکے اندر سے آواز

مکلی یٰ مَیْمِیْنُ بِرَحْمَتِنَا قُلْ لِلْقَبَائِلِ مِنْ سَلِیْمٍ کُلُّهَا هَلْکَ الْاَیْنِیْسُ وَعَاشَ اَهْلُ الْمَسْجِدِ
 اَوْدِیْ ضِمَارٌ وَکَانَ یَعْبُدُ مَدَّةً قَبْلَ الْکِتَابِ اِلٰی النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اِنَّ الَّذِیْ وَرِثَ الْبُؤْسَةَ وَهَلْدُ
 بَعْدَ اَبْنِ مَرْیَمَ مِنْ قُرَیْشٍ مَّهْتَدِیْ یعنی کہہ دے سلیم کے سب قبیلے سے کہ ہلاک ہوا انیس اور زندہ ہو
 مسجد والے اور ہلاک ہوا ضمار اور پوچھا گیا تھا ایک وقت تک قبل اترنے کتاب کے طرف نبی کے جگانام محمد
 ہی بیشک جو شخص وارث ہوا ہی نبوت کا اور ہدایت کا بعد مریم کے بیٹے کے وہ قریش سے ہی سیدھی
 راہ چلنے والا عباس کہتے ہیں کہ میں نے اس بات کو لوگوں سے ظاہر نہ کیا بلکہ پوشیدہ رکھا یہاں تک کہ
 جب کافر جنگ احزاب سے جبکہ جنگ حندق بھی کہتے ہیں پھر اُسی وقت میں اونٹ خرید کرنے کیواسطے
 عقیق کی طرف جو ذات عرق کے متصل بستی ہے گیا تھا یکایک ایک سخت آواز آسمان سے اُسی میں نے
 نظر اوپر کی تو دیکھا میں نے وہی پیر مرد سفید پوش سفید شتر مرغ پر سوار ہیں اور کہتے ہیں کہ جو حور و شنبہ
 کے دن جنگ کی رات کو دنیا میں آیا ہے سواب ناقہ قصوا کے صاحبزادہ نجد میں آتا ہے اس وقت سے
 دین اسلام کا اعتقاد میرے دلمین بیٹھ گیا اور اسی طرح ابن سعید اور ابونعیم نے سعید بن عمرو بذق سے
 روایت کی ہے کہ سعید کہتے تھے کہ ایک روز ایک شخص کے باپ نے ایک بکری ایک بت کے سامنے

اندکے طور پر ذبح کی تھی اس وقت اس بُت کے اندر سے یہ آواز آئی کہ اَلْحَبَّ كُلُّهُ حَرَامٌ مِّنْ بَنِي
عَبْدِ الْمُطَّلِبِ حَرَّمَ الزَّانَا وَبَحَرَّمَ الذَّحَّجَ لِلْأَصْنَافِ وَحَرَسَتِ السَّمَاءُ وَرَمَيْنَا بِالْأَشْهَابِ
یعنی بڑا تعجب ہی پیدا ہوا ایک بنی عبدالمطلب کی اولاد سے حرام کر گیا زنا اور حرام کر گیا ذبح کو جو بتوں کے واسطے
کرتے ہیں اور نگہبانی کی گئی آسمانوں کی اور مارے جاتے ہیں ہم انگاروں سے سعید کہتے ہیں کہ میرا باپ اس جن
کی تحقیق کے واسطے مکے کی طرف گیا کسی نے ان کو اس خبر کا پتا نہ بتایا یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ
سے ملاقات ہوئی لسنے پوچھا انھوں نے کہا کہ اُن سچ ہی محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب x x خدا کا رسول
ہیں تم کو بھی لازم ہے کہ اس پر اسلام لاؤ و حاصل کلام کا اس قسم کے قصے بے شمار ثابت ہیں جو حد و اثر کو پہنچے ہیں
بلکہ بعض جنات جو اس وقت تک اسلام سے شرف نہیں ہوئے تھے بعض آدمیوں کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں سلام اور تحیات اور اپنی عاجزی اور فرمانبرداری کہلا بھیجی تھی چنانچہ ابن سعد
جعد بن قیس مرادی سے روایت کی ہے کہ جعد کہتے تھے کہ ہم چار آدمی اپنے وطن سے حج کے ارادے سے چلے
رستے میں ایک جنگل ملا میں کے متعلق اسے اس جنگل میں ایک آواز سنی ہم نے نہ کوئی یہ بتیں پڑھتا ہے
اَلَا يَا أَيُّهَا الرُّكْبُ الْمَعْرُوسُ بَلَّغُوا إِذَا مَا وَفَقْتُمْ بِالْحَطِيمِ وَزَمَمْنَا مَحَلَّ الْمَبْعُوثِ مَنَا حَيَّةَ
لَشَيْعَةٍ مِنْ حَيْثُ سَارُوا يَتَمَّا وَقُولُوا لَهُ إِنَّا لِدِينِكَ شَيْعَةٌ بِذَلِكَ أَوْصَانَا الْمَسِيحُ بْنُ مَرْيَمَ
یعنی اے اونٹوں کے سوار پچھلی رات کو مقام کر پواسے پہنچاؤ جب کھڑے ہو تم لینے پنچو تم حطیم اور زمزم کے
پاس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو مبعوث ہوئے ہیں سلام ہمارے طرف سے اور تحید جانا تم اسکے پاس جہاں کہیں
اسنے سیر کی ہو اور قصد کیا ہو اور کہنا اُسے ہم سب یہاں کے جنات تمھارے دین کے گروہ ہیں اس طرح
و وصیت کی تھی ہیکو عیسیٰ مسیح مریم کے بیٹے نے علیہ السلام اور ابن عباس کہ اور خرایطی نے مرد اس بن قیس
و دوسی سے روایت کی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں کاہنوں کا اور کہا سنت کا
کچھ ذکر تھا لوگ نقل کرتے تھے کہ یہ کارخانہ نبوت کے ظہور اور وحی کے نزول ہوتے ہی موقوف ہو گیا
مرد اس مذکور نے کہا کہ یا رسول اللہ مجھ کو اس مقدمہ میں عجب اتفاق ہوا تھا جو قابلِ ستائش ہے کہ میں اپنے
فرما یا کہ بیان کرو مرد اس نے کہا کہ تمھارے پاس ایک لونڈی تھی اس کا ہم خلصہ تھا بہت نیک جنت اور

صالحہ تھی کبھی برائی کا وہم بھی اسکی طرف نہ ہوا تھا ایک روز میرے نزدیک آئی اور کہنے لگی کہ تم مجھ کو
 کیا جانتے ہو ہم نے کہا کہ تجھ کو ٹری نیک بخت اور صالحہ ہم جانتے ہیں کبھی برائی کا وہم بھی تیرے طرف نہ ہوگا
 ہوا پھر اسنے کہا کہ اندون مجھ پر ایک عجیب احوال گذرا ہے کہ میں ایک روز اکیلی اپنے گھر میں بیٹھی تھی ایک چیز
 سیاہ میرا پر اوپر اگر چڑھ بیٹھی اور جس طرح مرد عورت سے صحبت کرتا ہے اسی طرح اسنے میرے ساتھ کیا
 اور پھر کچھ معلوم نہ دیا سو مجھ کو یہ خوف ہوا کہ اب انہو مجھے مل رہا ہو اور تم لوگ مجھ پر زنا کی تہمت
 کرو ہمنے اُسے کہا کہ ہم کو تیری طرف ایسی چیز کا وہم بھی نہیں آنے کا تو جا خاطر جمع رکھ بعد کتنے روز
 معلوم ہوا کہ اسکو حمل ہے پھر موافق معمول کے لڑکا جنم لیا لیکن اس لڑکے کے دونوں کان کتے کے سے تھے
 اور اس کا رنگ بھی آدمی کا سا نہ تھا سو وہ لڑکا ہمارے لڑکوں کے ساتھ کھیلنا کرتا تھا یکایک ایک روز
 تنگ ہو کے چلانے لگا اور کہنے لگا کہ افسوس اور خرابی ہے کہ دشمن کے سوار تمہارے لوٹنے کو اس پہاڑ کے
 اس طرف آئے ہیں اور تم غافل بیٹھے ہوئے ہو ہم سب اسے کہنے بوجہ مسلح ہو کر اس پہاڑ پر گئے دیکھا تو واقعی
 دشمن کے سوار ہیں آخر اسے لڑائی کر کے ان کو ہٹا دیا اسوقت سے اس لڑکے کہنے کا اعتبار ہو گیا جو
 وہ کہتا تھا وہ یہاں ہوتا تھا کبھی اسکی بات جھوٹہ ہوتی تھی پھر جب سے آپ بنی ہوئے اور وحی آنا شروع
 ہوا تب سے اسکی بات جھوٹی ہونے لگی اکثر باتیں جھوٹی کہا کرتا تھا ہم نے اس سے پوچھا کہ تجھ کو اب کیا ہوا
 جو جھوٹہ بولنے لگا تو اسنے کہا مجھ کو کچھ حال نہیں معلوم جو شخص مجھ کو پہلے سچی خبر پہنچاتا تھا اب جھوٹی خبریں
 پہنچاتا ہے میں اپنی طرف سے اس میں کچھ ملاتا نہیں ہوں اب اسکی تدبیر یہ ہے کہ تم مجھ کو تین دن ایک
 کا ڈھیری کو ٹھہری میں بند کرو تاکہ جب تنہا ہوں گا تو وہ جن جو مجھ کو خبریں دیتا رہا وہ میرے رگ اور پوست
 میں گھس جائیگا پھر تم اس سے پوچھنا تو کچھ معلوم ہو گا سو ہم نے ویسا ہی کیا پھر تین دن کے بعد جسے کو
 کھولا تو دیکھا ہے کہ اس لڑکے کا بدن ایسا ہو گیا ہے جیسا آگ کا آنگارہم نے دریافت کیا کہ یہ رنگت
 آگ کی اسی جن کی ہے جو اسے اندر و ر آیا ہے آخر ہم نے اس سے کہا کہ اے عزیز اب تک تمہاری خبریں سب
 سچی ہوتی تھیں چند دنوں سے کیوں جھوٹی ہونے لگیں اسنے کہا يَا مَعْشَرُ دُوسِ حَرَمِ السَّمَاءِ
وَصَرِّحْ خَيْرَ الْأَنْبِيَاءِ یعنی اے گروہ دوس کے قبیلے کے انبیاء فی کئے گئے آسمان اور پیدا ہوئے

کہ ایک مرتبہ بہت سے جن کسی جزیرے کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے شرف ہونے کو آئے تھے اور کئی دن یہاں مقام بھی کیا تھا اور پھر اپنے وطن کو لوٹ کر گئے اور امام احمد اور نزار اور ابو بعلی اور بیہقی اور دوسرے محدثوں نے بلال بن حارث سے روایت کی ہے کہ بلال کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھا عروج میں مقام ہوا میں اپنے خیمے سے نکل کر چاہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوں دیکھا میں نے کہ آپ سب شکر سے لیکے باہر دور بیٹھے ہیں میں نے چاہا کہ آپ کے پاس جاؤں جب آپ کے قریب پہنچا تو آواز غل اور شور کی میرے کان میں پہنچی گویا بہت لوگ آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں اور سخت گونجی بھی کرتے ہیں میں ٹھہر گیا اور بوجھا میں نے کہ آپ کے پاس غیب کے لوگوں کا ہجوم ہی اس وقت جانا مناسب نہیں ہے پھر تھوڑی دیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور مجھ کو دیکھ کر آپ نے تبسم فرمایا میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ شور و غل کیا تھا آپ نے فرمایا کہ مسلمان اور کافر جنوں میں جھگڑا تھا رہنے کے مقصد میں میرے پاس فیصلے کے واسطے آئے تھے سو میں نے ایسا حکم کیا کہ مسلمان مجلس کے ملک میں اور کافر غور کے ملک میں رہیں پس میں نے ہوئے نہ رہیں چنانچہ کثیر بن عبد اللہ جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم نے تجربہ کیا ہے کہ جب کو مجلس کے ملک میں کچھ جن کا آسیب ہوتا ہے وہ جلدی اچھا ہو جاتا ہے ہلاک نہیں ہوتا اور غور کے ملک میں جب کو جن کا آسیب ہو جاتا ہے وہ اکثر اچھا نہیں ہوتا بلکہ ہلاک ہوتا ہے اور خطبے جابر بن عبد اللہ سے روایت کی ہے کہ جابر کہتے تھے کہ ہم ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کھجور کے درخت کے نیچے بیٹھے تھے یکایک ایک کا لاسانپ بہت ہی بڑا آپ کی طرف چلا لوگوں نے چاہا کہ اسکو ماریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکو مت چھیڑو آخر کو وہ سانپ آپ کے نزدیک پہنچا اور اپنے منہ کو آپ کے کان کے پاس لیگیا جیسے کوئی بات کان میں کہتا ہے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے منہ مبارک کا اسکے کان کے پاس لیجا کے کچھ فرمایا پھر وہ سانپ غائب ہو گیا اور معلوم بھی نہ ہوا گویا اسکو زمین نکل گئی ہم لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ آپ نے اس سانپ کو اپنے کان تک آنے دیا ہم کو بڑا خوف ہوا ہمت کیا ہم جانور بے سمجھ ہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو کچھ ایذا دیوے یا کاٹ کھا سکے آپ نے فرمایا کہ یہ جانور تھا بلکہ یہ جنوں کا بھیجا ہوا تھا فلا

سورت کی آیتیں فے بھول گئے سوا کے پوچھنے کے واسطے اسکو بھیجا تھا جب اسنے تم لوگوں کو دیکھا تب سانبہ کی شکل بن کے تمہارے سامنے آیا اور پوچھکر چلا گیا پھر جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بعد اسکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور آگے کو چلے راستے میں ایک گاون ملا وہاں لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہاں ایک عورت ہے جو ان خوبصورت ایک جن اس پر عاشق ہو گیا ہے سوا کے اندر گھسے اسکو بہوش کر دیتا ہے نہ کچھ کھاتی ہے نہ کچھ بات کہتی ہے بلکہ ہلاکی کے قریب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو اپنے سامنے بلایا اور فرمایا کہ اسی جن تو مجھے کوجانتا ہے کہ میں کون شخص ہوں میں محمد ہوں حق تعالیٰ کا رسول سوا اس عورت کو چھوڑ دے یہ بات فرماتے ہی عورت ہوش میں آگئی اور اپنے منہ کو نقاب سے چھپا لیا اور لوگوں سے جیا کرنے لگی اور بالکل اچھی ہو گئی جابر کہتے ہیں کہ میں نے اس عورت کو دیکھا تھا ایسی خوب صورت تھی جیسے چودھویں رات کے چاند کا ٹکڑا اور عتیلی اور بیہتی اور ابو نعیم حضرت امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نہ کہتے تھے کہ ایک روز ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہام کے ایک پہاڑ پر بیٹھے تھے کہ یکایک ایک پیر مرد ماتمہ میں عصا لئے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آن کر حاضر ہوا اور آپ کو سلام کیا آپنے اسکے سلام کا جواب دیا اور فرمایا کہ اسکی آواز جن کیسی ہے پھر آپنے اسکو پوچھا کہ تو کون ہے اسنے عرض کیا کہ اس عظام کا نام ہامہ ہے اہیم کا بیٹا اور اہیم لائیس کا بیٹا ہے اور لائیس اہیم کا بیٹا ہے آپنے فرمایا کہ اہیس کے اور تیرے درمیان میں دو ہی پشتیں ہیں بھلا کہہ تو تیری عمر کتنی ہوگی اسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ جتنی دنیا کی عمر ہے اتنی ہی میری عمر ہے کچھ تھوڑی سی کم ہے اسواسطے کہ جن دنوں میں قابیل نے قابیل کو مارا تھا اسوقت میں بچہ تھا کئی برس کا لیکن بات سمجھتا تھا اور پہاڑوں پر چڑھتا تھا اور لوگوں کا غلہ اور کھانا چراتا تھا اور لوگوں کے دلوں میں اپنے خویش اور اقربا سے ہوسلو کی کرکھ دوسرے کے طور سے ڈالا کرتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تیرے بڑھاپے کے عمل تو ایسے ہیں اور جو اتنی بچپن کے کام ویسے تو بہت برا شخص ہے اسنے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ مجھے کچھ طاعت نہ کیجئے اسواسطے کہ اب میں توبہ کرنے کو آیا ہوں اور میں نے حضرت نوح علیہ السلام سے ملاقات کی ہے اور ان کی مسجد میں ان کی صحبت میں بہت رہا ہوں اور پہلے انکے ماتمہ پر توبہ کی تھی میں نے اور

ایک سال اٹلی مسجد میں رہا ہوں میں اور حضرت ہود اور حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کی صحبتوں میں رہا ہوں میں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی ہی میں نے اور اسے توریت سیکھی تھی اور انکا سامام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہنچا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا تھا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنا تو میرا سلام انکو پہنچانا سوا اب اس امانت کے بارے ادا کرنے کے واسطے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور یہ بھی میری آرزو ہے کہ آپ اپنی زبان فیض ترجمان مجھ کو کچھ قرآن شریف تعلیم فرمائے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی سورتیں جیسے سورہ واقعہ اور سورہ مرسلات اور عم یساولون اور اذ انشئس کورت اور قل ہوا اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس اسکو تعلیم فرمائیں اور یہ بھی آپ نے اس ارشاد فرمایا کہ اسی امر جو وقت تجھ کو کسی چیز کی احتیاج ہو تو میرے پاس آنا اور میرے ملاقات نہ چھوڑنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو وفات پائی اور اسکی موت کی خبر ہو کہ نہیں دی اب ہو کہ معلوم نہیں ہے کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ جو جنات سے تھے انہیں سے ایک کا نام عمر بن جابر ہے جن کی صفوان بن معطل نے تجہیز اور تکفین کی تھی اور انہیں سے ایک کا نام عمرو ہے جو کا فر جنوں کی لڑائی میں شہید ہوئے ہیں اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے یاروں نے ان کو دفن کیا تھا اور انہیں میں سے ایک کا نام سرق ہے جو کہ عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے مرد کے خجل میں دفن کیا تھا یہ سرق اس جماعت کے تھے جنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی اور انہیں میں سے ایک کا نام خرقا تھا چہ شبیہ تھی یعنی عورت تھی اسکو عمر بن عبدالعزیز نے کہ معظمہ میں دفن کیا تھا اور ان سب کا قصہ یہی ہے کہ اپنی کتاب دلائل النبوة میں صحیح اسنادوں سے بیان کیا ہے فقط یہاں تک احوال ان جنوں کا بیان ہوا جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانبردار اور تابعدار ہوئے تھے اور قرآن کے حکموں کو مان لیا تھا اور نہایت پیروی اور تابعداری کے سبب سے اپنی اس خدمت سے جس سے موقوف اور معزول ہوئے تھے بالکل دست بردار ہوئے اور نبی آدم کی ہدایت اور رہنمائی پر کمر باندھی اور مستعد ہوئے وَهَذَا الْقَائِمُونَ اور بعضے ہم میں سے کجرو اور بے انصاف ہیں جو اس خدمت سے اپنی معزولی اور موقوفی پر رضی نہیں ہیں اور اس رسول اور اس قرآن کی فرمان برداری جیسی

ان اصحاب کے نام

ان جنوں کے نام

چاہئے ویسی نہ کی سو اس قسم کے چار فرقے ہیں پہلا فرقہ کافر جنوں کا جو ظاہر میں مخالفت اور دشمنی کرتے ہیں اور اپنے کو چھپاتے نہیں ہیں اور بنی آدم کو جہان تک ہو سکتا ہے بہکانے میں تصور نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم ہرگز اپنی خدمت سے مغرور اور موقوف نہیں ہوئے ہیں عیب کی خبریں ہم سے پوچھا کرو اور اپنے اڑے کاموں پر ہم سے مدد مانگا کرو ہم تمہاری حاجت رواںی اور مشکلات اسی کیا کریں گے چنانچہ کافر ونجے جھوٹے معبود جنکو دیوتہ کہتے ہیں جیسے ہنود ونے اور جیشیون کے اور زلیگون کے اور دوسرے بت پرستوں کے کہ باوجود آسمان پر بنجانے پانے کے اور آگ کے انگاروں کے مارے جانے کے اور اپنی خدمت سے مغرور اور موقوف ہو نیکی بنی آدم کے بہکانے اور خراب کرنے سے دست بردار نہیں ہوتے ہیں بلکہ کافروں کی مدد اور امانت حتی المقدور کیے جاتے ہیں تاکہ دیے ان سے نہ پھریں بلکہ بزور ان سے شرک کرواتے ہیں اور اسلام میں داخل ہونے سے منع کرتے ہیں دوسرا فرقہ منافق جنوں کا جو ظاہر میں اپنے تئیں ایمانداروں میں داخل کرتے ہیں اور پوشیدہ مکر اور فریب سے آدمیوں کی خرابی کے پیچھے پڑے ہیں اور اپنے تئیں کسی بزرگ کے نام سے مشہور کر کے آدمیوں کے نزدیک پیر بن بیٹھے ہیں جیسے شیخ سعد و اور زین خان اور سبزو اور ہالے اور سوائے ان کے بر زمین اپنی ولایت اور عیب دانی اور مشکلات اسی کا دعویٰ بلکہ الوہیت اور خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اور شرک اور بت پرستی کا کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے جو اپنے معتقدوں سے اپنے واسطے مکر و اوین تیرا فرقہ فاسق جنوں کا جو دھوکیت اور بٹ مار کی طور پر ہیں جو آدمیوں کو طرح طرح کی ایذا پہنچاتے ہیں اور ایسے جن کو خدا و نیاز اور ہدیے اور ٹھانپان اور پانی اور شربت اور سوائے ایسے کبھی کبھار اپنے واسطے لیتے ہیں جو بھلا فرقہ جنوں کا ایک اور ہے جو چورون کی طرح بعض آدمیوں کی روحوں کو جو بد خلقی اور کج کردار و غرور اور کبر سے مدین اور ہر وقت نجاست آلودہ رہنے میں جنسیت جنوں سے مناسبت بہم پہنچاتی تھی کھینچ کر لجاتے ہیں اپنے رنگ میں ان کو بھی رنگتے ہیں اور اپنی چال ان کو سکھاتے ہیں جیسے آدمیوں کے بدن میں مساحون کی آہ سے در آنا اور اس کے مزاج کو خراب کر دینا اور شکل کا بدن ان کو تعلیم کرتے ہیں تاکہ ان سے ایذا اور رنج آدمیوں کو پہنچا دیں اور بنی آدم کے فرقے کو خراب کر دے چار فرقے فاسقوں سے یعنی بے انصافوں سے کہ دین اور ان شرک کی پیروی نہ کی اگرچہ ظاہر میں بعضوں نے اپنی زبان پر کلمہ توحید کا جاری کیا لیکن آسمان پھر جو کوئی حکم الہی کا

فرمان بردار ہو اور کج روی اور نا انصافی کو چھوڑا فَاُولَٰئِكَ سَخِرَ وَادَّشَدَا پھر انھوں نے سوچی اور اٹھکی تذبذب
 سیدھی راہ چلنے کی اس واسطے کہ اپنے خاوند کی فرمان برداری کے سبب سے خاوند کے نزدیک اپنا رتبہ پیدا
 کیا اور کج روی اور نا انصافی اور بنی آدم کو فریب دینے کی صورت میں بعضہ مخلوقات کے نزدیک البتہ
 کچھ مرتبہ اور جاہ اس دنیا و چند روزہ کا حاصل ہوتا ہی لیکن اپنے خاوند کے نزدیک ذلت اور بقدری
 ہوتی ہی اور ہمیشگی کی نعمت سے بے نصیبی اور محرومی وَاَمَّا الْقَاسِطُونَ اور لیکن کج روی اور نا انصاف جنہوں نے
 حکم الہی کی فرمان برداری سے کشری کی اور باوجود معذرتوں کے اپنی خدمت سے آدمیوں کو فریب دیا کہ ہم معزول
 نہیں ہیں بلکہ اپنے تئیں آدمیوں کے نزدیک کارخانہ الہی کا شریک ٹھہرایا فَكَانُوا بِحُكْمِ حَطْبًا پھر ہوئے وے
 دوزخ کے گندھے اور آگ کے بھڑکانیولے کہ اپنے تئیں بھی آگ میں جلایا اور آگ کی مناسبت کے سبب
 سے اس آگ کو اور بھڑک کے دوسروں کو بھی خوب جلا کر ہضم کیا اور بعضہ ملحد بے دین یہاں پر ایک اعتراض
 کرتے ہیں اور شبہ دلوں میں ڈالنے ہیں کہ جنات کی پیدائش تو آگ سے ہی پھر جنوں کو آگ میں پڑنے سے
 کیا رنج اور تکلیف ہوگی اس واسطے کہ کسی چیز کو اپنی جنس سے کچھ تکلیف اور ایذا نہیں ہوتی ہی سو اس کا جواب
 یہ ہے کہ جنات کا اصل مادہ اگرچہ آگ ہی لیکن اسکی صورت ترکیبی اور اس کا مزاج دوسری چیز ہی
 موجب صرف آگ اسکی صورت ترکیبی اور اس کے مزاج کی منافی ہوئی تو اور زیادہ اسکی تکلیف اور عذاب کا
 سبب پڑے گی چنانچہ ایک لطیف مشہور ہے کہ ایک ملحد نے یہی اعتراض کی وہاں ایک شخص ظریف دانا حاضر تھے
 انھوں نے ایک بڑا شجر اٹھا کے اسکی ران پر مارا وہ ملحد چلانے لگا اور شور اور غل مچانے لگا اس شخص نے کہا
 اس شجر سے تجھ کو رنج اور تکلیف ہونے کی کیا وجہ آخر تیری بھی اصل زمین سے ہی اور یہ شجر بھی زمین سے ہی آخر وہ
 ملحد لا جواب ہوا عرض کہ مزاج کی کیفیت اور عذاب کی کیفیت متحد ہونے سے رنج اور تکلیف کی اور زیادتی ہوتی
 ہے بخلاف اسکے جہاں مزاج کی کیفیت اور عذاب کی کیفیت مختلف ہو چنانچہ یہ بات تجربہ اور آزمائش میں آچکی ہے کہ صغریٰ
 مزاج والیکو آگ اور دھوپ کی نزدیکی سے اعتدال رنج اور تکلیف کی زیادتی ہوتی ہے کہ بلغمی مزاج
 والیکو عیشہ و عشرت کی کمی نہیں ہوتی اور اسی طرح بلغمی مزاج والیکو دریا کی نزدیکی اور سردی کے سبب سے
 اعتدال سستی اور کسالت لاحق ہوتی ہے جو صغریٰ مزاج والے کو نہیں ہوتی اور آگ کو حتمی تھے ہی

بجائے رنج و تکلیف

تاثر دی ہے کہ تفریق اجزا اور رطوبات متماکہ کے افنا کے سبب سے ہر ترکیب کی تحلیل اور ہر مزاج کا ابطال
 کرتی ہے اور جو رنج اور الم مزاج اور مرکب کو محسوس ہوتا ہے وہ ابطال مزاج اور تحلیل ترکیب کے سبب سے
 ہی مخالفت مادہ سے تاکہ ہم جنس ہونا اس کا بے المی کا سبب پڑے اور جو شروع سور سے یہاں تک پہنچنے
 نے تیرہ مکمل جنون سب کے نقل فرمائے اب پھر اترتے استمع پر عطف کر کے نین مطلب دوسرے تلقین فرماتے ہیں تاکہ
 پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ان تینوں مطلبوں کو بھی آدمیوں اور جنات کو پہنچا دیوں اس واسطے کہ یہ تینوں مطلب عمدہ
 ہیں اور جنون کی پیدائش اور ان کی عبادت سے متعلق ہیں اور بہت سے آدمی بھی اسی عادت کے سبب سے
 باطل عقیدوں میں بلکہ شرک میں پھنس جاتے ہیں سو اب ارشاد ہوتا ہے کہ کہہ تو ای پیغمبر کو وحی کی گئی ہے میری طرف
 سے سب جنون کی باتیں جو اوپر بیان ہو چکی ہیں وَأَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوا عَلَى الطَّرِيقَةِ اور یہ کہ اگر جنات
 اس طریقے پر استقامت کریں گے اور مضبوط رہیں گے جس طرح اب اس طریقے کو اختیار کیا ہے اور تو ان کو
 تبدیل سے جو جنون کا خاصہ ہے باز آویں گے لَا سَقَيْنَاهُمْ مَاءً غَدَقًا البتہ پلاوین گے ہم ان کو پانی
 برسات کا جی بھر کے یعنی ہر ماوین گے اور قحط کو اسے دور کرینگے مفسرون نے لکھا ہے کہ یہہ سورۃ
 اس وقت میں نازل ہوئی تھی جس وقت کفر کی شامت سے مکہ والے سات برس کی قحط میں گرفتار ہوئے تھے بلکہ
 قحط کا شروع تھا اور آدمی اور جن اور جانور سب قحط سحالی اور خشکی میں گرفتار تھے اور قحط کے زمانے کے قطع نظر
 برسات کا پانی ہر طرح سے سب طرح کی برکتوں اور تمام دنیاوی منفعتوں کو شامل ہے سو ذکر برکت کا پورا
 تمام دنیا کی نعمتوں کی طرف اشارہ ہے چنانچہ دوسری آیت میں حق تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ
أَمَّنُوا فَتَقْنَا جَنَّتْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ اور اگر تحقیق کروالے ایمان لاتے تو البتہ کھولتے
 ہم انہر برکتیں آسمان اور زمین سے یعنی آسمان سے پانی برساتے اور زمین سے غلہ لگاتے اور باوجود اسکے
 خاص جنوں کو اس نعمت کے پہنچانے میں ایک غرض دوسری بہت باریک اور دقیق ہے سو وہ یہہ ہے کہ
لَقَدْ فَتَنَّا فِرْعَوْنَ تاکہ عقل اور دانائی جنون کی آزمائش ہم اس پانی پلانے میں اور دیکھیں ہم کہ یہ جن پانی دانا
 اور زیر کی سے اپنے آگ میں جلنے کے عذاب کو اپنے پانی پینے سے راحت پانے پر قیاس کرتے ہیں یا نہیں
 اس طور سے کہ پانی اپنی دو تون کیفیت میں یعنی رطوبت اور برودت میں ان کی ضد ہے اس واسطے کہ یہ

پیدا ہوئے اور حرارت اور خشکی آگ کا خاصہ ہے لیکن باوجود اسکے پھر پانی پینے سے ان کو تسکین ہوتی ہے سو اگر آگ میں در آنے سے ان کو رنج اور عذاب نہ ہو تو ایک مزاج کا دوسرے کے ساتھ موافق ہونا لازم آوے اور یہ محال ہے تو معلوم ہوا کہ آگ ضرور رنج اور عذاب کا سبب پڑے گی اور یہ بھی ہو جھ لیون کہ طریقہ حق پر استقامت کرنا کجروی اور گمراہی کی ضد ہے اور اسی طرح تنعیم تعذیب کی ضد ہے اور پانی آگ کی ضد ہے اور جو طریقہ حق پر استقامت کرنا پانی سے راحت پانیکا سبب پڑا تو کجروی اور گمراہی آگ سے عذاب ہونیکا بھی سبب پڑے گی اور اگر ایسا نہ ہو تو دوسرے کا پسین مقابل ہونا جاتا رہے اور یہ بھی سمجھ لیون کہ پانی کی طبیعت آگ کے بجھانے کو چاہتی ہے اور ہم کو باوجود آتشی ہونے کے پانی زندگی اور رحمت کا سبب پڑتا ہے تو کچھ عجب نہیں ہے کہ آگ ہماری رنج اور مشقت کا سبب پڑے لیکن یہ سب دنیا کی نعمت بدون وبال اخروی کے ان لوگوں کے واسطے ہے جو طریقہ مرضیہ پر مستقیم ہیں وَمَنْ يُعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِ اور جو شخص منہ موڑے گا اپنے پروردگار کی یاد سے اور جس طریقے کو اختیار کیا ہے اس پر ثابت نہ رہیگا اور تلون اور تبدل کو اپنے میں راہ دیگا لَيْسَ لَكَ عَذَابًا صَعَدًا الْبَتَّةَ داخل کرے گا اسکو اسکا پروردگار ایسے عذاب میں جو اسکی طاقت سے باہر ہے خواہ وہ عذاب آگ سے ہو جو اسکی ہم جنس ہے اور ہم جنس جب اپنی حد سے زیادہ ہوتا ہے تو انتہاء درجہ کی تکلیف کا سبب پڑتا ہے اور خواہ دوسری چیز سے ہو حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے کہ صعدا نام ہے ایک دوزخ کے پہاڑ کا پتھر کی صاف چٹان ہے کافر کو اس پر زبردستی چڑھا دینگے آگ سے فرشتے اسکو زنجیروں سے کھینچنے اور پیچھے سے بھی آگ کے گرزوں سے مارینگے یہاں تک کہ چالیس برس میں اس پہاڑ کے اوپر پہنچے گا پھر وہاں سے فرشتے اسکو نیچے ڈھکیں گے پھر اسی طور سے مار مار کے اسکو اوپر چڑھا دیں گے اور پھر ڈھکیں گے تاکہ ہمیشہ اسی عذاب میں گرفتار رہے اور اس آیت میں استقامت کی تعریف حق تعالیٰ نے فرمائی ہے چنانچہ سید الطائفہ یعنی سردار صوفیوں کے حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے بموجب فرماتے ہیں کہ كُنْ طَالِبَ الْاِسْتِقَامَةِ وَلَا تَكُنْ صَاحِبَ الْكِرَامَةِ فَإِنَّ التَّوْبَ يَطْلُبُ مِنْكَ الْاِسْتِقَامَةَ وَالنَّفْسُ تَطْلُبُ مِنْكَ الْكِرَامَةَ یعنی ہو تو طالب استقامت کا اور نہ ہو تو طالب کرامت کا اس واسطے کہ پروردگار

استقامت

تیرا چاہتا ہی تھے استقامت کو اور نفس تیرا چاہتا ہی تھے کرامت کو اور حدیث صحیح میں آیا ہی کہ
اَسْتَقِيمُوا وَلَكِنْ تَخْصُوا یعنی استقامت کرو طاعت پر اور تمام طاعتوں کو ہرگز نہ گھیر سکو گے اور حقیقت میں
 بھی یہی بات ہے کہ روح اور دل کا منور ہونا طاعت کی روشنیوں استقامت کے سبب سے ہوتا ہی اور
 عبادت کے رنگ کو نفس کے جوہر میں استقامت ہی پیوست کر دیتی ہے اور عبادتوں اور طاعتوں سے
 نفس کو اسی رنگ میں رنگین کرنا مطلوب ہی نہ فقط رنج اور مشقت کھینچنا وَاِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ اور یہ کہ
 مسجدیں بنائی جاتی ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کے واسطے فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا سومت پکارو
 ان مسجد و زمین حتمی کے ساتھ کیوں واسطے کہ اگر حتمی کے ساتھ ان مسجد و زمین دوسرے کو پکارو گے
 تو گویا ان مسجد و زمین کو تنہا اللہ تعالیٰ میں اور اس شخص میں مشترک کر دیا اور حال یہ ہے کہ مسجد و زمین کو خاص اللہ
 تعالیٰ کے واسطے بنایا ہی اور جنوں کا ایک ستور بندھا ہوا ہی کہ جس مکان کو ان کے واسطے خاص کر دیا
 ہیں تو پھر جن نہیں چاہتے کہ اس مکان میں دوسرے کو دخل ہو دے سو جس طرح شہرت بعد خصوصیت کے
 جنوں کو پسند نہیں ہی بلکہ ان کی ناخوشی کا سبب ہی اسی طرح حتمی کی عبادت کے مکانوں میں دوسرے کا
 نام لینا اور اس کو پکارنا حتمی کی ناخوشی کا سبب سمجھو اب جگہ پر جانا چاہئے کہ حقیقت میں مسجد اس چیز کا
 نام ہی جس کو مسجد میں داخل ہی اور اس کی تین قسمیں ہیں اول مسجدے کا مکان جو حتمی نے اس امت
 محمدیہ کی واسطے نام زمین کو کر دیا ہی چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہی کہ جُعِلَتْ لِيَ الْاَرْضُ مَسْجِدًا
 یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ کر دی گئی میرے واسطے تمام زمین مسجد یعنی سب زمین کو اس
 امت کے واسطے مسجد کا حکم ہی جہاں نماز کا وقت آوے وہاں نماز پڑھ لیوین دوسری قسم مسجد کا
 قبلہ کہ اس طرف مسجدہ کریں تیسری قسم آدمی کے اعضا میں جسے مسجدہ کرتا ہی سو وہ ہے مِنْ عَصَا هٰمَانَ
 ایک تو چہرہ پیشانی سے ناک تک اور دونوں ہاتھ کی ہتھیلیاں اور دونوں کھٹنے اور دونوں پانوں
 اور یہ تینوں تہین کا فر اور مشرکوں کے نزدیک بھی حق تعالیٰ ہی کی مخلوق اور مملوک ہیں بس غیر اللہ کو
 مسجدہ کرنا گویا اس غیر کو حق تعالیٰ کی خاص ملک میں شریک کر دینا ہی کہ وہ یہ بات جنوں کے نزدیک بھی
 نہایت غصہ اور غضب کی باعث ہی اور اسی سبب جنات آدمیوں سے جھگڑا کرتے ہیں اور انکو ایذا پہنچا

سید

ح

۵

ہین اور انکو ایذا پہنچاتے ہین اور آدمیوں کے نزدیک بھی یہ بات میوب اور بری ہی سو اس مالک قہار کی جناب میں اس قسم کی بات ہرگز کرنا چاہئے خصوصاً ان مکانوں میں جن کو اپنی ملک مجازی سے نکال کر اس مالک الملک کی عبادت کے واسطے خاص اور مقرر کر دئے ہین ان مکانوں میں زیادہ تر خصوصیت ہوگی سو اہمین بطریق اولیٰ سولے ذکر خدا کے دوسری کوئی چیز نہ کرنا چاہئے اس واسطے حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسجد میں بیچ اور شراب اور دوسرے جتنے معاملات دنیاوی ہین کسی کو نہ کرنا چاہئے بلکہ مسجد میں چلنا نہ چاہئے اور دنیا کی گفتگو کرنا چاہئے اور مسجد کو گھر نہ بنایا چاہئے کہ کھانا پینا سو ناسب وہین کرنا مگر متعکف کے واسطے درست ہی اور نا سمجھ بچو نکو اور دیوانوں کو مسجد میں نہ آنے دیا چاہئے اس واسطے کہ کہین نادانی اور بے عقلی سے مسجد کو نجاست سے آلودہ نہ کر ڈالین اور اسکی حرمت اور ادب کی رعایت نہ کریں اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا جہان میں بہتر مکان کون ہی اور بدتر مکان کون حضرت جبریل علیہ السلام کو بھی معلوم تھا اس وقت عروج کیا یعنی آسمان پر گئے اور پھر آئے اور جواب لائے کہ سارے عالم میں بہتر اور محبوب مکان مسجد میں ہین اور بدترین مکانات عالم کے بازارین ہین اور اسکی وجہ یہ ہی کہ عالم میں سب چیزوں سے بہتر ذکر الہی اور اسکی بندگی ہی اور مسجد میں داخل ہونے ہی ذکر اور بندگی یاد آتی ہی اور سارے جہان سے بری چیز غافل ہونا ہی یاد آتی ہے اور اس کی بندگی سے اور جتنے بازارین ہین سب اسی غفلت کے مکان ہین یعنی یاد الہی و مان بہت کم ہوتی ہی لیکن اس حدیث میں ان بہترین اور بدترین مکانوں سے سوال ہی جنین جانا مباح ہی اس سبب اسکے جواب میں یہ بات فرمائی والا بدترین دے مکان ہین جو کفر اور شرک اور گناہ کے واسطے بنے ہین جیسے بت خانے اور شراب خانے اور قمار خانے اور زنا خانے لیکن جو بموجب حکم شرع کے ایسے مکانوں کو کھود ڈالنا اور مٹا دینا واجب ہی تو گویا دے مکان ہی نہیں ہین اور انکا وجود عستبار سے ساقط ہی بخلاف بازار و ن کے کہ بے شرع کے حکم کے بموجب مہمور اور آباد ہوتی ہین اور یہ بھی جان لینا چاہئے کہ ذکر اور بندگی جس کے واسطے ہو اسکی خصوصیت یہی کہ چاہتی ہی اس واسطے کہ اسی کا ذکر کرتا ہی اور اسی کو معبود ٹھہرایا ہی سو جو مکانات حقیقتی اسکے واسطے خاص کر دئے گئے ہین ان میں کسی غیر کا ذکر

یا عبادت کرنا یا اپنی طلب حاجت کی واسطے دوسرے کو پکارنا اس کی مثال ایسی ہی جیسے ایک مکان کو کسی بادشاہ والا جاہ کے واسطے آراستہ کر کے اس کو بلانا پھر اس کے ساتھ اسی مکان لیکن اس کی کسی رعیت کی بھی ضیافت کرنا کہ یہ انتہا درجہ کی بے ادبی اور نادانی ہی اور اس بادشاہ کے غصے کا سبب ہے

وَإِنَّهُ لَمَّا قَامَ عَبْدَ اللَّهِ أَوْ يَهُمُ كَمَا جَوَّزَ وَأَوْرَجَ وَهْوَ بَنَدٌ هِيَ تَوَاسِبُ سَبَبُ

اپنے مطلب کو کرنے کی واسطے اپنے خاوند کو اس کو پکارنا بھی ضرور ہوا اسی واسطے وہ بندہ کھڑا ہو جاتا ہے تاکہ یکدھو پکارے حق تعالیٰ کو اور اسکے پکارنے اور یاد الہی کرنے کے سبب قہقہے اس کے دل پر تجلی فرماتا ہے اور اسکے بدن میں جو بہتر مکان ہے یعنی دل وہ انوار الہی نازل ہوتا ہے اور حضرت حق جل شانہ اس محل خاص میں اس کا جہان ہوتا ہے

كَأَدْوَايَكُونُ عَلَيْهِ لَيْدًا اقْرِبَ هِيَ كَأَدْمَى

اور جن اس بندے پر ہجوم کر کے بندے کی طرح تہ پر تہ جم جا دیں اور ٹھٹھ ہو جاوے پھر کوئی اس بندے سے لڑکا مانگتا ہے اور کوئی روزی مانگتا ہے اور کوئی دوسرے دنیا کی مطلب مانگتا ہے اور بعضے کشف کو فی طلب کرنے ہیں یعنی جو دنیا کا تارک اپنے تئیں سمجھتے ہیں وہ اس بندے سے یہ چاہتے ہیں کہ ہم پر سارے جہان کا احوال کھل جاوے اور اسی طرح دوسروں کو بھی تیا س کر لیا چاہئے سو اس ہجوم کے سبب سے اس نیا ص بندے کی اوقات میں بھی خلل ڈالتے ہیں اور اس کی خاطر کو پریشان کرتے ہیں اور آپ بھی شرک اور کفر کے بھنور میں ڈوب کر ہلاک ہوتے ہیں اور لوگ یہ بوجھتے ہیں کہ کثرت ذکر اور عبادت الہی کے سبب اس بندے کا دل نور الہی کے نزول کا مکان ٹھہرا ہے اور نور الہی نے اسکے دل کو متبلی کیا ہے تو اب یہ بندہ حق تعالیٰ کے کارخانے کا شریک ہو گیا اور اس بندہ کی ایسی قدر اور منزلت درگاہ الہی میں کہ جو ان کی زبان سے نکلے وہی حق تعالیٰ کرے جس طرح دنیا میں جہان کو خاطر دار سی میزبان کی لازم ہوتی ہے اسی واسطے دنیا کے لوگ تلاش میں رہتے ہیں اور بادشاہ یا امیر یا حاکم یا فوجدار جسے گھرنے آتے ہیں اس شخص سے اپنی حاجت روائی اور مشکلات سنی چاہتے ہیں یعنی جو یہ کہے گا تو اس کی خاطر کے سبب بادشاہی کو بھی پڑے گا اور اسی فاسد خیال کے سبب سے یعنی اس خیال سے کہ حق تعالیٰ کے خاص ہے اسکے گھر کے محنت رہیں جو کہیں لے وہی خدا کو کرنا پڑے گا پیر پستی اور گور پستی میں گرفتار ہو کر خدا

والاخرۃ ہوتے ہیں اور اس بات میں جن اور آدمی دونوں شریک ہیں اور تم کو ابھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 ثقلین کی رسالت کا منصب ہی یعنی ان اور جنات دونوں فرقوں کے تم نبی ہو سو اگر تم کو اپنے حق میں ان
 باتوں کا خوف ہی کہ لوگ تمہارے ساتھ ایسا معاملہ نہ کریں تو تم صاف صاف ان دونوں فرقوں کو جتا دو اور
 قُلْ لِمَا آدَعُوا دِیْنِیْ کہہ دے کہ سوائے اسکے نہیں کہ میں تو پکارتا ہوں اپنے پروردگار کو تاکہ مجھ کو
 دل کی تاریکیوں سے نجات دے اپنے نور کی تجلی سے اس دل کو منور اور شرف کرے وَلَا أَشْرَکَ
 بِہٖ أَحَدٌ اور شریک نہیں کرتا میں اس کے ساتھ کسی کو اور جب میں نے اس کے ساتھ کسی کو شریک
 نہ کیا اور اسی اپنی پروردگاری کی عبادت میں مشغول ہوا اور اسی کو پکارتا تو دوسروں نے کب میں چاہوں گا
 کہ مجھ کو پکاریں یا مجھ کو اسکے شریک ٹھہراویں اور اگر یہ دونوں فرقے مجھ کو شریک ٹھہرا کے کچھ اپنے نفع
 یا نقصان کی محبت سے امید رکھیں اور اس اعتقاد سے تم کو پکاریں تو صاف قُلْ إِنِّیْ لَا أَمْلِکُ لَکُمْ
 صَرَافًا وَلَا وِشْدًا کہہ دے کہ تحقیق میں ہرگز مالک نہیں تمہارے نقصان کا اور نہ مطلب رسی کی
 تدبیر بتلانی کا یعنی راہ پر لایا جس طرح پہلے وکیل اور درمیاں فی یعنی جنات اور گمراہ آدمیوں کی دو جہن
 دنیا کے لوگوں کو کچھ نفع کا لالچ اور نقصان کا خوف دلا کے اپنا فریفتہ کرتے تھے اور ان لوگوں کے نزدیک
 اپنے تئیں نفع اور نقصان کا مالک ظاہر کرتے تھے سو اب وہ دفتر گاؤ خورد ہوا اور حق کار خانہ تباہ
 ہوا اور اگر کسی حادثہ اور کسی مصیبت سے تیرے طرف پناہ لاویں اور چاہیں کہ حق تعالیٰ کے خلاف
 مرضی کر کے تیرے دامن میں گھس کے حق تعالیٰ کے غضب سے بچ جاویں اور تیری سپاہ میں آجاویں تو بے لاگ
 کھلی بات قُلْ إِنِّیْ لَنْ یَّجِیْرَیْنِیْ مِنَ اللّٰہِ أَحَدٌ کہہ دے کہ تحقیق میں آپ ہی اس حال میں ہوں کہ ہرگز نہ
 نہ پناہ دے سکے گا مجھ کو کوئی حق تعالیٰ کے غضب سے وَلَکِنْ أَجِیْدُ مِنْ دُونِہٖ مُلْتَحِدًا اور ہرگز نہ
 پاؤں گا میں اپنی دریاقت میں کبھی حق تعالیٰ کے سوائے کوئی رجوع کی جگہ اور بچاؤ کی تاکہ اس کی
 طرف رجوع اور التجا کروں اِلَّا بِکَلَامِ اللّٰہِ وَرِسَالَاتِہٖ مگر حق تعالیٰ کا پیغام پہنچا دینا
 اور اسکے حکم اس کی مخلوقات کی طرف سے اس واسطے اس وقت میں مجھ کو حق تعالیٰ کی طرف رجوع کر کے
 اس کی مخلوقات کی طرف متوجہ ہونا ضرور تھا اور توجہ الی اللہ کے محال خلوص سے نزول کر کے مخلوق کی طرف

اور میں نے اپنے رب سے دعا کی کہ
 میری کتاب میں اس آیت کو لکھ دے کہ

رجوع کرنا ہوتا ہی لیکن یہ بات بوجہ ظاہر حال کے کہی جاتی ہی نہیں تو مخلوقات الہی کی طرف رجوع کرنا جو اسکے حکم سے ہی اور اسی کے کام کی واسطے ہی تو حقیقت میں یہ بھی عین رجوع اور استغراق ہی سو اسی واسطے یہ نزدل اور توجہ خاص ان لوگوں کے واسطے ہی جو حقیقت الٰہی کے حکموں کو دل اور جان قبول کرتے ہیں اور اسکی فرمانبرداری اور اطاعت پر مستعد اور کمر باندھے بیٹھے ہیں سو ایسے شخصوں کی روحوں کو قرب الہی کے مقام میں پہنچانا اور ان کی تکمیل کرنا یہ میری خدمت ہی وَمَنْ يَخْشِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ اور جو نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اس مقدمے میں یعنی اسکی عبادت کے خالص کانون اور خاص وقتوں میں غیر کو پکارے جاوے اور اپنی حاجت روائی اور مشکلات الٰہی میں دوسرے کی طرف التجا اور رجوع کئے جاوے اور اسکے کارخانے میں دوسرے کو شریک کئے جاوے اور ان باتوں سے دست بردار ہووے اور معتزلہ ابھگہ پر جو سمجھے ہیں کہ اس نافرمانی سے مطلق گناہ مراد ہی خواہ شرک ہو خواہ کبیرہ دوسرے یہ کہ ان دونوں قسموں کے گناہ گاروں کے واسطے خلود فی النار اور عذاب ابدی ہوگا سو یہ معنی اس آیت کے جو جہنا خریف کے قبیل سے ہی نہ تفسیر کی طور پر اس واسطے کہ اس آیت کا سیاق اور سیاق یعنی طرز اور روش اسکی صراحت اسی بات پر دلالت کرتی ہی کہ اس سے وہ گناہ مراد ہیں جو شرک کو مستلزم ہیں مطلق گناہ مراد نہیں ہیں اور کلام الہی کو سیاق اور سیاق کے مقتضا کے خلاف کی طرف پھیرنا تحریف ہی اور تحریف ممنوع ہی سو سیاق اس آیت کا پہلے ہو چکا کہ غیر خدا کے پکار نیوالے اسے مراد ہیں اور سیاق اس آیت کا آگے آتا ہی کہ سَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضْعَفُ نَاصِرًا وَأَقَلُّ عَدَدًا اور اسی آیت پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا میں اکثر مخلوقات سے جو یہ لوگ استعانت کرتے ہیں اور ہر حاجت اور ہر مطلب کے واسطے علیحدہ علیحدہ معین اور مددگار ٹھہرتے ہیں اور یہم بوجھتے ہیں کہ ہمارے اتنے معبود ہماری شفاعت اور خلاصی سے ہرگز عاجز نہیں ہونگے بلکہ ہم کو چھڑا لینگے سو یہ ایک بھی ان کی مدد نہ کر سکیں گے اور ان کے کام نہ آوینگے چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فَإِنْ لَهُ نَارُ جَهَنَّمَ بَوَيِّكُنَا سَكُنَا فِيهَا أَبَدًا رَاكِبِينَ اس دوزخ میں ہمیشہ ابدالاباد لٹ اور کوئی لٹکے مددگاروں سے ان کی فریاد کو نہ پہنچے گا اور دوزخ سے نہ نکال سکے گا جس طرح گنہگار ایمان داروں کا ایمان دوزخ سے نکالے گا اور پیغمبروں کی اور شہیدوں کی اور یوں ہی شفاعت

انکی خلاصی اور نجات کا سبب پڑے گی بخلاف کافروں کے اس واسطے کہ انکے گناہ شرک اور غیر اللہ کی عبادت کو پہنچتے تھے اور شفاعت کے قابل نہ رہے تھے اور انکے گناہوں میں شرک اور کفر کا لگاؤ بھی تھا اس سبب سے شفاعت کی لیاقت رکھتے تھے اور ہم میں ضمیر کا مفرد ہونا من کے لفظ کے لحاظ سے اور خالین کو جمع کے صیغہ سے لانا من کے معنوں کے لحاظ سے اس سبب سے ہی کہ گناہ اور غیر اللہ کے معبود ٹھہرانے کی حالت میں ہر ایک کی دوزخ جدا جدا ہی اور خلود کی حالت میں سب یکجا اور مجتمع ہونے لگے باوجود ایک جا اور مجتمع ہونے کے کچھ حاجت روائی نہ کر سکیں گے اور اپنی مصیبت اور آفت نہ ٹال سکیں گے لیکن یہ بد بخت اپنے اعتقاد کے ایسے مضبوط ہیں کہ جب تک دوزخ میں نہ داخل ہونگے اور اس کا عذاب چکھیں گے اور ان کے معبود اور مددگار ان شفاعت اور حمایت سے دست بردار اور بیزار ہونگے تب تک یہ اسی اپنے باطل اعتقاد کے گھمنڈ میں ہونگے اور اپنے دل کو سمجھا دیں گے کہ ہم نے دنیا میں بڑے بڑے وسیلے اور مضبوط دست آویزین اور سندیں اپنے واسطے درست کر رکھیں ہیں آخر کو وہ ہمارے سردار اور معبود ہمارے کام آویں گے اور اب ہمارے اس بلا سے چھڑاویں گے حتیٰ اذ آواہبنا یوعذون یہاں تک کہ دوزخ کی آگ میں پڑنے کے دیکھیں گے جو کچھ ان کو وعدہ دیا جاتا تھا کہ آخر کو یہ تمہارے معبود جن پر تم بھولے ہو تمہاری بات بھی نہ بچھینیں گے اور تمہارے کچھ کام نہ آویں گے وہ آپ ہی عاجز اور ذلیل ہونگے اور تمہارے کچھ عرض معروض نہ کر سکیں گے اور شفاعت کے مقام میں کھڑے نہ ہو سکیں گے بلکہ اکثر تو دوزخ میں پڑے جلتے ہونگے سو اس وقت

فَسَيَعْلَمُونَ مَنْ أَضَعَفَ نَاصِيئًا پھر البتہ جانیں گے کہ کسے بودے ہیں مددگار ان لوگوں کے جنہوں نے اپنے گمان میں بڑے بڑے زبردست زور آور مددگار ٹھہرا رکھے تھے یا مواء مسلمانوں کے جو سوکھا جلتا ہے کسی کو اپنا مددگار نہیں جانتے تھے اسی اپنے مالک اور خالق کے کرم اور فضل پر بھروسہ کئے ہوئے تھے

تھے قَاتِلٌ عَدُوٍّ اور کسی گنتی میں تھوڑے ہیں ان کے جنہوں نے ہزاروں پیروں پر پونکوا پنا کار سنا اور مددگار ٹھہرا رکھا تھا بلکہ اپنے گمان میں ایک لشکر اپنے واسطے جمع اور تیار کر رکھا تھا یا مواء مسلمانوں کے جو سوکھا ذلیلت پاک پروردگار کے کسی کو اپنا کارساز نہیں ٹھہرایا تھا بلکہ سوائے اس کے کسی کو جانتے ہی نہ تھے اور اگر تمہاری یہ باتیں سننے کے جو شرک کو جڑ سے کھودے ڈالتی ہیں اور غیر اللہ سے استعانت کے کارخانے کو

بالکل برباد اور خراب کئی ڈالٹی مین اور کافرون کی طمع اور امید کو بالکل مستحکم دیتی ہیں یعنی اس امید کو کہ جنوں نے
 وکالت اور سفارت کا عہدہ نکل کے تم کو جو سپرد ہو رہی ہے تو جس طرح تمہارے نبی ہونے کے پہلے جن اور
 آدمیوں میں معاملہ مداخلت کرنے اور مدد کرنے کا اور خبر پوچھنے اور بتلانیکا ان کے آپس میں جاری تھا سو اب تمہارے
 واسطے اور وسیلے سے وہی طور جاری رکھیں گے اور تم کو اور تمہارے خاص پیرو لوگوں کو جنوں کی طرح پوچھا کیا
 کریں گے بلکہ خود بھی تمہارے ظاہر تا بعد اس کے تمہاری طرف سے اسی اپنی خدمت پر بحال ہو کے وہی اپنا
 دستور جاری رکھیں گے چنانچہ دنیا کے عزل اور نصب اور برطرفی اور بجالی کا یہی دستور ہے کہ مغزول حاکم
 کے متوسل اور علاقہ دار بحال حاکم کے وسیلے سے اپنی اگلی خدمت میں داخل ہو جاتے ہیں سو تمہاری یہہ چند
 باتیں جنہوں نے یہہ کفر کی جڑ اور کافرون کی طمع کے درخت کو بیخ اور بنیاد سے اکھاڑ کر پھینک دیا ہے اگر کافر
 سن سکے مایوس ہو کے تم سے پوچھیں گے کہ بھلا یہہ تو بتلاؤ کہ یہہ قیامت کا وعدہ جو تم کرتے ہو اور کہتے ہو کہ
 تمہارے مالک اور محبوب و دامن تمہارے کچھ کام نہ آوین گے بلکہ تم سے بیزار ہونگے اور تمہاری عبادت سے
 منکر ہونگے سو یہہ قیامت کب ہوگی دور ہی یا نزدیک سو تم اس سوال کے جواب میں قُلْ لَنْ آذِیَیْ
قُلْ لَنْ آذِیَیْ کہو کہ میں کچھ بھی نہیں جانتا کہ آقرب مَّا تَوْعَدُ وَاَنْ اَمَّ یَجْعَلُ لَہٗ رَیِّیْ اَمَدًا ایا نزدیک ہے جو تم وعدہ
 دے جاتے ہو یا دکرے گا میرا پروردگار اسکے واسطے ایک مدت کی حد اور عبارت کا سیدھا طرز
 یہہ تھا کہ یون فرماتے کہ آقرب مَّا تَوْعَدُ وَاَنْ اَمَّ یَجْعَلُ لَہٗ رَیِّیْ اَمَدًا لیکن اس اسلوب کو متغیر کیا سو واسطے کہ ظاہر میں
 حکمت الہی قرب کو تقاضا کرتی ہے اس لئے کہ جزائے مستحق ہونے کے بعد جزا پہنچانے میں عجلت مناسب ہے
 لیکن حکمت الہیہ کسی پوشیدہ وجہ سے شاید تاخیر کی مقتضی ہوئی ہو اس واسطے کہ جب تک نوع انسان کی
 دنیا میں باقی ہے تب تک اپنے گزرے ہوئے کے واسطے طرح طرح کی مدد اور احانت کئے جاتے ہیں
 خواہ اس میں تقرب الی اللہ ہو یا الی غیر اللہ ہو اور اپنے قدور اور طاقت بھر اس مقدمے میں خرچ کرتے
 ہیں پھر جب کوشش اور سعی ان کی بالکل تمام ہوتی ہے تو اس وقت جزا کا ایصال مناسب ہے تاکہ الزام عجت
 کا ہو جاوے اور ان کے مددگاروں کا ضعف اور عجز ظاہر ہو جاوے تو موعود کا قریب ہونا ہر فرد کی مدت
 پوری ہونیکے لحاظ سے احتمال کیا گیا ہے اور مدت کا پورا ہونا موت کے وقت ہوتا ہے کہ جتنے دنیا کے کام ہیں

سب سے فراغت حاصل ہوتی ہے اور موعود کا موخر ہونا قیامت کے دن تک بھی احتمال رکھتا ہے لیکن یہ احتمال تمام نوع کی مدت پوری ہونے کے لحاظ سے ہے کہ اس وقت اس نوع کی ہر ہر فرد کے عمل منقطع ہو جانے کے اور اس نوع کے ہر ہر فرد کی روحین بالکل آخرت کی طرف انتقال کر جائیں گی اور حقیقت میں دونوں صورتیں قرب اور بعد کی واقع ہونے والی ہیں لیکن موت کے بعد ہر شخص کو اپنی غلط فہمی اور خطا معلوم ہو جائیگی اور فیصلے اور حکم کی وقت عاجزی اور ضعف تمام مخلوقات کا کل جائیگا اور مخلوقات سے امید بالکل منقطع ہو جائیگی سو موعودات آخری کے ظہور کی ابتدا بہت نزدیک ہے اور اس کی انتہا بہت دور ہے غرض ہر طرح سے اگر ہر شخص کی اجل کی مدت مجھے معلوم بھی ہو پھر بھی اسکے موافق موعودات آخری کے ظہور کا تکم ساتھ، قرب اور بعد کے اسکے حق میں نہ کرو نہیں تو یہ کچھ تعجب کی بات نہیں ہے یا یہ ہے کہ نوع انسان کی بقا کی مقدار سچا نو نہیں یہ بھی کچھ تعجب نہیں ہے اس واسطے کہ میں غیب دان نہیں ہوں اور غیب دانی کا دعویٰ بھی میں نے کبھی نہیں کیا جس طرح مجھے پہلے جن لوگوں کو تم نے اپنا معبود ٹھہرا رکھا تھا یعنی جنات کو سووے ایسے دعوے سے کیا کرتے تھے بلکہ میں تو یوں کہتا ہوں کہ میرا پروردگار عالم الغیب غیب دان ہے اور اس کے سوائے کسی کو یہ علم حاصل نہیں ہے اس واسطے کہ غیب اس چیز کا نام ہے کہ جو اس ظاہری کے دریافت سے خایب ہونا نہ حاضر تاکہ دیکھنے اور پوچھنے سے معلوم ہو سکے اور نشان اور علامت بھی اس چیز کی عقل اور فکر میں نہ آسکے تاکہ ہدایت اور استدلال سے بھی ندر یافت ہو سکے اور اس قسم کا غیب مختلف ہوتا ہے ہر شخص کی نسبت سے چنانچہ اندھے مادر زاد کے نزدیک غیب ہے اور آوازیں اور نغمے اور انھیں ان کے نزدیک شہادت ہیں یعنی ظاہر ہیں اس طرح اصلی نامرد کے نزدیک عورت سے صحبت کرنے کا فرہ غیب ہے اور فرشتوں کے نزدیک بھوکھ اور پیاس کا رنج غیب ہے اور بہشت اور دوزخ شہادت ہے یعنی ظاہر ہے اس واسطے اس قسم کے غیب کو غیب الغسانی کہتے ہیں یعنی بعضوں کی نسبت سے غیب ہے اور بعضوں کی نسبت سے حاضر ہے اور ایک غیب مطلق ہے یعنی تمام مخلوقات سے خایب ہے کوئی اس کو جان نہیں سکتا جس طرح قیامت کے آنیکا وقت اور حقیقت کے حکم جو ہر روز دنیا میں جاری ہوتے ہیں اور شریعت کے حکم جو ہر شریعت میں عیسائی کے فرمودہ کے بموجب جاری ہوتے ہیں اور حقیقت لایکی ذات اور صفات کی

حقیقت اور کہہ مفصل معلوم کرنا یہ سب غیب مطلق ہیں اور غیب خاص الہی بھی اس کو کہتے ہیں فلا یظهر علی غیبہ
 اَحَدًا سو خبر دار نہیں کرتا ہی اوپر اس غیب خاص اپنے کسی کو کسی وجہ سے اس طور پر کہ خطا اور شبہ
 اور دھوکا بالکل اس سے جاتا رہے اور بھول چوک کا احتمال بھی باقی نہ رہے اور ایسی دریافت کو جس میں
 یہ سب صفتیں پائی جاتی ہوں اس کو غیب دان کہہ سکتے ہیں یعنی اس پر غیب ظاہر ہوا بہ خلاف
 نجومیوں اور طبیبوں اور کاہنوں اور رمالوں اور جھڑیوں اور فال دیکھنے والوں کے کہ ان سب علموں کی
 اصل ظنی علامتیں اور اسباب ہیں جنکے سبب سے بعض چیزیں ہونے والی معلوم ہو جاتی ہیں یا جنات یا شیطانوں
 خبر دینے سے کچھ معلوم ہوتا ہی سو وہ بھی جھوٹھ اور سچ کا احتمال رکھتا ہی اس واسطے کہ ان کے بھی اکثر
 کلام تخمینی اور وہمی ہوتے ہیں نہ یقینی اور اولیاء اللہ کا الہامی علم اگرچہ ذات اور صفات کی بعض حقیقتوں کا
 یا بعض ہونیوالی چیزوں کا یقین اس سے حاصل ہوتا ہی لیکن ایسا یقین اس سے بھی حاصل نہیں ہوتا
 کہ کسی سے بھول چوک کا شبہ اس میں باقی نہ رہے تاکہ ان کو غیب دان بلا قید کہہ سکیں کہ یہ چیز ان کے
 قبضے میں آگئی بلکہ ان پر غیب کے اظہار کا یہم طور ہی کہ صورت غیبیہ کا عکس ان کے دل کے آئینہ میں ملایا
 جاتا ہی وہی وجہ ہے کہ تکلیف عام اسپر ثابت نہیں ہی یعنی ہر شخص کو اس پر یقین کرنا واجب نہیں ہی
 بلکہ دے خود اس امر کے یقین اور اعتقاد کرنے میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کی گواہی کے محتاج ہوتے ہیں اس واسطے کہ یہم دونوں وحی کی قسم ہیں یعنی جو ان کو معلوم ہوا ہی اگر قرآن
 اور حدیث کے موافق ہی تو اس پر ان کو یقین کرنا اور عمل کرنا چاہئے اور نہیں تو نہیں بس معلوم ہوا
 کہ غیب کا اظہار کسی پر نہیں ہی اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُولٍ مگر جب کو پسند کر لیتا ہی سو وہ شخص رسول
 ہوتا ہی خواہ فرشتے کی قسم ہو جیسے حضرت جبریل علیہ السلام اور خواہ بنی آدم سے جیسے حضرت محمدؐ اور
 حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ وغیرہم علیہم الصلوٰۃ والسلامات کہ ایسے لوگوں کو اپنے خاص غیب کی بعض چیزوں پر
 مطلع اور خبردار کیا تاکہ وہ اس غیب کی بات کو سب تکلفین کو پہنچا دیں اور دھوکے اور شبہ کو ایسے
 بالکل دور کر دیں ہیں تاکہ بھول چوک کا احتمال بھی اس کے گرد نہ پھٹکے اور تجھے تکلف میں عام ہوں یا خاص
 غرض کہ جنھوں نے رسول بشر کی رسالت کو سمجھا جانا ہی و سب پر وحی میں اس کے قول پر اعتقاد کریں

اور غلطی میں پڑ کے حق راہ بھول نہ جاوین اس کی پہلے وحی کے اتارنے میں پہلے درجے کی احتیاط کی جاتی ہے
 فَإِنَّهُ كَيْسَلٌ پھر بیشک میرا پروردگار روانہ کرتا ہے اور معین کرتا ہے مِّنْ تَحْتِ يَدَيْهِ مَا تُمْسِكُ
 سے اس رسول کے وہ رسول فرشتوں کی قسم سے ہو یا بشر کی قسم سے اور آگے اسکے قوت منکر یہ اور
 وہ بھیہ اور خیال یہ مراد ہیں اور اسکی طبیعت اور عادت اور خلق مراد ہیں جو اس وقت موجود ہیں وَكَفَى خَلِيفَةً
 اور پیچھے کے پیچھے سے اس رسول ملکی یا بشری کے اور پیچھے سے وہ علوم مراد ہیں جو اسکے حلفے میں جمع ہیں
 اور وہ طبعین اور عادتین اور خلق جو اپنے پیچھے بسنے چھوڑے ہیں وَصَدَّ أَجْوَاجُ دُونَ كُوجُو
 فرشتوں کی قسم سے ہیں تاکہ وہ فرشتے وحی لاتے کی وقت میں اسکی فکری اور وہی اور خیالی قوتوں کو
 سبقت کرنے نہ دیں اور طبیعت اور عادت اور خلق کی خواہش کو بند کریں تاکہ وحی کے حکم میں یہ چیزیں
 نپاویں سو یہ محافظت پیش دستی سے ہی لینے آگے سے یہ چیزیں اس میں ملنے نہ پاویں اور حافظے میں
 جمع ہوئے علم سے اور پیچھے چھوڑے ہوئے خلق اور عادتوں سے ممانعت کرنا کہ وحی میں ملنے نہ پاویں
 یہہ محافظت پیچھے سے ہی سورسوں کو وحی اُترنے کے وقت سے مکلفین کے پہنچانے تک معطل کر دیتے
 ہیں اور ان کی سب قوتوں کو بیکار محض کر دیتے ہیں تاکہ کوئی ان کی قوت وحی میں دخل نہ کرنے پاوے بخلاف
 اولیاء و اولیاء اور عارفوں کے کہ وہ ان اتنی احتیاط اور محافظت غیب کی بات کے اطلاع کی وقت نہیں ہوتی ہے
 ان کی جتنی قوتیں ہیں اس اطلاع کی وقت میں اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتی ہیں فیک اور وہی ہو یا خیالی اور حاض
 اور ذکرہ ہو یا طبعی اور عادتہ اور اخلاقی ہو اور یہ سب موجود ہوں یا متروکہ سب اپنا عمل کر سکتی
 ہیں اور اگرچہ رسول ملکی اکثر چیزوں میں ایسی جو کیداری سے مستغنی ہیں لیکن بعض چیزوں کی احتیاط کے
 واسطے اسکو بھی محافظت ضروری ہے جیسے دواعی الہیہ سے کسی داعیہ کا متحمل ہونا جس کا جزا موجب
 حکمت کے بالفعل منظور نہیں ہے اس واسطے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں
 کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کبھی وحی لائے کے تنہا شریف نہیں لائے بلکہ ان کے ساتھ محافظت کے واسطے
 فرشتے ہوتے تھے اور جب سورہ انعام کو لیکے آئے تھے تو ستر ہزار فرشتہ اس سورت کی محافظت کے
 واسطے اور اس سورت کی زیادہ احتیاط کی وجہ یہ تھی کہ یہ سورت بالکل یا اکثر ایک ہی مرتبہ نازل

ہوئی ہی اور جب قدر چیز محفوظ ہوگی اس قدر اس کے محافظ بھی ہوں گے اور یہ بھی تھا کہ اس سورت میں شیطانی وحی کی بعض قسمیں رد اور ابطال کے طور پر مذکور ہیں اور بعض کفر کے کلمے محال چیز فرض کرے نہ کیطو
حضرت خلیل علیہ الصلوۃ والسلام کی زبان سے حکایت کیطو پر ذکر فرمائے ہیں سو وہ شیطانی وسوسے
اور وہ کفر کے کلمے نہایت نفرت کے سبب سے شاید حضرت جبریل علیہ السلام کے حافظ سے جاتے
رہیں تو اس صورت میں وحی الہی کی قدر اور اندازے میں نقصان لازم آوے اسی وجہ سے
رسول ملکی کو بھی حفاظت ضرور تھی اور یہاں پر اشکال ہی بہت زبردست اس کا حاصل یہ ہے کہ جب ایک
رسول علیہ السلام کو بعض خاص غیب پر خبردار کیا اور رسول کا مفہوم اس بات کو چاہتا ہے کہ رسول
اس غیب خاص کو دوسرے کو پہنچا دے تو بالخصوص رسول کا استثناء کرنا لغو ہوا بلکہ واقع کے خلاف
ہوا اور یہ بھی ہے کہ اتنی احتیاط اور محافظت وحی کی پہلے واسطے میں یعنی فرشتے میں کافی تھی اور اگر
دوسرے واسطے میں یعنی رسول بشر میں ایسی احتیاط کی رعایت ضرور ہی تو پھر دوسرے واسطوں میں
جیسے صحابہ اور علمائے تابعین اور مفسرین وغیرہ میں بھی اس محافظت کی رعایت ضرور کی چاہئے
تاکہ وحی کے لفظ کی منتقل کرنے میں اور اس سے صحیح مطلب معلوم کرنے میں بھی خطا اور چوک واقع
نہ ہونے پاوے سو اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ غیب خاص کا اظہار رسول ملکی اور رسول بشری
کے حق میں ہی اور سوائے رسول کے جتنے مکلفین ہیں ان کو جو وحی کا علم حاصل ہوتا ہے اس کو علم
غیب نہیں کہتے ہیں بلکہ معجزہ کی تصدیق کے سبب سے ان کا علم وحی کے مضمون پر استدلالی ہوتا ہے اس
سبب سے رسول کو مستثنیٰ کرنا موافق واقع کے ہے بلکہ ضروری ہی ہے اور وحی کے آثار میں احتیاط اور محافظت
کی رعایت اس وقت تک ضروری ہی جب تک رسول سے اس کی تبلیغ تواتر کے حد کو نہ پہنچے اور جب رسول
سے اس کی تبلیغ حد تواتر کو پہنچ گئی تو اب وہ وحی دعوے اور شبہ سے مامون اور محفوظ ہوئی اور ہر ہر
فرد بشر کی عصمت مطلوب بھی نہیں ہے بلکہ عصمت کل امت کی من حیث المجموع درکار ہے یعنی سب کے
سب خطا اور چوک میں نہ پڑ جائیں سو یہ بات حاصل ہے اور رسول بشری وسط کے یعنی بیچ کے
مرتبے میں واقع ہو ہے جب تک وحی اُسے متبادر نہیں ہوئی اور مکلفین تک نہیں پہنچی تب تک وحی

نہیں جانتے تھے
کہ وہ وحی

جبرائیل

غیب کے حکم میں ہی اور غیب کے مقدمے میں احتیاط اور محافظت میں سستی کرنا حکمت کے خلاف ہی اس واسطے کہ وہی علوم مخزونہ سے مختلط ہونے کا احتمال موجود ہی اور فکر اور خیال اور عادت کے مقتضیات کے دخل ہونے کا بھی احتمال برقرار ہی لیکن جب رسولؐ نے اس وحی کی تبلیغ کو حد تو اتار کو پہنچایا تو وہ وحی طشت از بام شہور ہوئی اور احتیاط اور محافظت مذکورہ سے بھی مستغنی ہوئی چنانچہ ارشاد ہوتا ہی کہ لَیَعْلَمَنَّ مَا کَانَ جَانِ لَیْ پروردگار میرا اور یہ لام حتی کے معنوں میں ہی اس واسطے کہ غرض اور غایب میں بہت قوی مناسبت ہے اور ایک کی لفظ کو دوسرے کی واسطے استعارہ کرنا درست ہی یہی وجہ ہے کہ حتی کے لفظ کو جو غایب کی واسطے موضوع ہی تعلیل اور غرض کے بیان کے مقام میں اکثر استعمال کرتے ہیں اور لام کو جو غرض کے واسطے موضوع ہی غایب کے مقام میں استعمال کرتے ہیں اگرچہ مجاز ہی کیطوریہ پر ہو چنانچہ لِیَدَّالْلَّوْیْتُ وَابْنُو الْخِزَابِ میں لام غایب کی واسطے متعل ہی یعنی انتہا جنی کی موت ہے اور انتہا تمیز کی ویرانی ہے اور اسے فَالنَّقْطَةُ الِ فِرْعَوْنَ لَیْکُونْ لَھُمْ عَدَاوًا وَحَزَنًا میں یعنی پھر اٹھایا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون والوں نے تاکہ ہو وین وے ان کے لئے دشمن اور سببِ رخ کے یعنی انجام اٹھانیکا یہہ ہوا کہ وہی ان کی ہلاکی کے سبب پڑے حاصل کلام کا یہہ ہی کہ اس قدر احتیاط اور نگہبانی اس وقت تک رہتی ہی جب تک علم حالی پروردگار کا کسی سے تعلق قبول کرے وہ علم جو واقع ہو نیوالی چیزوں کے ساتھ انکے وقوع کیوقت متعلق ہوتا ہی ان قَدْ اَبْلَغُوا رَسَالَاتِیْہِمْ کہ مقتدر پہنچایا اس رسولؐ ملی اور بشری نے اور چوکیداروں نے سب پیغام اپنے پروردگار کے اور حجت عامہ سب مکلفین پر لازم ہوئی اور آجگہم پر صیغہ جمع کا لانا باوجود مفرد ہونے رسول کے کلام باقی میں اس واسطے ہی کہ اکثر وقتوں میں وحی کا نزول اور اس کو مکلفین کو پہنچا دینے تک رسولؐ ملی اور بشری اور چوکیدار سب کو اس میں دخل ہوتا ہی اگرچہ وحی کا حامل رسولؐ فقط ہوتا ہی جس طرح کوئی بادشاہ اپنے مقربوں میں سے کسی کو خوان کھانے کا پیچھے تو اسکے ساتھ جو بداد اور شعلی اور نگہبان ضرور ہمراہ ہوتے ہیں سو اگرچہ خوان کا اٹھانے والا ایک ہی آدمی ہوتا ہی اور دوسروں کو جو کچھ خوان میں ہی اسکی خبر بھی نہیں ہوتی ہی لیکن اس خوان کا پہنچانا ان سب کی طرف

منسوب ہوتا ہے وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ اور گھیر لیا ہے ان کے پروردگار نے جو کچھ اُن کے پاس ہے
 سب کو خواہ وہ علم سیکھے ہوئے ہوں یا اخلاق اور حادثات ہوں یا وحی کے احکام ہوں اور یہ
 حق تعالیٰ کے علم کا محیط ہونا کچھ رسولوں اور وحی کے چوکیداروں کے احوال کے ساتھ مخصوص نہیں
 ہے بلکہ عام ہے تمام مخلوقات اور موجودات کو شامل ہے ذہنیہ موجودات ہوں یا خارجیہ *
 وَاَحْصَىٰ كُلَّ شَيْءٍ عِلْدًا اور شمار کر لیا ہے ہر چیز کو گن کے لینے کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی سب کا
 حساب وہاں موجود ہے یہاں تک کہ دریا کی لہریں اور جنگل کی ریت اور درختوں کے پتے اور پرست
 کی بوند سب کی گنتی اور حساب وہاں موجود ہے سو جس کا علم ایسا محیط ہے وہ رسولوں کے احوال اور
 وحی کے چوکیداروں کے احوال سے کیونکر واقف ہوگا اس جگہ پر جانا چاہئے کہ صاحب کشف نے بسبب
 میلان مذہب اعتراف کے اس آیت کے بیان میں یہ بھی کہا ہے کہ وَفِي هَذَا الْبَطَالِ الْكَلَامَاتِ
 لَا تَلْزَمُ الَّذِينَ يُصَنِّفُ إِلَيْهِمْ اِنْ كَانُوا اَوْلِيَاءَ مُرْتَضَيْنَ فَلْيَسُوْا بِسَلِّ اِلَى الْاٰخِرِ مَا قَالِ يَنْ
 کشف والے نے یوں کہا ہے اس آیت میں کلمات کا بطلان بوجھا جاتا ہے اس واسطے کہ جن کی طرف
 نسبت کی جاتی ہے یہ بات اگرچہ وہ لوگ ولی اللہ تعالیٰ کے تھے پسندیدہ لیکن رسول نہ تھے
 اور اس آیت میں فقط رسول مستثنیٰ ہیں سو باوجود محصل اور دانائی کے اسادعوئے اس سے بہت بعید
 اور عجیب واقع ہوا ہے اس واسطے کہ اس آیت میں مطلق غیب پر مطلع ہونے کی نفی نہیں بوجھی جاتی ہے بلکہ
 ایسے غیب پر مطلع ہونے کی نفی ہے جس میں دھوکھا اور شبہ بالکل باقی نہ رہے سو اس قسم کے غیب پر مطلع
 ہونا سوائے رسولوں کے دوسرے واسطے ثابت نہیں ہے نہ مطلق غیب پر مطلع ہونا پھر کرامت تو بطریق
 اولیٰ اس نفی میں داخل نہ ہوگی اور تفسیر میں اول گذر چکا ہے کہ اظہار شخص پر غیب چیز دوسری ہے اور
 اظہار غیب پر شخص چیز دوسری ہے پہلے کی نفی سے دوسرے کی نفی لازم نہیں ہوتی ہے اور اولیٰ
 اللہ کو اگرچہ اظہار غیب کا رتبہ حاصل نہیں ہے لیکن اظہار غیب کا ان پر درست اور جابر ہے چنانچہ
 سورہ قصص میں حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملکہ حق میں تصریح آگئی ہے کہ اِنَّا رَاَدُّوْهُ
 اِلَیْكَ وَجَاۤءُوْهُ مِنْ اٰمْرِ سَلٰتٍ یَّعْنِ تَحْقِیْقِ ہم پھرین گے اس کو تیری طرف اور کرین گے اس کو

اپنے رسول سے اس واسطے اہل سنت و جماعت کے اکثر ان عالموں کو اطلاع پر غیب اور
اظہار غیب پر شخص میں فرق نہیں کیا ہی انھوں نے یوں کہا ہی کہ اس آیت میں غیب سے احکام سر
مراد ہیں جن کی تکلیف تین مکلف ہیں سب کو ہی اور اگر مطلق غیب مراد ہو تو لازم آتا ہی کہ جو فقط نبی میں
ان کو بھی کسی غیبی امر پر اطلاع حاصل نہ ہو جیسے حضرت خضر علیہ السلام اس واسطے کہ اس آیت میں علم غیب کا
حصر فقط رسول کی لفظ پر ہی اور رسول خاص ہی نبی سے اور یہ بات خلاف ہی مان یہہ البتہ ہی
کہ نئی شریعت کے حکموں پر آگاہ اور خبردار کرنا خاصہ رسول کا ہی یہہ بات نبی میں البتہ نہیں پائی جاتی
اور بعض عالموں نے یوں کہا ہی کہ یہاں حصر اصالت کی قید کے لحاظ سے ہی لینے بالا صالت غیب پر مطلع ہونا
پیغمبر و نکا خاصہ ہی اور اولیاء اللہ کو غیب پر جو اطلاع حاصل ہوتی ہی سو وراثت اور تبعیت کی راہ سے
حاصل ہوتی ہی جس طرح چاند کو روشنی سورج کی روشنی سے حاصل ہوتی ہی اور کسی چیز کو منہصر کہنا
ایک چیز میں حسین وہ چیز بالا صالت پائی جاتی ہی اور نفی کرنا اس سے حسین وہ چیز تبعیت اور وراثت
کے طور پر پائی جاتی ہی یہہ حصر اور نفی مجازی ہی اور متعارف اور مشہور ہی تاویل میں داخل نہیں ہی
اور بعض اہل سنت اور جماعت کے قدیم مفسر و تفسیر یوں بیان کیا ہی کہ اس غیب سے مراد لوح محفوظ
ہی اور لوح محفوظ پر سوائے پیغمبر و نکا کسی کو اطلاع اور خبر نہیں ہوتی ہی لیکن اس کلام میں بہت سے
خلل ہیں پہلے تو پیغمبر و نکا لوح محفوظ پر مطلع ہونا لینے اس لوح کو مطالعہ کرنا اور اس کے کلمے جوئے کو
بوجہ صحیح حدیث میں پایا نہیں جاتا بلکہ حدیث صحیح میں یہہ البتہ آیا ہی کہ یہہ کام خاص حضرت اسرافیل
علیہ السلام کو سپرد ہی اور حضرت اسرافیل رسول نہیں ہی دوسری قباحت یہہ ہی کہ لوح محفوظ پر مطلع
ہونے سے موجودات نفس الامری پر مطلع ہونا مراد ہی اس واسطے کہ کتاب پر مطلع ہونے سے یہہ مراد
ہوتی ہی کہ جو مضمون اس کتاب میں لکھا ہوا ہی اس پر خبردار ہونا یہہ کہ کتاب کے نقشوں کو فقط کچھ
لینا اور یہہ بات لینے موجودات کے احوال پر مطلع ہونا اولیاء اللہ کو ہی حاصل ہو جاتا ہی
تو لوح محفوظ کا دیکھنا اور نہ دیکھنا دونوں برابر ہوا تیسری قباحت یہہ ہی کہ لوح محفوظ پر مطلع ہونا بلکہ
اس کے مضمون کو دیکھ کر سمجھنا بعض اولیاء اللہ سے تو اتر کے طور پر منقول ہی بس یہہ اختصار اور بھٹکا

بہنمبر و نہر صحیح نہ ہوا اور ہوائے اسکے عیب کو لوح محفوظ پر حل کرنا یعنی غیب سے لوح محفوظ مراد لینا آیت کے سیاق اور سباق سے ہرگز مناسب نہین رکھتا ہی بس جو وجہ تفسیر میں پہلے بیان ہو چکی ہی وہی ثابت ہوئی واللہ اعلم بالصواب

سورۃ المزل

پہلی سورت ملی ہی اور اس میں بیس آیتیں اور دو سو پچتر کلمے اور آٹھ سو اٹھاسی حرف ہیں اور اس سورت کے رابطہ کی وجہ سورہ جن سے یہم ہی کہ سورہ جن میں مذکور یہی کہ ایک فرشتے نے جنوں میں سے قرآن مجید کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنکر ہدایت پائی اور جو عقیدے حق تعالیٰ کی ذات اور صفات میں ضروری ہیں اور مکلفین کا دو قسم پر ہونا یعنی نیک نجت اور بد نجت اور ان دونوں کے انجام میں فرق ہونا یعنی نیک نجتوں کا انجام اچھا ہونا اور بد نجتوں کا انجام برا ہونا ان سب چیزوں کو قرآن مجید کی عبارت کو سنستے ہی دریافت کر لیا بد و ن اس بات کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کریں اور آپ کی صحبت میں حاضر رہیں اور آپ سے سوال کریں اور ان باتوں کی تحقیق اور تماشائے آپ کریں تاکہ ان کو سنستے ہی ان سب چیزوں کی ان کو یقین حاصل ہو گئی سو اس سورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوا کہ تم کو لازم ہی کہ رات کو خلوت کے وقت تنہائی میں جب آدمیوں کا اثر و دام نہ ہوئے ایسی یقین قرآن شریف کے پڑھنے میں مشغول رہا کرو اور قرآن کے لفظوں کو اور حروف کو بلند آواز سے پکار کر پڑھا کرو تاکہ غیب کا عالم بھی اس کلام ہدایت نظام سے فیضیاب ہو جو جس طرح دیکھو عالم ظاہری یعنی آدمی اس کلام فیض نظام سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور اس سبب سے تم کو بھی یقین کی یعنی جن اور انس کی رسالت کا منصب حاصل ہووئے اور اس کلام کی تلاوت کے وقتوں کو اس طرح سے مقرر کرو کہ دن کو جو ظہور اور نمود کا وقت ہی آدمیوں کو کہ یہم بھی ظہور اور نمود رکھتے ہیں یہم کلام سنایا اور سمجھایا کرو اور رات کو جو تاریکی اور پوشیدگی کا وقت ہی جنات کی تعلقت کو کہ یہم بھی تاریکی اور پوشیدگی رکھتے ہیں اس کلام کو سنایا کرو اس واسطے کہ جنوں کا انتشار اور حضوری اکثر رات کو ہوتی ہی اور آدمیوں کا تمام جہان میں پھیلنا

بیٹھنے بیٹھنے میں اس محل کے لیٹنے کے سبب کسی طرح کا حرج واقع نہوا اور مودہ مکمل چودہ ماٹھ کا لبنا
 تھا اور اسکو اسی کام کی واسطے آپ نے رکھا تھا تو اس محل کا اوڑھنا گویا اشارہ تھا اس بات کی طرف کے
 اپنے مولا کی عبادت میں داخل ہوا میں اور اس عبادت کے کام کو اپنے ذمے پر لیا میں نے جس طرح سے
 کرنا بدعنا اور ہتھیار لگانا نشان ہے سپاہ گری کا اور کا خدا اور تلمدان کا اٹھانا علامت ہی مقصد گیری
 اور منشی گری کی سو آپ کا محل کا اوڑھنا بھی عبادت الہی کی ذمہ برداری کا نشان تھا اسی واسطے جناب الہی سے
 یہ ہار شاہ ہوا کہ ایسے کپڑے پہنے کے واسطے سات شرطیں ضروری ہیں سو تم نے جو اس کپڑے کو پہنا تو
 تم کو بھی ان ساتوں شرطوں کا بجالانا ضروری ہوا سو ان میں سے پہلی شرط یہ ہے کہ رات کے جاگنے میں
 بڑی کوشش کرنا اور قرآن شریف کو تہجد کی نماز میں پڑھنا کہ یہ بڑا جہاد ہی اپنے نفس کے ساتھ اور
 دوسری شرط یہ ہے کہ دن کو بھی ہر وقت اپنے مالک کی بندگی میں مشغول رہنا اور تیسری شرط یہ ہے
 کہ حق تعالیٰ کے ذکر کی مداومت کرنا اور اس کے نام سے ہمیشہ اپنی زبان کو مشاہد کام رکھنا چوتھی شرط یہ ہے کہ
 سب حلاقوں کو کاٹنا اور ترک کرنا اور بخیرید حاصل کرنا پانچویں شرط یہ ہے کہ ہر امر میں اعمتاد اور
 بھروسہ اللہ تعالیٰ پر کرنا اور اپنے تئیں کسی چیز میں دخل نہ دینا چھٹی شرط یہ ہے کہ خلق اللہ کے ایذا اور
 ظلم کو سہنا اور رخصت کرنا ساتویں شرط یہ ہے کہ اہل دنیا سے احتراز کرنا لیکن ان کی خیر خواہی میں قصور
 نہ کرنا اور یہ بہت مشکل بات ہے اور اسی واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سورت میں منزل
 کے نام سے خطاب فرمایا ہے تاکہ یہ خطاب کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہووے کہ اس کپڑے کے
 پہنے کے سبب یہ کام تمہارے سپرد ہوئے اور ان کے بجالانے کا تم کو حکم ہوا جس طرح کوئی شخص
 کرنا بدعنا کے ہتھیار لگانے کے سپرد ہوئے اگر کھڑا ہووے تو اسکو یہی حکم سردار کا
 ہوگا کہ تم کو فلاں مورچہ سپرد کیا ہے دیکھیں تو کیسی تمہاری سپاہ گری ہے یعنی سپاہی کی شکل بنانا
 بھٹا را اس بات کو مقصود ہوا کہ تم کو یہ کام سپرد ہوا اور اگر یہ شکل تم بناتے تو یہ کام بھی تم کو
 سپرد نہ ہوتا لیکن جو تم نے اس طرح کا لباس پہنا تو اب اس کی شرم بھی رکھنا تم پر ضرور ہوا اب
 اس کام سے پہلو تہی کرنا نہ چاہئے فقط

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الْمُرْجَلُ اِی ریاقت کا پڑا اپنے اوپر پٹے ہوئے اس کپڑے کا رخ ادا کر اور رات کا سونا جو سب چیزوں سے زیادہ پیارا ہوتا ہے اسکو چھوڑا اور عبادت الہی میں مشغول ہو فقیر اللیل اٹھ اور کھڑے ہو کر ہر رات کو نماز پڑھا کر اَلَا قَلِيلًا مگر تھوڑی راتوں میں کہ یہ حکم معاف ہے جیسے بیماری کی یا سفر کی راتیں یا ان راتوں کے جبکہ دنوں میں محنت اور مشقت بہت کی ہو جیسے جہاں یا کفار سے مقابلہ میں یا اسپین مسلح کرانے میں یا کسی مظلوم کو ظالم کے ہاتھ سے چھڑانے میں اور دوسرے اسی طرح کی محنت کے کاموں میں کہ دن کو محنت زیادہ ہونے کے سبب رات کو اٹھنے کی طاقت نہ رہے تو ایسی رات کو تہجد کا وجوب نہیں نفل کے حکم میں ہے چاہو پرہو چاہو نہ پڑھو ان راتوں کو تا کیہ اور تہجد نہیں ہے اور اس طرح سے ایسے عذر و نہین کھڑا ہونا بھی معاف ہے اگر کھڑے ہو کر نہ پڑھا جاوے تو بیٹھ کر پڑھو کچھ مضائقہ نہیں ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آخر عمر شریف میں اکثر تہجد کی منازبٹھکر پڑھا کرتے تھے اور تقدیر میں یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ الاقلیہ کے لفظ قیام کے ظرف محذوف سے مستثنی ہو لیل سے نہو اور ترکیبی عبارت یوں ہو کہ قَمَرٌ فِي صَلَاةِ اللَّيْلِ فِي جَمِيعِ عَمَلِكَ اِلَّا زَمَانًا قَلِيلًا وَهُوَ زَمَانُ كِبَرِ السِّنِّ وَضَعِفِ الْبَدَنِ فَلَا بَاسَ بِالْقُعُودِ جِسْدٌ يَنْعُ كُھڑے ہو کر نماز پڑھا کر و رات کی عمر بھر مگر تھوڑے دنوں میں اور وہ بڑھاپے کے دن ہیں اور بدن کے بوجھ سے ہو جانے کے سوا ان دنوں میں تہجد کی منازبٹھنے کا کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن چاہئے کہ یہ رات کی نماز میں کھڑا ہونا ذرا سابر ہے نام نہو کہ جذب اللہ میں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تحصیل میں جیسی چاہئے ویسی تاثیر نہ کرے اس واسطے کہ تھوڑے عمل سے کسی قسم اور کسی جنس سے ہو روح اور دل کو کیفیت حاصل نہیں ہوتی اور اس عمل کی تاثیر ان میں بخوبی پائی نہیں جاتی بلکہ کھڑے رہا کر و نماز میں فِضْلُهُ آدمی رات کے اندازے سے اگر اعتدال کے دن ہوں جن میں رات اور دن برابر ہوتا ہے جیسے خزان کے چنبرہ روز اور بہار کے چند روز اس واسطے کہ آدمی رات دن اور رات کے پورے دورے کی



چوتھائی ہے اعتدال کے دنوں میں اور ٹائپر اور خواص میں چوتھائی پر پوری چیز کا حکم کرنے میں سوا ہندو
مجاہد اور کوشش کرنا دن اور رات میں ایسی کیفیت پیدا کرنے کا جس کا اثر تمام دن اور رات
باقی رہیگا اور حضوری اور مناجات کی کیفیت بھی حاصل ہوگی بلکہ ہمیشہ کا قرب معنوی حاصل ہوگا جیسے
کسی شخص کو اگر اپنے محبوب سے تمام دن اور رات پیو پہر کی صحبت اور بات چیت حاصل ہوتی رہے
تو اس دو پہر کی لذت کا سرو آٹھ پہر تک نہ بھولیگا اور دن اور رات اسی کیفیت میں مست رہیگا
اور اگر کوئی لمحہ یا کوئی ساعت کی ملاقات ہوئی تو جدائی کی آگ اتنی ملاقات سے بجتی نہیں بلکہ اور بھڑکتی
جاتی ہے اور اس اشتیاق کی بھڑک کو ہرگز مفید نہیں ہوتی جس طرح تشنگی کی شدت میں تھوڑا پانی پینا
اور بھوکہ کے غلبے میں لقمہ دو لقمے کھانا بھوک اور پیاس کو دفع نہیں کرتا بلکہ اور زیادہ کرتا ہے اَوْفَقَصْ
مِنْهُ قَلِيلًا یا کم کر آدھی رات سے تھوڑا تاکہ تہائی رات کو پہنچے لیکن اگر جاڑوں کا موسم ہو اس
واسطے کہ ان دنوں کی رات بہت بڑی ہوتی ہے تہائی اسکی دن اور رات کے پورے دور کی چوتھائی
کی قدر ہوگی اَوْزِدْ عَلَيْهِ یا زیادہ کرو آدھی رات پر تھوڑا تاکہ دو تہائی رات کو پہنچے اگر گرمیوں کا
موسم ہو اس واسطے کہ ان دنوں کی رات بہت چھوٹی ہوتی ہے دو تہائی اسکی دن اور رات کے پورے
دور کی چوتھائی ہوگی اور یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ اس کتنی اور زیادتی سے خاطر کی خوشی اور چینی
کی رعایت منظور ہو لینے اگر طبیعت چین میں ہو اور خوب دل لگے تو آدھی رات سے زیادہ لینے دو
تہائی تک کھڑے رہو اور اگر توسط کا حال ہو تو آدھی رات تک کھڑے رہو اور اگر طبیعت بے چین
ہو تو تہائی رات پر اکتفا کرو اس واسطے کہ عبادت کی بنیاد کی خوشی اور رغبت پر ہی چنانچہ حدیث
شریف میں بھی تہجد کے مقدمے میں آیا ہے کہ لِيَصِلَ أَحَدُكُمْ نِشَاطَهُ فَإِذَا فَرَغَ فَلْيَقْعُدْ لِيَسْجُدْ
کہ نماز پڑھے ہر شخص تم میں سے طبیعت کی خوشی اور دل کے گلنے تک پھر جب سستی کرے طبیعت
اور دل نہ لگے تو چاہئے کہ موقوف کرے اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر تہجد کی نماز پڑھنے
میں تم میں سے کسی پر نیند غلبہ کرے تو اسکو چاہئے کہ نماز کو موقوف کرے اور سو رہے اس واسطے
کہ ایسا نہ ہو کہ کہیں خواب کے غلبے میں دعا کی جگہ بد دعا نہ سے نکل جاوے یا قرآن پڑھنے میں کوئی کفر کا کلمہ

ع

یافنی کا منہ سے نکل جاوے اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ لَا تَكْثُرُ الدُّعَاءَ وَاللَّيْلَ یعنی بے دلی سے نماز پڑھنے میں بیجا یہ کارِ بخ اور مشقتِ رات کے جاگنے سے مت کھینچو اس واسطے کہ رنجیدگی کی عبادت میں کچھ بھی ثواب حاصل نہیں ہوتا اور بعض مفسرین نے یوں کہا ہے کہ یہ تخریر یعنی دوہٹائی اور آدھی اور تہائی رات میں اختیار دنیا واسطے کہ آدھی رات پوری کو معلوم کرنا اور اس نذر کی برابر بدون کی اور زیادتی کے نماز اور تلاوت اور ذکر میں مشغول ہونا آدمی کی طاقت نہیں ہے علی الخصوص ایسی جگہ پر جہاں کوئی چیز ساعت کے دریافت کرنے کی نہ ہو یعنی نہ گھڑی ہو نہ گھڑیاں ایسی جگہ پر آدھی رات کو دریافت کرنا بہت مشکل ہے تو گویا یوں حکم ہوتا ہے کہ جو اس راہ کا طالب ہے اس کو آدھی رات جاگنا اور ذکر اور عبادت میں مشغول رہنا ضروری ہے لیکن جو آدھی رات پوری بدون کی زیادتی کے معلوم ہونا مشکل ہے اس واسطے کہ اتنے حکم میں وسعت کی گئی کہ اگر اس طور سے تھوڑی کم زیادہ ہو جائے گی تو کچھ مضائقہ نہیں ہے اور آخر سورت میں معلوم ہو گا کہ کتنی کی حد تہائی ہے اور زیادتی کی حدود تہائی اور جب مجاہدہ اور کوشش کی ہدایت کے بیان سے فراغت پائی تو اب ارشاد ہوتا ہے کہ ہم کام اس وقت میں کیا کرو وَذَلِّ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا اور کھول کر پڑھو قرآن کے لفظوں کو صاف یعنی تہجد کی نماز میں کھڑے ہو کر اور ترتیل لغت میں واضح اور صاف پڑھنے کو کہتے ہیں اور شرع شریف میں کئی چیزوں کی رعایت کرنے کو کہتے ہیں قرآن شریف کے پڑھنے میں تاکہ خوب ترتیل حاصل ہووے پہلے حرفوں کو صحیح نکالنا یعنی اپنے مخرج نکالنا تاکہ طاقی جگہ پر آنا اور صداد کی جگہ پر نہ نکلے دوسری وقوف کی جگہ پر اچھی طرح سے ٹھہرنا تاکہ وصل اور قطع کلام میں بے موقع نہ ہونے پاوے اور کلام کی صورت متبدل نہ ہو جاوے تیسری حرکتوں میں اشباع کرنا یعنی زیر زبر پیش کو اپنی تیار دینا تاکہ ایک دوسرے سے ملنے اور مشتبہ ہونے نہ پائے چوتھے آواز کو تھوڑا بلند کرنا تاکہ قرآن شریف کے الفاظ زبان سے کان تک پہنچیں اور وائے دل پر اور دل میں کوئی کیفیت پیدا کریں جیسے ذوق اور شوق اور خوف اور دہشت اس واسطے کہ قرآن شریف کے پڑھنے سے ہی چیزیں مطلوب ہیں پانچویں اپنے آواز کو اچھا کرنا اس طور سے کہ اس میں درد مندگی پائی جاوے تاکہ دل پر جلدی تاثیر کرے اور مطلب حاصل ہووے اس واسطے کہ جو مضمون خوش آواز سے دل پہنچتا

تہجد کی نماز میں

تو اس سے روح کو لذت حاصل ہوتی ہی اور قوے بھی اسکو جلد جذب کر لیتے ہیں اور اس سبب سے روح پر اسکی تاثیر بھی ہوتی ہی اس واسطے اطلبانے کہا ہی کہ جب کسی دوائی کی کیفیت دل کو پہنچانا منظور ہو تو اس دوائی کو خوشبو میں ملا کے دیا چاہئے اس واسطے کہ دل خوشبو کا جذبہ ہی یعنی کھینچنے والا تو اس خوشبو کے ساتھ اس دوا کو بھی جلد ہی کھینچ لیگا اور اس طرح جس دوا کی کیفیت جگر لینے کیلئے کو پہنچانا منظور ہو تو اس کو مٹھائی میں ملا کے دیا چاہئے اس واسطے کہ جگر مٹھاہنی کا عاشق ہی تو وہ بھی اس کو کھینچ لیگا چھٹی تشدید اور مدد کا جس جگہ پر ہیں وہ ان کا خاطر رکھنا اس واسطے کہ شد اور مدد کی رعایت کے سبب کلام الہی میں عظمت اور بزرگی نمودار ہوتی ہی اور تاثیر میں بھی مدد کرتا ہی ساتویں اگر قرآن شریف میں کوئی خوف کا مضمون سنئے تو وہ ان تھوڑا ٹھہر جائے اور حق تعالیٰ سے پناہ طلب کرے اور اگر مضمون کوئی بہتر اپنے مقصد اور مطلب کا سنئے تو وہ ان بھی ٹھہرے اور اس چیز کو حق تعالیٰ کی درگاہ سے اپنے واسطے طلب کرے اور اگر قرآن شریف میں کوئی دھایا کوئی ذکر پڑھنے کے واسطے حکم ہو تو وہ ان بھی تھوڑا ٹھہرے اور کم سے کم اس دھایا ذکر کو ایک مرتبہ تو پڑھ لے جیسے قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا یعنی اے رب زیادہ کر مجھے علم یہ سب سات چیزیں ہیں جنکی ترتیل میں رعایت کرنا ضروری ہی اور یہ سب ایک چیز کو واسطے ہیں اور وہی چیز بالذات مقصود ہی وہ تدبر اور فہم ہی لینے غور کرنا اور بوجھنا قرآن کے مطلب کا اور یہ بات بدون ان ساتوں چیزوں کے حاصل نہیں ہوتی ہی نہ پڑھنے والے کو نہ سننے والے کو بلکہ بدون ان ساتوں چیزوں کی رعایت کے قرآن کی قرات شعر خوانی کی طرح بیفائدہ ہو جاتی ہی اور کچھ اس حاصل نہیں ہوتا اس واسطے حضرت عبداللہ بن مسعود اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہی کہ لَا تَشْرَوْهُ نَشْرَ الْقِلِّ وَلَا تَهْدُوهُ كَهْدِ الشَّعْرِ قَفْوًا عِنْدَ حِجَابِهِ وَخَيْرُ كُأَيِّهِ الْقُلُوبُ وَلَا يَكُنْ هَمًّا أَحَدِكُمْ أَخْرَ السُّودَةِ یعنی مت بھرو قرآن کے قفون کو جیسی ردی اور ناقص خرمنو کو بھرتے ہو اور نہ لپیٹو قرآن کو جیسے شعر کو پیٹتے ہو یعنی قرآن کو جلدی مت پڑھو شعروں کے پڑھنے کی طرح بلکہ ٹھہرو قرآن کے عجائبات پر اور اپنے دلوں کو ملادو اس قرآن پر اور اس بات کی فکر مت کرو کہ یہہ سورت کب تمام ہوگی تاکہ جلدی ہم پڑھ سکیں

اور فراغت پاؤں اور حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے لوگوں نے پوچھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرآن شریف کو کس طرح پڑھتے تھے انہوں نے کہا کہ سب حرکتوں کو بڑھاتے تھے یعنی زیر و بموشیا کو بڑھاتا تھا اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے آواز کی درازگی قرآن شریف کے پڑھنے میں نقل کی ہے اور حضرت ام المؤمنین عایشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت آئی ہے کہ ایک رات کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تہجد کی نماز میں ایک آیت کو یہاں تک پڑھا کہ فجر ہو گئی اور وہ آیت یہ ہے کہ اِنْ تَعِدُّهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَلَنْ تَغْزُقَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ یعنی اگر عذاب کرے گا ان پر تو وہ سب تیرے ہیں اور بخشدیگا تو ان کو تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا اسی واسطے کہا ہے کہ مَنْ رَأَى الْقُرْآنَ كَمَا هُوَ قرآن کی تلاوت میں تدبر کا مرتبہ یہ ہے کہ ہر خطاب اور ہر قصہ میں اپنے تین مخاطب جانے اور اسے مرتبہ تدبر کا یہ ہے کہ مکالمہ کو اور اس کے صفات اور افعال کو اس کلام میں مشاہدہ کرے اور تدبر کا متوسط مرتبہ یہ ہے کہ اس کلام کو حضرت حق جل شانہ سے بلا واسطہ سمجھنے اب اس جگہ پر جانا چاہئے کہ سلوک الی اللہ اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب کرنے کو کہتے ہیں لیکن جو حقیقت لاجسمیت سے اور جسمیت کے لوازمات سے پاک ہے تو اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تین طریقوں میں سے ایک سے ہو سکتی ہے پہلا طریقہ تصور ہے جس کو شرع کے عرف میں تفکر کہتے ہیں اور اہل سلوک کی اصلاح میں اس کو مرقبہ کہتے ہیں اور نگرانی بھی بولتے ہیں اور دوسرا طریقہ ذکر ہے اور تیسرا طریقہ تلاوت کلام اللہ ہے اور جو پہلا طریقہ حقیقت میں ذکر اور یاد دہانی ہے اسلئے کبھی ذکر کو بھی اسی طریق کے شامل کر دیتے ہیں اور اس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو دوسرا امر میں منحصر جانتے ہیں یعنی ذکر اور تلاوت میں لیکن ذکر فی اور قلبی دونوں کو شامل ہے سو جو اس ذات پاک پر بلا واسطہ یا بے واسطہ دلالت کرے گی وہی مدد کے التفات کا اس ذات پاک کی طرف سبب پڑے گی اور جب وہ ذات پاک ملطف الیہ ہوئی یعنی اس کی طرف التفات کیا گیا تو گویا حاضر ہوئی اور جب اس طرح کے استحضار کا دوام حاصل ہوتا ہے تو ہم صحبتی اور ہم نشینی کا حکم پیدا کرتا ہے اور اس ذات پاک کی صفات بشریت کی صفات پر غالب ہو جاتی ہیں اور اس خالق کے فضل بند کے فعلوں پر حاکم ہو جاتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ لَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ

حَتَّىٰ أَحْبَبْتُهُ فَإِذَا أَحْبَبْتُهُ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِي وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُنِي وَيَدَهُ الَّتِي
 يَمِطُّ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِي يَمِشُّ بِهَا یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہمیشہ بندہ میرا نزدیک بن جائے تا کہ میں ہر طریق
 نفلوں سے یعنی نفل عبادتوں کے واسطے سے یہاں تک کہ چاہے لگتا ہوں میں اس کو پھر جب میں نے چاہا
 اس کو تو ہو جاتا ہوں میں کان اس کا جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ اس کی جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ اس کا
 جس سے وہ پکڑتا ہے اور پانوں اس کا جس سے وہ چلتا ہے یعنی جب بندہ کثرت عبادت سے حق تعالیٰ
 کا مقبول ہوا تو اس کے سب اعضا کا حقیقہ کا خود محافظ ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھ پانوں کان آنکھ سب
 خدا کی مرضی کے تابع ہو جاتے ہیں اس کی بیماری نہ کچھ دیکھے نہ کچھ سنے سو یہ مرتبہ نفل عبادت کی کثرت سے ہوتا ہے
 اس واسطے کہ فرض کے اوقات مقرر ہیں اس میں کثرت ممکن نہیں ہے فقط لیکن یہ تقرب کا طریقہ خاص اس
 ذات پاک کا ہے اگر کوئی چاہے کہ اس طریقے سے کسی مخلوق سے تقرب پیدا کرے سو یہ ممکن اور مجاہد نہیں
 ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ اس قسم کے تقرب میں دو چیز کا پایا جانا متقرب الیہ میں ضروری ہے یعنی
 جس کی نزدیکی اس کو منظور ہے اس میں دو چیز کا ہونا ضروری ہے ایک تو یہ کہ اس کا علم محیط ہو ذکر و سکون
 قلبی اور سانی اذکار کو اگرچہ ذکر مختلف مکانوں میں اور زمانوں میں پائے جاوے یعنی ایک شرف میں ہوا
 اور دوسرا مغرب میں اور ایک صبح کو یا ذکرے اور دوسرا شام کو اور اس طرح بدرکہ اور زبانیں بھی
 مختلف ہوں سو یہ اس کے علم کا محیط ہونا اس واسطے شرط ہے تاکہ ہر ذکر کے قلبی اور سانی ذکر کو دریافت
 کرے دوسری چیز یہ ہے کہ ذکر کے بدرکہ میں در آنے کی اور اس کو پر کرنے کی اور اس کے صفت کا علم
 پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہو جب کو شرع کے عرف میں دُعا اور تدلی اور نزول اور قرب کہتے ہیں سو
 یہ دونوں صفتیں اسی ذات پاک کا خاصہ ہیں کسی مخلوق میں یہ بات پائی نہیں جاتی ان بعض
 کافر اپنے معبودوں کے حق میں پہلی صفت ثابت کرتے ہیں اور اہل اسلام کے فرقے سے بھی بعض پرست
 اپنے پروردگار کے حق میں بھی ایسا ہی اعتقاد رکھتے ہیں اور اسی اعتقاد کے سبب احتیاج کی وقت
 میں ان کو پکارتے ہیں اور ان سے مدد چاہتے ہیں لیکن یہ بات ہرگز روا نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے
 کہ وہ لوگ بڑے دھوکے میں پھنسے ہیں اور بڑے شبہ میں گرفتار ہیں مگر یہ تمام اس شبہ کے

بیان کا نہیں سوا انہی دو چیزوں سے سلوک کا کارخانہ تمام ہوتا ہے والا ہرگز ممکن تھا کہ بندہ رب سے
 نزدیک ہو اور انہی دو چیزوں کی طرف اشارہ ہی اس حدیث صحیح میں جسکو محدثین کتاب سلوک اور
 تقرب الی اللہ کے اول میں لاتے ہیں اور وہ حدیث شریف یہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
 حقیقی کی طرف سے حکایت کی طور پر بیان فرمایا ہے کہ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِي يَٰ بِي وَاَنَا مَعَهُ لَإِذَا
ذَكَرَنِي یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حقیقی کے جلسہ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے
 لگان اور اٹکل کے قریب ہوں پھر حبیب اللہ میرے ساتھ رکھے اور میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں
 جب مجھکو یاد کرتا ہے اور دوسری صحیح حدیث بھی ہے جو محدثوں کے کتاب سلوک کی سر دفتر
 ہے سو وہ یہ ہے کہ مَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شَبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ
إِلَيْهِ بَاعًا وَمَنْ أَتَانِي بِشَيْءٍ آيَتُهُ هَرَوَلَةٌ یعنی جو نزدیکی چاہتا ہے مجھے ایک بالشت
 نزدیک ہو جاتا ہوں میں اس کی طرف ایک ماتھ اور جو نزدیکی چاہتا ہے مجھے ایک ماتھ تو نزدیک
 ہو جاتا ہوں میں اس کی طرف ایک باع اور باع کہتے ہیں دو وزن ماتھ کی لمبائی کو جسکو بیان بام کہتے
 ہیں اور اگر آتا ہے میری طرف چلتے ہوئے تو میں آتا ہوں اس کی طرف گھٹنوں سے دوڑتے ہوئے یہ ہر
 مثال ہے آدمیوں کی سمجھانے کو والا حق تعالیٰ گھٹنوں اور ماتھ پانوں سے پاک ہے بس یہ حقیقی کی ذات
 پاک کا خاصہ ہے کہ اپنے یاد کرنے والے کی طرف خود نزول فرماتا ہے اور اس کے نزدیک ہوتا ہے اس کے
 مدد کو پر کرتا ہے اور اس کے باطنی لطیفوں پر غالب ہوتا ہے اور ساتھ اس تدلی واقعی حقیقی کے روح
 کا حکم اس کی روح لیتی ہے اور جو روح کو نسبت بدن کے ساتھ ہے وہی نسبت اس تدلی کو اس کی ارواح
 کے ساتھ حاصل ہوتی ہے اور جسے مخلوق اگرچہ روحانیات ہوں اول تو علم محیط نہیں رکھتے ہیں تاکہ ہر
 ذکر کر کے مطلق اور خبردار ہوں دوسرے ذکر کی روح پر استیلا دایمی نہیں کر سکتے ہیں یعنی ہمیشہ
 اس پر غالب اور اس کے حال سے واقف نہیں ہو سکتے اس واسطے کہ يَسْتَغْلَمُ شَأْنَهُ عَنْ شَأْنِ سَائِرِ مَخْلُوقَاتِ
 کی شان ہی یعنی یہ مخلوقات کا خاصہ ہے کہ جب ایک طرف توجہ ہوا تو اس وقت دوسرے
 کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتے اور لَا يَسْتَغْلَمُ شَأْنَهُ عَنْ شَأْنِ حَقِّ تَعَالَى کا خاصہ ہے اپنے اس ذات

پاک کا ایک طرف متوجہ ہونا دوسرے طرف کے توجہ کو مانع نہیں ہے سو کلام الہی کی تلاوت
 اس واسطے اسکی قرب اور نزدیکی کا سبب پڑتی ہے کہ اس کلام کی لفظیں اس کی معانی پر دلالت کرتی
 ہیں اور وہ معانی حق تعالیٰ کے علم میں ایک مدت دراز تک کلام نفسی کی خلعت پہن کے ایک صفت
 اسکی ذاتیہ صفتوں سے بن کے رہی ہیں سو وہ لفظیں ایک صفت کو حقیقت لے گی صفتوں ذاتیہ سے تلاوت
 کر نیوالے کے مدد کے قریب کر دیتی ہیں اور اس آمیزش اور اتحاد کے سبب وہ صفت ذاتیہ ایک
 طرح سے پڑھنے والے کی صفت ہو جاتی ہے اس واسطے کہ وہ معانی باتر قیب اس پڑھنے والے کے
 مدد کے میں قائم ہوتی ہیں چنانچہ اس کلام الہی کی لفظیں بھی اسی طرح سے پڑھنے والے کی لفظیں ہو جاتی
 ہیں اور اس قسم کا تقرب کچھ ختم لے گی ذات پاک کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر شخص کے کلام میں
 یہ بات پائی جاتی ہے یعنی جس کے کلام کو ہر وقت پڑھا کر دے اور اس کے معنوں کا خیال ہر وقت
 ذہن میں موجود رہے وہ بھی اسی قسم کے قرب کا سبب پڑتا ہے اور اس تکلم کے بعض آثار اس پر پڑھنے
 والے میں پائے جانے لگتے ہیں جس طرح غنوی مولانا روم کی اور دوسری ملفوظات نظم اور نثر اولیاء اللہ
 کے بلکہ عوام اور فاضلین کے اشعار میں بھی زیادہ تکرار سے یہ بات پائی جاتی ہے یعنی وہی مضمون
 اس کے دل پر چھا جاتا ہے حاصل کلام کا یہ ہے کہ اگر وہ کلام بہتر ہے تو اسکی اچھائی کی تاثیر اور اگر بُرا ہے تو
 اسکی بُرائی کی تاثیر پڑھنے والے میں پائی جاتی ہے لیکن کلام الہی اور کلام مخلوق میں اتنا فرق ہے کہ
 کلام الہی کی عزت اور تکرار میں اس کیفیت کے سوائے اسکی ذات پاک کا وہو اور قرب بھی حاصل
 ہوتا ہے اور دوسرے مخلوق کے کلاموں میں سوائے اس کیفیت کے جو کلام کے پردہ میں ظاہر ہوتی ہے
 اس پڑھنے والے کی طرف منتقل ہوتی ہے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور اسکی وجہ یہ ہے کہ حقیقتی کا علم محیط
 اور نواوردی اور قرب کی قدرت بھی وہ رکھتا ہے سو جو کچھ ذکرین کے حقیقین وہ اپنی عنایت اور
 مہربانی فرماتا ہے تو تلاوت کرنے والے کے حق میں بطریق اولیٰ عنایت اور مہربانی فرمادے گا اس واسطے
 کلام اللہ کی ترتیل کو اس سورت میں ذکر پر مقدم لائے ہیں اور یہ بھی جان لینا چاہیے کہ قرآن شریف کی
 کوئی آیت حق تعالیٰ کے ذکر سے خالی نہیں ہے چنانچہ یہ بات غور اور فکر سے معلوم ہوتی ہے پس

شریف کی تلاوت میں ذکر کا بھی فائدہ حاصل ہے اور پیر اور مرشد اور استاد کا بھی اس واسطے کہ ایسے کی صفت سے متصف ہونا اور اصل نسبت میں الہی کا تحمل اور امتداد کرنا تو سر دست قرآن شریف کی تلاوت میں موجود ہی آتا البتہ ہی کہ قرآن شریف کی فطون کو نحو اور صرف و دمعہ انھا اور بیان اور بدیع اور دوسرے فنون کی آمیزش سے جو حقیقت کی طرف التفات کرنے سے مانع ہیں محسوس اور بعد اگر ماہریت شکل ہے بعد مدت کے یہ بات حاصل ہوتی ہے بخلاف ذکر کے فطون کے صورت تحریر کے ساتھ کہ اسے اندر تجرید کے محتاج نہیں ہیں اب اس بیان سے حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیہ قدس سرہ کی بات کا مطلب ظاہر ہو گیا یعنی لوگوں نے اسے ایک دن اسچاکہ قرآن شریف کی تلاوت نہ کرے نہ شغل نہ کرے نہ رگڑے نہ کرے یا ذکر الہی میں مشغول رہے یا اپنے فرمایا کہ ذکر اپنے مطلب کے بعد ہی پہنچے اس بات سے کہ زوال کا خوف ہے اور کلام الہی کی تلاوت کر نیوالے کا مطلب یہ ہے کہ حاصل ہو جائے لیکن حصول کے بعد کو زوال کا خوف نہیں ہے آتش کلامہ اور پیغمبروں کو کلام الہی کی تلاوت میں بہت بڑا ایک فائدہ ہے اور یہ ہے کہ ان کے علم غیب سیکھنے کی استعداد کو بہت بڑی مدد کرتی ہے اور اسکے سننے کا قدر اولت اور ہمیشگی جو بار بار زبان کو پہنچتی ہے اور کان سے دل کو سوجھ کے سوال کے صدمہ کا ان پر ہلکا کر دیتی جسطرح کسی شخص کو نفع یا نقصان پہنچنے میں کوئی بڑا صدمہ پہنچا ہو تو جتنے واسطے اور اعضاء کو کار کرے گا تو سہرہ صدمہ کا اثر ہو گا اور بھید اس کا یہ ہے کہ زوال وحی کا استحکام کے طور پر اس واسطے کہ کیفیت کو مختصر نہ کرے بلکہ ہمراہ لاتا ہے اور وہ کیفیت ملی ہوئی یکایک سنبھل کے قلب اور اعضا پر اثر کرتی ہے اور پیغمبر شریعت کے تقاضے سے اس کا تحمل نہیں کر سکتے ہیں اس واسطے بے ہوش ہو جاتے ہیں اور سہمہ یا سہمہ کی آواز ہی چرچہ دوسرے مرتبہ اس کلام کی تلاوت کرنے میں تو پھر بھی دیر کی کیفیت ملتی ہوئی دل اور اعضا پر آتی ہے اس سطر تیسرے مرتبہ پھر چوتھے مرتبہ یہاں تک کہ اس کی نسبت کے تحمل کے خواہر ہو جانے میں یعنی اس بوجہ اٹھانے کی عادت ہو جاتی ہے اور رنج اور صدمہ کا بھیر کم معلوم ہوتا ہے اور ہر نظام میں اسی فائدہ عمدہ کو لحاظ کر کے ترتیل کے علم کی تحصیل یوں ارشاد ہوتا ہے کہ **إِنَّمَا سَنَّا عَلَىٰ حَالِكْ قَوْلًا تَفْسِيرًا تَحْقِيقًا قَرِيبًا** کہ ڈالین کے ہم تفسیر ایسی بات جو بہت بھاری ہے حاصل مطلب کا

یہم ہی کہ بعد اسکے بے درلج قرآن کو تم پر نازل کریں گے سو تم کو چاہئے کہ جس قدر قرآن تم پر اترا
 ہی اس کی تلاوت میں رات کو مشغول رہا کرو اور اس عبادت خاص کے انوار سے اپنے شین
 مشرف کر کے اس فیض اعظم کی قبولیت کی استعداد اپنے میں حاصل کرو اور ابتدا میں قرآن
 شریف کے نازل ہونے کے وقت آپ پر بہت گرانی اور سختی گذرتی تھی اور اس کا طریقہ یہم
 تھا کہ جب وحی کا نزول شروع ہوتا تھا تو پہلے ایک آواز گھنٹے کیسی پنتے تھے پھر اسی آواز
 میں بدوین اعتماد خارج کے جرف اور کلمے ظاہر ہونے لگتے تھے اور وہ آواز تیز اور تند
 اس طرح سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تاثیر کرتی تھی کہ آپ کے ہوا اس ظاہری اور باطنی بالکل
 اس عالم سے منقطع ہو کے اس عالم کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے اور اسی حالت آپ پر ظاہر
 ہو جاتی تھی جس طرح روح بدن سے کھینچی ہی اور بدن کے تمام اعصاب کی روحیں کھینچ کے دماغ
 کی طرف جو فہم اور حافظہ کی قوت کا محل ہے جڑھ جاتی تھیں اور دماغ میں ان روحوں کے
 جمع ہونے کے سبب سے بہت گرمی پیدا ہوتی تھی اور آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ آجاتا
 اور آپ بیہوش ہو جاتے تھے اس واسطے کہ ارواح دماغ کو صعود کرتے تھے اس سبب
 سب اعضا بدن کے سست ہو کر ثقل طبعی کی طرف عود کرتے تھے چنانچہ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ
 رضی اللہ عنہا سے روایت آئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جاڑ و نمین بدن بہت ٹھنڈک
 ہوتی تھی وحی آتی تھی اور آپ کی پیشانی مبارک سے پسینہ نکلتا تھا اور وحی نازل ہونے کے وقت
 اگر آپ اونٹ یا گھوڑے یا کسی جانور پر سوار ہوتے تھے تو وہ جانور گر پڑتا تھا مگر ایک اونٹنی
 خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جب کاغضبا اور قصوا نام تھا وہ گرتی نہ تھی لیکن اپنے پانوں کو
 میڑھا کر کے زمین سے ٹیک دیتی تھی اور گرتی نہ تھی اور اس کو اس طور کی حادث ہو گئی تھی اور اگر
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وحی آنے کے وقت کسی کی ران کو تکیہ دے ہوتے تھے تو اس ران کے ٹوٹنے
 کا خوف ہوتا تھا اور آپ کا چہرہ مبارک سرخ ہو جاتا تھا اور دم چڑھنے لگتا تھا اس طرح پر کہ
 ددر سے اس کی آواز معلوم ہوتی تھی اور دوسری گرانی یہم کہ بدوین لگے کے سب قرائتوں اور

وجود سے اس کو یاد رکھنا چاہئے تیسری گرائی یہ گمان دشمنوں کے سامنے پڑھنا پڑتا تھا جو ہمیشہ
ہنسی سخری کیا کرتے تھے اور قرآن کے مضمون کو جو نیا سنتے تھے ہر مجلس میں بیٹھ کے اس کا ذکر کرتے
تھے ہنسی کی طور پر اور بیہودہ اور پوچ باتیں بکا کرتے تھے ان سب کو سنا چاہئے اور چوتھی گرائی قرآن
شریف کے عجائبات اور باریک دقیقہ سمجھنے میں اور اسکے اعجاز کے جوہ دریافت کرنے میں کہ یہ
چیزیں بد دن خوب فکر اور غور کرنے کے معلوم نہیں ہوتیں چنانچہ یہ باتیں اب بھی بد دن شمول
فضل الہی کے میر نہیں ہیں پانچویں گرائی قرآن شریف کی آیتوں کی تفریق کرنے میں یعنی محکم اور
متشابہ اور ناسخ اور منسوخ اور ظاہر اور مآول ان سب کو آپس میں جدا کرنا اور ہر ایک قسم سے
جدے جدے علم استنباط کرنا یعنی نکالنا کہ یہ بہت مشکل علم ہی چھٹیں گرائی مسلمانوں کی نسبت سے
اس واسطے کہ قرآن شریف بموجب امر اور نہی کرنا نہایت سخت اور مشکل چیز ہی اسکے موافق عمل کرنا بدو
تائید الہی کے ہرگز ممکن نہیں ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ قرآن شریف میں ظاہری بھی حکم ہیں اور باطنی بھی اور دونوں
کو جمع کرنا بہت مشکل اور دشوار ہے ساتویں قرآن شریف کا سنا کا فروں پر بہت سخت اور
دشوار تھا چنانچہ اگلی سورتوں میں آیا ہے کہ کافر قرآن کے سننے سے ایسا ڈرتے ہیں جس طرح
کہ اشیر کے دیکھنے سے اور اس کی آواز سننے سے اور سورہ فصلت میں بھی فرمایا ہے کہ فَيَسْمَعُ
اٰذَانُهُمْ وَتَفْرَقُ وَاَعْلَمُ عَمَّا يَفْعَلُوْنَ یعنی یہ قرآن کافروں کے کانوں میں بوجھ ہے اور یہ ان پر انداز
ہے یعنی پوشیدہ ہے اٹھویں قرآن شریف کا اثر نامنافعوت اور فاسقوں پر بہت سخت اور گراں
اس واسطے کہ ان کے چہرے عیب اور پوشیدہ باتیں اس میں رمزا اور اشارہ اور تعریض اور کنایہ کے طور
بیان کردی جاتی تھیں اور حاضران مجلس اپنی ذہن کی تیزی اور قرینے سے بوجھ جاتے تھے کہ فلا نے شخص
کا حال ہے پھر دے فیضت ہوتے تھے چنانچہ سورہ توبہ کے آخر میں اور سورہ قتال میں اور
دوسری سورتوں میں ان احوال کو تفصیل سے بیان فرمایا ہے نویں قرآن شریف کے ہر ہر حرف
کا ایک ایک خادم ہے روحانی اور غریمیت پڑھنے والے جب اس کلام کو دھوت کی سب
شرطوں کی رعایت سے پڑھتے ہیں تو جتنے روحانی اسکے خادم ہیں سب حاضر ہوتے ہیں پھر اس

وقت ان کے سامنے ثابت اور برقرار رہنا بہت سخت اور دشوار ہوتا ہے اور قیامت کے دن بھی جب میزان کھڑی ہوگی اور عمل تولے جاویں گے تو کوئی عمل نیک اس کلام کے برابر ہوگا چنانچہ یہ بات حدیث شریف میں مذکور ہے اور عجائب تفسیر و ن سے وہ ہے جو بعض مفسرین نے کی ہے ۵۵
یعنی قول ثقیل کی تفسیر میں توحید وجودی کے مسئلے کو بیان کیا ہے اس واسطے کہ اس مسئلے کا سمجھنا عوام لوگوں پر بہت بھاری ہے اور یوں کہا ہے کہ هَوَ طَوْرٌ وَرَأَى طَوْرَ الْعَقْلِ یعنی وہ ایک مرتبہ ہے عقل کے مرتبے کے سوائے اور بعض واعظوں نے قول ثقیل کی تفسیر شفاعت مطلقہ کر کے کی ہے اور شفاعت کے کلمہ کو اپنی زبان پر جاری کرنا جو خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے ہے اور دوسرے جتنے نسبیا اور رسول ہیں سب پر وہ کلمہ شاق اور گران ہوگا اور قیامت کے دن اس کلمہ کو اپنی زبان پر لانے سے عذر درپیش کرینگے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالیٰ اس کلمہ سے گویا کرے گا اور یہ تفسیر سورہ اسراء کی آیت سے مناسبت رکھتی ہے اور وہ آیت یہ ہے وَمِنَ اللَّيْلِ
تَقْجُجُدُ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسَىٰ أَن يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے اور تھوڑی رات جاگنا رہا میں یہ زیادتی ہے واسطے تیرے شاپد کھڑا کرے محبت کو تیرا رب تعریف کے مقام میں اور جبے تران شریف کو ناز تہجد میں ترتیل سے پڑھنے کی وجہ کے بیان سے فراغت پائی تو اب نماز تہجد کی وجہ کو بیان فرماتے ہیں سو ان لفظوں تینوں آیتوں میں تعلیل کی واسطے ہے اور ان تینوں تعلیلوں کے درمیان میں حرف عطف کو نہیں لائے اس واسطے کہ تعلیل ایک امر کی نہیں ہے بلکہ مختلف امر کی تعلیل ہے جو پہلے کلام سے بوجہ جاتی ہے سو قرآن کے ترتیل کے حکم کی علت قول ثقیل کا القا ہے اور قیام میل کے حکم کی علت یہ ہے کہ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ بے شک وہ عبادت اور تلاوت جو پیدا ہوتی ہے اور اٹھتی ہے رات کو اور ناشی لغت میں اس چیز کو کہتے ہیں جو نئی پیدا ہوئی ہو اور نئی اٹھی ہو عرب میں بولتے ہیں سَحَابٌ نَّائِشٌ یعنی بدلی نئی پیدا ہوئی اور نَشَاتُ الرِّيحِ یعنی اٹھی ہوئی آتش و طاء وہ بہت سخت ہے نفس کے روندنے میں اور اس کی تاریکی کے دور کرنے میں وہ وجہ سے اول یہ کہ رات کا اٹھنا اور قرآن کو بلند آواز سے پڑھنا

اور وضو کرنا اور وضو کے اسباب کو تلاش کرنا جیسے لوٹا پانی مسواک پھر نماز میں کھڑا ہونا اور سجدے میں جانا یہ چیزیں نفس پر بہت سخت اور بھاری ہیں اس واسطے کہ رات چن اور آرام اور ٹھہرنے اور خاموش رہنے کا وقت ہی اور آدمی کی پیدایشی یہہ بات ہی کہ رات کو چلنے پھرنے جاگنے بات کرنے کو بالطبع دوست نہیں رکھتا خصوصاً جو وقت جو روضہ غسل میں ہوا اور نہچے پیارے پاس ہوں اور نرم فرش ہو اور گرم لحاف اوڑھے ہوا اور چٹی ولے بدن کو مل رہے ہوں ایسے وقت میں ان سب لذتوں کو چھوڑنا اور ایسی بے چینی اور محنت میں اپنی جان کو ڈالنا ان سب باتوں کو سوچا چاہئے کہ کیا نفس پر قیامت برپا ہوتی ہے اور اگر گرمی کا موسم ہی تو دن بھر دھوپ کی سوزش اور گرمی کی حرارت بدن اٹھائے ہوئے رات کو ٹھنڈک میں آرام سے بدن ہوتا ہی پھر اس آرام کو چھوڑنا اور مشقت میں پڑنا خیال کیا چاہئے کہ کیسی مشکل بات ہی دوسری وجہ یہہ کہ حقیقت میں وہ وقت انوار اور برکات لاہوتیہ اور ملکوتیہ کے نزول کا وقت ہی پھر جب ایسی عمدہ عبادت ایسے عمدہ وقت میں پائی گئی اور قرآن کا نور اور اسان کا نور ان تجلیوں کے ساتھ مل کے ایک ستون نورانی بن کے قائم ہوا پھر نفس کی تار کی کیا مجال رکھتی ہے جو وہاں ٹھہر سکے یا باقی رہے حدیث شریف میں آیا ہے کہ نَزَلَ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى

كُلِّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْآخِرِ يَقُولُ مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِبَ لَهُ مَنْ لَيْسَ لِي فَأَعْطَيْتُهُ مَنْ لَيْسَ تَغْفِرُ لِي فَأَغْفِرْ لَهُ حَتَّى يَفْجُرَ الْفَجْرُ يَعْنِي اتا رہتا ہی یعنی متوجہ ہوتا ہی ہمارا پروردگار بزرگ اور برتر نہر رات کو دنیا کے کسمان کے طرف جب باقی رہتی ہی پھلتی رہا رات کی پھر فرماتا ہی کون چاڑتا ہی مجھ کو کہ اس کی چار کو پہنچون کون مانگتا ہی مجھ کو دیون میں اس کو کون مغفرت طلب کرتا ہی مجھے کہ بخشون میں اس کو یہاں تک کہ ہو جاتی ہی فجر اور یہہ بھی حدیث صحیحہ میں آیا ہے کہ إِنَّ فِي اللَّيْلِ سَاعَةً لَا يُولَاهُ فِيهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللَّهَ تَعَالَى خَيْرًا مِنَ خَيْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ إِلَّا أَعْطَاهُ إِيَّاهُ وَذَلِكَ كُلُّ لَيْلَةٍ یعنی تحقیق رات میں ایک ساعت ہی نہیں موافق ہوتا ہی کوئی بندہ مسلمان اس ساعت کو کہ مانگے اللہ تعالیٰ سے جو خیر بہتر ہی دنیا اور آخرت کی مگر دیتا ہی اللہ تعالیٰ وہ چیز

اسکو اور یہ امر ہر رات کو ہوتا ہی سو وہ وقت خاص اپنے مالک کے دربار کا ہی ذکر کے حق میں اور معشوق کے جلوہ کا وقت ہی عاشق کے حق میں اور صبح و شہر کی گرمی بازار کا وقت ہی تاجر کے حق میں اور صنعت اور مزدوری کے رواج کا وقت ہی ہر پیشہ ولیکے حق میں کہ تھوڑی محنت میں بڑا عمدہ مطلب حاصل ہوتا ہی اور تھوڑی ڈھیل اور سستی میں بڑا مطلب اٹھتے جاتا ہی حضرت سید الطائیف حبیب اللہ کا اقدس سرہ سے منقول ہے کہ بعض لوگوں نے بعد ان کی وفات کے ان کو خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ کیا حال گذرا اسکے جواب میں یہ کہا کہ طاحت العبادات وفیت الاشیاءات وما نفعنا الا رکعات دگمناہا فی جوف اللیل یعنی بیکار ہو گئیں عبادتیں اور نیت ہو گئیں اشارتیں اور نہ کام آیا کچھ مگر دو رکعتیں جو آدھی رات کو پڑھتا تھا میں اور پچھلی رات کو خاص تجلی اور توجہ سے اس واسطے خاص کیا ہی کہ آدمی کی روح اصل میں عالم پاک سے تھی دنیا کی نجاستوں سے کچھ بھی آلودہ گی نہ رکھتی تھی پھر اس عالم قدس اور پاکیزہ سے اس گندہ بازار میں اس کو محال کے حاصل کرنے واسطے بھیجا اس سبب سے اس عالم قدس سے دور پڑا اور اس عالم میں جو قرب اس کو حضرت پروردگار جل شانہ سے حاصل تھا وہ اسکے ہاتھ سے جاتا رہا سو اس قرب کی لذت کو یاد دلانے کے واسطے بالضرور خود بدولت کا توجہ ہوتا ہی اور اپنے بندے کی غریب کے جھوٹے کو نور قدم کی تجلی سے منور فرماتے ہیں سو اس عنایت اور نوازش کے واسطے ایسا وقت چاہے کہ اس روح کو اپنی حالت اصلی کا قرب حاصل ہو اور وہ وقت عالم قدس سے مشابہت رکھے سو دنیا میں ایسا وقت کوئی نہیں ہی مگر یہی پچھلی آدھی رات کا وقت اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ دن جو اس کی مشغولی کا وقت کہ ہر جو اس اپنے اپنے کام میں مشغول رہتا ہی جیسے با صبر دیکھنے میں اور شامہ سو گھنے میں اور سامعہ سننے میں اور ذائقہ چکھنے میں اور لامہ ٹٹولنے میں اور اس طرح حواس باطنی اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں اس سبب سے آدمی کی فکر تشویش میں ہوتی ہی اور دنیا ہی کے کارخانہ کا خیال ہر وقت رہتا ہی اور اسباب اور مال اور دنیا کی عزت اور آبرو کے حاصل کرنے میں اور جو روح کی محبت اور مالک اور آقا کی خدمت میں دن بھر گنوتا ہی اور اس سبب سے نہایت دور ہی اس عالم قدس سے حاصل ہوتی ہی اور پہلی رات کو تمام دن کی محنت اور کھانے پانی سے

پیٹ بھر لینے کے سبب سے سست ہو جاتا ہے اور غافل ہو کے بے حواس مردوں کے مانند پڑتا ہے اور خدا کی رومی بخارات اس کے دل اور دماغ کو پریشان کر دیتے ہیں اور خدا فضلہ اور بدبو کی ہوا ہر ساعت اس سے باہر نکلتی ہے اس حالت میں آدمی چارپائے کے مانند ہوتا ہے عالم انسانیت کی طہارت کے مرتبے سے منزلیوں دور ہو جاتا ہے عالم ارواح کی طہارت کے مشابہ ہوتا تو بہت دور ہے پھر جب پھلی رات ہوتی ہے تو یہ سب رنج اور کدورتیں دور ہو جاتی ہیں اور دن کے فاسد خیال بھی غفلت کی نیند حایل ہونے کے سبب سے اس کے ذہن میں نہیں رہتے گویا روح اپنی خالص اصل کو پہنچی اور اپنے عالم اصلی کو یاد کیا ایسے وقت میں اس روح کو ان قرب کی لذتوں سے چلھاکے سرفراز کرنا جو اس عالم میں خوگر ہو رہی تھی بہت مناسب ہوا وَأَقْوَمُ قِيلًا اور بہت مضبوطی ہے بات کے کہنے میں حاصل کلام کا یہ ہے کہ قرآن شریف کی تلاوت کرنا پھلی رات کو تدبر اور معانی کے بوجھنے کے واسطے بہت بہتر ہے دوسرے وقتوں کے نسبت سے اس واسطے کہ اس وقت میں ذہن صاف ہوتا ہے اور خدا کے بخارات بھی کم ہو جاتے ہیں اور خل اور شور باہر کا بھی جو اس کو منتشر نہیں کرتا ہے تاکہ دل اس طرف متوجہ ہو اور مغصوں کے بوجھنے سے غفلت کرے اور رات کی تاریکی کے سبب انہیں بھی اپنے کام سے بیکار ہو جاتی ہے اور رنگارنگ چیزوں اور روشنیوں کے دیکھنے کے سبب سے دل کو شوش نہیں کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس وقت میں علما کو کتاب بینی اور شاعر دن کو شعر کہنے میں جو مطلب جو جہا ہے وہ صواب کے قریب ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ پھلی پہر کے خواب اکثر سچی ہوتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ أَصْدَقُ الرُّؤْيَا بِالْأَسْحَادِ یعنی بہت سچی خواب سحر کی ہے اور انہی خصوصیتوں کے لحاظ سے جو رات کے واسطے حاصل ہیں حدیث صحیح میں آیا ہے کہ عَلَيْكُمْ بِلِقَاءِ اللَّيْلِ فَإِنَّهُ دَابُّ الصَّالِحِينَ مَبْلُكُهُمْ وَقَرِيبَةٌ إِلَى رَبِّكَ وَمَكْفَرَةٌ لِلْسَّيِّئَاتِ وَمَنْهِيَاةٌ عَنِ الْإِثْمِ یعنی لازم پکڑو اور عادت ڈالو رات کے اٹھنے کی اس واسطے کہ یہ عادت صالحینوں کی ریاضت ہے قدیم سے یعنی اس وقت کو بہتر وقت سمجھ کے اٹھنے اور عبادت کرنے کی ولی اپنی عادت ڈالتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کا سبب ہے اس واسطے کہ اس وقت تجلی آتی ہے اور آلہ

دنیا کی طرف ہوتا ہے اور تمہارے گناہوں کا کفارہ بھی ہے اس واسطے کہ اس وقت کے انوار قرآن شریف اور نماز کے انواروں سے دل کو بڑے علموں کی تاریکیوں کو دور کر دیتے ہیں دسے تاریکیاں جنہوں نے تمہارے نفس کو تاریک کر رکھا ہے اور تم کو گناہوں سے بھی مانع ہوگا اس واسطے کہ لطیفہ عقل کا دوسرا درجہ درکات سے خالی ہونے کے سبب قرآن شریف کے معنوں میں خوب تدبیر کرتا ہے اور نصیحت اور جھڑکی کا مل ہو حاصل ہوتی ہے اور لطیفہ قلب کا اس صفائی کے سبب سے جو اس وقت کو حاصل ہوتی ہے ساتھ کیفیت نورانی انس اور مناجات کے بسر پر ہو جاتا ہے اور وہ کیفیت پورا رسوخ حاصل کرتی ہے اور وہ رسوخ گناہوں پر دلیر ہونے نہیں دیتا اور نفوس کامل اور ارواح پاک حضرات انبیاء علیہم السلام کو ان کی استعداد کی صفائی کے لحاظ سے ایسے منافع اور فوائد کے حاصل کرنے میں اگرچہ دن رات برابر ہی لیکن ان کے دل کی اوقات دوسری طرح کی عبادتوں اور قسم قسم کی طاغوتوں سے معمور اور پُر رہتے ہیں حالانکہ ایک کیفیت یا ایک حالت کا پایا جانا اس وقت تصور نہیں ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيلًا بے شک تجھ کو دن میں بہت تیرنا ہے یعنی بہت کام کرنا ہے اور طرح طرح کی عبادتوں میں مشغول رہنا ہے دن کو اتنی فرصت تم کو نہیں ہے کہ مصاحبت اور مکالمات کی مجلس کو گرم کرو اور مناجات اور سرکوشی سہا پہنے تین مشرف کرو اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دن اکثر اس طور سے گزرتا تھا کہ بعد فجر کے اشراق تک نماز کے مکانہن ذکر اور فکر میں مشغول رہتے تھے اور آپ نے حضرت خضر علیہ السلام کو اس وقت اور عصر کے بعد سے آفتاب کے غروب ہونے تک مسابقات عشر پڑھنے کو حکم ہی فرمایا ہے پھر بعد اشراق کے چاشت تک دوسری قسم کی عبادتوں میں آپ مشغول رہتے تھے جیسے مریضوں کی عیادت کرنا اور مسلمانوں کے جنازوں کے ساتھ جانا اور غریب مسکین مسلمانوں کی حاجت روائی کرنا اور طالب علموں کو علم تعلیم کرنا اور مسترشد و مگو خدا کی راہ کے سلوک کے قاعدے ارشاد فرمانا اور فتویٰ پوچھنے والوں کو فتویٰ دینا اور آپ میں جھگڑے قصوں کا فیصلہ کرنا اور کافروں کے ساتھ جہاد اور قتال کے سامان کی درستی اور تدبیر میں رہنا اور دوسرا سی قسم کے کاموں میں مشغول رہتے تھے پھر چاشت کے بعد گھر میں تشریف لے جاتے تھے اور اپنے اہل و عیال کی خاطر دیکھا

نماز و عبادت
عادت
۴۰

اور تسبی فرماتے تھے کہ ہم بھی ایک قسم ہی عبادت کی پھر کھانا کھا کے تھوڑا قیلولہ کرتے تھے پھر جب آفتاب
ڈھلتا تو آپ اُٹھتے اور پایا خانے اور پیشاب سے فراغت کر کے وضو یا غسل کرتے اور چار رکعتیں
ایک سلام سے فی الزوال پڑھتے پھر جب ظہر کی اذان ہوتی تو آپ باہر تشریف فرما ہوتے اور
ظہر کی نماز مسجد میں پڑھتے اور ظہر کے بعد سے عصر تک پھر دعوت اور تقسیم اور ارشاد اور افتار اور
فیصلے میں جھگڑوں کے مشغول رہتے تھے پھر نماز عصر کی پڑھتے پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھتے اور ذکر
اور شکر میں مغرب تک مشغول رہتے پھر مغرب کی نماز پڑھتے گھر میں تشریف لیجاتے پھر اہل و عیال
کی تسبی اور دلا سے میں اور مہانوں اور فروع کے کھانا کھلانے میں خود مشغول رہتے اور اگر دنیا کے
مال کی قسم کچھ گھر میں ہوتا تو اسکو اسی وقت مستحقو کو عنایت فرماتے کہ دنیا کا مال آپ کے گھر
مبارک میں رات کو نہ رہے پھر اسکے بعد آپ کھانا نوش جان فرماتے اور جانوروں کے دانے چارے کی
خود آپ خبر گیری لیتے تاکہ ایسا نہ ہو کہ کوئی جانور بے زبان بھوکھا پیاسا رہ گیا ہو پھر اسکے بعد استنجا وغیرہ
کر کے وضو کرتے اور مسجد میں تشریف فرما ہوتے اور نماز عشا کی ادا کرتے اور وتر کو رہنے دیتے
پچھلی رات میں پڑھنے کے واسطے پھر سونے کے لئے تشریف گھر میں لیجاتے اور چار رکعتیں فضل کی پڑھتے
پھر تسبیح اور تکبیر اور تحمید بخالاتے پھر قرآن شریف کی کئی سورتیں پڑھتے جیسے سورہ زمر اور سورہ
اور دوسرے چھٹو سبجات یعنی سورہ مدید اور سورہ حشر اور سورہ صف اور سورہ تغابن اور سورہ
جمعہ اور سورہ اعلیٰ اور سورہ اخلاص اور سورہ فاحشہ اور معوذتین اور سورہ ملک غرض کہ یہ سب
سورتیں پڑھ کر آپ آرام فرماتے تھے پھر جب اس طرح کے اوقات معسور اور بندھے ہوئے ہوں تو پس
قسم کے مجاہدہ عظیم کی گنجائش کہاں ہے کہ اتنی دیر تک اس امر میں مشغول رہیں اسی واسطے حقیقتاً نے
فرمایا ہے کہ دن کو اگرچہ طرح طرح کی عبادتوں میں تم مشغول رہتے ہو لیکن اس وقت کو لینے پچھلی پہر کو عبادت
سے خالی مت رکھو اس واسطے کہ اس وقت کا مجاہدہ حجابوں کے دور کرنے اور قرب اور نزدیکی کے حاصل
کرنے میں اکبر اعظم ہی کو سنی عبادت اور کوئی شغل اسکو نہیں پہنچتا بلکہ جتنے شغل اور حسنی عبادتیں میں
سب کو ہم مجاہدہ اور رونق دے دیتا ہوں سو اسے وقت کو ہرگز مفت نہ چھو یا چاہئے وَاذْكُرْ لِمَ تَدْعُو رَبَّكَ

اور یاد کر نام اپنے پروردگار کا ہمیشگی کے طور پر ہر وقت اور ہر غسل میں اور ہر عبادت میں خواہ اول
خواہ آخر خواہ درمیان میں اس عبادت کے اور یاد خواہ زبان سے ہو خواہ دل سے خواہ روح سے خواہ
بطور سکر خواہ غشی کے اور خواہ نفس دن کو ہو یا رات کو اور ذکر سانی جہر سے ہو خواہ خفیہ ہو
اور پروردگار کا نام خواہ اسم ذات ہو خواہ اسم شہارہ ہو یا اسمائے حسنی میں سے کوئی نام ہو جو
سالک کے نفس اور حال اور وقت سے مناسبت رکھتا ہو چنانچہ حضرت شیخ ابو الغیب ہر وردی
بعد ادمی قدس سرہ سے منقول ہے کہ جس وقت کہیں راہ کا طالب اُن کے پاس آتا تھا تو پہلے
اس کو ایک چلے یا دو چلے کر نیکا حکم فرماتے بعد اس کے اپنے سامنے اس کو بٹھیتے اور نود نام پاک
کو اس کے سامنے آپ پڑھتے اور اپنی آنکھ اس کی آنکھ سے لٹائے رہتے اگر ان اسمائے الہیہ سے کسی نام پر
اس کا چہرہ متغیر ہوتا اور کانپ اٹھتا یا اچھل پڑتا تو آپ اس کو فرماتے کہ تیرے کام کی کثایت
اسی اسم ہوگی اور اس نام کے ذکر کا طریقہ اس کو تعلیم کرتے اور اگر کسی اسم سے ان اسماء الہیہ سے اس کا
چہرہ متغیر نہ ہوتا اور کسی طور کی جنبش اس کے بدن میں نہ پائی جاتی تو آپ اسے کہتے کہ تجھ میں
قرب اور جذبگی راہ کے سلوک کی استعداد نہیں ہے تجھ ابراہیم کے طریق کو اختیار کرنا چاہئے اور
تجارت یا ذراعت یا کسی اور پیشہ میں مشغول ہونا چاہئے اور اسم پروردگار خواہ تنہا ہو خواہ تہلیل
کے ضمن میں یعنی نفی اور اس بات میں خواہ تسبیح اور تحمید اور تمجید اور لاحول یا دوسرے مسنون ذکر
کے ضمن میں ہو اور ذکر کی کیفیت بھی خواہ ایک ضربی ہو خواہ دو ضربی ہو خواہ اس میں زیادہ ہو
اور جس دم کے طور پر ہو خواہ بے شبہ ہو اور برزخ سے ہو خواہ بدون برزخ کے اور خواہ
رکعتی ہو خواہ ہفت رکعتی اور خواہ شہدائے عشرہ کے ساتھ ہو خواہ بدون اس شرائط کے اور شرط
عشرہ عبارت ہی شد اور مداور تحت اور فوق اور محاربہ اور مراقبہ اور محاسبہ اور مواعظ اور تعظیم
اور حرمت اور سوائے اسکے دوسری خصوصیات بھی ہیں جن کو اس طریقہ کے ماہروں نے بکالا ہی اور معین
کرنا ایک کا دوسرے ان خصوصیات مذکورہ سے شیخ اور مرشد کی رائے پر مفوض ہے جس چیز کو جس طالب
کے حال کے موافق اور اصل جانے وہی چیز اس کو تلقین فرماوے اور پھر ایک خصوصیت سے دوسری خصوصیت

کی طرف انتقال کرے چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا ہے فَاَسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ یعنی پھر پوچھو ذکر والوں سے اگر تم کو نہیں معلوم ہے اور بہت عمدہ چیز اس مقدمے میں ہے کہ کسی لحظہ اور کسیدم غافل نہ ہو اور کوئی عمل اور کوئی شغل ہو لیکن اس یاد کو نہ چھوڑے چنانچہ دوسری آیت میں فرمایا ہے لَا تَلْهِمُهُمْ تِجَارَةً وَلَا بَيْعًا عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ یعنی نہیں روکتی ہے ان لوگوں کو سود اگر ہی اور نہ بیع شرع اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور اگر خوف سببات کا ہو کہ فلا نے شغل کے سبب یاد آتی سے غفلت ہو جائے گی تو لازم کہ اس شغل اور اس عمل کو چھوڑ دیو و تَبْتَغُوا إِلَيْهِ اور کاٹ اور علیحدہ ہو اس عمل سے جو کھٹکے یاد آتی سے مانع ہو اور اپنے پروردگار کے طرف رجوع کر تبتیلاً کاٹنا اور علیحدہ ہونا ایک طریق سے یعنی اس عمل اور اس شغل کے علاقہ کو اپنی طرف اور اپنے اختیار سے کاٹ ڈالنا چاہئے اس واسطے کہ بدو ن قطع کرنے اس عمل اور اس شغل کے علاقہ کے آپ سے علیحدہ ہو جائے نا کبھی ظلم کا سبب پڑتا ہے اور خلاف شرع ہوتا ہے جیسے نوکر کہ بدو ن نوکر کی چھوڑے اپنے گھر آپ سے بیٹھ رہے یا مرد بغیر قطع کرنے نکاح کے علاقہ کی جو رو سے علیحدہ ہو جائے اور اس کی صحبت اور اس کی خاطر داری سے اور نان نفقہ کی خبر گیری سے علیحدہ ہو کر بیٹھ رہے تو یہ بات ظلم صریح ہے اور خلاف شرع کے اسی طرح دوسری چیزوں کو قیاس کر لینا چاہئے اور اسی قید کی طرف اشارہ کرنے کے واسطے تبتیلاً فرمایا اس واسطے کہ اس قسم کے انقطاع کا بیان کرنا منظور ہے جس کے قطع کر نیے کسی طرح حکا علاقہ حاصل نہ ہو انقطاع کی تاکید منظور نہیں ہے والا تبتلاً فرماتے اور اس قطع اور تبتل کے بہت فائدے ہیں پہلا فائدہ عین ذکر میں ہے یعنی اسوئے اللہ کے خطرے ولین نہ آوین تاکہ جو ذکر سے غرض ہے وہ حاصل ہووے اور جب خطرے ولین آئے تو ذکر ذکر نہیں رہتا اور مذکور کی طرف خالص توجہ کا سبب بھی نہیں پڑتا ہے تاکہ تردید کی اور کشش اس سے حاصل ہووے دوسرا فائدہ ذکر کے اثر باقی رہنے میں ہے اسی واسطے کہ کسی چیز کی طرف توجہ ہونے سے پہلی چیز کی طرف توجہ کا اثر مٹ جاتا ہے اور دوسرے خطرون کی طرح بہ توجہ بھی پیغام دے ہو جاتا ہے تیسرا فائدہ یہ ہے کہ تمام جملہ دن میں فارغ البال ہونا شرط ہے اور مخلوق کی طرف علاقہ رکھنا فراغ بالی کو مانع ہے چوتھا فائدہ یہ ہے کہ بہت گناہوں نے مخلصی حاصل ہوتی ہے جیسے زنا اور بدعت اور غیبت اور خوشامد اور منہیات اور بدعات کا دیکھنا

اور بری صحبت کا اثر ہونا پانچواں فائدہ یہ ہے کہ ماسوائے اللہ کے محبت کو نفی کرتا ہے جس طرح ذکر الہی کو دل میں زیادہ کرتا ہے بس تہل تنقیہ کے حکم میں ہی دوائی کے استعمال کرنے سے پہلے تو جس طرح قبل استعمال دوائی کے تنقیہ شرط ہے اسی طرح قبل ذکر کے قبل بھی شرط ہے یہاں پر جانا چاہئے کہ دنیاوی حلاقون سے علیحدہ ہونا اور ان کے محبت کے رشتہ کو اپنے دل سے کاٹنا ذکر الہی اور سلوک الی اللہ کی ابتدا میں شرط ہے یعنی ضروری ہے بدن اس انقطاع کے کچھ فائدہ نہیں ہوتا لیکن انتہا میں یہ سبب متفرق اور اختلاط کے جمع کی قوت حاصل ہوئی تب شرط نہیں ہے بلکہ اس وقت میں اختلاط قبل سے بہتر ہوتا ہے اس واسطے کہ اس کے سبب سکھانا اور سیکھنا اور ادب دینا اور ادب لینا اور ہدایت اور نصیحت اور حقوق کی رعایت ہوتی ہے اور ان عبادتوں کے ثواب حاصل کرنے کا سبب پڑیگا جو اختلاط پر موقوف ہیں جیسے مریض کی عیادت کرنا اور جنازے کے ساتھ جانا اور محنت جون کی مدت کرنا اور اپنے خویش اور اقربا کے ساتھ سلوک اور عاجزی کرنا اور صبر کرنا اور خلق اللہ کی زیادتی کو سہ لینا اور مسکینوں کی خدمت کرنا اور جہاندار کی کرنا اور حلال طریق سے مال حاصل کرنا تاکہ اسکو صدقون میں اور واجب نفقون میں اور سجدون کی تمیز و نمین اور مسافر خانوں کے بنانے میں صرف کرے اور بعض فقہاء نے فَاذْكُرْ اَمْرَ ذِيكَ کو تکبیر تحریمہ پر اور قبل کورفع یدین پر حمل کیا ہے اس واسطے کہ دونوں ہاتھ ابتداء نماز میں اٹھانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ میں دونوں جہان سے ہاتھ اٹھاکے خدا کی یاد میں مشغول ہوا ہوں اور بعض صوفیہ نے قبل کو ذکر کے وقت نفی ماسوائے اللہ پر حمل کیا ہے اور طریقہ اس قبل کا یہ ہے کہ تاریک مکان میں بیٹھیں اور سر اور منہ کو کپڑے سے لپیٹ لے اور آنکھیں بند کرے اور زبان کو سوائے ذکر کے نہ ہلاوے اور یہ اس وقت کرے جب معدہ خالی ہو اور بھونکھ ہو لیکن بھونکھ کا غلبہ نہ ہو اور کم کھانا ادا کم سو نا اختیار کرے اس واسطے کہ ان دونوں چیزوں کو دل کے منور کرنے میں بڑا دخل ہے اس وجہ سے کہ کم کھانا دل کے خون کو کم کرتا ہے اور جاگند دل کی چربی کو لپھاتا ہے اور کسی شخص کو متذکر کرے کہ ضروریات کی حسب گیری رکھے جیسے کھانے پینے کا اہد کپڑے کی اور کھانے میں بڑی احتیاط کرے کہ حلال و جہم سے اور فرض اور سنت کے ادا کرنے میں اور ذکر دائم میں مشغول رہے لیکن متبدل و بدو کر طہارت سے اور

نکاح کرنا چاہیے

حضور دل سے اول زبان سے ذکر کرے یہاں تک کہ زبان سے حرکت رہ جائے اور اختیار ساتھ ذکر کے جاری ہو پھر اسکے بعد دہین خیال کرنے سے ذکر کرے یہاں تک کہ حرف بھی درمیان میں نہ رہن فقط معنی ذہن میں جم جاوین پھر اسکی گنتی اور ہشت رہن رہتا ہی بلکہ ذکر ایک حالت ہو جاتا ہی اسکی دوسری حالتوں سے پھر اس وقت اسکو شدت کی محبت پیدا ہوتی ہی اور مذکور کو یعنی جسکو یاد کرتا ہی اسکو کسی وقت بھول نہیں سکتا ہو جب قول شاعر کے شعور دن تو اسکے ہی تصور میں گزر جاتا ہی رات کو خواب میں بھی دوسرا نظر آتا ہی پھر اسکے بعد سب چیزوں سے ظاہری ہون یا باطنی غیبت حاصل ہوتی ہی یہاں تک کہ اپنے نفس سے اور نفس کی صفات سے بھی غایب ہو جاتا ہی اور اسی مرتبہ کا نام قریب ہے پھر اسکے بعد تو یہ نوبت پہنچتی ہی کہ ذکر سے بھی غیبت ہو جاتی ہی فقط مذکور اور محبوب کا شہود اور حضور باقی رہتا ہی اور یہہ مرتبہ فنا کی سرحد ہی پھر بعد اسکے اسکو ایسا اتصال اپنے محبوب کے ساتھ حاصل ہوتا ہی جسکی نہ کیفیت بیان ہو سکے اور نہ وہ قیاس میں آوے اور یہہ مرتبہ ولایت کا ہی اس مرتبہ والے کو شاہ اور ولی اور اصل کہہ سکتے ہیں اور اسکے ماقبل کے مرتبے والوں کو طالب اور مرید اور ثوقین اور جو یا کہتے ہیں یہاں تک تبتل کے طریقے کا بیان ہو چکا اور جو اسجگہ پر ایک شبہہ کا گمان تھا کہ شاید کسی کی خاطر میں آوے کہ دنیاوی علاقوں کو قطع کرنا کسی طرح متصور نہیں ہی اسواسطے کہ دار الحیوۃ تو دنیا ہی اور جب تک دنیاوی علاقوں سے تعلق باقی ہی تب تک ماسوے اللہ سے غفلت کلی اور بالکل متوجہ ہونا حضرت مولیٰ جلشانہ کی طرف کی طرح ممکن نہیں ہی سو اس شبہہ کی دفع کی طرف متوجہ ہو کے ارشاد ہوتا ہی کہ دنیا میں انفال الہی کی طرف خوب نظر کر کے دیکھو کہ دنیاوی علاقوں کے ساتھ تعلق کتنا اور پھر انہی علاقوں کو انقطاع کرنا ہر دن اور رات میں موجود ہی اسواسطے کہ حق تعالیٰ دَبَّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ پروردگار مشرق کا بھی ہی اور مغرب کا بھی اور اسنے مشرق کو دنیاوی علاقوں کے یاد دلانے کے واسطے بنایا ہی حسب طرح مغرب کو دنیاوی علاقوں کے قطع کرنے کے واسطے مقرر کیا ہی یعنی جس وقت صبح ہوئی اور آفتاب کی روشنی مشرق سے نمود ہوئی پس دوکاندار دن کو بازار میں دوکان کا علاقہ یاد آیا اور کاریگروں کو اپنے پیشوں کے ہتھیار اور نوکروں کو اپنے آقا کا دربار اور کان کو اپنا ہل اور بیل اور کھیت اور مالی کو

اپنے لگائے ہو درخت اور مان باپ کو اپنی اولاد اور لونڈی کو غلام کو اپنا مالک اور چور کو خاوند اور خاوند کو چور کا علاقہ یاد آیا اور ہر علاقہ کے حکم ظاہر ہونے لگے چنانچہ مسافروں کو راہ چلنے کی فکر پیدا ہوئی کرایہ والوں کے ساتھ خشکی کے ہون یا تری کے اور ساتھیوں اور ہمراہیوں کے ساتھ معاملہ کرنے لگے اور کب والوں کو اپنے کب کی طمع دل میں پیدا ہوئی اور تاجروں کو اپنے مال بیچنے کی فکر نے سرگردان اور پریشان کیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہوا پھر یہ جتنے علاقے ہیں آہستہ آہستہ ٹوٹنے لگے کسان کھیتیں سے اور دوکاندار بازاروں سے اور مسافر ہوں سے اور نوکر نوکر یوں بھاگ بھاگ کر اپنے بے گھر وں اور ٹھکانے پر آ گئے تو اس وقت باہر کے علاقے منقطع ہوئے مگر گھر کا اور گھر والوں کا علاقہ باقی رہا پھر جب کھانے پینے سے فراغت ہوئی تو گھر کی اکثر چیزیں وہاں سے بھی علاقہ منقطع ہوا مگر چور و بچوں سے باقی رہا پھر جب کچھونے پر لیٹے تو بچوں کا بھی علاقہ گیا فقط چور سے علاقہ باقی رہا یہاں تک کہ نیند آئی اور سو گئے تو وہ بھی علاقہ جاتا رہا بلکہ روح کا علاقہ بھی ظاہر بدن سے منقطع ہو گیا اپنے اعضا کی جنبش اور حرکت بھی روح کے اختیار میں نہ رہی پھر دوسری چیز کو کون پوچھتا ہی پھر اس وقت میں تم اسی محمد اس مالک الملک کی ربوبیت کی شان کا تماشا کرو اور دیکھو کہ ان سب کو حقیقی دنیا میں زندہ رکھتا ہی اور ایک وقت ہر دوزاں ہوتا ہی کہ کسی چیز سے علاقہ نہیں رکھتے ہیں سو تم اپنے تین عمر کی ہر ساعت اور ہر وقت میں اس سیطرہ حکا بے اختیار سمجھ لو اور کسی چیز سے علاقہ مت رکھو اس واسطے کہ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ نہیں ہی کوئی معبود بخوار ذکر اور عبادت میں مگر وہی حق تعالیٰ کہ قطع کرنا علاقوں کا اور ثابت رکھنا انہی علاقوں کا اسکی ایک شان سے ربوبیت کی شانوں میں سے پھر جب تم کو وہی بتسبیل اور قطع علاقہ کا حکم فرماتا ہی تو پھر تم کو کیا فکر اور اندیشے کی جگہ ہی ہو جب اس مصرع کے حسد اخذ میرسا مان است سرکار توکل را اور بعضے حارفوں نے اس آیت کے معنی یوں کہے ہیں کہ اگر تم کو دنیا کے ظاہری اسباب اور وسیطہ کے دیکھنے سے تبتیل اور قطع کرنا علاقوں کا دشوار معلوم ہووے تو تم کو حقیقی کی طرف نظر کرنا چاہیے جو رب سے مشرق کا اور مغرب کا کہ اس کے اشباہ میں ظہور بھی ہے اور بطون میں بھی اس واسطے کہ اگر اس کو ظہور اور بطون معاشیا میں نہ ہوتا

تو اشیاء کا وجود کسی طرح ممکن اور متصور نہ تھا اس واسطے کہ لا الہ الا ہو یعنی موجود حقیقی سوائے اس کے کوئی نہیں ہے پھر اگر اشیاء میں وہ خود ظاہر نہ ہوتا تو اشیاء کا وجود بھی ظاہر نہ پایا جاتا اور اگر بالکل خود خود ہی ظاہر ہوتا تو بھی اشیاء کا موجود ہونا محال تھا اسی واسطے ظہور کو بطون کے ساتھ ملایا ہے سو جس طرح سایہ بدون آفتاب کے پایا نہیں جاتا اور آفتاب کے ساتھ بھی نہیں ہوتا بلکہ آفتاب کو سایہ کے وجود میں دونوں وجہ سے دخل ہی ظہور کی راہ سے بھی اور بطون کی راہ سے بھی اسطرح سے اسباب اور واسطہ کا اگر چہ ظلی وجود ثابت ہی لیکن بدون حق تعالیٰ کے کوئی اپنا وجود فی حد ذاتہ نہیں رکھتے پھر اس بات کے ملاحظہ سے تمہارے نزدیک بھی اسباب اور واسطہ کے واسطے استغالی وجود نہ ہوا اور جب اسباب اور واسطہ درمیان سے اٹھ گئے اور علاقے بالکل منقطع ہو گئے فَاَتَجَنَّبُكُمْ فَلَا پھر اپنے پروردگار کو کار ساز اور اپنے ضروری کاموں کو اسی پر چھوڑ دے اور توبے پر واپس آئے ہٹھ اؤ تمام علاقوں کو اپنے سے منقطع کرنے کے سبب تشویش میں مبتلا رہے اور نہ کلمہ جو تعقیب بلا مہلت پر دلالت کرتا ہے اس جگہ پر لانا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علاقوں کے قطع کرنے کے بعد جھٹ پٹ پہنہ کام کرنے لگو اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو انتظارِ تجربہ اور امتحان کا ہرگز مت کرو اس واسطے کہ عیان ہونے کے بعد تجربہ اور امتحان کی کچھ احتیاج نہیں ہے اب باقی رہا یہاں پر ایک شبہ قوی اور وہ یہ ہے کہ متوکلون کے نزدیک تو کل کے تین مرتبے ہیں اول مرتبہ یہ ہے کہ بندہ کو اپنے پروردگار پر ایسا اعتماد ہو جائے جیسا مول کو وکیل پر بھروسہ ہوتا ہے کہ اس کی شفقت اور خیر خواہی کی بھی اس کو یقین ہوتی ہے اور اپنے کام کے سرانجام دینے کی قدرت کا بھی اس کو اعتقاد ہوتا ہے اور اپنی ضرورت کا حاجتوں کا خوب طرح سے اس کو واقف اور دانایا بھی جانتا ہے دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ کو اپنے پروردگار پر اس طرح کا اعتماد ہو جاوے جس طرح بچہ کو اپنی ماں پر ہوتا ہے اور یہ مرتبہ اول کے مرتبے سے اعلیٰ ہے کہ اول کے مرتبے میں تھوڑا التفات اپنے اعتماد پر بھی ہوتا ہے اور مول کے دل میں ایسا آتا ہے کہ یہ کام جو میں نے فلا نے شخص کو سپرد کیا ہے تو اس کام کو ضرور وہ سرانجام کو پہنچاویگا کچھ اسکی احتیاج نہیں ہے کہ میں خود اس کام پر متوجہ ہوں بخلاف بچہ کے کہ اس کو ماں پر

بچہ کو اپنی ماں پر

اس طرح کا اعتماد اور بھروسہ ہوتا ہے بلکہ اس میں ایسا مستغرق ہوتا ہے کہ اپنے اعتماد سے بالکل غافل ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ موکل اس کام کی تدبیر اپنے دل میں بھی سوچتا ہے اور بچہ تدبیر بھی نہیں کرتا اور کسی اسباب سے بھی کام نہیں رکھتا۔ تیسرا مرتبہ توکل کا یہ ہے کہ اعتماد اور استغراق کا بھی درمیان میں لحاظ نہ ہو بلکہ اپنے تئیں ایسا جانے جیسے مردہ غل کے ماتھ میں جس طرح چاہے اس طرح پھیرے اسکو کچھ بھی دخل نہ ہو یہاں تک کہ اس مرتبہ میں سوال بھی نہیں کر سکتا ہے بخلاف دوسرے مرتبے کے کہ وہاں سوال کا دروازہ کھلا رہتا ہے جس طرح بچے کی عادت ہوتی ہے ماں سے سوال کرنے کی سو یہ مرتبہ توکل کا یعنی تیسرا مرتبہ جو سبب اعلا ہے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو عنایت ہوا تھا یہی وجہ تھی کہ جس وقت ۷۰ کا فزون نے آپ کو آگ میں پھینکا تھا اور حضرت جبریل علیہ السلام نے آگ کے درمیان میں آپ سے کہا کہ حق تعالیٰ سے کچھ کہنا ہو تو کہو تا کہ تم کو اس بلا سے نجات حاصل ہو آپ نے فرمایا حَسْبِيَ مِنْ سَوْأِیَ عَلَيْهِ یہی آئی یعنی بس ہی مجھکو سوال کرنے سے آگاہی اسکی میرے حال پر یعنی میرا حال اس پر روشن ہے کہ کچھ کہنے کی احتیاج نہیں ہے سو ایسے الوا المعزم پیغمبر کو اس جگہ پر پہلا مرتبہ توکل کا کیون بتلایا یعنی یوں حکم ہوا کہ ناخذہ وکیلا دوسرے جواب اعلیٰ مرتبے تھے ان کو کیون نہ بتلایا سو اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اس سورت میں ابتدا سے انتہا تک لو کہ اللہ کے مقام اسطور کے بیان کئے گئے ہیں جو مبتدئ اور منتهی دونوں کام آویں اور دونوں کا مطلب حاصل ہو چنانچہ اوپر بیان ہو چکا ہے اور اگرچہ یہاں جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم مخاطب ہیں لیکن منظور امت کو حکم کرنا ہے اور جو توکل کا پہلا ہی مرتبہ ہے اس مرتبے سے ترقی کر کے آہستہ آہستہ ان دونوں مرتبوں کو پہنچتے ہیں اس واسطے پہلے اسی مرتبے کو بتلایا کہ اس مرتبے کی ہمیشگی کے سبب سے وہ دونوں مرتبے خود بخود حاصل ہو جائیں گے اور یہ بھی ہے کہ حضرت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کمال ہوشیاری سے ہے اور تمام عالم کے احوال کا ملاحظہ کرنا اور حسبہ دار رہنا لہذا اسباب اور سببات کے کارخانے کو اور توکیت الہی کو وکالت کے طور پر اپنی نظر میں رکھیں اور اپنے محبوب کے بندہ کے ارادوں کے موافق ان کے مطالب اور مرادوں کے جاری کرنے میں کوشش کریں اور حقیقت میں بھی ایسا ہی ہے اور اگر خوب غور کر کے دیکھو تو کمال حقیقی ایسی

مرتبہ میں ہیں اور دو سکڑے تون میں سکڑا دہرپوشی کے سوائے دوسری کوئی زیادتی نہیں ہے جس میں نظام واقعی نفس الامر سے بھی بے خبری اور بے پروائی ہوتی ہے ان بہ مرتبہ ولایت کے کمالات میں البتہ معتبر ہے نبوت کے کمالوں سے نہیں ہے اور یہی وجہ ہے کہ بچے کے اعتماد کو جو مانسے رکھتا ہے اور اپنے مردہ کو غسل کے ماتھے میں دینا عاقلوں کے نزدیک عتبار نہیں رکھتا بخلاف سپرد کرنے موکل کے اپنے کاموں کو وکیل مطلق کے تین اور حضرت خلیل صلوٰۃ اللہ علیہ نے جو حبیبی من سلوالی علمہ بجالی فرمایا یہہ تدریس کے ترک پر دلالت نہیں کرتا ہے بلکہ یہ تسلیم کا طور ہے اور انکا قول علمہ بجالی صراحتہ توکل کے اولی مرتبہ پر دلالت کرتا ہے چنانچہ یہ بات پوشیدہ نہیں ہے اور جب راہ خدا کے سلوک کی شرطوں اور حزم پوشی کے لوازم کے بیان سے فراغت پائی تو اب یہہ حکم ہوتا ہے کہ باوجود ایسی ریاضت اور مجاہدہ اور قتل کے ہمنے تم کو خلق کی دعوت کرنے کو طرف حق کے اور ناقصوں کی تکمیل اور گمراہوں کی ہدایت اور طالبوں کی رہنمائی کے واسطے مقرر کیا ہے اور اسی طرح ان لوگوں کو جو تمہاری نیابت اور وراثت کے طور پر اس منصب کے ذمہ بردار ہوں سو تم کو اور ان کو سب کو چاہئے کہ تحمل کو لازم پکڑو اور خلق کی زیادتی اور ظلم کو اٹھاؤ اور بردباری کو اپنا پیشہ کرو اور قتل میں جو ان کا مولے باز رہتے ہیں سو تم باز مت رہو اور اس طریقہ والے کو اکثر لوگ طعن اور تشنیع کیا کرتے ہیں اور دشمنی سے پیش آتے ہیں اور جو جی میں آتا ہے کہ بیٹھتے ہیں غرض کہ ہر طرح سے ایذا پہنچاتے ہیں سو تم کو چاہئے کہ انکی ایذا کو اٹھاؤ اور تحمل کو اختیار کرو وَاصْبِرْ عَلَى مَا يَقُولُونَ اور صبر کرو اس پر جو منکرین اور معاندین تمہارے کہا کرتے ہیں پھر خواہ کافر ہوں یا منافق ہوں یا فاسق ہوں اس واسطے کہ یہ سب اس راہ سے بالطبع تقرت رکھتے ہیں اور اس راہ پر چلنے والوں کو چاہئے ہیں کہ لوگوں کے نزدیک ان کو ذلیل اور حقیر کر دیجئے اور یوں لوگوں کو سکھاتے ہیں کہ یہ لوگ ظاہر میں ایسی باتیں کرتے ہیں ریا اور مکاری سے ان کی فتنیں خراب ہیں ان کے دلوں میں دنیا کی لالچ بھری ہوئی ہے اگرچہ ظاہر میں اپنے تئیں تارک دنیا کہتے ہیں علی الخصوص اس شخص کو جسے قطع غلیاق کر کے کچھ ان کی پروا نہیں رکھتا اس کو زیادہ تر ۷۰ مطعون غلیاق کرتے ہیں بلکہ اس کے خویش اور اقربا اور دوست اور حتی والے بھی اس نفرت کرنے

گتے ہیں اور کبھی مردی اور خود غرضی کو اور کبھی عاجزی اور سستی کو اور کبھی غرور اور تکبر کو اس کی طرف نسبت کرتے ہیں غرض کہ اس قسم کی تہمتیں لگا یا کرتے ہیں سو ایسوں کی زبانی ایذا رسانی پر صبر کرنا قبل کے لوازم اور شرائط سے ہی پہاں پر جان لیا چاہئے کہ دشمنوں اور حاسدوں کی زبانی ایذا تین قسم کی ہوتی ہے اول یہ کہ اسکے محبوب اور پیار اور استناد اور مرشد کے حق میں زبان طعن کی دراز کرنا سو ایذا رسانی میں یہ قسم بہت سخت ہے دوسری قسم یہ ہے کہ خاص اسی شخص کے حق میں طعن کی زبان دراز کرنا تیسری قسم یہ ہے کہ اسکے بچوں اور یار و دوستوں اور اس کی جو رو کے حق میں طعن کرنا اس واسطے کہ ان علاقوں کے سبب سے ان کی طعن بہت رنج اور ملال کا سبب پڑتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تینوں قسموں کی ایذا اپنی ہمت کے بندہ ہوں اور منافقوں اور کافروں سے انتہا درجے کی پہنچی بخلاف دوسرے نبیوں کے کہ اس میں سے ایک قسم یا دو قسم کی ایذا میں مبتلا ہوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کی تفصیل یہ ہے کہ قسم اول کی ایذا یہ تھی آپ کے رنج دینے کے واسطے حقت کے جلشانہ کی جناب میں کافروں نے اس طرح کی بے ادبیان کین کہ جس کے سینے سے روئیں بدن پر کھڑے ہوتے ہیں چنانچہ بعضوں نے کہا کہ حقت کے مجبور و لڑکے رکھتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ شیطان خدا پر غالب ہے اور خلق کو گمراہ کرتا ہے اور بعضے طعن کے طور سے کہتے تھے کہ محمد کا خدا کہتا ہے کہ میرے محتاج بند و نکو کھانا کھلاؤ اور زکوٰۃ دیو تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ فقیر ہی اور ہم غنی ہیں اور سوائے اسکے بہت سے کفر کے کلمے بجا کرتے تھے اور قرآن شریف کے بھی حق میں عجب عجب طرح کے فاسد احتمال اور جھوٹے خیال بانڈا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں اور شریعت کے حکموں میں وہاں ہی شبہ نکالا کرتے تھے چنانچہ بعضے کہتے تھے لَوْلَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جَمَلَةً وَاحِدَةً یعنی یون کہتے تھے کہ اگر یہ قرآن خدا کا کلام ہے تو ایک ہی مرتبہ کیوں نہ اتارا گیا شکر کی فکر کی طرح کہ کسی دن کوئی غزل اور کسی دن کوئی رباعی اور کسی دن کوئی قطعہ تیار ہو کے کیوں نہ آتا ہے اور بعضے کہتے تھے کہ لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ یعنی ہرگز نمانیں گے ہم اس قرآن کو اور نہ اگلی کتابوں کو اور بعضے کہتے تھے کہ یہ محسوس ہے اور بعضے کہتے تھے کہ کسی کاہن کا کلام ہے اور بعضے

مردی اور کبھی غرضی اور کبھی عاجزی اور سستی کو اور کبھی غرور اور تکبر کو اس کی طرف نسبت کرتے ہیں غرض کہ اس قسم کی تہمتیں لگا یا کرتے ہیں سو ایسوں کی زبانی ایذا رسانی پر صبر کرنا قبل کے لوازم اور شرائط سے ہی پہاں پر جان لیا چاہئے کہ دشمنوں اور حاسدوں کی زبانی ایذا تین قسم کی ہوتی ہے اول یہ کہ اسکے محبوب اور پیار اور استناد اور مرشد کے حق میں زبان طعن کی دراز کرنا سو ایذا رسانی میں یہ قسم بہت سخت ہے دوسری قسم یہ ہے کہ خاص اسی شخص کے حق میں طعن کی زبان دراز کرنا تیسری قسم یہ ہے کہ اسکے بچوں اور یار و دوستوں اور اس کی جو رو کے حق میں طعن کرنا اس واسطے کہ ان علاقوں کے سبب سے ان کی طعن بہت رنج اور ملال کا سبب پڑتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تینوں قسموں کی ایذا اپنی ہمت کے بندہ ہوں اور منافقوں اور کافروں سے انتہا درجے کی پہنچی بخلاف دوسرے نبیوں کے کہ اس میں سے ایک قسم یا دو قسم کی ایذا میں مبتلا ہوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کی تفصیل یہ ہے کہ قسم اول کی ایذا یہ تھی آپ کے رنج دینے کے واسطے حقت کے جلشانہ کی جناب میں کافروں نے اس طرح کی بے ادبیان کین کہ جس کے سینے سے روئیں بدن پر کھڑے ہوتے ہیں چنانچہ بعضوں نے کہا کہ حقت کے مجبور و لڑکے رکھتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ شیطان خدا پر غالب ہے اور خلق کو گمراہ کرتا ہے اور بعضے طعن کے طور سے کہتے تھے کہ محمد کا خدا کہتا ہے کہ میرے محتاج بند و نکو کھانا کھلاؤ اور زکوٰۃ دیو تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ فقیر ہی اور ہم غنی ہیں اور سوائے اسکے بہت سے کفر کے کلمے بجا کرتے تھے اور قرآن شریف کے بھی حق میں عجب عجب طرح کے فاسد احتمال اور جھوٹے خیال بانڈا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں اور شریعت کے حکموں میں وہاں ہی شبہ نکالا کرتے تھے چنانچہ بعضے کہتے تھے لَوْلَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جَمَلَةً وَاحِدَةً یعنی یون کہتے تھے کہ اگر یہ قرآن خدا کا کلام ہے تو ایک ہی مرتبہ کیوں نہ اتارا گیا شکر کی فکر کی طرح کہ کسی دن کوئی غزل اور کسی دن کوئی رباعی اور کسی دن کوئی قطعہ تیار ہو کے کیوں نہ آتا ہے اور بعضے کہتے تھے کہ لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ یعنی ہرگز نمانیں گے ہم اس قرآن کو اور نہ اگلی کتابوں کو اور بعضے کہتے تھے کہ یہ محسوس ہے اور بعضے کہتے تھے کہ کسی کاہن کا کلام ہے اور بعضے

مردی اور کبھی غرضی اور کبھی عاجزی اور سستی کو اور کبھی غرور اور تکبر کو اس کی طرف نسبت کرتے ہیں غرض کہ اس قسم کی تہمتیں لگا یا کرتے ہیں سو ایسوں کی زبانی ایذا رسانی پر صبر کرنا قبل کے لوازم اور شرائط سے ہی پہاں پر جان لیا چاہئے کہ دشمنوں اور حاسدوں کی زبانی ایذا تین قسم کی ہوتی ہے اول یہ کہ اسکے محبوب اور پیار اور استناد اور مرشد کے حق میں زبان طعن کی دراز کرنا سو ایذا رسانی میں یہ قسم بہت سخت ہے دوسری قسم یہ ہے کہ خاص اسی شخص کے حق میں طعن کی زبان دراز کرنا تیسری قسم یہ ہے کہ اسکے بچوں اور یار و دوستوں اور اس کی جو رو کے حق میں طعن کرنا اس واسطے کہ ان علاقوں کے سبب سے ان کی طعن بہت رنج اور ملال کا سبب پڑتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تینوں قسموں کی ایذا اپنی ہمت کے بندہ ہوں اور منافقوں اور کافروں سے انتہا درجے کی پہنچی بخلاف دوسرے نبیوں کے کہ اس میں سے ایک قسم یا دو قسم کی ایذا میں مبتلا ہوتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا کی تفصیل یہ ہے کہ قسم اول کی ایذا یہ تھی آپ کے رنج دینے کے واسطے حقت کے جلشانہ کی جناب میں کافروں نے اس طرح کی بے ادبیان کین کہ جس کے سینے سے روئیں بدن پر کھڑے ہوتے ہیں چنانچہ بعضوں نے کہا کہ حقت کے مجبور و لڑکے رکھتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ شیطان خدا پر غالب ہے اور خلق کو گمراہ کرتا ہے اور بعضے طعن کے طور سے کہتے تھے کہ محمد کا خدا کہتا ہے کہ میرے محتاج بند و نکو کھانا کھلاؤ اور زکوٰۃ دیو تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ فقیر ہی اور ہم غنی ہیں اور سوائے اسکے بہت سے کفر کے کلمے بجا کرتے تھے اور قرآن شریف کے بھی حق میں عجب عجب طرح کے فاسد احتمال اور جھوٹے خیال بانڈا کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین میں اور شریعت کے حکموں میں وہاں ہی شبہ نکالا کرتے تھے چنانچہ بعضے کہتے تھے لَوْلَا نَزَلَ عَلَيْهِ الْقُرْآنُ جَمَلَةً وَاحِدَةً یعنی یون کہتے تھے کہ اگر یہ قرآن خدا کا کلام ہے تو ایک ہی مرتبہ کیوں نہ اتارا گیا شکر کی فکر کی طرح کہ کسی دن کوئی غزل اور کسی دن کوئی رباعی اور کسی دن کوئی قطعہ تیار ہو کے کیوں نہ آتا ہے اور بعضے کہتے تھے کہ لَنْ نُؤْمِنَ بِهَذَا الْقُرْآنِ وَلَا بِالَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ یعنی ہرگز نمانیں گے ہم اس قرآن کو اور نہ اگلی کتابوں کو اور بعضے کہتے تھے کہ یہ محسوس ہے اور بعضے کہتے تھے کہ کسی کاہن کا کلام ہے اور بعضے

تیسری قسم کی ایذا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال سے متعلق تھی وہ یوں تھی کہ مدینہ کے منافق اور فاسق اور حنیبر اور فدک اور نصیر اور قرینہ کے یہودی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خویش اور اقربا اور اصحاب کے حق میں طعن اور تشنیع کے مضمون بنایا کرتے تھے یہاں تک نوبت پہنچی کہ آپ کے حرم محترم کے حق میں بے ادبیاں کیں اور آپ کی زوجہ طاہرہ مطہرہ طیبہ کو زنا کی تہمت لگا سئی نفوذ باللہ من ذالک اور آپ کی وفات کے بعد اس امت کے گمراہوں اور منافقوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلبیت اور اصحاب کے حق میں کوئی بات اٹھا نہیں رکھی طماع اور لالچی اور خود غرض اور دنیا کے طلب اور طالم اور غاصب سب کچھ کہہ لیا اگر ان سب مذہبوں کی باتیں جمع کر کے خوب غور کر کے دیکھئے تو ہو جب ان کے قولوں کے ایسا ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے بعد جتنے اہلبیت اور اقربا اور صحابہ اور متوسل باقی تھے سب کے سب حق راہ سے پھر گئے اور باطل کو اختیار کیا اور دنیا کی طلب میں دین کو چھوڑا بلکہ ایک قلم مرتد اور کافر ہو گئے معاذ اللہ من ذالک حقتاً ان لوگوں کو ہدایت نصیب کرے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قول صادق ہوا کہ مَا أُودِيَ حَىٰ نَبِيٍّ مِثْلَ مَا أُودِيَتْ بَعْنِي آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی نبی اتنی ایذا نہیں دیا گیا جتنی ایذا میں دیا گیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ظلم اور زیادتی کا تحمل کیا اور خلق کی دعوت سے طرف حق کے اور ایمان کی ہدایت اور رہنمائی اور خیر خواہی سے باز نہ رہے تمام عمر شریف،

اس میں صرف کی اللہم صل علیہ واجزنا عنہ افضل ما جازیت نبیاً عن امیہ اپنے اسی حسد و رحمت بھیج ان پر اور جزا دے ان کو ہمارے طرف سے بہتر اس چیز کا جو جزا دی ہو تو نے کسی نبی کو اس کی امت کی طرف سے اور وہ چومشہور ہے کہ اَللّٰهُ سَوَّلَ خَيْرًا غَوَاهِ شَمَانِ بہم مثل گویا ہمارے رسول مقبول کے حال کا بیان ہے اور یہ سب باتیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظہور میں آئیں پہ حقیقت کی امر کے اتباع کے سبب سے ہو اپنے صبر کے مامور تھے اور بدلا لینے اور دل میں گینہ رکھنے سے ممانعت تھی یہاں تک کہ حکم ہوا تھا کہ اگر ان کی ایذا رسائی سبب سے ان کی صحبت میں تم رہ نہ سکو اور اختلاط ممکن نہ ہو تو ان کی صحبت سے تم کو چاہئے کہ کنارہ

کرو وَاٰخِرُ مَوْجِدٍ اٰجِبًا اور چھوڑ ان کی صحبت کو لیکن اچھی طرح کا چھوڑنا کہ اس میں تین چیزیں نہ ہوں اول یہ کہ ظاہر میں ان کی صحبت کو ترک کرنا نہ باطن میں بلکہ باطن میں ان کی صحبت کی طرف میلان رکھ اور ان کے حال سے خبردار رہ کہ کیا کرتے ہیں اور کیا کہتے ہیں اور محضہ کو کس طور سے یاد کرتے ہیں دوسری یہ کہ ان کی بدسلوکی کی شکایت کسی کے سامنے نہ کرنا اور عرض لینے میں ان کو ظاہر نہ کرنا اور ان کے ساتھ گفتگو اور مقابلے کے وقت کچھ خلقی اور بد زبانی نہ کرنا تیسری شرط یہ ہے کہ باوجود جدائی اور مفارقت کے ان کی نصیحت میں قصور نہ کرنا اور ان کی دشمنی کی بات منہم سے مت نکالنا اور ان کی دشمنی مت کرنا بلکہ جس طرح سے ہو سکے ان کی ہدایت اور رہنمائی میں قصور نہ کرنا علمائے کہا ہے کہ ہجر جمیل اس کا نام ہے جس میں یہ تینوں صفتیں پائی جاوے اور اگر ایک صفت بھی ان تینوں سے نہ پائی جاوے تو ہجر جمیل نہ ہوگا اگرچہ دو صفتیں پائی جاوے اور یہ بات بہت دشوار ہے اور جس شخص نے سیرت مطہرہ اور خصلت طیبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث اور سیر کی کتابوں میں دیکھیں یہیں اس کو خوب معلوم ہوگا کہ جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس راہ کے منکروں سے حسد، خلقی اور خیر خواہی کیا کرتے تھے کسی بشر کی طاقت نہیں ہے کہ اس طرح کر سکے یہی وجہ ہے کہ آپ کے اس عمل کی برکت سے ان میں سے بہت لوگ صلاحیت پر آ گئے اور اس امر کا ان کو یقین ملی ہو گیا کہ اس شخص کو ہرگز نفاقیت اور انا نیت نہیں ہے جو کچھ کرتے دیکھتے ہیں حق تعالیٰ کے حکم کے بموجب اس کے حکم میں سر مو تقاوت نہیں کرتے آخر کو لاچار ہو کے آپ کی فرمانبرداری اختیار کی اور آپ کی خدمت گزاری پر دل اور جان سے مستعد ہو گئے اور اگر شاید تمہارے خیال میں اسی محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ آوے کہ ان منکروں کی زبانی ایذا رسانی پر صبر کرنے کا اور ان سے علاقوں کے قطع کرنے کا جو حکم ہوا ہے وہ تو میں نے دل اور جان سے قبول کیا لیکن یہ منکر بد ذات اس طرح کے شریروں کہ دوسروں کو بھی اس راہ پر آنے نہیں دیتے اور اگر کوئی ارادہ آنے کا کرتا ہے تو اس کو زبانی بھی سمجھاتے ہیں اور اپنی مجلس میں بیٹھا کے اپنا حال بھی دیکھلاتے ہیں اور تن پروری اور دنیا کی مز پداری اور نفس کو راحت دینے کی رغبت دلا کے اس راہ سے اس کو

ہجر جمیل کا بیان

پھیر دیتے ہیں سوان لوگوں سے بد دعا کر کے بدلا اور عوض نہ لون میں ان کی ہلاکی کی دعا نہ کروں میں تو یہ ہر طریقہ ہرگز رائج نہ ہو گا اور کوئی ایدھر رخ نہ کرے گا اور مجاہدہ طہا ہری اور باطنی کی طرف جو نفس پر بہت شاق ہی اور شیطان کے فریب اور برے کو اچھا کر دکھلانے کے سببے اور بھی نفس پر شاق ہو گیا ہی کوئی پھینکے گا بھی نہیں پھر میری نبوت کا فائدہ کچھ بھی نہ ہو گا اور میری سعی اور کوشش اس راہ میں بالکل بیفائدہ ہو جائے گی مجھ سے کو اس گروہ شقاوت پر تو وہ سے بدلا لینے کا حکم سو تو بہتر ہی کہ ان پر بد دعا کر کے ان کو ہلاک کروں میں اس واسطے کہ یہ اس راہ کے مغل میں اس طریقے کو ہرگز جاری نہ کرنے دین گے فقط میرے ہی موزی نہیں ہیں کہ میں صبر کئے بیٹھا رہوں سو حق تعالیٰ اس خیال کے جواب میں فرماتا ہی کہ اس امر میں بھی تم دخل مت دو بلکہ اس کو بھی بھی پر چھوڑ دو وَدَّ دُنِيَیَ وَالْمَلٰئِکَةُ اُولٰٓئِیْنِۃٍ اور چھوڑ دے مجھ کو اور اس راہ کے منکروں کو جو ناز نعمت کے اور عیش و آرام کے لوگوں اور تن پروری اور عیش و عشرت کی محنت کے سبب رات کا اٹھنا اور یاد اگہی میں اپنی عمر کو گزارنا اسے ہو نہیں سکتا اور لوگوں کو اپنے حال اور قال سے فریب دیے عیش و عشرت کی طرف رغبت دلاتے ہیں سوان کے واسطے بھی تم کچھ مت کہو اور بد دعا مت کرو واسطے کہ مالک و جہان کا ہوں سو حطرح اس جہان میں بعضے لوگ ایسے ہیں کہ مجاہدہ اور ریاضت میں اور رنج اور مشقت میں مشغول ہیں اور اپنے جسم ناز پروردہ کو خدا کی راہ میں نیست اور نابود کر رہے ہیں ایسی طرح اس جہان میں بھی بعضے لوگ دمان کی رنج اور مشقت میں مبتلا ہو نیکو چاہتے پھر اگر یہ یہاں عیاشی کریں تو دمان کی رنج اور مشقت کو ن اٹھائیں اور اگر اس جہان میں سب لوگ مجاہدہ اور ریاضت پر کمر باندھیں تو اس جہان میں کچھ کہ سب لوگ چین و آرام میں رہیں تو دونوں جہان متغیر اور تباہ ہو جاویں اس واسطے کہ دونوں جگہ رنج بے راحت اور راحت بے رنج پایا جاوے اور خالی ہونا ہر جہان کا احد المتقابلین سے اس جہان کے جہان کے نقصان کا سبب ہے اور ہم تو جامع المتقابلات اور کامل علی الاطلاق ہیں تو ہم سے ایسے نقصان کی کمی و خیرت اور کمزوری نہ کر کہ ان لوگوں کو جلدی اور شتابی ہم اس جہان کے عذاب میں مبتلا کر دیں اور اس جہان کی آرام اور چین سے ان کو محروم رکھیں بلکہ فرصت دینا چاہئے وَمَقَالَمٌ قَلِیْلًا اور مہلت دے ان کو کہ اس جہان

آرام اور چین میں تھوڑی تاکہ اس جہان کے رنج اور مشقت کھینچنے کی استعداد پیدا کریں اس واسطے کہ ہم حکیم
 ہیں استعداد اور لیاقت کے پہلے کسی کو کسی کام میں مشغول نہیں کرتے ہیں والا حکمت میں نقصان پایا جاوے
 اِنَّ كَذٰیْنَا اَنْكَالًا بے شک ہمارے پاس تیار ہیں مجاری بخیرین جو ان کے پاؤں میں ڈالیں گے اسکی
 عوض میں جو یہ دنیا کے علاقوں میں پابند ہو کے اُسے دست بردار ہونے اور قطع کرنے کو انکا جی نہیں چاہتا تھا
 اور اسکی راحت میں ایسے مشغول ہو گئے تھے کہ رات کو اٹھ کے مناز میں کھڑے ہونے سے دل چراتے تھے
 وَجْهِیَا اور آگ ہی دکھتی ہوئی اہل مجاہدہ اور ذکر کے شوق اور عشق کی سویش کے عوض میں جبرج و
 دنیا میں اپنے تئیں اسطش میں جلاتے تھے اور اپنے دل کو اس آگ کی گرمی سے اُٹاتے تھے اور یہ
 منکر مزے اور چینیں اور اُتے تھے وَطَعَامًا ذَا غَصَّةٍ اور کھانا گلا پکڑنے والا عوض میں اس
 مشقت اور رنج کے جواہل مجاہدہ اور اہل ذکر دنیا میں کھینچتے تھے حبِ نچ بلند آواز سے ذکر کرنا اور تہجد
 میں قرآن شریف کی تلاوت کرنا اور ذکر اور قرأت کی تکرار میں اور اس میں شد اور مداور فوق
 اور تحت کی رعایت کرنے میں بلغم گلے میں آکر اٹھتا تھا اور آواز کو سبک کر دیتا تھا اور ان کو ایذا پہنچاتا
 تھا بلکہ کبھی خون بھی تھوکنے لگتے تھے اور اس کے بھی عوض میں جو دنیا میں بے منکر اچھے اچھے مرغن کھانے
 کھا کے اور خوب ٹھنڈے اور میٹھے خوشبودار شربت پی کر اس کے خمار میں مت ہو کر نرم بچھوٹوں پر
 غفلت کی خواب میں پڑے سویا کرتے تھے وَعَذَابًا اَلِیْمًا اور عذاب دکھینے والا یہ دوسری
 قسم کا عذاب ہی جس میں بہت دکھ ہی جیسے دوزخ کے موکھوں کی مار پیٹ یہ عوض میں اس مشقت
 اور رنج کے جو مجاہدہ اور ذکر والے دنیا میں کھینچا کرتے تھے جیسے پنجو تہ جماعت میں جانا اور جمعہ میں
 اور ذکر کے حلقوں میں اور قرآن اور حدیث اور علم اور واعظ کی مجلسوں میں گہٹے پڑتے اٹھتے بیٹھتے
 جانا اور لوگوں کے اثر و حام اور ہجوم کے صدمے اٹھانا سو اس راہ کے منکروں کو اس کے عوض میں وہاں
 دیا جائیگا اور طعن اور تشنیع اور طنز اور کنایہ جو مجاہدہ و نیکے ساتھ مخالف اور منکر کیا کرتے تھے اور اسکی
 عوض میں دوزخ کے سانپ اور بچھوٹے ڈنک ہونگے اور وہاں اس عذاب میں مبتلا کئے جائینگے
 ٹھہرا کر ان کو دنیا میں مہلت ندین ہم تاکہ طرح طرح کی چین اور آرام جی بھر کے کر لین تو ایسے رنج

اور مشقت کھینچنے کی لیاقت اور استحقاق کہاں سے پیدا کریں پھر اس عالم کے رنج اور مشقت کے اسباب مجھنے تیار کر رکھے ہیں وے سب معطل اور بے کار رہ جاویں سو تم کو چاہئے کہ ہماری خدائی کے کارخانے میں دخل مت دو چنانچہ حافظ کہتے ہیں سہ روز ملک و ملک خسروان دانند کہ ای گوشت نشینی تو حافظا محوش تم کو لازم ہے کہ بموجب حکم الہی کے اسکی یاد میں اور علاقوں کے قطع کرنے میں اور طالبوں کی ہدایت میں دل اور جان سے مشغول رہو چنانچہ اس مضمون کو بھی حافظ نے بخوبی ادا کیا ہے سہ سخن از مطرب و می گو دراز و ہر کمتر جو کہ کس نکشود و نکشاید ز حکمت این معمار امان اتنا البتہ تم کو معلوم کر لینا چاہئے کہ ان منکروں کی گرفتاری کا وقت اس وقت ہو گا جب دنیا میں اہل مجاہدہ اور اہل ذکر سے کوئی باقی نہ رہے گا اور راہ ولایت کی بالکل بند ہو جائے گی اور غیبیہ سب خدمتیں معطل اور بیکار ہو جاویں گی جیسے غوثیت اور قطبیت اور ابدالیت اور اتادیت ہی اور قطب مار زمین سے مفقود ہو جائے گا اور ابدال اور اتاد سب اٹھ لے جاویں گے اس واسطے کہ باوجود باقی رہنے ان لوگوں کے دنیا کو خراب کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اس واسطے کہ دنیا جامع ہے دوام ذکر اور مجاہدہ میں اور عیش و عشرت اور آرام اور چین میں اور دونوں بازار میں اسکی گرم ہیں اگر ایک بازار خراب ہو جاوے تو احوال متقابلین سے اس عالم کا خالی ہونا لازم آوے اس واسطے کہ دوسرے عالم کے پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہونا ضرور پڑے گا اور دنیا سے راہ دلالت کی سدود ہو جانے کی اور دوام ذکر اور مجاہدہ کے منقطع ہوجانے کی علامت یہ ہے کہ ولایت کا بیج جسکا نام ایمان ہے جہاں میں نہ رہیگا پھر جب ایسا ہوگا تو ولایت کے وجود کا احتمال بھی باقی نہ رہیگا اور یہ علامت پائی نہ جائے گی مگر **يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ** جس دن کانپنے کی زمین اور پہاڑ قطب مار اور اتاد اور ابدال کی موت کے سبب سے جن کی برکت سے یہ عالم کا قیام اور ثبوت تھا **وَكَانَتْ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهْيَلًا** اور ہو جائینگے پہاڑ ریت کے تو دے کی طرح پھلتے گویا ان کی جڑوں اور جزو نہیں پکڑ باقی نہ رہی اس جگہ پر عربیت کے قاعدے جاننے والے ایک سوال کرتے ہیں کہ جب ال جمع جیل کی ہے تو اسکی خبر میں کثیبا جمیلا فرمانا چاہئے تھا لیکن اسکا جواب

تفسیر سے معلوم ہوا کہ سب پہاڑ ملکر ایک کے ایک تو دے کی طرح ہو جائیں گے جدا ہوں اور امتیاز انہیں نہ رہے گا اگر ہر پہاڑ اپنی جگہ پر ایک کے تو دے کی طرح ڈھیر ہو کر رہ جاتے تو دے بہت ہوتے اور جمع کا لانا صحیح ہوتا اور اس سورت میں جمع کا لانا بلاغت کے خلاف ہی جس طرح اگر کئی نہرین ملکر ایک جگہ نہریں تو اس جگہ نہرین کہتے کہ صارت لکنھا دکنھا انھا داعر یضہ بلکہ نھر اعر یضہ کہتے ہی طرح یہاں پر بھی بوجہ لینا چاہئے اور جو قرب اور وصال کی راہ کے سلوک کی تسلیم سے اور اس کی شہ طون کے بیان سے فراغت پائی ایسی شہ طین جو صبر اور تحمل اور رضا اور تسلیم اور تمام امور بہت کو حکمت الہی پر موقوف کرنے کی طرف منجر ہوئی تھیں تو اب اس راہ کے مستکرون کو خطاب پر عتاب ہونا ہی کہ یہ امر اور نہی جو سمیٹنے اپنے پیغمبر کو کی ہی اور تمہارے اوپر بد و عا کرنے سے اور عوض لینے سے ان کو منع کیا ہی اسے یہ مت سمجھنا کہ یہ پیغمبر فقط قاصد آیا تھا پیغام پہنچایا اور چلا گیا اسکی نافرمانی میں ہم کو کچھ ضرر نہ پہنچے گا بلکہ یہ پیغمبر فقط قاصد نہ تھا اس کا عرض معروض اور گو ابی تمہارے حق میں سنی جائے گی اگر کہنیں اس پیغمبر نے تمہارا گلہ شکوہ حقیقی کی درگاہ میں کیا تو غضب اور انتقام کا دریا جوش میں آیا جائے گا اور دنیا میں بلاؤں اور آفتوں اور قحط اور وبا اور فقر اور رنج میں گرفتار ہو جاؤ گے جس طرح نکلے پیغمبر نکلے مستکرون پر بھی اسی طرح کی آفتیں اور مصیبتیں ہوتی رہی ہیں اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ بِرَبِّكُمْ مِمَّا هِيَ سَمْت رَحْمَتِ رَسُوْلٍ كُوَاه رَسْمِ تَمِ پُر اور یہ عرض کرے کہ فلاں شخص نے اس طریقہ کو قبول کیا اور فلاں شخص نے اسے انکار کیا تاکہ اسکے اظہار کے موافق ہر ایک منکر اور فرمانبردار سے اسی طور کا معاملہ کریں ہم اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا جِس طرح بھیجا تھا ہم نے فرعون کی طرف بھی اسی قسم کا ایک پیغمبر تاکہ اس پیغمبر علیہ السلام کے گواہی اور عرض اسکے حقیقین قبول ہوئے اور دے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کی تخصیص پس مقام پر اس واسطے ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تشریف لیا نافرعون کی طرف بعضے تاریخ والوں کے لائنیں فقط پیغام پر ہی اور ایچی کری کے طور پر تھا اس واسطے کہ دے پیغمبر بنی اسرائیل کے تھے اور فرعون قبط کے قبیلے کا تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھینے سے فرعون کی

طرف یہ بھی منظور تھا کہ نبی اسرائیل قید سے خلاصی پاوین ہدایت اور رہنمائی فرعون اور قبطیوں کی ان کی اصل نبوت میں داخل تھی بلکہ نبی اسرائیل کے رسوں کی اصلاح اور ان کے دلوں کو منور کرنا مقصود تھا اور بس بخلاف دوسرے انبیاء کے کہ جس قوم کی طرف سفیر اور رسول کر کے بھیجے جاتے تھے تاکہ انکو پیغام الہی پہنچا دیں تو اس قوم کی طرف بھی پیغام پہنچانا مقصود ہوتا تھا اور دوسرے طالبوں کی بھی ہدایت اور رہنمائی اور حقیقت کے قرب کا طریقہ تسلیم کرنا اور ان کے دلوں کا منور کرنا بھی مقصود ہوتا تھا سو وہ فقط رسالت نہ رکھتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کی نسبت سے فقط قاصد اور ایلمچی تھے لیکن باوجود فقط اس ایلمچی گری کے ان کی عرض فرعون اور قبطیوں کی ہلاکی کے مقدمہ میں قبول ہوئی اور دنیا کے عذاب میں بہت جلد ہی مبتلا گئے گئے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے فَقَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ پھر زامانی کی فرعون نے اس اپنے رسول کی فَاَخَذْنَا لَا اَخَذًا اویلا پھر پکڑا ہننے اس فرعون کو دنیا ہی میں اب پکڑنا جو بہت وبال رکھتا تھا اس واسطے کہ اس کو دریا میں تمام اسکی فوج اور لشکر کے ساتھ غرق کیا ہننے اور اسکی سلطنت اور ملک اور مال اور مکانات اور باغات اور جہازات اور سوائے اسکے جتنے اسکے عیش و عشرت کے سامان اور اسباب تھے سب ایکدم میں اسکے دشمنوں کو حوالے کر دیے ہننے اب اسکو سوچ کہ فرعون کس طرح کی عظمت اور بزرگی رکھتا تھا لیکن اپنے وقت کے رسول کی زامانی کے سبب سے اسے وبال اور عذاب میں گرفتار ہوا تم تو اس کا عشر عشر بھی مرتبہ نہیں رکھتے ہو پھر تم کیوں اپنے پیغمبر کو اس طرح رہنیدہ کرتے ہو اور اسکے حکم کو قبول نہیں کرتے اگر بالفرض اس پیغمبر کے لحاظ علم اور بردباری کے سبب سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہ نسبت میں آسمان کا فرق ہے اور الگ اور پانی کا تفاوت ہے اس دنیا کے عذاب سے تم بچ گئے اور اس کی بددعا سے محفوظ رہے فَلْيَكْفُرُوا پھر کیونکر بچ گئے اور اپنے تئیں عذاب سے محفوظ رکھو گے اِنْ كَفَرْتُمْ اگر کافر ہی میرے تم اور اپنے رسول کا کہا کسی طرح نماز اتنے يَوْمًا جس دن بیگناہوں سے پوچھ پاچھ اور زکوار ہوگی اس سبب سے کہ گنہگاروں کے ساتھ کچھ علاقہ رکھتے تھے اور بیگناہوں کے دلوں میں بھی دہشت بٹھ جائیگی یہاں تک کہ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا کر دیگا وہ دن چھوٹے بچوں کو بڑا سفید بال کا یعنی استدر خوف

کھانسی کے کہ ان کے بال سفید ہو جائیں گے اور اس دن بچوں کے بال سفید ہو جائیں گے، وجہ یہ ہوگی کہ اپنے ماں باپ
 بھائی بہنوں کی گریہ اور زاری اور بہت ماری اور گرفتاری دیکھ کر رنج اور غم اور فکر کا ان پر غلبہ
 ہو گا اور یہ غلبہ ان کے دل میں روح کے مجتبر اور بند ہو جانیکا سبب پڑیگا اور حرارت عزیز صغیف
 اصل ہو جائیگی اور خلط فحاجت پیدا کر نیگے یعنی خامی اور بلغم متکثر ج یعنی ستر اچھندی لگا ہوا غالب ہو کے
 مسامون کی راہ سے یعنی بال نکھنے کی جگہوں سے باہر نکل آویگا اور اس قسم کا رنج اور الم جو اس
 بچوں کو ہو گا کچھ جزا اور عذاب کی راہ سے ہو گا جس طرح معتزلہ اپنی غلط فہمی سے یہ سمجھے اور پھر سب کا انکار
 کیا ہی اور کلام کو تمشیل اور کنایہ پر حمل کیا ہی بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ رنج اس عالم کے حکمون سے تبعیت
 کی طور پر ہو گا اور اس کا ہونا ضروری ہی جس طرح درد اور رنج بچوں کو دنیا میں ہوتا ہی لیکن
 بعض تفسیرون میں یہ بھی مذکور ہے کہ یہ رنج خاص کافروں کے بچوں کو ہو گا نہ مسلمانوں کے بچوں کو ملاحظہ
 میں اس کی وجہ ایسی معلوم ہوتی ہے کہ کافروں کی گریہ اور زاری اور بیکاری بہت ہوگی یہاں تک کہ ان
 بچوں کو بھی ان کی تاثیر ہوگی بخلاف مسلمانوں کے کہ یہ چیزیں ان پر اگر ہونگی تو بہت ملکی اور خفت کے ساتھ
 ہونگی اور جلدی اسے اٹھائی جاوین گی اور باوجود اسکے ایک فرق دوسرا بھی ہے کہ مسلمانوں کے
 بچوں کو اپنے ماں باپ اور خویش ادا قرابا کا خلاص کرنا عذاب سے ممکن ہی اس واسطے کہ وہ سبایا نثار
 ہیں اور شفاعت اور عفو کی شرط بھی ایمان ہی سو بچوں کو رنج اسباب کا ہو گا کہ اپنے ماں باپ اور خویش
 اقربا کو عذاب میں مضطر اور بیکار دیکھنے پھر ان کی شفاعت کی نہیں اور ان کی پیشکش نہیں ہونگے اور حق تعالیٰ ان کی
 عرض اپنے فضل اور کرم سے قبول کریگا اور ان سب کو عذاب سے نجات بخشے گا چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے
 کہ جب کے تین بچے نابالغ دنیا میں مرے ہونگے دوزخ میں جانا اس پر حرام ہو گا اس واسطے کہ وہ بچے
 قیامت کے دن اس کو دوزخ میں نہ جانے دیئے اور حق تعالیٰ اپنی رحمت قدیم اور رحیم سے ان کی دعاؤں کو
 قبول کرے یا بخلاف کافروں کے بچوں کے کہ اپنے ماں باپ کا عذاب میں گرفتار ہونا دیکھنے اور انہیں ایمان
 کے نہ ہونے کے سبب سے ان کی شفاعت کے واسطے عرض بھی نہ کر سکیں اس واسطے کہ ایمان شرط ہے
 شفاعت کا سوا چار ہو کے اس رنج اور غم میں مبتلا رہیں گے یہاں تک کہ جب بہشت میں جائیں گے اور یہی

خدا تبارک و تعالیٰ کا عہدہ ان کو ملے گا پھر بہشت میں جانے کے بعد رب خویش اور اتر با کا غم بھول جا دیں گے اور بعض مفسرون نے ایسا کہا ہے کہ بال کی سفیدی اس دن حرام زادی کی علامت ہوگی یعنی جو بچے زنا سے پیدا ہوئے ہیں وہ اس دن کی بول اور دہشت میں گرفتار ہونگے اور ان کے سوا اے دوسرے بچے اس آفت سے محفوظ رہیں گے لیکن اس شخص کے واسطے کوئی مستند ضرور ہے اور سوائے اسکے بیگناہ کی گرفتار کی توجیہ طلب ہے اس واسطے کہ گنہگار زانی اور زانیہ بہین بچہ جو زنا سے پیدا ہوا وہ بیگناہ ہی حاصل کلام کا یہ ہے کہ اس دن کا خوف تھوڑے بھی گناہ کے علاقے سے غالب ہو گا یہاں تک کہ گنہگاروں کے مکانات بھی ڈاڈے جائیں گے اور جس مکان اور جس زمین میں گناہ ہوا ہو گا ویسے سب خراب ہو جائیں گے بلکہ السماء آسمان بھی باوجود اسکے کہ آسمان میں کوئی گناہ نہیں ہوا اور وہاں کے رہنے والے بھی سب معصوم اور پاک ہیں لیکن جو گنہگاروں کا رزق وہاں سے نازل ہوتا تھا اور ستاروں کی روشنی اور آسمان کی گردش سے بھی گنہگاروں کو فائدہ ہوتا تھا اس سبب سے وہ بھی متقلب ہو گا بلکہ اس طرح کا برباد اور خراب ہو جائیگا کہ آسمان آسمان نہ رہے گا تاکہ اسکی صفت میں تائینت کی لفظ بولی جاوے اس واسطے کہ ہر چیز کی تائینت اسکی صورت ذہنیہ کے لازم سے ہے جو لفظ کے واسطے سے ذہن میں اس صورت پر دلالت کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ جو وقت کسی لفظ سے کوئی معنی تعبیر کرتے ہیں تو تذکیر اور تائینت میں اس صورت کا اعتبار ہے جو اس لفظ سے ذہن میں حاصل ہوئی ہے نہ وہ صورت جو حقیقت میں پائی جاتی ہے جیسے مرد کو نفس یا جان کر کے تعبیر کریں گے تو مونث ہے اور عورت کو اگر آدمی کر کے تعبیر کریں گے تو مذکر ہے سو جب یہ آسمان درہم برہم ہو گیا تو جو صورت کہ آسمان کے لفظ کی مدلول تھی وہ ذہن میں نہ رہی تو اب جو نہایت اسکے حق میں کہا جاوے وہ یہ ہے کہ آسمان شئی منفطیہ ایک چیز ہے پٹی ہوئی اس دن کے صدمہ کے سبب اس واسطے منفطہ نہ فرمایا باوجود اس بات کے کہ آسمان مونث ہے گویا یہ اشارہ ہی اس بات کی طرف کہ آسمان کو اس وقت آسمان نہ چاہئے کہنا اور نہ چاہئے جو جتنا جتنی گھر کو اس کی دیواریں اور چھت ڈانڈ کے بعد گھر نہیں کہتے بلکہ پڑا ہوا میدان کہتے ہیں پھر جب آسمان آسمان نہ رہا تو تائینت بھی کوسلے رہے اور یہ بھی ہے کہ یہاں مناسب نہ معلوم ہوا کہ آسمان

کی بقا پر اسکی تائینت دلات کرے اور ہر جگہ کہ کسی کے دل میں یہ سوال گذرے کہ اگر ایسا تھا تو اِذَا السَّمَاءُ
 اَنْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَاءُ اَنْشَقَّتْ اور اَنْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ میں کیوں نہ اس بات کا اعتبار
 کیا اور وہ ان تائینت کیوں لائے اس کا جواب یہ ہے کہ اِذَا السَّمَاءُ اَنْفَطَرَتْ اور اِذَا السَّمَاءُ اَنْشَقَّتْ
 یہ دونوں جملے غلیب ہیں اور فعل حدوث اور تجدید پر دلات کرتا ہے اور ابتداء انفطار اور انشقاق
 میں آسمان آسمان تھا اور اس کے جو جو صورت کے لازمے تھے تائینت وغیرہ و سب سب برقرار تھے تو
 اس واسطے تائینت کی علامت ان فعلوں میں ضرور ہوئی بخلاف السَّمَاءِ مَنْفَطِرَةٍ کے کہ یہ فقط جملہ اسمیہ
 اور یہہ استمرار اور ثبوت پر دلات کرتا ہے اور دوام اور ثبوت کسی چیز کا بعد تمام ہونے اس چیز کے
 ہی اور انفطار کے تمام ہونے کے بعد آسمان نہ رہا تاکہ اسکی صورت سائبہ کے لازمے قابل اعتبار کے ہیں
 اور اَنْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَاهِيَةٌ میں وجہ یہ ہے کہ ابتداء انشقاق میں جو مدلول انشققت کا ہے
 اس وقت آسمان اپنے حال پر آسمان تھا اتنا البتہ تھا کہ اس کے جزؤں میں انشقاق شروع ہوا تھا اور باقی
 جز ڈھیلے اور بودے ہو کے پھٹنے کے قریب ہوئے ہونگے سو دہی کے وقت کہ سستی اور بودے پن کو
 کہتے ہیں صورت سائبی آسمان سے جدا ہوئی تھی تاکہ اس صورت کے لوازمات کو اعتبار نکرین چنانچہ
 وَالْمَلَكُ عَلَى اَرْجَائِهَا کا مضمون آسمان کی بقا پر صراحۃً دلات کرتا ہے اور مگر لوگ یہ کہیں کہ اسطر حکا
 دہشت ناک دن جو تم بیان کرتے ہو ایسا دن ہونا بہت بعید ہی عقل سے اور اگر فرض کیا کہ ایسا دن
 ممکن ہی لینے ہو سکتا ہے لیکن ہر ممکن سے خوف میں رہنا اور اسکی دفع کی فکر میں پڑنا اور اپنی چین اور
 آرام کو کھونا عاقل کا کام نہیں ہے اور اگر بالفرض ایسا دن کا ہونا اور ایسی بلاؤں کا اس دن میں پایا جانا
 ہو تو اس لحاظ سے کہ جزا اور سزا اور ہر کام کا بدلہ لازم ہے لیکن پھر بھی وہ بلا متوقع اور موعود
 ہی لینے اسکے آئینکا وعدہ کیا گیا ہے اور یہ مثل مشہور ہے کہ سہ ترس از بلائے کہ شب در میانست
 یعنی ایسی بلا سے ڈرنا نہ چاہئے جس کے درمیان میں رات ہی لینے اتنی دیر میں خدا جانے کیا ہو پھر ہم
 کس واسطے اپنا چین و آرام اس وہی خوف سے برباد کرین تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ یہ تمہاری
 سمجھ کی غلطی ہے اس واسطے کہ جس بلا کا واقع ہونا ضعیف قرب ہے اور بودی نشانوں سے عقل کے نزدیک

ثابت ہوتا ہے یا اس بلا کا عام ہونا اور سب کو شامل ہونا ہر شخص کو معلوم ہوا ایسی بلاؤں سے نڈرنا اور اسکی پروا نہ رکھنا اگر ہووے تو کچھ چندان مضائقہ نہیں ہے لیکن بس بلا کا وقوع ضروری اور قیسی ہو اور علی العموم سب کو شامل ہو تو ایسی بلا سے ڈرنا اور اسکے بچاؤ کی تدبیر کرنا البتہ چاہئے عقل ہرگز ایسی بات کو نپا ہے گی کہ ایسی بلا سے نڈر اور بے پروا ہو کے بیٹھ رہے اور اسے بچاؤ کی کچھ بھی تدبیر نہ کیجئے اور وہ قیامت کا دن اسی قسم کا ہی اس واسطے کہ كَانَ وَعْدُهُ مَفْعُولًا ہی وعدہ اس دن کا ہونے والا اور عمل میں آنے والا اس واسطے کہ یہ مقتضائی کا وعدہ ہے اور حق تعالیٰ کے وعدے میں خلاف ہونا محال ہے سو اس دن کے آنے کو اگرچہ اس دن کے لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ ممکن الوقوع ہے لیکن حق تعالیٰ کی حکمت اور عدل کے لحاظ سے اور اسکے وعدے کی سچائی کے لحاظ سے واجب الوقوع ہی اور موافق وعدے کے ہر سختی اور مصیبت اس زور کی عام ہے یعنی ہر شخص کو اپنے بچاؤ کی تدبیر کرنا چاہئے خط اب جانا چاہئے کہ اس سورت کی ابتدا سے یہاں تک جو سلوک الہی اللہ کے ضروریات تھے اور جو اس راہ با صفا کے موافق تھے ان کے دفع کرنے کے طریقے واضح دلیلوں سے بیان فرمائے اور ظاہر میں خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی طرف خطاب فرمایا تھا سو اب ارشاد ہوتا ہے كَانَ هَذِهِ تَذْكِرَةً بے شک یہ سورت اور اس سورت کے مضمون حق تعالیٰ کے قرب کی راہ حاصل کرنے کے واسطے یاد دہی ہی طرقل ذی روح کے واسطے کچھ خاص پیغمبر ہی کی واسطے یہ حکم نہیں ہے فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذْ إِلَىٰ رَبِّهِ پھر جو چاہے لے اپنے پروردگار سے کے قرب کی طرف کی سہیلہ ایک راہ کو ان راہوں سے اپنی استعداد اور خواہش کے موافق یعنی اگر چاہے مجاہدہ نفس اور شکی کے ذکر اور تبتل کی راہ کو اختیار کرے اور اگر چاہے اختلاط اور دعوت اور نصیحت اور رہنمائی اور صبر کے طریقے کو اختیار کرے اور اس بیان کو تذکرہ یعنی یاد دلادینا اس واسطے کہا ہے اگرچہ یاد دلانیا اس جگہ پر کہتے ہیں کہ کوئی چیز پہلے سے معلوم تھی لیکن اب بھول گئی کہ روح بدن سے متعلق ہونے کے پہلے اس عالم قدس اور پاک میں رہتی تھی اور اس کو اس عالم میں تھوڑا سا قرب حضرت جل شانہ سے حاصل تھا دنیاوی علاقوں اور محنت جگلی سے اور خدائی نجاستوں سے اور جانور و ن کی سی

عادتوں سے پاک اور صاف تھی سو اب جو بدلتے متعلق ہی اور ان چیزوں کی قید میں گرفتار رہی تو اس
 قرب کی لذت کو بھول کے دنیاوی معاش کی تدبیر میں پھنس گئی ہی وہ قرب اور صفائی بالکل اسکے
 یاد جاتی رہی سو اس سلوک کے طریقے کو بیان فرما کے اس اصلی حالت کو اسکو یاد دلاتے ہیں اور اسی
 اصلی ٹھکانے کا اس کو لالچ دلا کے مشتاق کرتے ہیں چنانچہ کسی عارف باللہ نے کہا ہے سہ میل ہر غصہ بڑ
 سوئے مقر اعلیش جذبہ اصل بہت سرشورش متانہ ام یعنی ہر غصہ کی خواہش اپنی اصل کی طرف
 ہوتی ہے چنانچہ آگ کی خواہش اوپر کو اور خاک کی خواہش نیچے کو سو ہماری شورش متانہ کا سبب
 بھی کشش ہی اپنی اصل کی طرف یعنی وہی قرب الہی کی طرف اسجگہ پر جانا چاہئے کہ اصل میں ہم سورت
 اسی آیت پر تمام ہوئی تھی چنانچہ مفسرین نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ اور دو صحابہ کرام
 رضی اللہ عنہم جمعین سے روایت کی ہے کہ اس سورت کے اول میں جو شب بیداری کی بالکل ریاضتیں
 اور مجاہدے اور تہجد کے ادا کرنے کو بیان کیا ہے اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دو
 آپ کے رفیق صحابہ نے سلوک کے اللہ میں انتہا درجے کی کوشش کرنا شروع کیا بلکہ اس قسم کی عبادت کو اپنے
 اوپر لازم کر لیا اور ہمیشہ اس میں مشغول رہتے تھے یہاں تک کہ بعضوں نے تو رات کا سونا چھوڑ دیا اس
 خوف سے کہ مبادا کہیں زیادہ ہم سو جائیں اور اس مدت معین میں جہر ہم مقرر ہوئی ہے یعنی آدھی رات
 یا کچھ ایسے تھوڑی کم یا زیادہ میں خلل واقع ہو جاوے اور زیادہ سونے اور آگے پیچھے اٹھنے کے سبب
 سے اس مدت کو پورا نہ کر سکیں اور ہم تقصیر وار ٹھہریں چنانچہ ان لوگوں کو بہت محنت اور مشقت ہوئی
 آخر کو ان لوگوں کے پاؤں پر ورم آگیا اور رنگ انکے زرد ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہونا
 یہی حال تھا اور باقی ماندہ صحابہ بھی اسی خوف میں رہتے تھے کہ ایسا ہونکہ اس مدت مقرر میں ہم
 قصور واقع ہووے اور عہدے کی ذمہ برداری سے ہم پاک نہ ہووین چنانچہ ہر حکم اور اسی قسم کی
 محنت اور مشقت پورے ایک سال تک یعنی بارہ مہینے تک رہی پھر بعد ایک سال کے حق تعالیٰ نے یہ اگلی
 آیت اس سورت پر زیادہ کر کے نازل فرمائی سو اس آیت کے نزول کے سبب مدت کی تعین معاف
 ہوئی لیکن اصل تہجد کی نماز اور شب بیداری بغیر تعین مدت کے اور بغیر تعین عدد رکعتوں کے اور بغیر

تعبین قرأت کی قدر کے باقی رہی بلکہ سنت مؤکدہ ہوئی پھر اس آیت کے نزول ہونے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور وسوسہ اصحاب کو بھی حکم کرنا مختلف رہا جتنی جس کی قوت اور استعداد آپ دیکھتے تھے ویسا آپ حکم فرماتے تھے اور وقت کی کتنی زیادتی دل کے لگنے پر موقوف ہی لینے اگر دل زیادہ لگے تو زیادہ جاگنا اور عبادت میں مشغول رہنا بہتر ہے اور اگر دل بے چین اور بے آرام ہووے تو تھوڑے پر کفایت کر لینا چاہئے اس میں کچھ نقصان نہیں ہے اور یہی آپ کا بھی طور رہا **اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَیْکَ** چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کو آپ نے فرمایا تھا کہ تہجد کی منازت میں ایک ختم ہر جیسے میں کیا کرو تو ہر رات کو ایک س پارہ کی قدر قرار تہ قرآن شریف کی ہوا کرے گی اور بعضے روایتوں میں ختم قرآن شریف کا چالیس رات میں بھی آیا ہے پھر جب عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنی قوت اور رغبت اس امر میں زیادہ بیان کی تو آپ نے ایک ہفتہ ان کے واسطے مقرر کیا جسے ہر ہفتہ میں ایک ختم کیا کرو پھر اکثر صحابہ نے بھی اپنا یہی طور معمول کر لیا اور قرآن شریف کے سات حصہ اس طور پر مقرر کر لئے تھے کہ جمعہ کی رات کو تین سورتیں اور شنبہ کی رات کو پانچ سورتیں اور یک شنبہ کی رات کو سات سورتیں اور دو شنبہ کی رات کو نو سورتیں اور شنبہ کی رات کو گیارہ سورتیں اور چہار شنبہ کی رات کو تیرہ سورتیں اور یک شنبہ کی رات کو سورہ قاف سے آخر قرآن تک اور اس کو فنی بتوقی کا ختم کہتے ہیں یعنی پہلے دن سورہ فاتحہ سے سورہ مائدہ تک پھر وہاں سے سورہ یونس تک پھر وہاں سے سورہ بنی اسرائیل تک پھر وہاں سے سورہ شعراء تک پھر وہاں سے سورہ الصافات تک پھر وہاں سے سورہ قاف تک پھر وہاں سے سورہ ناس تک اور حضرت امیر المومنین سپہا عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کی شب کو سورہ مائدہ بھی تمام کر لیتے تھے اور شنبہ کی شب کو سورہ ہود کے آخر تک اور یک شنبہ کی شب کو سورہ مریم کے آخر تک اور دو شنبہ کی شب کو سورہ قصص کے آخر تک اور شنبہ کی شب کو سورہ صافات کے آخر تک اور چہار شنبہ کی شب کو سورہ رحمن کے آخر تک اور یک شنبہ کی شب کو قرآن شریف ختم کرتے تھے اور اس ختم کو اخواب کہتے ہیں اور بعضے صحابہ جیسے عبداللہ بن مسعود وغیرہ آیتوں کا شمار کرتے تھے اور ہر رات کو ہزار آیتیں پڑھتے تھے چنانچہ اس سورت میں بھی ساتویں شیکو

ختم ہوتا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص تہجد کی نماز میں دس آیتیں دو رکعتوں میں پڑھتا ہے اس کو غافلون میں نہیں لگتے ہیں اور جو شخص سو آیتیں کئی رکعتوں میں پڑھے اس کو عابدوں میں لگتے ہیں اور جو شخص ہزار آیتیں پڑھے اس کو عمدہ زراروں میں لگتے ہیں اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ جو شخص قرآن شریف کی پچاس آیتیں تہجد میں پڑھتا ہے تو قیامت میں قرآن شریف کے ساتھ خاصہ اور جھگڑا نہ کیے گا اور نہیں تو اسے جھگڑیگا کہ تو نے مجھ کو ضایع کیا اور میری تلاوت کا حق ادا نہ کیا اور بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ جو شخص دو آیتیں سورہ بقرہ کے آخر کی تہجد کی نماز میں پڑھے تو اس کو کافی ہیں اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ ایک دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے فرمایا کہ کیا تم سے نہیں ہو سکتا ہے کہ تہائی حصہ قرآن شریف کا ہر رات کو پڑھا کر صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ تہائی حصہ قرآن شریف کا ہر رات کو پڑھنا بہت مشکل ہے یہ کس سے ہو سکتا ہے پھر آپ نے فرمایا کہ سورہ قل ہو اللہ احد ثواب میں تہا حصہ قرآن شریف کے برابر ہے اگر اس کو تم پڑھا کر دو تہائی حصہ قرآن شریف کا ثواب تکو ملا کرے گا اسی واسطے اکثر مشایخوں نے قل ہو اللہ احد کو تہجد کی نماز میں پڑھنے کی عادت ڈالی ہے اور اس کے کئی طور ہیں پہلا طور یہ ہے کہ سورہ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں تین مرتبے اس سورت کو پڑھا کرے دوسرا طور یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد بارہ مرتبے اس سورت کو پڑھے پھر ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ کہتی کرتا جاوے یہاں تک کہ آخر رکعت میں کہ بارہویں ہوگی ایک مرتبہ پڑھنا ہوگا تیسرا طور یہ ہے کہ پہلی رکعت میں بعد سورہ فاتحہ کے ایک مرتبہ پڑھے پھر ہر رکعت میں ایک ایک مرتبہ زیادہ کرتا جاوے تاکہ بارہویں آخر رکعت میں بارہ مرتبے پڑھنا ہوگا لیکن فقہاء کے نزدیک یہ طور بہتر نہیں ہے اس واسطے کہ اس سورت میں ہر دوسری رکعت پہلی رکعت سے دونی ہوگی اور یہ ترک اولیٰ ہے اور بعض مشایخ ہر رکعت میں سورہ مزمل کو سورہ اخلاص کے ساتھ ملا کر پڑھا کرتے ہیں اور حضرت خواجہ عزیزان قدس سرہ سے جو کہ وہ نقشبندیہ کے سر حلقہ ہیں ایسا منقول ہے کہ اپنے یاروں اور مریدوں سے تہجد کی نماز میں سورہ یسین پڑھنے کو فرماتے تھے اور کہتے تھے کہ جب تین دن جمع ہوتے ہیں تو جلدی مطلب حاصل ہوتا ہے ایک دن رات کا کہ آدھی رات کے بعد ہے اور دوسرا دن قرآن شریف کا کہ سورہ یسین ہے اور تیسرا دن

ایماندار آدمی کا کہ ایمان سے پرہیز حاصل کلام کا الٹی آیت کے نازل ہونے کے سبب نماز تہجد کے وقت کے انداز سے میں اور اس کی کیفیتوں میں اور خصوصیتوں میں بڑی وسعت ہو گئی اور حقیقت میں سب سے بہتر نماز تہجد ہی وسعت کے قابل ہے اس واسطے کہ وہ وقت نیند کے غلبے کا اور اسباب کے نہ پائے جانے کا اور کئی زیادتی رات کے نہ معلوم ہونیکا وقت ہے اگر اس میں اتنی وسعت نہ ہوتی تو اس کا ادا کرنا بہت مشکل ہوتا چنانچہ باوجود اس وسعت کے بھی اس نماز کا ادا کرنا بہت دشوار ہے بدون غیبی توفیق اور تائید کے مداومت اور ہمیشگی اس نماز پر ہونہیں سکتی اَللّٰهُمَّ وَفَّقْنَا بِهٖ فَقَطْ اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنْتَ تَقُوْمُ اَدْنٰی مِنْ ثَلَاثِي اللَّیْلِ بے شک پروردگار تیرا جانتا ہے کہ تہجد کی نماز میں تم کھڑے رہتے ہو کبھی دو تہائی رات کے قریب وَفَضْلُهُ اور کبھی آدھی رات وَثُلَاثُہُ اور کبھی تہائی رات سو تم ہمارے حکم کی فرمانبرداری کرتے ہو اور جو کہنے کہا ہے اس کو بجا لاتے ہو اور قلیل کے لفظ کا مطلب جو بہت ارسا د کیا تھا کہ اَوْ اَنْقَصَ مِنْهُ قَلِيْلًا اَوْ زِدْ عَلَیْہِ اس کو تم خوب سمجھے کہ نقصان اور قلت کی حد کو چھٹے حصے تک پہنچا یا اوپر ہے اس لفظ سے ہماری مراد بھی اس واسطے کہ اگر چھٹے حصے سے کچھ زیادہ نقصان بازید کرتے تو نہ ہوتا مگر ربع یعنی چارم حصہ اور چارم حصہ آدمی کا آدھا ہے اور آدمی چیز پر تھوڑی کی اطلاع نہیں ہوتی ہے اس لیے اس کو تھوڑا نہیں کہتے ہیں وَطَائِفَةٌ مِنَ الَّذِیْنَ مَعَكَ اور اسی طرح کھڑے رہتے ہیں ایک گروہ ان لوگوں سے جو تمہارے ساتھ اور تمہاری رفاقت میں سلوک الے اللہ پر مستعد ہیں اور تمہارے عمل اور تمہارے بوجھ کی اتباع اور پیروی ہر کام میں کرتے ہیں اور ان لوگوں کو جو تمام رات جگا کرتے تھے اور عبادت الہی میں مشغول رہتے تھے یہاں ذکر فرمایا اس واسطے کہ وہ ایک وجہ سے قابل تہجد ہیں عمل احسن پر کرتے ہیں اور ایک وجہ سے عقاب کے سزاوار ہیں یعنی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی بوجھ کی پیروی نہ کی اور اس انداز سے مقررہ کو تحقیق معلوم کر لینا تم سے اور تمہارے پیرو لوگوں سے ہرگز ممکن نہیں ہے اس واسطے کہ زیادتی اور نقصان رات کا تمہارے ہاتھ اور خستہ پار میں نہیں ہے وَاللّٰهُ یَقْدِرُ اللَّیْلَ وَالنَّهَارَ اور اللہ تعالیٰ وہ ہی جو اندازہ کرتا ہے اور مقدار بخشتا ہے رات اور دن کو چنانچہ چھ حصے تک ہر روز رات کم ہوتی جاتی ہے اور دن میں زیادتی ہوتی جاتی ہے اور پھر چھ حصے تک دن سے

کتنی ہوتی جاتی ہے اور دہائی میں زیادتی ہوتی جاتی ہے سو کوئی رات سال میں دوسری رات کے بالکل برابر نہیں ہوتی ہے پھر جب ایک رات پوری دوسری پوری رات سے برابر نہ ہوئی تو اس کا نصف بھی دوسرے نصف سے برابر نہ ہوگا پھر اسی پر ایک تہائی اور دو تہائی اور چھٹے حصے کو بھی خیال کر لو کہ وہ بھی برابر ایک دوسرے سے نہ ہوگا اس واسطے کہ ہر چیز کے متفرق خبر بھی زیادتی اور کمی میں اسی چیز کے تابع ہوتے ہیں پھر تم کو سال بھر ہر رات کا نصف پہچاننے میں بہت محنت اور مشقت ہوگی پھر گھڑی اور گھڑیا کے اور علم ہیئت کے سیکھنے کے اور ہر سال کی تقویم زتج سے نکالنے کے اور آسمانی حرکتوں کا حساب دہجے اور دقیقے اور ثوانی اور ثوانی پر کرنے کے محتاج ہوں گے اور اس کام میں زیادہ مشغول ہونے کے سبب سے ملت خفیفہ سے دوہر ہو جاؤ گے اس واسطے کہ امی ہونا اس ملت کے لازم سے ہے اور رمضان اور ہنود اور یونانیوں اور دوسرے کافروں کے گروہوں کی طرح تقویوں کے استخراج میں اور پڑے لکھنے میں تمہاری امت بھی مشغول ہو جائے گی اور یہ بات بڑے دوفادوں کا سبب پڑیگی پہلا فائدہ یہ کہ مقصد کو چھوڑ کے وسیلہ میں مشغول ہونا ہے اور اسی امر نے ایک عالم کو خراب کر رکھا ہے چنانچہ علم نحو اور صرف اور منطق اور معانی اور کلام اور اصول میں استدر تو غل کرتے ہیں کہ اصل مقصد سے محروم رہتے ہیں پھر بتل اور ریاضت اور رفع حجاب تو ان سے مسافٹوں اور منزلوں دور رہتے ہیں دوسرا فائدہ یہ ہے کہ یہ شغل ان کو رفتہ رفتہ اسپر لاویگا کہ ستاروں کی حرکات اور اتصالات اور انحرافات اور قرانات کے ہی متقی میں رہا کریں گے اور اسی میں غور اور فکر کیا کریں گے پھر ستاروں کی تاثیر کا اعتقاد ہو ویگا اور ان کے سعد اور نحس ہونے کے معتقد ہو جائیں گے آخر کو شرک کی حد کو پہنچیں گے پھر بھی ہر دن اور رات کی زیادتی اور نقصان کا علم ان کو تقریبی رہیگا تحقیقی ہرگز حاصل نہ ہوگا اس واسطے کہ حتمی نے ازل ہی میں عَلِمَ اَنْ لَّنْ مَخْصُوعَہَ جان لیا ہے کہ تم کوئی اس مقدار معین کو گھیر نہ سکو گے اس میں پیغمبروں خواہ امت ان کی توشب بیداری کے واسطے مدت معین کی تم کو تکلیف دینا تکلیف مالا یطاق ہے ایسے تمہارے اختیار سے یہ بات باہر ہے اس واسطے مدت میں وسعت رکھی اور معین نہ کی اب باقی رہے یہاں پر دو سوال جواب پہلا سوال یہ ہے کہ اگر شب بیداری کی مدت کی تعیین مسافٹوں اور

دقیقون ستویہ اور برابر سے فرماتے تو ہو سکتا تھا اس واسطے کہ اس پر مطلع ہونا چنانہ شکل تھا اور دریا
کرنا اور احاطہ کرنا اس کا ممکن تھا پھر مدت کی تعیین کو کیوں موقوف کیا اسکا جواب یہ ہے کہ اگر ہر اقلیم
کی ایک سال کی پوری مدتوں میں اور مختلف موسموں میں خیال کیجئے اور پھر ساعتوں اور دقیقوں ستویہ کو
دیکھئے تو معلوم ہو جاوے کہ کیا کیا نسبتیں گونا گوں پیدا ہوتی ہیں بعض اقلیموں میں بعض فصلوں میں
جواسعتیں اور دقیقے آدمی رات کے انداز سے پہنچتے ہیں وہی دوسرے ملک میں دوسری فصل
میں چہارم کے انداز سے بلکہ اس سے بھی کم ہوتے ہیں سو اس طرح کا فاحش اختلاف عام کی تکلیف میں کسی
طرح مناسب نہیں ہے اور باوجود اسکے جو جو منکر اور خرابیاں شب کے اجزاء شایہ متفرقہ کی تکلیف
میں کاٹ کئے گئے ہیں وہی خرابیاں یہاں بھی موجود ہیں چنانچہ لیلینے اور بے فائدہ علمونین تو غل کرنا اور
مقصد کو چھوڑ کے وسیلوں میں مشغول ہونا اور نجوم کی تاخیر و ن کے اعتقادات کا خوف ہونا یہ سب باتیں
یہاں بھی موجود ہیں پہلی تکلیف کو ترک کرنا اور اس تکلیف کو باقی رکھنا اور بجالانا ایسی مثل ہوئی جیسے
عرب میں مشہور ہے کہ قَرَمِ الْمَطَرِ وَقَفَ تَحْتَ الْمِيزَابِ یعنی پانی سے بھاگا اور پرانے کے
نیچے جا کھڑا ہوا اور برابر سوالیہ یہ ہے کہ اگر یہ تکلیف اسے مفردوں کو شامل تھی بلکہ تکلیف مالا یطیق تھی
تو اول سورت میں کیوں نہ ذکر فرمایا اور پہلے سے اس طرح کی وسعت کیوں نہ کر دی اور ایک سال ہجرت
کو واسطے پیغمبر کو اور ان کے یاروں کو محنت اور مشقت میں ڈالا اسکا جواب یہ ہے کہ علم الہی میں اس
حال کی واسطے ہی وسعت اصلاح تھی لیکن صاحب امر اور نہی کا دستور ایسا ہے کہ جب کوئی مشکل کام کسی
سے کرانا منظور ہوتا ہے تو پہلے اسے زیادہ مشکل کام کا حکم فرماتے ہیں اور تھوڑے دنوں اسکو اس رنج
اور مشقت میں ریکھتے ہیں پھر بعد اسکے وسعت اور تخفیف کر دیتے ہیں تاکہ اس تخفیف کے نعمت کی قدر چکا
اور یہ وسعت اسکے دل میں غنیمت پیدا کرے اور اس کام کی محنت اور مشقت اسکے حوصلے کے سامنے ہلکی
ہو جاوے اور یہ بوجھ کہ وہ کام جب طرح منظور تھا مجھے ہونہ سکا اس واسطے تخفیف ہو گئی تو ہمیشہ شرمندہ
اور خجالت اس کے پیش نظر رہے گی اور صاحب امر اور نہی کے لطف اور کرم کا ہر وقت امیدوار رہے گا
سو اگر پہلے سے اسی کام کو جو مطلوب ہے حکم فرماتے تو یہ سہولیت اور آسانی ہرگز حاصل نہ ہوتی

اور رات کے جاگنے اور نماز تہجد کے ادا کرنے میں باوجود اس وسعت اور تخفیف کے پھر بھی جو گرانی اور مشقت ہی کچھ چھی نہیں ہے اگر پہلے ہی اسی امر مخف کی تاکید ہوتی تو لوگوں پر بہت شاق اور گراں ہو جاتا اور اگر کوئی شخص اس تمام محنت اور مشقت کو اٹھا کے اسکو ادا بھی کرتا تو تجر اور غرور کے مرض میں مبتلا ہو جاتا سو ان سب آفتوں سے بچاؤ اسی صورت میں تھا کہ پہلے ان کو مدت معین کی تکلیف دی جاوے پھر جب دسے ایک سال تک اس مدت معین کے دریافت میں رنج اور محنت اٹھالیں اور رات کے انقلاب کو ہر موسم اور ہر فصل کے الٹ پھر میں دریافت کر لیں کہ کبھی چھوٹی ہو جاتی ہے اور کبھی بڑھ جاتی ہے اور اپنی عاجزی اور ضعف کے قائل ہوں کہ مدت معین کی دریافت اور ماموریہ پر اقامت ہے ملاحظہ نہیں ہو سکتی تب سختی اس بات کے ہوئے کہ ہم پر تخفیف اور وسعت کیا جاوے اور معراج کی حدیث میں جو قوت سے ثابت ہے کہ پہلے پچاس نمازوں کا حکم ہوا تھا پھر پچیس سی اٹھ علیہ وسلم کے عرض معروض سے اسے آہستہ تخفیف کے پانچ نمازوں کا حکم مقرر ٹھہرا اس کا مجید بھی اس تقریر سے کھل گیا اور اگر کوئی شخص دنیاوی معاملات میں جیسے بیع اور شرا اور خراج کی تحصیل اور قرض خواہوں اور حق والوں سے صلح کرنے میں مائل اور غور کر کے تو اسکو اس بات کا یقین حاصل ہو جاوے کہ اپنے مافی الضمیر کو اولی مرتبہ کھول کے کہہ دینا اکثر انکار کا سبب پڑتا ہے اور مقابل والا تیزی پر آجاتا ہے اور معاملہ خراب ہو جاتا ہے چنانچہ حامل اور تحصیلدار زمین داروں اور کسانوں سے پہلے زیادہ طلب کرتے ہیں پھر تھوڑے پر راضی ہوتے ہیں اور ہر طرح سوداگر اپنی چیز کی کم قیمت زیادہ کہتے ہیں پھر تھوڑے پر راضی ہوتے ہیں اور ہر طرح پر مدعی پہلے زیادہ دعویٰ کرتا ہے پھر آخر کو تھوڑے صلح کرتا ہے اور جو پہلے لڑائی لڑی اور پیسہ بھی چیرا چنانچہ عرب میں مثل شہود کہ خذوا لکم حلفکم یعنی اپنے پڑھوت پر پڑنا کہ راضی ہو بیاد میں پر تو تکلیف کے مقدمے میں حق تعالیٰ کے معاملے بھی منہ و ن کے ساتھ اسی طور پر ظہور کرتے ہیں بوجہ اس ہندی مثل کے ہر کسے جیسے یہ اس واسطے حقتعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہارا عاجزی اور نادانی پہنچے دیر پا فت کر کے تمہارے کیا کتاب علیکم پھر سہولت اور آسانی کی تمہارے شب بیداری اور تہجد گزاری اور قرآن خوانی کی مدت کی تعمین کو بالکل سے معاف کر دیا اور لغت میں توبہ کے معنی رجوع کرنے کے ہیں عارضی حالت سے اصلی حالت کی طرف اور یہ لفظ جب بندوں کے ضمین میں جاتا

تو گناہ سے بندگی کی طرف رجوع کرنا اس سے بوجھا جاتا ہے چنانچہ اس جگہ پر بھی یہی مراد ہے اور جب سہولت اور آسانی تھے مقصود ہوئی تو فَاقْرَؤْا مَا تَنَسَّرَ مِنَ الْقُرْآنِ پھر پڑھو جو آسان ہو تم پر قرآن سے رات کو جاگ کے تہجد کی نماز میں اور کم سے کم دس آیتیں دو رکعت میں پڑھنا چاہئے چنانچہ حدیث شریفہ میں آیا ہے کہ رَكْعَتَانِ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ خَيْرٌ مِنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا یعنی دو رکعتیں پڑھنا پچھلی آدھی رات کو بہتر ہے دنیا سے اور جو کچھ دنیا میں ہے اور بہت بہتر اور اعلیٰ طور پر یہی ہے کہ ساتواں حصہ قرآن شریف کا تیرا رکعتوں میں پڑھے اگر دو تہائی ہو نہیں تو بارہ رکعتوں میں پڑھے اور بعضوں نے تیسرا حصہ یعنی دس سپارہ تک ایک رات کو پڑھنا جائز رکھا ہے اس سے زیادہ نہیں بہتر ہے اس واسطے کہ حدیث شریفہ میں آیا ہے کہ جس نے قرآن شریف کو تین دن میں ختم کیا تو وہ بڑا کم فہم اور نادان ہے اس واسطے کہ قرآن شریف کی تلاوت سے مطلب یہی ہے کہ اسکے معنوں میں تدبر اور تعمق کر کے بوجھنا اور تین دن سے کم میں اکثر لوگوں کو یہ بات حاصل ہونا مشکل ہے اور سوائے اسکے ترتیل اور تجوید تو بالکل فوت ہو جاتی ہے پھر قرآن قرآن نہیں رہتا ہے اور پھر ہمارے دلوں میں اسی کامل ایمان والو جو ریاضت اور مشقت پر حریص ہو اب خیال گذرے کہ شب بیداری کے واسطے مدت کی تعیین خواہ اجزاء و شایعہ سے ہو خواہ معینہ سے ہو البتہ تکلیف مالا یطاق کی سبب تھی اور جو موقف کہ مذکور ہوئے ہیں انکے پائے جانیکا بھی سبب تھی لیکن مدت کی تعیین قرآن شریف کی قرأت کی قدر تو ہمارے واسطے بہت مناسب تھی اور اس میں کوئی مفسدہ بھی نہ تھا پھر مدت کی تعیین کو بالکل کیوں موقوف کر دیا اگر قرآن شریف کے جزؤں اور حزبوں پر اس مدت کو منطبق کر کے مقرر کر دیا ہوتا تو کیا اچھی بات تھی یعنی ارشاد ہوتا کہ مثلاً پانچ سپارے یا چار سپارے یا ہزار آیتیں یا پانچ سو آیتیں یا چار چار رکوع ہر رکعت میں پڑھا کرو تو اس خیال کا جواب حتمی ہے کہ ازل الازل میں حتمی نے عِلْمَ أَنْ سَيَكُونُ مِنْكُمْ مَرْقُوعٌ جان لیا ہے کہ البتہ ہونگے تم میں سے بیمار اور بیمار یا بہت مختلف ہوتی ہیں چنانچہ بعضی بیماری ایسی ہوتی ہے کہ اس میں ایک آیت پڑھنے کی طاقت نہیں ہوتی ہے ایک سپارہ یا ایک سورت کب پڑھی جاتی ہے وَأَخْرُوجُ يَصْرِفُونَ فی الآرض اور کتنے دوسرے ہونگے جو سرداریں گے زمین میں اور بڑے دور دراز سفر کریں گے ۵

لیکن وہ سفر ایسے نہیں جو ممنوع اور حرام کر دے جاوین اس واسطے کہ ان سفروں میں یَسْتَعْمِلُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ طلب کرتے اور ڈھونڈتے ہونگے فضل خدا جل شانہ کا یا ظاہری فضل جیسے رزق کی تلاش اور نوکری اور تجارت وغیرہ یا باطنی فضل جیسے طالب علمی اور حج اور عمرہ اور صلحا اور اولیا کی زیارت تاکہ ان کی صحبت سے دل کو روشنی حاصل ہو اور یہ امر ظاہر ہے کہ سفر میں ماندگی غالب ہوتی ہے اور آدمی تھک جاتا ہے ایک ساعت کھڑا ہونا اور ایک سو رہ پڑھنا اس سے دشوار ہوتا ہے پھر سو آیتیں اور ہزار آیتیں کس پڑھی جاتی ہیں وَاخِرُونَ یَقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ اور کتنے دوسرے ہونگے کہ لڑائی اور جہاد کریں گے اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان کے دشمنوں سے سونے لوگوں کو اگر قرآن شریف کی تعداد مقرر کر کے تکلیف دین ہم تو قتال اور جہاد میں قصور واقع ہو اور یہ یقیناً عذر جو مذکور ہوئے ہیں اعتبار کے قابل ہیں اس واسطے کہ بیمار ہونا اپنے اختیار میں نہیں ہیں حق تعالیٰ کے ارادے سے متعلق ہے اور روز کی طلب زندگی اور بدن کے قیام کے واسطے اور علم کی طلب دین کی تکمیل کے واسطے آدمی کو ضروریات سے ہے اور جہاد کرنا اور دین کے دشمنوں سے لڑنا عقیدوں اور عقول کی اصلاح کے واسطے اور اپنے بنی نوع کی تکمیل کے واسطے بھی ضرور ہے اور یتیمون عذروں کا اس ترکیب سے بیان کرنا بھی اسی وجہ سے ہے جو ہر ایک میں بیان ہوئی یعنی جو عذر کہ اپنے اختیار میں نہیں ہیں وہ سب پر مقدم ہی خصوصاً وہ چیز جو بدن سے علاقہ رکھتی ہو جیسی بیمار ہی اس واسطے کہ بدن آلام اور واسطہ ہی عبادت کا اور جو عذر کہ اپنی ذات کی معاش اور معاد کی تکمیل سے متعلق ہے وہ مقدم ہی آئے جو بنی نوع کی تکمیل سے علاقہ رکھتا ہے اور جو تم میں سے بعضوں کو یہ عذر درپیش ہونا ضروری ہیں اور وجہ الاعتبار میں اس سبب سے قرآن شریف کے ورد معین کی علیٰ اعموم تکلیف دینا مناسب نہ ہوا فَاقْرَأْ مَا تيسَّرُ مِنْهُ سو پڑھو جتنا آسان ہو تم پر قرآن سے بدو تعین قرات کے بطور پہلی تخفیف میں قرات کی مدت کی تعیین کو موقوف کیا تھا ہم نے اور اگر اس بیداری اور تہجد گزار کی مدت کی تعیین موقوف ہو جانے میں تم کو خوف اس بات کا ہو کہ ایسا ہو کہ ہمارے ریاضت اور مجاہد میں قصور اور فتور واقع ہووے اس واسطے کہ آدمی کا نفس بدن و ریاضت

کرنے عمل کی مدت کے کی کام میں مقید نہیں ہوتا ہی تو یہ خوف مت کرو اور خوب سوچو کہ حق تعالیٰ نے جو چیزیں معین کے تپہ فرض کر دی ہیں وہ بہت ہیں انہی کے ادا کرنے میں جہان تک ہو سکے کوشش اور سعی کرو وَاقِيْمُوا الصَّلٰوَةَ اور قایم رکھو نماز کو چو پانچ وقت گنتی کی رکعتیں تپہ فرض ہیں اور نماز کا قایم کرنا بڑا مجاہدہ ہی اس واسطے کہ اقامت کے معنی راست کرنے کے ہیں اور نماز اس وقت راست ہوتی ہی جب کسی طرح کا خلل اس کے دل اور زبان اور اعضا کے عمل میں واقع نہ ہو پھر خواہ وہ عمل فرض ہو یا سخت ہو یا مستحب ہو وَآتُوا الزَّكٰوَةَ اور دیتے رہو زکوٰۃ کو جو سال گزرنے کے بعد ہفتہ وار سے مال میں ایک اندازہ مقرر لکھا ہے اور زکوٰۃ کا بھی ادا کرنا بہت بڑا مجاہدہ ہی اس واسطے کہ مال کی محبت کو دور کرنا نفس پر بڑا شاق ہے اور اس سے بھی ایک بڑا مجاہدہ جو نفس بہت بھاری اور شاق ہے وہ بھی ہم کو بتلاتے ہیں وَاقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا اور قرض دھتھا کو اچھی طرح کا قرض دینا حاصل کلام کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محتاج بندوں کو قرض حسنہ اور سود اور فائدہ اس سے مت لو اور مانگنے کے وقت سختی اور تنگ طلبی مت کرو اور اگر ان سے سب نہ ہو سکے اور کچھ کم دیوین یا وعدہ دیر ہو جاوے تو ان سب باتوں کو اسے قبول کر دو اور بار بار قرضدار پر منت اور حسان مت رکھو یہاں وہ قرض ہی جس کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات کو بہشت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ جو خدا کی راہ میں ایک درم خیرات کرے اسکے واسطے دس درم ثواب لکھا جاتا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کے واسطے ایک درم قرض کیلئے دے دے تو اسکے واسطے اٹھارہ درم کا ثواب لکھا جاتا ہے آپ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ قرض دینے کے ثواب کی زیادتی کی کیا وجہ ہے حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ جو شخص خدا کی راہ پر دیتا ہے تو کہیں اس کا دینا محتاج کو پہنچتا ہے اور کہیں غیر محتاج کو اور آدمی قرض نہیں مانگتا ہے مگر محتاج ہو کے اس سبب قرض دے نے کا ثواب صدقہ دینے سے زیادہ ہوا یہاں پر جانا چاہئے کہ اس طرح کا قرض دینا نفس پر بہت بھاری اور دشوار ہے اور بڑا مجاہدہ و چاہتا ہے اس واسطے کہ آدمی کی پیدایشی یہ بات ہے کہ اپنے

اللہ تعالیٰ کا نام لے کر

مال کو بد و نالایح نفع کے خرچ نہیں کرتا ہی پھر وہ منفعت دنیا کی ہو یا آخرت کی اور اس طور سے قرض دینے میں
 کی طرح کی منفعت اس دینے والے کے خیال میں نہیں آتی ہی اس واسطے کہ یہ صدقہ بھی
 نہیں ہی تاکہ صدقے کا ثواب اس کو ملیگا اور یہ بد لا بھی نہیں ہی تاکہ اس مال کے عوض میں کوئی دوسرے
 چیز کے برابر یا اس سے زیادہ اسکو حاصل ہوگی بلکہ ظاہر میں اپنے مال کو بے وجہ قید میں ڈالنا اور پہنانا
 ہی سو اسی وجہ کے سبب اس قرض کے ثواب کو صدقہ کے ثواب سے دونات کیا اور اسکے دونوں کی توجہ
 یہم ہی کہ صدقہ دینے میں ایک درم کا دس گنا ثواب ہوتا ہی اور یہاں ایک درم تو قرض دیا ہی
 اور وہ درم جو قرض ہی تو اس تک پھر کے بھی آویگا اس واسطے کہ اس کا مطالبہ بھی باقی ہی تو ایک درم
 قرض حسنہ دینے میں گویا نو درم صدقہ دے اور نو کو جو دونات کر و تو اٹھارہ ہوتے ہیں واللہ اعلم بالصواب
 افعالہ یعنی حق تعالیٰ اپنے فعلوں کے بھیسے خوب واقف ہی وَمَا تَقَدَّرَ مِنْهُ إِلَّا فَعِلُّهُ اور جو کچھ جیسو
 اپنی ذات کے نفع کی واسطے تاکہ عاقبت کا ذخیرہ ہووے مِّنْ حَیْثُ بَہْتَرِی سے کسی جنس کی ہو خواہ نفل نما
 ہو خواہ نفل روزہ ہو اور خواہ نفل صدقہ ہو اور خواہ شب بیداری ہو یا دوسری کوئی عبادت بدنی
 ہو یا مالی ہو یا عرضی ہو تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ اَلْبَتَّہٗ پاؤ اسکے اثر کو اللہ تعالیٰ کے پاس مَوْخِرًا وہ
 اثر بہتر ہوگا تمہاری ان نیکیوں سے جن کو دنیا میں تم نے کیا ہوگا اس واسطے کہ وہ اثر قرب الہی کا مزہ تم کو چکھاویگا
 وَقَاطِعًا جَزًا اور بہت بڑا ہوگا از روئے ثواب کے آخرت میں کمیت میں بھلاؤ یعنی اللہ تعالیٰ اور عدم قن
 میں بھی سو تمہارے واسطے نفل اور تطوع کی عبادت میں بڑی گنجائش ہی نفس کے مجاہدہ اور مشقت کے
 واسطے اور اگر باوجود ان سب باتوں کے پھر بھی تم کو گناہوں کا خوف اور دہشت ہووے تو اسکا علاج
 بھی ہم تم کو بتلائے دیتے ہیں کہ وَأَسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ اور بخشش طلب کرو اللہ تعالیٰ سے اِنَّ اللّٰهَ عَفُوٌّ
 وَجَبُّرٌ ثَلَاثُ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہی تمہاری نصیحتوں کو بندگیوں کے ضمن میں بخش دیگا اور
 ان بندگی اور عبادتوں کے ثواب کو کامل اور پورا کر کے تم کو عنایت کرے گا اور گناہوں کی تار کیونکو
 تم سے بالکل دھو ڈالیگا اور دور کر دے گا بس تمنا بوجھ لینا چاہئے کہ استغفار تقیہ دائمی کے قائم مقام
 ہی اپنے جس طرح تقیہ بدن کی صحت اور مرض سے بچاؤ کی واسطے اکثر اعظم ہی پھر جو ہمیشہ تقیہ کئے جاتا

اس کو ریاضت اور ورزش کی بدن کی تندرستی کی واسطے کچھ احتیاج نہیں بچک اس کا بدن صحیح رہے گا اور
مرض پاس نہ آویگا اسی طرح جو شخص استغفار کی مداومت کریگا وہ گناہوں کی الایش سے ہمیشہ پاک
اور صاف رہیگا

سورۃ المدثر

یہ سورت مکی ہی اس میں چھ آیتیں اور دو سو پچیس کلمے اور ایک ہزار دس حرف ہیں اور اس سورت کا
اول ابتدائے نبوت میں اور قرآن شریف کے نزول کے شروع میں نازل ہوا ہی کہتے ہیں کہ سورہ اقرأ کی اول
آیتوں کے بعد اسی سورت کی اول آیتیں نازل ہوئی ہیں اور بعضوں کے نزدیک سورہ نون و اعلم اس
سورت پر مقدم ہی نزول میں اور اس سورت کے اتر نیکا سبب یہ ہوا کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم کو سورہ اقرأ کے نازل ہونے کے بعد کمال اشتیاق قرآن شریف کے نزول کا پیدا ہوا لیکن باوجود
اشتیاق کی زیادتی کے ایک مدت گذری کہ وحی نہ آئی اور اس مدت کو قرۃ الوحی کی مدت کہتے ہیں
اور وحی کے نہ آنے کے سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت رنج اور الم رہتا تھا چنانچہ کئی مرتبے
آپ اس را دیسے گھر سے باہر نکلے کہ کسی پہاڑ پر چڑھ کے اپنے تئیں نیچے گر کے ہلاک کیجئے اور اکثر چراپہاڑ
پر جو اول سے آپ کی عبادت اور اعتکاف کا مکان تھا جاتے اور وہاں خلوت اور گوشہ نشینی اختیار کرتے
ایک روز چراپہاڑ سے لوٹے ہوئے آپ گھر کو تشریف لاتے تھے راہ میں ایک آواز آسمان کی طرف سے
آپ کے گوش مبارک میں آئی آپ نے نظر اوپر کو اٹھائی دیکھا کہ وہی فرشتہ جو غار حرا میں آپ کے پاس
آیا تھا آسمان اور زمین کے درمیان زمین کر سی پر بیٹھا ہے اور اتنی بڑی شکل ہے کہ تمام کنارے آسمان
اور زمین کے اس سے بھر گئے ہیں اور چھ تنو پر اسکے ہیں اور ان سب پر وہ زمین موتی اور یا قوت
لگے ہوئے ہیں یہ حال دیکھتے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عیش آگیا اور زمین پر آپ گر پڑے تھوڑی
دیر میں جو ہوش آتا تو بطرح بنا اپنے تئیں گھر تک پہنچایا اور اپنی بی بی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ
نے فرمایا کہ مجھ کو لرزہ جا رہا ہے معلوم ہوتا ہے کچھ کپڑا اوڑھا دو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو



لکھا اور اسے اس وقت حضرت جبریل علیہ السلام نے آسمان سے نزول فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
 کے سامنے ٹھہرے ہو کر یہ آیتیں پڑھیں کہ يَا أَيُّهَا الْمَدَّثِرُ قُمْ فَأَنْذِرْ و وَذَرِكْ فَكَبَّرْ وَغِيثًا
نَظِيرًا وَالْجُزْأَ فَجُزْأً پھر بعد اسکے وحی کا آنا پچی درپچ شروع ہوا اور اس سورت کے ربط کی
 وجہ سورہ فزل سے ظاہر اور کھلی ہوئی ہی اتنا فرق ہی کہ اس سورت کے اوّل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کو سلوک راہ خدا کے لازمے اور نفس کا مجاہدہ اور حق تعالیٰ کی تزدیکی حاصل کرنے کو فرمایا ہی
 اور اس سورت میں خلق اللہ کی رہنمائی اور ہدایت کے لازمے کو فرمایا ہی اور مرتبہ کمال کا مقدم
 ہی تکمیل کے مرتبے پر اس واسطے سورہ فزل کو اس سورت پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے مقدم لکھا ہی اور کلام
 کی روش اور لفظین مستعمل اور مضمون متفرق دونوں سورتوں کے آپس میں بہت مناسبت رکھتے ہیں اس
 سورت کے اوّل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فزل کے خطاب سے مخاطب فرمایا ہی اور اس
 سورت میں مدثر کے خطاب سے اور یہ دونوں خطاب معنوں کے لحاظ سے آپس میں قریب ہیں اور اس
 سورت میں فرمایا ہی قُمِ الْكَلِيلُ اور اس سورت میں فرمایا ہی قُمْ فَأَنْذِرْ لیکن اس سورت میں اٹھنا
 رات کا اپنے نفس کو کامل کرنے کے واسطے اور اس سورت میں خلق اللہ کو کامل کرنے کے واسطے ہی اور اس
 سورت میں فرمایا ہی وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ و وَاصْبِرْ پھر آجیلا اور اس سورت میں فرمایا ہی وَلَوْلَاكَ
فَاصْبِرْ اور اس سورت میں فرمایا ہی وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِيَ النَّعْتِ وَمِنْهُمْ قَلِيلًا اور اس
 سورت میں ہی ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا مَمْدُودًا اور اس سورت میں قیامت
 کے دن کے اوصاف میں یوں ارشاد ہوا ہی کہ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ و وَيَوْمًا تَجْعَلُ
الْوِلْدَانَ شِيبًا اور اس سورت میں اسی قیامت کے دن کے اوصاف میں ایسا ارشاد ہوا ہی
فَذَٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَوْمُ عَسِيرٍ عَلَى الْكَافِرِينَ غَيْرُ يَسِيرٍ اور اس سورت میں قرآن شریف کی آیتوں میں یوں
 ارشاد ہوا ہی کہ إِنْ هَذِهِ تَذَكُّرٌ اور اس سورت میں بھی قرآن شریف کے حق میں یوں ارشاد
 فرمایا ہی کہ كَلَّا إِنَّهُ تَذَكُّرٌ مِّنْ شَاءَ ذِكْرٍ اور اس سورت کی تمامی اس آیت پر واقع ہوئی
 ہی کہ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصَّلَاةُ وَالْزَكَاةُ وَأَقْرَبُوا اللَّهَ قَرْنًا حَسَنًا کو یا مسلمانوں کو

ان عملوں کی وصیت فرمائی ہے اور اس سورت میں جو قیامت کے دن ان عملوں کے ترک پر حسرت اور
افسوس کر کے کافر کہیں گے سوان کے قول کو حکایت کے طور پر نقل فرمایا ہے کہ كَمْ نَكَ مِنَ الْمَصْلِينَ
وَكَمْ نَكَ نَظِمُ الْمَسْكِينِ اور اس سورت کو اس مضمون پر تمام فرمایا ہے کہ وَأَسْتَغْفِرُ اللَّهَ اِنَّ
اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ اور اس سورت کو بھی اسی مضمون پر تمام فرمایا ہے کہ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ
الْمَخِيفَةِ اور اس سورت کا نام سورہ مدثر اس سبب سے رکھا ہے کہ اس سورت کے اول میں آنحضرت صلی
اللہ علیہ وسلم کو مدثر کے خطاب فرمایا ہے اور مدثر عرب کی لغت میں اس شخص کو کہتے ہیں جو ایک کپڑا لٹبا
چوڑا کپڑوں کے اوپر سے اوڑھ لے جیسے دوہریا رضاعی یا چادر یا کھل تاکہ وہ کپڑا سردی اور لرزہ کو
دفع کرے سو یہ دلائل کرتا ہے اس بات پر کہ وحی الہی کا نزول اس قدر عظمت اور بزرگی رکھتا ہے کہ جو
شخص تمام مخالقات سے قوی تھا اور کسی چیز سے نہیں ڈرتا تھا اور شجاعت اور دلاوری اور حوصلہ کی
کٹا دگی تمام جہان میں مشہور تھی بلکہ اس بات میں سب لوگ اس کی مثال دیتے تھے سو وہ شخص اس
وحی کے نزول سے اس قدر خوف میں آگیا کہ اس کا بدن تھر تھرانے لگا اور اس سے یہ خوف سنبھالا
نہ گیا پھر جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہمارے اوپر وحی نازل ہووے بلکہ یوں کہتے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ کو ہماری
ہدایت اور رہنمائی منظور ہے تو ہمارے ہر ایک کے پاس وحی کیون نہیں بھیجتا اور یوں کیون نہیں کرتا اور یوں
کو کیون نہیں کرتا سوان لوگوں کو کیا وحی کی عظمت معلوم نہیں ہے کیون اپنے دل کے بودے پن اور اپنی بے صبری کو
جان بوجھ کے چھپائے ڈالتے ہیں اور دیکھ بھال کے اندھے بن جاتے ہیں چنانچہ اس سورت کے آخر
میں ان لوگوں کی یہودہ گوئی کا بیان آوے گا یعنی بَلْ يَدْعُ كُلُّ امْرِئٍ عِزَّتَهُمْ اَنْ يُوتٰى صُحُفًا مِّنْ سُوْرَةٍ
اور اشارہ اس سبب سے ہے کہ جو شخص جس منصب کی پوشاک پہنتا ہے تو اس منصب کے لوازمات
کو بجالانا اس پر ضروری ہو جاتا ہے جیسے میثقت کا خرچہ اور جبہ اور قضا اور افتا کی چادر اور
احتساب کی خلعت اور سوائے اس کے دوسری جو شرعی خدمتیں ہیں اور اگر پوشاک کسی منصب کی پہن
کے اس کا حق ادا نہ کرے تو وہ شخص جھوٹا دغا باز مکار ہے اللہ تعالیٰ پناہ دے ہم سب کو ایسی بُری
چیز سے سو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب وحی کے فرشتے کو دیکھ کر دہشت اور خوف کھا کر گھر میں تشریف

لائے اور بالا پوش کو اوڑھا اور پہلے بھی اسی قسم کا معاملہ ہو چکا تھا تو گویا آپ کے اہمیت کے نزدیک آپ کا بالا پوش کا اوڑھنا وحی کے نزول کا نشان ہو گیا اور انھوں نے دریافت کر لیا کہ جب بالا پوش آپ طلب کریں تو جان لینا کہ وحی کا نزول آپ ہوا اسی واسطے حق تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اب تو تم اس علامت سے مشہور ہو گئے کہ بار بار تم پر وحی آتی ہے اور اس وقت تم بالا پوش تم اوڑھتے ہو تو اب تم کو چاہئے کہ اس خدمت کا حق ادا کرو اور اپنے کام پر مستعد و تیار ہو جاؤ اور یہ بھی ہوتا کہ محبوبیت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی پروردگار کی حضور میں خلائق کے نزدیک ثابت اور مشہور ہو جاوے اور جو شخص اس سورت کو پڑھے یا سنے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کے کمال کے درجے کو دریافت کر لے یعنی دنیا میں جس طرح کسی عاشق کو اپنے محبوب کی اگر کوئی وضع یا ادا اچھی معلوم دیتی ہے اور دل پر کھپ جاتی ہے تو اسی وضع کر کے اس کو یاد کرتا ہے اور پکارتا ہے جیسے اودامن اٹھلے جانیا اوسرخی بگڑنی ولے یا اوڑھی زلفون ولے سو اسی طرح سے حق تعالیٰ جل شانہ کو یہ لباس اور یہ وضع اپنے محبوب کا بہت پسند آیا اسی واسطے اسی وضع کر کے آپ کو مخاطب کر کے بار بار فرماتے ہیں **يَا أَيُّهَا الْمَرْزُوقُ يَا أَيُّهَا الْمَدِيْنَةُ** واللہ اعلم بحقیقت الحال

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يَا أَيُّهَا الْمَدِيْنَةُ اسی شخص بالا پوش اوڑھے ہوئے وحی کے فرشتے کے آنے کے ڈر سے تم کو ڈرنا اور خوف کرنا چاہئے بلکہ بھتر راقی اور تمہاری سزاوار تو یہ بات ہے کہ تم دوسروں کو ڈراؤ اور حق تعالیٰ کا خوف ان کو دلاؤ **فَتَرَفَّانِيْ دَاخُوْا** اور ڈراؤ لوگوں کو حق تعالیٰ کے عذاب اور نبوت کا منصب اگرچہ دونوں چیزوں کو چاہتا ہے یعنی خوف دلانا اور خوشخبری سننا لیکن جو ڈرنا عام ہے اس واسطے کہ کوئی فرد ان کی تعصیر سے خالی نہیں ہے بخلاف بشارت کے کہ یہ متقی اور نیکو کاروں کے واسطے خاص ہے اور جس کام کا فائدہ عام اور سب کو شامل ہوتا ہے وہ بہت

ضروری ہوتا ہے بخلاف اس کام کے جو خاص ہوتا ہے اور یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو خوف کھا گئے تھے تو ڈرانے کا حکم بھی بہت مناسب ہوا اور یہ بھی ہے کہ جو وقت میں یہ سورت نازل ہوئی تھی اس وقت تمام جہان کفر اور برائیوں سے بھرا ہوا تھا خوشخبری کو یاقوت کوئی نہیں رکھتا تھا جو ہمتا وہ ڈرانے ہمارے لاپتہ تھا ان باتوں کے لحاظ اس کے نقطہ انداز ہی پر اکتفا فرمایا اور جو حق تعالیٰ کے عذاب سے لوگوں کو خلاف دلانا بغیر بیان کرنے اس عذاب کی عظمت کے ممکن تھا اور اس طرح اس عذاب کا مٹل ہونا یا اس کے دفع کی کوئی تدبیر کرنا بھی ممکن نہیں ہے اور اس عذاب کی عظمت اور لاعلاجی بغیر بیان کرنے عظمت اس ذات پاک کی جو عذاب کرے کا متصور نہیں ہے یعنی اس کی قدرت کے برابر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور اس کے علم کے برابر کسی کا علم محیط نہیں ہے پھر اس سے بھاگنا اور پوشیدہ ہونا اسطور پر کہ اسے معلوم نہ ہو یہ کسی طرح ممکن نہیں ہے سو تم کو ایک اور چیز بھی کرنا چاہئے وہ یہ کہ فیکٹر اور اپنے رب کو بزرگی اور عظمت سے یاد کرو اور ان لوگوں کو بھی خوب طرح سے سجداد کہ کوئی شخص اس کے علم کے محیط ہونے میں اور اس کی قدرت کے عام ہونے میں اس کی برابری نہیں کر سکتا اور کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی اس کی دانست سے باہر نہیں ہے اور کیسی ہی مشکل چیز ہو لیکن اس کی قدرت کے سامنے بے حقیقت محض ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس تکبیر سے نماز کی تکبیر مراد ہے جو استبداد تحریکی سے نماز کے آخر تک ہر انتقال میں اللہ اکبر اللہ اکبر کہا جاتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس وقت اہل اسلام کے عرف میں تکبیر کہنا خوشی اور شادی کی علامت تھی سو گویا یوں ارشاد ہوتا ہے کہ اب خوش ہوا اور خوف مت کرو کہ اب بڑا منصب ہمنے تمکو غایت کیا اور پیغمبری کی خلعت تم کو پہنائی اور اس تفسیر کو تائید دیتا ہے وہ مضمون جو بعض روایتوں میں آیا ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام سے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت سنی تو آپ نے پکار کر کہا اللہ اکبر پھر آپ کی زبان سے نکر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی تکبیر کہی پھر تمام آپ کے گھر والوں نے آپ کی متابعت سے تکبیر کہی اور سب خوش ہوئے اور جانا کہ یہ لمزہ اور خوف وحی کے نازل ہونے کے سبب سے تھا کوئی خوف کی بات نہ تھی پھر اس وقت سے مسلمانوں میں تکبیر کہنا خوشی اور شادی کی علامت ٹھہر گئی ہے و جہہ ہی کہ

عیدین اور حج اور تشریق کے دنوں میں تکبیر واجب کر دی گئی کہ ہر نماز فرض کے بعد چار کر تکبیر کہا کریں اور تکبیر کا ان دونوں میں اور پنجوقتہ ہر نماز کے اول میں واجب ہونا اور تسبیح اور تحمید کا کسی وقت واجب نہ ہونے کا بصید یہ ہے کہ یہ ذکر خاص اہل توحید اور اہل اسلام کا ذکر ہے اس واسطے کہ حقیقت کے ساتھ کسی کمال کی صفت میں کسی کو برابر نہ جانتا خاص ایمانداروں اور موحّدوں کا اعتقاد ہے بخلاف تسبیح اور تحمید کے مضمون کے کہ تمام بنی آدم کے گروہ اسکے معتقد ہیں اور جو شخص حدیث کی کتابوں کو اور صحابہ کے سیر کو متبع کرے گا تو اس کو اس بات کا یقین ہو گا کہ ان کی کوئی مجلس اور کوئی نشست تکبیر سے خالی نہیں رہتی تھی ہر نعمت پر تکبیر کہتے تھے اور ہر خوشی سے اسی کلمہ کو بلند آواز سے کہتے تھے اور رٹائی اور دشمنوں کے مقابلہ کے وقت بھی اسی کلمہ سے اپنے خاوند کی عظمت اور مقابلہ والوں کی حقارت بیان کرتے تھے اور خوف کے وقت بھی اسی ذکر کی برکت سے استعانت اور مدد طلب کرتے تھے جیسے آگ لگنے کے وقت اور جن یا بھوت یا دوسری بلاؤں میں پھنس جانے کے وقت چنانچہ اذان اور اقامت میں بھی اسی کلمہ کو سرِ دُفتر کیا ہی سو اس امر اہلی کے مضمون پر عمل کرنا رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے اس قدر اس امت مرحومہ میں رواج پایا تھا کہ حد اور حساب سے باہر تھا لیکن افسوس کہ چنگیز خانوں اور ترکیوں کے ملک اسلام پر غالب ہونے کے سبب اس امر کا رواج بلکہ تمام اسلام کی رسوم کا کم ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ اب اس زمانے میں ان باتوں کا نشان بھی باقی نہیں ہے اَللّٰهُمَّ اَرْحِمْنَا اُمَّةً مَّحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی وقتِ مین قسطنطنیہ کے قلعے کو مسلمانوں کی جماعت اسے کلمہ کے زور سے فتح کریں گے اور اس قلعے کی چھری دیوار ان مسلمانوں کی تکبیر کی آواز کے صدے سے گر پڑے گی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وقت کی فتح کے حال میں مذکور ہے کہ اصرطہ کے قلعے کی دیوار حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے مسلمانوں کی تکبیر کے آواز کے صدے سے جڑ سے گر پڑی تھی اور اس قدر اس کلمہ نے تاثیر کی تھی کہ جب اس دیوار کو اٹھاتے تھے تو غیب سے تکبیر کی آواز آتی تھی اور اس آواز کے صدے سے وہ دیوار جڑ سے گر پڑتی تھی حاصل کلام کا یہ ہے کہ اس کلمہ کے مضمون کو ہر وقت خیال کے سامنے رکھنا شرک

کی سب وجہوں سے نجات بخشتا ہے اس واسطے کہ حق تعالیٰ کے برابر کو ہر چیز اسکی نظر میں نہ ٹھہرے گی اور مصیبتوں اور آفتوں کے ہلکا کر دینے میں اور خوفناک چیزوں کی دہشت دل سے دور کر دینے میں بھی یہ کلمہ بڑے کام آتا ہے لیکن اس کلمہ کا مضمون ہر وقت اسکے سامنے جب رہتا ہے کہ طہارت ظاہری اور باطنی دونوں اس شخص کو حاصل ہو وین اس واسطے کہ پاک چیز کی عظمت اور ناپاک خیال دونوں دلیں جمع نہیں ہوتے تو اس کلمہ کا فائدہ حاصل کرنے کے واسطے طہارت ظاہری اور باطنی ضرور ہو ہی چاہیے ارشاد ہوتا ہے وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ اور اپنے کپڑے سو خوب پاک کر و اس واسطے کہ پہلے آدمی کے کپڑے ہی پر نظر پڑتی ہے پھر اسکے بعد بدن پر اور جب کپڑا پاک ہوا تو بدن جو کپڑے سے چھپا ہوا بطریق اولیٰ پاک ہو گا یہی وجہ ہے کہ بدن کی طہارت کو یہاں پر ذکر نہیں کیا اس واسطے کہ بدن کی پاکی بالضرور جو جھی جاتی ہے یعنی کپڑے کو جو بدن سے علاوہ رکھتا ہے جب پاکی کا حکم ہوا تو بدن کو جو مقصود بالذات ہے ضرور پاک رکھنا چاہئے کہ غریب کے استعمال میں ثياب کی لفظ و قسم پر بولی جاتی ہے ایک ثياب ظاہری پر اور ایک ثياب باطنی پر اور طہارت بھی دو قسم کی ہے ایک طہارت ظاہری اور ایک طہارت باطنی سو اس کلمہ کی تفسیر میں چار احتمال ہو سکتے ہیں اور ان چاروں احتمالوں کو اکٹھا مراء لینا چاہئے اگرچہ عموم محب ز کے طور سے سہی سو پہلا احتمال یہ ہے کہ اپنے ظاہر کپڑوں کو نجاستوں اور پلیدیوں سے پاک رکھو اس واسطے کہ ایسا نادر آدمی کو نماز فرض یا نفل میں یا ذکر الہی میں ہر وقت مشغول رہنا چاہئے اور ملائکہ اور پاک روحوں سے مناسبت حاصل کرنا اس واسطے کہ اُسے ہی منظور اور مقصود ہے اور یہ ہم بات بغیر اپنا طہا پاک رکھنے کے حاصل نہیں ہو سکتی ہے اگرچہ اس میں کچھ فرق ہے تو اتنا ہے کہ یہ پاکی نماز میں فرض ہے اور نماز کے سوائے فرض نہیں ہے اور جن چیزوں سے کپڑا پاک رکھنا چاہئے وہ چیزیں یہ ہیں پیشاب اور غلیظ اور منی اور مذی اور و ذی اور فحی اور خون اور پیپ اگر تھیلی کی برابر یا زیادہ ان چیزوں سے کپڑا بھرا ہو تو اس کپڑے نماز نہیں درست ہے جب تک تین مرتبے دھویا جھانٹے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ اپنے ظاہری کپڑوں کو معنوی نجاستوں سے پاک رکھو اور معنوی نجاستیں یہ ہیں جیسے غضب اور

چوری اور خیانت سے اور دوسرے حرام کب سے وہ کپڑا نہ آیا ہو اور وہ چیزیں جن کا استعمال حرام ہے وہ بھی ہو وین جیسے مرد کو ریشمین کپڑا پہنا یا کپڑا تیار کرنے میں اسراف کرنا جیسے پہنے کے کپڑے کو تختے سے نیچے رکھنا کہ یہ سب چیزیں ممنوع ہیں ان سب سے بچنا اور پاک رہنا ضروری ہے اور تیسرا احتمال یہ ہے کہ کپڑے صفتیں اور خلق مراد ہوں اس واسطے کہ عرب کے لوگ کبھی کپڑے اس شخص کی ذات مراد لیتے ہیں اور کبھی آبرو اور کبھی نام اور مرتبہ اس شخص کا چنانچہ بولتے ہیں کہ الْكَوْمُ فِي بَدَنِ دَيْدُو یعنی کرم کی صفت اسی پاس ہے اور یوں بھی بولتے ہیں کہ فَلَانٌ ظَاهِرُ الدَّلِيلِ یعنی فلانا شخص پاک دامن ہے وَفَلَانٌ فِي الثَّوْبِ وَفِي الْجَنَابِ یہ سب مثالیں اچھی صفتوں پر دلالت کرتی ہیں اور اس میں مناسبت کی وجہ یہ ہے کہ کپڑا آدمی کے سب بدن کو لپیٹ لیتا ہے اور دوسرے وہی کپڑا دکھائی دیتا ہے اور کپڑے ہی کے سبب سے ایک آدمی کی دوسری آدمی سے امتیاز اور پہچان حاصل ہوتی ہے تو گو یا اس کی ذات اور اس کی خاص صفتوں کے حکم میں ہوا تو اس احتمال سے اس آیت کے معنی یوں ہونگے کہ اسی پیغمبر تم اپنی ذات اور اپنی آبرو کو بد صفتوں اور بد خلقوں کی آلودگی اور بُری تہمتوں سے بچائے رکھو اور چومنا یا احتمال یہ ہے کہ کپڑے مراد وہ بدن ہو جو استنجے کا اور دوسرے اعضا مستویہ کا محل ہے اور تطہیر سے مراد پانی سے استنجا کرنا ہو اور پیشاب اور غلیظ کو خوب طرح سے دھونا اور تمام بدن کو ہرنا پاکی اور گندہ چیز سے پاک صاف رکھنا الغرض ہر طرح سے ظاہر کی پاکی کو باطن کی پاکی میں بڑی تاثیر ہے اور کپڑے کی صفائی دل کی صفائی کی ابتدا ہے خصوصاً اس شخص کی جس کی عظمت اور بزرگی دلوں میں بیٹھانا اور اس کے کہنے کو واجب القبول کرنا منظور اور مقصود ہوتا ہے تو اسکے کپڑے اور بدن کی پاکی میں زیادہ تر کوشش کرنا چاہئے تاکہ لوگوں کے نزدیک گندگی کے سبب سے حقیر نہ ہو جاوے اور اسکے کہنے کا کوئی اعتبار نہ کرے لیکن اس جگہ پر کپڑے کی پاکی بیان کرنا منظور ہے جو ایما نذا رکوع عبادت اور اعتبار کے واسطے ضروری ہے نفیس اور گرماں قیمت کپڑا ہوتا مراد نہیں ہے اس واسطے کہ یہ بات ایماندار ہی کے منافی ہے مگر حق تعالیٰ کی نعمت کے اظہار کے واسطے اور اسکے شکر کے ادا کرنے کے واسطے کہ اس نیت سے پوشاک نفیس ہونا مستحب ہو جانا ہے اور جب ظاہر ہی ظہارت کے بیان سے گویا ہی مقدم ہے فراغت پائی تو اب باطنی

طہارت کو جو مقصود بالذات ہی بیان فرماتے ہیں وَالزَّجَرَ فَاهْجُرْ اور جتنے پلیدی اور گندگی کی قسم ہیں سب کو چھوڑ جیسے فاسد اعتقاد اور بُرے خلق اور جھوٹے بات اور سب بُرے کام اور دوسری معنوی نجاستیں جو کسی لذت کے ساتھ دل کے متعلق ہونے سے پیدا ہوتے ہیں اور آدمی کی روح کو گندہ کرتی ہیں اور اگر ثنابک فطرت سے ہو جب بعض کے احتمال کے باطن کی طہارت میں ان امور کو بھی شامل کر دیجئے چنانچہ اوپر گزر چکا ہے تو اس صورت میں اس آیت کے مضمون اور اس آیت کے مضمون میں فرق یہ ہو گا کہ اس آیت میں ان باطنی امروں سے اجتناب منظور ہے جو ابھی حاصل نہیں ہوئے ہیں چنانچہ فاجر کی لفظ اسپر دلیل صریح ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رجز سخت پلید کو کہتے ہیں سو اس آیت میں ان کاموں سے احتراز اور دوری منظور ہے جو کبھی کبھی صادر ہوتے ہیں اور ان کی عادت نہیں ہوئی اور اس آیت میں بھی انہی کاموں سے احتراز منظور ہے لیکن جب ان کی عادت ہو جاوے جسکو ہندیہ کہتے ہیں کہ لت لگ گئی یا اُس کے قریب ہو جاوے غرض کہ ہر طرح سے آدمی کو طہارت ظاہری اور باطنی عالم میں طہارت کی ضرورت ہے اور اس عالم کے فیض کو حاصل کرنا ان کی محال مناسبت کے سبب سے ہوتا ہے اور اس فیض سے مخلوقات کو فیضیاب کرنا بھی آسان ہو جاتا ہے اور جو روح کہ گندہ کرنے والی چیزوں سے جو باطن کو بالکل خراب کر دیتی ہے دنیا کی طمع ہی اس واسطے خاص کر کے بیان فرماتے ہیں کہ وَلَا تَهْتَكُنَّ اور احسان مت رکھو کسی پر نہ قرآن کی تسلیم کا اور نہ احکام الہی کی تبلیغ کا اور نہ کارروائی اور حاجت برآری کا اور نہ کچھ مہینے کا کستگیزی سے غرض سے کہ شاگرد اور مرید بہت سے ہو جاوے اور اس سبب بڑا نام اور بڑا اثر حاصل ہووے اور پھر اس سبب سے بہت مال و تحفہ آوے بلکہ کوئی چیز کسی کو اس نیت سے مت دو کہ اسکی حوض میں وہ زیادہ کر کے ٹکودے اس واسطے کہ یہ بھی ایک قسم ہی طمع کی جو باطن کے گندہ کر دینے میں نجات نہا حکم رکھتی ہے اور بعض مفسروں نے کہا ہے کہ اس آیت کے معنی یوں ہیں کہ احسان کی وقت بھی کسی پر احسان مت رکھو اس احسان کو بڑا احسان جانئے کہ میں نے فلاں شخص کے ساتھ ایسا اور ایسا کیا اس واسطے کہ احسان رکھنا ثواب کو ملتا دیتا ہے تم کو چاہئے کہ اس احسان کی کچھ حقیقت مت جانو بلکہ لینے والے کا احسان لینے اور پر جانو کہ اس بے حقیقت چیز کو ہرے قبول کیا اور ہرے اجزا و ثواب کا مستحق کیا چنانچہ

حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی بنی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جب کوئی فقیر آپ کے پاس سوال کرنے کو آتا تھا تو اس کو فرماتے تھے مَرَجًا بَيْنَ نَجْلِ زَاكَ وَبِلَا آجِبٍ يَنْفَعُ خَوْشًا أَيْ تَوَكَّلْ مَا كُفَى وَبِهِ هَامِي آخِرَتِكَ تُوَشُّهُ كَوْبُهُ فَرُورِي سَوْبُهُ تِيرَا حَسَانٌ هِيَ هِمٌّ بِرَاجِبٍ أَدْمَى كَوْبُهُ سَبْ حَزِينٍ يَنْفَعُ حَقِّي تَعَالَى كِي عِظَمَتِ اٰوْر ظَاهِرًا وَّرَاطِنُ كِي طَهَارَتِ اٰوْر دُنْيَا سَے بَے طَمَعِي حَاصِلِ ہُوئی تُو مَشِيخَتِ اٰوْر اَرشَادِ كِي لِيَا قَتِ اَسْمِنِ پیدَا ہُوئی لِيَكِنِ اِس شَفْصُ كُو بَا وُجُوْدَانِ سَبْ حَزِينُونِ كَے حَوْصَلِ كِي فِرَاخِي ضَرُورِ ہِيَ تَا كَے خَلْقِ اللہ كِي جَاؤُنِ كَا تَحْمَلُ كِرْنَا اَوْر اِن كِي اِيْذَاؤُنِ كُو اُٹھَا نَا اَوْر اِن كِي بَدِ گُوئی كُو لَپَنے حَقِّ مِیْنِ سَے كُو گُو اَر كِر سَے اَوْر فَا نِیْتِ كُو خَالِبِ ہُونِے دَے وَا لَا اُن كِي مَحَبَّتِ كُو چھوڑ كَے بھاگِیگا اَوْر رِہبَا نُونِ اَوْر صَحْرَا شَنِیُونِ كِي طَرَحِ سَے اَكِیلا اَوْر تَنہَا ہُو كَے بیٹھے گَا مَشِيخَتِ اَوْر اَرشَادِ كَا كَامِ سَرَا نَجَامِ نہ كِر سِیكِیگا اِسِیوَ اَسْطَے اِس اَمْرِ كِي بِمُحِیْتِ اَرشَادِ ہُو تی ہِيَ كَے قَوْلِ لَيْلِكَ اَوْر اَبْنِے پُر وُردِ گَارِ كِي رِضَا مَسْنَدِ كِي كُیوَ اَسْطَے تُو خَلْقَتِ كِي خَا طَر دَارِ كِي كُیوَ اَسْطَے فَآصِبُ سَوْبِ كِر اَوْر اِن كِي اِيْذَاؤُنِ كُو اُٹھَا وُ اَوْر بَا وُجُوْد رِخِ اَوْر اِيْذَا تَبَخَّجَ كَے اِن كِي مَحَبَّتِ سَے كِنَا رَہ مَت كِر وَا كَے اَرشَادِ اَوْر رِہنمائی كِي خِدْمَتِ سَرَا نَجَامِ كُو تَبَخَّجَ اَوْر اِن دُونِ صَبْرُونِ مِیْنِ لَیْنِے اِيك حَقِّعَالِ كِي رِضَا مَسْنَدِ كِي كُیوَ اَسْطَے اَوْر دُوسَرَا خَلْقِ اللہ كِي خَا طَر دَارِ كِي كَے وَا سْطَے صَبْر كِر نَا اَنھِیْنِ فَرْقِ كِي عِلَامَتِ یہِ ہِيَ كَے اِگر غَرْبِیُونِ اَوْر سِكِينُونِ كِي اِيْذَا كَا تَحْمَلُ وِیَا ہِيَ كِتوَا ہِيَ جِیسا كَے حُكُومَتِ وَا لُونِ اَوْر تُو لُگَرُونِ كِي اِيْذَا اَوْر حَارَتِ كَا تَحْمَلُ كِر تَا ہِيَ تُو مَعْلُومِ ہُو اَكِ یہِ اَوْر تَحْمَلُ حَقِّ تَعَالَى كِي فَرَا نَبْر دَارِ كِي كَے وَا سْطَے ہِيَ اَوْر اِگر غَرْبِیُونِ اَوْر سِكِينُونِ كِي اِيْذَا كَا تَحْمَلُ كِم كِر تَا ہِيَ حُكُومَتِ وَا لُونِ اَوْر تُو لُگَرُونِ كِي سَبْتِ سَے تُو مَعْلُومِ ہُو اَكِ یہِ صَبْر اللہ تَعَالَى كَے وَا سْطَے نَہِیْنِ ہِيَ بَلْ كَے خَلْقِ كِي خَا طَر دَارِ كِي كُیوَ اَسْطَے ہِيَ اَوْر اِگر یہِ خِیَالِ دِلِ مِیْنِ گُذَرے كَے یہِ كَا فَرُونِ كِي اِيْذَا كُو اُٹھَا نَا اَوْر اِسِے صَبْر كِرْنِے كَا جُحْمِ ہُو تُو بڑی سَخْتِ مَصِیْبَتِ مِیْنِ ہِم چَہْنِے اِسوَ اَسْطَے كَے ہِكْمِ نہ بَدَلَا لَیْنِے كَا حَكْمِ ہِيَ اَوْر نہ بھاگ كِر عِلْحِدَہ ہُو جَانِیگا حَكْمِ ہِيَ بَلْ كَے كَا فَرُونِ كُو ہِم پَر غَالِبِ اَوْر وِیْثِرِ ہُو جَانِے كِي بَاتِ ہِيَ اَوْر ہِمَارِی مَخَالِفَتِ اَوْر دُشْمَنِی اَوْر اِيْذَا رَسَانِی اِن پَر بہت اَسَانِ ہِيَ تُو اِس خِیَالِ كَے جَوَابِ مِیْنِ حَكْمِ ہُو تَا ہِيَ كِي یہِ سَخْتِ تَم پَر اَوْر اَسَانِی اِن پَر دُنْیَا كِي نَزْدِ كِي كَے چُنْدَر وُجُہِ كَے قَا ذَا اَنْفَرِیْنِے الشَّاقُورِ پھر جَبِ ٹھو كَا جَانِے كَا تَعَارِیْمِیْنِ

اور کوچ کی آواز ہوگی اور آخرت کا سفر آن پہنچے گا فَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ سَوْدٌ هُوَ كُنَا اور کوچ کی آواز دینا
اس دن کے واقفون سے گویا یَوْمَئِذٍ عَسَىٰ اَنْ يَكُنْ سَوْدٌ هُوَ كُنَا اور کوچ کی آواز دینا
اس دن ایک ہی آواز ہوگی لیکن وہ آواز سختی اور شدت میں پورے دن کا حکم رکھے گی اس واسطے کہ اثر
اس کا دیر تک باقی رہیگا اور اس دن واقفون میں سے کوئی واقعہ اسے زیادہ سخت نہ ہوگا اور بعضے
مفسرین نے ناقور کو صور پر حمل کیا ہے دور کی تشبیہ کے سبب سے اس واسطے کہ صور میں بلکہ جتنی چیزیں دم
کشی کی ہیں ان سب میں پھونکنے سے آواز نکلتی ہے اور جتنی چیزیں کھال سے مڑھی ہوئی ہیں جب طرح دف
اور طببلہ اور ڈھول اور سیطرح جتنی چیزیں تار والی ہیں جیسے ستار اور طنبورہ اور بین سوان سب میں
نقر اور ٹھوکنے کے سبب سے آواز نکلتی ہے اور پہلے نفخ کو نقر کے ساتھ تشبیہ دی ہے پھر اس کے بعد
صور کو ناقور کے ساتھ جو مائتقر فیہ کے معنوں میں ہے سواب نقر فی الناقور کے معنی ہے ہوئے کہ نفخ فی
النقر لیکن کافرون پر سختی اور دشواری موت کی وقت سے شروع ہوتی ہے نہ نفخ صور کی ابتدا سے
سواس عبارت کا محل موت کے آنے پر تشیل کے طور پر یعنی موت کی تشیل شکر کے کوچ کے ساتھ جنگ اور
قتال کے واسطے مناسب معلوم ہوتی ہے اور حلیمی کتاب منہاج میں لایا ہے کہ نفخ صور کے سوائے نقر و دوسری
چیز ہی اس واسطے کہ اخبار میں آیا ہے کہ ار و احسنے حد کے موافق صور میں سوراخ ہیں سو نفخ صور کا تو
بیہوش کرنے اور مارنے کے واسطے ہوگا اسی واسطے نقر اور صور دونوں کریں گے تاکہ آواز شدت اور
سختی پیدا کرے اور عام کی خرابی اور ہلاکی کا سبب پڑے اور جب نفخ صور کا یعنی دوسری مرتبہ
ہوش میں لانے اور زندہ کرنے کے واسطے ہوگا تو اس وقت فقط نفخ ہوگا اس واسطے کہ غرض اس نفخ سے
ارواح کا پہنچانا ان کی بدنوں کی طرف ہے اور یہ بات فقط نفخ سے حاصل ہو سکتی ہے لیکن اس کلام
میں بھی خدشہ ہے کہ نقر جو نفخہ اولی کا متعارف اور ملا ہوا ہے تو کافرون پر شدت کا سبب اس واسطے
ہوگا کہ فرموت کو راحت جانیں گے بلکہ اس کی آرزو کریں گے اور کہیں گے يَا أَيُّهَا كَانَتْ الْقَاضِيَّةُ
اور اگر کافرون پر سختی اور شدت ہوگی تو دوسرے نفخ سے ہوگی اس واسطے کہ زبردستی ان کو محشر میں
یکھنچ لائیں گے اور حساب کتاب میں گرفتار کریں گے مگر یوں کہا جاوے تو ہو سکتا ہے کہ وہی نفخہ اولی

کی شدت اس شدت کا مبادی تو گو یا شدت اور سختی کی ابتدا اسی وقت سے شروع ہوگی غرض کہ ہر طرح خواہ موت اور برزخ کی شدت مراد ہو اور خواہ قیامت کے ہولوں کی شدت اور سختی مراد ہو لیکن حق تعالیٰ کی عنایت سے ایسا نذر و ن میں اثر نہ کرے گی بلکہ اس دن کی شدت اور سختی عَلَى الْكَافِرِينَ کا فزون برہی فقط اس واسطے کہ اول و پہلے میں اگرچہ ایماندار اور نیک بھی اس سختی میں گرفتار ہونگے لیکن ایمان کی تاثیر سے اور پیغمبروں اور قرآن کی شفاعت سے وہ سختی آسانی سے بردہ ہو جائے گی بخلاف کافروں کہ اس دن ان پر دہم سختی کی زیادتی ہوتی جاوے گی غیر کسبِ نیو ہرگز آسان ہو نہوالی ہنہیں ہی جبطرح ایمان داروں پر اس دن آسان ہو جاوے گی یا جیسے دنیا میں کافروں پر آسانی ہو جاتی تھی چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ آخرت کے سفر کی اول منزل قبر ہے جسے اول منزل میں شدت دیکھی اور رنج کھینچا تو اسکو آگے چل کے شدت اور سختی اور زیادہ ہوتی جاوے گی اور جسے اس پہلی منزل میں اس سختی سے نجات پائی تو ہر گلی منزلوں میں اس سے زیادہ آسانی ہوگی سو جب یہ بات معلوم کر لی تم نے کہ شدت اور سختی کا وقت کافروں پر اور ہمارے قبر کا ظہور ان کافروں سے عوض لینے کے واسطے اس جہان سے گذر جانے کے بعد یعنی موت کے بعد ہی نہ دنیا میں اور اس جہان کی زندگی میں اس واسطے کہ اگر اس جہان میں یہ کافر شدت اور سختی میں گرفتار نہ ہو تو ان کافروں کو برا بنی کرنے کی فرصت اور مال اور اسباب اور دوسرے دنیاوی فایدون سے نفع حاصل کر نیکی قدرت حاصل ہووے اور امتحان اور آزمائش کے معنی ہی نہ پائے جاوے تو اب تم کو چاہئے کہ اسے عوض طلب کرنے میں اور کفر کی سزا ان کو پہنچانے میں جلدی مت کرو بلکہ ذُرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا چھوڑ دے منھبہ کو اور اس کو جس کو پیدا کیا ہے اکیلا کہ اس وقت نہ فوج رکھتا تھا نہ لشکر نہ جو رکھتا تھا نہ اولاد اور نہ قوت رکھتا نہ کپڑے اور نہ مال رکھتا تھا نہ اسباب وَجَعَلْتُ لَهُ مَالًا لَّامْتَدَّ وَدًا اور کر دیا ہے اس کے واسطے بہت سال کہ روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہی علمائے کہا ہے کہ جو مال روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے وہ تین قسم کا ہوتا ہے اول زراعت اور کھیتی کا مال دوسرے مویشی کا مال تیسرے تجارت کا مال اس واسطے کہ ان تینوں قسموں میں جو کچھ حاصل ہوتا ہے خرچ سے زیادہ ہوتا

بخلاف دوسرے مالوں کے اور اس آیت میں ایک کا فرض خاص کی طرف اشارہ ہے جو مال اور اسباب کی کثرت سے قریش میں مشہور تھا اس کا نام ولید بن مغیرہ تھا اس کو حق تعالیٰ نے تینوں قسموں کا مال دیا تھا چنانچہ طائف میں باغات اور کھیتیاں اسکی بہت تھیں ہر فصل کے میوے اسکے باغوں میں افراط سے پائے جاتے تھے اور ہر موسم کی کھیتی بھی اسکے یہاں ہوتی تھی اور مویشی بھی بہت رکھتا تھا ان کے دودھ دہا گئی پشم نسل سے بہت کچھ حاصل ہوتا تھا اور ہر قسم کی تجارت بنو نضیر سے لیکر موتی تک اس کے یہاں ہوتی تھی اور غلام بھی بہت رکھتا تھا وہ غلام اور عمارتیں ان کا مونہ پر معین اور مقرر کر دئے تھے کہتے ہیں کہ ایک لاکھ دینار یعنی اس وقت کے چلن کی اشرفی اور دس لاکھ درہم یعنی اس وقت کے چلن کا روپیہ اسکے گھر میں موجود تھا اور جو اس قدر مال کی کثرت بدون اولاد کے کچھ لطف نہیں رکھتی ہے اور خوشی حاصل نہیں ہوتی اور نعمت نہیں رہتی بلکہ رنج اور غم کا سبب بنتی ہے اور عیش کو منہص کر دیتی ہے سو اپنی نعمت کے پورا کر دینے کے واسطے اس کو اولاد بھی دی ہم نے وہ بنائے شہود اور کر دئے ہم نے اس کے واسطے بیٹے جو لا دین بہتر قسم ہیں پھر دے بیٹے ہمیشہ اس کے پاس رہتے کبھی اس سے غایب اور علیحدہ نہ ہوتے یعنی مال کی کثرت اور بے پروائی کے سبب سے روزی کی طلب کی واسطے سفر بھی نہیں کرتے تھے تاکہ ان کی مفارقت اور جدائی کا رنج اسکے عیش کو منہص کرے بلکہ ہر وقت اس کے سامنے رہتے تھے اور ان کے دیکھنے سے ہمیشہ وہ خوش رہتا تھا اور زراعت اور تجارت کی خبر گیری کے واسطے بھی ان کو نہیں بھیجتا تھا سو واسطے کہ غلام ہو شیار اور گماشتہ امانت دار موجود تھے بیٹوں سے کچھ کام نہ تھا وہ ہر وقت اور ہر مجلس میں اسکے ساتھ رہتے تھے اور اسکی عیش عشرت کے شریک بلکہ خود سبب پڑتے تھے اور مجلس کی زینت اور ہر جلسہ کے اس کے مونس تھے بعضوں نے کہا ہے کہ شہود کی لفظ شہادت سے مشتق ہے اور شہادت گواہی کے معنوں میں ہے یعنی اس کے بیٹے اسکی ہر بات کو سچی ہو یا جھوٹی ثابت کرتے تھے اور اسکے سخن کی تصدیق کرتے تھے اس سبب سے اس کی بات ہر مجلس اور مقام پر سبب بنتی تھی سو واسطے کہ اگر اولاد باپ کی مرضی کے موافق نہیں ہوتی ہے اور ہر کام میں باپ سے علیحدہ رہتی ہے اور اسکے شریک رنج و راحت کی نہیں ہوتی اور اسکی بات کو تصدیق نہیں کرتی ہے تو ایسی اولاد باپ پر

وہی نہیں ہے

و بال ہو جاتی ہے اور روحی رنج باپ کو حاصل ہوتا ہے اور حقیقت میں ایسی اولاد اولاد ہی نہیں ہے
 اور اس ولید کی اولاد بھی بہت تھی چنانچہ ان میں سے سات شخص بڑے نامور مشہور ہیں ولید بن
 بن ولید اور خالد اور عمارہ اور ہشام اور عاص اور نسیس اور عبد شمس اور ان میں سے چار شخص دولت
 ایمان سے مشرف ہوئے تھے یعنی ولید اور خالد اور عمارہ اور ہشام اور تین شخص کفر کی حالت میں مر
 اور جو مسلمان ہوئے تھے ان میں سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے اس قدر جہاد کیا اور کافروں کو مارا
 کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر کی امیر الامرائی کا منصب ان کو ملا اور آپ نے ان کو سیف اللہ
 کا خطاب دیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اول کی خلافت میں بھی اسی منصب پر بحال
 رہے اور ملک شام اور عراق انہی کے ہاتھ سے فتح ہوا اور اکثر مروجوں کی مہموں کا سرانجام ان کے
 ہاتھ سے ہوا اور ولید بن ولید کو ان کے باپ اور بھائیوں نے مکہ میں روکا اور متدیکہ کیا تھا کہ رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے نہ پاویں اور ہجرت نہ پاویں اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ہاتھ
 کے واسطے بجز کی نماز میں قنوت بھی پڑھا ہے اور یکار کر آپ یہ دعا مانگتے تھے اللّٰهُمَّ اَنْجِ الْوَلَدَ
بْنِ الْوَلَدِ وَحَيَّاشْ بِنِ ابْنِ دَبِيعَةَ وَسَلْمَةَ بِنِ هِشَامٍ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ
 آخر کو ان ظالموں کے ہاتھ سے چھوٹنے کے شرف صحبت فیض موبیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حاصل
 کیا اور آپ کچھ قدموں پر اپنی جان کو فدا کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ملبوس خاصہ
 میں یعنی قمیص مبارک میں کنکنا کے دفن کیا چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ان کے وفات کے وقت یہ
 فدیہ فرمایا ہے اَبْکِی الْوَلَدِ بِنِ الْوَلَدِ بِنِ الْمُخْبِرَةِ اَبْکِی الْوَلَدِ بِنِ الْوَلَدِ بِنِ الْعَشِيرَةِ
 اور ان کے عجائبات معاملوں سے ایک یہ ہے کہ کافروں کی زبردستی سے جنگ میں جا کے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج کے مقابل میں گھڑے ہوئے تھے جو وقت کافروں نے شکست کھائی اور
 مسلمانوں نے کافروں کو پکڑ کے قید کیا اور فدیہ لیکر چھوڑا اس وقت ولید بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 بھی پکڑے گئے تھے یہی روپیہ دے کر چھوٹے پھر اپنا اسلام ظاہر کیا لوگوں نے کہا کہ فدیہ دینے کے
 پہلے کیوں نہ اسلام ظاہر کیا انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اندیشہ کیا کہ اگر فدیہ کے ادا کرنے کے پہلے

کیونکہ اسلام ظاہر کیا انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اندیشہ کیا کہ اگر فدیہ کے ادا کرنے کے پہلے میں اپنے اسلام کا اظہار کرتا ہوں تو لوگ ایسا سمجھیں گے کہ فدیہ کے معاف کرانے کے واسطے اسلام کا اظہار کیا ہی نہ حقیقتاً لی کی رضا مندی حاصل کرنے کے واسطے اور جب میں نے فدیہ کو ادا کیا تو یہ وہ ہم جانتا رہا پھر بے دغدر اور دہشت کے اظہار اسلام کا کیا میں نے حاصل کلام کا ولید کی اولاد سب ایسے قابل اور کام والے اور جوان اور خوش رو اور خوش شکل تھے کہ تمام قریش کے قبیلے میں ان کی مثال دی جاتی تھی اور جو مال کی کثرت اور اولاد کی بہتایت بدو ن ریاست اور حکومت کے رونق نہیں رکھتی تھی اس واسطے اس کو ریاست اور حکومت اور عزت بھی انتہا درجے کی دی ہم نے وَمَقَّذَاتُ لَبَنٍ مَّهِيدٍ لَیْکُمْ اور مضبوط کی بہنے اسکے واسطے سند ریاست کی اچھی طرح کی تیاری چنانچہ تمام قریش ہر شکل کام میں اسی کی طرف رجوع کرتے تھے اور اس کو اپنا حاکم جانتے تھے یہاں تک کہ قریش کے قبیلے میں وہ دو لقب کر کے ملقب ہوا تھا ایک تو وحید اس واسطے کہ اپنے اوصاف کمال میں یکتا تھا اور قابلیت کے فو نہیں جیسے شعر وغیرہ بڑا کمال رکھتا تھا اور اس کو ریکانہ قریش بھی کہا کرتے تھے یعنی قریش کا گل اس کی خوش اخلاقی اور خوبصورتی کے سبب لیکن باوجود اس قدر کثرت نعمت اور ثروت کے اپنے پروردگار کا بڑا شکر تھا کہ کبھی شکر کا کلمہ اس کی زبان سے نہ نکلا اور سوائے بت پرستی اور لات اور عزت کی پرستش کے دوسری چیز نہ کچھ بھی نہیں جانتا اور ہمیشہ مال کی زیادتی کی فکر میں مصروف رہتا تھا اور اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس کے سامنے بہشت اور اس کی نعمتوں کا ذکر فرماتے تو سننے کہتا تھا کہ یہ شخص اگر بہشت کی تعریف میں سچا ہے تو یقیناً کامل ہی کہ حق تعالیٰ نے اس گھر کو میرے واسطے پیدا کیا ہے اس واسطے کہ میرے سوائے کوئی شخص اس نعمت کا مستحق نہیں ہے سو ایسی اس کی ناشکری اور حرص کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ تَمَّ طَمَحُ اَنْ اَزِيْدَ پھر باوجود ان نعمتوں کے جو وہ رکھتا ہے اور اس کی شکر بھی ادا نہیں کرتا ہے پھر بھی امید اور طمع رکھتا ہے کہ ہم اس کو دنیا اور آخرت کی نعمتیں زیادہ کریں گے کَلَّا ہرگز نہ طمع اس کو رکھنا چاہیے اِنَّهٗ كَانَ لَا یَاْتِنَا حَبِیدٌ اَبے شک وہ ہی ہمارے قرآن کی آیاتوں سے عناد کر رہا ہے اور ہمارے کلام سے دشمنی رکھنے والا اور ہمارے کلام سے دشمنی گویا ہمیں سے دشمنی ہے اور اپنے

منعم اور محسن سے دشمنی رکھنا پہلی نعمتوں کے زوال کا موجب ہے پھر زیادتی نعمتوں کی امید رکھنے کا کیا ذکر ہے تاریخ اور سیر والوں نے لکھا ہے کہ ان آیتوں کے نازل ہونے کے بعد پچی درپچی اسکے مال اور شاہان میں نقصان ہونا شروع ہوا یہاں تک کہ فقیر ہو کے مر گیا اور غناد کے معنی کفر میں یہ ہیں کہ جان بوجھ کے حق کو باطل کرے اور حق بات کی خرابی کے پیچھے پڑے اور کفر کی نعمتوں میں سخت تر تم یہ ہیں اس واسطے کہ کفر کی تسنیں چار ہیں ایک تو کفر شک کا ہے چنانچہ اکثر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کے کافر بھی قسم کے تھے اور انہی کے حق میں یہ آیت قرآن شریف کی نازل ہوئی ہے کہ بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِي یعنی بلکہ وہ لوگ شک میں ہیں میرے ذکر سے اور دوسرا کفر جہل اور نادانی کا جو حق کو حق نہ جانے چنانچہ اکثر کلمہ کے مشابہ کسی قسم کے تھے اور انہی کے حق میں قرآن شریف میں آیا ہے وَكَثُرُوا هُم لَا يَعْقِلُونَ وَكَثُرُوا النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّجْهَلُونَ یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ اکثر ان کے بوجھنے نہیں ہیں اور اکثر لوگ نہیں جانتے ہیں اور بلکہ وہ قوم نادان ہیں اور تیسرا کفر جھوٹ اور انکار کا کہ جان بوجھ کے اقرار نہ کرے اور اس کو نمٹانے چنانچہ اہل کتاب کے حق میں ارشاد ہوتا ہے کہ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُونَ یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن لوگوں کو دی جاتی ہے کتاب دے پہچانتے ہیں اس رسول کو جیسا کہ پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور بے شک ایک فرقہ ان میں سے ہر آئینہ چھپاتا ہے حق کو اور حال یہ ہے کہ وہ جانتے ہیں اور فرعون اور اسکی قوم کے حق میں بھی یہی مضمون ارشاد ہوا ہے کہ وَحَجَّاجُوا بِهَا وَاسْتَقْبَلَهَا أَنفُسَهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا یعنی انکار کی اس مغر کی اور یقین جانا اسکو جانا ان کی نے ظلم اور تکبر کے سبب اور جو تھا کفر غنادہیں جو باوجود پہچاننے حق کے اسکی انکار پر اڑ جاوے اور اسکی باطل کرنے کے پیچھے پڑے اور وہاں ہی شبہ نکال کے سچی دلیلوں کو اڑا دے اور بالکل حق کے مقابلہ میں آ جاوے اور ولید پلید کا بیان یہ ہے کہ ایک روز مکہ معظمہ کی مسجد میں یہ بھی بیٹھا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریف رہتے تھے اسوقت سورہ حم السجد آپؐ نازل ہوئی اور آپؐ کی عادت شریف یہی تھی کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے قرآن شریف سننے کے بعد آپؐ نے دہرائے تھے اسی عادت کے بموجب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورت کو پڑھنا شروع کیا اور جب آپ نے دیکھا کہ ولید بھی سنتا ہی تو آپ نے پھر اس سورت کو اُسے سنایا اور بعضی روایتوں میں آیا آیا ہی کہ سورہ حم المؤمن کو ابتدا سے الیہ المصیر تک آپ نے اس کو سنایا اور اس نے بھی خوب تامل اور غور کر کے سنا اور اپنی قوم یعنی بنی مخزوم کے لوگوں سے کہا کہ میں نے آج جو کلام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنا ہی انصاف تو یہم ہی کہ یہ کلام نہ آدمی کا ہی نہ جن کا اس واسطے کہ اس کلام میں ایسا لطف اور مزا ہی کہ کسی کلام میں یہ بات پائی نہیں جاتی اور اس کلام پر انوار چمک رہے ہیں اور اس کلام کی شانیں میوے سے پر ہیں اور اس کلام کی جڑ بڑی موٹی اور مضبوط ہے اور یہ کلام سب کلاموں پر غالب ہے اور یہ کلام ہرگز مغلوب ہو نہ والا نہیں ہے پھر جب وہ اس مجلس سے اٹھ کے چلا گیا تو یہم خبر لوگوں نے ابو جہل کو پہنچا اور کہا کہ آج تو ولید کو بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی باتوں کا فریضہ کر لیا اور ولید نے بھی محمد کی دین کی طرف میلان کیا اس بات کے سنتے ہی ابو جہل دوسرے قریش کے کئی رئیسوں کو اپنے ساتھ لے کر ولید کے گھر میں گیا اور کہا کہ میں نے ایک عجیب بات سنی ہے کہ تم بھی محمد کے دین کی طرف جھکے اور روٹی اور شور باجو ابو قحافہ کا بیٹا یعنی ابوبکر رضی اللہ عنہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کے واسطے پکا کر لاتا ہے اور وہ سب ساتھ مل کے کھاتے ہیں اس کے کھانے کی رغبت تمہارے بھی دل میں پیدا ہوئی یہ بات سنتے ہی ولید غصہ میں آیا اور کہنے لگا کہ میری ثروت اور مالدار کا حال تجھ کو خوب معلوم ہے کہ محمد اور اس کا یار ابو قحافہ کا بیٹا میرے دروازے کے فقیہ کی بھی برابر ہی نہیں کر سکتے ہیں مجھ کو ان کے کھانے کی کیا پروا ہے ابو جہل نے کہا حقیقت میں یہی بات ہے اور اپنی بات میں تم سچے ہو تو اس وقت مسجد میں چلو اور میں سب قریش کے سرداروں کو جمع کرتا ہوں تاکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدمہ میں مشورہ کریں پھر اس وقت ولید اٹھ کر کھڑا ہوا اور ابو جہل کے ساتھ مسجد میں آیا اور قبۃ قریش کے قسطلے اور اسکے سردار تھے سب جمع ہوئے جیسے ابو جہل اور ابولہب اور ابونعیمان اور نصر بن الحارث اور امیہ بن خلف اور عامر بن وائیل اور یہ سب سردار ولید کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ ہوا ایک سخت مشکل درپیش ہوئی ہے اور وہ یہم ہی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور ایک

کلام پڑھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کلام خدا تعالیٰ کی طرف سے بچھڑنازل ہوتا ہے اور اب جج کا موسم
آہنچا ہے ہزاروں لوگ ہر طرف کے اس شہر میں آدینے اور ان کے احوال اور ان کے دعوے اور اس
کلام کے حال سے ہمے پوچھنے کو ہم میں سے بعض تو اس شخص کو شاعر کہتے ہیں اور اس کے کلام کو
شعر کہتے ہیں اور بعض اس شخص کو مجنون اور دیوانہ کہتے ہیں اور اس کلام کو ہذیان اور یہودہ گوئی
کہتے ہیں اور ان دونوں باتوں میں آسمان زمین کا تفاوت ہے اور اگر اس طرح کا اختلاف لوگ
سے سنیں گے تو ہم کو نا فہم اور نادان کہنے ایک بات کو مقرر کیا چاہئے تاکہ جو شخص باہر سے آوے
اور ہمے پوچھے تو ہر شخص ہم میں سے وہی ایک بات کہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سن کے
لوگ فریفتہ ہو جاویں اور اس کی طرف میلان نہ کریں اور تم کو حق تعالیٰ نے ہم سب میں بڑا کیا ہے اور عقل
اور دانائی اور تجربہ اور ملکون میں پھرنا اور بستیوں کی سرگردان سب چیزوں میں تم کو ہم پر امتیاز دیا
ہے اس واسطے ہم سب نے تمہاری طرف رجوع کی ہے سو اس امر میں ایک بات تم ٹھہرو و اسی طرح ہم اس
شہر مکہ میں منادی کر دین کہ سوائے اس بات کے کوئی اپنی زبان پر دوسری بات نہ لادے سب وہی ایک
بات کہیں و لید یہ بات سننے سرنگون ہوا اور چپ رہا پھر تامل کے بعد کہنے لگا کہ اگر تم اس کلام کو شعر و
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہو گے تو اس وقت ملزم ہو جاؤ گے اس واسطے کہ میں نے عبید بن ابی ربیع اور
امیہ بن ابی الصلت اور دوسرے قدیم شاعروں کے شعر سنے ہیں اور میں نے اس میں خوب غور کیا ہے سو یہ
محمد کا کلام شعر ہرگز نہیں ہے اور محمد کو شعر کہنے کا سلیقہ بھی نہیں ہے اور اگر اس کلام کو کہانت کہو گے
اور محمد کو کاہن ٹھہراؤ گے تو بھی الزام کھاؤ گے اس واسطے کہ ان کا کلام کبھی سچ ہوتا ہے اور کبھی
جھوٹہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں کبھی جھوٹ نہیں ہے اور اگر اس کلام کو ہذیان اور مجسمہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون کہو گے تو بھی خیف اور ذلیل ہو گے اس واسطے کہ مجنون ہمیشہ یہودہ بکا کرتا ہے
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کوئی علامت جنون کی تھی پستی جو اس کو مجنون کہو گے اور اس کے
کلام میں تو بالکل نصیحت اور حکمت جبری ہوئی ہے اور اگر اس کلام کو سحر کہو گے اور محمد صلی اللہ علیہ
وسلم کو ساحر کہو گے تو یہ بھی تمہاری بات بن نہ پڑے گی اس واسطے کہ سحر میں بعض کلمے مہل اور بے

معنی ہوتے ہیں اور سحر بہت اپنے سحر سے دنیا کا نفع چاہتا ہے اور مال کھاتا ہے اور یہ کلام معنوں پر ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مال کی اور دنیا کے نفع کی کچھ پروا بھی نہیں ہے پھر ان رب چیزوں کو بیان کرنے اور باطل کرنے کے بعد بہت غور اور تامل کیا اور دھنے بائیں اپنے دیکھا اور نہایت فکر اور رنج سے غصہ میں آیا آخر کو چپ ہو گئے بیٹھ رہا قریش کے سرداروں نے جب اس کا یہ کلام سنا اور اس کا یہ حال دیکھا تو کہنے لگے کہ پھر اب تدبیر اس کی کیا ہے ہم لوگوں سے کیا کہیں ولید پلید نہایت فخر اور تکبر سے کہنے لگا کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ بابل کا جادو ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی صحیح سند سے پہنچا ہے اور یہ بابل کا جادو اور جادوؤں کے سوا ہے اور اس کے جادو ہونے پر بڑی قوی دلیل یہ ہے کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے اور ان کے کہنے کو سنتا ہے وہ اپنے باپ مان جو ر و اولاد سے بیزار ہو جاتا ہے اور سب کو چھوڑ دیتا ہے اور یہی سحر کی خاصیت ہے کہ جو ر و خاوندین اور باپ بیٹے اور مان بیٹی میں جدائی اور تفرقہ ڈال دے جتنے قریش کے سردار تھے اس بات کے سنتے ہی اس پلید سے بہت شادان اور فرمان ہوئے اور اس کی عقل اور دانائی پر تعجب اور آفرین کی کہ خوب ہی بات سوچی تھے پھر اس وقت کہ کے شہر میں منادی کر دی کہ آج سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سحر کہا کر دشاعر اور کاہن اور مجنون کوئی مت کہو سو اس قصہ سے معلوم ہوا کہ اس نے قرآن کی حقیقت اور اس کے نزول کی کیفیت کو خوب دریافت کیا تھا لیکن باوجود اس دریافت کرنے کے اس کی حقیقت کے باطل کرنے میں کوشش کرتا تھا اور جو لوگ اسے اس کام کی تدبیر کو پوچھتے تھے ان کو کفر کی تلقین کرتا تھا سو باوجود اس عناد اور دشمنی کے اپنے منعم کے کلام سے اور اس کے رسول سے اس کی زیادتی نعمت اور بخشش کی توقع کسی طرح رکھتا ہے سو بطرح وہ کفر میں ترقی کر کے اعلیٰ مرتبہ کفر کو پہنچا ہے یعنی کفر عناد کو جو ابلیس کا منصب ہے اس طرح سَاۡدُھِقَہٗ صَعُوۡدًا تَرَدَّیۡکَ ہے کہ دوزخ میں اس کو تکلیف صعود کے اوپر چڑھنے کی دینگے ہم اور صعود نام ہے دوزخ کے پہاڑ کا جو دھکتی آگ سے بنایا ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ چڑھائی اس کی پچاس برس کی راہ ہے جو کا فر معاد ہے اس کو دوزخ میں لوکل نہ زبردستی اوپر لے کر چڑھا دیں گے اور اس کی نوزش کا یہ حال ہے کہ جو میں کا فر اسپر اتھ رکھے گا بس

رکتے ہی جل کے بھسم ہو جائیگا اور پھر اسی وقت نیا بنے گا اور پھر جلے گا اور اسی طرح ان کے پاؤں کا حال ہو گا کہ اسپر رکتے ہی جل جائیں گے اور پھر نئے بنے گے اسی تکلیف اور مشقت سے اس کو زنجیروں سے فرشتے کھینچنے پھر جب اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے گا تو اس کو اوپر سے نیچے کو دھکا دین گے کہ نیچے آکر لگایا پھر اس کو مار مار کے اوپر چڑھا دیں گے اور پھر گرا دیں گے اور اسی عذاب میں ابدالابد تک رہے گا اور اس معاند کا قہر کو خاص اس قسم کے عذاب میں مبتلا کرنا اس سبب سے ہو گا کہ وہ بھی اپنی فکری حرکت میں درجہ بدرجہ مطالبے مبادیکو سعود کرتا تھا اور پھر قرب حق سے اپنے تئیں پائین گرتا تھا اور اپنی قدیم کی جہل مرکب میں غوطے کھاتا تھا اور حق پر قائم نہ رہتا تھا سو طرح کا عذاب اس کے افعالوں کے موافق سزا ہی اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے اِنَّهٗ فُتِنَ بِمَا كَسَبَ اس نے فکر کرنا شروع کیا قرآن مجید کے حال میں کہ آیا یہ قرآن حقیقی الٰہی کا کلام ہے وَقَالَ لَا اور اپنے ذہن میں متبنی احتمالیں اور نتیجہ میں سب کو جمع کیا اور اندازہ کیا یعنی کہنے لگا کہ قرآن شریف ان احتمالوں سے خالی نہیں ہے یا تو شرع کا کلام ہے یا ساحر کا کلام ہے یا کاہن کا کلام ہے یا مجنون کا اور ان احتمالوں میں حصر کی وجہ یہ ہے کہ یہ کلام یا کسی بڑے فکر اور خیال والے آدمی کا ہے تو احتمال پہلا ہے یا کسی نادان فاسد خیال والے آدمی کا ہے تو احتمال چوتھا ہے اور یا یہ کلام جن کا ہے آدمی کا نہیں ہے پھر آئندہ کے حادثوں کا علم اگر آدمی پر الفاکر نامنتور ہے تو تیسرا احتمال ہے جس کو کہانت کہتے ہیں کہ اگر کسی تاثیر عالم میں حادث کرنا منظور ہے تو احتمال دوسرا یعنی سحر ہے فَقَتَلَ كَيْفَ قتل پھر مارا جائیو اور لعنت ہو جو اسپر کیسا بے ربط اندازہ کیا کہ واقعی چیز کو احتمال کے طور پر بھی خاطر میں نہ لایا یعنی یہہ شبہ اور احتمال نے بھی نہ کہا کہ یہہ کلام کلام الٰہی ہے آدمی اور جن کا کلام نہیں ہے سو اس احتمال کو چھوڑنا انتہا درجے کی غناد پر دلالت کرتا ہے اور اس اچھے ہستمال کے چھوڑنے کے سبب سے لعنت اور پھٹکار کا مستحق ہوا ثُمَّ قَتَلَ كَيْفَ پھر لعنت کی جاوے اسپر کیسا بڑا اندازہ کیا سو اس طرح کہ شقون کے بیان کرنے کے تمام میں اور احتمالات کے بیان شروع کرنے میں جو احتمالات ظاہر ہوا ہیں ان کو ذکر کرنا فکر اور نظر سے صراحتہ خارج ہے اور یہ جتنے احتمال بیان کئے ہیں ان سب کا فناء

فساد ظاہر ہے اس واسطے کہ قرآن شریف میں شعر اور دسی کی علامتوں سے قافیہ کا التزام تو البتہ پایا جاتا ہے اور سوائے اسکے کوئی علامت شعر کی اس میں نہیں ہے اور متخیلہ مقدمات سے مرکب بھی نہیں ہے بلکہ قافیہ کا التزام بھی جو اس میں پایا جاتا ہے سو شعر کے قافیہ کے دستور کے خلاف ہے چنانچہ یہ بات قابل اور غور کرنے سے معلوم ہوتی ہے پھر جو علامتیں نہیں ہیں ان کی طرف خیال نہ کرنا اور ایک علامت جو فی الجملہ پائی جاتی ہے اسے کو پکڑ لینا اور اسی احتمال کو ترجیح دینا یا کمال غفلت سے ہی یا کمال غماہ اور سحر کی علامتوں سے اس کلام الہی میں ایک تاثیر تو انتہا درجے کی پائی جاتی ہے اور سوائے اسکے جتنی علامتیں سحر کی ہیں ان کا لگاؤ بھی اس میں نہیں پایا جاتا ہے چنانچہ شیطانوں کے نام لینا اور ان سے مت چاہنا اور ان کی التجا کرنا جو سحر کے لوازمات سے ہیں اسکی بوجھ اس کلام میں نہیں ہے اور جمل اور بے ربط لفظوں سے یہ کلام پاک بالکل برہی ہے سو فقط تاثیر کے لحاظ سے اس کلام اعجاز نظام کو سحر کہنا وہی مثل ہوئی کہ جو سفید ہے سو کپڑا ہے اور جو گول ہے سو طشت ہے بلکہ یہ کلام پاک تو شیطانوں کی برائی اور سحر کی مذمت اور شیطانوں کی ممانعت اور ان کی اتباع اور پیروی سے اپنے تئیں بچائے رکھنے میں پڑ ہے اس کو سحر نہ کہے گا مگر معاذ اور کہانت کی علامتوں سے اس کلام پاک میں غیب خبر دینا تو البتہ پایا جاتا ہے لیکن کاہن جزئیہ وغلیہ معارف سے خبر دیتا ہے اور یہ کلام اعجاز نظام کلیہ الہیہ علویہ معارف کا نشان بتلاتا ہے اور گذری امتوں کے قصے اور حشر اور نشر اور معاد کے واقعات اور احوالوں کو بیان کرتا ہے اس کلام کو کہانت کی تہمت لگانا وہی زرباف اور بوریاباف کی حکایت ہے اور مجنونوں کے ہذیان کی علامتوں سے اس کلام پاک میں وامورات جو عقل سے دور ہیں البتہ پائے جاتے ہیں لیکن اس کلام میں ان امروں کو جو عقل میں نہیں آتے ہیں واضح دلیلوں اور قوی برہانوں سے ثابت بھی کیا ہے اور اس طرح توضیح کی ہے اور یہی سببیں ہیں اس کی بیان کیں ہیں کہ وہ استبعاد اور عقل میں نہ آتا ہیچ اور بنیاد سے اکھڑ گیا ہے پھر بھی اس کلام پاک کو مجنون کا کلام کہنا گل کو خار اور یار کو غیار جانتا ہے سو اسے احتمالوں کے ذکر کرنے سے جن کا بطلان صراحتہ ظاہر ہے پھر دوسری مرتبہ لعنت کا مستحق ہوا اور سوائے اسکے اسے انتقد پر بھی اکتفا نہ کیا بلکہ تم فقط پھر دیکھا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حال میں کہ ان احتمالوں کے لوازمات انہیں

پائے جاتے ہیں جیسے یہ کلام شعر ہی تو چاہئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم عرض اور قافیہ اور شعر کی ہوز کو سیکھے ہو وین اور شعر کہنے کی مشق کی ہو اور اس فن کے ماہر دن کے پاس برسوں آمد و رفت رکھی ہو اور ان کی بٹ گردی کی ہو اور اگر سحر ہی تو چاہئے کہ ساحر و کئی صحبت میں رہے ہوں اور جن شیطانوں کی تسخیر کے علون کو انے سیکھا ہو اور اگر کہانت ہی تو چاہئے کہ بت خانوں میں اور دوسری شیطانی مجلسوں میں آپ نے برسوں آمد و رفت کی ہو اور عام اور خاص کے سوالوں کے جواب دیتے رہے ہو اور کئی خبریں کبھی جھوٹی کبھی سچی ہوتی رہی ہوں جس طرح کاہنوں کی عادت ہے اور اگر ہڈیاں جنوں کا ہی تو چاہئے کہ سوداوی خلط کا غلبہ اور نادانی اور بے تمیزی اور خلط اور مختلط کلام آپ میں پائے جاتے ہوں شہر علس پھر منہ کو بگاڑا اور تیور چڑھائے جس کے کہ ان لوازمات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک میں کوئی بات نہ پائی گئی تاکہ اس احتمال کو مقرر کر کے ترجیح دیوے و کبر اور چین بر چین ہوا کہ مجھ کو احتمال متروک اختیار کرنا پڑا یعنی اب یہ کہنا پڑا کہ یہ کلام حق تعالیٰ کا کلام ہے اور فرشتے کے واسطے پہنچا ہے اور یہ بات اپنے اور اپنی قوم کے مذہب کے خلاف ہے اور جو جمال والی شقون کے لوازمات کے اثبات سے ناامیدی اور شق متروک کے اختیار کرنے کا رنج ایک ہی زمانے میں بھٹا اس واسطے فہم کے کلمہ کو عبس اور بسر کے درمیان میں غلائے بلکہ واؤ کو لائے تاکہ اجتماع پر ولالت کرے شہر آدم بن پھر پیٹھ دی اور پھر اس شق سے جو واقعی اور حق تھی اور اپنی عروجی کی حرکت سے نزول کیا اور انہیں احتمالات سے جو اسکے ذہن میں جمے ہوئے تھے اور پہلے انکو باطل کر چکا تھا ایک ان میں غناد اور تعنت کی راہ سے اختیار کر لیا اور رجعت قہقری کی یعنی اٹھا پہرا و استکبر اور تکبر کیا اس کے کوئی محکوم اس شق کی طرف رجوع کرنے سے طعن اور تشنیع کرے گا اور یہ کہیگا کہ اپنی باطل کی ہوئی شق کی طرف پھر نا مناظرے والوں کے نزدیک بہت معیوب بات ہے سو تم کیوں اس کی طرف پھر اس واسطے کہ میں کسی کی پروا نہیں رکھتا ہوں یا اتے مراد یہ ہے کہ کبر کیا شق حق کے اختیار کرنے سے جاؤ متعین ہونے کے گویا کہ اسکے نفس نے تکبر کے سبب سے اس بات کو گوارا نہ کیا کہ اس شق کو اختیار کر لئے اقرار کرے اس بات کا کہ میں اتنی مدت دراز خطا پر تھا بلکہ یہ بھی نہ کیا کہ اس باطل احتمال کو تردید کے مقام

ذکر کرے اور یہ ہے کہ ایک یہ احتمال اور یہ شق بالکل میرے دل سے زایل نہیں ہوا ہی اسکے ابطال
محبود و غرض ہی بلکہ اس باطل احتمال میں حصر کا دعویٰ کر بیٹھا اور حق کے احتمال کے واسطے تصور کی بھی گنجائش
نچوڑی فقال ان هذا الاصح قوت پھر بولا نہیں ہی یہ کلام مگر جاد و نقل کیا گیا بابل سے یا عجم
سے یا دوسرے پہلے ساحر و نسیے اور یہ قید اس واسطے بڑھائی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دیکھ کے
اس کی بات کو کسی جو بھلا نہ ڈرے اس واسطے کہ آپ کا حال ساحرون کے مخالف تھا پھر نتیجہ نکالنے کی وقت
بھی حق احتمال کی مطلق نفی کر دی اور کہا کہ ان هذا الا قول البشر نہیں ہی یہ کلام مگر کہا ہوا آدمی کا
کاشکے یوں کہتا کہ ان هذا الا سحر او كلام الله یعنی نہیں ہی یہ کلام مگر جادو یا اللہ تعالیٰ کا کلام
نچوڑ بھی بوجھنے بوجھانے کی گواہ کھلی رہتی اور جسکو بھی دوسری مرتبہ غور اور تامل کرنے میں جو شق کہ حق
ہی اسکی ترجیح ممکن ہوتی اور جو اسنے اس پانچویں شق سے جو حق اور واقعہ ہی اسطرح کا انکار اور
کبر کیا تو اعراض اور استکبار کی جہانیں بالضرور ساقط ہیں کہ داخل کرین گے ہم
اسکو دوزخ میں جگانام سقر ہی اور یہ دوزخ کا پانچواں طبقہ ہی اور حق تعالیٰ کے غضب اور قہر کا مظہر
اتم ہی اور غضب الہی کی عظمت کے آثار جو اس طبقے میں ظہور کئے ہیں کسی بشر کو اس کا حال معلوم نہیں
وما آذرتک اور کیا جانتے اگرچہ تمام مخلوقات سے مظاہر الہیہ کے جمالیہ ہوں یا جلالیہ تم اعلم ہو
ما سقدر کیا ہی سزا تھا اسکی تعریف اور توصیف میں جو کہہ سکتے ہیں وہ اسقدر ہی کہ لا یبقی ہرگز باقی
نہیں رہتی کسیکو جو اس میں ڈالا جاتا ہی یہاں تک کہ اسکو بالکل نیت اور نابود کر دیتی ہی ولا تذکر
اور نہیں چھوڑتی اسکو جلانے کے بعد بھی بلکہ پھر اسکو درست کرتی ہی اور پھر جلاتی ہی ابد الاباد تک یعنی
ہمیشہ ہی کام اس کا ہی جس طرح یہ معاند یعنی ولید پلید شق باطل کو نہ ثابت کر سکتا تھا اور نہ اسکو چھوڑتا
تھا اور اس میں سقر میں ایک صفت دوسری بھی ہی کہ لا آحق للبشر جلا نیوالی اور تعویض کرنے والی
ہی فقط آدمیوں کو نہ موکل فرشتوں کو اور نہ داناں کے سانپ کچھوٹکو اور نہ کھی اور گلی کو اور سپہنہوٹکے
درخت کو بلکہ انہیں کچھ بھی تعرض نہ کرے گی اگر ان چیزوں کو بھی جلا دیتی تو ان چیزوں کے عذاب سے آدمیوں کو نجات
ہوتی اور تھوڑی تخفیف عذاب میں ہو جاتی اور کو آحقہ کی لفظ ماخوذ ہی عرب کے قول سے یعنی

لَا حَاحَ الْعَطَشِ سے یہ اس وقت بولتے ہیں جب اندر جل جاوے اور نہہ سیاہ ہو جاوے اور بعض مفسرون نے ابجلم پر بشر کی جمع بشرہ کی کہا ہے جو ظاہر بدن کے پوست کے معنوں میں ہے لیکن لائق و لائق کے بعد جلانے اور جلانے سیاہ کر دینے کا ذکر مناسب نہیں ہے اس واسطے کہ قوی تاثیر کے بعد ضعیف تاثیر کو ذکر کرنا بلاغت کے آئین سے دور ہے اور قرآن شریف میں شک و نظر جمع میں کہیں متعل بھی نہیں ہوئی ہے نہ یہاں نہ دوسری سورتوں میں پھر اس لفظ کو عزیز معنوں میں متعل کرنا بہتر نہیں ہے اور ان عذابوں کے سوا ایک عذاب مستقر و زخ میں دوسرا ہے سب زیادہ یعنی دوزخ کے موقوفوں کی تعداد اور زبیر کہ آگ کی گرزوں سے مارین گے اور آگ کی زنجیروں اور طوفانوں سے ان کو جکڑینگے اور کبھی گھسیٹیں گے اور کبھی ڈھکیلیں گے اور اپنی ہڈیاں ٹکلیں دکھلا کے انکا دم ناک میں کرینگے اور ہر وقت اور ہر لمحہ موت کا مزا چکا و نیگے اس واسطے کہ علیہا اس دوزخ پر دار و غم مقرر ہیں سَعَةِ عَشْرِ اربعین فرشتوں اور عَشْرِ تیرہ فرشتوں سے کہ ان فرشتوں کی آنکھیں برقی کی طرح چمکتی ہوں گی اور ان کی آواز تندرعد کی سی ہوگی اور ان کے دانت بارہ سینکے کے سینکے کی طرح کے اور ان کے بال اس قدر دراز ہوں گے کہ دامن کی طرح زمین پر پھٹتے ہوں گے آگ کے شعاع فوار کی طرح ان کے منہ سے نکلتے ہوں گے ایک کا ندھ سے ان کے دوسرے کا ندھے تک ایک سال کی مسافت ہوگی تھیلی ان کی اس قدر دراز ہوگی کہ ستر ہزار آدمیوں کو ایک مرتبے ٹھہریں لیکر چان چاہیں وہ ان پھینک دیں مہربانی اور نرمی ان کے دل سے نکال ڈالی گئی ہے اور ان فرشتوں کے انیس ہونگی وہ یہ ہیں کہ دوزخ غضب الہی کے ظہور کا محل ہے جو بظرح رحمت الہی کسی امر کے سرانجام پر جو وقت کہ متوجہ ہوتی ہے تو تمام مخلوقات کی روحانیات اس رحمت الہی کے کارخانے کو سرانجام دینے کے واسطے خادم ہو جاتی ہیں تاکہ مشیت اور خواہش الہی خلعت ظہور کی پہن کے جلوہ گر ہووے چنانچہ اسی مضمون کو اسی قطعہ میں بیان کیا ہے فَطَنَم ابرو باد و فلک و شمس و قمر کام میں ہیں کہ تو روٹی کو جو پیدا کرے غفلت سے نہ کھائے بیٹے سرگشتہ و محکوم یہ بے تیرے لئے منصفی پہ نہیں جو حکم سے تو یوں پھر جائے اس بظرح جب غضب اور قہر الہی کسی کام کے جاری کرنے میں متوجہ ہوتا ہے تو یہی تمام مخلوقات کی روحانیات کو اس خدمت کے سرانجام سے چارہ نہیں جو غضب الہی کے کارخانے کو جو دوزخ ہے کئی فرشتوں کا ہونا اس کے سرانجام کی واسطے ضرور ہے

اور صحت کا بیان

سویلا فرشتہ وہ ہی جو عرش مجید کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور اس کا نام مالک ہے کہ تمام عمر سکون
 ہنسی نہیں آئی بلکہ اسکے چہرے پر خوشی کے آثار ہرگز کبھی معلوم نہیں ہوئے اور یہ فرشتہ دوزخ میں بادشاہان
 کے قائم مقام ہے اور دوسرے سب فرشتے کے محکوم اور تابعدار ہیں حکم کرنے کی خدمت اس کو سپرد ہے
 اور دوسرا فرشتہ وہ ہی جو گرمی کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور دوزخ کے طبقوں پر لوگوں کو تقسیم
 کرنا اور عذاب کا اندازہ ہر ایک کی واسطے مقرر کرنا اس کا منصب ہے اور یہ مالک کے دیوان اور دفتر
 کے قائم مقام ہے اور تیسرا فرشتہ وہ ہی کہ ساتویں آسمان کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے جو رحل
 مکان ہے اور دوزخیوں کے بدنوں کو محفوظ رکھتا تاکہ دوزخ کے عذاب کے صدمہ سے بالکل نیت نہو جاوے
 اور ان بدنوں کو ہمیشگی کے وجود کا استعداد کرنا اور ہر ساعت اور ہر لمحہ نیا چمڑا درست کر دینا اور ان کے
 جملے ہوئے بدنوں کو ہر وقت نیا کر دینا اس کا کام ہے اور وہ مالک کی میر عمارت کے قائم مقام ہے اور
 چوتھا فرشتہ وہ ہی کہ چھٹے آسمان کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے جو مشترک مقام ہے اور دوزخیوں
 کے آپس میں جھگڑا دینا اور تابع اور مقبوعوں کو آپس میں لڑا دینا اور ایک کا دوسرے پر سخت کرنا یہ اس کا
 کام ہے چنانچہ قرآن شریف میں کئی جگہ یہ مصنون مذکور ہے اور وہ مالک کے قاضی کے قائم مقام ہے اور پانچواں
 فرشتہ وہ ہی کہ پانچویں آسمان کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے جو مرتج کا مکان ہے اور دوزخیوں کو
 پکڑنا اور باندھنا اور کھینچنا اور مارنا اور زخمی کرنا اس کا ذمہ ہے اور وہ مالک کے کووال اور جلا داور میر
 عذاب کے قائم مقام ہے اور چھٹا فرشتہ وہ ہی کہ چوتھے آسمان کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے
 جو آفتاب کا مکان ہے اور دوزخیوں کے باطل اعتقاد اور بُرے کام کو ظاہر کرنا اور ندامت اور شرمندگی
 ان پر ڈالنا کہ عذاب روحانی میں گرفتار ہووین یہ سب اس کا کام ہے اور وہ اس عالم کے میر تعلیم اور تائید
 کے قائم مقام ہے اور ساتواں فرشتہ وہ ہی کہ تیسرے آسمان کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے
 جو زہرہ کا مکان ہے اور دوزخیوں کو رونا اور پٹینا اور چلانا اور واویلا کرنا اور زہر اور شہیق
 یاد دلانا اس کا کام ہے اور وہ اس عالم کے رقاٹوں کے قائم مقام ہے اور آٹھواں فرشتہ وہ ہی
 کہ دوسرے آسمان کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے جو عطار کا مکان ہے اور دوزخ والوں کے چل

ایک فرقے کے دوسرے فرقے کو پہچانا اور خدایا کی کیفیت ایک کی دوسرے کو سنانا تاکہ خویش اور اقربا اور دوستوں کے دل اس احوال کے سننے سے رنج اور الم اور حسرت میں گرفتار ہو وین یہ سب اس کام ہی اور وہ اس عالم کے جاسوس اور ہر کارے اور قاصدوں کے قائم مقام ہیں اور نوان فرشتہ وہ ہیں کہ پہلے آسمان کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے جو ماہتاب کا سیرگاہ ہے اور دوزخیوں کے زخموں پہچانا اور وہ پیپ اور خون اور بدبو اس میں پیدا کرنا اور ان کو پھوڑ کے بہانا اس کام ہی اور وہ اس عالم کے جراحوں کے قائم مقام ہیں اور دسوان فرشتہ وہ ہیں جو آگ کے کردہ کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور دوزخ میں آگ پہچانا اور چنگاریاں اس سے اڑانا اور دوزخیوں کے بدنوں کو پہچانا اس سے متعلق ہیں اور وہ اس عالم کے باورچمک کے قائم مقام ہیں اور گیارہوان فرشتہ وہ ہیں جو ہوا کے کردہ کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور دھوین کا اٹھانا اور دوزخیوں کے ماسوئین پہچانا اور گرم ہوا ہر دار کو بہانا اس کام ہی اور وہ اس عالم کے فراش کے قائم مقام ہیں اور بارہوان فرشتہ جو پانی کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور زمہریر کے طبقے کو آراستہ اور درست کرنا اور ٹھنڈک اور پکیسی دوزخیوں کے بدنوں میں پیدا کرنا اس کام ہی اور وہ اس عالم کی میر تقی کے قائم مقام ہیں اور تیرہوان فرشتہ خاک کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور دوزخیوں کے بدنوں اور ہر عضو کو بڑا اور بھاری کرنا چنانچہ کافروں کے ہر ہر دانت پہاڑ کے برابر اور سیطر جسے بڑے پہاڑ کے برابر ہو جائیگی تاکہ ہلنا ڈلنا ان پر دشوار ہو جاوے اور اپنے عضو کو گولانہ سکین اور جو گالی اور برائی منہ سے بجا کرتے ہیں ان کو گرم رکھ کر کافروں کے پھسکانا یہ سب اس کام ہی اور وہ اس عالم کے پہلوانوں کے قائم مقام ہیں اور چودھوان فرشتہ جو معدنوں کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور طوق اور زنجیروں کا درست کرنا اور دوسرے کے اسباب تیار کرنا اور ان سب کو آگ میں ڈال کے تارودینا اور سونے چاندی کے تختے بنانا اور ان کو بھی تارودیکر پیشانی اور پیٹھ اور پہلو دوزخ یوں کو داغ دینا یہ سب اس کام ہی اور وہ اس عالم کے بہاروں کے قائم مقام ہیں اور پندرہوان فرشتہ جو جھاڑ اور درختوں کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور سنیڈ اور دوسرے خاردار اور کڑوے زہر آلودہ درختوں کو آگنا اور ان کو پرورش کرنا تاکہ دوزخیوں کے کھانے میں

صرف ہودین یہ سب اس کا ذمہ ہی اور وہ اس عالم کے کسانوں اور کھیتی والوں کے قائم مقام ہی اور سولہوان فرشتہ جو حیوانوں کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور سانپ اور بھو اور کٹنی اور کبھی اور چھڑنگو ووزخیون پر مسلط کرنا اس کا کام ہی اور وہ اس عالم کے میر شکار کے قائم مقام ہی اور سترہوان فرشتہ کہ لطیفہ طبع کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور اس کا مقام جگر ہی اور بھوکھ اور پیاس کی دوزخیون پر شدت کرنا تاکہ اس بلا میں گرفتار ہو کے الجوع الجوع اور العطش العطش پکاریں اور سینڈ کھانا اور گرم کھوتہ پانی پلانا اس کا کام ہی اور وہ اس علم کے طبیب کے قائم مقام ہی اور اٹھارہوان فرشتہ دیکھنے والی لطیفہ کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور اس کا محل مضغہ مصنوعی ہی اور دلوں پر بچنے والی کیفیتیں جیسی خوف کی زیادتی اور بہت گھبراہٹ اور شرمندگی دوزخیون پر ڈالنا اس کا کام ہی اور وہ اس عالم کے مرشد اور شاخ کے قائم مقام ہی اور انیوان فرشتہ عقل کے لطیفہ کی روحانیت سے علاقہ رکھتا ہے اور اس کا محل دماغ ہی اور اپنی اپنی خطاؤں اور چوکوں پر جو علم اور عمل میں کی تخمین مطلع اور خبردار ہونا اور امور ات حقیہ واقعہ کو دریافت کرنا اور ان دلیوں کی قوت کو بوجھنا اور اپنے شبہوں کے فساد کو دریافت کرنا اور بزرگی اس چیز کی جس کو حقیر جانتے تھے اور حقارت اس چیز کی جس کو بزرگ جانتے تھے بوجھنا یہ سب چیزیں ایسی کی تعلیم سے دوزخیون کو حاصل ہونگی اور وہ اس عالم کے حکیم اور فیلسوف کے قائم مقام ہی اور جو ظاہری اور باطنی عذاب اور قہرائی کا کارخانہ بد و ن جمع ہونے ان روحانیت کے سرانجام نہیں پاسکتا ہے اس سبب سے ان سب کا جمع ہونا ضرور ہو لیکن یہ انیسون شخص اس عالم کے رئیسوں کے قائم مقام ہیں چنانچہ دنیا میں بھی انیسون شخص رحمت الہی کے کارخانہ کو سرانجام دیتے ہیں سود و زخمین ان کے خادم اور تابعدار اس قدر ہیں کہ کوئی ان کی گنتی اور شمار کر نہیں سکتا بطرح دنیا میں ان انیسون روحانیت کے شکر کا شمار محال ہی چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے ۱۰

وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ يَعْنِي اللہ تعالیٰ کے شکر کی کوئی گنتی نہیں جانتا ہے سوائے اسی ذات پاک کے اور بعض متعین نے یوں بیان کیا ہے کہ دوزخ تو جمع ہے نحوستوں اور برائیوں کا سو اس میں ہر چیز کی نحوست کا ظہور چاہئے اور عالمین نحوست کے اسباب انیس چیزوں میں منحصر ہیں سات ستارے

اور بارہ برج سوان انیون چیزوں کی نحوست پہنچانے کے واسطے یہ انیون فرشتے مقرر ہوں گے جس طرح بہشت کے موکل فرشتے نکوئیان اور برکتیں ان انیون چیزوں کی بہشتیوں کے واسطے بہشت میں پہنچا دیں گے لیکن جو بہشتیوں کے سعادت کے اسباب انہی انیس چیزوں میں منحصر ہونگے بلکہ ان کے واسطے ان نکوئیوں اور سعادت کے سوائے حتمیٰ کی رحمت مخفیہ کے خزانوں سے بہت سی سعادتیں ظہور کریں گی اس سبب سے بہشت کے موکلوں کے عدد انہی انیسوں میں منحصر ہوئے اور حکمانے یوں کہا ہے کہ نفس انسانی کے فساد کی جزا دوزخ ہی اور نفس انسانی کا فادہ و قوتوں میں لاحق ہوتا ہے ایک قوت نظریہ اور دوسری قوت عملیہ اور اس فساد کے سبب سے نفس انسانی قوائے حیوانیہ اور طبعیہ کو اپنے اپنے محل میں استعمال نہیں کرتا ہے بلکہ دسے قوائے جبکہ واسطے مخلوق ہوئے ہیں انکے ضد میں صرف کرتا ہے اس سبب سے جتنی قوتیں اسنے تخلیق کی ہیں ان ہر ہر قوتوں کے مقابل میں ایک ایک فرشتہ پیدا ہوگا تاکہ اس قوت کے ضایع کرنے پر اسکو اس عذاب میں اسکو گرفتار کرے اور قوائے حیوانیہ بارہ ہیں پانچ ظاہری جو اس اور پانچ باطنی جو اس اور ایک قوت شہویہ اور ایک قوت غضبیہ اور قوائے طبعیہ سات ہیں جاذبہ اور ماسکہ اور دامنہ اور دفعہ اور غازیہ اور نامیہ اور مولدہ لہیے سب انیس ہوئے اور فن حساب کے ماہروں نے یوں کہا ہے کہ عدد کی دو قسمیں ہیں ایک قلیل اور اس کا اطلاق ایک سے نو تک ہوتا ہے اور دوسرا کثیر اور اس کا اطلاق دس سے انتہا تک سوان فرشتوں کے شمار میں عدد قلیل کی انتہا کو یعنی نو کو اور عدد کثیر کی انتہا کو یعنی دس کو ان دونوں کو جمع کیا ہے اور علما و کلام نے یوں کہا ہے کہ دوزخ کے دروازے سات ہیں انہیں سے ایک دروازہ ایماندار گنہگار اور فاسقوں کے واسطے ہے اور اس دروازہ پر ایک فرشتہ موکل ہے اس واسطے کہ فاسقوں کی ایک ہی سبب سے تعذیب ہے یعنی عمل کے ترک کرنے سے فقط اور باقی ہر چہ دروازوں کے آئین تین فرشتے مقرر ہیں اس واسطے کہ کافروں پر تین سبب سے عذاب ہوگا ایک اعتقاد کے ترک کرنے پر اور دوسرا اقرار کے ترک کرنے پر اور تیسرا عمل کے ترک کرنے پر اور چھ کو تین میں ضرب کرو تو اٹھارہ ہوتے ہیں اور ایک مل کے انیس ہوتے ہیں اور واعظوں نے یوں بیان کیا ہے کہ دن کی بارہ ساعتیں اور رات کی بارہ ساعتیں سب مل کے چوبیس ہوتے ہیں ان میں پانچ ساعتیں پانچون نماز کی حرمت کے سبب سے معاف ہو گئیں رہیں انیس جن کو

مرضی الہی کی محافظت میں صرف اور ضایع کیا ہی سوان ہر ایک کے عوض میں ایک ایک شہر مقرر ہو گا تاکہ ان پر عذاب کرے اور یہہ کلام حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ہی اور معتبر تفسیر و نہیں منقول ہی اور فقہار رحمۃ اللہ علیہم نے یوں کہا ہی کہ اس حد کی تعیین کا بھید عقل دریافت نہیں کر سکتی ہی جس طرح تمام شرعی توفیقی عدد دہین کہ ان کا بھید بھی سوائے حق تعالیٰ کے کیسکو معلوم نہیں ہی جس طرح آسمانوں کے عدد اور زمین کے طبقوں کے عدد اور ستاروں کے عدد اور ہفتے کے سات دن اور دوسو درم میں نصاب زکوٰۃ کا ہونا اور کفار و ن کی تعیین اور نماز کی رکعتیں بلکہ نماز کا پانچ وقتوں پر ہونا یہ سب اسی قسم سے ہیں واللہ اعلم بالصواب اور معتبر تفسیر و میں مروی ہی کہ یہ آیت جب نازل ہوئی تو ابو جہل ملعون نے تمام قریش کے مرد و نکودار اللہ وہ میں جمع کیا اور کہا کہ کچھ تم نے سنا فقط انیس پیادوں کے بھروسے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم لوگوں کو قیامت سے خوف دلایا کرتا ہی اور تم لوگ تو اس قدر جماعت کثیر ہو اور اپنی شجاعت اور بہادری کے برابر کیسکو بھی سمجھتے نہیں ہو سو کیا تم لوگوں نے استعداد بھی نہ ہو سکے گا کہ دس دس آدمی ایک ایک پیادے چمٹ جاویں اور اسکو مغلوب اور عاجز کر دیں ایک پہلوان ان میں بڑا نامی مشہور تھا اسکو ابوالاسدین کہا کرتے تھے وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ سترہ شخصوں کو تنہا میں کفایت کرونگا باقی رہے دو ان دونوں کا تمہارا ذمہ ہی سو حق تعالیٰ جل شانہ نے ان کی اس سحری کے جواب میں اس آیت کو نازل فرمایا کہ **وَمَا جَعَلْنَا أَصْحَابَ النَّارِ أَوْلَیٰ فِی الدُّنْیَا وَلَا فِی الْآخِرَةِ** اور نہیں کیا ہی ہنر و ورخ والوں کو لینے جنکے حوالے میں و ورخ ہی اور لوگوں کو دوزخ میں ڈالنا اور نکالنا انہی کا ذمہ ہی اور صاحب جس طرح ہمنشین کو کہتے ہیں اسی طرح مالک اور متصرف کو بھی کہتے ہیں چنانچہ مشہور ہی کہ صاحب گھر کا اور صاحب مجلس کا فلانا شخص ہی اور ابجگہ پر صاحب انہی معنوں میں متعل ہی **الْأَمْلَئِکَةُ** مگر فرشتوں کو اور فرشتوں کا زور اور قوت تم کو خوب معلوم ہی اس واسطے کہ انہی میں سے ایک فرشتہ وہ ہی جس کا نام عزرائیل ہی لینے ملک الموت کہ ہزاروں کی جانبیں ایک لمحے میں قبض کر لیتا ہی اور اس کے مقابلے کی طاقت ہڑے شکر بلکہ تمام جہان و انہیں رکھتے ہیں اور دوزخ پر فرشتوں کو مقرر کرنے کی وجہ ایک یہ بھی ہی کہ ہم جنس ہونے کے سبب سے آدمیوں اور جنوں پر ہر بانی نہ کریں اور ان کے دل رقت اور نرمی نہ کریں جس طرح دنیا کے بادشاہوں

کو جب کسی شہر والوں کو یا کسی فرقہ کو انتقام اور سزا دینا منظور ہوتا ہے تو اسی شہر اور اس فرقے کے غیر جنس کے حاکم کو ان پر مسلط کرتے ہیں تاکہ جنسیت اور مناسبت کی طرف میلان کر کے انتقام میں سستی نہ کریں اور یہ بھی ہے کہ فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے معصوم پیدا کیا ہے گناہ ان سے ہونہیں سکتا ہے سو ان کو جہنم اور انیس کے گنہگاروں کی سزا دینے کے واسطے مقرر کیا ہے اس واسطے کہ ان سے حکم میں خلاف نہ ہوگا اور اگر جنات یا انسان میں سے جو گنہگار ہیں ان کو دوزخیوں کی تعذیب کے واسطے مقرر فرماتے تو ان گنہگاروں کی سزا ان گنہگاروں کو نہ پہنچتی اور اگر ان کو بھی دوزخ میں معذب رکھتے تو ان کی تعذیب کے واسطے دوسرے لوگ مقرر ہوتے پھر پہلے بڑھتا تو تسلسل لازم آتا اور اگر دوزخیوں کی تعذیب کے واسطے نیکو مقرر کرتے تو باوجود ان کی بیگناہی کے اور خطاؤں کے عفو ہو جائیے ان کی تعذیب لازم آتی اس واسطے کہ آدمی اور جن کا جسم آگ کی زد کی گواہی کے طور پر متحمل نہیں ہو سکتا ہے اور سوائے اسکے اپنے ہنسون اور اپنے قریبوں اور دوستوں کا عذاب دیکھ کر جسمانی عذاب سے زیادہ تر روحانی عذاب میں گرفتار ہوتے بلکہ ان لوگوں سے ہرگز ہو سکتا کہ اپنے خویش اقربا بھائی بندوں کو اس طرح کی سختی اور تکلیف میں گرفتار کریں بلکہ یہ تکلیف مالا یطاق ان پر لازم آتی بخلاف فرشتوں کے کہ بہر چیز میں انہیں پائی ہی نہیں جاتی ، اور اگر کسی کی خاطر میں یہ شبہ گزرے کہ دوزخ کے امورات کی کارپردازی اور سرانجام جب فرشتوں کو سپرد ہوا اور اس کام پر فرشتے مقرر ہوئے اور فرشتوں کی قوت معلوم ہو چکی کہ ایک فرشتہ تمام جہان کے ہلاک کر دینے کے واسطے کافی ہے پھر انیس فرشتوں کو مقرر کرنے کی کیا حاجت تھی تو اس کا جواب ارشاد ہوتا ہے کہ وَمَا جَعَلْنَا عِلَّةَ تَمِيمٍ اور نہ ہی مقرر کر کے ہنسنے گنتی ان فرشتوں کی کہ انیس ہیں إِلَّا فِتْنَةً لِلَّذِينَ كَفَرُوا مگر واسطے جانچنے اور عذاب کرنے کے کافروں پر جو کفر کی حالت میں مرے ہیں تاکہ ہر قسم کے عذاب میں گرفتار ہو دیں اور اگر ایک یا دو یا تین شخصوں کو دوزخ پر مقرر کرتے ہیں تو وہ ایک قسم یا دو قسم یا تین قسم کا عذاب کر سکتے سو انیس کا مقرر کرنا اس واسطے ہے کہ انیس قسم کے عذاب کو سرانجام دیں اور عذاب کی قسمیں بھی انہی انیس میں منحصر ہیں چنانچہ انحصار کی وجہ اور پُر گز چکی ہے تو گویا جہنم عذاب کی قسمیں میں سب دوزخیوں کے حق میں ثابت ہو چکی اور فرشتے کی قوت عملوں کی کثرت میں از روئے کیفیت کے اور عملوں کی شدت میں از روئے کیفیت کے اگرچہ وفا کر سکتی ہے یعنی ہزاروں مشکل کام

کر سکتا ہے اور ایک فرشتہ جو کام لاکھوں آدمیوں سے ہو سکے کر سکتا ہے لیکن ایک فرشتہ تمام اعمال مختلف کی ۷
 مشنوں کو سرانجام نہیں دے سکتا ہے بلکہ ایک فرشتہ دو قسم یا تین قسم کا کام بھی سرانجام نہیں کر سکتا ہے چنانچہ
 ملک الموت علیہ السلام مانگے پیٹے اندر کے بچے میں جان نہیں ڈال سکتے ہیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام پانی نہیں
 برسا سکتے ہیں اور حضرت میکائیل علیہ السلام وحی نہیں لاسکتے ہیں جیسا کہ کان دیکھ نہیں سکتا ہے اور آنکھ
 سن نہیں سکتی اگرچہ اپنی قسم کے کام کتنے ہی سخت ہوں کر سکتے ہیں جیسے کان سے ہو سکتا ہے کہ ہزاروں آواز
 سن لے اور ماندگی اسے حاصل نہ ہو اور آنکھ سے ہو سکتا ہے کہ ہزاروں رنگ کو دیکھ لے اور عاجز نہ ہو
 اس طرح اگر ایک فرشتہ عذاب کے واسطے دوزخیوں پر مقرر ہوتا تو اس سے ایک قسم کا عذاب سب
 دوزخیوں کے واسطے ہو سکتا تھا لیکن دوسری قسم کا عذاب جو اسے متعلق نہیں ہے وہ اسے ہو سکتا
 اور اس طرح ہر قسم کے عذاب میں کافروں کو مبتلا کرنا اور ہر قسم کے عذاب کے واسطے علیحدہ فرشتہ
 مقرر کرنا یسّٰیْقِیْنَ الَّذِیْنَ اَوْتُوا الْکِتَابَ اس واسطے ہی تاکہ خوب یقین حاصل کریں دے لوگ جو دے
 گئے ہیں کتاب اس واسطے کہ اہل کتاب کو معاملات الہیہ کے مجیدوں کی بوجھ اور فرشتوں کے افعال اور احوال
 پر اطلاع اور ان کی قوتوں کی دریافت کہ کس چیز میں ان کو کمال حاصل ہے اور کس چیز میں نہیں ہے اور
 علی الاطلاق اور قوی اور متین حقیقی سوائے ذات پاک باری تعالیٰ عزّہ کے کوئی نہیں ہے ان سب چیزوں
 کی خبر ان کو بخوبی حاصل ہے اور یہ بھی ہے کہ اگر اپنی کتابوں میں اس گنتی کو سنا ہے لیکن اس حد تک
 منحصر ہونے کی وجہ کو نہیں بوجھتے ہیں تو اس نکتے سے بوجھ لیں کہ ان عددوں سے عذاب کی رتبہ
 گھیرنا منظور ہے اور اس بات کے دریافت کرنے سے ان کی خاطر کوتاہی ہو اور اس عقیدے پر پورا
 اطمینان آئے گا جو فصل سے اور اس بنجیر کا اور اس کلام الہی کا جو تازہ اتر ہے احسان مانیں اور
 دل اور جان سے اس کو قبول کریں بس لام تعلیل کا جو یسّٰیْقِیْنَ اور اس کے معطوفات میں پایا جاتا ہے وہ
 اس کلام سے متعلق ہے جو مانافہ اور پہلی استثنا سے ذہن میں حاصل ہوا ہے یعنی وَهَاجَعَلْنَا هٰذَا تَمِّمَ
 فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوا لَیْسَ یَقِیْنَ الَّذِیْنَ اَوْتُوا الْکِتَابَ یعنی سوائے ان کے نہیں کہ ہم نے کر دی گنتی ان
 فرشتوں کی جاوید کافروں کے واسطے تاکہ یقین کریں جو لوگ کتاب مبعہ گئے ہیں وَیَزَادُ الَّذِیْنَ

اٰمَنُوْا اِيْمَانًا اور تاکہ زیادہ ہوں دے لوگ جو پہلے سے تم پر ایمان لائے ہیں اپنے ایمانوں میں اور یہ خوب معلوم کر لیں کہ کفر بہت بڑی چیز ہے ہر قسم کے عذاب میں گرفتاری کا سبب پڑتا ہے اور ایمان میں کمال پیدا کرین اور کفر سے بہت دور رہیں فَلَا يَتَّابُ الَّذِينَ اَوْفُوا الْكُتَابَ وَالْمُؤْمِنُونَ اور نہ شک کریں جو لوگ دے گئے ہیں کتاب اور ایمان دار انیس عدد کی تعین ہیں اور یہ بات زبان پر نہ لاؤ کہ اگر ایک فرشتہ دوزخیوں پر عذاب کر سکتا تھا تو ایک ہی کافی تھا اور اگر ایک سب کے واسطے کافی تھا تو کٹر و ژون و دوزخیوں کے مقابلہ میں انیس سے کیا ہو سکتا ہے اس واسطے کہ اس بیان سے انکو معلوم ہو جائیگا کہ انیس کا مقرر کرنا ہر قسم کے عذاب کو گھیر لینے کے واسطے ہی نہ عذاب کنے کیونکہ مقابلہ کے واسطے ۹ وَيَقُولُ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ اور تاکہ کہیں دے لوگ جبکہ دلوں میں جہل کا روگ بھرا ہوا ہے اور اس جہل کے سبب سے انکا ایمان بھی ضعیف اور بوجہ اس کا ہو گیا ہے وَالْكَافِرُونَ اور کافر بھی کہیں جن کے دلوں میں ایمان کی بو بھی نہیں ہے اور جہل مرکب ان میں مضبوط ہو گئی ہے کہ مَا ذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا کیا ارادہ کیا ہے اللہ تعالیٰ نے اس گنتی سے جو کافروں کے عذاب کرنے کے واسطے مقرر کی ہے مثلاً مثلاً اس واسطے کہ اگر دوزخیوں کا مقابلہ اور انکو مغلوب کرنا ارادہ کیا ہے تو انیس سے بھی کچھ نہیں ہو سکتا ہے اور اگر تعذیب کے اسباب کو سرانجام کرنا اور لکڑیاں اور کندے آگ میں جلانے کے واسطے جمع کرانے کا ارادہ کیا ہے تو یہ بھی کام اتنے تھوڑے گنتی کے شخصوں سے ہونے کے گا اور اگر یوں ارادہ فرمایا ہے کہ میں اپنی قدرت کا ملہ سے ان فرشتوں کے ہاتھوں سے عذاب کروں گا تو فرشتوں کا ہونا اور نہ ہونا دونوں برابر ہے اور اگر اسباب ظاہری کی رعایت سے ان کو مقرر فرمایا ہے تو ایک یا دو بھی کافی تھے بقدر ضرورت تھے اور اگر بالفرض عدد ہی معین کرنا منظور تھا تو دوسرے عدد جو شہود ہیں اور معتبر ہیں جیسے دس یا بیس کہ یہ عدد کے عقود ہیں یا پندرہ یا سترہ یا بارہ مقرر فرمانا تھا یہ عدد یعنی انیس جنگا کسی جگہ اور کسی فرقہ کے نزدیک اعتبار نہیں ہے کہ واسطے مقرر فرمائے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ مثلاً کی لفظ تمیز واقع ہوئی ہو نسبت ایفا عینہ سے جو اُردو کی طرف مآذ کے ہے یعنی کونے تشکیل ارادہ فرمائی ہے اس عدد سے گویا یوں کہتے ہیں کہ ظاہر اس عدد کا تو بالیقین مراد نہیں ہے تو معلوم ہوا کہ

اس حد کا ذکر کسی دوسری چیز کی تشیل کے واسطے ہی لیکن وہ چیز کیا ہے اس کو بیان کرنا چاہئے تاکہ ہماری خاطر جمع ہو جاوے لیکن پہلی توجیہ میں یعنی مثلاً کو جہاں فعل محذوف کا مفعول گردانا ہے نیزہ مثلاً کا سو وہاں ایک اشارہ بہت ہی لطیف اور پاکیزہ حاصل ہوتا ہے یعنی تمام حقیقت کے معاملات میں اور اللہ تعالیٰ کے وقایح مجیہ میں یہ لوگ یعنی ضعیف الایمان اور کافر اسی قسم کے شکوک اور شبہ پیدا کرتے رہتے ہیں اور بحث اور اعتراض کیا کرتے ہیں اور اس واقعہ میں دو فرقوں کو یعنی مومنین اور اہل کتاب کو ہدایت پر ہدایت زیادہ ہوئی اور دو فرقوں کو یعنی ضعیف الایمان اور کافروں کو گمراہی پر گمراہی زیادہ ہوئی سو حقیقت کے لوگوں کو عبرت اور نصیحت کے طور پر فرماتا ہے کہ **كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنِ يَشَاءُ** اسی طرح ہر واقعہ میں گمراہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اسی طور سے کہ اس واقعہ کے بھید سے اسکی نظر کو بند کر دیتا ہے اور اس کے ظاہر ہی پر اس شخص کے فہم کو قاصر رکھتا ہے آخر کو شک یا تردد میں پڑ جاتا ہے یا اسکی انکار کر بیٹھتا ہے اور اس کے ساتھ سحری کرنے لگتا ہے اور ضلالت اور گمراہی کی بھنور میں پڑ کے ہلاک ہوتا ہے **وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ** اور راہ دکھاتا ہے اور مطلب کو پہنچاتا ہے جس کو چاہتا ہے اسی طور سے کہ اسکی نظر کو اس واقعہ کے بھید کو پہنچاتا ہے اور اسکی حقیقت کو وہ دریافت کر لیتا ہے اس سبب اسکا اطمینان اور چین روز بروز بڑھتا جاتا ہے **وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ** اور نہیں جانتا ہے تیرے پروردگار کے لشکر کو کوئی گروہی چنانچہ اسکے لشکر وے بعضے وے ہیں کہ تنہا لاکھوں کر ڈور دن کو کافی ہیں جیسے ملک الموت اور جیسے آفتاب اور ماہتاب دنیا میں روشنی کے واسطے اور بعضے وے ہیں کہ دروہل کے کام کرتے ہیں جیسے کرام کاتبین اور دو آنکھیں اور دو کان اور بعضے وے ہیں کہ تین تین مل کے کام کرتے ہیں جیسے موالیدہ مثلاً یعنی نباتات اور جمادات اور حیوانات اور بعضے وے ہیں کہ چار چار مل کے کام کرتے ہیں جیسے عناصر اربعہ اور بعضے پانچ پانچ جیسے حواس خمسہ اور خمسہ متحیرہ یعنی آفتاب اور ماہتاب کے سوائے پانچوں ستارے پینے زحل اور مشتری اور مریخ اور زہرہ اور عطارد اور بعضے چہر چہر جیسے چہر طرفین اور بعضے سات سات جیسے ساتوں آسمان اور ساتوں ستارے اور بعضے آٹھ آٹھ جیسے آٹھ مزاج اور آٹھ ہشتین اور علی ہذا القیاس

سوا یا ماذر کو محملِ تائما اعتقاد کرنا ضروری ہے کہ دوزخ کا کارخانہ اللہ تعالیٰ کی حکمت میں بدون جمع ہونے
 انیس کے تمام نہیں ہوتا ہی اس سبب سے اس عدد کو حتمیٰ نے دوزخ کے کارپردازوں کے واسطے
 مقرر فرمایا ہے اور حتمیٰ کے حکمتوں کی تفصیل جو ہر قول اور ہر امر میں مرعی اور مقصود ہے بیان کرنے کے لائق
 نہیں ہے اس واسطے کہ اکثر عوام کے فہم سے باہر ہے اور جو جو غرض کہ قرآن میں دوزخ کے ذکر سے اوپر غیر و
 بیان سے منظور ہے وہ اس حکمت کے بیان پر موقوف بھی نہیں ہے وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْبَشَرِ
 اور نہیں ہے دوزخ مگر عبرت اور نپند آدمیوں کے واسطے تاکہ اسکا احوال سننے غضب اور قہار تہی سے ڈریں
 اور اسکی نافرمانی نہ کریں اور لڑکا فریون کہیں کہ اس حد مقرر کی حکمت اگرچہ ہمارے فہم میں نہیں آسکتی ہے
 لیکن اس حد کا خلاف حکمت ہونا ظاہر ہے اس واسطے کہ یہ حد ذہبت قلیل میں اور عدد قلیل عبرت اور خوف
 کے سبب نہیں ہو سکتے ہیں تو اسکے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ كَذَٰلِكَ اس حد کو ہرگز تھوڑا امت جانو وَالْأَنفُسُ
 قسم کھاتا ہوں میں ماہتاب کی جگہ نور تمام مہینے میں انیس رات خوب معلوم ہوتا ہے اس واسطے کہ آفتاب
 سے مجتمع ہونے کے وقت میں اسکا نور ہرگز معلوم نہیں ہوتا ہے اور اس اجتماع کے پہلے بھی چار دن
 ضعیف النور رہتا ہے چنانچہ دوسرے ستاروں میں اور اس میں چند ان اقلیٰ نہیں رہتا ہے اور اس
 اجتماع کے بعد بھی ہالیت کے دنوں میں کچھ اور پرتین دن اسی طرح کا رہتا ہے باقی رہیں انیس راتیں کہ اتنی
 راتوں میں جہان کی روشنی کی کفایت ماسیر کرتی ہے اور تمام جہان کو اپنے نور سے بھر دیتی ہے چنانچہ ہزاروں
 میوے اسکی تاثیر سے بڑھتے ہیں اور لڑکا کھون دانے کھیتوں میں مغرسے پڑھو جاتے ہیں اور دریاؤں
 میں اور لگنے والی چیزوں میں اور حیوانوں کے جسمیں اور ان کے خلطوں اور دماغوں اور گوشتوں
 اور چربیوں میں رطوبتوں کی زیادتی اسی کے سبب سے حاصل ہوتی ہے سو اب یہاں انیس عدد
 کی تاثیر کو دیکھو کہ کقدر عظمت اور بزرگی رکھتی ہے جس نے تمام جہان کو آباد کر دیا اور ایسے بڑے کارخانہ
 کو سرانجام دے دیا وَاللَّيْلِ إِذَا يَغْشَىٰ اور تم کھاتا ہو رات کی جبکہ میٹھم دیکے بجالتی ہے آفتاب
 کی روشنی قاہرہ کے سبب سے اگرچہ آفتاب اس وقت افق کے نیچے ہوتا ہے اور مخروط ظلی زمین میں اور
 قرض آفتاب میں انیس درجے کا فاصلہ ہوتا ہے سو آفتاب کے نور نے اس انیس درجے کے ضمن میں اس

تاثیر قوی کی کہ زمین کے ظلی مخروط کو جو آدمی جہاں پر غالب ہو کے متصرف ہوا تھا اپنے ایک ایک پاؤں سے شکست دی اور بھگا دیا اور تمام جہاں کو تاریکی سے خلاصی دیکر روشن کر دیا اور بڑے عمدہ کارخانے سے سرانجام پایا اور گویا موت کے بعد زندگی کی صورت نمود ہوئی وَالصَّبْحُ إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ اور تم کھاتاہوین صبح کی جھوٹ کہ روشن ہوتی ہی اور اپنے نور سے تمام جہاں کو منور کر دیتی ہی اور قوت باصرہ کو بیکار ہو جانے کے بعد پھر کام میں لگاتی ہی اور یہ بھی آفتاب کے نور کی تاثیر کے سبب سے ہی اگرچہ اتناک انیس درجہ انقی کے نیچے واقع ہی سواں عمدہ تین کارخانوں کے ساتھ جو انیس عدد کی تاثیر سے زمانے اور مکانات سرانجام کی صورت قبول کرتے ہیں ہم دلیل پکڑتے ہیں اس پر کہ إِنَّا كَالْجَدَى الْكَبِيرِ بے شک وہ دوزخ بھی ایک عمدہ کارخانہ ہی خدا ہی عمدہ کارخانوں کے حقیقت کی عدالت اور انتقام کا ظہور اسی کارخانے میں ہی سو ہم کارخانہ بھی اگر انیس فرشتوں سے سرانجام پاوے تو کچھ عجب نہیں ہی اس واسطے کہ اس کی قدرت کے بہت سے عمدہ کارخانے اسی عدد سے سرانجام پائے ہیں نہایت امر یہہی کہ دوزخ نَارُ يَمِينِ الْبَشَرِ دانیوالی ہی آدمیوں کے واسطے یعنی آدمی اسکے اوصاف جو سنتے ہیں تو وہ سننا انکے خوف کا سبب پڑتا ہی بخلاف دوسرے کارخانوں کے جیسے ہاتھاب کے نور کی تاثیر اور رات کا جانا اور صبح کا آنا انہیں سے کوئی چیز انکے خوف کا سبب نہیں پڑتی ہی سو اس کارخانے کے خوف کے سبب سے اس کے حال میں تامل نہیں کرتے ہیں اور اس کی حقیقت کو دریافت نہیں کرتے ہیں بلکہ انکار کر بیٹھتے ہیں اور دوسرے کارخانوں میں جو تھوڑے نفع کی امید ہی تو اس طرف رغبت سے تامل اور غور کرتے ہیں اور اسکے اسباب کو بھی خوب بوجھتے ہیں بلکہ حکمت اور ہیئت کی کتابوں میں لکھ چھوڑتے ہیں اس سبب سے ان کارخانوں میں تعجب اور انکار نہیں کرتے ہیں اور ان کارخانوں میں اگر کچھ خوف اور ڈر بھی ہوتا ہی تو خاص بعض آدمیوں کو ہوتا ہی جس طرح چور کہ چاند کی روشنی اور رات کے جانے اور صبح کے آنے سے خوف کرتے ہیں اور چور دن کے سوائے کوئی خوف نہیں کرتا ہی بخلاف دوزخ کے خوف کے اس واسطے کہ وہ عام ہی إِن شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَّقُوا ہر شخص کی واسطے تم میں سے سو جو چاہے آگے پڑے بہتر یا برا ہی میں آفیتا خد یا چاہے پیچھے ہٹے اچھا ہی میں یا برائی میں اس واسطے کہ برے کام میں آگے

پڑھنے دوزخ کا خوف لاتی ہوتا ہے کچھ کام میں تاخیر کرنے سے بھی دوزخ کا خوف ہوتا ہے ہر کارکنِ عینِ اگے پڑھنے والا اور ہر کام پیچھے پڑنے والا بہت کمیاں اور نادار الوجود ہوتا ہے والندار کا لعلہ دم مثل مشہور ہے اور اکثر بنی آدم کا حال یہ ہے کہ اگر ایک برے کام کو چھوڑتے ہیں تو دوسرے کو پکڑتے ہیں اور اسی طرح اگر ایک نیک کام میں پیش قدمی کرتے ہیں تو دوسرے نیک کام سے تاخیر ہوتی ہے اسی سبب سے دوزخ کا خوف سب کو لاحق ہوتا ہے یہی سبب ہے کہ دوزخ کی دہر پکڑ قیامت کے دن عام ہوگی اس واسطے کہ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ہر جان ہلے میں اسے جو حکم یا ہے برائی کے کرنے سے اور نیکی لگنے سے وَهَيْئَةً كَرِهَ دوزخ میں اور دوزخ کے موکلوں کے ہاتھوں میں اور جو حاصل کرنے کے آلات اور اسباب ہر نفس میں انیس چیزیں ہیں دو ہاتھ اور دو پانوں اور زبان اور دل اور پیشاب اور پانیخانی کا مقام اور پیٹ اور پیٹھ اور حواسِ خمسہ یعنی باصرہ سامعہ لامسہ ذائقہ شامہ اور فکر اور عقل اور شہوت اور غضب اسی سبب سے دوزخ میں انیس فرشتے اس پر خذاب کریں گے اور ایذا پہنچا دیں گے اور کوئی شخص ان چیزوں کے استعمال میں بے قصور نہیں بچا ہے ہر شخص تقصیر وار ہے یا ان چیزوں کے غیر محل میں صرف کرنے سے یا اس محل میں صرف نہ کرنے سے یہی سبب ہے کہ دوزخ کے موکلوں نے کسی شخص کو خلاصی بھی متصور نہیں ہے إِلَّا أَصْحَابَ الْإِيمَانِ مگر دہنی طرف والے جو میثاق کے دن حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے دہنی طرف سے نکلے تھے اور دنیا میں بھی سیدھی چال چلے تھے اور موقف میں بھی عرش کے داہنے طرف جدھر بہشت ہے کھڑے ہوتے تھے اور اسی طرف روانہ بھی ہوئے اور ان کے نامہ اعمال بھی داہنے ہاتھ میں آئے تھے سو ان لوگوں نے تو البتہ اپنے حقوق واجبات کو ادا کر کے اس گروہ سے خلاصی حاصل کی اور آپ برسی الذمہ ہوئے اور دوزخ کے موکلوں کے ہاتھ سے نجات پانے کے داخل ہوئے فِي جَنَّاتٍ باغوں میں اس سبب سے کہ انکی روحانیت غالب آئی اور ان کو دوزخ کے موکلوں کے ہاتھ سے چھڑا لیا اور یہی لوگ ان باغوں میں اس قدر بیخوف اور فارغ البال اور چین میں ہوئے کہ آپس میں يَتَسَاءَلُونَ عَنِ الْجِبْرِ مِثْلِ پوچھنے لگنے کا رون کے حال سے کہ وہ لوگ کہاں گئے اور کیا ہوئے جو نظر نہیں آتے ہیں گو یا ان کو کچھ بھی ان کے حال کی خبر نہیں ہے کہ وہ لوگ کس بلا اور مصیبت میں گرفتار ہیں اور جب

سنین کے کہ گنہگاروں کو دوزخ میں داخل کیا اور آگ میں جو نکات اب ان گنہگاروں کی طرف متوجہ ہو کے تو بیخ سے یا تعجب سے خطاب کریں گے اور پوچھیں گے کہ مَاسْکُ کَکْزِی سَقَر کون سی چیز لائی تم کو دوزخ میں باوجود عقل اور کمال دانائی کے تھے اتنا نہ ہو سکا کہ دوزخ کی طرف کھینچنے والی چیز کو اپنے سے دور کر دینے والے حیوانیہ اور طبعیہ کی خواہشوں کو اپنی قوت روحانیت کے زور سے اپنے سے دفع کر دے تاکہ تم کو دوزخ کے موکل فرشتے کہ دے بھی مثل ان قوتوں کے ہیں کھینچ کر دوزخ میں نہ لجاتے حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے کہ اصحاب الیہین سے مراد اس آیت میں ایمانداروں کے بچے ہیں جو دنیا سے بیگناہ گئے ہیں اور دوزخ کے موکلوں کی گروہ اور قید میں نہ پڑیں گے اور بعض مفسرین نے اس قول کی تائید میں یوں کہا ہے کہ یہہ ان کا سوال کرنا یعنی مَاسْکُ کَکْزِی سَقَر خود ان کے بچے پن پر دلالت کرتا ہے کہ دوزخ میں داخل ہونے کے سبب کو اب تک نہیں پہچانتے ہیں اور یہہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ دے بچے جب کافروں کا جواب سنیں گے کہ ہم اس سبب سے دوزخ میں پڑے کہ نماز نہیں پڑھتے تھے اور فقروں مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور برون کی صحبت میں بیٹھتے تھے اور لایعنی یہودہ شغل میں اپنا دن گزارتے تھے اور قیامت کے دن کی انکار کرتے تھے تب دے بچے کہیں گے کہ ہم بھی ہی کام کرتے تھے لیکن قیامت کا انکار ہم نہیں کرتے تھے سو معلوم ہوا کہ قیامت کے دن کی انکار سے تم اس بلا میں گرفتار ہو حاصل کلام کا یہہ ہے کہ اگر اصحاب الیہین سے مراد نیک بخت ہیں چنانچہ قرآن مجید کا عرف بھی چاہتا ہے تو یہہ سوال یا تعجب کی راہ سے ہو گا یا تو بیخ کی راہ سے اور اس سوال کے جواب میں گنہگار دوزخ سے یوں قَالُوا کہیں گے کہ ہم علمی اور عملی قوسی کو عالم علوی کی طرف جذب کرنا اور کھینچنا نہ ہو سکا اس واسطے کہ لَعْنَتُکَ مِنَ الْمُصَلِّینَ نہ تھے ہم نماز پڑھنے والوں سے اگرچہ نماز کی فرض رکعتیں دن اور رات میں کل انیس تھیں دو فجر کی اور چار ظہر کی اور چار عصر کی اور تین مغرب کی اور چار عشاء کی یہ ستر رکعتیں ۶ فرض اصلی ہیں اور دو رکعتیں رات کی نماز سے جس میں طاق کی رعایت کے سبب سے ایک رکعت اور زیادہ کر کے وتر نام رکھا ہے اس سبب سے میں ہو گئیں سو اگر ہم نماز پڑھنے والوں سے ہوتے تو دے انیس رکعتیں آج کے دن ہمارے کام آتیں اور ان انیسوں دوزخ کے موکلوں سے ہم کو خلاص

کر تین اور یہ بھی ہے کہ دن اور رات کی ساعتیں جو بیس ہیں ان میں سے پانچ ساعتیں نماز کے واسطے مقرر ہیں تاکہ باقی انیس ساعتوں کی بے پانچو ساعتیں کفارہ ہو جاوین اور جو ہے ان پانچو ساعتوں میں نماز ادا نہ ہوئی تو باقی انیس ساعتوں کا کفارہ بھی ہلکو حاصل نہ ہوا اس واسطے ہر ساعت کی غفلت کی عوض میں ایک موکل دوزخ کا ہم پر سٹھ ہوا اور یہ بھی ہے کہ نماز کے ارکان اور شروط سب مل کے انیس چیزیں ہیں بدن کی طہارت اور کپڑے کی طہارت اور حدیث اصغر اور اکبر سے ظاہر ہونا استقبال قبلہ کا شتر عورت قیام رکوع سجود قعود تکبیر تحریم رفع الیدین کے سات قرأت اذکار کی تسبیح ہو یا تکبیر سے تشہد درود اور دعا حضور کی دل کی نیت سلام ہر رکن میں اطمینان کلام اور عمل منافی کو ترک کرنا دھننے بائیں التفات کو ترک کرنا اور جو ہم نے نماز کو ترک کیا تو بے انیس چیزیں بھی ہم سے ترک ہو گئیں سو اس سبب سے انیس موکلوں نے ہلکو گرفتار کیا وَلَمْ تَكُنْ لَكُمْ نَفْسٌ مِّنْكُمْ اور نہ کھانا کھلاتے تھے ہم فقیر محتاج کو اس واسطے کہ اگر ایک وقت بھی پیٹ بھر کے سکین کو کھانا کھلاتے ہم تو اس وقت سے انیس ساعت تک خاطر جمعی سے اسکو گذرتی اور حیوانیہ اور طبعیہ انیسون تو تین اسکی انیس ساعت تک زندہ اور تازہ رہتین اور اگر ان انیسون ساعتوں میں ان اپنی انیس تو توں سے کوئی بہتر کام کرتا تو ہمارے نامہ اعمال میں اسکا ثواب لکھا جاتا اس واسطے کہ ہم ہی اسکے باعث پر تھے اور یہ بھی ہے کہ پکار کر کھانا کھانا تب اجر کامل کا باعث ہوتا ہے جب بے انیس چیزیں پائی جاتی ہیں ہل جوتنا بیچ جھٹکانا سچنا کھیتی کی محافظت کرنا جانوروں سے اور کاٹنا اس کا اور منڈنی کرنا اور دانے کو بھوسے علیحدہ کرنا اور کہر مانگو بچانا اور غلہ کو کھیت سے اٹھا کر آبادی یا گھر میں لانا اور پینا اور چلنی سے چھاننا آٹے کا اور خمیر کرنا اور پکانا اور نمک ڈالنا اور روٹی کے ساتھ کے واسطے سامان ہم پہنچانا اور اس کھانے کو اٹھا کے عزت اور حرمت سے سکین کے سامنے جا رکھنا اور اسکو پیٹ بھر کے کھانے دینا جلدی نہ کرنا اور پھر عزت اور حرمت سے اس فقیر کو رخصت کرنا اور اسکا احسان اسکے اوپر نہ رکھنا اور بار بار اسکو یاد بھی نہ کرنا سو اگر ایک فقیر کو بھی اس طرح سے کھانا کھلاتے ہم تو بے انیس چیزیں یہاں اس موکلوں سے ہم کو بچاتی اور کام آتین وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْفَاضِلِينَ

اور جو ہم سے
کوئی بہتر کام کرتا تو ہمارے
نامہ اعمال میں اسکا ثواب لکھا جاتا
اس واسطے کہ ہم ہی اسکے باعث پر تھے

اور تھے ہم دہشتے بد صحبتوں میں ساتھ دہشتے والوں کے اور ان صحبتوں میں انیس آفتین اور
 برائیاں تھیں پہلی برائی یہودہ بکجا جیسے عورتوں کے حسن کا ذکر کرنا اور دولت مندوں کی عیش اور
 بادشاہوں کے نکبر اور ان کی شان اور تجل کے اسباب اور صحابہ کی آپس میں جنگ و جدل
 کی گفتگو اور باطل مذہبوں کا چرچا اور فاسقوں کے فتی کا بیان کرنا دوسری برائی آپس کے
 کلام میں نکتہ گیری اور عیب چینی کرنا اور اس کلام کے عیب کو بیان کرنا تیسری برائی تعصب کی
 کی راہ سے مذہبوں میں اور مذہب کے قولوں میں لڑائی جھگڑا اور اپنی سخن پروری کرنا اور
 شریعت کے حکم سے زیادہ اپنے حقوق کے لینے میں جھگڑا کرنا چوتھی برائی کلام کو وزن اور قافیہ
 اور استعارہ اور خوش تقریر سے آراستہ کرنا اور اچھائی کی ہجو اور برائی کی تعریف کے اشعار
 پڑھنا اور اس مضمون سے لذت حاصل کرنا پانچویں برائی مخش بکجا جماع یا پیشاب یا پانچانے
 کے مقدمے کے ذکر سے یا پردہ نشین عورتوں کا نام لے کر چھٹیں برائی آپس میں سخت گوئی کرنا جیسے بے حیاء
 جاہل وغیرہ کی کوہنسا توین برائی گالی دینا اور کسی کی آبرو لینا آٹھویں برائی لغت کا استعمال کرنا خصوصاً
 غیر مستحق پر توین برائی ہنسی مسخری کی زیادتی کرنا ہنسی کے انداز سے جو دوسرے کے رنج اور ملال کا
 سبب پڑے دسویں برائی تہمت اور بہتان لگانا اور بے گناہ کی طرف برائی کی نسبت کرنا گیارہویں
 برائی مسلمانوں کے حرکات اور سکناات پر ہنسا مسخری کی راہ سے اور مسلمانوں کے عیب بیان
 کر کے دوسروں کو ہنسانا بارہویں برائی وعدہ خلافی کرنا تیرہویں برائی جھوٹے بکجا پھر اس پر مبالغہ
 کرنا چودھویں برائی آدمیوں کے چھپے بھیدوں کو کھولنا اور لوگوں کے چھپے گھر کی باتوں کو بیکے ظاہر کرنا
 پندرہویں برائی بد دعا کرنا سوٹھویں برائی نیت بد کرنا سترہویں برائی ادھر کی ادھر لگانا اٹھارہویں
 برائی منہ پر کسی کی تعریف کرنا انیسویں برائی اپنا اور اپنی قوم کا اور اپنے بزرگوں کا خسر
 زور شور سے بیان کرنا سوان انیس آفتوں نے ہم کو انیس بلاؤں میں ڈالنا یعنی دوزخ
 میں انیس موٹھوں کے اندر میں گرفتار ہوئے وَكُنَّا نَكْذِبُ يَوْمَ الدِّينِ اور تھے ہم جھوٹے
 قیامت کے دن کو اور قیامت میں انیس واقعہ بہت سچت ہیں اور کہیں ہیں ان میں چھ وے ہیں

بجائے
بجائے

انہیں چھوے ہیں جو نفع اول کے بعد واقع ہونگے چنانچہ پہلا واقعہ آسمان کا پھٹنا اور دوسرا زمین کا
بھونچال اور تیسرا ستاروں کا منتشر ہونا اور بکھر جانا چوتھا چاند سورج کا بے نور ہو جانا پانچواں پہاڑوں کا
اڑنا چھٹا دریا میں آگ لگ جانا اور تیرہ واقعہ وہیں جو نفع ثانی کے بعد واقع ہونگے چنانچہ پہلا مردوں کا زندہ
ہونا اور دوسرا گروہ کر کے ان کو محشر کے میدان کی طرف اٹکنا تیسرا دہوین کا زیادہ ہونا یہاں تک
کہ سب موقف والوں کو گھیر لیا چوتھا دوزخ اور آفتاب کی گرمی سے لوگوں کے بدنوں سے پسینے کا دریا
پہننا پانچواں سایہ کا کہین نہ ہونا چھٹا موقف میں کھڑا رہنا ساتواں قہر الہی کی تجلی کا ظہور آٹھواں سوال حسا
کا نوان عملوں کو وزن کرنا دسواں نامہ اعمال کو دینا سیدھے ہاتھ میں یا لٹے ہاتھ میں گیا رہوان روانہ
ہونا موقف سے بہشت یا دوزخ کی طرف بارہواں پل صراط سے گزرنا تیرہواں داخل ہونا جنت میں یا
دوزخ میں سو جب ہم نے قیامت کے دن کی انکار کی تو گویا ان انبیوں چیزوں کی انکار کی ہم نے سوہر واقعہ
کے انکار کی سزا میں ایک دوزخ کا موکل ہمارے پیچھے پڑا اور ہکواس بلا میں گرفتار کیا کاشکے ابتداء عمر
میں ان چیزوں کی انکار کر کے پھر آخر عمر میں توبہ کی ہوتی اسنے تاکہ اس ہلی انکار پر ہم سے مواخذہ نہ ہوتا
لیکن ہم اپنی شامت سے ان بے کاموں کو عمر بھر کرتے رہے حتیٰ انا ذالایقان یہاں تک کہ آن پہنچے ہم کو
موت پھر موت کے بعد خبردار ہونا اور پتچانا کچھ ہمارے کام نہ آیا اسواسطے کہ عمل اور توبہ کرنے کا وقت
نہ رہا اور حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے نہ اپنی خلاصی کی فکر آپ کی نہ کہیں دوسری طرف سے
ان کو مدد اور اعانت کی امید باقی رہی فَمَا تَقْضِيهِمْ شَاقَّةَ الشَّاقِّينَ پھر نہ نفع کرے گی ان کو
شفاعت شفاعت کریں والوں کی اسواسطے کہ شفاعت کرنے والے یا بدنی عمل ہیں یا مالی سو بدنی عملوں میں
سردار نماز ہی اور مالی عملوں میں سردار مسکینوں کو کھانا کھلانا ہی پھر جب بے دونوں عمل ان کے
دشن ہونگے اور ان سے عوض لینے کو مستعد اور تیار ہونگے سفارش کا کیا ذکر ہی اور پھر جب بے
سردار کینہ کشی پر مستعد ہونگے تو دوسرے بدنی اور مالی عملوں کی کیا طاقت ہی کہ اس مقدمے میں
دم مار سکین اور یا شفاعت کرنے والے پیغمبر ہیں یا قرآن مجید سو قیامت کی انکار کرنے کے سبب سے
جو پیغمبروں اور قرآن مجید کا عمدہ مطلب ہی پیغمبر اور قرآن شریف انکی صورت سے بیزار ہونگے

قیامت میں شفاعت کا
بجائے

پھر ان کی سفارش کریں کیا ذکر ہے اور یا شفاعت کرنے والے اولیا اور علما اور شہدائین سوان لوگوں کے بد صحبتوں میں بیٹھنے کے سبب سے اور یہودہ گوئی اور حرام چیزوں کے مرتکب ہونے اور لعن اور طعن کرنے اور نیک بختوں کے آئین اور وضع سے مخالفت کرنے کے سبب سے اولیا اور علما اور شہدائین سے بیزار اور متنفر ہونگے اس واسطے کہ دنیا میں کبھی ان کی صحبت کی طرف میلان نہ کیا اور ان کی نصیحت کو نہ سنا بلکہ ان کی وضع اور آئین کی مخالفت ہی میں عمر بھر گزارنی سوجب اس قسم کا دن آفت اور مصیبت بھرا ہوا ان کے سامنے ہی اور اعانت اور مدد کی کسی سے توقع بھی اس دن ان کو نہیں ہی تو ان کو چاہئے کہ اس دن کی سختیوں کی تدبیر پوچھیں اور جو شخص ان کو اس کی سختیوں اور مصیبتوں کا علاج بتلاوے تو اس کا احسان مانیں اور سپند اور نصیحت کی تلاش میں اپنے مقدور بھر سعی اور کوشش کریں **فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ** پھر کیا ہوا ہی ان کو جو قرآن شریف کی ہند اور نصیحت سے اعراض کرنے والے ہیں اور منہ پھیرنے والے اور یہ اعراض ان کا انتہا درجہ کو پہنچا اس واسطے کہ امر خیر سے اعراض کرنا کبھی بے فہمی اور نادانی کے سبب ہوتا ہی جیسا کہ بچے کا اعراض کرنا علم کی تحصیل سے اور کبھی طبیعت کی نفرت کے ہوتا ہی اگرچہ اس کی نفع اور مصلحت نہ دیکھتا ہی جیسا کہ بیمار کا اعراض کرنا مفید دوا کے کھانے سے اور کبھی وہی نقصان کے خوف سے ہوتا ہی اگرچہ عقل اس کو یقین نہیں کرتی ہی لیکن عقل وہم کی مغلوب ہو جاتی ہی اور اس چیز سے بھاگتی ہی چنانچہ مریض کا خوف کرنا فصد اور زچہ کے لگانے سے ہلاکت کے خوف سے وہم کے غلبے کے سبب سے سوان لوگوں نے ان تینوں قسم کے اعراض کو جمع کیا ہی اس نصیحت اور ہند کے نہ سننے کے سبب سے **كَانَ قُلُوبُهُمْ مُّكَنَّافٍ** نادانی اور حق اور نفرت طبعی اور خوف ہی میں قرآن شریف کی ہند سے **حُمُومٌ مُّكَنَّافَةٌ** نفرت من قسورۃ گدھے بھاگے ہوئے ہیں بڑے شیر خور قوی ہیکل کے دیکھنے سے اور اس کے غرہ کی آواز سننے سے کہ ہرگز اپنا بیچا پھر کے نہیں دیکھتے ہیں اور کچھ بھی احوال کی تحقیق نہیں کرتے ہیں بھاگے ہی چلے جاتے ہیں اور یہ ان کے اعراض اور بھاگنے کا سبب یہ ہی کہ ان کا تکبر اور غرور اس بات کو گوارا نہیں کرتا ہی کہ دوسرے پر نازل ہوئی سپند کو قبول

کرین اور اس سے مستفید اور منتفع ہووین بلکہ یہ دیکھ کر کل امر میں ہم بلکہ چاہتا ہی ہر ہر واحد انکا
 اَن یُؤْتٰی صَحَافًا مَّشْرِیَّةً یہ کہ دیا جاوے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحیفے کھلے ہوئے بادشاہوں کے
 فرمانوں کی طرح خاک کے پیٹے ہوئے ثقیون کی طرح اس واسطے کہ پیٹے ہوئے ثقے بادشاہوں کے بہت اعتبار
 اور شکوے کے قابل نہیں ہوتے ہیں بخلاف کھلے ہوئے فرمانوں کے کہ ایسے فرمان جس کے نام پر صادر ہوتے
 ہیں تو اس کی عزت اور برتری زیادہ ہوتی ہے اور اس کا مرتبہ بلند ہوتا ہے اور یہ ان کی درخواست
 ایسی ہی جیسے کسان اور گنوار دیہاتی چاہیں کہ ان کے ہر ایک کے نام علیحدہ علیحدہ بادشاہ کا فرمان آوے
 اور اس میں کسی صوبہ دار فوجدار کا واسطہ نہ ہووے اور یوں کہیں کہ جب تک ہمارے ہر ایک کے نام پر جدا جدا
 بادشاہی فرمان معتبر پہنچیں کی معرفت سے نہ آوے گا جب تک ہم اس صوبہ دار اور فوجدار کی اطاعت
 نہ کریں گے اور اس کی کچھری میں حاضر نہ ہووین گے اور اس کی بات کو ہرگز نہ سنیں گے مفسرین نے روایت
 کی ہے کہ مکہ معظمہ کے کا فر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ ہم ہرگز تمہاری پیروی نہ کریں گے اور
 تمہاری بات کو سنیں گے جب تک ہمارے ہر ایک کو واسطے ایک ایک فرمان آسمان سے نہ تمہارے
 واسطے نازل ہووے اور صبح کے وقت ہمارے ہر ایک کے سر ہاتھ سے ظاہر ہووے اور اسکے
 لفافہ پر سرنامہ کے طور پر لکھا ہووے کہ یہ فرمان رب العالمین کی طرف سے ہے فلا نے شخص فلا نے
 کے بیٹے کے طرف اور آج میں تمہاری اطاعت اور پیروی کا حکم ہووے تو اللہ ہم قبول کریں اور
 پیروی تمہاری کریں سو حتمی اس ان کی باطل فرمائش کے رد میں فرماتا ہے کہ کَلَّا ہرگز ایسی خواہش
 نہ کریں اور اس مقصد کو مطلب نہ کریں اس واسطے کہ جب کسی بلا اور آفت سے اپنی جان کی خلاصی کی فکر
 پڑتی ہے تو اس وقت تکبر اور غرور کچھ کام نہیں آتا ہے چنانچہ بیمار قریب المرگ نہیں کہتا ہے کہ ہمارا مرتبہ
 نہیں چاہتا ہے کہ ہم طبیب کی دوا کریں اور طبیب کے کہے پر عمل کریں بلکہ لَا یَحَافُونَ الْآخِرَةَ
 بلکہ یہ لوگ نہیں ڈرتے ہیں آخرت سے اور ہرگز یقین نہیں کرتے ہیں اس بات کا کہ اس عالم میں ان کے
 بد فعلوں کی سزا انکو ملے گی تاکہ انی خلاصی کی فکر کریں اور اس کی تدبیر کسی سے پوچھیں اور کسی کی نصیحت سنیں
 پھر حکم ہوتا ہے کہ اس ان کے کلام میں ایک خلل دوسرا ہے کَلَّا ہرگز اب نہ بوجھیں کہ یہ نازل ہوئی

نصیحت انکے غیر کے واسطے ہی بلکہ اِنْہُ تَذِکْرَةٌ بے شک یہ قرآن نصیحت عام ہی کسی ایک کے واسطے مخصوص نہیں ہے کہ فقط اسکے واسطے ہو بلکہ جو ڈرے اسی کے واسطے ہی اس واسطے کہ یہ آدمی کا کلام نہیں ہے بلکہ کلام الہی ہے اپنے بندوں کی ہدایت اور رہنمائی کے واسطے بھیجا ہے حضرت پیغمبر اور حضرت جبریل علیہم السلام اور دوسرے قاری اور استاد بیچ میں واسطے پڑے ہیں سو یہ قرآن شریف تذکرہ حق کے کا ہے جس طرح قاضی ایک شہر کا تذکرہ لکھ دیتا ہے پھر جس قاضی پاس سے لجاؤ اس زمانے میں یا آگے چل کے وہ اسپر عمل کرے گا فَمَنْ شَاءَ ذَكَرْهُ سو جو چاہے یاد کرے اس قرآن کو اور اسکے معنوں میں غور کرے اور اسپر عمل کرے وَمَا يَذْكُرُونَ اور خوب یاد نہیں کرتے ہیں اس قرآن کو باوجود اس قدر وسعت اور کھلی بوجھ کے إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ مگر جوقت چاہے گا اللہ تعالیٰ حاصل کلام کا یہ ہے کہ بعض لوگوں سے جب خوب لڑ جھگڑ لیں گے اور جنگ اور قتال کر لیں گے اور اس قرآن کے امر و نہی کی مخالفت کرنے سے خوب طرح سے خرابی اور ذلت حاصل ہو لیگی اور کُتُوب اور قبیلہ قتل ہوئے گا اور مال اور عزت کا نقصا قرار واقعی اس نعمت عظمیٰ اور عطیہ کبریٰ کی انکار اور کفران کی شامت سے ہوئے گا تب اس نعمت کی قدر جانیں گے اور اس کو یاد کریں گے اور اس کے پند اور نصائح پر عمل کریں گے اور اس سے نفع حاصل کریں گے لیکن وہ ایسا غفوراً رحیم ہے کہ اس وقت بھی اُن کے اقرار کو اور اس قرآن کی نصیحت پر چلنے کو اُن سے قبول کرے گا اور ان کو ہدایت کرے گا اور اُنکے پچھلے گناہ معاف کرے گا اس واسطے کہ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ وَأَهْلُ الْخِيفَةِ وہ اللہ تعالیٰ لائق تقویٰ کے ہے اُسے تقویٰ کرنا چاہئے اور وہی آمرزش اور کرم کے لائق ہے یعنی آدمی کتنے ہی گناہ کرے اور عمر بھر حق تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور اسکی خلاف مرضی چلے لیکن جب تقویٰ کی راہ چلے گا اور اسے ڈر لگا تو وہ اسکے سب گناہ بخش دے گا اور اس کی رجوع کو قبول کرے گا اور یہ اسکی نہایت لطف اور رحمت کا سبب ہے اِنْسَانٌ بَنَیَ مَالِکَ اسنے خادم خاص اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے حضرت رب الغزت تعالیٰ شانہ و جل سلطانہ سے اس مقام پر حاشیہ منہیہ کی طور پر ایک عبارت اس آیت کی تلاوت کے بعد نقل فرمائی

ہی اسکے الفاظ یہ ہیں قَالَ رَبِّكُمْ عَزَّوَجَلَّ اَنَا اَهْلٌ اَنْ اَتَّقِيَ فَلَا يَشْرِكُ بِى شَيْءٌ فَاِذَا
 اتَّقَاْنِى الْعَبْدُ فَاَنَا اَهْلٌ اَنْ اَغْفِرَ لَهُ يٰنِے مین قابل اسکے ہوں کہ مجھ سے ڈرے بندہ
 اور میرے ساتھ کسی کو کسی کام میں شریک مقرر نہ کرے اور جب بندہ مجھے ڈرا اور شرک سے پاک ہوا
 تو میں قابل اور سزاوار اس بات کے ہوں کہ اسکے گناہوں کو میں بخش دوں اور حاصل اس منہیہ کا
 دفعہ دو دخل مقدر کا ہے جو سننے والے کی خاطر میں گذرتے ہیں اول کا مضمون یہ ہے کہ قابل تقویٰ
 کے وہ شخص ہے جس کا غضب اور دبدبہ غالب ہو اور قابل مغفرت کے وہ شخص ہے کہ رحمت اور
 لطف اس کا غالب ہو سو ان دونوں صفتوں کا جمع ہونا اگر ہر بندے کی نسبت سے خیال کیجئے تو اجتماع
 ضدین کا لازم آتا ہے اور اگر سب بندوں کی نسبت سے ہے یعنی ایک جماعت سے تقویٰ طلب
 کرتے ہیں اور غضب اور دبدبہ اپنا دکھلاتے ہیں اور ایک جماعت سے عفو اور بخشش کا معاملہ کرتے
 اور اسکے گناہ اور اسکی برائیاں معاف کرتے ہیں تو یہ بات یا خلاف حکمت کے ہوگی یا خلاف عدل
 اور انصاف کے اور یہ معاملہ جزا کا جزا فی ہو جائے گا اس واسطے کہ ایک قاعدے پر نہ رہا سو اس میں
 مبارکہ سے اس پہلے دخل کا جواب الیا ہو چکا گیا ہے کہ ہر بندے کی نسبت سے ایک ہی معاملہ ہے
 اس طور سے کہ پہلے اس سے تقویٰ طلب کرتے ہیں اور جب اس نے تقویٰ پر کمر باندھ لیا اور جو سب گناہوں
 میں بڑہ کے ہیں یعنی شرک سے چھوڑا اور ختم فی کے حکموں کی فرمانبرداری اور منہا ہی سے دوری
 کو اختیار کیا اور دل اور جان سے اس پر مستعد ہوا تب اسکے ساتھ لطف اور کرم کا معاملہ کرتے
 ہیں پھر اسکی تقصیر و ن سے درگذرتے ہیں اور اسکے گناہوں کو معاف فرماتے ہیں اور بندوں کا مختلف
 ہونا مغفرت سے متعلق اور عدم متعلقین مغفرت کی شرط تحصیل کرنے کے اختلاف سے ہے اور وہ شرط تقویٰ
 پر مستعد ہونا اور شرک سے بچنا ہے تو یہ معاملہ جزا فی نہیں ہوا اور حکمت اور عدالت کے مخالف بھی نہ
 ہوا اور دوسرے دخل کا مضمون یہ ہے کہ جب ایک شخص نے تقویٰ کیا تو مغفرت کی احتیاج
 اس کو نہ رہی اس واسطے کہ تقویٰ اسی کا نام ہے کہ گناہ سے بچا رہے اور اسکے امر کو بجالا دے
 اور اگر اس نے تقویٰ نہ کیا تو اسکو مغفرت کا مزدہ دینا گویا گناہ پر دلیر کرنا ہے اور وہ مغفرت

یہاں اس کا جواب الیا ہو چکا ہے

کے لائق بھی نہ رہا اور اس دوسرے دخل کا جواب بھی اسی منہ مبارکہ سے ایسا بوجھ گیا کہ تقویٰ کے مرتبہ بہت متفاوت ہیں اصل تقویٰ کا جو شرط اور مدار مغفرت کا ہی وہی قدر ہے کہ شرک اور کفر سے بچا رہے اور اسکے اوامر کی فرمانبرداری اور نواہی سے اجتناب کا قصد مصمم کرے اگرچہ بہت تفصیروں میں مغفرت کی احتیاج اسکو ہنوز باقی ہے واللہ اعلم باسرار کلامہ

سُورَةُ الْقِيَامَةِ

یہ سورت ملی ہے اس میں چالیس آیتیں اور ایک سونٹا نوے کلمے اور چھ سو دو حرف ہیں اور اس سورت کے ربط کی وجہ سورہ ہشر سے یہ ہے کہ سورہ ہشر میں قیامت کے ظاہری واقعہ کی ابتدا مذکور ہے یعنی صور کا پھونکنا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **فَإِذَا نُفِثَ فِي النُّفُورِ** اور اس کی انتہا بھی مذکور ہے **بِئْسَ مَا لَنَا** سقر اور **كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ** اِلَّا اَصْحَابَ الْيَمِيْنِ فِي جَنَّاتٍ يَتَسَاءَلُوْنَ عَنِ النَّجْوَى مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ اور اس سورت میں قیامت کے باطنی واقعہ کی ابتدا مذکور ہے جو عقل اور روح کو متحیر کر دے گا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے **فَإِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخِيفَ اللَّحَرُ** اور اس کی انتہا بھی مذکور ہے **يُنْفِثُ وَجُوهُ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ اِلَىٰ رَبِّهَا نَاخِرَةٌ وَوُجُوهُ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ تَنْظُرُ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا** فاقرة بس وہ سورت قیامت کے ظاہر کے بیان میں ہے اور یہ سورت قیامت کے باطن کے بیان میں اور یہ بھی ہے کہ قیامت کے واقعوں سے اس سورت میں جواول مذکور ہے وہ تقرنا قور ہے یعنی اول تقارے کی جواول کانپہ آوے گی پھر کان سے دل پر رنج پہنچاوے گی اور متحیر کر دے گی اور اس سورت میں قیامت کے واقعوں سے جواول مذکور ہے وہ برق بصر ہے جواول آنکھ پر آویگا پھر آنکھ سے دل پر رنج دل کو گھبراہٹ کے بھور میں ڈال دے گا اور ظاہر کی تقدیم باطن پر اور کان کی تقدیم آنکھ پر اس کلام اعجاز

انظام میں جا بجا رعایت کی گئی اور منظور ہے اور یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن پہلے صورت کی آواز مت عام عالم کو زیر و زبر کر ڈالے گی پھر اس کے بعد نور الہی کی قہری تجلی گنہگاروں سے بد لالینے اور نیکوں پر انعام کرنے کے واسطے ظہور کرے گی تو وقوع کے اعتبار سے بھی اس سورت کے مضمون کو اس صورت کے مضمون پر تقدیم حاصل ہے اور باوجود اس کے کلام کی روشن اور مستعمل لفظیں دونوں سورتوں کی بھی آپس میں مشابہت رکھتی ہیں چنانچہ اس سورت میں ایک کافر کے حق میں دنیا میں فرمایا ہے کہ عِبَسَ وَكِبَرُ اور اس سورت میں کافروں کے حق میں قیامت کے حاملین ارشاد ہوتا ہے وَجَّهٌ يَوْمَئِذٍ مُّسَدَّدٌ لِّكَ لَوْ كُنْتَ تَرَىٰ رُءُوسًا أَوْ تَرَىٰ رُءُوسًا أَوْ تَرَىٰ رُءُوسًا لِّمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ اس جہان کی ترش روئی اور تیوڑی چرٹنے کی جو قرآن کی آیتوں کو سننے کے منہ بنایا کرتے تھے اور اس سورت میں فرمایا ہے بَلْ يَرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ اَنْ يُؤْتِيَ صَحْفًا مِّنْ سُرَّةٍ اور اس سورت میں فرمایا ہے بَلْ يَرِيدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهُ اور اس سورت میں کافروں کو حسرت کرنا قیامت کے دن ایمان کے ترک کرنے پر اور نیک عملوں کے ترک کرنے پر عیسے نماز اور روزہ اس عبادت سے مذکور ہے کہ لَمْ يَكُنْ مِنَ الْمَصْلُوحِينَ وَلَمْ يَكُنْ نَظِيمُ الْمُسْلِكِينَ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ الْفَاضِلِينَ وَكُنَّا نَكْذِبُ يَوْمَ الدِّينِ اور اس سورت میں کافروں کو ضرر پہنچا موت کے بعد ایمان اور نیک عمل کے ترک کرنے کے سبب اس عبارت سے مذکور ہے کہ فَلَا صَدَقَ وَلَا صِلَىٰ وَلَكِنَّ كَذَبًا وَلَوْ لَمْ يَكُنْ كَذِبًا اور اس سورت میں کافر کی لعنت اس تکرار اور اس عبارت سے مذکور ہے کہ قَتَلَ كَيْفَ قَتَلْتُمْ قَتَلَ كَيْفَ قَتَلْتُمْ اور اس سورت میں وہی معنی اس تکرار اور اس عبارت سے ارشاد ہوئے ہیں کہ اَوَّلَىٰ لَكَ اَوَّلَىٰ ثُمَّ اَوَّلَىٰ لَكَ فَاَوَّلَىٰ اور اس سورت میں لَمْ يَنْ شَاءَ مِنْكُمْ اَنْ يَتَقَدَّمَ اَوْ يَتَأَخَّرَ فرمایا ہے اور اس سورت میں يَتَقَدَّمُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ يَتَقَدَّمُ وَاَخَّرَ اور اس کے بہت سی مناسبین لفظی اور معنوی ان دونوں سورتوں میں پائی جاتی ہیں اگر تھوڑا بھی تامل اور فکر اس میں کیا جاوے تو معلوم ہو جاوے اور کیا اللہ تعالیٰ کی عنایت اور احسان تھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر جو اس طرح کی عقل اور دانائی سمجھنے والے عنایت ہوئی تھی کہ ان سب مناسبتوں کو ترتیب کے وقت پہلی ہی نظر میں دریافت کر لیا کیا اچھا علم تھا اور کیا خوب سمجھ تھی انکی اور اس سورت کا نام سورہ قیامت ہونے کی وجہ یہ کہ اس سورت میں قیامت کے آنیکو

ایسی واضح دلیلوں سے بیان فرمایا ہے جس کا بوجھنا بہت آسان ہے اور ہر شخص کو عام ہو یا خاص جب اپنے دل کی طرف رجوع اور نازک فکر اور تامل کرے تو یہ بات اس کی سمجھ میں آ سکتی ہے اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ آدمی کا معمول ایسا ہے کہ جب یکام کرنے کا ارادہ اس کے دل میں آیا اور اس کا شوق پیدا ہوا اور رغبت صادق اس کے واسطے پائی گئی اور اس کو اچھا جان کے اسنے کرنا شروع کیا پھر اس وقت اس کو گناہی سمجھاؤ اور اس کے انجام کی قبا حین بیان کر دو کہ اس قسم کی برائیاں اس کے پیچھے لگی ہوئی ہیں لیکن وہ شخص ہرگز نہیں سمجھتا ہے اور ایسا سین ڈوب جاتا ہے کہ اس کا آگے پیچھے بایان دانا کچھ بھی نہیں دیکھتا ہے سب طرف سے اندھا ہو کے اس میں مشغول ہوتا ہے پھر یکا یک جب اس کی بُرائی پر مطلع ہوا اور اس کام کے نقصان اور ضرر اس کے سامنے آئے اور ہر طرف سے اس کی برائیوں نے آگھر تو اس وقت ایسی ایذا اس کو ہوتی ہے اور ایسا رنج اس کو پہنچتا ہے کہ گویا روحانی قیامت اس پر قائم ہوتی ہے پھر اپنے تئیں آپ لعنت ملامت کرنے لگتا ہے اور اپنے ہاتھ پاؤں آنکھ ناک کان پر غصہ کرنے لگتا ہے خصوصاً وہ اعضا جن سے وہ کام کیا تھا ان کا خود دشمن بن جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ میں ان اپنے اعضا کو سزا دوں اور یوں کہنے لگتا ہے کہ کیا کروں آنکھ کو پھوڑ ڈالوں اور ہاتھ کو کاٹ ڈالوں کچھ بن نہیں پڑتی ہے اور اس اپنے کبخت دل کو کیا کروں جس نے ایسی حرکت کروا کر مجھ کو اس مصیبت میں پھنسا یا سو اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کے کام خود آدمی کو فریب دیتے ہیں اور کبھی بُرے کام اپنے کو اچھا کر کے دکھاتے ہیں اور کبھی اچھے کام ایسی بُری شکل سے اس کے سامنے نمودار ہوتے ہیں کہ وہ ان کی صورت سے بھاگتا ہے اور قیامت کے معنی بھی یہی ہیں کہ اچھے اور بُرے عمل اپنی اپنی حقیقت صورت پر سامنے آ کے اپنا بدلا اور انتقام لین گے اور جزا کے واسطے سب اعضا اور آلات کا پھر نیچر حاضر کرنا ضروری ہوا اور اعضا کے واسطے پھر بدن کا بنانا بھی ضروری ہوا اور بدن کو واسطے روح کا داخل کرنا بھی ضروری ہوا فرق اتنا ہے کہ دنیا میں آدمی لعنت ملامت اور مذمت اپنے دل میں جو پاتا ہے سو ایک ایک کام پر ہوتی ہے اور مرنے کے بعد جتنے عمر بھر کے کام ہیں

ان سب پر طاعت اور ندامت حاصل ہوگی اسی واسطے موت کو قیامت صغریٰ کہتے ہیں اور حشر اور نشر کے دن نزع ان کے جتنے کام ہیں سب پر اسیکو ندامت حاصل ہوگی اور تمام اولین اور آخرین نوح انسانی کی فردین اور ہر ایک کی طاعت کے اسباب ہر ایک کی جزا دینے کے واسطے اس دن ضرور جمع ہونگے اسی واسطے اسکو قیامت کبریٰ کہتے ہیں سو آدمی قیامت کے انگار میں استدر غفلت رکھتا ہے کہ اپنے وہو اپنے سے بھی خاف ہو جاتا ہے اور کچھ بھی اس میں فکر اور تامل نہیں کرتا اور یہ ہم نہیں بوجھتا ہے کہ ہر لحظہ اور ہر لمحہ قیامت کا نمونہ مجھ میں موجود ہے اور اس کا سبب دو چیزیں ہیں ایک تو حق اور واقعہ چیز کے دریافت کرنے کی استعداد کا پایا جانا بعضے وقتوں میں اور دوسری اس دریافت میں خطا واقع ہونا بعضے وقتوں میں سو یوں بوجھنا چاہئے کہ بہر دو لون چیزیں میرے ذاتی خاصہ سے ہیں بخلاف دوسری مخلوقات کے اس واسطے کہ انہیں سے بعضے دے میں جو اس دریافت کی استعداد نہیں رکھتے ہیں جیسے حیوانات اور جمادات اور بعضے دے میں جن کے ادراک میں خطا پائی نہیں جاتی جیسے فرشتے سر میرے واسطے قیامت کا ہونا ضرور ہے والا اپنی ذاتیات سے میں نکال ڈالا جاؤں بلکہ انسان نہ رہوں اور اس سورت کے سورہ قیامت نام رکھنے کی وجہ یہ بھی ہے کہ اس میں قیامت صغریٰ اور قیامت کبریٰ دونوں بیان ہوئی ہیں چنانچہ اول سورت سے **كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ** تک قیامت کبریٰ کا بیان ہے اور **كَلَّا اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ** سے **اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يَتْرَكَ سُدًى** تک قیامت صغریٰ کا بیان ہے اور اس سبب اس سورت کو سورہ قیامت کہنا اولیٰ اور الٰہی ہو اس واسطے کہ یہ سورت تمام تمام قیامت

کو محیط ہے اور خوب واضح دلیلوں سے ہکوتا کی گئی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَا اَتُخِیْمُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ تسم نہیں کھاتا ہوں میں قیامت کے دن کی اپنی تقصیر پر آدمی کو حسرت واقع ہونے پر اس واسطے کہ یہ حسرت آدمی کو دنیا میں لاحق ہو کر تھی ہے اور متحیر کر دیتی ہے وَلَا اَقِیْمُ بِالْنَفْسِ الْوَآمَةِ اور تم نہیں کھاتا ہوں میں آدمی کے نفس طاعت کرنے والے کی قیامت کے واقع ہونے



اب نفس جو قیامت قائم ہونے کا سبب ہے اس واسطے کہ آدمی اپنی نفس کی حقیقت سے بے خبر اور غافل ہے یہ نہیں جانتا ہے کہ یہ نفس مجھ کو قیامت کے دن گرفتار کروا دے گا اور برائیوں کی جزا کھانے کا سبب پڑے گا اور تم کھانے کے واسطے ایسی چیز چاہئے کہ مخاطب کی نظر میں وہ چیز اپنے لوازمات اور شرارت سے ظاہر اور نمایان نہ ہو تاکہ اس کی دلیل پکڑ کے مقسم علیہ کے مضمون کو سچا جانے مفسرین کو نفس لوازمہ کے مضمون میں اختلاف ہے سو جو مفسرون میں محقق ہیں انھوں نے یوں بیان کیا ہے کہ آدمی کا نفس ایک چیز ہے لیکن اس کی تین حالتیں ہیں اگر عالم علوی کی طرف مایل ہو اور عبادت اور فرمانبرداری میں اس کو خوشی حاصل ہوئی اور شریعت کی پیروی میں تسکین اور چین ہوئی تو اس نفس کو مطمئنہ کہتے ہیں اور اگر عالم سفلی کی طرف اسے میلان کیا اور دنیا کی خواہشوں اور لذتوں اور عار اور ننگ اور انتقام اور کیستہ کشی کی طرف رغبت کی اور شریعت کی پیروی سے بھاگا اس کو نفس امارہ کہتے ہیں اس واسطے کہ روح کو برائی کا حکم کرتا ہے اور اگر کبھی عالم سفلی کی طرف میلان کرتا ہے اور شہوت اور غضب میں مبتلا ہوتا ہے اور کبھی عالم علوی کی طرف میلان کرتا ہے اور شہوت اور غضب کو برا جانتا ہے اور اسے دور بھاگتا ہے اور شرمندہ ہوتا ہے اور اپنے تئیں آپ ملامت کرتا ہے اس نفس کو امہ کہتے ہیں اور بعض مفسرون نے یوں کہا ہے کہ ہر آدمی کے بدن میں تین نفس ہیں اول نفس مقدس جس کو روح الہی کہتے ہیں اور فُتِحَتْ فِيهِ مِنْ شَرِّهِ یعنی بھونکا مٹنے اس میں اپنی روح کو اسی کی شان میں وارد ہے اور قِيلَ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّهِ یعنی اسی کا بیان ہے یعنی کہہ تو کہ روح ہمارے پروردگار کا حکم ہے اسی کا بیان ہے اور وہ ہمیشہ الہی میں مطمئن ہے اور اس کی محبت میں مستغرق اور اس کے حکم کا فرمان بردار ہے اور دوسرا نفس منطمع ہے جو بدن کی تدبیر میں ہمیشہ رہتا ہے اور جو شہوت اور غضب کی خواہش کرنے والی چیزیں ہیں ان کو بالطبع چاہتا ہے اور روح کو انھیں لذتوں کے حاصل کرنے کے واسطے بار بار حکم کرتا ہے اسی سبب سے اس کو امارہ کہتے ہیں اور تیسرا نفس ناطقہ ہے کہ ظاہری اور باطنی حواس سے علم اور ادراک کو جمع کرنا اور روح کے سامنے ان کو عرض کرنا اس کا کام ہے اور اسی کو نفس لوازمہ کہتے ہیں اس واسطے کہ نفس امارہ سے جب کوئی امر نامناسب واقع ہوتا ہے تو اس کو یہ ملامت کرتا ہے اور کاموں کی نیکی اور بدی نفس امارہ

روح مقدس
بجائے

کو سو جاتا ہے اور اس کو لمحہ بھی کہتے ہیں اس واسطے کہ روح کے وسیلے سے جو امور کہ حقہ اور صادقہ ہیں وہ اس پر الہام ہوتے ہیں اور حضرت علیؓ عیاس رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہر نفس تو امہ ہوگا اور اپنے تئیں ملامت کہے گا اس واسطے کہ اگر نیک ہی تو اس پر اپنے تئیں ملامت کرے گا کہ نیکی زیادہ اور کیوں نہ کی اور بعض اپنے وقتوں کو بے فائدہ کیوں گنویا اور اگر بد ہوگا تو اپنے تئیں اس پر ملامت کرے گا کہ کیوں برائی کی میں نے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جنت والوں کو کسی چیز کی حسرت نہ ہوگی مگر ایک چیز کی جو دنیا میں کوئی ساعت بے یاد اہی کے گزاری ہوگی اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ دنیا میں بھی ایسا نذر آدمی کا ہے نہ ان ہی کہ ہمیشہ اپنی ملامت میں اس واسطے کہ کوئی آدمی تعصیر سے خالی نہیں ہے پھر وہ تعصیر معرفت الہی اور اس کے مبادی میں ہو یا عبادت اور تقویٰ میں یا اس کے شرائط اور آداب میں ہو اور بعضوں نے یوں فرق بیان کیا کہ نفس مطمئنہ نفس انبیا اور اولیاء کاملین کے ہیں جنہوں نے حق تعالیٰ کی یاد اور اس کی محبت میں چین اور اطمینان پیدا کیا ہے اور دوسروں اور خطروں کے کشمکش سے خلاصی پائی ہے اور نفس ملہہ صالح ایما نذا ر و ن اور ابرار و نکاح نفس ہے اور نفس لوامہ گنہگاروں تائب اور تعصیر واروں نادم کا نفس ہے اور نفس امارہ کافروں کا نفس ہے اور ان فاسقوں کا جو حق پر اڑ گئے ہیں اور بعضوں نے یوں کہا ہے کہ نفس لوامہ متقیوں کا نفس ہے جو دنیا میں گنہگاروں کو ملامت کیا کرتے ہیں اور آخرت میں بھی ملامت کریں گے اور حق یہ ہے کہ آدمی کے نفس کی پیدائشی یہ بات ہے کہ ملامت اور ندامت کرتا ہے کی طرح کا ہوا چھا ہو یا برا چنانچہ اوپر تفسیر میں گذر چکا ہے اور جب یہ بات ثابت ہوئی کہ اس حسرت اور ندامت پر جو قیامت کے دن ہوگی اس پر کچھ قسم کھانے کی احتیاج نہیں ہے اور اسی طرح کافروں کی غفلت کے سبب قیامت کے آنے پر ساتھ نفس لوامہ کے قسم کھانا بھی مفید نہیں ہے تو اب فرماتے ہیں کہ ان دونوں قسموں کو جو مطلب کے ثابت کرنے میں عمدہ دلیل تھیں چھوڑ کے قیامت کے آنے میں کافروں کے شبہ کو دور کرتے ہیں اور اسے پوچھتے ہیں ہم کہ آيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ کیا گمان کرتا ہے آدمی باوجود محنت اور فہم کے جسکے سبب سے تمام مخلوقات سے ممتاز ہے اور نظر اور فکر کو اور ایک چیز کو دوسری

چیز پوچھا کہ اس کو اپنا خاصہ جانتا ہے اور اس سبب سے اپنے کو بڑا جانتا ہے اور اس پر ناز کرتا ہے اور باوجود اس عقل اور دانائی کے ایسا اعتقاد کرتا ہے اَنْ لَّنْ تَجْمَعَ عِظَامُهُ اس بات کا کہ ہرگز نہ جمع کریں گے ہم سڑی جھکی ہوئی ہڈیاں اسکی قیامت کے دن دوبارہ زندگی دیکر قیامت میں مفسرین نے کہا ہے کہ اس سورت کے نازل ہونے کا سبب یہ تھا کہ احدی بن ربیعہ اُخس بن شریق کا داماد جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رہتا تھا اور آپ کو بہت ایدہ پہنچا تھا چنانچہ ان دونوں کے حق میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا کی تھی کہ اَللّٰهُمَّ اَكْفِنِيْ جَارِي السَّوِيَّةِ بار خدا یا کافی ہو مجھ سے جو میرے بڑے ہمارے سے واسطے کہ اسنے مجھکو بہت ایدہ پہنچا تھا ہی سو وہ ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ تم جو ہم کو قیامت کے آنے سے ڈریا کرتے ہو بھلا اس کا کچھ حال تو مجھ سے بیان کرو میں سنوں دیکھوں میری عقل میں آتا ہے یا نہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قیامت کا حال اسے بیان فرمایا کہ جتنے مردے ہیں اسدن زندہ کئے جائیں گے اور جو کچھ دنیا میں کیا ہے سب کا حساب دینا پڑے گا اس کم بخت نے کہا کہ یہ ایسی بات ہے کہ اگر میں اپنی آنکھ سے دیکھوں تو بھی یقین نہ کروں اور اس کو سچا نہ جانوں بلکہ یوں کہوں کہ یہ سب نظر بند ہی اور خیال ہیں حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے اس واسطے کہ میری عقل ہرگز اس بات کو تجویز نہیں کرتی ہے کہ ہزاروں سال کے مردوں کی ہڈیاں جو تمام جہان میں پھیل گئی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ جمع کر کے زندہ کرے گا وہ یہ سورت کے اہم کے تعجب اور بعید جاننے کی زد کے واسطے نازل ہوئی اور ارشاد ہوا کہ بَلٰی البتہ ہم جمع کریں گے آمیون کی سڑی ہوئی ہڈیوں کو اور آمیون کی منتشر ہڈیاں جمع کرنا ہماری قدرت کے نزدیک کیا چیز ہے ہم تو اس سے بھی زیادہ تعجب کی چیزیں کریں گے چنانچہ ہر ہر عضو اور فرد کو اپنے گوشت اور پوست اور ٹوٹی اور چورہ ہوئی ہڈیوں کو ہم درست کریں گے قَادِرِيْنَ عَلٰی اَنْ تُسَوِّيَ بَنَانَهُ قادر ہیں ہم اس پر کہ برابر اور درست کریں انگلیوں کے پوروں کے چترے کو جسکو حکیموں اور طبیبوں نے سب ان کے اعضا میں اعدل اور متوسط عضو ٹھہرایا ہے اور اس کا درست کرنا بدون اعادہ اس اعتدال کے جو حقیقی اعتدال کے قریب ہے

ممکن نہیں ہے اور یہ بھی حکما کہتے ہیں کہ آخر اس چیز کا جو خلیق انسان کی تمام ہوتی ہے یہی جسم ہے اور انسان کے بدن کے سب چمڑے میں بہ سب سے نازک ہے اور اسکے حص اور دریافت کی قوت زیر دست ہے اس واسطے طبیعت اپنے خالق کے اذن سے برودت اور حرارت اور رطوبت اور سیوست کی کیفیت کے دریافت کرنے میں اسی کو جاگم کرتی ہے اور اسکے حکم کے موافق کام کرتی ہے اور یہ بھی ہے کہ انسان کے بدن کے طبقوں میں انتہا درجہ میں یہ طبقہ واقع ہوا ہے اور ہڈیوں کے مابین اس طرف سے اس واسطے کہ چمڑیکے اور ہڈی کے درمیان میں گوشت اور چربی ہے اور عروق اور جانی گین اور ارد اور ہڈیات اور پٹھے اور عضلہ اور بعد اسکے ہڈی ہوتی ہے جو ہمارے قدرت کی کام کے بنانے پر متوجہ ہوتی ہے تب اسکے نزدیک ہڈیوں کا جمع کرنا کیا چیز ہے بلکہ اس سے جو سخت اور شکل اور عمدہ کام ہیں وہ سب انجام دے سکتی ہے اور اس دعوے کی دلیل ظاہر اور کھلی ہے اس واسطے کہ شخص نے شکل اور باریک کام ایک مرتبہ کیا اس نے دوسرے مرتبہ وہ کام بہت آسانی سے ہو سکتا ہے بس معلوم ہوا کہ آدمی جو قیامت کے آنے کی انکار کرتا ہے اور مرد منکے زندہ کرنے پر اللہ تعالیٰ کے قادر ہونے کو محال جانتا ہے سو یہ انکار اس راہ سے نہیں ہے کہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے اور اس کا ماخذ بہت دقیق ہے اور اس کی دلیل پوشیدہ ہے اس سبب سے اس کی سمجھ میں نہیں آتا ہے بلکہ یہ کہ انسان یفجر امامہ بلکہ چاہتا ہے آدمی کہ بے باک ہو کے فوق فخر کرے اپنی اگلی عمر میں جو باقی ہے اس واسطے کہ اگر قیامت کا اقرار کرے اور اس میں اعمال کے حساب کتاب کا خوف اپنے دلیں ٹھکانے تو اس قدر بے باکی اور ڈٹھائی فوق فخر میں لے ہو سکے فوق فخر کی محبت کے سبب سے نہیں چاہتا ہے کہ قیامت کی بات سننے یا اسکے ماتخذ اور دلیل میں کچھ غور اور فکر کرے اس سبب سے اس کی طرف خیال ہی نہیں کرتا ہے اور بے غور اور فکر کئے اس خیال کو اپنی خاطر میں آنے نہیں دیتا ہے تاکہ اس خیال سے اس کی عیش شغص نہ ہو جاوے اور لذت میں خلل پڑے اس واسطے تعنت اور سینہ زوری کی راہ سے کسکال پوچھتا ہے پیغمبروں اور واعظوں اور نصیحت کرنے والوں سے جو اس کو قیامت کے آنے سے ڈرایا کرتے ہیں اور ہمیشہ اس کو سمجھایا کرتے ہیں کہ اس دلیل

میں غور کرو اور اس چیز کو دیکھو اور فکر کرو تاکہ قیامت کے آنے کی تصدیق تم کو حاصل ہووے اَیَّانَ
یَوْمَ الْقِیَامَةِ کب ہوگا قیامت کے دن کا آنا اس واسطے کہ جب تک تم تاریخ کی قیامت سے اسکو بیان نہ کرو گے
نہنگ میں ہرگز یقین نہ کروں گا اور کسی دلیل بھی غور اور نامل نہ کرونگا سو یہ سوال بھی اسکا تعنت
اور سینہ زوری کی راہ سے ہی کہ کہتا ہی کہ جب تک اس کے آنے کا وقت بیان نہ کرو گے تب تک
میں اسکو سچا نجانوں گا اور خوف والی چیز کا یقین آنا اسکے آنے کے وقت کے دریافت ہونے پر *
موقوف نہیں ہوتا ہی چنانچہ یہ بات ظاہر ہی اور یہ اسکے بوجھ کی غلطی ہی جو کہتا ہی کہ شہرون اور
شکرون کی خبریں اگر بے قید تاریخ کے بیان کرتے ہیں تو چندان قابل اعتبار کے نہیں ہوتی ہیں اور اگر
تاریخ اور وقت کی قید کے ساتھ ہوتی ہیں تو البتہ اکثر و کثرت کے نزدیک اعتبار کے قابل ہوتی ہیں سو اس
خبر کو بھی اسی پر قیاس کر کے تاریخ اور وقت سے سوال کرتا ہی اور یہ نہیں بوجھتا ہی کہ تاریخ اور
وقت کی قید ان چیزوں میں ہوتی ہی جو گذر چکی ہیں اس واسطے کہ یہ قیادت بات پر دلالت کرتی ہی
کہ یہ خبر دینے والا اس واقعہ سے خوب خبردار ہی اور اس خبر دینے والے کے صدق اور کذب کی
تحقیق آسان ہو جاتی ہی بخلاف ان چیزوں کے جو آگے چل کے ہونیوالی ہیں اس واسطے کہ ان کا
ظہور اب تک ہوا نہیں ہی جو وقت معلوم ہووے اور ایسی خبر میں تاریخ اور وقت معین کرنے کی تکلیف
دینا محض بیجا ہی ایسی چیزوں کے صدق اور کذب کی تحقیق میں دلیل کی قوت اور خبر دینے والے کے علم
کے ماخذ کی قوت پر اعتماد کرنا چاہئے چنانچہ اطباء کی خوف دلانے والی باتیں اور پنجہ میوں کی باتیں
ہونیوالی چیز کے دریافت میں اسی طور سے تحقیق کرتے ہیں حاصل کلام کا یہ سوال انکا خواہ تعنت کی
راہ سے اور خواہ ان کی بوجھ کی غلطی اور نادانی کی راہ سے ہو اس قیامت کے دن یہ حاصل ہوگا
کہ اس دن ایسا سوال کرنے والا متحیر ہو کے اور گھبرا کے اس سوال کا آٹا سوال کرنے لگیگا جو وہ ان
بالکل بیجا اور بے فائدہ ہوگا اور اس دن کی سختیوں کو دیکھ کے اپنی مخلصی کا طریق اور بھاگ
بچنے کی جگہ کو پوچھے گا چنانچہ ختمیائی فرماتا ہی فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ پھر جب چند ہلانے لگے گی
آدمی کی بیسنائی جیسے دنیا میں بجلی کی چمک دیکھ کے آنکھ چند ہلا جاتی ہی سو اس دن آدمی کو

یہ چند ہاناخت کی تہری بجلی کی روشنی کی چمک سے ہوگا جو کافرو فاسق کی بینائی کی قوت کو
 متحیر اور مقہور کر دے گی چنانچہ سورہ زمین تخت کے لئے فرمایا وَاشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِهَا
 یعنی اوجھکی زمین اپنے رب کے نور سے وَخَفِيَ الْقَمَرُ اور بے نور کر دیا جائیگا چاند اور پیر کی چمکی
 کی طرح ہو جائیگا بجلی الہی کی چمک کی شدت سے نہ اس کے اور آفتاب کے درمیان میں زمین یا کسی دوسری
 چیز کے آجانے کے سبب جیسا کہ دنیا میں ہوا کرتا ہے اور اس سبب سے گہن پڑا کرتا ہے اس واسطے
 کہ ہم بے نوری جو چاند کو لاحق ہوگی وَجَمِيعَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ ایسے حال میں ہوگی کہ جمع کئے گئے ہونگے
 آفتاب اور ماہتاب ایک جگہ پر اور ان کے درمیان میں کوئی چیز حایل نہ ہوگی تاکہ وہ چیز آفتاب
 کی شعاع کے انعکاس کو ماہتاب میں مانع ہووے سو ایسی وقت ماہتاب کا بے نور ہونا صریح دلیل ہے
 اس بات پر کہ آفتاب بھی بالکل بے نور ہوگا جیسے پیر کی چمکی اور اگر ایسا نہ ہوتا تو آفتاب کے نور سے
 ماہتاب البتہ روشن ہوتا اس واسطے کہ ماہتاب کا جسم صیقلی ہے اور کوئی درمیان میں حایل بھی نہیں
 ہے اور دنیا میں آفتاب اور ماہتاب جب ایک برج اور ایک درجے میں جمع ہوتے ہیں تو اس وقت
 چاند میں گہن کی طرح ممکن نہیں ہے ان محاق اس کو البتہ طاری ہوتا ہے یعنی چاند کی روشنی کم ہو جاتی
 ہے اس طور سے کہ اس کی چمکتی طرف آفتاب کی طرف ہوتی ہے اور جو طرف بے نور ہے وہ زمین کی
 طرف ہوتی ہے یہ نہیں ہے کہ اس کا نور بالکل جاتا رہتا ہے تو دنیا میں جتنے نور کے اسباب تھے
 وہ سب خراب ہو جائینگے اور اپنے اعمال کی شامت اور بینائی کے چند پہلا جانے سے روشنی
 کو آدمی دیکھ نہ سکے گا آخر کولا چار ہو کے بہت متحیر ہوگا پھر اس وقت يَقُولُ الْإِنْسَانُ
يَوْمَئِذٍ كَيْفَ كَانَتْ آيَاتُ الْآفَاقِ جب اس نور فاجر کی روشنی کو جس نے اس کو متحیر کر دیا ہے ہر مکان میں شایع
 اور پراگندہ دیگے گا آيَاتُ الْآفَاقِ کس طرف ہی جاگ بچنے کی جگہ کہ وہ ان پینچے اس حیرت اور
 دہشت سے خلاصی پانوں میں پھر اس وقت وہ دنیا کا سوال جو کہا کرتا تھا کہ آيَاتُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ الٹ
 ہو جائے گا اور اس دن سے خلاصی کی راہ پوچھنے لگے گا اور جس طرح دنیا میں کمال نعمت اور عبادت کے
 سبب سے ساتھ فقط آیت کے قیامت کے وقت سے سوال کرتا تھا اور یہ لفظ ایسی ہی ہے کہ اس سے

امور مشکل غیر متوقعہ سے استفہام کرتے ہیں سو اس دن اپنے بھاگنے کی جگہ کو اَیْن کے لفظ سے استفہام کرے گا جیسے دے امور بخیا حصول آسان ہے اور انکا وقوع متوقع ہی پوچھتے ہیں اور حال یہ ہے کہ قیامت کا وقوع متوقع اور یقینی تھا اور قیامت کے دن بھاگ بچنے کی جگہ کا حاصل ہونا کسی طرح ممکن نہیں ہے سو حیرت اور دہشت کے سبب اس کے کلام میں خط واقع ہوا ہے چنانچہ دنیا میں نعمت اور عذاب کے سبب سے خط کرتا تھا اور یہ بھی ہے کہ پیغمبروں اور واعظوں نے ان کے الزام دینے کے واسطے سوال اور اعتراض کے طور پر قیامت کے وقت سے پوچھا کرتا تھا اور قیامت کے دن آنکھ کے چند ہل جانے اور عقل کے متحیر ہونے کے سبب پناہ کی جگہ کا پتا بتلایا کسی کو نہ پاوے گا تو خود بخود ہڈیاں کے طور پر بگنے لگے گا کہ اَیْن الْمَقَرَّ اَیْن الْمَقَرَّ اور جب انسان کا حال حیرت اور اضطراب سے اس مرتبے کو پہنچے گا کہ ہڈیاں کے طور پر بگنے لگے گا تب اس کو کہا جاوے گا کہ کَلَّا ایسا سوال بیجا مت کر اور ایسی پوچھ لا یعنی سے باز آؤ ورنہ سزا نہیں ہے پناہ کہیں بلکہ جس چیز سے تو بھاگتا ہے اسی جگہ تجھ کو جانا پڑے گا اِلٰی رَبِّكَ تیرے رب کی تجلی تہری کی طرف یَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ اس دن جائے قرار ہے اور کوئی شخص اس کی تجلی کی نزدیکی کی حضوری سے مخالفت نہیں کر سکتا ہے یا اپنی ہنسی خوشی جا بیگا یا بال کھینچے ہوئے زبردستی اس کو لیجا بیٹے اور جب چارنا چار آدمی اس جگہ پر حاضر ہوگا تو حیرت اور دہشت دوسری بہر زیادہ کریں گے یَبْتَئِلُ الْاِنْسَانُ یَوْمَئِذٍ خُزًّا کب جائے گا آدمی اس دن نِیَا قَدْ مَرَّ ساتھ اس چیز کے جو آگے پہنچا تھا اعمال کی قسم سے ہوں یا افعال کی قسم سے پھر دے اعمال اور افعال لایق تقدیم کے تھے جیسے وضو کرنا نماز کے پہلے اور نماز پڑھنا روزے کی تلاش سے پہلے اور زکوٰۃ کا ادا کرنا مال پر سال گزرنے کے پہلے اور عمرہ حج کے پہلے اور سنت فرض کے پہلے اور اپنے اہل و عیال کو صدقہ دینا غیر فقیروں سے پہلے اور درود پڑھنا دعا سے پہلے اور قرض کلا کر نا وصیت جاری کرنے سے پہلے یا دے اعمال اور افعال لایق تقدیم کے نہ تھے جیسے وقت آنے سے پہلے نماز پڑھنا اور رمضان کے پہلے شک کے دن روزہ رکھنا اور عید الاضحیٰ کو نماز کے پہلے قربانی کرنا اور عشا کے پہلے وتر کی نماز پڑھنا اور قرض اور اپنے اہل و عیال کے ضروری حق ادا

ادا کرنے کے پہلے مسدودینا اور والدین کی خدمت اور اہل و عیال کی خبر گیری کے پہلے جہاد کا یا نفل
 حج کا یا نفل علم کی طلب کا سفر کرنا اور عدت گزرے کے پہلے نکاح کر لینا اور علیٰ ہذا القیاس وَاٰخِرُ
 اور جو نیچے چھوڑا تھا اپنے اعمال اور افعال سے پھر وے لایق تاخیر کے تھے جیسے حق تعالیٰ کے
 فرض ادا کرنے کے بعد والدین کی خدمت کرنا اور اپنی ضروری حاجتوں کے پورہ کرنے کے بعد خیرات کرنا اور اپنے خوش واقفوں کے مسائل وغیرہ
 غیر وچہران کرنا یا لایق تاخیر کے تھے جیسے وقت گزر جانے کے بعد نماز پڑھنا اور سال گزر جانے
 مدت کے بعد زکوٰۃ ادا کرنا اور توبہ کا وقت پانے کے توقف کرنا اور علیٰ ہذا القیاس اور جب آدمی
 کو اس کے عملوں کی تقدیم اور تاخیر پر اعمال نامے دیکر اور آسمان اور زمین اور دن اور رات
 کے گواہوں کو کھڑا کر کے خبردار کرین گے تب حیرت میں ہوگا اور اس بات کو سوچے گا کہ جب اس ترتیب
 اور تقدیم اور تاخیر کو نہیں چھوڑتا ہے اور خبر دینے کے واسطے اسکو لکھ رکھا ہے اور ان باتوں
 کو پوچھتے ہیں اور اسپر جزا دیتے ہیں تو میرے عمل اور نفل سبکی اور بدی سے جو بہن کیوں کر
 نہ لکھے ہونگے اور اُسے کیوں کر نہ پوچھیں گے اور اسپر کیوں کر نہ جزا دیں گے اس سوچ سے بڑی ہشت
 اسپر غاب ہوگی اور اپنے دلیں کہے گا کہ بہت وقت بے ڈھب ہے اور بعض مفسرین نے یون کہا ہے
 کہ مَا قَدْ مَرَّ مَرَادُیْ عَلٰی ہِنِ جَو کر چکا ہے خواہ دے نیک ہوں یا بد ہوں اور مَا اٰخِرُ سے
 مراد دے عمل میں جو نہیں کئے ہیں خواہ دے عمل نیک ہوں خواہ بد ہوں اور بعضوں نے یون کہا ہے
 کہ مَا قَدْ مَرَّ مَرَادُہٗ مَالِہٖ جَو شُد دیا اور عاقبت کے ذخیرے کے واسطے اُسے بھیجا اور مَا اٰخِرُ
 سے وہ مال مراد ہے جو وارثوں کے واسطے نیچے چھوڑا ہے اور بعضوں نے یون کہا ہے کہ مَا قَدْ مَرَّ
 سے مراد دے عمل میں جو آپ کر گیا ہے خواہ نیک ہوں یا بد اور مَا اٰخِرُ سے مراد وہ رسم اور
 طریقہ ہے جو اپنے نیچے چھوڑ گیا ہے اور لوگ اس رسم اور طریقے پر چلتے ہیں اور کام کرتے
 ہیں پھر خواہ وہ رسم نیک طریقے کی ہو اور اس شخص کے قیامت تک اجر اور ثواب کی سبب
 پڑے یا بد ہو جو قیامت تک اس شخص کے عذاب اور رنج کی سبب پڑے چنانچہ حدیث
 شریف میں آیا ہے کہ جو شخص نیک طریقہ یا نیک رسم لوگوں میں رائج کرتا ہے تو جتنے اس رسم

اور اس طریقے پر چلتے ہیں ان سب کے برابر ثواب اس شخص کو بھی ملے جاتا ہے بدون اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کچھ نقصان ہو دے اور جو شخص بد طریقہ اور بد رسم لوگوں میں رائج کرتا ہے تو اس کو ان سب کے برابر وبال ہوتا جاتا ہے جو اس پر چلتے ہیں بدون اس بات کے کہ ان لوگوں کے وبال سے کچھ کم ہو دے اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو دنیا میں ناحق خون کرتا ہے تو اس کا وبال قابل حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے پر بھی لکھتے ہیں اس واسطے کہ پہلے اس نے اس کام کو کیا تھا اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ماقدم سے مراد وہ عمل ہیں جو جوانی اور استبداد شباب میں کئے ہیں اور مآخرا سے مراد وہ عمل ہیں جو بڑاپے اور آخر عمر میں کئے ہیں حاصل کلام کا ہر طرح سے آدمی کو ہر حرکت اور سکون اور ہر قول اور فعل پر آگاہ کرین گے تاکہ اسی کے موافق + اس کو جزا دیوین اگرچہ ہر خبردار کرنا اور نامہ اعمال دکھانا اور گواہوں کو گذرنا اس کے حق میں کچھ حاجت نہیں ہی بَلِ الْإِنْسَانُ بَلْکَہ آدمی خود بخود اپنے سب عملوں پر مطلع اور خبردار ہو جائیگا اس واسطے کہ وہ آدمی حَلِیْقَتِہٖ بِصِیْرَۃٖ اپنی جان پر حجت کامل اور گواہ عادل ہے اس واسطے کہ اپنے کئے ہوئے عملوں کی + شکنیں اس کے نفس میں راسخ اور ثابت ہیں اور اس عالم میں جو اس کی دریافت قوی اور صاف ہوگی اس سبب سے ان سب عملوں کی شکنوں کو دریافت کر لیگا بلکہ اپنے وجدان اور دریافت کی طرف رجوع کی احتیاج بھی نہ ہوگی اس واسطے کہ عالم روح کے شایع اور پراگندہ ہونے کے سبب سے شکنیں خود بخود ظہور کریں گی اور اعضا کی صفتیں اور صورتیں ہو جائیں گی بعضی چہرے کی تاریکی اور منہ کی سیاہی پیدا کریں گی اور بعضی چہرے کی رونق اور سرخروئی پیدا کریں گی اور اسی طرح تمام اعضا اور اجزاء میں ظہور کریں گی چنانچہ وضو کرنے والوں کے چہرے اور ماتھے پانوں روشن اور چمکتے ہونگے اور زیور پہنے ہوئے لاوین گے اور خیانت کرنے والوں کو جس چیز کی خیانت کی ہے اس کو اسی کی گردن اور گاندھے پر لادے ہوئے لاوین گے اور شہیدوں کو خون سے رنگین لاوین گے اور زانیوں کو ان کی شرمگاہوں سے پیپ بہتا ہوا بدبو آتی ہوئی لاوین گے یہاں تک کہ ہر ہر عضو آدمی کا جس جو گناہ کیا ہے وہ خود گواہی دے گا اور آپ بولے گا پھر سوائے اقرار کرنے کے آدمی کا کچھ بس نہ چلے گا وَلَوْ اَلْقٰی مَعَاذِیْنٰہُ اگرچہ لاڈلے گا

تقدیم اس چیز سے جسکی تاخیر ضروری تھی اور تاخیر اس چیز سے جسکی تقدیم ضروری تھی حسبِ درکار کیا جائیگا اور ان سب چیزوں کی اس سے پرسش ہوگی تو اب بات میں بات نکل آنے کے طور پر اپنے پیغمبر سے حکم ہوتا ہے کہ اس بیان سے تم کو یہ بات معلوم ہو چکی کہ جسکی تقدیم ضروری ہے اس کو موخر کرنا اور جسکی تاخیر ضروری ہے اس کو مقدم کرنا مذموم اور بُرا ہے اگرچہ جو کام خیر کے ہیں انہیں ہو سو تم کو لازم ہے کہ اپنے تئیں ان دونوں چیزوں سے بچائے رکھو خصوصاً قرآن شریف اور اسکی تفسیر کے سیکھنے میں اس واسطے کہ اس علم کا جو نہایت ثوق تم کو ہے اور اس پر بہت حریف ہو اس سبب سے دونوں چیزیں تم سے صادر ہوتی ہیں اور تم یہ سمجھتے ہو کہ اس علم کے سیکھنے میں جس قدر عجلت اور شتابی ہووے بہتر ہے اس واسطے کہ خوف بھول جانے کا لگا ہوا ہے سو تم کو چاہئے کہ لا تَخْرُجْ مِنْهُ لِيَسْأَلَكُمْ عَنْهُ مَلَأُوْا مِنْ قُرْآنِ كَيْ تَرْحَمُوْهُ يَوْمَ تَكُنُ اِلَى كُلِّ نَفْسٍ حَاسِبًا تاکہ جلدی کرو اس قرآن کے لفظ کے یاد رکھنے میں اس خوف سے کہ اول سبق سے آخر سبق تک ایسا ہو کہ پچھلے الفاظ تمہاری یاد سے جاتے رہیں اور جبرئیل علیہ السلام ایک مرتبے پڑھنے کے چلے جاوین اور تم دے الفاظ بھول جاوین اور اس مانعت کی وجہ یہ ہے کہ سبق پچھلے میں ایسی جلدی اور شتابی کرنا یعنی آپ بھی پڑھنے لگنا سبق کے سنے میں خلل ڈالتا ہے نہ اول اچھے طور سے سنا جاتا ہے نہ آخر اس واسطے کہ دل دوسری طرف لینے پڑھنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو سنے سے رہ جاتا ہے سو اگر تم کو بھول جانے کا خوف ہے اس سبب سے ایسی جلدی کرتے ہو تو اس خوف سے کہ دل سے کال ڈالو اور خاطر جمع رکھو اس واسطے کہ اِنْ عَلَيْنَا جَمْعُہٗ وَقُرْآنُہٗ بَشٰک ہمارے ذمہ پر ہی جمع کرنا تمام سبق کا تمہارے سینے اور حافظہ میں اور اول سے آخر تک پڑھنا اسکا تمہاری زبان سے قَدْ اَفْرَأْنَاکَ پھر جب پڑھنے لگیں ہم اس کو تعلیم اور سننے کے واسطے جبرئیل کی زبان سے جو ہمارا ایلچی اور صیبا ہوا ہے اور اس کا پڑھنا گویا ہمارا پڑھنا ہے فَاتَّبِعْ قُرْآنَہٗ پھر پیر دی کر دے ایک پڑھنے کی یعنی پہلے چپ بیٹھے اس کا پڑھنا سنا کر دے پھر جب وہ پڑے چلیں تب تم پڑھنا شروع کرو ورنہ غر جوئے اور اسی شد اور دے تاکہ اس طور کے پڑھنے سے جبرئیل

پڑھنے کو سُننے سے اور تمہارا پڑھنا جبرئیل کے سُننے کے سبب تمہارا سبق پکا ہو جاوے اور بعضے لفظوں کے بھول جانے کا یا کسی حرف کے رو جانے کا یا مخرج ادا نہ ہونے کا یا شد اور مد کے رہ جانیکا یا وصل اور وقف کی رعایت نہونیکا خوف بالکل جاتا رہے اور تمہاری خاطر جمع ہووے سو اسکو بوجھو کہ جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کے درمیان میں قرآن کو پڑھنے لگنا وہ چیز ہے جسکی تاخیر واجب ہے اور تم اسکو مقدم کرتے ہو اور جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کو سنا اور اسی طرف کان رکھنا وہ چیز ہے جسکی تقدیم واجب ہے اور تم اس کو موخر کرتے ہو اور دوسرے یہ بھی ہے کہ جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کے درمیان میں قرآن کے مشکل معنی تم پوچھنے لگتے ہو اور اسکی تحقیق کرنے لگتے ہو اور تم ایسا سمجھ ہو نہ گھر جبرئیل علیہ السلام قرآن پڑھنے سے فراغت پانے چلے جائیں گے اور تمہیں اسکی تفسیر معلوم نہوگی تو تبلیغ کے وقت اگرچہ اسے معنی لوگ پوچھیں گے تو میں ان کو کیا جواب دوں گا سو ارشاد ہوتا ہے کہ اس امر سے بھی تم خاطر جمع رکھو واسطے کہ ثُمَّ قُرْآنٌ لِّلْفُطُونِ کی تعلیم کے بعد اور حرفوں کے مخرج اور شد و مد اور فصل اور وصل کی تصحیح کے بعد إِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهُ ہے شک ہمارا ذمہ ہے انکے معنوں کے بیان کرنیکا بھی سو اسکو بھی بوجھو کہ قرآن کے پڑھنے کے وقت اسے معنوں کو جبرئیل علیہ السلام سے پوچھنا ایسی چیز ہے جسکی تاخیر واجب ہے اور تم اسکو مقدم کرتے ہو اور قرآن کی لفظوں کی تصحیح کی طرف متوجہ نہونا ایسی چیز ہے جسکی تقدیم واجب ہے اور تم اسکو موخر کرتے ہو كَذَٰلِكَ ایسا مت کرو یعنی قرآن کے سیکھنے اور سکھلانے کے وقت جس چیز کی تاخیر واجب ہے اسکو مقدم اور جسکی تقدیم واجب ہے اسکو موخر مت کیا کرو اور اسی طرح جتنی بہتر چیزیں ہیں انہیں یہ بات مذموم اور بُری ہے واسطے کہ یہ بات قرآن کے اصل علم کے سیکھنے میں نقصان لاتی ہے اور اس سبب استاد اور شاگرد دونوں کا ذہن منتشر ہو جاتا ہے واسطے اس آیت سے استنباط کیا ہے یعنی اس حکم کو نکالا ہے کہ علم کے پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ کتاب کی عبارت پڑھنے کے وقت جو استاد کے قایم مقام ہے سُننے والوں پر لازم ہے کہ سوائے سُننے کے دوسری طرف مشغول نہو دیں اور قاری کے ساتھ پڑھنے نہ لگیں پھر قاری کے پڑھنے کے بعد اگرچہ چاہیں تو اس کو دہرائے دیں پھر جب استاد یا قاری ترجمہ تحت اللفظ بیان کرنے لگے تو وقت بھر

اور ماحلیہ کی تحقیق نہ کرنے لیکن پھر جب لفظ کی صحت یعنی عبارت صحیح فارسی پڑھ چکا اور لفظی ترجمہ بھی بیان ہو چکا پھر اس وقت مالہ اور ماحلیہ کی تحقیق شروع کریں یعنی اس عبارت میں یہ لفظ مناسب تھی اور غلطی لفظ پر یہ اعتراض ہوتی ہے اور اسے طرح بحث کے درمیان میں اعتراض سے معترض نہ ہو وین بلکہ بحث کے تمام ہونے کے بعد اگر کچھ شبہ باقی ہے تو اسکی تحقیق کر لیں اور یہ سب چیزیں آدمی کی طبعی جبلت کے سبب ہیں یعنی آدمی کی خلقت اس طرح پر ہوئی ہے چنانچہ قرآن شریف میں دوسرے مقام پر ارشاد ہوا ہے کہ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَجٍ یعنی پیدا کیا گیا ہے آدمی جبلت سے سو یہ امر فقط صحت را خاصہ نہیں ہے بلکہ يَتَخَبَّوْنَ الْعَاجِلَةَ بلکہ تم سب اسی آدمیوں دست رکھتے ہو جلد کا والے نفع کو جو جلدی ہاتھ میں آوے اور ثباتی حاصل ہووے سو یہ بات بشری جبلت کے تقاضے سے ہے اور اس حیرت سب آدمی برابر ہیں اتنا فرق ہے کہ نیک لوگ اس جلدی حاصل ہونیوالی منفعت کو دست رکھتے ہیں جو نیک ہے اور بُرے لوگ اس ثباتی حاصل ہونیوالی منفعت کو دست رکھتے ہیں جو بد ہے حضرت عبد اللہ بن عباس اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت آئی ہے کہ ابتر امین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نزول وحی کے سبب سے بہت تکلیف کھینچتے تھے اس سبب سے کہ جب حضرت جبرئیل علیہ السلام آتے تھے اور قرآن شریف کی آیات کو پڑھنا شروع کرتے تھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کے ساتھ اپنی زبان اور لبوں کو آہستہ آہستہ جنبش دیتے تھے کہ اسی آواز بلند نہو کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کا پڑھنا آپ کی سماعت میں نہ آوے اور آپ کو بھی خیال رہتا تھا کہ ہر لفظ جبرئیل علیہ السلام کی قراءت کے مطابق اپنی بھی زبان سے نکلے اور اس طرح یاد رہے تو آپ کو یہ دونوں مختلف کام یعنی سنا اور پڑھنا ایک ہی وقت میں بہت بھاری معلوم ہوتا ہے سو مختلف جگہ نے اس تکلیف اور رنج کے دفع کرنے کے واسطے اس چیز کو منع فرمایا ہے کہ اس تکلیف میں مت پڑو اور خاطر جمعی بھی آپ کی فرمادی کہ تمکو بدون اس رنج اور تکلیف کے قرآن یاد رہے گا اور چھٹی طرح سے پڑھا دیا پھر اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زب العزت غرامہ کے ارشاد کے بموجب حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پڑھنے کے وقت چپ رہتے تھے اور کان دہرے کی قراءت کو سنا

کرنے تھے اور جب حضرت جبریل علیہ السلام پڑھ چکے تھے تب بعینہ اسی عبارت کو بے تفاوت دہرا کے انکو سنا دیتے تھے سو اس آیت سے یعنی لَا تَحْزَنْكَ بِهِ لِسَانُكَ سے اسی امر اور نہی کو تمام امورات خیر میں تقدیم اور تاخیر کی رعایت پر متفرع فرمایا ہے اور پھر اس سے منافع عاجلہ کی جب کی طرف انتقل فرمایا ہے اور حاصل مطلب یہ ہے کہ کتنا ہی امر نیک ہو لیکن اس کے حاصل کرنے میں بہت جلدی نہ چاہئے کرنا اس خوف سے کہ ایسا نہو اس جلدی سے کوئی دوسرا امتزغوت ہو جاوے چنانچہ آدمی دنیا کی محبت میں آخرت سے غفلت کرتے ہیں اسی سبب سے اس عبارت میں تمام آدمیوں کی طرف خطاب فرمایا ہے کہ تم سب منافع عاجلہ کی یعنی دنیا کی منفعت کی محبت میں گرفتار ہو و تَذَرُونَ الْآخِرَةَ اور چھوڑ دے ہو آخرت کو اور اس کی فکر کچھ بھی نہیں کرتے ہو اس واسطے کہ تم اسکو دور سمجھتے ہو اور دنیا کے منافع کی محبت اور آخرت کے منافع سے غفلت کرنا بڑے فساد کا باعث ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ حَبِيبُ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيئَةٍ یعنی دنیا کی محبت اصل ہے سب برائیوں کی اور بڑی مشکل ہے کہ ان دونوں چیزوں کی محبت ایک جگہ جمع نہیں ہوتی بلکہ ایک کی محبت دوسری چیز کے بغض کا سبب پڑتی ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مَنْ أَحَبَّ دُنْيَاَهُ أَضْرَبَ بِأَخِرَتِهِ وَمَنْ أَحَبَّ آخِرَتَهُ أَضْرَبَ بِدُنْيَاهِ فَأَيُّهُمَا يَبْقَى عَلَى مَلِيفَتِهِ یعنی جس شخص نے دوسری کی دنیا سے تو نقصان کیا اپنی آخرت کا اور جس نے محبت کی اپنی آخرت سے اس نے نقصان کیا اپنی دنیا کا پھر چاہئے کہ اختیار کرو اس چیز کو جو باقی رہنے والی ہے اس پر جو فانی ہو نیوالی ہے اور حضرت امیر المومنین مرتضیٰ علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا ہے الدُّنْيَا وَالْآخِرَةُ ضَرَتَانِ إِنْ رَغِبْتَ أَحَدَهُمَا خَلَّتِ الْآخَرُ یعنی دنیا اور آخرت دونوں سوتیل ہیں اگر ایک سے راضی ہوئی تو دوسری ناراض ہوگی اور اسے نکتہ کے طرف اشارہ کرنے کے واسطے وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ كُمُتَجِبُونَ الْعَاجِلَةَ پر عطف لازم فرمایا ہے وَلَا تَجِبُونَ الْآخِرَةَ نہ فرمایا گویا یوں حکم ہوتا ہے کہ اس عاجلہ کی محبت اس دوسری محبت کے ترک کا سبب ہے اور حال یہ ہے کہ آخرت کی منفعت اور مصرت ہزاروں درجے اس دنیا کی منفعت اور مصرت سے بڑھ کے ہیں یہاں تک کہ ان دونوں میں کچھ نسبت نہیں ہے اس واسطے

کہ وجوہ کتنے چہرے یَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ اس دن تروتازہ اور روشن اور چمکتے ہونگے اس سبب کہ ہر
 نیک اعتقاد و نیک نور اور نیک عملوں کی روشنی ان کے چہروں پر ظہور کرے گی اور ان کے باطن کا نور
 ظاہر پر نمودار ہوگا اور اس نور کی قوت کے سبب سے جو ان کے آنکھ کی روشنی کی مدد کرے گا اِلٰی
 سَرَّيْهَا اپنے پروردگار کے نور کی تجلی کی طرف نَاطِقَةٌ نظر کرنے والے اور بڑی لذت پانوالے
 ہونگے اور ان کی آنکھ اس تجلی کے دیکھنے سے ہرگز نہ چند ہلا دے گی اور متحیر اور خوفناک بھی نہ ہوں گی وَوَجَّهَ
 اور کتنے چہرے یَوْمَئِذٍ اس دن حیرت اور دہشت میں پڑے ہونگے اگرچہ اس تجلی کے سامنے
 کھڑے ہونگے لیکن اس کو دیکھ سکیں گے پھر اس کے دیکھنے سے چین پانا اور لذت اٹھانا تو بہت دور رہا
 اس واسطے کہ وہ چہرے اپنے حال میں گرفتار ہونگے بِأَسْرَفٍ اور اس روئی شکل کے ہونگے سو یہ ہم
 ظاہر انکا ایسا خراب ہوگا اور ان کے دلیں عجب طرح کا رنج اور غم غالب اور بھرا ہوگا کہ تَنظُرُ
أَنْ يَفْعَلَ يَهَا فاقہ یقین رکھتے ہونگے کہ کیا جائیگا ان کے ساتھ معاملہ پیٹھ کی ہڈی توڑ نیوالا اور اس
 خیال سے ان کے جو اس بجا ہونگے تاکہ تجلی الہی کے نور کی رویت سے ہر ہند اور شرف ہوں چنانچہ حدیث صحیح
 متواتر میں جو بہت صحابیوں نے روایت کیا ہے آیا ہے کہ إِنَّكُمْ سَتَرُونَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرُونَ
الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُونَهُ حِجَابٌ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تم دیکھو گے
 اپنے پروردگار کو یعنی قیامت کے دن جس طرح دیکھتے ہو جو دہویں رات کے چاند کو ایسی وقت میں کہ
 اس وقت میں بدلی یاد ہوا نہ بغیر تمھارے اور چاند کے درمیان میں حائل نہ ہو اور حقیقتی کے دیدار شرف
 ہونے میں آپس میں ایک دوسرے کا مزاحم اور مانع بھی نہ ہوگا جس طرح چاند کے دیکھنے میں ایک دوسرے کی
 اوٹ نہیں ہوتا ہے سو یہ بھی حدیث صحیح میں آیا ہے کہ تم لوگ حق تعالیٰ کے دیدار سے شرف ہونگے
 لیکن اگر ہو سکے تو فجر اور عصر کی نماز کو بہت احتیاط سے اپنے وقت پر ادا کرتے رہو اس حدیث سے
 معلوم ہوا کہ ان دونوں نمازوں کا نور حقیقتی کے دیدار میں مدد اور اعانت کرے گا اب یہاں پر
 جانا چاہئے کہ یہ آیت صریح دلیل ہے اس بات پر کہ قیامت کے دن حق تعالیٰ کا دیدار نیک لوگوں کو نصیب
 ہوگا اور حدیث صحیح متواتر جو بہت صحابیوں نے صحیح اسنادوں سے روایت کیا ہے وہ بھی اس نصیحت کے

حدیث صحیح

مفسرین کی تائید پڑی ہے تو حقیقت کی رویت کا اعتقاد ہر مسلمان کو لازم و فرض ہے اور حق تعالیٰ رب کی دیدار کے منکر اس آیت کے معنوں میں بہت گھبرائے ہیں اور ناخن پانوں مارے ہیں اور عجیب اور غریب باتیں کی ہیں کہ اکثر وہ باتیں کتاب اللہ کی تحریف کو پہنچی ہیں اور مفسرون پر تحریف کا رد واجب ہے اس سبب سے ان چیزوں کا ذکر اس مقام پر کرنا ضرور ہوا والا اس تفسیر کے طرز کے لحاظ سے اس گفتگو کا لانا اس جگہ مناسب نہ تھا لاچار یہی سے ذکر کیا جاتا ہے اور اس ذکر کے پہلے ایک مقدمہ ضروری بیان ہوتا ہے اس کو کان رکھ کر سنا چاہئے اور اس مقدمے کا حاصل یہ ہے کہ کلام اللہ کی تفسیر اس کو کہتے ہیں کہ تین چیزوں کی رعایت اس میں پائی جاوے اولیٰ یہ کہ ہر کلمہ کو قرآن شریف کے اس کے حقیقی معنوں پر حمل کرنا چاہئے یا مجاز متعارف اور مشہور پر دوسری یہ کہ اس کلمہ کے سیاق اور سباق کو اور کلام کے نظم کو اول سے آخر تک ملاحظہ کرنا اور نگاہ رکھنا چاہئے تاکہ کلام بے نقی اور بے ربط نہ ہو جاوے تیسری یہ کہ نزول وحی کے گواہوں کا فہم اس تفسیر کے مخالف واقع نہ ہو اور گواہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم میں پھر اگر ان تینوں چیزوں سے ایک فوت ہو جاوے اور دوسری باقی رہے تو اس کو تاویل کہتے ہیں سو اگر پہلی فوت ہو جاوے لیکن دوسری اور تیسری باقی رہے تو اس کو تاویل قریب کہتے ہیں اور اگر دوسری فوت ہو جاوے لیکن پہلی اور تیسری باقی رہے یا تیسری فوت ہو جاوے لیکن پہلی اور دوسری باقی رہے تو ان دونوں صورتوں کو تاویل بعید کہتے ہیں اور اگر یہ تینوں فوت ہو جاوے تو اس کا نام تحریف اور نسخ ہی معاذ اللہ من ذالک پھر جب یہ مقدمہ معلوم ہو چکا تو اب جانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت کے منکروں کے کلام میں جس کو وہ بہت عمدہ جانتے ہیں اور اس گروہ کے مفسر اس پر نماز اور فخر کرتے ہیں وہ یہ ہیں کہ نَاطِرَةٌ كَوْمُتَّطِرَةٍ کے معنوں میں کہتے ہیں چنانچہ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ وَأَنْظُرُوا نَافِقِينَ مَنْ نُورِكَمْ مِنْ دُونِ مَا هُمْ فِيهِ يَنْظُرُونَ اس کی تاویل کے اور جہلت دو ہوں کہ ہم بھی سلا لیں تمہاری روشنی سے اور الیٰ کو کہتے ہیں کہ یہ حرف جر کا نہیں بلکہ نعمت کے معنوں میں ہے الاؤ کا مفرد ہی اصل میں الٰہی تعالیٰ کے ساتھ جب

فصاحت اور بلاغت میں بنا لگانا ہی خصوصاً ایسے مقام پر جہاں راتج اور مشہور ترکیب کے استعمال کا گمان غالب ہووے بلکہ یقین ہووے وہاں وحشی غیر مستعمل کی طرف پھیرنا گویا قرآن شریف پر چسپان اور پھیل کی تہمت لگانا ہی حَاشَا کَلَامِ اللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ یعنی بہت دور ہے کلام الہی ایسی چیزوں سے قرآن شریف کا نزولِ تلبیس اور اشتباہ کے دفع کرنے کے واسطے ہی نہ فریب دینے اور غلطی میں ڈلنے کے واسطے سوائی کے معنی حقیقی نعمت کے کہنا محبِ زار اور کنایت سے ہزاروں مرتبے بعید ہی بلکہ الٰہی کو اپنی اصل سے خارج کرنا ہی یعنی حرفیت سے نکال کے اسمیت میں داخل کرنا ہی اور جس طرح غیر حقیقی اور متعارف معنوں پر کسی کلمہ کو حمل کرنا تاویل کے مرکب اور ولیر ہونیکا سبب ہی اسی طرح کسی کلمہ کو ایسے معنوں پر حمل کرنا جس کے سبب سے وہ کلمہ اپنی اصالت سے نکل جاوے جیسے حرفیت سے جو رایج اور مشہور ہے نکل کے اسمیت یا فعلیت میں داخل ہووے جو غیر متعارف اور غیر مشہور ہے یہ بھی تاویل کا مرکب ہوتا ہی بلکہ یہ تحریف ہی مشکل رہی نہ وجاریۃ من لطن عصفور اور باوجود ایسی مخافتوں کے اس کلام کی ابتداء سے یعنی بَلْ يَحْتَبُونَ الْعَاجِلَةَ سے اس آیت کے آخر تک کو سنی لفظ نہیں ہی جو ان معنوں کو ملا دینے کرے اور جس غرض کے واسطے یہ کلام لایا گیا ہی سو یہ معنی اس غرض کے بالکل منافی اور مخالف ہیں اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہی کہ بَلْ يَحْتَبُونَ الْعَاجِلَةَ وَتَذَرُونَ الْآخِرَةَ کا مضمون اس بات پر دلالت کرتا ہی کہ تم لوگ ناگوارہ چین کو دوست رکھتے ہو اور عمدہ چین کو ترک کرتے ہو سو آئندہ کلام میں آخرت کی عہدگی کے واسطے اگر ایسی چیز جو مخصوص آخرت کے واسطے ہو اور دنیا میں نہ پائی جاتی ہو بیان نہ کریں تو یہ دھوئے درست نہ ہو اور جب یہ بیان فرمایا کہ بہت لوگوں کو قیامت کے دن حق تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا اور یہ ایسی چیز ہی کہ کوئی نعمت اور کوئی ترقی اس سے بڑھ کے آدمی کے وہم اور خیال میں نہیں آسکتی ہی تو آخرت کی عمدگی ثابت ہوئی اور اگر نعمت انہی کے انتظا کو بیان کریں تو اس غرض کے منافی ہو اور مخالف ہو جاوے اس واسطے کہ حق تعالیٰ کی نعمت کا انتظا دنیا میں بھی حاصل ہی بلکہ بردن ہو

زیادہ حاصل ہے اس واسطے کہ الدُّنْيَا بَخْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ یعنی دنیا مومن کا قند خانہ اور کافر کا باغ ہے اس واسطے کہ چہرہ کی تازگی اور رونق اور چمک اور دمک رنگ کی عین کافرون کو حاصل ہے ایمانداروں کو ہرگز میسر نہیں ہے تو آخرت کی زیادتی دنیا پر کیا ہو سکی جسے واسطے دنیا کی محبت پر اور آخرت کے ترک پر ملامت فرماتے ہیں بلکہ اس وقت میں تو برون کو کہنے کی جگہ ہے کہ ہم لوگ دنیا کو اس سبب سے دوست رکھتے ہیں اور آخرت کی فکر کچھ بھی نہیں رکھتے کہ چہرہ کی بشت اور تازگی اور گونا گون نعمتوں کا انتظار ہو کہ دنیا میں حاصل ہے اور دنیا کی نعمتیں نفع اور نزدیک ہیں اور آخرت کا حال معلوم نہیں ہے کیے نعمتیں ہم کو دے گا ان حاصل ہوں یا نہ ہوں اور سو اس کے آخرت موعود اور یہ ہے پھر بعد اسکے وجہ کی لفظ میں قیاس کرنا چاہئے کہ اگرچہ وجہ کی لفظ سے اس جگہ ذائقہ اور اشخاص مراد ہیں لیکن بلاغت والوں کا یہ قاعدہ ہے کہ اگر کسی چیز کو ساتھ کسی لفظ کے تعبیر کرتے ہیں تو جو کچھ اس لفظ کے متناہی ہوتا ہے لاتے ہیں جیسے اسکی صفتیں یا اسکے کام چنانچہ وَجْهٌ يَوْمَئِذٍ نَّارٌ اور وَجْهٌ يَوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ اور قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ وَاجَةٌ میں واقع ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ وَجْهٌ کا کام نظر کرنا اور دیکھنا ہے نہ انتظار کرنا نعمتوں کا اس واسطے کہ یہ قلب کا کام ہے سو اگر انتظار مراد ہوتی تو یوں کہتا تھا کہ قُلُوبٌ يَوْمَئِذٍ مَسْرُودَةٌ رَحِمَةٌ رَتْحًا مِّنْظَرٍ یعنی بہت دل اس دن خوش ہونگے اپنے رب کی نعمت کے منتظر پھر يَوْمَئِذٍ کی لفظ میں تامل کرنا چاہئے اس واسطے کہ جو چیز خاص اس دن کے واسطے ہے اسی کو یہ لفظ چاہتی ہے سو اگر نَاطِرَةٌ مِّنْظَرٍ کے معنوں میں ہو اور الٰہی نعمت کے معنوں میں تو یہ چیزیں اس دن سے کچھ خصوصیت نہیں رکھتی ہیں اس واسطے کہ دنیا میں بھی نعمت الٰہی کی انتظار حاصل ہے اور نصارت اور تازگی منہ کی بالیقین دنیا اور آخرت میں مشترک ہے اگر ایسی کوئی چیز یا نہ کی جاوے جو اس دن کے واسطے خاص ہے تو يَوْمَئِذٍ کی لفظ بالکل بے کار ہو جاوے پھر ناظرۃ کی لفظ میں غور کرنا چاہئے کہ چہرے کی تازگی اور چمک اور دمک لذت کے حاصل ہونے میں ہوتی ہے یا حصول کی انتظار میں بلکہ لذت کے حصول کا انتظار تو خود ایک عذاب ہے جس سے روح رنج حاصل ہوتا ہے پھر یہ

عذاب کس طرح چہرے کی تازگی اور خوشی کا سبب پڑیگا چنانچہ شاعر کہتا ہے سہ ہند کی تیغ روم کا
خنجر نہ کرے جو کہ انتظار کرے پھر اسکے مقابلے میں وَجَوَّهَ یَوْمَئِذٍ بِأَسْرَةٍ تَقَنُّ أَنْ یَعْمَلَ بِهَا
فَاِقْرَءْ میں تامل کرنا چاہئے اس واسطے کہ یہ مصنون کمال جدائی پران دو نون گروہوں کی دلالت کرتا ہے
پھر اگر اچھے بھی انتظار نعمت کے رنج میں گرفتار ہو وین تو رنج میں برون کے شریک ہو وین اگر چہ برون کو
بلا کا انتظار رہی اور نیکن کو عطا کا اس واسطے کہ انتظار عطا کا بھی رنج کا سبب ہے جس طرح بلا کا انتظار
رنج کے حاصل ہونے میں ان دو نون میں کچھ فرق نہیں ہے انتہی اور لکھو وَسِرَافَرَقَ مُنْكَرُ رَوِیت کا ہے اسنے
یون کہا ہے کہ کسی طرف آنکھ کو متوجہ کرنے کو نظر کہتے ہیں پھر خواہ وہ نظر میں آوے یا نہ آوے چنانچہ
عرب لوگ بولتے ہیں نَظَرْتُ إِلَى الْهَلَالِ فَلَمْ أَرَہَ یعنی نظر کی بنے چاند کی طرف پھر نہ دیکھا ہے
اسکو اور قرآن شریف میں بھی آیا ہے تَرَاهُمْ یَنْظُرُونَ إِلَیْكَ وَهُمْ لَا یَبْصُرُونَ یعنی تم دیکھتے ہو
ان کو وہ دیکھتے ہیں تمہاری طرف اور وہ ہرگز نہیں دیکھتے تو اب اس تاویل سے اس آیت کے
معنی یون ہو گے کہ اپنے پروردگار کی طرف نظر کو متوجہ کرین گے اگرچہ اسکو نہ دیکھیں گے اور وہ دیکھنے
میں نہ آوے اب اس ان کے کلام میں عاقل کو تامل کرنا چاہئے کہ کیا پوچھتے ہیں اس واسطے کہ ان
لوگوں نے انکار رویت کی اس واسطے کی تھی کہ نہ دیکھنے کے واسطے مقابلہ اور حبس کو دیکھتا ہے اسکا مکان اور
آنکھ سے اشارہ کرنا اسکی طرف اور شعاع کا پہنچنا اس تک ضرور ہے اور یہ چیزیں اللہ تعالیٰ
کے حق میں محال ہیں لیکن جب انھوں نے نظر کا متوجہ کرنا حق تعالیٰ کی طرف جو نیک لوگوں نے آخرت میں
واقع ہوگا جائز رکھا تو گویا یہ سب چیزیں محتسب کے حق میں ثابت کر چکے تو اب پھر وہی عرب کی مثل سچی
ہوئی کہ قَرْنِ الْمَطْرِ وَوَقَفَ تَحْتَ الْمِيزَابِ یعنی برسات کی بوندوں سے بھاگا اور پرہیزگے نیچے جا
کھڑا ہوا اور علاوہ اسکے یہ ہوا کہ کلام الہی نے اس بیجا صل کے تصرف سے رکاکت پیدا کی اس واسطے
کہ کسی چیز مرغوب کو ڈھونڈھنا اور پھر ہذا اسکا نہایت رنج اور بے فرگی کا باعث ہوتا ہے پھر ایسی چیز کو
بنکوں کی تعریف میں بیان کرنا کیا مناسب تھا اور یہ بھی سہی لیکن ان چہروں کی تازگی اور روشنی کی کیا
وجہ اس واسطے کہ باوجود سعی اور تلاش کے انکو حرمان اور ناامیدی حاصل ہے اور یہ خود ترش روی اور بخیرگی

کا سبب ہے پھر خوشی کی کیا وجہ ہے اور بعضے دوسرے جو رویت کے منکر ہیں انھوں نے یوں کہا ہے کہ اس
 جگہ مضاف محذوف ہے اصل میں یوں تھا کہ اِلٰی تَوَابٍ رَیْحًا نَاطِلًا یعنی اپنے رب کے ثواب کی طرف
 دیکھنے والے ہونگے یہ اس سے بھی زیادہ پورج اور بے معنی ہے اس واسطے کہ نعمت کا دیکھنا خوشی اور پھر یہی تازگی
 سبب نہیں ہوتا ہے بلکہ نعمت کا حاصل ہونا البتہ ان چیزوں کا سبب پڑتا ہے سو چہروں کی تازگی کی وجہ میں نعمت
 دیکھنے کو بیان کرنا بلاغت کی منافی ہے اور اسے طرح بعضے دوسرے اس فرقے کے یوں کہتے ہیں کہ نَظَرْتُ
 اِلٰی فَلَانٍ تَوَقَّعَ اور طمع کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ فلانا فلانے کے باعث کو
 دیکھتا ہے یعنی اس سے انعام کی توقع رکھتا ہے اس واسطے کہ طمع اور توقع تشویش اور تردد کے سبب
 پڑتے ہیں نہ خوشی اور سرور کے اور اس لفظ کو اکثر اسم جگہ پر استعمال کرتے ہیں جہاں اس چیز کے حصول
 کی یقین بالکل نہیں ہوتی ہے چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے اِنِّیْ اِلَیْکَ لِمَا وَعَدْتَ لِنَاطِلٍ
 نَظَرُ الْفَقِیْرِ اِلَی الْغَنِی الْمُوْیِسَ یعنی میں تیری طرف بسبب وعدہ دینے تیرے کے دیکھنے والا ہوں
 یعنی غریب کی طرح فقیر محتاج دیکھتا ہے غنی تو لوگوں کی طرف اور دوسرے شاعر نے یوں کہا ہے
 وَجْہٌ نَاطِلٌ یَّوَدُّ بَدِیْرَ اِلٰی الرَّحْمٰنِ یَاْتِیْ بِالْفَلَاحِ یعنی بہت فہم دیکھنے والے ہیں بدر کے دن
 رحمن کی طرف کہ لاویگا فلاح کو اور عرب لوگ جب کوئی تنگی اور فکر میں پھنس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ
 عَلَیْہِ مَدَدٌ وَّ ذَا اِلٰی اللّٰہِ وَاَنَا مَشَاحِصَ الْکُرْفِ اِلٰی فُلَانٍ یعنی میری آنکھ دراز ہے اللہ تعالیٰ
 کی طرف ایسے حقیقت میں امید رکھتا ہے اور میں دیکھنے والا ہوں فلانے کی طرف سو جتنی بے مثالین
 نہ کو رہوئی ہیں ان سب میں خوف اور رجا کی مزاحمت مرعی اور منظور ہے اب اس تاویل سے اس آیت کے
 معنوں میں دوسرا اختلاف پیدا ہوا وہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو اب تک اپنے حال کی لغین حاصل نہیں ہے کہ ہمارے
 ساتھ کیا ہوگا پھر باوجود ایسی بے یقینی کے ان لوگوں کے دیکھے پائے کہاں سے خوشحالی اور بے غمی کی
 شراپے بسر پز اور چھلکتے ہونگے جس کے سبب اس طرح کی خوشی اور خورمہ اور تازگی اور سرخی رنگت کی انکے
 چہروں سے پھوٹی نکلتی ہوگی غرض کہ ایسی باتیں چلانا اور ایسا بیہودہ بکنا بلاشبہ کتاب اللہ کی تحریف
 کرنا ہے اور حق تعالیٰ کے حکم کو پھیرنا ہے انھو ذبا اللہ من ذالک اور جو اس کلام میں آدمی کی فہم کا حال بیان

ہوا کہ اس سبب سے لوگ دنیا کی محبت میں گھٹے ہوئے ہیں اور آخرت کی فکر سے غافل اور غیب
 ہیں کہ دنیا کو نزدیک اور نقد بوجھتے ہیں اور آخرت کو دور اور نسیم جانتے ہیں اس واسطے کہ نقد کو چھوڑ
 نسیم کی طرف پل نہیں ہوتے سواب اس فاسد اعتقاد پر زجر اور توبیخ اور جھڑکی ہوتی ہے کہ کَلَّا
 آخرت کو ہرگز دور مت سمجھو اس واسطے کہ آخرت اس سفر کا نام ہے جس میں روح کو اپنے پروردگار کی
 طرف مسافرت کرنا ہے اور اس سفر کی ابتدا موت کا وقت ہے گو یا روح اس وقت اپنے گھر سے نکل
 کے اس سفر کی منزلین طمی کرنے میں مشغول ہوتی ہے اور انتہا اس سفر کی قیامت کے دن حق تعالیٰ کی
 قہری بجلی کی حضور میں حاضر ہونا چنانچہ اسی سورت میں إِلَىٰ رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمُسْتَقَرُّ کی تفسیر میں بیان
 ہو چکا ہے اور سفر کی دوری اور نزدیکی ابتداء سے شمار کرنا چاہئے نہ اس کی انتہا سے اور اس سفر کی
 ابتدا بہت ہفت ہفت ایک ہے کہ دنیا کی زندگی بے طمی ہوئی ہے جو وقت یہاں سے قدم اٹھایا بس وہاں پر
 رکھا سو حقیقت میں آخرت کا شروع إِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ اس وقت سے ہے کہ جب پہنچتی ہے آدمی کی
 جان اس کے سینے کی ہڈیوں میں جو گردن کے متصل ہے اور اس وقت کو احتقار اور سکرات اور غرغره کا
 وقت کہتے ہیں اور اس وقت روح حیوانی اپنے ممکن اور ٹھکانے سے باہر نکلتی ہے یا بیٹے دل سے اگرچہ
 اب تک تمام بدن سے باہر نہیں نکلی ہے جب طرح جب سافر اپنے گھر سے باہر نکلا اگرچہ بستی کے گلی کو چھو
 نہیں نکلا ہے اور شہر کے دروازے سے باہر نہیں ہوا لیکن مسافر ہو چکا اور روح حیوانی وہی متعلق
 نفس کی ہے اور یہ روح جب تک بدن میں اپنے مقام پر ہی بتنگ نہ زندگانی دنیا کی حاصل ہے اور جب
 اپنے ٹھکانے سے بے ٹھکانے ہوئی تو زندگی بھی منقطع ہوئی چنانچہ ایسے وقت میں اپنے بیگانے سب یوں
 ہو جاتے ہیں اور بوجھ لیتے ہیں کہ اس میت کی روح نے آخرت کا سفر کیا وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ اور اس
 وقت کہا جاتا ہے کہ کون ہے جھاڑنے پھونکنے والا تاکہ اس روح بے ٹھکانے ہوئی کو اپنے ٹھکانے پر
 پھیرے اور ایسے وقت میں حکیموں کی تدبیر سے اور مزاج کے علاج سے ماتھا اٹھالیتے ہیں اس جملے
 کہ یہ سخت واقعہ غیب سے لاحق ہوا ہے تو شاہدار و اح فہم کا تو تسل جو افون پڑھنے سے
 حاصل ہوتا ہے اس امر کے دفع کرنے میں کچھ کام آدے اور بعض مفسرون نے جیسے حضرت عبداللہ

بن عباس اور کلبی اور سوائے ان کے رضی اللہ عنہم نے ایسا کہا ہے کہ مَنْ رَاقٍ ان فرشتوں کا کلام ہے جو ملک الموت کے ساتھ روح نکالنے کے وقت آتے ہیں اور وہ سات ہوتے ہیں سات اذنام کے عدد تک برابر یا زیادہ ہوتے ہیں اور وہ اس واسطے ہمراہ آتے ہیں تاکہ ملک الموت روح کو قبض کر کے ان کے حوالے کر دین پھر وہ فرشتے آپس میں پوچھتے ہیں کہ مَنْ رَاقٍ یعنی کون اس مرد کی روح لیجا لیگا رحمت کے فرشتے یا عذاب کے سو اس صورت میں راق مشتق رقی سے ہوگا جو اوپر چڑھنے کے معنوں میں ہے نہ رقیہ سے جو افون کے معنوں میں ہے وَظَنَّ أَنَّهُ الْفِرَاقُ اور گمان کرتا ہے وہ شخص خود بھی اپنے جو روح کا صاحب ہے کہ یہ وقت جدائی کا ہے گھر بار سے اہل و عیال سے مال اسباب سے اور وطن کی لفظ کو چھان کے معنوں میں ہے اس مقام پر ایک لطیفہ مہکمی کے واسطے استعمال فرمایا ہے گویا ایماہ یون ارشاد ہوتا ہے کہ آدمی دنیا کی زندگانی پر اور اس کی لذتوں کے حاصل کرنے پر ایسا شدت سے حریص ہے کہ اس حرص کے سبب سے اس حالت میں بھی موت کے آنے کا یقین نہیں کرتا ہے انتہا درجہ یہ ہے کہ طمان غالب اس وقت حاصل ہوتا ہے وَالْثَقَاتِ السَّاقُ بِاللَّتَانِ اور لپٹنے لگی پنڈلی پنڈلی سے یعنی اس مردے کی ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ گئی اس واسطے کہ نیچے کے بدن سے روح کا اثربالکل منقطع ہو چکا پنڈلیوں کا ہلانا اور ایک کو دوسرے سے جدا رکھنا اسکے اختیار میں نہ رہا اور بعض مفسرین نے یون کہا ہے کہ عرب کی اصطلاح میں ساق کی لفظ کنایہ ہے سخت مصیبت سے سو معنی اس آیت کے یون ہیں کہ ملی ایک سختی دوسری سختی کے ساتھ اس واسطے کہ مردے کو اس وقت میں دو سختیاں اکٹھیاں پیش آتی ہیں پہلی شدت دنیا سے جانا اور مال و اسباب اہل و عیال اور جاہ و چشم بکھوڑنا اور دشمنوں کی خوشی اور طعنہ زنی اور دوستوں کا رنج اور دوسری شدت آخرت کے احوال کی جیسے شکر بیکیر کا سوال اور گور کی تاریکی اور فرشتوں کی زجر اور تو بیخ یعنی جھڑکی اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذٍ الْمَسَاقِ تیرے پروردگار کی طرف ہے اس دن کیمنج لیجا نا جیسے جلاگے ہوئے کو اسکے خاوند کے پیادے کیمنج لیجا ہیں تو معلوم ہوا کہ آخرت کی ابتدا اسی دن سے شروع ہوتی ہے یعنی موت کے دن سے اگرچہ

اتھا اسکی قیامت کے دن واقع ہوگی حکما بیان اِنِّیْ تَرْکٰہُ یٰۤاٰیْمٰہُ یٰۤاٰیْمٰہُ یٰۤاٰیْمٰہُ میں لکڑ چکا ہے لیکن اس کی
 آدمی اس آخرت کی ترویجی کو نہیں بوجھتا اور اپنے زشتہ کی فکر سے جو نہ میں کام آوے اور ہند
 اور نہ نجات سے جو اپنے غاوت کی حضور ہی میں شرف ہو نہ کہ یہ بد اس کا سہ خر وئی اور مالک
 کی خوشی کا سبب پڑے بالکل غافل ہے فَلَا صَدَقَ سونہ سچا جانا قرآن کی آیتوں کو اور حق تعالیٰ کے
 رسولوں کو تاکہ اس سبب سے اعتقاد تو درست ہے ساتھ اجاتا اور قرآن اور پیغمبر کے تفعیل ہوتے
 وَلَا صَلٰی اور نہ نماز پڑھی اس واسطے کہ حضرت رب العالمین کا حضور ہی میں سب کے پہلا اور عبادت
 کی پرکشش ہوگی چنانچہ حدیث شریفہ میں آیا ہے کہ اَقْلَمَ اَیْمٰہُ یٰۤاٰیْمٰہُ یٰۤاٰیْمٰہُ بِالْوَلَدِ مِنَ اَجْمَلِ الصَّلٰوۃِ یعنی
 جس چیز سے کہ حساب کیا جائے گا بندہ اپنے عملوں سے وہ نماز ہے اور اس میں عزت کو کسی شاعر نے کہا ہے
 سے روز محشر کہ جان گذار بود اولین پڑے شیراز نماز بود تاکہ فی الذلہ وہی ہی پرکشش میں غل اور شرم
 ہو اور یہ بھی ہے کہ یہ عبادت نشان ہے جدائی کا کافر اور ایماندار میں پہنچنے اگر نماز پڑھتا ہے تو ایماندار
 گروہ میں تو شامل ہو گا اور یہ بھی ہے کہ یہ عبادت توجہ الی اللہ کی صورت ہے اس عبادت کا بجالانا گویا
 بھاگنے سے رجوع کرنا ہو جب طرح کی بی غلام اگر اپنے غاوت سے بھاگا ہو لیکن جب اپنے غاوت کا مکان
 دیکھتا ہے تو اس کو سلام کر لیتا ہے اور اس کی تعظیم کرتا ہے تو یہ بات غاوت کے غضب کے جو ش کو کچھ تھوڑا ہلکا
 کر دیتی ہے اور اس شخص نے فقط اس عبادت کے نہ کر کے ہر اکثہ نہ کیا وَلٰکِنْ کَتَبَ وَلٰکِنْ جُمْلًا یٰۤاٰیْمٰہُ یٰۤاٰیْمٰہُ یٰۤاٰیْمٰہُ
 آیتوں کو اور پیغمبروں کو خبروں کو عوف میں سچا جاننے کے دِلَّیْ اور پیچیدگی اور فہم پیرا عوف میں اللہ
 تبارک کی طرف متوجہ ہونے کے خبر سمجھنا اور اس کی تعظیم و تکریم کا دم نہ ہوا بلکہ ذہب لیلیٰ
 اَہْلَیْہِ یَسْطٰی گیا اپنے فکر کی طرف ایشیتا اور اگر کرتا ہوا گویا پیغمبر اور قرآن کو جہاد کے اور نماز کے ترک
 کرنے میں حق تعالیٰ سے لڑائی اور مقابلہ کر کے جیت آیا سو اپنی قوت بازو پر چھوڑ دیا ہے اور اگر وہی
 تو خود ایسے شخص سے مرنے کے بعد کہا جائے گا کہ اَقْلَمَ لَکَ ذَاوِلَی خرابی ہو چیز تیری پھر خرابی ہو جو
 یہ دونوں خرابیاں فہر اور غضب کے عالم میں اس کے واسطے موعود ہیں پہلے نہ سچا جاننے اور نماز
 کے نہ چھوڑنے پر اور دوسری جھٹلانے اور نہ پھیرنے پر ثُمَّ اَوَّلٰی لَکَ فَاوَلٰی پھر قیامت کے

دن خرابی ہو جو تیری پھر خرابی ہو جو یہ دو دن خرابیاں اسکے واسطے اپنی دونوں سببوں سے قیامت کے دن موعود ہیں اور جو یہاں تک بیان کیا گیا کہ آدمی اس طرح قیامت اور موت سے غفلت میں گرفتار رہے کہ ہرگز کسی کے خبردار کرنے اور نصیحت کرنے سے آگاہ نہیں ہوتا اور اس غفلت کی نیند سے ہشیانہ نہیں ہوتا تو اب جھڑکی سے اسے پوچھتے ہیں کہ تجھے کو ایسی غفلت کس سبب سے ہی کون سے شے نے تیرے دل میں قرار پکڑا ہے اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى کیا گمان کرتا ہے آدمی کہ چھوڑ دیا جائیگا جانوروں کی طرح کہ جو چاہیں سووے کرتے ہیں اور اسے اس بات کی پرسش نہیں ہے نہ مرنے کے بعد نہ حشر کے دن سو آدمی کا یہ گمان غلط ہے اور فدا کا ظاہر ہے اس واسطے کہ اگر اپنی خلقت میں تامل اور غور کرے تو دریافت کر سکتا ہے کہ جب میں مکلف ہوا یعنی کرنے نہ کرنے کی مجھ کو تکلیف دی گئی تو مجھ کو ہر عمل کی جزا کا چمکنا اور ہر چیز کی پرسش مجھ سے ہونا ضرور ہی ہوا نہایت اس کی یہم ہے کہ اعمال کی جزا کی پرسش مرد و نئے مرنے اور بہت مدت اپر گزرنے کے بعد زندہ کرنے پر موقوف تھے اور یہم یعنی مدت دراز کا گزرنا اور پھر زندہ ہونا کچھ تردد اور انکار کی جگہ نہیں ہے اس واسطے کہ اس کا سچا ہونا غور اور تامل سے معلوم ہو سکتا ہے اَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ يَوْمَ الْاِسْتِخْرَةِ مِنْ مَّاءٍ نَّطَقَتْ قطرہ یعنی ذرا سا بوند مین تھنی منی کے پانی کا جو چوتھے ہضم کا فضلہ ہے یعنی باقی ماندہ ہے اور طبیعت اس سے ستھنی اور بے پروا ہو چکی ہے اور حیوان کے فضلات حیات کے قبول کرنے سے بہت دور ہوتے ہیں بخلاف اس کے اخلاط کے اس واسطے کہ اسکو طبیعت بدن کا جز کر دیتی ہے اور زندگانی کی خلعت پہناتی ہے خصوصاً وہ منی کا قطرہ جسے انسان پیدا ہوتا ہے اور حیوان کے بدن میں بھی نہیں رہتا ہے تاکہ زندگانی کا قبول کرنا اس سے متوقع ہو بلکہ تھنی ٹپکا یا گیا جماع کی حرکت کے سبب استثنیٰ اور قضیب کی راہ سے اور حکمت کا قاعدہ ہے کہ جس چیز کو اسکے معدن اور ٹھکانے سے جدا کرتے ہیں تو پھر معدن کی طبیعت اس کی تدبیر اور پرویش سے دست بردار اور علیحدہ ہو جاتی ہے + جس طرح شاخ درخت سے جدا ہوئی ٹٹو و نما نہیں قبول کرتی ہے اسی سبب حدیث شریف میں آیا ہے کہ مَا اَبَانِ عَنِ النَّحْيِ فَلَوْ مَيِّتٌ یعنی جو عضو جدا کیا گیا زندہ نہیں ہے وہ مردے کے حکم میں ہے اور +

اسکا کھانا حرام ہے جیسے دنبہ کی چلتی اور اونٹ کا گوشت کہ اگر ان کو ان کی زندگی میں کاٹ لین تو کھانا حرام ہے اور دودھ کے حلال ہونے کا سبب یہ ہے کہ اس کو طبیعتِ بچہ کی غذا کے واسطے پیدا کرتی ہے یہ نہ دودھ والی کاجڑ ہے اور نہ اس کا فصل ہے جیسے درخت کا میوہ حیوان کی غذا کے واسطے درخت میں پیدا ہوا اسی طرح دودھ ایک حیوان کی غذا کی واسطے دوسرے حیوان کی بدن میں پیدا ہوا اسی طرح کان حلقہ پھر ہوا وہ پکا ہوا پانی ہو کی بھٹکی سو وہ بھی حیات کی قابلیت نہیں رکھتی ہے بخلاف رقیق بہنے والے ہو کے جس کو دم مغسوح کہتے ہیں اور وہ رود و نہیں اور نون میں دوڑتا پھرتا ہے اور وہ حیوان کی غذا کے بھی کام آتا ہے اور اس کے بدن کا جڑ بھی ہوتا ہے فخلق پھر پیدا کیا اس کو اللہ تعالیٰ نے اگرچہ زندگی کی استعداد مطلق نہ رکھتا تھا قسوتی پھر اس کو برابر مزاج کا معتدل کر دیا یہاں تک کہ تمام حیوانوں سے اعتدال حقیقی کے بہت نزدیک ہو گیا اسی سبب سے نفس ناطقہ کے تعلق کی لیاقت پیدا کی اور ہو سکتا ہے کہ اعضا کی برابری ان منافع کے واسطے ہو جو منافع ان اعضا سے مقصود ہیں یا اعضا کے مقدار کی برابری مراد ہو جو قریب قریب ہیں یعنی ایک ٹٹھ کو دوسرے ٹٹھ کے ساتھ اور پاؤں کو پاؤں کے ساتھ اور آنکھ کو آنکھ کے ساتھ اور کان کو کان کے ساتھ اور دانتوں کو دانتوں کے ساتھ برابر کیا تاکہ بدنام معلوم ہو وین اور تصویر اور تشکیل کی باریکیوں کو انسان کی پیدائش میں مرعی فرمایا سو ایک لطف سے اتنی چیزیں مختلف کہ ہر ایک کے منافع علیحدہ ہیں پیدا کیں اور وے کام جو انتہا درجے کا آپس میں اختلاف رکھتے ہیں وے اس لطف سے لئے چنانچہ سنے اور دیکھنے میں کس قدر تفاوت زمین اور آسمان کا ہے

اسی طرح ہر عضو کا کام دوسرے عضو میں متنحی الحصول ہے لظنم بانوں سے کب ہو کے ہی سر کا کام جیبہ کا کب کے ہی آنکھ نام کان کب دیدار کا پاؤں مزا کیا تیری قدرت ہے اے رب العا بلکہ آدمی کی اصل پیدائش میں کتنا اختلاف کر دیا ہے جس کا کہیں ٹھکانا نہیں ہے فجعل منه الذؤجین پھر کر دیا آدمی کی جنس دو تھیں الذکر والانثی نہ اور مادہ کہ ہر ایک کی صورتیں جدا ہیں اور اعضا جدا اور صفات جدا ایک قسم کے کام دوسرے قسم سے ممکن نہیں ہیں مرد و نئے کام عورتوں سے نہیں ہو سکتے اور عورتوں کے کام مردوں سے اور اسی طرح کا اسپن تفرقہ اور امتیاز کر دیا ہے کہ کسی

طرح ایک دوسرے میں ملنے نہیں دیکھتے اگر قسم والا ہزاروں تدبیریں کر کر کے چاہے کہ اپنے تئیں دوسری قسم میں ٹاوسے تو ہرگز اسکی تدبیر چل نہیں سکتی اور دوسری قسم میں مل نہیں سکتا سو حق تعالیٰ نے بہر تدبیر عجیب دنیا کے آباد کرنے کے واسطے کی ہے تاکہ عورت خانگی اور جزئی سسر انجام دیوے جیسا کہ ناما پکا نا اور کپڑا کچا قطع کرنا اور سینا اور دماغے کا بٹنا اور اولاد کو پرورش کرنا اور گھر میں جھاڑو دینا فرشتے بچانا اور گھر کے اسباب کو اپنے موقع سے نگاہ رکھنا اعدائے اسکے اسی قسم کی چیزیں بہت ہیں اور مرد معاشش کی تناسل کرے اور نگلی کاموں کو سسر انجام دیوے جیسے زمین کو کھودے سونا چاندی جو اہلوت کا لٹا کھیتی کرنا درختوں کو لگانا تاکہ میوے کی کثرت ہووے نہر اور کوئین کا کھودنا دشمنوں سے لڑائی اور قتال کرنا علم کو حاصل کرنا پھر اس کو لکھ چھوڑنا معاندوں اور دشمنوں کو غلام بنانا رکھنا چورون اور شیرون کو دفع کرنا اور سوائے اسکے اس قسم کے کام بہت ہیں اَلَيْسَ ذٰلِكَ

کیا نہیں ہے ایسا خالق زبردست جس نے دنیا کی آبادی کے واسطے آدمی کو اس قسم کا پیدا کیا بَقَادِیْ عَلٰی اَنْ يَّجِيَّ الْمَوْتِ قَادِرٌ سَبَاتٍ بِرَكَهْ زَنْدَہْ كَرْہِ مَرْوَدِہْ كُوْا حُرَّتِہِ كِی تَعْمِیْرُ اَوْر اَسْبَہِ جِہَانِ كِی اَبَادِہِ كِے واسطے اور اس جہان کی زندگانی میں بھی لوگوں کو مختلف کہے کیسے کمال کرے اور کسی کو ناقص بعضوں کو دوزخ کے بھرنے کے واسطے اور بعضوں کو بہشت کی چین اور مزے اڑانے کے واسطے عَزَّوَجَلَّ شَرِیْفِ مِیْنِ اَیَاہِی کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم جب اس آیت کو تلاوت فرماتے تھے بعد اسکے یہ کلام فرماتے تھے سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ بَلٰی یَعْنِی پاك ذات ہا تیری اسی اللہ تعالیٰ ایسے کہ تو اس کام کی قدرت اور کمت اَللّٰہُ اَلْبَتَہُ تو قادر ہی ہے اس پر اسی سبب سے ہر قاری کو سنت ہے کہ اس آیت کے تلاوت کے بعد اس دعا کو پڑھے نماز میں ہو خواہ باہر نماز کے لیکن آواز بدل کے اس طرح پڑھے کہ عوام لوگوں کو اس طرح کا مشبہ نہ ہو کہ یہ بھی قرآن کی آیت ہے اور اگر نماز میں ہی تو آہستہ اس دعا کو پڑھے

سُورَةُ الْقِيَامَةِ

یہ سورت مکی ہے اس میں ایک سو آیتیں اور دو سو بیالیس کلمے اور ایک سو چار بار حرف ہین اور اس کا نام سورہ انسان ہے اور اس کو سورہ دہر بھی کہتے ہیں اور سورہ ابرار بھی اور اس سورہ کے ربط کی وجہ سے سورہ قیامت کے ساتھ یہ ہے کہ سورہ قیامت میں قیامت کی عبادتیں اور ان کے وقایع بیان کرتے کرتے کہتے یہ بھی بیان کیا ہے کہ اس دن آدمی دو قسم پر ہو جائیگا چنانچہ ارشاد ہوا ہے کہ **وَجُودُ يَوْمَئِذٍ نَاصِرَةٌ اِلَى رِبِّهَا نَاصِرَةٌ وَوَجُودُ يَوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ تَطْلُكُ اَنْ يَّفْعَلَ بِهَا فَاقِسَةٌ** اور دوسری قسم کا احوال یعنی نافرمانوں کا قصور اس سورت میں تفصیل کے طور پر بیان ہوا اور پہلی قسم کا احوال یعنی فرمانبرداروں کا باقی رہا تھا سو اس سورت میں پورا تفصیل سے بیان فرمایا اور ان دونوں سورتوں کے متفرق مضمونوں میں بھی مناسبت اور اتحاد موجود ہے چنانچہ انسان کی خلقت اس سورت میں اس عبارت سے مذکور ہوئی ہے **اَلَمْ يَكْ نَظْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُمْنِي تَمْكَانَ حَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّى فَجَعَلَمِنَهُ اَلْزَوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثَى** اور اس سورت میں اس عبادت سے بیان ہوئی ہے **اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيهِ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا** اور اس سورت میں ارشاد ہوا **كَلَّا بَلْ يَجْعَلُونَ الْعَاجِلَةَ لِذِكْرِهِمْ اَخْرَجَ اَوْ سَمِعُوا يُرْوٰى اَنْ هُمْ يُحْجَوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُونَ وَآثَرَهُمْ يَوْمًا** **قَبِيْلًا** اور اس میں بھی **يَوْمَئِذٍ نَاصِرَةٌ** اور اس میں بھی **وَلَهُمْ نَصْرٌ وَسُرُوْدٌ** اور اس سورت میں **مِنْ اِنْ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ اَلَمْ يَكُنْ مِنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ اِذَا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيكَ الْقُرْآنَ تَنزِيْلًا** اور اس کے دوسرے بھی مناسبتیں ہیں اور مفسرون کو اس امر میں اختلاف ہے کہ یہ سورت مکی ہے یا مدنی اور صحیح یہ ہے کہ **اِنَّا نَحْنُ نَحْنُ عَلَيْنَا عَلَيْنَا الْقُرْآنَ تَنزِيْلًا** سے آخر سورت تک بلاشبہ مکی ہے اور اس کے سوا جو باقی ہے اس میں احتمال اس بات کا ہے کہ مدنی ہو اور آیت **يُوقُونَ بِالْآذَانِ** جو قصہ حضرت اہل بیت رضی اللہ عنہم میں ہے اس کے سبب نزول کا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیتیں مدنی ہوں واللہ اعلم اور اس سورت کا نام سورہ انسان اس واسطے رکھا ہے کہ اس سورت کی ابتدا میں دو فائدہ مذکور ہیں جو انسان کی خلقت سے حضرت رب العالمین کو منظور ہیں پہلا یہ کہ انسان کو چاہیے کہ اپنے میں دیکھے اگر وہ غاۃ اپنے میں پاوے تو اپنے تئیں انسان جانے اور انسانیت

پر رہے والے قالین کے شیر اور لکڑی کے گھوڑے کی طرح فقط نام کو اپنے تئیں انسان جانے اور حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے اور انسان کو یہ بھی لازم ہے کہ اپنی ابتداء پریدائش سے انتہا آسائش تک جو بہشت میں پاویگا اپنی ترقیامت کو ملاحظہ کرے اور جان لے کہ حقیقت میں انسان وہی لوگ ہیں جو اس آسائش اور آرام کو پہنچے ہیں اور نہیں تو دنیا میں جو مجمع برائیوں اور رنج کا اور گھر غم اور دو گونا گوا ہی گدھے اور بیل کی طرح رنج اٹھانا اور غم میں مبتلا رہنا کیا فائدہ اور اگر اس دور دھوپ سے کچھ لذت چار دن کی ہزاروں کدورت اور رنج بھری حاصل ہوئی تو بھی دوسرے حیوانوں سے کچھ امتیاز اور جدائی نہ ہوئی اس واسطے کہ وہ بھی اس قسم کی لذتیں اٹھاتے ہیں اور باز پرس کا خوف نہیں رکھتے اور اس سورت کا نام سورہ دہر اس واسطے رکھا ہے کہ اس سورت کے شروع میں دہر کے عقیدے کو باطل کیا ہے اس واسطے کہ اس باطل عقیدے کا حاصل یہ ہے کہ جو کچھ اختلاف اور تبدل عالم میں حادث ہوتے ہیں وہ سب آسمان اور ستارہ اور زمانے کی گردش سے ہوتے ہیں جو عالم عقلی میں تاثیر کرتے ہیں بعضی وضعیں ہر دن اور رات میں متبدل ہوتی ہیں اور بعض ہر مہینے اور ہر برج میں اور بعض ہر فصل میں اور بعض ہر سال میں اور بعضی قرانات میں کبیر ہوں وے قرآن یا صغیر ہوں وے سطی اتھوں یا عظمیٰ اور طرح طرح کے انقلاب اور قسم قسم کے تغیر اور تبدل ہوتے جاتے ہیں اور بعضی وضعیں وے ہیں جو بہت قرون میں متبدل ہوتی ہیں جن کا گوارا اور ادوار کہتے ہیں سو وے بڑے انقلابوں کی سبب پڑتی ہیں اور عجیب اور غریب قسموں کی تولد کی باعث ہوتی ہیں چنانچہ دریایاں جگہ خشکی ہو جاتی ہیں اور خشکی کی جگہ دریا اور آبادی کی جگہ ویرانہ ہو جاتی ہیں اور ویرانہ کی جگہ آبادی اور پہاڑ جنگل ہو جاتے ہیں اور جنگل پہاڑ اور انسان کی قسم اور دوسرے تمام حیوانات خود بخود پیدا ہوتے ہیں اور بعضی نوعین منقطع اور فانی ہو جاتی ہیں سو جب ثابت ہوا کہ ایک زمانہ وہ تھا کہ نوع انسان کا نام بھی نہ تھا اور کوئی اس کا ذکر بھی نہیں کرتا تھا تو یہ معلوم ہوا کہ اس نوع کا تولد کسی زمانے کی خواہش سے نہیں ہے والا وہ وضع کسی وقت میں ان وقتوں سے اس نوع کے تولد کو خواہش کرتی اور لوگ اس نوع کے تولد اور انقطاع کے بعد دوسری مرتبے

اسکو یاد کرتے کہ غلے نے دور میں یہ نفع طہا ہر سو کے منقطع ہو گئی تھی بجلا اور نہیں جئات اور فرستے
تو ضرور نام اور نشان سے اس قسم کو پہچانتے اور اگر دہریے یوں کہیں کہ جو وضع اس نفع
کے تو لہ کو خواہش کرتی تھی اسکے پہلے زمانے کی گردش میں نہ ہوئی تو اسکے جواب میں ہم کہیں گے کہ
یہ امر تمہارے مذہب کے خلاف ہی اس واسطے کہ تمہارے نزدیک ہر نفع قدیم ہی ان معنوں سے کہ اگلی
زمانے کی گردش کی وضعوں نے بھی اس نفع کی خواہش کی تھی اگرچہ درمیان میں منقطع ہو گئی ہو اور یہ
بھی ہے کہ زمانے کی گردش کی وضعیں تمہارے نزدیک اجل کی طرف انتہا نہیں رکھتی ہیں تو ضرور ہوا کہ ہر
وضع حد بہ مرتبہ واقع ہوئی ہو اور اپنے آثار اور نشانوں کو خواہش کیا ہو اور وضع جدید کا ظہور جس کے منحل
نپائی گئی ہو تمہارے نزدیک محال ہے اور یہ بھی یقینی معلوم ہے کہ زمانے کی گردش کی وضعیں اس قسم
کے انقلابوں کے وقوع کے وقت میں اور انواع کے تولد اور جمع کثیر کی ہلاکی کے وقت میں تقویم اور زنج
قواعد کے موافق اس قدر قدرت اور اعجاز بہ پن نہ رکھتی تھیں کہ وہ وضع یا اسکے مانند یا اس سے قوی کبھی
واقع ہوئی تھی تاکہ پھر دوسرے مرتبہ پائی جاوے بلکہ کثیر وقوع ہیں اور کثیر الثبوت تو معلوم ہوا کہ
یہ سب چیزیں فاعل مختار کے ارادہ اور خواہش کے سبب ہیں کہ عالم کے حوادث رنگارنگ اور
انقلابات گوناگون اسی کی قدرت سے وابستہ ہیں اور اس سورت کے سورہ ابرار ہونے کی
وجہ ظاہر اور کھلی ہوئی ہے کچھ بیان کی احتیاج نہیں ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هَلْ اَتٰی عَلَى الْاِنْسَانِ حَیْثُ مِّنَ الدَّهْرِ لَا یَاْکُدْ رَاہِی الْاِنْسَانُ بِرُکُوْثِیْ وَتِیْ زَمَانِیْ سَہِی
لَمْ یَکُنْ شَیْءًا مَّا کُوْنًا تَہِی کُوْثِیْ حَیْزُ ذِکْرِیْ جَاتِیْ حَاصِلُ اسکا یہ ہے کہ ایک وقت ایسا تھا

کہ انسان کی نوح کا عالم میں خود اختیار کیا۔ اور نام اور نشان جو زمین میں اور زبان پر نشوونما
 اور جنوں کے جاری نہ تھا اپنے وجود میں اور وجود انسانی میں نہ رکھتا تھا پھر وجود خارجی کہاں سے
 پایا جاتا اور اصل میں نشانہ بزرگ کتنے ہو چکے۔ اور عذر الاطلاق پہنچا دیا۔ یہی سبب ہے
 لفظ بیداری جاتا تھا ثبوت اور غرض خارجی جو تھا۔ اور سبب جو تھا تھا۔ اور کبھی دیتے رہے کے
 سبب سے وجود ذہنی اور لفظی کو بھی شامل تھا جس طرح اس آیت کو یہ میں مذکور کی صفت
 کے ساتھ تھی ہونے کے سبب سے جو تھا گیا اور نفسیہ کی طرف رجوع ہوئی اور مطلق
 شئی نہ رہا سبب جو خارجی تھا وہ تو باریک بینی اور بوجھا گیا تھا اور شاید ہر ایک وقت ایسا
 تھا کہ انسان نہ وجود ذہنی رکھتا تھا نہ لفظی پھر وجود خارجی کا کیا ذکر ہے اور یہ سبب مطلق تھا
 میں انسان کے تحقق کو بنیادی نہیں ہے اس واسطے کہ علم انہی ظریف ذہن سے بالاتر ہے اور اسی
 طرح کشیدہ ذاتیہ اللہ تعالیٰ کے مرتبہ میں اور اعیان ثابتہ کا مرتبہ بھی اس سبب مطلق کے منافی
 نہیں ہے اس واسطے کہ اگر جگہ وجود انکسار کی نفی ہے اور اس مرتبہ میں وجود اتحادی رکھتا تھا
 اس کی روایت حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے مروی ہے
 کہ جب اس آیت کو فاروق نے سنی تھی تو فرماتے تھے یا لکھتے تھے کہ یہ حالت تھا
 ہووے اور جس مکان سے سفر کرتے تھے وہیں ہم وہاں پھر جگہ کے پنچین اور کثرت و عدت میں
 تلاشی اور مل جاتے اور جہاں کی طرح دریا سے بہ پانیان ازل میں نیست اور نابود ہو جائیں ہم اور
 علماء ہر اس روایت کو دوسرے سے منقول پر حل کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مراد حضرت امیر المؤمنین کی
 اس کلام سے یہ ہے کہ کلاش وہی حالت ہمیشہ رہتی اور انسان مخلوق نہ ہوتا تو اس خوف اور رجا
 مخصوص میں کا ہی کو چھٹتا اور اس تکلیف کا بوجھ کا ہی کو اٹھاتا اور اسی باطن کا ہی کو گرفتار ہوتا لیکن
 حائل پر پوشیدہ نہیں ہے کہ انسان کے پیدا کرنے میں جو ممکنات تھیں وہ ایسے عارف کا طونکے
 ہر وقت سامنے رہتی ہیں پھر اسی آرزو کے سبب سے یہی ہے اور جو اب اس سوال کا لینے
 ہل اتنی لایع کا مخاطبوں کو اپنی عقل کی طرف تھوڑا تامل کرنے میں منسلوم ہو سکتا تھا اس واسطے جواب کے

ذکر سے عدل فرما کے قصد کی طرف متوجہ ہو کے فرماتے ہیں کہ انسان کو نستی کے پردے سے باہر نکال کے ظہور کے تحت پر جلوہ گر کرنے والے ہم ہیں اور ہماری قدرت کے ہاتھ نے اس کو اپنے اسکے دل کو آئینہ مصحف کیا ہے تاکہ غیب کی شعاؤں کا عکس اس میں پڑے کے خلافت کبرے کے لایق ہو اور تمام موجودات کا خلاصہ اور سب خایتوں کی انتہا ہو اور اگر انسان اپنی نوع کی ابستہ اعلیٰ سے خبر نہیں رکھتا ہے کہ کس کس عالم کی تسخیر کے واسطے اس کو پیدا کیا ہے اور کون کون لطیف اس میں تعبہ کیا ہے ؟ لیکن اس قدر تو ظاہر اور کھلا ہوا ہے کہ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ بے شک پیدا کیا ہم نے آدمی کو جس کی پیدائش کو تم سب دیکھتے ہو اور اس کی کیفیت کو خوب پہچانتے ہو مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْسَاجِ باپ مان کے نطفے سے جو مختلف اور مرکب ہے یعنی جو مل کے بنا ہے تمام موائید سے یعنی جتنی بڑھنے والی چیزیں ہیں اس واسطے کہ نطفہ خدا سے ہوتا ہے اور خدا مان باپ کی غلہ اور گوشت اور دودھ اور دہی اور دھنک اور مصالحہ زمین سے پیدا ہوئی ہوں یا پہاڑ سے یا باغ سے غرض کہ سب چیزیں جمع ہونے کے ان کے تمام اعضا میں ہضم کے مرتبے طے کر کے پہنچتی ہیں اور پیدائش کے کارخانہ کے موکل ہر ہر عضو سے ان کا کھینچ کے نطفہ کر دیتے ہیں بس معلوم ہوا کہ معاون اور نباتات اور حیوانات کہ مختلف الطبائع میں اپنے اجزاء متبائن سے دسے سب مفردات ہیں اس مجموعہ کے اور بیض میں اس مرکب کے اور جو خلاصہ خدا کا تمام اعضا میں سیر کرتا ہے تو ہر عضو کی روح اس میں اثر کرتی ہے اور وہ روح اس ثبوت کی حامل ہے جو اس عضو کی خاص ہے جیسے عقل اور تحفیل اور توہم اور حساس یعنی دریافت خواہ آگہ سے ہو یا کان سے یا ناک سے یا زبان سے چکھ کر یا ہاتھ سے ٹوک کر اور تین جتنے عالم ہیں سب کو محیط ہیں خواہ عالم ملک ہو یا ملکوت ہو یا اسکے اوپر اور وہ روح کے حالات مختلفہ کی بھی حامل ہیں جیسے شہوتیں اور غضب اور حیا اور حلم اور طیش یعنی سبکی اور محبت اور خوف اور عشق اور ذلے یعنی عشق کی زیادتی میں عقل سے خارج ہو جانا بس وہ خلاصہ ان سب کاسون کی استعداد اور لیاقت پیدا کرتا ہے اور یہ امر اس خلاصہ میں ایسے پیچیدہ اور لپٹے ہوئے ہوتے ہیں جیسے درخت کے اجزاء اور خشت میں پیچیدہ اور لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اور عجیب خواص اسکے کپٹل اور

بیچ میں ظاہر ہوتے ہیں اسی سبب وحدت اسکی ایسی کثرت پر مشتمل ہی جس کی انتہا پائی نہیں جاتی
 بخلاف لفظ دوسرے حیوانوں کے کہ نہ ان کی خدائیں یہہ تمام موالید کا پورا جمع ہونا پایا جاتا ہے
 اور نہ انکی ارواح اور قوانین اس قسم کا احاطہ تمام عالموں پر ہی یہی سبب ہے کہ علماء کی اولاد سے
 علم کے استعداد کی توقع بہت ہوتی ہے اور اولیا اور مشایخ کی اولاد سے خدا کی درگاہ کا سلوک
 اور سلوک کے مرتبوں کو طے کرنے کی امید زیادہ ہوتی ہے اور جرح اور شجاعوں کی اولاد سے لڑائی
 پر جرات کرنے کی امید زیادہ ہوتی ہے اور تیز طبیعت غیور سے چالاک خیرت والے پیدا ہوتے
 ہیں تو معلوم اور ثابت ہوا کہ اس مخلوق کو جو اشرف اور اجمع تمام موالید کا ہے بے فائدہ اور
 بیکار نہیں پیدا کیا ہے ہمنے بلکہ بڑا فائدہ اسکی پیدا کرنے سے منظور ہے اور وہ فائز یہہ ہے کہ
 بتکلیہ آزماتے ہیں ہم اس کو اور اساتما اور آزمائش کی حقیقت یہہ ہے کہ ایک چیز کو احتیاج
 اور شعور دیکر نیک کام کا حکم کرتے ہیں ہم اور بد کام سے منع کرتے ہیں ہم تاکہ دو قسم مخلوقات
 دیکھیں کہ یہہ شخص اپنے اختیار سے کیا کام کرتا ہے پھر اگر موافق ہمارے حکم کے بجالایا تو ثواب اور
 انعام کا مستحق ہوا اور اگر اسکے خلاف کیا تو ذلت اور انت اور عذاب کے لائق ہوا اور اگر تہا
 اور آزمائش سے یہہ معنے مراد ہووین تو حضرت عالم الغیب و الخفیات کے حق میں امتحان اور
 آزمائش کچھ معنے نہیں رکھتے ہیں اور جو یہہ فائدہ اس مخلوق کی پیدائش سے ہو منظور تھا تو بوجھنے
 اور سمجھنے کے اسباب بھی اسکو دینا ضرور ہوا فجعلنا سمیعاً بصیراً پھر کر دیا ہمنے اسکو سننے والا
 دیکھنے والا حاصل اس کلام کا یہہ ہے کہ انسان کو اس قدر شنوائی اور بینائی میں فراخی اور
 کشادگی دی ہمنے کہ اس کے مقابلے میں دوسرے حیوانات گویا شنوائی اور بینائی نہیں رکھتے
 ہیں اندھے اور بہرے ہیں اس واسطے کہ یہہ مخلوق آواز کے ساتھ حروف اور لفظوں کے مخرجوں کے
 دقیقوں کو بھی سنتا ہے اور الحائین تمیز کرتا ہے اور ان لفظوں کے معنوں کو اور اس الحان کے خواص
 کو بھی بوجھتا ہے اور ہر لفظ کی مختلف وضعوں کو بھی سمجھتا ہے یہی سبب ہے کہ اس کا مرتبہ اس بلندی کو
 پہنچا کہ جناب حضرت رب العالمین کا مخاطب ہوا اور حق تعالیٰ جل شانہ کے ہر کلامی کی خلعت سے سرفراز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پاٹی بخلاف دوسرے حیوانوں کے کہ وہ سوائے آواز محض کے اور کچھ نہیں بوجھتے اور اسی طرح ہر چیز کی روشنی اور رنگ کے دیکھنے کے ساتھ اس صنعت اور شکل کے دقیقے اور روشنی کے تہوں کو اور رنگ کو خوب غور اور تامل سے دریافت کر لیتا ہے اور خطے کے نقوش کو بوجھتا ہے اور اس سبب سے جو مرچکے ہیں ان کے علموں سے غایہ حاصل کرتا ہے اور اگلے زمانے کے لوگوں کے احوال پر جو ہزاروں برس اس سے پہلے گذرے ہیں مطلع اور خبردار ہوتا ہے اور عجیب اور غریب شہادتیں اس سے ہوتے ہیں جیسے ایک چیز پر قیاس کر کے دوسری چیز کا حکم اس سے نکالتا ہے اب اسی جگہ سے معلوم ہوا کہ الزام حجت اور تمام نعمت کے مقام میں اکثر جگہ قرآن شریف کے درمیان میں ان دونوں حاسون کا ذکر یعنی سمع اور بصر کا جو آیا ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ عالم امکان کی حقایق کے دریافت کا طریقہ اپنے غیب سے اور اس دریافت کو اپنے غیر پر اتکا کرنا یعنی دوسرے کو سکھانا یا اس حقایق کا لفظی وجود ہی یا وجود خطی ہی جو لفظوں کے مقابلہ میں وضع کیا گیا ہے اور یہ دونوں طریق انہی دونوں حاسون سے یعنی سمع اور بصر سے ملوک اور روان ہوتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ معرفت اور عبادت کا طریقہ یا انبیا اور اولیا اور عارفوں اور عالموں کے کلام سنتے سے ماخوذ ہوتا ہے یعنی نکالا جاتا ہے یا آنکھوں سے اور وضع دیکھنے سے ان کی زندگی میں یا حدیث کی کتاب میں اور مشائخوں کے ملفوظات اور علما کی ہر فنون میں کتب میں جمع کی ہوئیں اور حقایق اور معارف کے رسلے عارفوں کے لکے مرنے کے بعد مطالعہ کرنے سے سو یہ دونوں کام بھی انہی دونوں حاسون سے یعنی سمع اور بصر سے تعلق رکھتے ہیں بخلاف دوسرے حواسون کے کہ معرفت اور عبادت کی تحصیل میں یہی دونوں چیزیں ابتداء سے مقصود ہیں کہ وہ کچھ دخل نہیں رکھتے ہیں اکثر ان حاسون کی انتفاع معاش کے ضروریہ امور کے دریافت میں ہی سوائے امر میں دوسرے حیوان بھی شریک ہیں اسی واسطے کہا ہے کہ دلیل یا نقلی ہے یا عقلی سو نقلی دلیل دیکھنے سے ہرگز دریافت نہیں ہوتی مگر سمع کے حاسہ سے البتہ دریافت ہوتی ہے اور دلیل عقلی جو معرفت اور عبادت کی راہ کے ملوک کو اکثر ممد اور معاون ہوتی ہے وہ انبیا کے

مبجز دیکھتا ہی یا اولیاء کی کرامات دیکھتا ہی اور یہ دونوں چیزیں دنیا ہی کے حاسہ سے
 علاقہ رکھتی ہیں اور مختلف فی کی قدرت کے عجایب اور غریب مصنوعات کا دیکھنا بھی اسی حاسہ سے تعلق
 رکھتا ہی اور نقلی دلیلوں پر مطلع ہونا جو اگلے لوگ کتابوں میں اور رسالوں میں جمع کر کے لکھ گئے ہیں
 وہ بھی اسی حاسہ سے حاصل ہوتا ہی سو آدمی کو ان دونوں حاسوں کے کامل ہونے کے بعد دین کی
 معرفت اور راہ خدا کے سلوک میں چند ان احتیاج باقی نہیں رہتی ہی مگر فہم اور عقل البتہ چاہئے سو
 یہہ دل کا کام ہی نہ اتنے پانوں کا اور جو اس امر میں نقلی دلیلوں سے زیادہ احتیاج ہوتی ہی اور
 کلام الہی کا سنا اور اس طرح کلام رسول کا سنا اور واعظوں اور ناصحوں کا کلام سنا اور عالموں کی
 تقریر اور خطیبوں کی پند اور ارشاد اور اولیاء اللہ کی رمزین اور عارفوں کے حقایق اور معارف
 ان سب چیزوں کو اس کام میں بڑا دخل ہی اور یہ سب چیزیں سمجھ کے حاسہ سے علاقہ رکھتی ہیں
 اور اس حاسہ کو جا بجا ہدایت اور ارشاد کی نعمت کے بیان میں بصر کے حاسہ پر مقدم لاتے ہیں
 چنانچہ اس آیت کریمہ میں بھی یہی طور موجود ہی اور یہہ بھی ہی کہ حاسہ سمجھ کا ایسی خاصیت رکھتا ہی
 جو کسی دوسرے حاسہ میں وہ خاصیت پائی نہیں جاتی ہی اور وہ خاصیت یہہ ہی کہ شے سے دوسرے
 حاسہ میں جیسے بصر اور شمع اور ذوق اور لمس ان سب کے مدرکات اسی کے توسط سے دریافت
 ہوتے ہیں بس اس حاسہ کو حکم جو اس حاسہ میں آیا ہی جیسے ہوا کا حکم عناصرا ربہ میں اور عطار
 کا حکم بسے سیارہ میں پسے خود بھی کارآمدی ہیں اور غیر کے احوال کو بیان کرنے والے بھی ہیں چنانچہ
 بصر کے مدرکات کو ان لوگوں کو جو از روئے زمان یا مکان کے اس سے دور ہیں پہنچاتا ہی تو بصر کا کام
 بھی بدون اس کے تمام نہیں ہی اور وہ پسے سب مدرکات بصری کے اور اک کا وسیلہ ہی اور یہہ
 کا عدہ کلیتہ ہی کہ مقصد مقدم ہوتا ہی اور جو دانش اور منیش کے اسباب اس مخلوقات میں جس کو
 آزمائش کے واسطے پیدا کیا ہی اس قدر جمع ہوئے ہیں کہ اگر حق تعالیٰ کی معرفت اور عبادت
 کی راہ ان اسباب کے وسیلے سے ڈھونڈھنے اور پسے منعم کے شکر کے ادا کرنے کا طریقہ جانا چاہئے
 تو بدون تلامی کے بھی یہہ بات اس کو ممکن ہی لیکن حق تعالیٰ فرماتا ہی کہ ہم نے ایسا نہیں کیا اور

سید پر کائناتین کی بلکہ اِنَّا هَدَيْنَاكَ السَّبِيلَ بے شک چھنے ہدایت کی اسکو چھنے بتا دی اسکو اپنی معرفت کی راہ اور اپنے شکر کے ادا کرنے کا طریقہ اور اس راہ کے تجسس اور تلاش کو اسی کے ذمہ پر نہیں چھوڑا تاکہ اپنے تصور میں بھلنے لگے پھر اپنے رسولوں کو پچ درپچ بھیجا چھنے اور انکے ہاتھوں سے بچھے دکھائے چھنے اور اسی کتاب میں نازل کی چھنے جنکی دلیلین واضح ہیں اور جو اس کتاب کی محل اور مشابہ آیتیں ہیں ان سے جو کچھ مراد ہے اسکے بیان کو رسولوں کی زبان پر حوالے کیا چھنے اور ان کے بعد جو انکے شاگرد رشید ہیں یعنی ہر وقت کے مجتہد عالموں کے بیان پر موقوف رکھا چھنے تاکہ شنوائی اور بینائی اس مخلوقات کی بدون سبج اور کلفت اٹھائے کے ہماری عبادت اور معرفت کے کام میں مصروف ہوئے اور چھنے جو اسکو پیدا کیا ہے اور ہدایت کی ہے اسکا شکر ادا کرے لیکن یہہ مخلوق باوجود یہی ہماری نعمتوں کے ایک راہ بچلا بلکہ دو قسم پر ہو گیا لَا مَشَاكِرَ اَقْدَمَا كَفُوْا یا شکر ادا کرنے والا ہے ہماری خلق اور ہدایت کی نعمت کا اور اس نعمت کو قبول کرنے والا اور یا ناشکری اور ناحق شناسی اور کفران نعمت کرینو والا ہے اور کبھی راہ پر نہ آنے والا ہے بلکہ اس راہ کو قبول نہیں کرتا ہے اور اس راہ کے باطل کرنے کے واسطے وہی شیعہ اور شیطانی گمراہی مقابلہ میں لاتا ہے اور اپنی شنوائی اور بینائی کو ہماری مخالفت اور عناد میں خرچ کرتا ہے اسلئے اسکے ساتھ امتحان اور آزمائش کا معاملہ شروع کرتے ہیں ہم اسواسطے کہ اگر اس عناد اور مخالفت پر اسکو سزا نہ دیں ہم تو دوسری مخلوقات کی نظر میں امتحان اور آزمائش کا فائدہ کچھ بھی ظاہر نہ ہووے اور ہماری حکمت اور عدالت میں بٹالگ جاوے اسواسطے کہ بالضرور اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِيْنَ بے شک ہم نے آمادہ اور تیار کر رکھے ہیں اپنے ہدایت کی نعمت کے ناشکروں کے واسطے سَلٰسِلَ دُنْيَا وِیْ عِلَاقُوْنَ کی زنجیریں تاکہ دنیا کی زندگی میں انہی زنجیروں میں مقید رہیں اور معرفت اور عبادت کی راہ ہرگز بچل سکین پھر بعضوں کو مال کی محبت کے سلسلہ میں اور بعضوں کو عورت اور اولاد کی محبت کے سلسلہ میں اور کسیکو باغوں اور کھیتوں کے سبب کرنے کی اور نئے عمارت بنانے کی محبت میں باندھ دیا اور کسی کو فوج اور لشکر جمع کرنے کی اور ملکوں کو فتح کرنے اور اپنا حکم جاری

کرنے کی محبت میں جکڑ دیا ہے اور بہتوں کو وہی منجملہ منفعتوں کے فوت ہو جانے کے رنج اور فکر اور غم میں گرفتار کر دیا ہے اور بعضوں کو نئی نادر صنعتوں کے نکالنے میں اور ریاضی فن کے عجیب آلات بنانے کی محبت میں اور اسی طرح ہر ایک کو ایک سلسلہ میں گرفتار اور مقید کر دیا ہے پھر یہی سلسلہ قیامت کے دن آگ کی زنجیروں کی شکل ہو کے ان ناشکروں کے تمام بدن میں لپیٹے اور یہ لوگ ان زنجیروں میں جکڑ جائیں گے چنانچہ دوسری جگہ قرآن شریف میں ارشاد ہوا ہے تَمَرَّجْنِي بِسَلْسَلَةٍ دَعَّرَهَا سَبْعُونَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوهُ اور جو ان چیزوں کے ناشکروں کو جو دنیاوی علاقوں کی محبت کی زنجیروں میں گرفتار ہیں بدو تو اس کی عمدہ اپنی بیخ سے جکے پاس یہ چیزیں موجود ہو دینے چیزیں نہیں ہو سکتی ہیں سولا چار ان ناشکروں کے واسطے ایک چیز دوسری بھی تیار کر رکھی ہے ہنر و اخلاص اور طوق بھاری جو ان کی گردنوں میں ہونگے تاکہ سر نہ اٹھا سکیں اور معرفت اور عبادت کی راہ کی طرف التفات بھی نہ کر سکیں بلکہ رہنے بائیں بھی اس راہ کے دیکھ سکیں سو بعضوں کی گردنوں میں امیروں اور بادشاہوں کی نوکرسی کا طوق ڈالا اور بعضوں کی گردنوں میں ساہوکاروں اور مہاجنوں کی خوشامد اور چا پلوسی کے قرض لینے کا طوق ڈالا ہے اور بعضوں کی گردنوں میں قاضیوں اور مفتیوں کی منت کا اور حیلہ ساز روایت ضعیف نکال دینے والوں کی خوشامد کا طوق ڈالا ہے اور بعضوں کی گردنوں میں دفتر کے متصدیوں کی اور عاملوں چکلہ داروں کی حاضر باشی کا طوق ڈالا ہے اور دوسروں کو اسی پر قیاس کر لینا چاہئے یہاں تک کہ بعضوں کی گردنوں میں پختیوں کی سببگی اور غلامی کا طوق اور بعضوں کی گردنوں میں اونٹ گھوڑے خچر گائے بیل کی خدمت کا طوق ڈالا ہے ہنر و ہنر جو طوق ہیں قیامت کے دن سب آگ کے طوق ہو جائیں گے اور ان لوگوں کی گردنوں کو گرانبار اور بھاری کر دیں گے اور جو اکثر ناشکروں کو باوجود ان طوقوں کے پہننے کے اور ان علاقوں میں پھرنے کے بھی مطلب حاصل نہ ہوگا اور اگر کچھ تھوڑا مطلب حاصل ہوا تو بھی ان کی حرص اور آرزو کے موافق حاصل نہوا سولا چار ان کے واسطے ایک دوسری چیز بھی تیار کی ہے ہنر و وسیعہ اور سوزش اور جلیقہ سینہ کی اپنے مطلب کے نکلنے کے رنج کے سبب سے تاکہ جب تک دنیا میں

نیکو کاروں کا نام

رہن اسی سوزش میں جلتے رہیں جیسے کیمیکل مہوس اور اگر ایک طرف سے سوزش کم ہوتی ہے تو دوسری طرف سے اور بڑھکتی ہے سو یہ ہم ان کی لطیف پیدائش انسانی کو درہم برہم کر دیتے ہیں یعنی نیچے کا بدن زنجیر سے گرفتار ہے اور اوپر کا بدن طوق سے گرانبار اور نیچے کا بدن یعنی سینہ اور دل سوزش سے بے قرار ہے اور یہ وہی سوزش ہے جو قیامت کے دن دوزخ میں آگ کی صورت بن کے اٹکے اندر اور باہر کو جلا دیگی سو اس بدن اپنی پیدائش کی نعمت کی اور ہدایت الہی کی نعمت کی سزا چکھیں گے اور اگر یہاں پر کیسے دل میں شبہ گزرے کہ ان علاقوں میں گرفتار ہونا اور ان طوق کا پہنا اور دنیا کے مطالب حاصل ہونے کے سبب رنج اور سوزش کا ہونا دنیا کی زندگی کے لوازمات سے ہے اور حقیقت الٰہی کی نعمت کے شکر گزاروں کو بھی اسی دنیا میں اپنی زندگی کے دن کاٹنا ہیں اور دنیا میں بدون گرفتاری ان علاقوں کے اور بدون پہنے ان طوقوں کے اور بدون چکھنے اس سوزش کے گذر کر ناممکن نہیں ہے پھر ان چیزوں کی تخصیص ناشکروں کے ساتھ ہونے کی کیا وجہ ہے تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ شاکروں کو اگرچہ ان علاقوں کی گرفتاری کے اسباب اور ان طوقوں کے پہنے کے باعث اور ان سوزشوں کا چکھنا دنیا کی پیدائش کے تقاضے سے درپیش ہوگا اور آگے آوے گا لیکن ان کو زنجیروں کی گرفتاری اور طوق کا پہنا اور سوزش حاصل ہوگی تو اسے کہ شاکر لوگ تین گروہ ہیں ایک ابرار جبکہ اصحاب الیمین بھی لقب ہے اور دوسرے مقرّبین احوال جبکہ عباد اللہ اور عباد الرحمن بھی لقب ہے اور تیسرے مقرّبین احوال جن کو مقرّبین مطلق بھی کہتے ہیں اور سابقین بھی ان کا لقب ہے سو پہلے ہم ابرار کا حال بیان کرتے ہیں جو پس خوردہ کھانے والے مقرّبین احوال کے ہیں پھر ان کے بعد مقرّبین اعمال کے حال کے بیان کی طرف انتقال کریں گے ہم تاکہ مقرّبین احوال کا حال بطریق اولیٰ اس پر قیاس کر لیا جاوے **إِنَّ الْأَبْرَارَ يَتَّقُونَ** نیکو کار جو ہرگز اپنے متعدّد پر کسی کا حق تلف نہیں کرتے بلکہ اپنے حق میں اور اپنے دوسرے بنی نوع کے حق میں احسان منظر رکھتے ہیں اور حق تعالیٰ کی تمام احوال اور نہی کی فرمان برداری کا قصد کرتے ہیں جب تک دنیا میں زندہ ہیں **يَتَّقُونَ** پتہ ہیں ایک دو قطرے میں کا ہیں اس پیالے

سے جو محبت الہی کی شراب سے اور اس جناب کی حضوری کے شوق سے بھرا ہوا ہی مقربوں کے ہاتھ سے اور اس ایک دوپٹے کے سبب سے ان کو بخود ہی حاصل ہوتی ہے پھر دنیاوی علاقوں کی طرف التفات باقی نہیں رہتا ہے لیکن اس قدر پینا اتنی تاثیر ان میں نہیں کرتا کہ ہمیشہ حالت ہمیشہ ان میں باقی رہے سو تقویت کرنے اور اس شراب کے جام کے اثر ہمیشہ باقی رہنے کے واسطے كَانَ مِنْ رَجَاءٍ ہوگی لَوْ نَى اس کی پینے اس شراب کے پیالے کی جیسے گلاب یا کیوڑا شربت کے اوپر سے ملا دیتے ہیں كَافُوْا کا فور جو روح کا بھی مقوی ہے اور دل کا مغرغ اور خوشبو بھی اس میں پائی جاتی ہے اور رنگ بھی نورانی رکھتا ہے اور دنیا کے مطلب حاصل نہونے کے رنج کو اور دنیاوی علاقوں کی طرف التفات کو سرد کر دیتا ہے اور فاسد نیون کی عقوبتوں کو اور باطل خطروں کو اصلاح دیتا ہے شیخ ابو علی سینائی قانون کی معصومات میں لکھا ہے کہ آدمی کے بدن اور روح میں کا فور کی تاثیر ایسی ہے جیسے عالم میں شمالی ہوا کی تاثیر ہے کہ ہر چیز کے جوش کو بھال دیتی ہے اور بدبو کو بالکل دور کر دیتی ہے اور ہر فرد کی اصلاح کرتی ہے اور روح کے مزاج کو ایسا ہر باز کر دیتی ہے کہ ہرگز جوش اور تیزی اس میں نہیں رہتا اور یہ مطلب کا قاعدہ ہے کہ جس دوا کی منفعت کسی خاص عضو کی واسطے ہوتی ہے اور چاہتے ہیں کہ اس دوا کی تاثیر جلد ہی اس عضو کو پہنچاؤں تاکہ کبھی اور معدہ کا ہضم میں دیر نہ لگے اور اس کی قوت ضعیف نہ ہونے پاوے تو شراب میں ملا کے دیتے ہیں اس واسطے کہ شراب سرعت نفوذ میں اور مجازی کی تیغ میں بے مثل ہے اور جو کا فور کو شراب میں ملا کے ان کو دین گے تو بہت ہی جلد ان کے رگ اور پوست میں پہنچ جاوے گی اور اس کا اثر بہت قوی ہو کے روح اور دل کو پہنچے گا اور تجرد علاقوں سے اور دل سرد ہو جائے گا تمام خوشیوں سے اور مطلب کے حاصل نہونے کا رنج پاس نہ آنا اور ان سب چیزوں کا استقرار اور سوخ پیدا کرے گا لیکن یہ کا فور دنیا کا کا فور نہیں ہے جس کی تاثیر فقط ظاہر بدن میں اور اعضا اور اخطا اور ارواح میں خاص ہے بلکہ ہماری مراد اس کا فور سے عیناً ایک شیشہ ہے

عالم روحانی میں کہ انہی کیفیتوں اور خواصوں سے اس کا پانی پینا آدمی کے باطن میں نفس کے لطیفے اور نفسانی قوتیں اسکی بہت تاثیر کرتا ہے یَشْرَبُ لَهَا پینے کے اپنے پیالے بھرے چھلکتے ہوئے اور اس شیشہ کے پانی کی طوئی اس میں ملی ہوئی عباد اللہ کے خاص بندے جو کسی کی فرمانبرداری کا طوق اپنی گردن میں نہ رکھتے تھے اور اپنے ہر کام میں اور ہر حرکت اور سکون میں اپنی نظر کو اللہ تعالیٰ کی طرف رکھتے تھے اور اسی کی رضا مندی کو چاہتے تھے بلکہ وہ اپنے عملوں پر بھی اعتماد نہ رکھتے تھے اور ثواب اور جزا کی طرف بھی ان کو التفات نہ تھا يَخْشَوْنَهَا تعظیم جاری کرتے تھے ان چشموں کو اپنے ہر عمل میں جیسا جاری کرنا چاہتے تو گویا وہ چشمہ خاص ان کی ملک ہے اور انہی کے تصرف میں ہی اور ہر عضو کے عمل اور ہر قوت کے پیدا کرنے میں اس چشمہ کے پانی کا اثر کھینچ کے لیجاتے ہیں اس قدر دنیا کے علاقوں سے اور ماسوائے اللہ کی طرف التفات کرنے سے دل سرد ہوئے ہیں کہ ان اپنے نیک عملوں پر اور اپنی نیک عادتوں پر ہرگز اطمینان اور دل کی چین حاصل نہیں ہے بلکہ ان عملوں کی ناقصی کا خوف اور ان عادتوں کی خیر اختیار میں کا ہر اس جناب الہی میں اس قدر دل میں بیٹھ گیا ہے کہ کسی وقت یہ خیال ان سے علیحدہ نہیں ہوتا چنانچہ اس حال پر یہ بات انکی گواہ ہے کہ يَقْوُونَ بِالْكَذِّبِ وفاقہ کرنے میں نذر کو لینے جو چیز کہ اپنے ذمہ پر لازم کر لیتے ہیں جیسے نفل عبادت اور کوئی وظیفہ اور درود اور صدقہ اور خیرات سوائے چیزوں کو جیسا لاچار کیا ہے اس طرح بس شرطوں کے ساتھ آخر عمر تک ادا کرتے ہیں پھر جب ایسی چیزیں جو حقیقت کی طرف سے واجب نہ تھیں بلکہ اپنے ذمہ پر خود آپ لازم کر لیں تھیں اسکو اس احتیاط سے ادا کرتے ہیں تو وہ چیزیں جو حق تعالیٰ کی طرف سے ان پر واجب ہوئی ہیں ان کو بطریق اولیٰ پورا ادا کیا ہوگا اور باوجود ایسے مستقیم ہونے کے تمام واجبات اصلی اور الزامی ادا کرنے پر پھر بھی ان عبادتوں پر چند ان اعتماد نہیں رکھتے ہیں بلکہ ہمیشہ خائف اور ہرمان رہتے ہیں وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَتْ شَرًّا مستطیر آواز دے رہتے ہیں اس دن سے کہ ہوگا شمس کا منتشر اور پھیلا ہوا جیسے طوفان اور ہوائ کے دن کی آگ کا لگنا کہ تمام بستی کو اپنے اپنے گھر و نگا خوف ہوتا ہے کہ مبادا ہوا کی شدت

سے آگ اور آتش پہنچے اور ان لوگوں کو یہ خوف اور ہراس اس سبب سے ہو گا کہ شاید واجبات کے ادا کرنے میں کچھ ہرے قصور واقع ہوا ہو جیسے سستی اور دل نہ لگنا اور اس سبب سے طبیعت کی تار یکے نے اس طاعت میں مل کے کچھ خرابی کر دی ہو اور آج قیامت کا دن ہی اور اس دن کا شر گتہ گاروں کی شامت سے استعد پر انگڑا اور پھیل رہا ہے کہ بے گناہ بھی اس بلا میں گرفتار ہو رہے ہیں جیسے آسمان اور زمین اور پہاڑ اور دریا اور آفتاب اور مانتاب اور باقی ستارہ سو ایسے وقت شاید وہ طاعت اس تاریکی کے سبب سے قبول نہ ہو اور عتاب اور عقاب کا سبب پڑے سو اس قدر بے اعتمادی ان کو اپنے عملوں پر صریح دلیل ہی اس بات پر کہ خوف غلبہ ان پر بہت ہو گا اور خوفِ الٰہی کی دلیل ہی جس طرح دل کی گرمی کے وقت میں جرأت اور بے باکی غلبہ کرتی ہے سو یہ اثر اسی کا فور کا ہے جو شراب محبت میں ملا کے نوش کیا ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے شعر ازین افیون کہ ساقی در می افکند حریفانہ سر ماند و نہ دستار بہندی یہ کیا ساقی می میں چیز ڈالی کہ پیتے ہی ہوئے بدست و شکار اور یہ چیز اس بات پر بھی دلیل صریح ہے کہ ان لوگوں کو ان عملوں کے ساتھ جو اپنے مطلوب کے شوق میں کئے ہیں کچھ علاقہ نہیں رہا اور عملوں سے دل سرد ہو گئے ہیں تو دنیاوی علاقوں سے جو ان کے مطلوب کے منافی تھے یقیناً انقطاع کلی رکھتے ہونگے اور یہ ہم آئشنِ نجدی کا اثر ہے جو محبت الٰہی کی شراب پینے سے انھوں نے حاصل کی ہے اور اس ان کے احوال پر دوسرا گواہ یہ ہے کہ دِیَطْعَمُونَ الطَّعَامَ اور کھلانے میں کھانے کو باوجود اس بات کے کہ نقد دینے سے کھانا پکا کر کھانا بہت بھاری ہے اس واسطے کہ آدمی کا نفس جو چیز قریب النفع اور حاضر المنفعت ہے اسکے دینے میں تمیل کرتا ہے بخلاف اس چیز کے جو منفعت مقصودہ سے دور واقع ہوئی ہے اس واسطے غلہ کا دینا اکثر آدمیوں کے نزدیک سہل ہے آٹا دینے سے اور آٹا دینا سہل ہے روٹی دینے سے اور کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی کھانا دینے میں دلیری کرتا ہے اور نقد یا جنس دینے سے حیا چراتا ہے سو اس کا سبب یہ ہے کہ کھانے سے اس وقت وہ سیر ہوتا ہے اور پکا کھانا سوا بے کھا لینے کے اور کسی کام کا نہیں ہے اور

جلدی بدبو کر اٹھتا ہے رکھ چھوڑنے کے قابل نہیں ہے بخلاف نقد اور جس کے اس واسطے کہ یہ کام کی چیز ہے اور رکھ چھوڑنے کے بھی قابل ہے لیکن یہ لوگ کھانا کھاتے ہیں علیٰ حیثہ باوجود اس کھانے کی محبت کی بھونکھ کی شدت اور قوت کی نایابی کے سبب اور ایسے وقت میں سے شلیم بختہ بز نقرہ خام ہوا یا نفیس اور مزیدار ہونے کے سبب سے وہ کھانا محبوب ہوتا ہے اور جو بے احتیاجی کے بھی اس کو بے فائدہ صرف نہیں کرتے ہیں بلکہ رکھ چھوڑنے میں تاکہ دوسرے وقت اس کو کھا دیں یا اس شخص کو کھلاتے ہیں جسے بڑی منفعت کی امید ہوتی ہے اور یہ لوگ اس کھانے کو محتاجی کی حالت میں کھاتے ہیں مسکین مسکین محتاج کو جو قوت کی تحصیل سے خود عاجز ہے اور اس سے کی طرح کی منفعت کی توقع بھی نہیں ہے بلکہ اس کو ایک بار کھلانے کے سبب اس کی خوشگئی اور ہر روز قرض خواہ کی طرح پیچھا نہیں چھوڑتا ہے اور سخت سخت باتیں سننے کے دل کو ٹوٹ کر دیتا ہے اور یتیم کو جو مسکین سے بھی عاجز زیادہ ہے اس واسطے کہ مسکین بدن میں قوت رکھتا ہے اور عقل بھی کامل رکھتا ہے اگر ایک وقت اس کو قوت میسر نہ ہو تو دوسرے وقت کوشش کر کے گلی کو بچے پھر کے کچھ نہ کچھ تھوڑا بہت پیدا کر کے اپنی جان بچانے کی تدبیر کرے گا اور یتیم نہ عقل کامل رکھتا ہے اور نہ بدن قوت والا اور نہ مانگ کھانے کا وقوف رکھتا ہے اور نہ اس سے کچھ منفعت کی توقع ہے قاسم اور یتیم دونوں کو جو کسی کے قید میں گرفت رہیں اور کی طرح سے قوت کے حاصل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں بلکہ اُسے اتنا بھی نہیں ہو سکتا ہے کہ مسکین اور یتیم کی طرح کیسے سامنے جا کھڑا ہووے تاکہ وہ شخص اس کا حال دیکھ کر کچھ رحم کرے اور اس کو کچھ دیوے اور باوجود اس بات کے کہ اس قسم کے لوگوں کو اپنی خواہش اور رغبت کے ہوتے ہوئے کھانا کھانا بڑا احسان ہے اور خالص عبادت ہے جس میں ریا کا نام بھی نہیں ہے لیکن خدا کے خاص بندے اس عمل پر بھی اعتماد نہیں کرتے ہیں بلکہ ڈرا کرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو اس کھانا کھلانے کے سبب مسکین یا یتیم یا یتیم یا یتیم ہماری تعریف یا تعظیم یا سلام یا کوئی اور ثنا اور صفت کریں اور اس سبب سے ہمارا نفس خوش ہووے تو پھر وہی طبیعت کی تاریکی اور یہ عمل مل جاوے اس واسطے کھانا

کھلانے کے وقت کل کے صراحتہ اسے کہہ دیتے ہیں کہ اِنَّا نَطْعِمُكَ وَجْهَ اللّٰهِ بے شک سوئے اسکے
 نہیں ہی کہ ہم کھلا رہے ہیں تم کو خالص حق تبت کی خوشنودی اور رضامندی حاصل کرنے کے واسطے
 لَا تَبْ يَدُ فِنْكُمْ جَزَاءُ ہم نہیں چاہتے ہیں تم سے کچھ بد الا اس کھانے کے بعد جیسے سلام کرنا یا تعظیم
 کرنا یا اپنے حق میں ترقی کی کچھ دعا چنانچہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے
 کہ جب آپ کچھ صدقہ کسی کے اہلیت کو بھیجتی تھیں تو وہ اس کے بعد اپنی خادمہ سے آپ کو چھتی
 تھیں کہ اس صدقہ لینے کے بعد ان لوگوں نے کیا کہا تھا اگر خادمہ کہتی تھیں کہ ان لوگوں نے یہ دعا
 آپ کے حق میں کی تھی تو جناب صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اس گھر کے حق والوں کے حق میں اسی طرح کی دعا کرتی
 تھی اور فرماتی تھیں کہ یہ ہم اس واسطے ہی کہ ایسا نہ ہو ان کی دعا میرے صدقہ کے عوض میں محسوب
 ہو جاوے اور میرے صدقہ کے ثواب میں نقصان آ جاوے سو اس واسطے ان کی دعا کی عوض میں
 میں نے بھی ان کے واسطے دعا کر دی تاکہ دعا کا بدلہ لا دیا ہو جاوے اور میرے صدقہ کا ثواب
 برقرار رہے ۱۰ شُكُورًا اور نہیں چاہتے ہیں ہم تم سے شکر گزاری کہ لوگوں کے سامنے کچھ
 ہمارے شہنشاہت کرتے رہو کہ فلا نے نے ہمارے اوپر ایسا احسان کیا اور ایسا کھانا کھلایا
 اس واسطے کہ اگر یہ چیزیں ان کاموں سے چاہیں ہم تو پھر وہی طبیعت کی تاریکی اس میں در آوے
 اور وہی خوف پھر لاحق حال ہووے اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَبِّنَا بے شک ہم ڈرتے ہیں اپنے پروردگار
 سے یَوْمًا عَسَا قَطُرُ يَوْمًا ایک دن اسی سخت کو یعنی وہ ایسا دن ہے کہ اس میں
 اور اسی چھائی ہوئی ہے اور یہ کہنا یہ ہی حق تعالیٰ کی قہری تجلی سے جو اس دن ہوگی سو اس تجلی
 کے اذاب کی رعایت سے اس دن کو عبوس اور قطریہ کر کے موصوف کیا اور جس طرح جو شخص عبوس
 قطریہ ہوتا ہے لینے غصے میں بھرا ہوا ذرا اسی بات میں غصہ میں آ جاتا ہے اسی طرح وہ روز کہ نقیر
 اور قطریہ کا مواخذہ ہو گا لینے ذرا ذرا بات پوچھی جائے گی اس سبب سے وہ دن خوفناک
 اور دہشت بھرا ہوا ہے اور یہ ان کا عمل کہ خوف شدید ہے پر ہی دو نون چیزوں پر دلیل
 صریح ہے یعنی ایک دنیاوی علاقوں کا انقطاع اور دوسرے دل سردی کا اور بے اعتدائی کا

کا غلبہ واحدی اور دوسری تفسیر وین مذکور ہے کہ حضرت حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک مرتبے بیمار ہوئے سو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت اور بیمار پررسی کے واسطے تشریف فرما ہوئے اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بہت آئے ان میں سے ایک شخص نے حضرت امیر المومنین سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہارے فرزندوں کو بہت سخت بیماری ہے تم کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کی نذر اپنے اوپر مقرر کرو حضرت علی نے کہا کہ میں نے تین روزے خدا کے واسطے اپنے اوپر نذر مقرر کئے حضرت خاتون جنت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے بھی تین روزے نذر اپنے اوپر مقرر کئے آپ کی لونڈی جس کا نام نفعہ تھا اس نے بھی تین روزے اپنے اوپر مقرر کئے پھر حق تعالیٰ نے اپنے فضل اور کرم سے دونوں ماجرا دونوں کو شفا دی تو تینوں شخص موافق نذر مقرر ہی کے روزہ دار ہوئے اس دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں کھانے کی چیزوں کا تھی آپ شمعون یہودی پاس جو حبشہ کا رہنے والا تھا اور وہ ان غلبہ بجا کرتا تھا تشریف لے گئے اور کچھ قرض اس سے طلب کیا اس اسلام کی عداوت کے سبب سے قرض دینے میں تامل کیا آخر کو بڑی تکرار اور فہمائش سے بارہ سیر جو آپ کو قرض دے آپ نے دے دیے جو گھر میں آکر دے حضرت خاتون جنت رضی اللہ عنہا نے اس میں سے چار سیر جو چلتی میں پیسے اور لونڈی نے گھر کے آدمیوں کی گنتی کے برابر پانچ روٹیاں پکا کر تیار کیں پھر افطار کے وقت دے پانچ روٹیاں لاکے ان سب حضرات کے سامنے رکھیں انھوں نے چاہا کہ اس میں سے لقمہ توڑ کے منہ میں ڈالیں تنے میں دروازے پر ایک فقیر نے آکر سوال کیا اور کہا کہ حق تعالیٰ کی سلامتی تم پر ہو جو ایسی اہلبیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک فقیر مسلمان تمہارے دروازے پر آیا ہیں اور اس کے گھر میں پانچ آدمی ہیں کچھ اس کو کھلاؤ حق تعالیٰ نے تم کو جنت کے خوانوں سے ۵ کھلا دے گا ان پانچوں حضرات نے دے پانچوں روٹیاں اس فقیر سائل کو حوالہ کر دیں اور آپ سب پانی پی کر سورہ پھر صبح کو روزہ رکھا اور اسی طرح اس دن بھی چار سیر جو پیسے کے پانچ روٹیاں پکائیں افطار کے وقت ایک بنیم آیا اس کو دے دیں تیسرے دن ایک میت دی آیا اس دن اس کو حوالہ کیں چوتھے دن صبح کو جو اٹھے تو بھوک کی شدت سے طاقت

اس کی روایت ہے کہ

ہٹنے کی نہ تھی اور مرغ کے چوزہ کی طرح بدن کا پتہ تھا اس دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت
 حسینؑ کے دیکھنے کو جو تشریف لائے یہ حالت سب کی دیکھ کے آپ کو بہت بتیابی ہوئی پوچھا کہ
 میری بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا کہاں ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم اپنے محلے پر نماز میں مشغول ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے دیکھا کہ
 پیٹ پیٹھ سے لگ گیا ہے اور آنکھیں بھیڑ کو گھس گئیں ہیں یہ حالت دیکھ کے آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم کے آنسو جاری ہوئے اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ سورت لے کر نازل ہوئے اور
 کہا کہ لو اے پیغمبر اس سورت کو تم کو اور تمہارے اہلبیت کو مبارک ہو جو اور یہ آیتیں پڑھ کے
 سنائیں پھر بعد اسکے حضرت رب العزت نے ظاہری فتوح عنایت کئے اور پھر کبھی ایسی فقر کی شدت
 میں مبتلا نہ ہوئے ایسا کہتے ہیں کہ ان تینوں دفعہ میں فقیر اور یتیم اور اسیر کی شکل بنا کے حضرت
 جبرئیل علیہ السلام آئے تھے اہلبیت کے صبر کے امتحان کے واسطے اسی جگہ سے کہا ہے کہ حضرت امیر
 المومنین علی رضی اللہ عنہ نے ملک دنیا کو اپنی سنان سے لیا یعنی نیرے کی نوک سے لینے جہاد کر کے
 اور ملک عقبی کو ستہ نان سے خرید کیا یعنی تین روٹیوں سے آب یہان پر جانا چاہئے کہ اس آیت
 سے معلوم ہوتا ہے کہ نذر کو وفا کرنا واجب ہے اگر وہ نذر گناہ نہ ہو اور اگر کسی گناہ کی نذر کی ہے
 تو اس نذر کی وفا واجب نہیں ہے بلکہ ممنوع ہے چنانچہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ مَنْ نَذَرَ أَنْ
 يَطِيعَ اللَّهَ فَلْيَطِيعَهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللَّهَ فَلَا يَعْصِهِ یعنی جس نے نذر کی اللہ تعالیٰ کی طاعت
 اور فرمانبرداری کی تو چاہئے کہ ادا کرے اس کو اور جس نے نذر کی گناہ اور خدا کی نافرمانی کی تو چاہئے
 کہ چھوڑے اس کو اور اس گناہ میں مبتلا نہ ہو اس واسطے کہ نذر کی حقیقت یہ ہے کہ جو چیز واجب نہیں ہے
 اس کو اپنے اوپر واجب کر لینا اور اگر وہ چیز گناہ ہوئی اور اس نے اس کو اپنے اوپر لازم کیا تو حکم الہی
 کی مخالفت کی اور حق تعالیٰ کی مخالفت کرنا نہ چاہئے اور اگر بالفرض کسی کے منہ سے ایسی بات نکل
 گئی اور گناہ کی نذر کی تو اس کو اس وقت لازم ہے کہ اس سے توبہ اور استغفار کرے اور اس کو
 ہرگز ادا نہ کرے اور یہ بھی جان لینا چاہئے کہ نذر اس چیز میں درست ہے جو طاعت کی قسم سے

ہی جیسے نفل نماز اور نفل روزہ اور ذکر اور تسبیح اور قرآن کی تلاوت اور درود اور حج اور عمرہ اور نیک لوگوں کی زیارت اور دینی علم کی طلب اور جہاد اور صدقہ اور خیرات اور وقفہ اور جو اس قسم سے ہو لیکن جو چیز طاعت کی جنس سے نہیں ہی اس میں نذر منعقد نہیں ہوتی یعنی کہنے سے لازم اسپر نہیں ہو جاتی جیسے فلاں کھا نا کھا نا اور دھوپ میں بیٹھنا اور کھڑا رہنا اور منہ سے بولنا اور سایہ کے نیچے نہ آنا اور سوئے اسکے اور اس میں کچھ اسکے ذمے پر لازم نہیں ہوتا اور اگر نذر مبہم کی ہی جیسے یوں کہا کہ اگر میں یہ کام کروں تو مجھے نذر ہی پھر وہ کام کیا تو اسپر قسم کا کفارہ لازم ہوتا ہی اور یہی حکم ہی اس نذر کا جو اس کی طاقت سے خارج ہی اور یہ بھی جان لینا چاہئے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ مسکین اور یتیم اور یتیم کھانا کھانا عبادت ہی پھر وہ مسکین اور قیدی اہل اسلام سے ہو یا کافر ہو لیکن زکوٰۃ اور نذر اور کفارے کو کافر کو دینا درست نہیں ہی اور اگر مسکین اور قیدی اور کافر واجب القتل ہوں تو بھی ان کو کھانا کھانا باعث اجر کا ہی اس واسطے کہ واجب القتل کو بھوکھا قتل کرنا درست نہیں ہی حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کو قید کر کے لاتے تھے اور مسلمانوں کو حوالہ کرتے تھے اور فرمادیتے تھے کہ ان کے ساتھ احسان کرنا یعنی کھانے پینے کی تکلیف نہ دینا جو جب حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دے مسلمان ان قیدیوں کو اپنے گھر والوں سے بہتر اور زیادہ خوش رکھتے تھے اور آپ اچھا کھانا کھلاتے تھے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں قتل کرنے کا یا لونڈی غلام کر رکھنے کا یا مال لیکے چھوڑ دینے کا یا بے لٹے چھوڑ دینے کا حکم فرماتے اور یہی حکم ہی جب کے ذمے پر قصاص واجب ہوا ہو اور قتل کا مستحق ہوا ہو اس کو بھی بھوکھا پیاسا مارنا جائز نہیں ہی اور جو ان آیتوں میں ذکر کیا گیا کہ حق تعالیٰ کے خاص بندوں کو قیامت کے دن کچن شکر کے پھیل پڑنے سے ہمیشہ خوف رہتا ہی اور باوجود ایمان علموں کے جو امیر بش ریا سے بالکل خالص ہیں ہمیشہ ہر اسان اور خوفناک رہتے ہیں سو اس واسطے ضرور ہوا کہ اس خوف کا ثمرہ جو آخرت میں دیکھینگے بیان کیا جاوے پھر اسکے بعد ان کے علموں کی جزا کے بیان کی طرف

نذر منعقد نہیں ہوتی

کھانا کھانا عبادت ہی پھر وہ مسکین اور قیدی اہل اسلام سے ہو یا کافر ہو لیکن زکوٰۃ اور نذر اور کفارے کو کافر کو دینا درست نہیں ہی اور اگر مسکین اور قیدی اور کافر واجب القتل ہوں تو بھی ان کو کھانا کھانا باعث اجر کا ہی اس واسطے کہ واجب القتل کو بھوکھا قتل کرنا درست نہیں ہی حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت آئی ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کافروں کو قید کر کے لاتے تھے اور مسلمانوں کو حوالہ کرتے تھے اور فرمادیتے تھے کہ ان کے ساتھ احسان کرنا یعنی کھانے پینے کی تکلیف نہ دینا جو جب حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دے مسلمان ان قیدیوں کو اپنے گھر والوں سے بہتر اور زیادہ خوش رکھتے تھے اور آپ اچھا کھانا کھلاتے تھے یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حق میں قتل کرنے کا یا لونڈی غلام کر رکھنے کا یا مال لیکے چھوڑ دینے کا یا بے لٹے چھوڑ دینے کا حکم فرماتے اور یہی حکم ہی جب کے ذمے پر قصاص واجب ہوا ہو اور قتل کا مستحق ہوا ہو اس کو بھی بھوکھا پیاسا مارنا جائز نہیں ہی اور جو ان آیتوں میں ذکر کیا گیا کہ حق تعالیٰ کے خاص بندوں کو قیامت کے دن کچن شکر کے پھیل پڑنے سے ہمیشہ خوف رہتا ہی اور باوجود ایمان علموں کے جو امیر بش ریا سے بالکل خالص ہیں ہمیشہ ہر اسان اور خوفناک رہتے ہیں سو اس واسطے ضرور ہوا کہ اس خوف کا ثمرہ جو آخرت میں دیکھینگے بیان کیا جاوے پھر اسکے بعد ان کے علموں کی جزا کے بیان کی طرف

استقال کیا جاوے سو پہلے ان کے خوف کے شرے کے بیان میں ارشاد ہوتا ہے کہ فَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ
 شَرُّ ذَلِكَ الْيَوْمِ پھر بچاوے گا ان کو اللہ تعالیٰ اس دن کی برائی سے باوجود اس بات کے کہ
 شر اس دن کا پرانگندہ اور پھیلا ہوا ہو گا اور اس سے بچانے کی صورت یہ ہو گی کہ دے لوگ صفت
 رضا کی تجلی سے بہرہ فراز ہو گین اور ان کو اس تجلی کے مٹا ہونے کے استغراق میں مشغول کر دیگا
 چنانچہ سورہ قیامت میں تصریح سے بیان ہو چکا ہے کہ وَجَّهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاصِرَةٌ اِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ
 اور فرشتوں کے جھنڈے جھنڈان کے پاس آدین گے اور ان کو خوشخبری ان سنا دین گے چنانچہ
 سورہ انبیاء میں مذکور ہوا ہے کہ لَا يَخْزِيهِمُ الْقَرْعُ الْاَكْبَرُ وَتَلْقَاهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ هٰذَا يَوْمُكُمْ
 الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ یعنی نہ غمگین کرے گا ان کو گھبراہٹ بڑا اور ملاقات کرینگے ان سے
 فرشتے اور کہیں گے کہ یہ تمہاری بہتری کا دن ہے جس کا تم وعدہ دے جاتے تھے اور حدیث
 صحیح قدسی میں واقع ہے کہ الْمُتَحَابُّونَ فِي جَلَالِي لَهُمْ مَنَابِرٌ مِنْ نُورٍ يُعِطُهُمُ النَّبِيُّونَ وَالشَّهِيدُ
 یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ دنیا میں آپس میں دوستی کرتے تھے ہماری راہ میں ان کو
 قیامت کے دن منبر ہونگے نور کے اس طرح کی عظمت کے کہ رشک کرین گے ان کا حال دیکھ کے
 پیغمبر اور شہید اس واسطے کہ پیغمبروں کو اور شہیدوں کو امت پر گواہی دے کر ان کو موقف
 سے اور اس دن کے ہول سے خلاص کرنے کی فکر ہو گی اس سبب سے کہ دے تلویش میں ہونگے
 اور ان لوگوں کو کسی سے غلاتہ نہ رکھنے کے سبب سے فراغت کلی حاصل ہو گی اور یہ سب
 بزرگی ان کو دنیا کے علاقوں کو منقطع کرنے کے سبب سے حاصل ہو گی وَكَلَّمَهُمْ اور آگے لاویگا
 ان کو وہ جو دنیا میں اس دن کی ترش روی اور برائی سے خوف کیا کرتے تھے فَضْلَةٌ
 ہما زگی اور چہرے کی رونق جو ظہر کے شرے پر نمودار ہو گی وَسَرَفٌ رَّاءٍ اور خوشی
 دل کی جو ان کے باطن میں بھری ہو گی عوض میں اس غم اور اندوہ کے جو اپنے دین کے واسطے
 دنیا میں رکھتے تھے اور ہمیشہ آخرت کی فکر میں اپنی اوقات گزارتے تھے اور فقط استقدر نعمت
 پر ان کے حق میں اتنا غنائی کیا جاوے گی یعنی اس دن کے شر کا خوف ان سے جاتا رہے اور امن اور

چمن ان کو حاصل ہووے اس واسطے کہ یہ تو ان کے ترس اور خوف کا پھل ہی بلکہ ان کے دوسرے عملوں کو بھی رحمت کی نظر سے دیکھئے اور ان کے سب عملوں کا مدار صبر پر پاوین گے وہ صبر جو دنیا و سی علاتوں اور جسمانی لذتوں کے ترک پر کیا تھا اور طاعتوں کی مشقت کے تحمل پر اور آفتوں اور بلاؤں کے کھینچنے پر جو صبر کیا تھا پھر ان کے صبر کی جزا منظور ہوگی وَجَزَاءُ مِمَّا صَبَرُوا اور جزا دیگا ان کو ان کے صبر کرنے پر جو فضا کے مکانات اور دل لگن باغات اور عمدہ عمارتوں کے ساتھ اپنے دل کو مشغول نہیں کیا تھا جَنَّةٌ بہشت کا وہ اور باضا جس کا عرض زمین اور آسمان کا برابر ہی اور محل اور مکانات منقش اور رنگین وَحَبْرٌ اور کپڑا ریشمین جو ان کی پوشاک میں صرف ہوگا اور فرش فرش میں بھی اور در اور دیوار اور پردے اور چھت گیر کی پوشش میں اور ٹائیوں اور بھاروں اور دیوار گیر یوں کے خلاف میں ان کے کام آوے گا اور یہ ان کے صبر کی جزا ہی جو دنیا میں پھٹے پرانے پونڈے ہوئے کپڑے پہنتے تھے اور استین لنبی اور دامن دراز نہیں کرتے تھے اور خالص ریشمی کپڑے دنیا میں پرہیز کرتے تھے ان سب چیزوں کے عوض میں یہ حیران کو طے گا اور بہشت کا رایتوں میں ایسا آیا ہی کہ ادنیٰ بہشتی کو ہر صبح اور شام کو ستر جوڑے حریر کے جن کے رنگ مختلف ہونگے اور نفیس اور منقش سوا کے خادم کے سامنے لایا کریں گے تاکہ ان میں سے جو مرغوب اور خوش معلوم ہووے وہ اس کو پہنے اور باریکی میں دے کپڑے ایسے ہونگے جیسے بھول کی پیٹیکٹین فِيهَا عَلَى الْأَنْثَىٰ کے نیچے بیٹھے ہونگے اس بہشت میں تختوں پر اور ریشمین تو شکین ان تختوں پر بھی ہوں گی اور وہ تخت سائے دار ہونگے جیسے دنیا کے بادشاہوں کے تخت ہوتے ہیں اور یہ جزا ہی ان کے اس صبر کی جو دنیا میں تنگ اور تاریک محبوں میں اور خانقاہوں اور مدرسوں میں چٹا یوں پر بیٹھے رہا کرتے تھے اور علوم دنیا کے درس کی مجلسوں میں اور ذکر اور توجہ کے حلقوں میں سب کے پائین میں بیٹھا کرتے تھے لایرون فِيهَا تَمَسَّا وَلَا تَمْسِي نہ دیکھیں گے اس جنت میں گرمی آفتاب کی اور نہ سردی چاہ کے جاڑوں کی اس واسطے کہ جنت کی ہوا معتدل ہوگی نہ گرمی ہوگی نہ سردی اور آفتاب وہاں نہ ہوگا تاکہ اسکے نزدیک ہونے کے سبب سے گرمی زیادہ ہووے یا اسکے

دوبہ ہو جانے کے سبب سے سردی کچھ سر پر پہنچا دے بلکہ عرش معلیٰ کا نور اس عالم کو ہمیشہ روشن رکھے گا اور جو وقت پر دے اٹھاوین گے تو جائیں گے کہ دن ہو اور سیرگاہوں میں نکلیں گے اور بازار میں قائم ہو نگین اور اسپین ایک دوسرے کی ملاقات کریں گے اور خدمت کی واسطے لڑکے اور خلمان حاضر ہوں اور جب پر دے چھوڑ دیں گے اور محل اور مکانوں کے اندر داخل ہوں گے تو معلوم کریں گے کہ رات ہوئی اور حورین ان کی آرام اور صحبت کے واسطے حاضر ہوں گے اور یہ جزا ہوائے اس صبر کی جو دنیا میں تھی تسالی کی فرمانبرداری میں کیا تھا جیسے روزے کی گرمی اور جمعہ کے دن دوپہر کو جامع مسجد میں جانا اور حج اور عمرہ اور جہاد اور طالب علمی اور بزرگوں اور نیکیوں کی زیارت کے واسطے سفر کرنا اور ان کی صحبت سے ظاہری اور باطنی فیض کو لینا یعنی یہ چیزیں دنیا میں گرمی کے دنوں میں کر کے اس گرمی پر صبر کیا تھا اور اس طرح سردی کے دنوں میں وضو یا غسل تہجد کی وقت اور فجر یا عشا کی نماز جماعت سے ادا کرنے کے واسطے اور حج اور عمرہ اور جہاد اور طالب علمی اور بزرگوں کی زیارت کا سفر جاڑ و زمین کرنے تھے اور اس رنج پر صبر کیا کرتے تھے حدیث شریف میں آیا ہے کہ هَوَاءُ الْجَنَّةِ يَنْجِيكَ لَّا خَرَّ وَلَا قَرَّ یعنی بہشت کی ہوا نہایت اعتدال کی ہے نہ اس میں گرمی ہے نہ سردی اور زمہریر لغت میں بہت سردی کو کہتے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ میم اور ہے اس میں اصلی ہیں اس واسطے کہ اگر کوئی ان دنوں سے زیادہ ہوتا تو کلام عرب میں اس نقطہ کا نظیر نہ نکلتا اور تحلیل کی وزن بہت پائی جاتی ہے چنانچہ قطر پر جو اوپر بیان ہو چکا ہے اور بہشت کی ہوا کے معتدل ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہاں گرہنے والوں نے دنیا میں اپنے اعمال اور اخلاق معتدل کئے تھے اور بہشت وہی دنیا کے اعمال اور اخلاق معتدلہ کی صورت ہے افراط اور تفریط نہیں ہے یعنی زیادتی اور کمی اس میں کسی طرح ممکن نہیں وَذَآيِمَةٌ عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا اور نزدیک ہو گا ان پر سایہ اس بہشت کے درختوں کا اور یہ سایہ ان کے صبر کی جزا ہے جو غریبوں اور مسکینوں اور مظلوموں اور یتیموں کو اپنے سایہ میں انکو رکھتے تھے اور ابجگہ پر مفسر وں کی ایک اشکال مشہور ہے اسکا مضمون یہ ہے کہ بہشت میں جب آفتاب

نہ ہو پھر سایہ کہاں سے ہوگا اس واسطے کہ حقیقت میں معنی بالذات یا معنی بالعرض کے ثانی صنو کو سایہ کہتے ہیں جو روشن کر نیوالے اور روشن ہو نیوالے کے درمیان میں جسم کیفیت کے حایل ہونے کے سبب پیدا ہوتا ہے اور اس کا جواب یہ ہے کہ آفتاب کا نہ ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ دوسرا نور بھی نہ ہو ورنہ نور سایہ نہ پیدا کر سکے لیکن یہم البتہ ہے کہ وہ نور اس شخص سے نہیں ہے کہ ریح دیوے اور لوگ اس سے سایہ میں بھاگتے بلکہ کبھی درخت کے سائے کے نیچے بیٹھنا لذت اور آرام لینے کی واسطے ہوتا ہے نہ گرمی کی اذیت دفع کرنے کے واسطے سو بشتیوں کا درختوں کے سایہ کے نیچے بیٹھنا اسی قسم سے ہوگا اور بعض مفسرین نے یوں کہا ہے کہ بہشت کے درخت اس طرح ان کی طرف جھکیں گے اور ان درختوں کی شاخیں اور پتے اور پھل ایسے ان بہشتیوں کے نزدیک ہو جائیں گے کہ اگر باغرض آفتاب و ماں ہوتا تو سایہ ان درختوں کا ان کے نزدیک بہت ہوتا اور کسی مفسر نے بہشت کے درختوں کا سایہ نزدیک ہونے کے معنی ذکر نہیں کئے ہیں اور یہ بات ظاہر ہے کہ اگر سایہ کسی شخص کو گھیر لیا تو نزدیک اور دور دونوں برابر ہے اور اگر نہ گھیرا تو وہ سایہ نہ دور ہے نہ نزدیک بس تحقیق بات یہ ہے کہ بہشت کے درخت شعور اور ارادہ رکھتے ہیں اور جب بہشتیوں کو جو اپنے راستہ تختوں پر مچھلون یا مکانوں میں بیٹھے ہوں گے وہ درخت چاہیں گے کہ اپنے پھل اور پتوں سے ان کو نفع پہنچاویں تو اس ارادے قصد حرکت کر کے ان بہشتیوں کے نزدیک ہو جائیں گے اور اپنے پھل پھول اور گلیاں ان کے سامنے کریں گے تاکہ ان کو رغبت ہو ورنہ اور ان کی طرف دیکھیں اور اپنے پھل اور میوے ان کے سامنے کریں گے تاکہ ان کو توڑ لے کھاویں بس و ماں کے درختوں کے سایہ کے نزدیک ہونے کے ہی معنی ہیں چنانچہ اس آیت کی تمامی اس بات کو چاہتی ہے کہ وَذَلَّلْتَ قُطُوفَهَا مَذَلَّلًا اور تابع کے لئے میوے اس بہشت کے بہشتیوں کے واسطے جیسا چاہئے تابع کرنا یعنی پست کر دے گئے خوشے اسکے جیسے ملا ہوا جانور بار بار اپنے خاوند کے پاس آتا ہے اور سواری یا کھیل یا جو نفع اس جانور سے اسکے خاوند کو منظور ہے وہ ادا کیا چاہتا ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت آئی ہے کہ بہشت کے میوے ایسے نزدیک ہوویں گے کہ اگر

سوائے اس تن دینے کے اور کچھ دخل نہیں ہی ریشم اس کپڑے کا جز نہیں ہی تاکہ ریشم حیوانیات میں شمار کیا جاوے بخلاف گوشت اور کھال اور اون اور بال اور دودھ اور گھی کے کہ سب حیوانوں کے جز ہیں اور شہد کا حال بھی اگرچہ مثل ریشم کے ہی لیکن شہد کی کھٹی اس کو غذا کیوں مہیا کرتی ہی سو اس راہ سے شہد کا حیوانی ہونا غالب ہوا نہایت ہی ہونے سے اب یہاں سے بہشتیوں کے دے نعمتیں بیان ہوتی ہیں جو معدن کا نفس کلیتہً اس میں خازم اور مسخر ہو کے مہیا اور موجود کرے گا وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِآيَاتِهِ اور بار بار لائے جاتے ہیں ان کے سامنے برتن مِنْ فِضَّةٍ چاندی سے انکے اس صبر کے عوض میں جو دنیا میں استیجہ اور غسل اور وضو کے واسطے برتنوں میں پانی بھر کے طہارت کی ہمیشگی کے واسطے بار بار لاتے تھے اور ان برتنوں کو نجاستوں سے بچاتے تھے اور اگر غسل اور وضو کا برتن کچھ مستعمل ہو جاتا تھا تو احتیاط کے واسطے اس کو بدل دلاتے تھے سو اس سبب سے ان کو کوچہ و بازار میں پھرنا پڑتا تھا وَأَيُّوْا اور آبخورے بغیر نہ ٹوٹی اور دستے کے یہ لنگے اس صبر کے عوض میں ہو گا جو بار بار پانی کے سرد کرنے کے واسطے مٹی کے آبخورے بازار سے لاکے پانی بھر کے رکھتے تھے تاکہ گرمیوں کے روزہ کے افطار کے وقت کام آوے لیکن ان کو بہشت میں جو آبخورے ملین گے وہ نراکت اور سکی اور صفائی میں کانت قوآمر ہیں اور یہ ہونگے شیشے سے کہ بھیت کی چیز ان کے باہر سے معلوم ہووے اور نظر آوے لیکن حقیقت میں وہ شیشے نہیں ہیں بلکہ قوآمر لَمْ يَكُنْ فِضَّةٍ وہ شیشے چاندی سے بنائے گئے ہیں تاکہ سفیدی اور چمکتا اور دمک میں چاندی ہووین اور شگافی اور صفائی اور سبکی میں شیشہ ہووین اور ان کو چاندی سے اس واسطے بنایا ہی کہ عوض میں وضو کے برتنوں کے ان کو دینے اور وضو کا پانی ان کے وضو کے اعصاب کو سفید چمکتے نورانی کر دے گا چنانچہ حدیث صحیح میں آیا ہی کہ إِنَّ أَمْتِي يَأْتُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عُرًا مُّجَلَّانَ مِنْ ثَابَرٍ أَوْ صَوْدٍ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم نے فرمایا ہی کہ بے شک میری امت کے وہ آدین گے قیامت کے دن اس شکل سے کہ انکے چہرے سفید اور روشن ہووین گے اور

دونوں ماتھے اور دونوں پانوں بھی سفید اور روشن ہووین گے وضو کے نشان سے پھر جو برتن وضو کے برتنوں کی عوض میں ان کو دیا جاوے گا وہ بھی سفید اور روشن ہوگا لیکن چاندی سے ہوگا نہ سونے سے اور چاندی کے ہونے کی وجہ یہ بھی ہے کہ پانی اور حبس پیئنے کی چیز ہے بس قدر سفید ثفاف برتن میں لطف اور رونق دیتی ہے اس قدر سونے کی برتنوں میں رونق نہیں دیتی اور سونے کا رنگ پیلا ہے اور چاندی کا رنگ سفید ہے اور زردی شیریں دگی اور ندامت کا نشان ہے اور منہ کا سفید اور روشن ہونا مطلب حاصل ہونے کا نشان ہے اور دنیا میں سونا چوچاندی سے گران قیمت ہے اس کا سبب یہ ہے کہ دنیا میں سونے کی کان کمیاب ہے اور چاندی کی کانیں بہت ہیں اور عالم آخرت میں کسی چیز کی کمیابی نہیں ہے تاکہ اس سبب سے سونے کی قیمت بڑھ جاوے اور نفیس ہو جاوے اور لکے آجور سے بھی جنت میں چاہیے بیان فرمائے ہیں اس واسطے کہ ان آجورون میں شراب قوی اسکران کو دنیا منظور ہے چنانچہ اس کا بیان آگے آتا ہے اور جامع بعد اوی میں لکھتا ہے کہ تصدیح اور تقویت میں چاندی کا اثر قریب ہے یا قوت کے اثر سے اور شراب جب چاندی کے برتن میں رکھی جاتی ہے تو وہ شراب بہت جلد نشہ کرتی ہے اور اسکے نشہ میں بہت تلذذ اور مزا ہوتا ہے انتہا اور جہان کہیں شراب کا پلانا منظور نہیں ہے تو وہاں سونے کے آجورے بیان فرمائے چنانچہ سورہ زخرف میں ارشاد ہوا ہے کہ يَطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِنْ ذَهَبٍ وَكَؤَابٍ یعنی لئے پھرتے ہیں ان پاس رکھ کر بیان سونے کی اور آجورے اور دنیا کے آجورون میں جو خادم شراب بھر لاتے ہیں تو ان میں ایک عیب ہوتا ہے کہ پیئنے والے کی رغبت سے کبھی کم ہوتی ہے اور کبھی زیادہ سو اس عیب کے دفع کے واسطے ارشاد ہوتا ہے کہ تَقَدَّرُ وَهَاتَقْدِيرًا اندازہ کر کے بنایا ہے ان آجورون کو مساندن کی ارواح کے کاریگروں نے اچھا اندازہ کرنا بہت احتیاط سے ہوئے کہ وہ آجورے ان کو ان آجورون کے عوض میں عنایت ہوئے ہیں جو مٹی کے آجورے افطار کے واسطے پانی یا شربت بھر کے رکھتے تھے اور دنیا میں باوجود شدت رغبت کے اہراف

سے پرہیز کرتے تھے اور اعتدال کی راہ چلتے تھے سو اس واسطے وہ ان بھی ان کے ساتھ
اعتدال کا معاملہ کیا جاوے بلکہ وضو کے برتنوں میں بھی اعتدال کی رعایت کرتے تھے اور سب باغ
کی حد سے کم نہ کرتے تھے اور اسراف بھی نہ کرتے تھے سو ان برتنوں میں بھی اعتدال کی رعایت ہوگی
وَيَسْقُونَ اور پلائے جائیں گے وہ لوگ ان آبجروں میں جو چاندی کے ہین ثقیف
جیسے شیشہ کا گلاس شراب اور گلاس کی لفظ اگرچہ اصل میں پیالہ کا نام ہے لیکن اکثر عرب
کی اصطلاح میں شراب کے معنوں میں مستعمل ہوتی ہے کَانَ مِزْجًا جَهَنَّمَ وَبِجْهَلٍ ہوں گی ملونی اس
شراب کی سوئٹھ جو شراب کو خوش ذائقہ اور مزیدار کر دیتی ہے اور شراب کی ثقالت
کو اس کی سوزش ہلکا کر دیتی ہے اور نشہ کی زیادتی اور پاکیزگی کا سبب پڑتی ہے اور بدن
میں حرارت پیدا کرتی ہے اور یہ سوئٹھ کی آمیزش اس واسطے ہے تاکہ دیدار الہی کا شوق ان پر غلبہ
کرے اور اس غلبہ کے سبب سے اس نعمت دیدار کی آگ بھڑکے اور اس غلبہ میں اس نعمت سے
جو مشرف ہو دین تو خوب لذت حاصل کریں اس واسطے کہ جو چیز شوق اور طلب کے بعد حاصل ہوتی
ہے تو وہ بہت لذت دیتی ہے لیکن وہ سوئٹھ یہہ دنیا کی سوئٹھ نہیں ہے جس کی تاثیر
آدمی کے فقط ظاہر بدن میں پائی جاتی ہے بلکہ اس سوئٹھ سے مراد ہماری عیناً فیہا ایک چشمہ
ہے بہت میں جو کشتی سَلَسِيلًا نام رکھا جاتا ہے سلیل اور اس نام رکھنے کا سبب یہہ
ہے کہ اصل وہ چشمہ مقربین احوال کے واسطے خاص ہے اور مقربین اعمال کو ملونی کے طور تھوڑا
اس میں سے دیتے ہیں اور مقربین احوال جو ہیں وہ ہمیشہ شوق کے غلبہ میں متفرق ہیں اور ان کو
ہرگز ٹھہرنا کسی حال اور کسی مقام میں گوارا نہیں ہے بلکہ ہمیشہ ترقی کے طلب میں رہتے ہیں اور انکی
زبان حال کی ہمیشہ اس کلام کو رٹ رہے ہے اور اس ترانہ سے ترنم ہے کہ سَلَسِيلٌ
یعنی پوچھ اپنے معشوق کی راہ اس سبب اس چشمہ کا نام بھی یہی رکھ دیا تاکہ اشارہ ہو اس بات
کی طرف کہ جو اس چشمہ کا پانی پیتا ہے اس کو اس راہ کی طلب کا شوق غلبہ کرتا ہے جس
طرح شیراز میں ایک پہاڑ ہے بہت بلند اس کا نام اللہ اکبر رکھا ہے اس واسطے کہ جو شخص اس

چڑھتا ہے تو اسکی بلندی دیکھ کے بے اختیار اسکے منہ سے اللہ اکبر نکلتا ہے اور بعض مفسرون نے یوں کہا ہے کہ سبیلِ مشق ہی سلاست سے جو نرمی اور آسانی کے معنوں میں ہے چنانچہ عرب لوگ بولتے ہیں مَا كَدَّ سَلَسٌ وَسَلَسٌ وَسَلَسٌ وَ سَلَسٌ یعنی پانی شیرین آسانی سے گوارا ہو کے اتر جائے یا لالہ خلق اور مخلوق میں سوا ب اس صورت میں بے اور بے زاید ہوگی مبالغہ کے واسطے اور اس زیادتی کے سبب سے یہ کلمہ خماسی ہو گیا لیکن اس وجہ میں ایک حدیث باقی رہتا ہے وہ یہ ہے کہ لکے نزدیک یہ حروف زواید میں سے نہیں ہیں غرض کہ اس تفسیر کے بموجب یہ کلام اپنے کتبی سَلَسٌ سَلَسٌ اس دہم کے دفع کے واسطے ہے جو زنجبیل کی لفظ سے پیدا ہوتا ہے یعنی جب شراب میں سونٹھ کی طوئی ہوئی تو گلے کو جلا دے گی اور آسانی سے نہ اترے گی سو اس دہم کے دفع کے واسطے یہ کلام فرمایا کہ وہ سونٹھ اس سونٹھ کے منافع رکھتی ہے لیکن اس میں سوزش اور گلو گیری نہیں ہے بلکہ اس چشمہ کا نام ابابہ ہے جو سوزش اور گلو گیری کے منافی ہے اور جب معادن کی روح کی خدمت سے جو بہشتیوں کے واسطے ہوگی اور دے فرشتے جو معادن پر مقرر ہیں ان کی خدمت بھی بہشتیوں کی واسطے جو ہوگی اس سبب کے بیان سے فراغت پائی تو اب ان نعمتوں کا بیان ہوتا ہے جو آسمان کے ستاروں کی روحانی تسخیر اور تالبداری سے ان کو نصیب ہوگی اور اس تسخیر کی صورت یہ ہے کہ ستاروں کی روحیں ان کے جرموں سے جدا ہونگی پھر ان میں جو قوی التأثير ستاروں کی روحیں ہیں اور نفوس واسعہ اور خیالی قوا و افراد اور کثیر محیط رکھتی ہیں دے بہشتیوں کی ارواح سے فتملط ہو کے ان کی عقل اور خیال اور حرکات اور اعمال میں مدت گرین اور جو ضعیف التأثير ستاروں کی روحیں ہیں دے ان ہیکلون انسانی کے لباس میں درآویں گی جو کم عمر ہون گے اس واسطے کہ اس عمر میں دوڑ دھوپ اور جامہ زیبی اور دلفریبی اور حسن و جمال اور رنگ کی تازگی بہت ہوتی ہے سو دے روحیں ان ہیکلون میں درآئے بہشتیوں کی خدمت کے واسطے مستعد ہوں گی اور ان کو اپنی ہم جنسی کے سبب سے ان کی خدمت کرنے میں انس اور محبت بھی ہوگی سوا ب یہ معنیوں ارشاد ہوتا ہے کہ ق

يَطْوُونَ عَلَيْهِمْ اور پھر ان کے اور آمد و رفت کر نیچے ان کی حضور می میں ان کی خدمت کے واسطے
جیسے پانی کے آبخورے اور شراب کے جاموں کو لانا اور لیبا ناً و لَدَّان لڑکے خوش و خوش
مُخَلَّدُونَ ہمیشہ اسی لڑکپن کی عمر میں رہنے والے ہونگے کبھی جوان اور بڑھے ہونگے اور ان کا
حسن اور جمال جوانی کی سختی اور بڑھے پن کی ضعیفی اور سستی سے متغیر اور متبدل نہ ہوگا
اور کسی کام میں دیر نہ لگانا اور ہشتیوں کے سامنے خوش خورم اٹکھیلی سے دوڑ کے جانا اور
دوڑ کے آنا ان سے ہمیشہ ہوا کرے گا اس واسطے کہ ان کے بدنوں کے مدبر ستاروں کی روحیں
ہوں گی جو ایک حالت کو بدن میں نور اور صفا اور فہم اور فراست کی کثرت اور قوت
کے ساتھ ہمیشہ محفوظ رکھ سکتی ہیں اور سیر اور دوڑ بے انتہا اور کھانے پینے سے بے
احتیاجی اور جاضر و شباب اور جتنے فضلات حیوانی ہیں ان سے پاکی اور بدن کو گھٹسنے
اور پرانے ہونے اور پھٹسنے اور ٹوٹنے اور گلنے اور سٹرنے اور جتنی آفتیں عنصری
مزا جو ان میں پائی جاتی ہیں خصوصاً حیوانی میں ان سب سے بچائے رہنے میں وے کمال رکھتی
ہیں اِذَا مَرَّاتِيْكُمْ جو دیکھے تو ان نئی عمر کے لڑکوں کو کہ باوجود اس حسن اور جمال اور
نراکت اور صفائی اور چمک اور دمک رنگ کے خدمت کے واسطے مستعد ہیں ایک
جاتا ہی اور دوسرا آتا ہی ایک کسی خدمت کے واسطے ایک طرف کھڑا ہوا ہی اور دوسرا
دوسری خدمت کے واسطے دوسری طرف کھڑا ہوا ہی ایک کے چہرے کا عکس دوسرے
کے چہرے میں پڑتا ہی جس طرح ایک آئینہ دوسرے آئینے کے مقابل ہوتا ہی حَسْبَتْكُمْ
لَوْ لَوْ اَمْتُورَان ان کرے تو ان لڑکوں کو جیسے موتی کے دانے چھٹکے ہوئے اور ایک کی
روشنی کا عکس دوسرے میں پڑنے سے ان کی رنگت کی چمک دو فنی ہو گئی ہی اور نظر کو ہر
طرف سے لذت ملتی ہی بخلاف موتی کے دانوں کے کہ ان کو لٹھی میں گوندہ کے جو دکھتے ہیں تو یہ
کیفیت ان میں نہیں ہوتی ہی اور یہ حکمت کا قاعدہ ہی کہ جب لذت کی تجدید منظور ہوتی ہی
تو ہر حاسب کے درجات لذیذہ کو منتشر اور متفرق کر دیتے ہیں تاکہ وے درجات بار بار

حس مشترک پر وارد ہووین اور اسکے واسطے سے نفس کو ہر لحظہ نیا مزاج حاصل ہووے اور جب لذت کا دوام منظور ہوتا ہی تو اس وقت ہر حاسہ کے مدارکات لذیذہ کو مجتمع اور منظم کرتے ہیں تاکہ خیال اور حافظہ اس سورت اور معنی کو لپیٹے جگہ دے کے بار بار نفس پر عرض کرے اور اس لذت کو یاد دلاوے اور اس مقام میں لذت کی تجدید منظور ہی نہ دوام اس کا وَاِذَا رَأَيْتَ ثَمَرَ اَوْرَاقِہِ دیکھے تو اس مقام کو کہ سبیل کا چشمہ اس جگہ جاری ہی اور مقرر میں احوال جو اسکے مالک ہیں وہ اپنے اپنے مرتبے سے درجہ بدرجہ بیٹھے ہوئے ہیں وَاِیْت دیکھے تو ایک نعمت کو جس کا وصف ہرگز بیان نہیں ہو سکتا اور مقرر میں اعمال کی حسی نعمتیں اور بیان ہو چکیں ہیں ان سب سے بڑے کے ہیں وَمَلَكًا کَبِیْرًا اور دیکھے تو ایک عمدہ بڑی بادشاہت کو اس واسطے کہ وہ لوگ ابرار اور مقرر میں اعمال پر بھی حاکم ہیں اور اپنے اس چشمہ سبیل سے بیواسطہ یا بواسطہ ان لوگوں کو طوفانی کے واسطے دیتے ہیں اگرچہ مقرر میں اعمال اور ابرار بھی خلافت کبریٰ کا استحقاق اور حکومت علی الاطلاق رکھتے ہیں اس واسطے کہ تمام روحین معادن اور نباتات اور ستاروں اور سب فرشتے ان کے خادم اور فرمانبردار ہیں بس ابرار اور مقرر میں اعمال کا حکم ایسا ہی جیسے بادشاہوں کا حکم ہوتا ہی اپنے اپنے ملکوں پر اور مقرر میں احوال کا حکم ایسا ہی جیسا شاہنشاہ کا حکم ہوتا ہی ہفت اقلیم پر اور انکو یہ مرتبہ اسمائے الہی کے تخلیق سے حاصل ہوا ہی اور ان اسموں کے تحقیق سے ان کے درمیان میں اس طور سے کہ اسماء الہی ان کے صفات ہو گئے ہیں بلکہ ان کے لباس ہو گئے ہیں چنانچہ عَلَیْہِ سَلَام کے اوپر یعنی جسے بادشاہوں کی خلعت عنایت کی ہوئی کو کپڑوں کے اوپر سے پہن لیتے ہیں ثِیَابٌ سُنْدُسٍ کپڑے ہیں ریشم کے چمکتے ہوئے بہت باریک اس واسطے کہ جو اسماء لطیفۃ الطہور ہیں انھوں نے اس جامہ کی شکل ہو کے ان کو آراستہ کیا ہی خَضْرُ سَبْرَہِگ تاکہ ان کی سبزی پر دلالت کریں فَلَسْتَبْرَقٌ اور کپڑے ریشم کے چمکتے ہوئے گاڑھے سنگین اس واسطے کہ جو اسماء تامۃ الطہور ہیں انھوں نے اس جامہ کی شکل ہو کے ان کو مزین کیا ہی وَحُلُوْا اَسَاوِرَ مِنْ فِضَّةٍ اور زیور پہنایا جاویگا

ان کو لگن بہشت کی چاندی کے جو وہان کی تمام مسد نیا ت سے افضل ہے تاکہ ان کی دوستی کی صفائی پر دلالت کرے وہ دوستی جو حق تعالیٰ سے رکھتے تھے اور طبیعت کی خواہش اور وہم اور دوسری کدورتوں سے وہ دوستی عاف تھی وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ اور پلاوے گا ان کو حق تعالیٰ اپنی ذات پاک و مقدسہ کے ماتھے سے بغیر واسطہ لڑکون اور غلمانوں اور فرشتوں کے شَرَابًا طَهُورًا شراب جو پاک کرنے والی ہے اندر اور باہر کو اور نفس کا لگاؤ بھی باقی نہیں رکھتی ہے تاکہ کسی طرف سے وہ طنہر ہو ورنے پاوے حدیث شریف میں آیا ہے کہ ادنیٰ بہشتی کو ہزار سال کے راہ کی سلطنت دیونگے اور وہ بہشتی اپنی جگہ سے اپنے تمام ملک اور خادموں اور عیش اور عشرت کے سامان اور اسباب کو دیکھے گا اور اپنے آخر کے ملک کو ایسا دیکھے گا جیسا اپنے نزدیک کو دیکھتا ہے یعنی دور اور نزدیک یکساں معلوم ہوگا اور کوئی مخلوق بدو نہ اس کی پروا نہ لگی کے اس کی ملک کی حد میں قدم نہ ہرے گا اور جو بہشتی کی خاطر میں گذرے گا وہ اس وقت ہو جائے گا اور یہ بھی حدیث شریف میں آیا ہے کہ بہشتی جب کھانے پینے سے اور میوے خوری اور شراب پینے سے فراغت حاصل کریں گے تو آخر کا جام حضرت رب العالمین کی حضور کی سے ان کو عنایت ہوگا وہ ملب شراب چھورے ہوگا اس کے پیتے ہی جتنا کھایا یا پیا ہے سب عرق ہو گئے نکل جاوے گا اور اس عرق کی خوشبو ایسی ہوگی جیسے مشک کی اور پھر ان کے پیٹ خالی ہو جائیں گے اور کھانے پینے کی خواہش پیدا ہوگی اور ان سب نعمتوں سے علاوہ اور سب سے بڑھ کے ایک نعمت دوسری ہے وہ یہ ہے کہ بہشتیوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے پیغام پہنچا دیں گے کہ اِنَّ هَذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً بے شک یہ سب نعمتیں تمہیں واسطے تمہارے تمہارے علموں بلکہ جزا جس کے تم مستحق ہو چکے تھے اس قسم کی نعمتیں نہیں ہیں کہ بے عمل کئے حق تعالیٰ نے تم کو دیں ہوں اور بخشش محض کی ہو وَكَاَن سَعِيَكُمْ اور ہوئی کوشش تمہاری جو اللہ تعالیٰ کی محبت میں اور اس کے احکام کی عادت ڈالنے میں اور دینی علاقوں سے صبر کرنے میں اور اس کی راہ کے معاملات اور اعمال

قدسی کی سرحد کو پہنچا دیتی ہے اور حق بات یہ ہے کہ اس شراب کے پینے کے قبل اس کی حقیقت معلوم نہیں ہو سکتی یہ ذوق این می نشناسی بخدا تا پختی ہند می لذت اس می نہ و پہچانوں گے جب تک نہ پیو ہم قسم کھا کے خدا کی یہ کہہ دیتے ہیں فایکھ اول سورت سے ہر ایک سات مطلب عمدہ بیان ہوئے ہیں سو اس لحاظ سے کہ ایسا نہ ہو ان مطلبوں سے غفلت واقع ہووے اجمال کے طور پر پھر ان مطلبوں کو بتلائے دیتے ہیں تاکہ بھولنے نہ پاویں سو پہلا مطلب یہ ہے کہ انسان معدوم محض تھا پھر اس کو پیدا کیا ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک آدمی کو ایسے نطفے مختلف سے پیدا کیا ہے جو خلاصہ ہیں موالید ملثہ کا اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی پیدائش تکلیف اٹھانے اور امتحان اور آزمائش کے واسطے ہوئی ہے بخلاف دوسرے مخلوقات کے اور چوتھا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو جو امتحان اور آزمائش کے واسطے ضروری تھا وہ سب کو عنایت ہو اہی بلکہ اسکے سلوک کی راہ بھی بتا دی ہے اس طور سے کہ سیطر حکا عذر باقی نہیں رہا اور پانچواں مطلب یہ ہے کہ انجام کار آدمی کا دو حالت سے خالی نہیں ہے یا شکر ہے یا کفران یعنی ناشکری اور چھٹا مطلب یہ ہے کہ شکر نیک جزا اور ثواب کا مقتضی ہے اور کفران سزا اور عقاب کا سبب ہے اور ساتواں مطلب یہ ہے کہ شکر لوگ اور ایشے شکر کے مرتبے میں مختلف اور متفاوت ہیں اور رنگا رنگ کمالات رکھتے ہیں اور ایسے مرتبے والے ہر ایک قبرہ اور منزلت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک حد متعین رکھتے ہیں جو ان کے جزا کے انداز سے ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ کو انسان کی پیدائش سے اور امتحان اور آزمائش کا معاملہ اسکے ساتھ کرتے ہے ان کمالات کے ظہور کا بیان منظور ہے ان سب ساتوں مطلبوں کو مد نظر رکھنا چاہئے سو اسطے کہ اکثر قرآن شریف میں انہی مطلبوں کا شرح اور بسط سے بیان ہے اور اگر ان مطلبوں میں خوب طرح سے غور اور تامل کیا جاوے تو تمام مسئلے مبہر اور معاد اور وسط کے جن کا انجام شریعت اور دین ہے ظاہر اور کھل جاوے گا واللہ الموفق یعنی توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے مفسروں نے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید میں جو جنت کی نعمتیں بیان ہوئی ہیں ان کو جب آن حضرت

سات مطلب عمدہ بیان ہوئے ہیں سو اس لحاظ سے کہ ایسا نہ ہو ان مطلبوں سے غفلت واقع ہووے اجمال کے طور پر پھر ان مطلبوں کو بتلائے دیتے ہیں تاکہ بھولنے نہ پاویں سو پہلا مطلب یہ ہے کہ انسان معدوم محض تھا پھر اس کو پیدا کیا ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک آدمی کو ایسے نطفے مختلف سے پیدا کیا ہے جو خلاصہ ہیں موالید ملثہ کا اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی پیدائش تکلیف اٹھانے اور امتحان اور آزمائش کے واسطے ہوئی ہے بخلاف دوسرے مخلوقات کے اور چوتھا مطلب یہ ہے کہ آدمی کو جو امتحان اور آزمائش کے واسطے ضروری تھا وہ سب کو عنایت ہو اہی بلکہ اسکے سلوک کی راہ بھی بتا دی ہے اس طور سے کہ سیطر حکا عذر باقی نہیں رہا اور پانچواں مطلب یہ ہے کہ شکر نیک جزا اور ثواب کا مقتضی ہے اور کفران سزا اور عقاب کا سبب ہے اور ساتواں مطلب یہ ہے کہ شکر لوگ اور ایشے شکر کے مرتبے میں مختلف اور متفاوت ہیں اور رنگا رنگ کمالات رکھتے ہیں اور ایسے مرتبے والے ہر ایک قبرہ اور منزلت میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک حد متعین رکھتے ہیں جو ان کے جزا کے انداز سے ظاہر ہے اور اللہ تعالیٰ کو انسان کی پیدائش سے اور امتحان اور آزمائش کا معاملہ اسکے ساتھ کرتے ہے ان کمالات کے ظہور کا بیان منظور ہے ان سب ساتوں مطلبوں کو مد نظر رکھنا چاہئے سو اسطے کہ اکثر قرآن شریف میں انہی مطلبوں کا شرح اور بسط سے بیان ہے اور اگر ان مطلبوں میں خوب طرح سے غور اور تامل کیا جاوے تو تمام مسئلے مبہر اور معاد اور وسط کے جن کا انجام شریعت اور دین ہے ظاہر اور کھل جاوے گا واللہ الموفق یعنی توفیق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے مفسروں نے ذکر کیا ہے کہ قرآن مجید میں جو جنت کی نعمتیں بیان ہوئی ہیں ان کو جب آن حضرت

مستی اللہ علیہ وسلم نے بیان کرنا اور آیتوں کو لوگوں کو سنانا شروع کیا تب کافر اس مصنون کو
 سنکے آپس میں بیٹھ کے یہ مشورہ کرنے لگے کہ اس شخص کو یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نعمت اور عیش
 کی لذت پیدا ہوئی ہی اسی واسطے بار بار انہی لذتوں کا ذکر کرتا ہے اور لوگوں کو ایسی لذتوں کا
 وعدہ دیکے ان کے دین اور آئین سے بھراتا ہے سو اُو انہی لذتوں کی طمع اور لالچ اس کو دیکر
 اس کام سے باز رکھیں تاکہ لوگوں کو اپنے دین اور آئین سے پھرنے سے باز آد اور مطلب
 کو پہنچے بہرہ تبرئٹھانکے دوسرے لوگوں میں سے چنے اس کام کے واسطے مقرر کیا ایک عتبہ
 بن ربیعہ بن عبد اللہ بن عبد اللہ بن مغیرہ مخزومی پھر دے دونوں سردار آنحضرت صلی
 اللہ علیہ وسلم کی جناب میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہم تم سے بہت نزدیکی کی قرابت رکھتے ہیں اور ہمارا
 اور تمہارا گوشت پوست سب ملا ہوا ہے کی طرح کی جدائی ہمارے تمہا چین نہیں ہے سو خدا کے
 واسطے ہم سے ایک بات کہتے ہیں کہ اگر تم کو خوبصورت عورتوں کا اور دنیا کی نعمتوں کا شوق ہوا ہو
 جیسے عین کمانے اور پاکیزہ لباس اور موتی اور چاندی اور سونا اور کم عمر لڑکے خدمت کے
 واسطے جن کا ذکر بار بار کیا کرتے ہو اور ان چیزوں کی طرف تمہارے دل نے رغبت
 کی ہو تو بے تکلف ہم سے کہو کہ ہم سب یہ چیزیں موجود کر دیں چنانچہ عتبہ نے کہا کہ میری
 ایک بیٹی ہے کہ حسن اور جمال میں اس کا ثانی اس شہر میں نہیں ہے وہ لڑکی معجبہ اور اسباب
 بے شمار تم کو میں دیتا ہوں اور تمہارے ساتھ اس کا نکاح کر دیتا ہوں اور ولید نے کہا کہ
 میری مالداری کا حال تم کو خوب معلوم ہے کہ مکہ معظمہ سے طائف تک تمام باغات اور زراعت
 اور مویشی میرے ہیں اور سولے اسکے میں نے موتیوں کی بھی تجارت شروع کی ہے اور غوطہ خوروں
 کو نوکر رکھا ہے سو دے دریا سے عمدہ موتی نکالتے ہیں اور میں شام اور مصر کی طرف انکو
 بھیجتا ہوں اور اس میں بے انتہا نفع حاصل ہوتا ہے سو میں ادا اپنا مال اور موتی تم کو دیتا ہوں
 لیکن اس شرط سے کہ بت پرستی سے لوگوں کو منع مت کرو اور ہمارے بتوں کی اور ہمارے
 بزرگوں کی برائی ہر جگہ پر بیٹھ کے مت کیا کرو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ ان کا کلام سنکے

نہایت متحیر ہوئے کہ ان لوگوں نے آیات قرآنی کی تبلیغ کو کس چیز پر حمل کیا جو اس سوال
 مجھ سے کرتے ہیں اب اگر میں ان کو کچھ زجر اور توبیخ کرتا ہوں تو بن نہیں پڑتی ہیں اس واسطے کہ
 قربت کا علاقہ درمیان میں ہے اور اتنا بڑا سردار عمدہ اپنی بیٹی کو کہل کے مجھ کو دیتا ہے
 اگر قبول نہیں کرتا ہوں تو اپنے بتیلے کے لوگ مجھ کو طعنہ دیوں گے اور اگر قبول کرتا ہوں تو ایک
 شہر طافد اس کے ساتھ لگی ہوئی ہے اور ایک جھوٹی تہمت اس کے ہمراہ ہے آپ اسی
 سوچ میں تھے کہ حضرت جبریل علیہ السلام یہ آیتیں لیکے نازل ہوئے کہ إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ
الْقُرْآنَ تَنْزِيلًا بے شک ہم نے نازل کیا ہے تم پر اس قرآن کو آہستہ آہستہ تدریج سے
 تاکہ رفتہ رفتہ آہستگی سے تم کو ملک اور ملکوت کی حقایق پر خبر داری اور ذات اور
 صفات کی حقیقت اور معاد اور کالمین کے مراتب کا احوال اور ان کے صفات محمودہ پر اطلاع
 حاصل ہووے اور اپنے کو تم بھی انہی صفتوں سے متصف کرو اور جو کچھ ہشتیوں کی نعمت اور لذتوں
 کا حال قرآن شریف میں بیان کیا ہے ہم نے سو جان بوجھ کے کیا ہے پھر تم کو اس کی تبلیغ میں عار
 کی کیا وجہ ہے اس واسطے کہ تم اپنے پروردگار کا کلام بیان کرتے ہو اپنی طرف سے
 کچھ نہیں کہتے ہوتا کہ اس بیان کرنے میں کچھ تمہاری طبع ان چیزوں میں بوجھی جاوے اور اگر
 بالضرر یہ کافر تم پر اس بات کی تہمت کرتے ہیں فَأَصِْبْ تو صبر کرو ان کی
 اس تہمت اور ظلم پر لِحُكْمِ رَبِّكَ اپنے پروردگار کے حکم کی فرمانبرداری کے واسطے اس
 واسطے کہ تا بعد ازاں اپنے خاوند کے حکم کی فرمانبرداری کرنا چاہئے اگرچہ اس میں طبع اور حرص
 کی تہمت بھی ہووے چنانچہ شاعر کہتا ہے کہ طَمَعٌ خَوَّاهُ زَمَنُ سُلْطَانٍ خاک و فریق
 قناعت بعد ازین یعنی مالک قناعت پسند ہے اس واسطے قناعت کرنا بہتر ہے اور اگر مالک
 کو طمع پسند ہو تو پھر جو قناعت کرے وہ بڑا حق ہے غرض کہ جس شخص کو اپنے محبوب کی
 فرمانبرداری کا خیال ہے اس کو معاذیوں کی طعن اور تشنیع پر صبر کرنا ضرور ہے
 ہر آنکہ عشق کی دردش گرفت قرار دوا بود کہ محل کند جفاے ہزار یعنی جس کسی کے

دکو عشق نے چور کیا تو اسکو ناز برداری معشوق کی ضرور ہوئی چنانچہ اسی سورت میں اللہ کے
 بندوں کے صبر کی جزا سن چکے ہو اور جو کچھ دنیوی علاقوں کو قطع کرنے میں ان کو عنایت ہوا
 ہے اسکو بھی معلوم کر چکے ہو سو تم کو بھی چاہئے کہ ان لوگوں کی قرابت اور دوستی کے علاقوں کو
 قطع کرنے پر صبر کرو وَلَا تَقْطَعْ مِنْهُمْ اِثْمًا وَكَفُّوا اور ہرگز تابع داری مت کر لینے کہا
 مت مان انہیں سے کسی گنہگار ناشکر کا کہتے ہیں کہ مراد اثم سے عتبہ ہے جو فسق و فجور میں انتہا
 درجہ کو پہنچا تھا اور مراد کفور سے ولید ہے جو کفر میں بہت سخت تھا اور باوجود اسقدر بے انتہا
 نعمتوں کے جو حق تعالیٰ نے اسکو دی تھیں ہرگز شکر نہ کرتا تھا اور حرص اور طمع کی تہمت کو اپنے
 دماغ کرنے کیواسطے ایک کام دوسرا کیا کرتا کہ اسکے سبب سے یہ تہمت بالکل تم سے دور ہو جاوے
 اور ان لوگوں کو بالکل یقین ہو جاوے کہ یہ شخص دنیا کی طرف ہرگز تیل اور خواہش نہیں رکھتا ہے
 اور ان نعمتوں اور لذتوں کا ذکر محض واسطے تبلیغ قرآن کے کرتا ہے اور وہ کام یہ ہے کہ وَاذْكُرْ
سَمَدًا اور یاد کرنا م اپنے پروردگار کا نماز میں خواہ تہلیل اور تکبیر میں اور خواہ
 ذکر طہ میں بِكُرَّةٍ وَّ اَصِيلًا صبح اور شام کو مراد اس سے ہمیشگی ہے جو غیر کی محبت کو دل سے
 بالکل قطع کرنے والی ہے اور دنیوی علاقوں کے تعلق کو دل سے نفی کر دینے میں تریاق اعظم
 ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سَيَرُوْا سَبْقَ الْمَقْدُوْنَ قَالُوا وَمَا الْمَقْدُوْنَ قَالَ اَلَّذِي
خَفَّفَ اِلَيْكُمْ عَنْكُمْ اَتَقَالَهُمْ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ سیر
 کرو اس واسطے کہ مفرد لوگ سبقت لے گئے صحابہؓ نے عرض کیا کہ مفرد کون لوگ ہیں آپ نے
 فرمایا کہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہ اور دنیاوی علاقوں کے بوجھ ذکر الہی نے ہلکے کر دیئے
 یعنی اس قدر ذکر میں مشغول ہوئے کہ دنیا اور مافیہا سے غفلت حاصل ہوئی اسواسطے مشایخ
 نے اجماع کیا ہے اس بات پر کہ خدا کی راہ کے سلوک میں جس کا حصول علاقوں کے قطع اور خطرات
 کی نفی پر موقوف ہے کوئی عمل بہتر ذکر سے نہیں ہے وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ اور تھوڑی رات سے
 اچھٹے کے بعد کیا کر اپنے پروردگار کے واسطے تاکہ تم کو اس درگاہ کا قرب اور رب الارباب

کی حضوری حاصل ہووے اس واسطے کہ دن بے پردگی اور دوسرے کاموں کا وقت ہا
 حضوری سے غیبت کا حکم رکھتا ہے سو اس وقت میں ذکر مناسب ہی اور رات خلوت اور شغلی
 وقت ہی بجز اور تعظیم اس وقت مناسب ہی گویا کہ حضوری اس وقت حاصل ہے وَ سَبَّحَهُ
 لَیْلًا طَوِيلًا اور تسبیح کو اپنے پروردگار کی بہت رات تک اس حکم سے مراد یہ ہے کہ تہجد کی نماز
 میں ہر چار رکعت کے بعد ترویج کرنا چاہئے اور اس ترویج میں تسبیح میں مشغول ہونا چاہئے
 اور پھر اس نماز سے فراغت ہونے کے بعد بھی اسی طرح تسبیح میں مشغول ہونا چاہئے اور ان
 تسبیحوں میں دیر تک مشغول رہنا چاہئے اور جب تم دن اور رات ان دونوں عملوں سے اپنے
 اوقات کو معمور کہو گے تو بے لوگ خود بخود محبت کی صحبت سے نفرت کریں گے اور دوستی
 اور قربت کا علاقہ جو ان سے ہی وہ خود بخود منقطع ہو جائے گا اس واسطے کہ بے لوگ محبت کی
 دوستی اور قربت کی لیاقت نہیں رکھتے ہیں اس واسطے کہ دوستی اور قربت آدمی اسی واسطے
 چاہتا ہے کہ اگر کوئی سخت کام یا کوئی مشکل بات کو ارادہ کرے تو دوست اور قربانی اس میں اس کی
 مدد کریں سو بے لوگ ہرگز اس قابل نہیں ہیں بلکہ ان کی صحبت اور بھی ضرر کا سبب ہے
 اس واسطے کہ اِنَّ هَؤُلَاءِ بے شک بے گروہ یعنی کفار فریش کے جو تم سے قربت فریبہ
 رکھتے ہیں اور تم ہمیشہ انہی میں رہے ہو اور ان کے ساتھ دوستی اور محبت رکھتے ہو
 یَحِبُّونَ الْعَاجِلَةَ درست رکھتے ہیں دنیا کی لذتوں کو اور جو چیز کسی کی محبوب ہوتی ہے
 اس کا چھوڑنا اس کو مشکل ہوتا ہے علی الخصوص جس وقت اس ترک کے ساتھ نامرغوب چیز کا متحمل
 ہونا بھی ہووے چنانچہ یہاں ہے کہ دنیا کو چھوڑنا ہی اور نفس سے مجاہدہ کرنا اور ذکر کی
 مداومت کرنا اور شب بیداری کرنا ہے وَ یَذْكُرُونَ اور چھوڑنے میں وَ سَرَّاهُمْ
 پیچھے پیٹھ اپنی کے یَوْمَآ قَتِيلًا دن سخت بھاری کو اور ہرگز اس دن کی فکر نہیں رکھتے ہیں اور
 حال یہ ہے کہ اس دن کو اگر چہ بے لوگ پیٹھ پیچھے ڈالتے ہیں لیکن وہ دن آگے آگے ان کے
 آتا ہے تَحْنُ خَلَقْنَا هُمْ نے پیدا کیا ہے ان کو چنانچہ اسی سورت کی ابتدا میں کہا ہے

کہ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُطْفَةٍ اَمْشَاجٍ بَبْتَلٰیهِ سَوَانَ کے استعداد کے مرتبوں کو بھی جانتے
 ہیں ہم اور جس چیز کی طرف ان کا دل میلان کرتا ہے اور اس چیز کا چھوڑنا ان پر دشوار ہے اس کو
 بھی جانتے ہیں ہم وَشَدَدْنَا اَسْرَهُمْ اور ہم نے خوب سخت اور مضبوط کر دی ہے گرفتاری
 اور پابندی ان کی دنیا و فانی کی لذتوں میں اور دنیا کی عیش و عشرت کی محبت میں چنانچہ اس
 سورت کی ابتدا میں کہہ چکے ہیں ہم کہ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِیْنَ سَلَیْلًا وَاَخْلَا سَوَابِیْ
 خدا کے دین کی اعانت اور مدد کی امید ہرگز نہیں ہے اور ذکر پر مداومت کرنا اور شب
 بیداری اور نفس کا مجاہدہ کہ یہی بہت ارکام ہیں سو اس کی تقویت کی بھی امید ان سے
 نہیں ہے وَلَٰذَآ اَشْنٰنَا اور جب چاہیں گے ہم کہ اس تمہارے قبیلہ سے وہ ن کی مدد اور تمہارے
 کام کی تقویت اور اعانت کر دیں ہم بَدَلْنَا اَمْثَالَہُمْ اَن کے بدل میں لاؤں گے تمہاری
 سے ان لوگوں کو جو اسی قسم کے ہونگے حب اور نسب میں اور ہمہ تن کی بلندی اور ذہن کی تیزی
 فہم کی سرعت میں تَبَدُّلًا بدل لانا ظاہر میں جن کو ہر شخص دیکھے گا اور بوجھ گا چنانچہ یہی ہوا
 کہ حدیفہ بن عتبہ کو عتبہ کی عوض میں لائے ہم کہ وہ مہاجرین اولین سے ہوئے اور زہد اور
 تقویٰ اور پرہیزگاری اور نفس کے مجاہدین وہ ایک آیت تھی اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے اور خالد بن
 ولید کو ولید بن المغیرہ کے عوض میں لائے ہم کہ صدائے ایمان کفار کی آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کے زمانے میں اور آپ کی وفات کے بعد ان کے ہاتھ سے فتح ہوئے یہاں تک کہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سَیِّفٌ مِّنْ سَیِّوْفِ اللّٰہِ کر کے ملقب کیا اور حکمران بن
 ابو جہل کو ابو جہل کے عوض میں لائے ہم جو جہاد ظاہری اور باطنی میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے
 اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم معاملہ میں بشارت ہوئی تھی کہ ان کے واسطے انگور کے
 خوشے بہشت میں موجود ہیں اور سیٹور سے دوسرے لوگ اسی قریش کے قبیلے سے پیدا ہوئے
 کہ دین کے ہر کام کو بخیر انجام دیا اور دوسرے لوگوں کو تلوار کے زور سے مار مار کے اور تقریب
 اور حجت سے اور وعظ اور نصیحت سے دین کی راہ پر لا دے اور ایک جہان کو انوار ظاہری

اور باطنی سے منور کر دیا اور سورہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آخز میں جو مذکور
ہی کہ وَإِنْ تَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم یعنی اگر
تم پھر جاؤ گے تو بدلے میں لاوے گا اللہ تعالیٰ لوگ سوائے تمہارے پھر دے نہ ہوں گے
تمہاری طرح کے سوائے مراد یہ ہے کہ دے تمہاری طرح کے گردن کش اور ماشکر اور زافران
حق بات نہ ماننے والے نہ ہوں گے اور ثلث جو اس جگہ مذکور ہے اس سے حسب اور نسب اور
نیک خلق اور جو امر دہی اور بات کا پورا ہونا اور ذہن کی تیزی کی مماثلت مراد ہے اس واسطے
کہ یہ چیزیں اسی قبیلہ کے واسطے مخصوص ہیں بس اس جگہ پر نقض کا وہم کرنا بجا ہے إِنَّ هَذِهِ
بے شک یہ قرآن کی آیتیں تَذَكُّرٌ ہند اور نصیحت ہیں جن میں قرب الہی کے فوائد اور
اس درگاہ سے دوری کے نقصان بیان کئے گئے ہیں یہ کچھ کھانیکا حصہ اور برادری کا سلوک
نہیں ہے کہ اپنے قبیلہ سے ہر ایک کو پہنچایا جاوے اس ہند اور نصیحت اور ہدایت اور ارشاد کی تقسیم
میں استعداد اور رغبت کی رعایت کرنا چاہئے فَمَنْ شَاءَ پھر جو چاہے اپنا ہو یا بیگانہ دور ہو یا
نزدیک اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ مَبِيلًا اپنے پروردگار کی طرف ایک راہ ان راہوں سے
جس سے اس جناب پاک تک پہنچنا ممکن ہو یعنی خواہ ابرار کی راہ کو اختیار کرے خواہ عباد اللہ کی
جو مقربین ہیں وَمَا تَشَاؤُنَ اور تم اپنی خودی سے اس راہ پر نہیں چل سکتے ہو إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ
مگر یہ کہ چاہے اللہ تعالیٰ اس واسطے کہ تمہاری مشیت اسکی مشیت کے تابع ہے لیکن حق تعالیٰ نے ہر
شخص کے واسطے نہیں چاہا ہے کہ اس راہ کے سلوک کی خواہش کرے اس واسطے کہ إِنَّ اللَّهَ كَاتِبٌ
عَلَيْهَا حَكِيمًا بے شک ہے حق تعالیٰ دانا حکمت والا پھر اگر بے استعداد و ن کو بھی اس راہ کی خواہش
جس اور قہر سے دیوے تو امتحان اور آزمائش کی حکمت درہم برہم ہو جاوے اس واسطے
کہ مجبوری اور بے اختیار میں امتحان اور آزمائش نہیں ہے امتحان اور آزمائش کے واسطے
اختیار ضروری ہے اور باوجود اس کے اس کا رخا نہ کو بیکار بھی نہیں رکھا ہے اور مستعد
لوگوں کو امداد غیبی سے محروم نہیں رکھتا بلکہ يَدْخُلُ فِي رَحْمَتِهِ دخل کرتا ہے جس کو

پاہتا ہے اپنی رحمت میں بیٹھے جس کو اس راہ کے سلوک کا مستعد جانتا ہے تو اس کو اس راہ کے سلوک کی تلقین عنایت فرماتا ہے اور دمبدم غیب سے الہام خوشی کے اس کو پہنچاتا ہے تاکہ اسکی خواہش قوی ہوتی جاوے اور اس سلوک کو مستام کرے اور قرب اور وصول کی حد کو پہنچے وَالْظَّالِمِينَ اور ظالموں کو جو حق تعالیٰ کی ہدایت اور ارشاد کی نعمت کو تلف کرتے ہیں اور اپنے منعم کا شکر بجا نہیں لاتے ہین اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيًّا مہیا اور تیار کر دیا ہے ان کے واسطے عذاب دکھ دینے والا تاکہ دونوں اسکے کارخانے یعنی رحمت اور عذاب کے سرانجام پا دیں اور دونوں کارخانے بہشت اور دوزخ کے معمور ہو دیں اور جو چیز آدمی کی پیدائش سے مقصود ہے وہ ظاہر ہو دے

سُورَةُ مَرْسَلَةٍ

یہ سورت ملی ہے اس میں پچاس آیتیں اور ایک اسٹی کلے اور آٹھ سو سولہ حرف ہیں اور اس سورت کے ربط کی وجہ سورہ دہرے پہم ہے کہ سورہ دہر کی ابتدا میں کافرون کو سخت وعید فرمائی ہے چنانچہ فرمایا ہے کہ اِنَّا اَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ سَلَاسِلًا وَاَغْلَالًا وَّقَسِيرًا اور اسی سورت کے آخر میں بھی ظالموں کے واسطے عذاب الیم کا وعدہ کیا ہے سو اس وعدے کی تحقیق میں کافر اور ظالم لوگ شک کرتے تھے اس واسطے کہ دنیا میں وہ امر ہو نیوالا نہیں ہے اور عالم برزخ کو کوئی دیکھ کے پھر نہیں تاکہ وہ ان کی تحقیق بات معلوم ہووے سو حق تعالیٰ اس وعدے کے وقوع کے وقت کو قسم کما کے فرماتا ہے کہ اس کے وقوع کا وقت یوم الفصل ہے نہ دنیا اور برزخ اور دوسرے متفرق مضمون بھی ان دونوں سورتوں کے آپس میں مناسبت اور اتحاد رکھتے ہیں چنانچہ اس سورت کی ابتدا میں آدمی کی پیدائش کو اسی عبارت سے بیان فرمایا ہے کہ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ مَّبْتَلِيَةٍ فَجَعَلْنَاهُ سَمِيعًا بَصِيرًا اور اس سورت میں اس عبارت سے

بیان فرمایا ہے کہ اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ فَجَعَلْنَاهُ فِي قَرَارٍ مَكِينٍ اُخْرَج اور اس سورہ میں
ایرا مقرر میں کے حق میں جفا لقب عباد اللہ میں یوں فرمایا ہے کہ لَا يَرْوْنَ فِيهَا مِثْقَالًا وَلَا ذِمَّةً يُرْجَوْنَ
وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلَّتْ أَوْدَانُهَا تَذَلُّلًا اور اس سورہ میں متقیوں کے
حق میں ارشاد ہوا ہے کہ اِنَّ التَّقِيْنَ فِيْ ظِلَالٍ وَعِيُوْنَ وَفَوَاصِحًا
كِيْتَمُوْنَ اور اس سورہ میں قیامت کے دن کے حق میں یوں ارشاد ہوا ہے کہ يَوْمًا
عَبَّوْا مُطَهَّرًا وَيَدْرُوْنَ وِسْرًا يَوْمًا ثَقِيْلًا اور اس سورت میں اس دن کے حق میں
یوں ارشاد ہوا ہے کہ لَا يَوْمَ اُجِلَّتْ لِيَوْمِ الْفَصْلِ وَمَا اَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ
وَهَذَا يَوْمٌ لَا يَنْطِقُوْنَ وَهَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَعَلْنَا كَذٰلِكَ وَلِيْنَ بَس اور اس سورت میں
اس دن کے عبوس اور ثقل کی شرح بیان ہوئی ہے جو اس سورت میں محل تھی تو گویا یہ
سورت اس سورت کے شرح کے حکم میں ہے اور وہ سورت گویا متن کے حکم میں ہے اور قال
اقول کی ترتیب میں کو شرح پر مقدم کرتے ہیں اور متن کے پیچھے شرح کو لکھتے ہیں اور اس سورت
کا نام سورہ مرسلات اس واسطے رکھا ہے کہ اس سورت کے اول میں ہوا کے ایسے پانچ
کاموں کی قسم کھائی ہے کہ ہر ایک کام ان میں سے سبب پڑا ہے احسان کے منقلب ہونیکا
انتقام کے ساتھ بس یہ دلیل ہوئی اس بات پر کہ حق تعالیٰ کا معاملہ بند و ن کے ساتھ منقلب
ہوگا اور پرورش اور رحمت اور احسان سے پھر کے خرابی اور ہلاکی اور انتقام اور غضب کی طرف
رجوع کرے گا اور جس کام کو اول اس سورت میں یاد فرمایا ہے اور اس کو مرسلات کر کے تعبیر کیا
وہ ان پانچوں میں زیادہ تر عوام کے قریب کہانے اور غرہ ہونے کا سبب ہے اور سب اس کو
خیر محض جانتے ہیں اور کی طرح وہ ہم بھی نہیں آتا کہ اس کام سے کچھ خرابی یا برائی
ظاہر ہوگی اور جو حق تعالیٰ کے کام آدمیوں کے ذہنوں میں ہوا سے بہت مشابہت رکھتے
ہیں اس لئے کہ افعال الہی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منقلب ہونیکے باعث ہوتے
ہیں اسی واسطے بولتے ہیں کہ اس زمانے میں جہان کی ہوا بھری ہوئی ہے یا بدلی ہوئی ہے

اور یوں بھی بولتے ہیں کہ ٹھہر و تا کہ ہوا صاف ہو جاوے اور اس وقت کی ہوا کو فلانا دیکھنا
 ہی سو اس واسطے ہوا کے افعال مختلفہ کیسے دلیل پکڑنا بہت مناسب ہوتا کہ اس ہوا کے اختلاف سے
 افعال الہی کے اختلاف کی طرف پہنچ جاوین اور حق تعالیٰ کے انتقام کے وعدے کے منکر
 نہ ہو وین اور یہ سمجھیں کہ حق تعالیٰ کی مخلوقات میں ایک ادنیٰ چیز ہوا ہی سو اس میں اس طرح کا
 زور اور قوت ہے کہ ایک جہان کے تغیر اور تبدل کا سبب پڑتی ہے پھر حق تعالیٰ کے افعال تو بطریق
 ادنیٰ یہ کام کر سکتے ہیں اور اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عناصر اربعہ میں ہوا بہت لطیف اور
 بے رنگ ہے اور اس کی کیفیتیں اکثر تابع اس چیز کے ہوتے ہیں جس چیز پر یہ گزر کرتی ہے ایسے
 کہتے ہیں کہ الْبَيْحُ أَخْذُهُ مِثْلُ مَرِيَّةٍ نَدْنَا مِنَ النَّبْتِ وَأَوْطِيَا مِنَ الطَّيْبِ یعنی ہوا الیتی ہے اثر
 اس چیز کا جس پر سے گزرتی ہے بدبو سے بدبو اور خوشبو سے خوشبو سو یہ اس کے کمال
 لطافت کے سبب سے ہی بخلاف آگ کے کہ وہ اپنی ذات میں حرارت اور یسوست کی کیفیت
 غالب رکھتی ہے سو اُسے جلانے اور ہلاک کرنے کے کچھ اور اس سے نہیں ہوتا اور مرکبات کے
 مزاج کو درہم برہم کر دیتی ہے بخلاف پانی اور خاک کے کہ یہ دونوں اپنی کثافت اور بھاری
 پن کے سبب سے دوسرے مخلوقات کی کیفیات کو متحمل نہیں ہو سکتے ہیں اور حرکت کرنا اور
 ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا اور ایک مخلوقات کی کیفیت دوسرے مخلوق کو پہنچانا
 اسے ممکن نہیں اگرچہ پانی اس امر میں خاک کی نسبت سے کچھ فوقیت رکھتا ہے اور ہوا کے
 ساتھ کچھ مشابہت رکھتا ہے لیکن جو لطافت ہوا میں ہے کہ ہر چیز کے اندر در آ سکتی ہے
 وہ بات اس میں پائی نہیں جاتی ایسے واسطے حق تعالیٰ نے اس عنصر کو یعنی ہوا کو بعض مخلوقات
 کی کیفیتوں کو بعض دوسروں کی طرف پہنچانے کے واسطے تعین فرمایا ہے اور تین حالتیں جو بڑے
 عمدہ ہیں یعنی سمیع اور بصیر شائد ان کے اور اک کا آلہ اسی عنصر کا گردانا ہے اس واسطے
 کہ سمیع کو اور اک نہیں ہوتا ہے مگر اصوات کے واسطے ہے اور جو کیفیتیں اصوات کو لاحق
 ہیں ان کو صوت درک نہیں کر سکتی ہے مگر ہوا کے تموج اور نہنے سے اور کان تک اس سبب سے

پہنچنے اور اس کیفیت کو کان کے سوراخ تک پہنچانے کے سبب سے اور بصر کو بینائی حاصل نہیں ہوتی ہے مگر شعاع کے خروج کے سبب سے مذہب قوی کے موافق اور شعاع کا حامل سوائے عنصر لطیف بے رنگ کے کوئی نہیں ہو سکتا سوائے عنصر نہیں ہے مگر ہوا اور شامہ کا اور ایک بھی ہوا کے سبب سے ہی اس واسطے کہ ہر جوہر والی چیز پر ہوا گذرتی ہے اور اسکی کیفیت کو ناک کے اندر پہنچاتی ہے یعنی اپنے تئیں قوت شم کے محل کے متصل پہنچاتی ہے اور منسی احساس میں بھی امداد اور اعانت ہوا کی بہت ہے اس واسطے کہ ہر چیز کی حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست کو یہ خود اٹھا کے جلد کے مسام کے اندر پہنچاتی ہے بس ہوا دو وجہ سے مس کو مدد کرتی ہے اول تو یہ کہ دور کے چسپون کی حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست لمس کو دریافت نہیں ہو سکتی مگر اسی عنصر کے توسط سے دوسری وجہ یہ ہے کہ بدن کے اندر کے اعصاب کو اس کیفیتوں پر اطلاع حاصل نہیں ہو سکتی مگر سامون کے اندر ہوا کے در آنے سے اور علاوہ ان سب چیزوں کے ہر ذی حیات کے دم کی آمد و رفت اسی عنصر پر موقوف ہے اور یہ عنصر گویا روح ہوائی کی پہلی غذا ہے کہ زندگی اسی سے قائم ہے اس واسطے کہا ہے **فظم سبحان من خصّ القیدی بغيره** **وَالنَّاسُ مُسْتَغْنُونَ عَنْهُ** **اجْناسہ** **وَاذَلْ اَنْفَاسُ الْهَوَاءِ وَكُلُّ ذِي نَفْسٍ مُّقْتَصِرٌ اِلَیْ اَنْفَاسِہ** یعنی پاک ذات ہے اسکی جسے خاص کیا گوشت خشک کو ساتھ عزت کے اور لوگ بے پرواہ ہیں اسکی جنس کے سبب سے یعنی تازہ گوشت ملنے کے سبب سے اور ذلیل کیا ہوا کے نفون کو یعنی ہر ذلیل اور غنیمت پر گذرنے کے سبب سے لیکن ہر جاندار محتاج ہے اسکے نفون کا یعنی بے ہوا زندگی محال ہے یہی سبب ہے کہ اگر جاندار کو جیتے جی زمین میں دفن کریں یا پانی میں غوطہ دیویں اسطور سے کہ ہوا اس تک نہ پہنچے تو اسی وقت مر جاتا ہے اور اس کا دم منقطع ہو جاتا ہے بس بوبیت ایسی کا ظہور حیات کی بقا کی طرف سے اور احساس جو اس سے اسی عنصر میں ہے اور بعض مخلوقات کو بعضے دوسرے مخلوقات کی کیفیت سے فائدہ پہنچانا اسی عنصر کا کام ہے

سو یہ غصہ اپنے تاثیرات اور افعال میں عینہ قدسیہ تاثیر و ن کے ساتھ بہت مشابہت رکھتا ہے اور اس کا انقلاب کھلی ہوئی دلیل ہے افعال الہی کے انقلاب کی اسی واسطے اسی سورت کی ابتداء میں اس غصہ کے پانچ کاموں کی قسم کھا کے اپنے انقلاب کے وعدہ کو حتمی ثابت کیا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَالْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا تَمَّ كَمَا تَأْتِي مِنْ بَيْنِ اَنْ هُوَ اَوْ نَ كِي جَوَّ بَحِي جَاتِي هِيَ خَلْقَ اللّٰهِ كَيْ نَفْعَ كَيْوَسَطَ
اور خلق اللہ کے نفع جو ہوا کے چلنے میں ہیں وہ اس قدر ظاہر اور کھلے ہوئے ہیں کہ ان کے بیان کرنے کی کچھ احتیاج نہیں ہے چنانچہ اول ہر جاندار کے دم کی آمد و رفت اسی کے سبب سے ہے دوسرے بدن کو اندر ٹھنڈک پہنچانا اور زمین کے اندر کا بڑھنا اور درخت پر میوہ کا لگنا اور ہر ایک سبزہ کا زمین پر جمنا اور بڑھنا اسی کے سبب سے ہے تیسرے بدلی کا آنا اور پانی کا برسنا اسی کے سبب سے ہے چوتھے سمندر میں کشتیوں کا چلنا ہر چار طرف تجارت اور دوسری منفعت کے واسطے اسی کے سبب سے ہے پانچویں وہ چیزیں جو ہوا کے چلنے پر موقوف ہیں وہ بھی اسی سے ظاہر ہوتی ہیں فَالْهَآصِفَاتِ عَصْفًا پھر تند ہونیو الی ان اپنے چلنے کے وقت میں زور سے جھکے سبب سے انقلاب عظیم طن ہر ہوتا ہے اور نیکی بدی سے متعبد ہو جاتی ہے اور کھیتی کا غلہ کھلا جاتا ہے اور درخت جڑ سے اکھڑ جاتے ہیں اور میوہ خراب ہو جاتا ہے اور آدمیوں کے بدنوں میں ریاح بخارات کے غلبہ کرتے ہیں اور زخم سرنو سے تازے ہو جاتے ہیں گویا اسی وقت صدمہ پہنچا ہے اور پانی کا برسنا بالکل موقوف ہو جاتا ہے اور کشتیاں ڈوبنے کے قریب ہو جاتی ہیں اور مسافروں کو راہ چلنے دشوار ہو جاتا ہے اور تمام سبزہ زمین کا خشک ہو جاتا ہے اور درختوں کے پتے جھڑ پڑتے ہیں نیلے بدن کی طرح وہ درخت بے رونق ہو جاتے ہیں اور سبزہ کا رنگ زرد اور سرخ رنگ سیاہ ہو جاتا ہے اور جو پہلے ہوا کا بہنا آہستگی سے ہوتا ہے اور اس سے ہزاروں منفعتوں کی

امید ہوئی پھر مرتبہ دہا ہوا۔ مذہبی اور طوفان ہو کے خرابی کر دیتی ہے اسی واسطے غے کے لفظ کو غالباً صفات میں لائے ہیں گویا ان دونوں کاموں کی مل کے قسم کھاتے ہیں یعنی آہستہ آہستہ چلنا ہوا کا اور پھر تند ہو کے چلنا اور ایک حال بدل کے دوسرا حال ہو جانا اس کو سمجھاتے ہیں اور یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ہوا کے نرم اور آہستہ بننے پر فریب نہ کھایا چاہئے ہوا واسطے کہ وہی ہوا ایسے کام بھی کرتی ہے وَالنَّارُ شَرَّ أَكْثَرَ اور قسم کھاتے ہیں ہم ان ہواؤں کی جو منتشر کر دیتی ہیں منتشر کرنا اور ہوا کا عمدہ کام منتشر کرنا ہے اس واسطے کہ ہر چیز کے لطیف جزؤں کو ایک اپنے ساتھ اڑاتی ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچاتی ہے گویا ہوا ہر مخلوق کے اجزاء کو لوٹنے والی ہے کہ ہر نفس جس کو لوٹ کے لیجاتی ہے اور ایک جگہ سے دوسری جگہ میں پہنچاتی ہے اور یا مثل بنجاریکے ہے کہ ایک شہر کا اسباب خرید کے دوسرے ملک میں پہنچانا ہے اور اگر یہ واسطہ ہوا کا درمیان میں نہ ہو تو ہرگز کوئی مخلوق دوسرے مخلوق کے اجزاء سے بہرہ ور نہ ہو دین اور ایک کا حال دوسرے کو معلوم نہ ہو دے اور جمع اور تالیف کا کارخانہ بند ہو جاوے اور کیفیتوں کی نقل اور تحویل کا ظہور نہ ہو دے ایسی کیفیتیں جس کے حامل اجزاء لطیفہ ہر مخلوق کے ہیں فَالْفَرْقَاتُ حَقًّا پھر جدا اور فرق کرنے والیاں فرق کرنا کر کے کیفیت اور کیفیت والی چیز کے درمیان میں اور لطیف اور کیف کے درمیان میں ایک ہی چیز کے اجزاء اور یہی فرق اور جدائی ہے جس کے سبب کہتے ہیں کہ فلانی چیز تر خشک ہے اور فلانی چیز گرم سرد اور فلانی چیز نرم سخت ہے اور دانہ ہو سے سے صاف ہوا اور پانی کا کند لاپن گیا اور جو متفرع اور مرتب ہیں فرق نشہ پر ہے اس واسطے ان دونوں کے درمیان میں فی کو لائے تاکہ تفسیر اور ترتیب پر دلالت کرے اس واسطے کہ فرق اور جدائی ایک مکان میں اجزاء جمع ہوئے منتشر ہو جانے کے سبب سے ہے یعنی جو منتشر ہو گئے وہ باقی ماندہ سے متفرق ہو گئے اور ان دونوں فعلوں کو بھی ایک ہی قسم میں لائے ہیں اور ایک بڑے انقلاب کا طرف اشارہ فرمایا ہے جو چیز کے اجزاء میں ان دونوں فعلوں سے ملکر واقع ہوگا فَالْمَلِیَّاتُ ذُکْرًا پھر قسم کھاتے ہیں ہم ان ہواؤں کی

جو ذکر کو القا کرتی ہیں اور یہاں ذکر عبادت ہی کلام اللہ کے لفظی وجود سے جس کو قرآن
 متلو بھی کہتے ہیں چنانچہ قرآن شریف میں جا بجا اسی لفظ سے قرآن کو تفسیر کیا ہے اور اصل
 لغت میں اگرچہ ہر چیز کے لفظی وجود کو ذکر کہتے ہیں اور ہوا ہر چیز کے لفظی وجود کے پہچانے میں
 کہتا ہے اور لگہوا نہ ہو تو لفظی وجود کسی چیز کا جہان میں ظہور نہ کرے اس واسطے کہ بات کرنا
 ایک کیفیت ہے جو آواز کو عارض ہوتی ہے اور آواز ہوا پر سوار ہو کے کان کے سوراخ
 میں پہنچتی ہے لیکن کلام اللہ کے وجود لفظی کو پہنچانا بڑا اعمدہ منصب ہے جو ساتھ ہی ایک دن
 کے مخصوص ہے گویا کہ یہ عنصر سب عضروں میں حق تعالیٰ کے رسالت کی خدمت لکھتا ہے اور
 کلام اللہ کو ہر شخص کے کان میں پہنچاتا ہے یعنی قرآن کے احکام اور خطاب کو پہلے سننے والے کے
 کان میں پہنچاتا ہے پھر بعد اسکے خیال میں پھر خیال کے بعد عقل میں پھر وہاں سے دل میں پھر دل اپنی
 استعداد کے موافق اس سے اثر قبول کرتا ہے اور فائدہ مند ہوتا ہے بس یہ عنصر گویا ایک شعبہ
 ہے حقیقت جبرئیل علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے شعبوں میں اس شعبہ سے بعید اس بات کا ظاہر
 ہو گیا کہ حقیقت جبرئیل کو اس عنصر کے ساتھ کیا مناسبت ہے جو شرح شریف میں وارد ہوا
 ہے کہ جبرئیل موکل علی الریاح یعنی جبرئیل موکل ہیں ہوا پر اور سامع کے کان میں کلام الہی کے
 پہنچنے کے سب سے ایک انقلاب عظیم اس کی روح میں پیدا ہوتا ہے پھر اس سبب سے یاخیر
 کی طرف میلان کرتا ہے اور ابدی سعادت حاصل کرتا ہے یا شر کی طرف جھکتا ہے اور شلیکی پس
 زیان میں پڑ کے خرابی حاصل کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہوتا ہے عَذْرًا جِدْرًا عَذْرًا جِدْرًا عَذْرًا جِدْرًا
 یا عذر کرنے کے واسطے تاکہ اعمال کی باز پرس کی وقت اس شخص کے واسطے عذر اور دست آویز
 ہووے کہ میں نے یہ کام حق تعالیٰ حکم بموجب کیا اور اس کام کو اس کے حکم کے بموجب ترک
 کیا سو یہ اس صورت میں ہے کہ کلام الہی حکم کی صورت میں اور امر اور نہی کو متضمن ہووے یا صحیح
 اعتقادوں کو متضمن ہووے ذات اور صفات کے مبحث سے یا نبوت اور معاد کے مبحث
 سے اَوْثَرًا یا ڈر سنلنے اور خوف دلانے کے واسطے ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب

کلام الہی لکھے امتوں کے قصص اور اخبار کو متضمن ہووے یا مفسر اور حشر اور نشر اور
علموں کی وزن اور صراط سے گذر کر نما اور بہشت کی نعمتوں اور دوزخ کے ہول اور عذاب
کے بیان کو متضمن ہووے اس واسطے کہ بیان ان چیزوں کا فقط خوف اور ڈرانے کے واسطے
ہی اور بشارت کا بیان سبک پر نہ فرمایا اس واسطے کہ اس سورت میں خاص کفار مخاطب ہیں،
اور کفار بشارت کے قابل نہیں ہیں اور یہ بھی ہے کہ حذر و دون چیزوں کو شامل ہی لینے
عذاب سے نجات پانا اور عمدہ مرتبوں کو پہنچنا اس واسطے کہ احکام الہی پر عمل کرنا ان دونوں
چیزوں کے طلب کی دست آویز ہی جس سبب سے آدمی قیامت کے دن سے دونوں چیزیں طلب
کرے اب بیان پر یہ بھی جان لینا چاہئے کہ ہواؤں کی پہلی صفت یعنی وَالْمُرْسَلَاتُ عَمَرًا یہ ایک
شعبہ ہی میکائیلی حقیقت کے شعبوں جس سے بدنوں کی پرورش اور کھیتی کی اصلاح اور رزق و نکاح
پہنچانا متعلق ہے اور دوسری صفت یعنی عَاصِفَاتٌ يَّهْبِهُنَّ ایک شعبہ ہی غرائلی حقیقت کے شعبوں
کہ بدنوں کی خرابی اور منظم جزو نکاح گزارنا اور ملے ہوئے جزو نکاح کرنا اسی سے علاقہ رکھتا ہے اور
تیسری اور چوتھی صفت یعنی فَاشِرَاتٌ اَوْ فَارِقَاتٌ یہ ایک شعبہ ہی اسرائیلی
حقیقت کے شعبوں سے کہ صورت کا بھونکنا اور رواج کا منتشر کرنا تاکہ اپنے اپنے بدنوں میں درآویں
پھر فرق کرنا ہر مذہب اور ملت والوں میں اور ہر طریقے اور ہر خلق اور ہر عمل والوں میں
انہی کا کام ہی جس کا وعدہ کیا گیا ہے اور دنیا میں بھی ارواح کا منتشر کرنا تاکہ پیٹ کے
اندر کے پکے بدن میں درآوے اور فرق اور امتیاز کرنا روحوں کے درمیان میں کہ اس روح کو
فلانے بدن میں متعلق کرنا چاہئے اور اس روح کو فلانے بدن میں یہ سب انہی کا کام ہے اور
پانچویں صفت یعنی فَالْمَلٰٓئِكٰتُ ذٰكِرٰٓتٌ اَوْ نٰذِرٰٓتٌ ایک شعبہ ہی حقیقت جسبرئیلی
کے شعبوں سے کہ پہچانا احکام الہی کا اور ڈر اور خوف کا کلام حق تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول
کے دل پر القا کرنا تاکہ وہ اسے لوگوں کے قانون میں پہنچے یہ سب انہی کا ذمہ ہے اور جو یہ صفت
بہت عالیقدر اور بلند مرتبہ ہے تو اس واسطے نے تعقیب کی اسپر لائے گویا یوں ارشاد ہوا

کہ پہلی چاروں صفتوں کے بعد اس صفت کی قسم کھانے میں ہم خلاف اس نے تعقیب کے جو ۴ ۴
 فالعاصفات اور فالنارقات میں لائی گئی ہے اس واسطے کہ وہ نے فعل کی تعقیب کے واسطے
 ہی پہلے فعل پر نہ واسطے تعقیب قسم کے قسم پر سو اس کلام میں تین قسم حقیقت میں مذکور ہیں اور ہر قسم
 ساتھ دونوں کے ہی چنانچہ پہلی قسم ہوا کے نرم ہونے اور تند ہونے پر اور دوسری قسم ساتھ نشرو
 فرق کے اور تیسری قسم ساتھ خدر دینے اور خوف دلانے کے لیکن تیسری قسم کو پہلی اور دوسری
 قسم پر نے کے ساتھ عطف کیا ہے تاکہ قسم میں ترقی پر دلالت کرے اور پہلی اور دوسری قسم کے
 دونوں فعلوں کو بھی ساتھ حرف نے کے عطف کیا ہے تاکہ دلالت کرے اس بات پر کہ ایک متفرع
 ہے دوسرے فعل پر اور تیسری قسم کو محمل ایک ہی کلمہ سے بیان کر کے حرف او کے ساتھ تقسیم کیا ہے
 تاکہ حسبہ دار کرے اس بات پر کہ یہہ ذکر ان دونوں قسم پر منقسم ہے واللہ اعلم باسرار کلامہ
 یعنی اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اپنے کلام کی تہ کو اور مفسرون کو ان پانچوں فعلوں کے ماحدق ضمیمہ
 کی تعیین میں بڑا اختلاف ہے بعضوں نے ان پانچوں کو ہواؤں پر حمل کیا ہے اس تفصیل سے کہ مرسلات
 عرفا وے ہوائیں ہیں جو بدن کو اچھی معلوم ہوتی ہیں اور عاصفات و تند ہوائیں ہیں جو بدن کو نقصان
 پہنچاتی ہیں اور کشتیوں کو ڈبوئی ہیں اور ناشرات اور نارقات اور ملقیات وے
 ہوائیں ہیں جو پانی برسانے پر مقرر ہیں سو پہلے ہر کے مادی کو جو زمین یعنی آسمان اور زمین کے
 درمیان میں منتشر کرتی ہیں اور پھر جب بدلی برس کے فارغ ہوتی ہے تو اس بدلی کو چیز بھڑکے
 اور ہر آدھ کر دیتی ہیں اور بارش کے سبب سے لوگ ذکر الہی میں مشغول ہوتے ہیں سو لوگوں کا ذکر
 اس وقت میں دو غرض سے ایک کے واسطے ہوتا ہے یعنی یا شکر ادا کرنے کی واسطے اگر برسات بہتر
 اور نافع ہوئی تو الکا خدر اس نعمت کے حق کے ادا کرنے میں ہوتا ہے اور یا خوف اور ڈر کے واسطے
 ہوتا ہے اگر برسات سے کچھ ضرر اور نقصان ہوا اور حضرات صوفیہ صبح کہتے ہیں کہ مرسلات عرفا
 سے ربانی دوا می اور اہامات مراد ہیں جو سالک کے نفع کے واسطے اس کے دل پر آتے ہیں تاکہ راہ
 خدا کے سلوک کی اعانت کریں اور عاصفات سے جذب اور کشش کے ریاچ مراد ہیں جو

ساکر کے دل سے ماسوائے اللہ کی حب کو دور کرتے ہیں اور اس کے شوق کی آگ کو اور بھڑکاتے ہیں اور ناشرات سے اشغال اور اذکار مراد ہیں جو اپنے آثار اور انوار و ن کو ذکر اور شغل کے نام جو ارج اور اعضا میں منتشر کرتے ہیں اور فارقات سے واردات الہیہ مراد ہیں جو ناسوتی وجود کی فنا کے سبب پڑتی ہیں اور حقیقی اور محبازمی وجود میں تفرقہ اور جدائی کرتے ہیں اور ملقیات ذکر اس سے دے معارف اور علوم مراد ہیں جو بعد حاصل ہونے مرتبہ بقا کے فایض ہوتے ہیں اور اس سبب سے مستفید و نکو ذکر حق تعالیٰ کا حاصل ہوتا ہے خواہ محبت کے طریق سے لینے غرض سے یا خوف کی راہ سے لینے پڑنے سے اور ذاعظیون کہتے ہیں کہ ان پانچوں چیزوں سے فرشتوں کے گرد و مرا ہیں چنانچہ مرسلات عرفا سے ان فرشتوں کی گرد و مراد ہیں جو سی کام کے سرانجام کے واسطے بھیجے جاتے ہیں اور اس صورت میں عرفا کے لئے اجتماع کے اور کام کے واسطے پی در پی آنے کے ہونے چنانچہ عرب کی استعمال میں ہوتے ہیں کہ جاؤا عرقا احدا یعنی آئے اکٹھا ہو کے پی در پی اور اصل میں یہ لفظ نکالی گئی ہے عرف الفریقین سے جو گھوڑے کے ایال کے معنوں میں ہیں اور گھوڑے کے ایال میں بال بہت سے مجتمع ہوتے ہیں اور نظر میں پی در پی آتے ہیں جس طرح بہت لوگ سی کام کے واسطے شتر قطار کی طرح چلیں تو ان بالوں کے مشابہ ہونے اور جب کسی جگہ سی کام کیو سٹے بہت لوگ ازدحام کرتے ہیں تو ان بھی عرب لوگ ہونے ہیں کہ ہم علیہ کعرف الضبیع یعنی انھوں نے اس کام پر ایسا ہجوم کیا ہے گویا کر کے ایال کے بال ہیں اور عاصفات سے د گرد و فرشتوں کے مراد ہیں جو کسی کام کے واسطے بہت تیز اور تند جاتے ہیں اور یا مرسلات عرفا سے رحمت کے فرشتے مراد ہیں اور عاصفات سے عذاب اور غضب کے فرشتے مراد ہیں جو کسی ملک یا لشکر یا گھر کی خرابی کے واسطے آتے ہیں اور ناشرات سے دے گرد و فرشتوں کے مراد ہیں جو دھماکے اور الہام اور دوسرے علم الہی کے سننے کے واسطے اپنے پر کو مل کے کھڑے ہوتے ہیں یا دوسے فرشتے مراد ہیں جو رحمت الہی کے آثار اور انوار اور برکات اور نیک الہامات تمام عالم میں صلحا و دعوین کے دلوں میں منتشر کرتے ہیں اور فارقات سے بھی یہی گرد و مراد ہیں یا دوسرے فرشتے جو حق اور باطل

اور فرمانبردار اور سرکش میں فرق کرتے ہیں یا سحر اور سحرے میں امتیاز اور فرق کر دیتے ہیں اور
ملقیات ذکر اسے دے فرشتے مراد ہیں جو انبیاء و ن کی طرف وحی کو اتنا کرتے ہیں یعنی لاتے ہیں تاکہ
اہل حق کے واسطے عذر ہو دے اور نافرمان اور بد مذہبوں کے واسطے خوف اور ڈر ہو دے اور
بعضے واعظ یوں کہتے ہیں کہ ناشرات سے دے فرشتے مراد ہیں جو قیامت کو مردوں کو زندہ کرین گے
اور فارقات سے دے فرشتے مراد ہیں جو حشر کے میدان میں ہر ملت اور ہر مذہب والوں کو جدا
جدا کر کے چلا دینگے اور قاری لوگ یوں کہتے ہیں کہ قرآن شریف کی آیتوں کی جو پانچ صفتیں ہیں دیتے
مراد ہیں یعنی قرآن کی آیتیں خلق اللہ کے نفع کے واسطے پی در پی نازل ہوئی ہیں اور جتنے باطل ملت اور
مذہب والے ہیں ان پر ہندی اور شدت کرتی ہیں اور ان کے معتقدات کو جڑ سے اکھاڑ کے پھینک دیتا
ہیں جیسے طوفان کیا ہوا کہ پرانی عمارتوں کو ڈا دیتی ہے اور کھوکھلے درختوں کو اکھاڑ کے پھینک دیتی
ہے اور ہدایت اور حکمت کے انوار کے آثار و ن کو عالموں اور مستعدوں کے دلوں میں منتشر کرتی
ہیں پھر حق اور باطل اور خطا اور صواب کے درمیان میں فرق کرتی ہیں پھر حق تعالیٰ کی یاد کو ہر مومن کے دل
میں بیٹھا لیتی ہیں اور یہ کام قرآن کی آیتوں کے ہیں پھر جو مومن ہیں اور ان آیتوں کے موافق عمل کرتے ہیں
اور انہی آیتوں پر بھروسہ کرتے ہیں ان کے واسطے عذر ہیں اور جو اس سے اعراض کرتے ہیں اور نہیں مانتے
ہیں ان کے واسطے نذر ہیں اور بعضے ارباب قصص نے یوں کہا ہے کہ انے انبیاء اور مرسلین کی صفتیں
مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خلق اللہ کے احسان اور نفع کے واسطے بھیجے گئے ہیں اور مخالفوں اور
معاذوں کو غضب اور تہر کرتے ہیں اور دعوت الی اللہ کو تمام خلائق میں منتشر کرتے ہیں اور حق اور باطل
میں فرق کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا ذکر اور توحید لوگوں کو اتنا کرتے ہیں تاکہ ان کے واسطے عذر ہو دے
تبلیغ اور رسالت کے حق کے ادا کرنے میں یا خوف دلانا ہو گنہگاروں اور منکروں کو اور بعضے اہل تفسیر
نے ان پانچ صفتوں کو کئی موصوفوں پر حمل کیا ہے چنانچہ پہلی دونوں صفتوں کو ہواؤں پر اور کھلی تینوں
صفتوں کو فرشتوں پر اس واسطے کہ ہواؤں اور فرشتوں میں بہت مناسبت پائی جاتی ہے چنانچہ دونوں
یعنی ہوا اور فرشتے لطافت اور بے رنگی اور نظر نہ آنے میں اور حرکت کی سرعت اور قوی

علموں کے قادر ہونے پر باوجود لطافتِ بنیہ کے ایک دوسرے کے مشابہ ہی اور عطف کا سیاق کلام الہی میں اس حل کو تائید دیتا ہے یا پہلی صفت کو رحمت کے فرشتوں پر اور دوسری صفت کو عذاب کے فرشتوں پر اور باقی تینوں کو قرآنی آیتوں پر حمل کرتے ہیں حاصل کلام کا جب قسم کی تاکید سے فراغت پائی نواب مطلب ارشاد ہوتا ہے کہ إِنَّا نُوْعِدُّوْنَ تحقیق جو کچھ تم وعدہ دے جاتے ہو اپنے نیک اور بد کاموں پر جن کو تم ہوا سنی سمجھتے ہو کہ ان کاموں کو کوئی ہے نہ چمے گا اور یہ ایسے عرض ہیں کہ ہرگز باقی نہ رہیں گے جو کوئی باز پرس کرے اور یہ نہیں سمجھتے ہو کہ یہ اعمال کس انقلاب کے اچھا سنی یا برائی کے سبب پڑیں گے لَوْ أَقْبَحُ البتہ واقع ہو نیا لا ہی جس طرح ہوا اچھا سنی یا برائی کا سبب پڑتی ہے اور بڑا انقلاب کر دیتی ہے اور کسی کے گناہ میں نہیں آتا ہے کہ ہوا عالم کی اچھا سنی یا برائی کی کس طرح سبب پڑے گی فَإِذَا الْجُودُ طُمِسَتْ پھر جب ستارے بے نور کر دے جاویں اور جو روح ستاروں کے جرموں کی مدبر تھی اور ستاروں کا نور اس کی تاثیر سے قائم تھا وہ روح ان جرموں سے جدا ہو جائے جس طرح دنیا سنی کی روح موت کے وقت جدا ہو جاتی ہے اور آنکھوں سے کچھ سمجھ نہیں پڑتا اور اسی حالت سے دوسری جگہ قرآن شریف میں اس عبارت سے ارشاد ہوا ہے کہ إِذَا الْجُودُ مَرَانَكِرَتْ یعنی جب ستارے میلے ہو جاویں پھر بعد اسکے ستاروں کے جرم لپٹنے لپٹنے ٹھکانوں سے کم زور ہوں گے گر پڑیں گے اور پرالگ نہ ہوتے ہو گے اور اس حالت سے دوسری جگہ پر یوں ارشاد ہوا ہے وَلَا ذَا الْكَوَاكِبِ انتشرت یعنی اور جب ستارے جھڑ پڑیں اور جو نجوم کی لفظ میں اصل لغت کے بموجب ظہور اور طلوع مفہوم ہوتا ہے اس واسطے طمس اور انکدار کے بیان میں نجوم کی لفظ ارشاد ہوئی ہے اور کواکب کے لفظ میں اصل لغت کے بموجب ثبوت اور استقرار بوجھا جاتا ہے اس واسطے پرالگ نہ ہونے اور گرنے کے بیان کی جگہ کواکب کی لفظ کو اختیار فرمایا ہے تاکہ حالت لاحقہ اور حالت سابقہ میں منافات روشن اور ظاہر ہو جاوے اور جو کواکب کی روح اسے جدا ہو جائیگی تو اس روح کا اثر بنی آدم کے صور مثالیہ کے اظہار اور تنویر کے واسطے لکے عقلیہ اور خیالیہ مدارک پر غالب ہوگا وَلَا ذَا السَّمَاوِ فِرْجَتْ اور

آسمان پہاڑ اجاوے اور اس حالت کو دوسری جگہ پر انقطاع اور الشقاق کر کے تعمیر فرمایا ہے اور اس حالت کے پہلے آسمان کو سستی اور جوڑ بند کا ڈھیلہ پن لاحق ہو گا جب کو سورہ حاقہ میں یوں بیان فرمایا ہے کہ يَوْمَ مِثْلُ وَاهِيَةٍ اور نفوس سماویہ جو ان کے جرموں سے منقطع ہو جائیں اور بنی آدم کے نفوس کے ممد اور معاون ہونگے اس سبب بھی بنی آدم کی عقلی اور خیالی دریافت دینی ہو جائے گی بلکہ بہت ترقی قبول کرے گی اور انفعال غیر متناہیہ کی قوت بھی ان کو حاصل ہوگی شدت میں بھی اور درازگی میں بھی اور تعداد میں بھی اور ہمیشگی کی جزا کے چھکنے کے قابل ہونگے وَلَا اَنْجِبَالَ لِسِفَتٍ اور جو وقت پہاڑ ہوا میں اڑائے جاوے عرب کی بولی میں منف اس چیز کو کہتے ہیں جس سے غلبہ کو گھاس اور گھوڑے وغیرہ سے پاک کرتے ہیں اور اس کو ہندی بولی میں چھاج کہتے ہیں اور پہاڑوں کے حق میں قرآن مجید میں کئی طرح کی عبارت واقع ہوئی ہے چنانچہ سورہ طہ میں یہی معنی ارشاد ہوئے ہیں کہ يَسْأَلُونَكَ عَنِ اَنْجِبَالَ قَتْلٍ يَنْفَعُهَا وَرَبِّي اَشْفَا لِيَنۡفَعُهَا یعنی پوچھتے ہیں تجھ سے حال پہاڑوں کا سو تو کہہ کہ ان کو بکیر دے گا میرا رب اڑا کر اور دوسری سورتوں میں دوسری طرح کی عبارت آئی ہے ان سبب مضمون مختلفہ میں جمع کی وجہ یہ ہے کہ پہلے زمین کے زلزلے کے سبب پہاڑ آپس میں ٹکراوین گے چنانچہ سورہ حاقہ میں ارشاد ہوا ہے کہ حُلَّتِ الْاَرْضُ وَاَنْجِبَالَ فَذُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً اور پھر پہاڑ زمینوں و پہنچ ہوئی کی طرح ہو جاوے گے چنانچہ سورہ القارعہ میں بیان ہوا ہے يَا بَحْرُ بَحْرٍ کے مانند ہو جاوے گے چنانچہ سورہ واقعہ میں واقع ہوا ہے کہ فَكَانَتْ هَبَاءً مُّصْبًّاتًا یعنی ہو جاوے گی پہاڑ جیسے گرد اڑتی پھر ہواؤں کو پہاڑوں پر مسلط کریں گے اور اسی حالت کا نام نف ہے اور پہاڑ اپنے اپنے ٹکڑوں سے اڑ جاوے گے پھر جو دور سے ان کو دیکھے گا کہ پہاڑ ہیں اور جب نزدیک پہنچے گا معلوم کرے گا کہ سختی اور ٹھوس پن ان کے جزوں میں باقی نہیں رہا ہے بدلی کی طرح ہوا میں اڑے پھرتے ہیں چنانچہ سورہ نمل میں اسکا مذکور ہے کہ وَيَذَرٰجِي اِلۡجِبَالَ تَحِيۡبًا جَاۡمِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ یعنی اور دیکھے تو پہاڑوں کو

تو جانے تو کہ وہ جسم رہے ہیں اور وہ چلین گے جیسے بدلی اور سورہ تاول میں بھی مذکور ہے کہ وَسَيَرُّونَا الْجِبَالَ فَكَانَتْ سُرَابًا پھر جو زمین پہاڑوں کے نیچے دبی تھی وہ طن ہر ہو دے گی جب انچہ سورہ کہف میں مذکور ہے کہ وَيَوْمَ نَسِفُ الْجِبَالَ وَتَلَا اَرْضًا بَارِزَةً یعنی اور جب دن ہم چلاوین پہاڑ اور تو دیکھے زمین کھل گئی اور پہاڑ و پہرہہ حالت طاری ہو پنے کے سبب زمین کے اجزا جو سخت ہیں وہ بھی زمین سے جدا ہو کے بنی آدم کے بدن میں مختلط ہو جائیں گے پھر انسان کا بدن ان اجزا کے ملنے کے سبب سے طول اور عرض اور قوت اور سختی میں بہت زیادہ ہو جائے گا جس کا وصف بیان ہو نہیں سکتا فَلَاذَآ الرَّسُلُ اُفٍّ اور جب رسولوں کو وقت مقرر کر دیا جاوے تاکہ آگے پیچھے اس اپنے وقت مقرر کے موافق اپنی اپنی امتوں کے ساتھ حشر کے میدان میں آئے حاضر ہووین اور حساب اور علموں کا وزن کرنا اور مظلوموں کا حق ظالموں سے پورا دلانا اور پل صراط سے پار اتارنا رسولوں کی حاضری اور گواہی سے ظہور پاوے اور جن لوگوں نے رسولوں کے پیام کو قبول کر کے اس کے موافق عمل کیا تھا وہ جدا ہو جاوین ان لوگوں سے جنہوں نے رسولوں کے کہے کو نہ مانا تھا اور اس پر عمل نہ کیا تھا غرض کہ جو بس لایق ہی اور جس چیز کا مستحق ہی وہی ہی معاملہ اس کے ساتھ کیا جاوے گا اور اذا جو حرف شرط کا ہی اس کی جزا مضاف ہے اور مقرر پر قرینہ ماضی کا دلالت کرتا ہی یعنی جب یہ امور واقع ہونگے تو وہ صحت بھی واقع ہوگا اور اگر قیامت کے جو منکر ہیں وہ پوچھیں کہ لَا اِتٰی يَوْمًا اُجِّلَتْ کس دن کے واسطے ان چیزوں کی تاخیر کی ہے اس وقت کیوں نہیں یہ چیزیں واقع ہوتی ہیں تاکہ جزا کا وعدہ بھی ثابت ہو جاوے اور ہمارا شک اور انکار بھی واقع ہو جاوے تو اس کے جواب میں چاہئے کہ لَیَوْمَ الْفَصْلِ واسطے آنے روز فصل کے ان چیزوں کی تاخیر کی گئی ہے اور فصل کا دن اس طرح کا نہیں ہے کہ اس کی تاخیر کے بعد کو اسانی سے بوجھ لو چنانچہ سورہ تاول میں اس دن کے تاخیر کی بعضی وجہیں مذکور ہیں وَمَا آدَا لَكَ مَا يَوْمَ الْفَصْلِ اور کیا جانا تو نے کہ کیا ہے دن فصل کا اس واسطے کہ عقل اس کی دریافت سے عاجز ہے اور اگر غیب کی طرف

سے اسکو بیان کریں تو اسکا بیان نہ ہوگا مگر انہی عظیم حادثوں کے ساتھ جو اس میں واقع ہوں گے سو پھر یہ کہیں گے کہ ان حادثوں کو کس واسطے اس روز پر موقوف رکھا ہی اس واسطے یہی
 اولیٰ اور انب ہی کہ اس روز سے خوف دلایا جاوے اور کہا جاوے کہ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ
لِّلْمُكَذِّبِينَ بڑی خرابی ہی اس دن جھٹلانے والوں کو اب اس جگہ پر جانا چاہئے کہ قیامت کے منکر و
 اس واقعہ کے واقع ہونے کے وقت دس طرح سے سختی آگے آوے گی پہلی سختی یہ کہ جس
 چیز کی امید نہ تھی وہ یکایک آپہنچی اور اس کے آنے سے مدہوش اور متحیر ہو جاوین گے
 اور یہی وہ سختی ہے کہ ہر ایک قیامت کے منکر کو قیامت کے آنے کے وقت لازم ہی اور سخت
 مصیبت سے جو اس آیت میں مذکور ہے یہی سختی مراد ہے اور اس کے بعد دوسری نو سختیاں
 جو قیامت کے منکروں کے واسطے خاص ہیں اور ان کے آگے آدین گی سو اس سورت کے آخر تک
 بیان فرمائی ہیں اور ان سختیوں کے اسباب کی طرف بھی اشارہ کیا ہے بس اس آیت کو اس سورت میں
 فقط تاکید کے واسطے مکرر سمجھنا مائل اور فکر کے قصور سے ہی سو دوسری اور تیسری اور چوتھی سختی
 کی وجہ یہ ہے کہ منکر لوگ اپنے جبل مرکب پر اور مقدمات مخرخرفہ کے فساد پر یکایک مطلق اور
 خبردار ہو وین جن مقدمات کے سبب سے قیامت کے انکار پر بہت اصرار کرتے تھے سو اس وقت
 اپنی غلط فہمی اور تصور دانش پر آگاہ ہو وین گے اور معلوم کریں گے کہ ہم کو ذات اور صفات الہی
 کے عقاید دنیا میں ہرگز متیقن نہ تھے اور حق تعالیٰ کی قدرت اور اسکی تاثیر سے بالکل بے خبر رہے
 ہم بس دوسری وجہ اس سختی کی یہ ہو گی کہ وے لوگ دنیا میں حق تعالیٰ کو اپنا قادر بخانتے
 تھے کہ کڑوڑ و ن بے انتہا آدمیوں سے بدلے سکیگا اور کہتے تھے کہ یوم الفصل کے آنے کو
 انبیاء اور رسول بعد بالکل ہلاک ہو جائے نوع انسان کے بیان کرتے ہیں اور یہ بات
 کسی کی عقل میں نہیں آتی ہے کہ تمام نوع انسان کی ایک وقت میں فنا ہو جاوین اور ہلاک ہو
 جاوین اس واسطے کہ جو حادثہ دنیا میں واقع ہوتا ہے تو اس سے بعضے لوگ اپنی قوت کے
 زور سے یا مکان کی مضبوطی سے یا کسی تدبیر اور حیلہ سے نجات پاتے ہیں کبھی دنیا میں ایسی کوئی

آفت نہیں آئی کہ سب کے سب اس آفت میں گرفتار ہو کے ہلاک ہو جاویں سو حق تعالیٰ نے اس
 شبہ کے جواب میں ایک تمثیل بیان فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اس بات کا سمجھنا اور
 شبہ کا دفع کرنا تم پر بہت آسان ہے اس واسطے کہ ہلاک کرنا ایک آدمی اور ہزار آدمی کا برابر
 ہے اور جتنے لاکھوں کڑوڑوں آدمیوں کا مرنا مختلف زمانوں میں دیکھا اور سنا تو اسی پر قیاس
 کر لو کہ تمام نوع انسان کی ایک وقت میں روح سلب ہو سکتی ہے چنانچہ دوسری جگہ پر فرمایا ہے
مَا خَلَقْنَاكُمْ وَلَا بَعَثْنَاكُمْ إِلَّا كَفَافًا ۚ یعنی ہم نے تم کو پیدا کرنا تم کو مارنے کے پھر جلانا
 تم کو اگر جیسے ایک جان کا مارنا اور جلانا اور اگر تم کو لاکھوں کڑوڑوں کے ہلاک میں جو مختلف
 زمانے میں ہلاک ہوئے ہیں کچھ شبہ ہووے تو ہم کہتے ہیں کہ أَلَمْ تَكُنْ أَكْأَنَّا خَلَقْنَاكُمْ کیا ہم نے تم کو
 پیدا نہیں کیا ہے بلکہ تو کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے اب تک سب مسلوب الروح اور
 ہلاک ہو چکے ہیں ثُمَّ بَدَّلْنَاهُمُ الْأَخْرَىٰ پھر ان کے پیچھے لیجاتے ہیں ہم پھلون کو اس واسطے کہ ہر وقت
 میں مردے مرتے چلے جاتے ہیں اور جب ہلاکی اس قدر انہوہ کثیر کی مختلف زمانوں میں ثابت ہوئی
 تو ثابت ہوا کہ كَذَٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْبَحْرِ مَثَلًا ایسا ہی کریں گے ہم گنہگاروں کے ساتھ پہلے
 مرتبہ صور کے پھونکنے کے وقت یعنی سب کی روح ایک ہی وقت میں سلب ہوگی اور اس کے
 پہلے سب نوع انسان کی روح جو ایک وقت میں سلب نہیں ہوتی ہے اس واسطے کہ سبب یہ ہے کہ
 ان میں بیگناہ بھی بہت ہوتے ہیں اور گنہگار نیک لطفہ کو اپنی پیٹھ میں رکھتے ہیں اور اس کی نسیں
 سے معرفت اور عبادت کی امید ہے اور جس وقت نفع صور کا ہو گا اس وقت سب گنہگار
 ہونگے اور سلسلہ توالد اور تناسل کا منقطع ہو جائے گا اس واسطے کہ چالیس برس پہلے سے
 بنی آدم میں عقم لاحق ہو گا یعنی سب عورت مرد باہم ہو جائیں گے نیک اولاد کی امید بھی نہ رہے گی
 اس سبب سے سب قابل ہلاک کے ہونگے چنانچہ حدیثوں میں یہ مضمون موجود ہے کہ لَا تَقُومُ
السَّاعَةُ حَتَّىٰ لَا يَبْقَىٰ فِي الْأَرْضِ أَحَدٌ يَقُولُ اللَّهُ اللَّهُ یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے فرمایا ہے کہ نہ قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ نہ باقی رہے گا زمین پر کوئی جو کہیگا اللہ اللہ یعنی

اللہ تعالیٰ کا نام لینے والا کوئی باقی نہ رہے گا وَاٰیْلَیْکُمْ مَدِیْنَةُ الْکَذِبِ بڑی خرابی ہے اس دن جھٹلانیوں کو اپنے عقیدے کے فاد پر اور اپنے شبہوں کے بطلان سے خبردار ہونے پر جب کو اگر دنیا میں چاہتے تو ادنیٰ تامل سے دور ہو سکتا تھا سو نہ کیا اور وہ ان اپنے ماتھوں کو ندامت سے کاٹیں گے لیکن کچھ فائدہ نہ ہو گا اور تیسری سختی کی وجہ اس دن یہ ہو گی کہ کافر دنیا میں یہ عقیدہ نہیں رکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ مردوں کو زندہ کرے گا تو گویا حق تعالیٰ کی دوام ربوبیت کے اپنے نزدیک منکر ہیں اور کہتے ہیں کہ تم لوگ آخرت کے انتقام کو دنیا کے انتقام پر قیاس کر کے کہتے ہو اور اس سبب سے آخرت کے انتقام کو ثابت کرتے ہو لیکن یہ قیاس مع الفارق ہے اس واسطے کہ دنیا میں انتقام زندوں سے ممکن ہے کہ ان کو رنج اور دکھ پہنچا سکتے ہیں بلکہ ہلاک بھی کر سکتے ہیں لیکن مرے ہوؤں سے کیسی طرح عوض لینا ممکن نہیں ہے مگر دوسرے کے زندہ کر نیگے بعد اور زندگی کے واسطے شرط ہے کہ مادہ قابل زندگانی کے ہووے لکڑی اور پتھر کو زندہ کرنا ممکن نہیں ہے اور مردوں کا بدن قیامت کے آئے تک سڑ گل کے ریزہ ریزہ ہو کے فشر ہو جائے گا اور زندگی کے قبول کرنے سے بہت دور ہی پیدا کرے گا پھر زندگانی کا اعادہ اس میں کس طرح تصور کیا جاوے سو حق تعالیٰ ان کی اس غلط فہمی اور ان کی کوتاہ نظر بھی پر انکو خبردار کرتا ہے کہ یہ عقیدہ تمہارا باطل ہے قیامت کے دن اس عقیدہ کا فاد اور اس شبہ کی سستی تم کو معلوم ہووے گی اس واسطے کہ اپنی پیدائش کی ابتدا کو خوب جانتے ہو کہ کیسی گندہ بدبوچینہ سے ہوئی ہے اَلَمْ یَخْلُقْکُمْ مِنْ مَّاءٍ مَہین کیا نہیں پیدا کیا یعنی تم کو ایک پانی حیرتہ قدر سے اور وہ نطفہ ہے کہ پیشاب کی راہ سے نکلتا ہے اور بدن اور کپڑا اس کے سبب سے کھس ہو جاتا ہے اور اسکی بدبودار کو پریشان کرتی ہے اور وہ اس طرح کا بقدر ہے کہ جتنے مرتبے ہضم کے ہیں ان کو طحی کر کے آخر ہضم کا فضلہ ہوا ہے اور طبیعت نے اپنے خالق کے اذن سے اس کو ہر ایک عضو سے کھینچ کے خفستین کی راہ سے نیز کیے سو راج سے باہر ڈالا ہے اس واسطے کہ بدن کی غذا کے قابل کھس کو نہ پایا سو اس سے بے پرواہ ہو کے پانچانہ اور پیشاب کی طرح اس کو باہر ڈال دیا اور یہ

بات ظاہر ہے کہ اگر طبیعت اس میں کچھ بھی زندگی کی قابلیت پاتی تو اس کو اس طرح ذلیل کر کے
 پھینکنے میں بخل کرتی جس طرح خون اور دوسرے غلطون میں کرتی ہے کہ ان کو ہرگز اس تجارت سے
 نہیں بھٹکتی ہے فَجَعَلْنَاهُ نَجِیًّا قَرَّیْمًا مگر کر دیا ہم نے اس بقدر پانی کو اپنی عنایت سے
 ایک ٹھہراؤ کی محفوظ میں جو مکان ہونے کی قابلیت رکھتی ہے یعنی مان کا رحم جس کو ہند سی میں
 بچہ دان کہتے ہیں اور وہ ایک عضو ہے عصبانی اس کا طول بدون گل کے بارہ انگلیوں کی برابر ہوتا
 اسی شخص کی انگلیوں سے اور معدے کے متصل مثانہ کے نیچے آنتوں کے اوپر مستقیم ہے اور اس
 میں دو خانہ بنائے ہیں تو آئین کے تولد کے واسطے اگر اتفاق پڑے اور ہر خانہ اس کا ایک سوراخ
 رکھتا ہے ناف کی طرف چھاتیوں تک کہ بچے کی غذا کے واسطے خون اور حویض اسی راہ سے
 آتا ہے اور جب کچھ اس میں پیدا ہوتا ہے تو طول اور عرض میں اس بچہ کے جسم کی برابر وہ بھی
 بڑھتا ہے اور اس عضو کی پیٹھ رباطات سے مضبوط باندھ دی ہے سو انہی رباطات کے
 سبب سے بچہ جننے کے وقت پیٹ سے نکل آتا ہے اور اس کا منہ فرج کے سوراخ کے متصل
 اور مرد کا نیزہ جماع کے وقت اس میں داخل ہوتا ہے سو نطفہ ایسے محفوظ مکان میں کہ پیٹ
 کے اندر اعضاء کی طنابوں سے مضبوط بندھا ہوا ہے جیسے سنگین حویلی ناف شہر کے محاذ
 میں اور کوچہ غیر نافدہ میں سب آفتوں سے بچا ہوا ہوتا ہے ایسے جگہ اس کو رکھا ہم نے إِلَىٰ
قَدَرٍ مَّعْلُومٍ ایک مدت مہین تک کہ اکثر وہ مدت نو مہینے کی ہوتی ہے کم بیشی اس میں
 بہت کم ہوتی ہے فَقَدَرْنَا پھر اندازہ کیا ہم نے اتنی مدت میں ہر چیز کا یعنی جو شرطیں
 اور لوازمات اس کی زندگی کے بحال میں مطلوب اور ضرورت تھے فَنَعْمَ الْفَاعِلُونَ
 پھر کیا اچھا اندازہ کرنے والے ہیں ہم اس واسطے کہ اتنی مدت میں کوئی چیز ضروری رہے نہ
 ہے اور کوئی چیز زائد اور بے کار پیدا نہیں ہوتی ہے بخلاف دوسرے اندازہ کہ نیوٹرون کے
 کہ جب کسی ہم کی برآور کرتے ہیں تو اس میں بعض ضروری چیزیں رہ جاتی ہیں اور بعض زائد
 مل جاتے ہیں اسی واسطے جب اس کام سے فراغت ہوتی ہے تو برآور اور واقع میں بڑا اتفاق

ظاہر ہوتا ہے اور پھر جمع اور خرچ کے تغیر اور تبدل کی طرف محتاج ہوتے ہیں اس
اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب بچہ دان عورت کا معتدل منی سے پُر ہو جاتا ہے تب اس کا
منہ بند ہو جاتا ہے پھر کوئی چیز اسکے اندر جا نہیں سکتی تاکہ اس منی کو فاسد نہ کر دیوے
پھر اس منی سے جو بچہ دان کے اندر کی جلد سے ملی ہوئی ہوتی ہے اس کو باریک چمڑے کی صورت
کر دیتے ہیں جسکو عربی میں غشا اور ہندی میں جھلی کہتے ہیں تاکہ اس میں جان کی رگیں در آسکیں اور
انکے در آنے کے سبب سے خون کا پہنچانا آسان ہووے اور اس جھلی کو عرب لوگ شیمہ کہتے
ہیں اور ہندی لوگ چمڑ کہتے ہیں اور اس جھلی کے اندر ناف سے مشابہت ایک پردہ دوسرا اسی
طرح کا تان دیا جاتا ہے تاکہ فضلات کو دفع کرتا رہے اور پھر اسکے اندر ایک پردہ اور رطوبات کی
محافظت کے واسطے بنایا جاتا ہے اور فی ظلت ثلاث جو سورہ وحر میں واقع ہوا ہے اس سے
بھی تینوں پردے مراد ہیں اور جو اس منی کا خلاصہ ہوتا ہے وہ بچہ دان کے اندر کے خانوں میں جو
اس کے منہ سے ملے ہوئے ہوتے ہیں چپک جاتا ہے اور آہستہ آہستہ مجنبا شروع ہوتا ہے
اور اس جمنے کے وقت میں اس مکان کی حرارت کے سبب جو ش بھی مارتا ہے پھر اس جو ش
سے کف نکلتا ہے اور وہ کف اس کے پیچ میں ٹھہر جاتا ہے وہی دل ہوتا ہے اور یہ کف منی کے
رحم میں جانے کے بعد سیر دن ظاہر ہوتا ہے پھر چوتھے روز ایک سیاہ نقطہ اس کے اوپر ظاہر
ہوتا ہے وہ دماغ ہوتا ہے پھر چھٹے روز ایک نقطہ دوسرا پیدا ہوتا ہے داہنی طرف
اس کف کے جسے پیچ میں قرار پکڑا ہے اور یہ جگر ہوتا ہے اس مدت تک کہ اکثر
ایک ہفتہ ہوتا ہے اس نقطہ منی کو رغوہ اور کف کہتے ہیں پھر اس ہفتہ کے گزر جانے کے بعد
رگوں کے خط کھینچے جاتے ہیں اور اکثر و سون روز یہ امر واقع ہوتا ہے اور رنگ منی کا اس وقت
میں سرخی پر آتا ہے غرض کہ پندرہویں دن خوب سرخ ہو جاتا ہے پھر اس وقت اس کو حلقہ
کہتے ہیں اپنے خون جما ہوا اس واسطے کہ سوائے ان تینوں جھلیوں کے باقی سب سرخ ہو جاتا ہے
اس واسطے بعض ماہر طبیبوں نے کہا ہے کہ دسے تینوں پردے خاص عورت کی منی سے ہوتے ہیں

مرد کی منی سے نہیں ہوتے اور جب ستائیسواں دن آتا ہے تب وہ خون بستہ جبکا نام علقہ ہے سخت ہونے لگتا ہے اور دماغ دو لون کا نہ خون سے جدا ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اعضا کا دوں پڑنے لگتا ہے پہا نیک کہ اکتالیسویں دن مختلف اعضا کی صورتیں نمودار ہو جاتی ہیں پھر اس وقت اعضا ریسے اعضا خامہ جمعے ہیں اور شہرائیں یعنی رگین جان کی پیدا ہوتی ہیں اور ان پر دوں مین در آ کے رحم کی شہرائیں مین چپک جاتی ہیں اور پھر پینچٹھ دن گزرنے کے بعد خون سے غذا لینا شروع کرتا ہے اور دھوسی اعضا جیسے گوشت وغیرہ پیدا ہونا شروع ہوتے ہیں اور اسکے اردوہ ہا کے اردوہ سے طی کے خون چوسنا شروع کرتے ہیں یہاں تک کہ تہتر روز تمام ہونے کے بعد اس کا تمام بدن گوشت اور پوست کی پوشش سے تیار ہو جاتا ہے اس کا منہ مکی پیٹھ کی طرف ہوتا ہے اور دونوں ہتھیلیاں اسکے ہاتھ کی اسکے دونوں زانوں پر اور دونوں طرف دونوں پانوں اور دونوں پانوں کے درمیان سر کو جھکا کے ٹیٹتا ہے اور جس قدر روز بڑھتا جاتا ہے اسی قدر بچہ دان بھی کٹا دہ ہوتا جاتا ہے اور روح طبعی اور حرارت اسکے بڑھانے میں مشغول ہوتی ہے پھر منی کے وقوع سے نو دن گزرنے کے بعد حیوانی قوتیں اس میں پیدا ہوتی ہیں سو پہلے مہینے میں معادن کا حکم رکھتا تھا کہ کی طرح حرکت کر سکتا تھا پھر دوسرے مہینے میں مانند گھاس کے تھا کہ بڑھنے اور غذا کرنے کی حرکتیں اس سے بے ارادے ظاہر ہوتی تھیں پھر تیسرے مہینے میں حیوان کا حکم پیدا کیا پھر جب سو دن پورے ہوتے ہیں تو اسکی حیوانی قوت دماغ کو پہنچتی ہے اور حرکت ارادی ضعیف سی اس میں پیدا ہوتی ہے جس طرح کوئی نفع یا ضعیف کہ ہنسی ڈلنے کی قوت نہ رکھتا ہو اور پھر ایک سو دس دن کے بعد اس شخص کے مانند ہوتا ہے جو کچھ جاگتا اور کچھ سوتا ہوتا ہے یہاں تک کہ ایک سو بیس دن کے بعد قوت حیوانی اس میں کامل ہو جاتی ہے اور جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ تین چلہ گزرنے کے بعد بچہ مین روح آتی ہے اور جان پڑتی ہے سو اسی حالت کی طرف اشارہ ہے کہ بعد گزرنے ایک سو بیس روز کے روح انسانی اس میں آتی ہے اس واسطے کہ حقیقت میں روح وہی ہے اور پہلے اس کے ایک

حیوان تھا دوسرے حیوانوں کی طرح کا اور جب اس حد سے تجاوز کرتا ہے تو حرکت اسکی پیٹ کے اوپر سے معلوم ہوتی ہے یہاں تک کہ سات مہینے میں ہمیشہ اُسکے ہلنے ڈلنے کے سبب سے اس کے اعضا سخت ہو جاتے ہیں اور کچھ قوت پکڑنے میں گویا کہ اتنے دنوں اس سے ورزش اور محنت لیتے تھے پھر بعد اسکی جھل کے تینوں پردے پھاڑنے پر قائم رہتا ہے اور اپنی رگوں کو ماکہ رگوں سے جدا کرنے کی قوت پیدا کرتا ہے پھر چاہتا ہے کہ کی طرح میں اس تنگ مکان سے نکلون یہاں تک کہ نوے مہینے حق تعالیٰ کے حکم سے باہر آتا ہے اور بخمی لوگوں کہتے ہیں کہ جب تک لطفہ پانی کی شکل جمنا ہوا رہتا ہے تب تک زحل اور مشتری کی تربیت میں رہتا ہے زحل کی برودت اور مشتری کی رطوبت کی تاثیر سے اور جب سرخی پکڑتا ہے اور خون کا سار رنگ ہوتا ہے تب مرتج اس پر غالب ہوتا ہے اور یہ تینوں ستارے لہذا دور کرنے والے ہیں پھر ان کے بعد جن ستاروں کا دور نزدیک ہے اسکی تربیت کرتے ہیں اور ستارے آفتاب اور زہرہ اور عطارد ہیں اور جب اس میں رُوح پھونکی جاتی ہے تب چاند کی تربیت میں آتا ہے پھر زحل کی تربیت میں آتا ہے اس واسطے کہ وہ نوان گھر فتل اور حرکت کا ہے اور یہ گھر زمین میں جو بیان کیا گیا ہے یہ اس صورت میں ہے کہ کوئی دوسری خصوصیات اسکو لاحق ہوں دین جیسے والدین کے مزاج کی حرارت یا منی کی حرارت یا موسم گرمی کا ہونے یا شہر جنوبی ہو یا ان سب کی ضد ہو دین تو ان سبوں سے اس بچہ کے بچہ دان میں رہنے کی مدتیں کتنی زیادتی لاحق ہوونے لگی اور اس کا قاعدہ یہ ہے کہ فعل اور تاثیر میں برودت سے حرارت قوی اور زہرہ بہت ہے اور تاثیر یعنی اثر کے قبول کرنے میں رطوبت یوست سے اقوی ہے سو اگر ان باپ اس کے جوان ہونے اور انکا مزاج بھی محروم ہوگا اور منی بھی شہد یا دوسری کوئی گرم چیز سے پیدا ہوئی ہوگی اور گرمیوں کے دنوں میں لطفہ ٹھہرا ہوگا اور شہر بھی گرم ہوگا تو اس میں حرارت اور یوست بہت ہوگی اور اس کے عکس میں برودت اور رطوبت کا غلبہ ہوگا سو ان چاروں کیفیتوں سے دو کیفیتوں کے جمع ہونے سے حل کی مدت میں تفاوت ہو جائیگا لیکن چھ مہینے سے کم اور دو

اور دوسری کافی ہر چیز میں جو تاثیر میں تمام نبات سے بہتر ہیں سو جب زمین کی ترتیب سے ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں پھر اگر مرد و نکی سڑی ہوئی ہڈیوں کو تربیت کر کے زندہ نکالے تو کیا عجیب ہے اور اگر منکر لوگ یوں کہیں کہ زمین اگرچہ تربیت زندون اور مردون کی کرتی ہے جیسے حشرات اور کافی چیزیں کہ یہ البتہ پیدا ہو سکتی ہیں لیکن انسان کا تولد اسکی تربیت سے کسی طرح ممکن نہیں ہے اس واسطے کہ انسان کا جسم ایسی چیزوں سے مرکب نہیں جو آپس میں بڑا اختلاف رکھتی ہیں پناہ بعض چیزیں نہایت سخت اور کرخت اس میں واقع ہیں جیسے ہڈیاں اور بعض بہت ہی لطیف اور پارک ہیں جیسے ہوائی روح اور بعض ان دونوں کے درمیان میں ہیں منعقد اور جمی ہوئی جیسے دوسرے اعضا اور بعض بہت والی اور جاری ہونیوالی ہیں جیسے غلط اور فضلات یعنی پیشاب اور غلیظ وغیرہ سو زمین بے شعور کی طبیعت سے اس قسم کے افعال مختلف اور تصویریں رنگا رنگ کس طرح یقین کریں ہم کہ زمین ایسی چیز پیدا کر سکتی ہے تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ ان زمین باوجود اس کے شعور کے اس قسم کے عجائبات پیدا کر سکتی ہے جس طرح بچہ دان عورت کا واسطے کہ بے شعور ہیں دونوں برابر ہیں دونوں میں افعالوں کا رنگ برنگ ہونا ہمارے اراد اور خواہش سے ہے وَجَعَلْنَا فِيهَا رَوْاسِيَ شَاهِدَاتٍ اور کرے ہمنے زمین میں پہاڑ بہت بلند جن کی سختی اور بلندی انتہا کو پہنچی اور ان پہاڑوں کے نیچے نہرین اور چشمے جاری کئے ہمنے وَاسْقِينَا كَرْمًا فَرَاتًا اور پلایا ہم نے تم کو انہی پہاڑوں کے دامن سے پانی بہت میٹھا جو تمہاری پیاس کو بجھاتا ہے تو معلوم ہوا کہ زمین کی تربیت سے بھی بعض چیزیں بہت سخت جیسے پتھر اور بعض بہت نرم اور لطیف جیسے پانی پیدا کرنا ممکن ہے پھر حجت ثابت ہوا تو وَيَلْ يَوْمَئِذٍ لِّلَّذِينَ كَفَرُوا فِيهِمْ بُزْخٌ اِلٰی سِدْرٍ مَّجْتَمِعٍ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ فَاوِیٌّ وَاُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ نَصِيرٌ اور وہ جسے اللہ تعالیٰ چاہے وہ اس کی قدرت سے انکار کرتے ہیں اور یہ نہیں بوجھتے ہیں کہ زمین لطیف اور کثیف دونوں قسم کی چیزیں موجود ہیں اور ہر ایک چیز ان میں سے زمین کی طبیعت کی خاصیت سے دوسری قسم کا لباس پہنتی ہے پھر کیا تعجب ہے کہ مرد و نکی بعضے جز لطف ہونے کی لیاقت پیدا کریں اور بعضے لطیف ہونے کے روح ہوائی ہو جائیں اور بعض کثیف اور غلیظ ہوں اعضا اور ہڈیوں اور

دماغ ہی جو سب بدن کے اوپر ہے اور دوسری غضبیہ قوت جسکا منشا دل ہی جو بدن کے بائیں طرف واقع ہے اور تیسری شہویہ قوت جسکا منشا جگر ہے جو بدن کے داہنی طرف واقع ہے اور صوفیہ قدس اللہ اسرارہم کے نزدیک قوت غضبیہ اور شہویہ دونوں دل میں ہیں لیکن قوت غضبیہ داہنی طرف دل کے متعلق ہے اور قوت شہویہ بائیں طرف دل کے متعلق ہے اس سبب سے جو وہوان کہ قوت غضبیہ کی تاریکی سے اٹھے گا وہ بدن کے داہنی طرف بٹھرے گا اور جو وہوان قوت شہویہ اور حرص کی تاریکی سے اٹھے گا وہ بدن کے بائیں طرف بٹھرے گا اور ابولم اصفہانی نے کہا ہے کہ ذی ثلث شعب کے معنی یہ ہیں کہ وہ وہوان تین صفتیں رکھتا ہو گا یعنی ایک صفت اس کی لَا ظَلِيل اور دوسری صفت اس کی لَا یَعْنُ مِنَ اللَّهَبِ اور تیسری صفت اس کی لَا تَنْجِي شَرِّہَا قَصْر لیکن اس صورت میں انہا کی تائید کے واسطے کوئی وجہ ہے چنانچہ کہ لفظ ظل کی جو اس کا مرجع ہے وہ مذکر ہے لیکن یوں کہہ سکتے ہیں کہ طفل کو جو ذی ثلث شعب کر کے موصوف کیا تو ان صفتوں کے سبب جمع کے معنی اس میں پائے گئے تو معنوں کی راہ سے وہ لفظ مونث ہوئی اس واسطے کہ جو جمع ہے وہ مونث کے حکم میں ہے اور بعضوں نے یوں کہا ہے کہ انہا کی ضمیر شعب کی طرف راجع ہے ظل کی طرف نہیں ہے فقط اور جو ظل کا حال بیان فرمایا کہ ہرگز راحت اس سے حاصل نہ ہوگی اور آگ کے شعلوں کو دفع نہ کرے گا اور اس کی تعلیل کے مقام میں ترقی کے طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے تینوں شعبے بڑی بڑی چنگاریاں ہیں لیکن گے پھر ایسے سایہ سے نفع کی امید کس طرف رکھا جائے غرض کہ ہر طرح کی نرسا سایہ اسدن مومنوں کے سایہ کے خلاف ہو گا چنانچہ لَا ظَلِيل نہ منع کرے گا یعنی نہ روکے گا وہ سایہ آفتاب کی گرمی کو یہ مشتق ہے ظل ظلیل سے جو عرب کا قول ہے یعنی سایہ بہت انبوہ کا ہے اور اس میں سوراخ ہیں جن کی راہ سے آفتاب کی شعاع پہنچتی ہے اور سایہ کے فائدہ میں نقصان کرتی ہے وَلَا یَعْنُ مِنَ اللَّهَبِ اور نہ دفع کرے گا آگ کے شعلوں سے کچھ یا بھتر کی کیطش کو جو پیاس کے غلبہ سے ہوگی اور سایہ میں انہی دو چیزوں کا فائدہ ہے یعنی اوپر کی گرمی کو

اور اب اسدن کے وقایح اور حادثوں کی فکر جو بہت ہی سخت اور مشکل ہے ان کے گریبان حال کو بھاری
 اور سختی پر سختی زیادہ کرے گی چھٹی اسدن کی سختی کی وجہ منکروں کے حق میں یہ ہوگی کہ جب کوئی
 شخص یا ایک کسی مصیبت میں پھنس جاتا ہے اور یہ بھی گمان ہوتا ہے کہ اسکے بعد دوسری مصیبت
 اس بھی سخت اور آنیوالی ہے تو سب کاموں پہلے اس مصیبت کے دفع کرنے میں اور آنیوالی کے
 روکنے میں دل و جان سے متوجہ ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص کسی گناہ یا کسی چوری میں پکڑا جاتا ہے
 تو پہلے چاہتا ہے کہ کسی تقریر سے اس کی انکار کروں اور کوئی بات بنا کے اس الزام کو اپنے اوپر
 سے دور کروں پھر جب دیکھتا ہے کہ انکار بن نہیں پڑتی تو عذر درپیش کرتا ہے کہ مجھے قصیر ہوئی تاکہ
 اسکے مواخذہ سے درگزر کریں اور اپنی چرب زبانی سے اس بلا سے خلاصی پاوے سو ہر شخص
 پہلے اسی طور سے دفع کرنا چاہتا ہے اس واسطے کہ یہ طور دفع کا آسان ہے اور اس میں
 دوسرے کی طرف استعانت کی حاجت نہیں پڑتی ہے سو کافر بھی جب قیامت کی آمدنی دیکھیں گے
 بلکہ اسکی نشانیاں بھی بعضی دیکھیں گے جیسے سایہ کی تقسیم کہ ایمانداروں کے واسطے یہ عزت ہوئی
 اور ان کے واسطے ایسی کالی بلا درپیش ہوئی تو ارادہ کریں گے کہ اپنے گناہوں کی واسطے
 کوئی عذر درپیش کریں اور بعضے گناہوں سے انکار کر بیٹھیں سو ان کو اس تدبیر فریب آمیز سے
 بھی مایوس کر دیتے ہیں کہ هَذَا يَهْدِيهِمْ اس کلام فیض انجام میں مذکور ہے اور اسی
 واسطے اسدن کو حاضر قرار دیکے ساتھ صیغہ اشارہ کے جو قریب متوسط کے واسطے ہی متعین
 فرمایا يَوْمَ لَا يَنْطِقُونَ یاد دہی ہے جس میں ہرگز دم نہ ماریں گے اور بات نہ کر سکیں گے کہ ہم
 سے ایسی کوئی قصیر صادر ہوئی ہے جس کے سبب ہم کو اس دہوئین کے سایہ میں لئے جاتے
 ہیں اور طرح طرح کے رنج اور خذاب ہم کو دکھلاتے ہیں نافع بن الارزق نے جو خارجہ جیون کے
 علما سے ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ اس آیت میں حق تعالیٰ ارشاد
 فرماتا ہے کہ کافر اسدن بات نہ کر سکیں گے اور دوسری آیتوں میں اسکے خلاف ارشاد ہوا ہے
 چنانچہ سورہ انعام میں ارشاد ہوا ہے کہ قَالُوا وَاللّٰهُ رَبُّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ یعنی کہیں گے

کافر کہ قسم ہے اللہ تعالیٰ کی جو رب ہے ہمارا کہ تھے ہم مشرک اور سورہ رزمین یون فرمایا ہے کہ
 تَمَّارَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُونَ یعنی پھر تم اسی کا فروق تکلے کے روبرو آپس میں
 جھگڑو گے نابح اپنے پیشواؤں کو ملامت کریں گے اور پیشوا انکے اپنے تابع داروں سے بیزار
 ہونگے اور دوسری آیتوں میں بھی کافرو نکابا بات کرنا اور جھوٹے عذر درپیش کرنا بہت مذکور ہے
 پھر ان آیتوں کے مختلف مضمونوں میں تطبیق کس طرح ہو سکتی ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
 عنہما نے فرمایا کہ قیامت کے دن مقامات مختلف اور مجلسیں متعدد درپیش ہوگیں سو بعضی جگہوں
 اور بعضی مجلسوں میں کافروں کو بات کرنے کی ممانعت ہوگی سو ان جگہوں میں کچھ یہودہ گوئی
 کریں گے اور بعضی جگہوں اور بعضی مجلسوں میں ان کو بات کرنا حکم نہ ہوگا سو وہ ان لب بھی نہ ہلا سکیں گے
 بس ان مضمون کا اختلاف زمانے اور وقتوں کے اختلاف کے سبب ہے اور حضرت حسن بصری
 رضی اللہ عنہ نے اس خارجی کے جواب میں ایسا کہا ہے کہ جو کافر اور بدکار و دلیل مضبوط اور عذر
 سننے کے قابل نہ لادیں گے تو ان کا بات کرنا اور نہ کرنا دونوں برابر ہوا اور اسب طرح سے
 عذرنا مسوع کا پیش کرنا نہ کرنا دونوں برابر ہیں سو کسی جگہ پر ان کی طرف ہر بے فائدہ گفتگو
 لحاظ سے ان کو بولتا ٹھہرایا ہے اور ان کی دہیات اور پوج باتیں بیان فرمائی ہیں اور بعضی جگہ
 پر حقیقت اور اصل معنوں پر لحاظ فرما کے ان کو گونگا اور ساکت ٹھہرایا ہے تو اب ان دونوں
 مضمون میں تناقص اور اختلاف نہ رہا وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ اَوْر نہ پروا لگی دی جاوے گی انکو اپنے
 گناہوں کے عذر کے بیان کرنے کی اس واسطے کہ یہ تو اول سے معلوم ہے کہ بے لوگ کوئی عذر قابل
 سننے کے اپنے پاس نہیں رکھتے ہیں کچھ بیفائدہ بکین گے فَيَعْتَذِرُونَ پھر عذر بیان کریں
 اس واسطے کہ عذر صحیح مسوع انکے پاس نہیں ہے اور عذر واپس ہی نامسوع وہ ان کوئی نہ سنے گا
 یہاں پر موافق عربیت کے قاعدے کے ایک اشکال مشہور ہے وہ یہ ہے کہ فَيَعْتَذِرُونَ
 کیون نہ فرمایا یعنی نون کو نصب کے سبب سے ماقط کیوں نہ کیا تاکہ نفی کا جواب ہو سکتا
 جس طرح وَلَا يُقْضَىٰ عَلَيْهِمْ فَيَمُوتُوا میں واقع ہوا ہے اور اس اشکال کا حل یہ ہے کہ اگر

نوں کو حذف کر کے ارشاد ہوتا تو معلوم ہوتا کہ ان کا عذر نہ کرنا اسی سبب سے تھا کہ ان کو اجازت نہ ہوئی والّا خدا معقول اور مسوع ان کے پاس موجود تھے وہی درپیش کرتے اور حال یہ ہے کہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ ان کے پاس حقیقت میں کوئی عذر نہیں ہو گا تا کہ اس پر اعتماد کریں اور اس کو درپیش کریں سو کلمہ نے كَأَنَّهُمْ كَلَمُهُمْ کا فیصلہ فَبَعَثَ اللَّهُ مُوسَىٰ کے واسطے ہے بدون سببیت کے پھر جب سبب کا ثبوت نہ ہوا تو نفی کا جواب بھی نہیں ہو سکتا ہے اس واسطے کہ نفی کے جواب کے واسطے سببیت ضروری ہے حاصل کلام کا اس دن کا فراس تسم کی چابو ہے اور بات بنانے سے اور حیلہ اور فریب سے بھی عاجز ہونگے وَيَلْزَمُ مِثْلَ لَكِنَّ بڑی خرابی ہے اس دن منکر و ن کی اس واسطے کہ اس دن کی مصیبتیں دفع کرنے کے واسطے کوئی حیلہ اور تدبیر بھی نہ ہو بلکہ بالکل مایوس ہونگے اور ساتویں وجہ اس دن کی سختی کی منکروں کے حق میں یہ ہوگی کہ جب سخن سازی اور حیلہ بازی سے بھی مایوس ہونگے اور کسی طرح اس دن کی مصیبتوں اور سختیوں سے اپنا بچاؤ نہ دیکھیں گے تب لاچار ہونگے اپنے ہم جنس اور ہمنوع کی طرف جھکیں گے اور اس بلا سے نجات کی تدبیر ان سے پوچھیں گے اور یہ خیال کریں گے کہ جس طرح دنیا میں سخت مصیبت آجائے تب میں پھنس جاتے اور اس کے خلاصی کی کوئی تدبیر نہ سونجھنے کے وقت جو بڑھے وانا اور زور آور ہوتے تھے ان سے التجا کر کے اس کی خلاصی کی تدبیر پوچھ کے اس مصیبت سے بچاؤ کی کوئی تدبیر کر لیتے تھے اسی طرح یہاں بھی شاید اس شکل کی کشائش اس حیلہ سے ہو سکے سو حقیقتاً ان کو اس تدبیر سے بھی مایوس اور ناامید کر دے گا اور فرشتوں کی زبان سے یہ حکم پہنچے گا کہ هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ یہ دن فصل اور جدائی کا ہے برے لوگوں اور اچھوں سے سو ہر چیز میں ہم جدا ہیں اور امتیاز کریں گے ان دو نون میں اور فصل اور جدائی بغیر نیکوں اور بدوں کے ایک مکان اور ایک زمان میں جمع کرنے کے متصور اور ممکن نہیں ہے اس واسطے کہ جو معاملہ الہی کسی کے حق میں واقع ہو وہی اس کو سبب خاص و عام دیکھ لیون اور یہ بھی ہے کہ بعض نیکوں اور بدوں کے حقوق آپس میں ایک کے دوسرے پر ثابت اور متحقق ہیں اور حقدار کا

حق دوسرے دلوانا بدون حاضر ہونے مدعی اور مدعی علیہ کے حکم کی مجلس میں ممکن نہیں ہے اور یہ بھی ہے کہ بعضے نیکون اور بدون کا علاقہ مضبوط اور زبردست دوسرے شخصوں نے ثابت ہے اور دوسرے اس علاقہ کے سبب سے بڑی بڑی امیدیں اعانت اور ثغاف کی دوسروں سے رکھتے ہیں جیسے قربت نسبی اور سسرالی اور دوستی اور سپر انچیمبر کی اور استاد کی اور شاگرد کی اور پیشوائی اور پس روی اور سولے اسکے اور حسب طرح یہ علالتے اپنے ہم عصروں سے رکھتے ہیں اسی طرح اپنے اگلوں سے بھی رکھتے ہیں بلکہ نسبی علاقہ اپنی نوع کی اول فرد سے یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے متحقق ہے اور اسی علاقہ کے سبب سے امداد اور اعانت کی امید رکھتے ہیں اسی واسطے اول و اولہ میں تمام مخلوقات حضرت آدم علیہ السلام کی طرف رجوع کریں گے اور کہیں گے کہ تم ہمارے سب کے باپ ہو اور ہم سب اس بلا میں مبتلا ہیں ہمارے خلاصی اور رہائی کی کوئی تدبیر کرو کہ اس بلا سے ہم کو نجات ملے چنانچہ یہہ مضمون حدیث میں ثابت ہے سو بدون جمع کرنے اولین اور آخرین کے ایک مجلس اور ایک مکان اور ایک وقت میں نیکون اور بدون میں ایسی جدائی اور فصل کہ پھر وہ حکم کسی کی سعی اور سفارش اور عرض معروض سے تغیر اور تبدل نہ پاوے ممکن اور متصور نہیں ہے سو اس واسطے جَمْعًا کُمْ وَلَا قَلْبًا جمع کیا ہے نیکو اور اگلوں کو اس واسطے کہ بلا میں چھپنے اور اس کے دفع سے عاجز ہونے کے وقت تم اپنے اگلوں کو ضرور یاد کرتے کہ اگر ہمارے پیشوا اس وقت میں ہوتے تو کسی تدبیر سے ہماری اس مصیبت اور مشکل کو مٹاتے اور اس وقت میں ہمارے کام آتے چنانچہ بادشاہ اپنے ملک کے بند و بست سے عاجز ہونے کے وقت سکندر اور تیمور کو یاد کرتے ہیں اور وزیر لوگ ارسطو اور بزرگمہر کو اور پہلوان رستم اور اسفندیار کو اور طبیب لوگ جالینوس اور بقراط کو اور نجومی ابوریحان اور ابو معشر کو اور اسی طرح ہر فرقہ اپنے اگلوں کے جیسے کمال کے مستفد ہیں اپنی عاجزی کے وقت یاد کرتے ہیں اور ہر شکل کو ان کی قدرت اور کفایت پر حوالہ کرتے ہیں یعنی یوں کہتے ہیں کہ افسوس اس وقت فلاں ہوئے تاکہ اس کام کو بخوبی سرانجام کو پہنچانے سو حق تعالیٰ گویا فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے اگلوں اور پچھلوں کو اپنی وقت بھر سے

سامنے اکٹھا کیا ہے تاکہ اس دن کی مصیبتوں سے خلاصی کی تدبیر کے لئے اگر ان کی طرف رجوع کرنا
 ہو تو کرو اور سب مل کے مشورہ کر کے کوئی بات نکالو فَإِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ پھر اگر ہووے
 واسطے تمہارے یعنی تمہارے پاس کوئی کمر اور حیلہ جس کے سبب آج کی سختی تم سے دور ہو جاوے
فَكَيْدٌ وین پھر وہ حیلہ یا کمر ہمارے ساتھ کرو اور دیکھو کہ وہ پیش جاتا ہے یا نہیں سو جب
 کافر آپس میں دوڑد ہو پ کے اس قسم کے حیلہ اور تدبیر سے بھی عاجز ہو جاوین گے تو وَيْلٌ
يَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ بڑی خرابی ہے اس دن منکروں کی کہ اس دن کی مصیبتیں دفع کرنے کے واسطے
 ہر حیلہ اور تدبیر سے عاجز اور مایوس ہونگے اور آٹھویں وجہ اس دن کی سختی کی منکروں کے
 حق میں یہ ہوگی کہ جتنے ان کے مخالف اور دشمن تھے ان سب کو ان کے سامنے طرح طرح کی غنایات
 اور مہربانی سے نوازین گے اور ان کو یعنی کافروں کو کہیں گے کہ دَيُّوْا اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ بے شک
 جو لوگ ڈرتے تھے حق تعالیٰ سے اور قیامت کے دن سے اور اس خوف کے سبب جتنے گناہ
 اور بُری چیزیں ہیں سب سے پرہیز کرتے تھے اور بندگی اور عبادت میں ہمیشہ لگے رہتے تھے
 سووے آج کے دن فِي ظُلُمٍ اَلِيلٍ عمدہ سایہ نہیں ہیں پہلے تو اپنے حشر کے میدان رب العالمین
 کے عرش کے سایہ کے نیچے ہونگے پھر پھر اس سے گزرنے کے وقت اپنے اپنے صدقوں اور خیراتوں
 کے سایہ کے نیچے ہونگے یہاں تک کہ اگر کسی نے آدھا خرما خدا کی راہ میں دیا ہو گا تو اس دن
 وہی آدھا خرما اس کے کام آنے کا اور دوزخ کے آگ کی لپک سے اس کے واسطے ڈھالی ہو جاوے گا
 اور اس کو بچاویگا پھر جب بہشت میں داخل ہوں گے تو طوبی اور دوسرے بہشت کے درختوں کے
 سایہ کے نیچے ہونگے پھر جب اپنے اپنے ٹھکانوں اور مکانوں میں داخل ہونگے تو وہاں اپنے مخلوق
 کے اور غرقوں کے اور تختوں کے سایہ میں ہونگے وَعِيَّوْنَ اور جاری چشموں میں ایسے چشمے
 کہ کسی سے کافور کی خوشبو آتی ہے اور کسی میں سونٹھ کا مزا ہو گا اور کسی کا نام تسنیم ہو گا
 سو ان چشموں کے سبب ان کو ہرگز پیاس نہ ہوگی بخلاف تمہارے کہ آگ کے دہو میں کاسا
 تمہاری تشنگی اور سوزش کو اور بھی زیادہ کر رہا ہے وَفَوَاحِشٍ مَّائِيَّاتٍ اور

میوؤن اس قسم کے چیرنے کے دل رغبت رکھتے ہیں کھٹے اور میٹھے سرد اور گرم سرد سیری اور گرم سیری بہار کے اور خزان کے کدو اور پکے سب دھان موجود ہونگے تاکہ ان میوؤن کے سبب پھونک کی گرمی ان کے باطن میں بھی اثر نہ کرے بس ان کی ہوا اور انکا پانی اور ان کے میوے ہر ایک ان کی گرمی کے دفع کرنے کے واسطے ایک دوسرے کے مدد اور معاون ہیں بخلاف تمھارے کہ میوؤن کی عوض میں دوزخ کے آگ کے انگارے ہیں اور اندر اور باہر سے گرمی اور جلن کی زیادتی ہے اور یہ سب تفرقہ اور جدائی اس واسطے ہے کہ تم لوگوں نے اس دن کے شک اور انگار کی گرمی کو اپنے دل میں جگہ دی اور ان لوگوں نے اپنے مومنین نے یقین کی ٹھنڈک سے اپنے دل کو چین میں رکھا سو اب یہاں ہر شخص کو وہی پیش آیا جو اس نے اختیار کیا تھا اور متقیوں کے حق میں علاوہ ان سب باتوں کے یہ زیادتی ہوگی کہ جہانوں کی طرح مکرم اور تعظیم کی ہوگی اور بار بار کھانے اور پینے کے واسطے تاکید اور تحریریں کریں گے اور کہیں گے کُلُوا وَاشْرَبُوا هَنِيئًا کھاؤ اور پیو گوارا ہو جیو اور تہج جائیو تمکو بخلاف دنیا کے کھانے اور پینے کے کہ وہاں نقل اور بدھضی اور ہسینہ کا خوف پیچھے لگا ہوا تھا اور یہ کھانا اور فینا تمھارے واسطے بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ عوض میں اس کے ہے جو تم عمل کرتے تھے چنانچہ گرمیوں میں روزے رکھتے تھے اور خدا کے واسطے روزے کے دنوں میں بھوکے پیاسے رہتے تھے اور اچھے اچھے کھانے اللہ کی راہ میں نفیسہ و ن محتاجوں کو کھلاتے تھے اور ٹھنڈا میٹھا پانی مسکین روزہ داروں کو پلاتے تھے اور وہ عمل تمھارے دنیا میں اگرچہ چند روزہ تھے ان کی عوض میں انقدر جزا تمھارے خیال میں نہیں آتی تھی لیکن ہماری عادت ایسی ہے کہ جس کو جزا کی منفعت پہنچایا جاہتے ہیں ہم تو اس کو اسی طرح وہ چیز جس میں نقصان کا نام بھی نہ ہووے اور محال کے ایسے اعلیٰ مرتبہ کو پہنچے کہ اس سے زیادہ متصور نہ ہووے غایت کرتے ہیں ہم إِنَّا كَذَلِكْ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ بے شک ہم اسی طرح بدلاتے ہیں نیکو کاروں کو کہ ایک کے عوض میں دس بلکہ سات سو تک بلکہ اس سے بھی زیادہ غایت کرتے ہیں ہم اور فانی چیز کے عوض میں جو باقی اور دائم ہے اور ناقص کے عوض میں کامل غایت

فرماتے ہیں ہم ان باتوں کے سننے کے سبب سے متقیوں کو خوشی پر خوشی زیادہ ہوگی اور اکرام عقلی ساتھ اکرام حسی کے جمع ہوگا اور ان کو یقین ہوگا کہ ہمارے سب کام مقبول ہوئے اور اس کی یہہ ثمرہ ظاہر ہوا اور جو اس حال کے منکر لوگ دور سے اس حال کے دیکھنے سے یا اس کلام ارشاد نظام کے سبب سے معلوم کریں گے تو دیکھیں لَا تَمْنُوا لَكُمْ دُنْيَا بڑی خرابی ہے اس دن منکروں کی اس سبب سے کہ انکو معلوم ہوگا کہ متقی لوگ روز جزا کے معتقد ہونے کے سبب سے اس نوازش سے سرفراز ہوئے اور ہم لوگ اس روز کے انکار سے اس رنج اور مصیبت میں گرفتار ہوئے اور نوزین و جہم اس دن کے عذاب کی منکروں کو یہہ ہوگی کہ دنیا میں قیامت کے انکار کرنے کے سبب سے طرح طرح کے کھانے اور پینے کی لذتوں کے مزے اُڑاتے تھے اور اس امر میں بہت اسراف اور باکی کرتے تھے اور جب متقی پر ہیزگاروں کو دیکھتے تھے کہ قیامت کے خوف سے دنیا کی اچھی مزیدار چیزوں سے کنارہ کش ہیں اور اس کی لذت سے فائدہ نہیں اٹھاتے ہیں تب اپنے دل میں کہتے تھے کہ اسی عقیدے نے ان لوگوں کو دنیا کی لذتوں سے محروم رکھا ہے سو بے بڑے نادان ہیں ہم لوگ بہت خوب سوچے ہیں کہ اس عقیدے کے معتقد ہی نہیں ہیں بلکہ اس سے ہم بیزار ہیں اسی سبب سے دنیا کی نعمتوں کی لذتیں اُڑاتے ہیں اور خاطر خواہ چسپین کرتے ہیں سو قیامت کے دن ان سے کہا جاوے گا كُلُوا وَشَبِّهُوا کھاؤ اور فائدہ لو دنیا کے حرام اور حلال سے بے باک اور بے دہشت ہو کے اور صیغہ امر کا اس جگہ پر ماضی کے معنوں میں ہے اور یہہ عرب کا قاعدہ ہے کہ جب فعل ماضی کو ایسے مقام میں ذکر کرتے ہیں جہاں اس بات کا بیان کرنا منظور ہوتا ہے کہ یہہ کام امر اور نہی کی لیاقت رکھتا ہے تو اسکو امر اور نہی کے صیغے سے بیان کرتے ہیں چنانچہ کسی شاعر نے کہا ہے سَهْ إِخْوَتِي لَا يَتَّبِعُونَنِي أَبَدًا و بَلَاءُ اللَّهِ قَدْ بَعْدُنَا یعنی بھائی میرے نہ دور ہو وین یعنی نہ دور ہوئے کسی اور بستی ان اللہ کی تحقیق دور ہیں حاصل کلام یہہ ہے کہ دنیا میں تنے کھایا اور پیا اور فائدہ لیا قَلِيلًا تھوڑے دنوں یعنی اپنی عمر بھر سو وہ تمہارا کھانا اور پینا اور بہرہ مند ہونا ایماندار متقیوں کی نسبت سے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا ہے انہو اپنے کہ ان کے پروردگار کے زمانہ کی

امید کی طرف انتہا نہیں ہے اور منتہی ہو نیوالی چیز کو غیر منتہی کے ساتھ کیا نسبت ہے سو تھے
 قدرِ قلیلِ فائدہ کو جو خالص اور کامل بھی نہ تھا عوض میں ایسے عمدہ منافع کے اختیار کیا جو کامل اور
 دائم اور غیر منتہی ہے اور ایسی عمدہ چیز کو اتھ سے دیکر ایسی ناقص کو خرید کیا اسی واسطے کہا جاتا ہے
 کہ **اِنَّكُمْ تَجْرُمُونَ** بے شک تم لوگ گنہگار ہو چنانچہ اس کھانے اور پینے اور فائدہ لینے کو بھی تھے
 گناہ میں صرف کیا سو بہ اور بھڑائی کی زیادتی کا سبب پڑا اور جب کافروں کو اس بات کی خبر ہوگی
 کہ قیامت کے انکار کرنے کے سبب سے دنیا کا کھانا پینا اور عیش و عشرت کرنا سب ہمارے حق میں زہر
 قاتل ہو گیا اور جو کچھ ہنسے کھایا اور پیا تھا وہ سب فاسد غلط ہونے کے آگ کی صورت ہو گیا تو **وَلَّيْ**
لَّيَوْمَئِذٍ لِلْكَافِرِينَ بڑی خرابی ہے اس دن مشرکوں کی جب اپنے معاملہ کے نقصان اور زیان پر مطلع
 ہوں گے اور بوجھین گے کہ ہنسے اپنے پائوں میں آپ ہی کٹھاڑی ماری اور کالے ناگ کو پھولونکا
 مار سمجھ کے اپنے گردن میں ڈالا جس کے سبب سے اس مصیبت میں گرفتار ہوئے اور اس ادنیٰ منفعت کو
 جو حقیقت میں مضرت تھی اختیار کر کے ان منافعِ حقیقیہِ دائمہ کو اپنے اتھ سے کھو دیا سو یہ سب
 چیزیں ان کو اچھی بات نہ سننے کے سبب سے حاصل ہوئی اسی سبب سے دسویں وجہ کافروں پر اس
 دن کی سختی کی یہ ہوگی کہ اچھی بات نہ سننے پر اپنا اتھ آپ کا ٹین گے اور افسوس کریں گے اس واسطے
 کہ ان کافروں کی عادت دنیا میں یہی ہے کہ پیغمبروں کے فرمودہ کو ہرگز نہیں سنتے ہیں اور مرشدوں
 اور واعظوں کا کہنا ہرگز نہیں مانتے ہیں بلکہ ضد سے ان کے کہنے کا انکار کرتے ہیں یہاں تک کہ اگر
 کوئی سہل کام کا بھی حکم انکو کرتے ہیں تو بھی یہ قبول نہیں کرتے **وَلَاذَاقِلْهُمْ اَذْكُوعُوا** اور
 جب کہا جاتا ہے ان کافروں کو کہ رکوع کرو اپنی عبادت میں تاکہ مسلمانین کے گروہ میں داخل
 ہو اس واسطے کہ رکوع خاصہ ہے مسلمانوں کی عبادت کا اور سوائے مسلمانوں کے دوسروں کی
 عبادت میں قیام ہے اور سجدہ رکوع نہیں ہے اور حقیقت میں رکوع دل کے انقیاد کا نام ہے
 امانت الہی کے بوجھ کے اٹھانے کے واسطے اسی واسطے اس شکل کو لینے رکوع کو اس شریعت
 میں عبادت گردانا ہے تاکہ رکوع کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہنسے امانت الہی کے بوجھ کو

اپنی پیٹھ پر لاد لیا ہے باوجود اس بات کے کہ اس نے ہلکے مستقیم القامت پیدا کیا ہے لیکن جو اس
 بوجھ اٹھانے کا ہم کو حکم کیا تو ہم نے اپنے قدم کے سیدھا ہونے پر غور نہ کیا بلکہ گھوڑے چرخ
 اونٹ بیل کی طرح اپنی پیٹھ کو اس کے سامنے ٹیڑھا کر دیا ہے تاکہ وہ جو چاہے ہمارا پر لاد دیوے
 اس واسطے قرآن شریف میں دوسری جگہ پر فرمایا ہے کہ اقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ وَامْرُءُوهَا
مَعَ الزَّكَاةِ بس رکوع کرنا نماز میں سلامانی کی علامت ہے اور اگر اس چیز کو دنیا میں کرتے
 رہتے تو قیامت کو جو جدائی اور امتیاز کا دن ہے اس علامت کے سبب سے اہل اسلام کے گروہ
 میں شمار تو کئے جاتے لیکن یہ لوگ لایکھوں ہرگز رکوع نہیں کرتے ہیں بلکہ اپنے تین مسلمانوں
 کی مشابہت سے دور رکھتے ہیں چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب رئیس لوگ بنی ثقیف
 کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری میں آکر حاضر ہوئے اور اپنے اسلام کا اظہار کیا آپ نے انکو نماز
 پڑھنے کا تعقید فرمایا اور نماز پڑھنے کا طور ان کو تعلیم کیا تب ان لوگوں نے کہا کہ ہم سب ارکان نماز
 کے بجالاویں گے لیکن رکوع نہ کریں گے اس واسطے کہ یہ فعل نہایت ننگ اور عار کا سبب ہے یعنی
 بنی آدم باوجود قدم کی راستی کے جانوروں کی طرح اپنی پیٹھ کو ٹیڑھا کر کے اوندھا ہووے
 تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَا خَيْرَ فِي دِينٍ لَيْسَ فِيهِ رُكُوعٌ یعنی کچھ بھی بہتری
 نہیں ہے اس دین میں جس میں رکوع نہ ہووے اس واسطے کہ دین تحقیق انسانیت کے معنوں میں ہے
 اور انسانیت اسی بات کو چاہتی ہے کہ اپنے خاوند کے حکموں کو لینے امر اور نہی کو سننے اور خوشی
 رضا اور رعبت سے قبول کرے وے اور اس بوجھ کے اٹھانے کے واسطے اپنی پیٹھ کو ٹیڑھا کر
 کر دیوے اس واسطے کہ عرف عام میں تعظیم اور سلام کے مقام پر اپنی پیٹھ کو ٹیڑھا کر دینا گناہ ہے اور اگر ہم
 بات کی طرف کہ تمہارے احسان کا بوجھ اپنی پیٹھ پر رکھنا ہم نے اور حضرت عبداللہ بن عباس
 رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن ہووے گا اس واسطے کہ تخلی الہی سے
 کشف ساق کا ہو گا اور سب لوگوں کو حکم ہو گا کہ سجدہ کرو بس ایسا نہ اسی وقت سجدہ میں
 اگر پڑھیں گے اور مشکوٰۃ کی گردن اور پیٹھ ایک لوتے کا نقشہ ہو جائے گی کہ اس سبب سے ہرگز

پیٹھ می نہ کر سکیں گے چنانچہ سورہ نون میں گذر چکا ہے لیکن اس تفسیر میں دو خدشہ بڑی قوی اور زبردست وارد ہوتے ہیں پہلا خدشہ یہ ہے کہ اس سورت میں رکوع کا ذکر ہے اور سورہ نون میں سجدہ کا ذکر آیا ہے سورہ کو ع اور چیزیں اور سجدہ اور چیزیں اسکا حل اس پر کس طرح ہو سکتا ہے اور دوسرا خدشہ یہ ہے کہ لایں کعون سے بوجھا جاتا ہے کہ کافر اپنے اختیار سے رکوع نہیں کرتے ہیں اور سورہ نون میں لایں کعون مذکور ہے اس کے یہ بوجھا جاتا ہے کہ کافر نہ کرنے میں بے اختیار اور مجبور ہیں حاصل کلام کا قیامت کے دن رکوع اور سجدہ کرنا والوں کی جب بزرگی اور نوازش دیکھیں تب یاد کریں گے کہ ہم کو بھی دنیا میں اس آسان کام کا حکم ہوتا تھا جسے سب سے بے نوازشین اور سرفرازاں ہوئی ہیں لیکن ہم نے نصیحت کرنے والوں کا کہنا نہ مانا اور ان کی بات کو نہ سنا اور ایسے چین اور آرام کو اپنے ماتھے سے منہٹ کھو دیا وَلَّیْ یَوْمَئِذٍ لِّلْكَذِبِیْنَ بڑی خرابی ہے اس دن منکروں کو جو اپنی الٹی بوجھ پر اس دن افسوس کریں گے اور ماتھے ملین گے کہ ہم نے کسی آسان چیز کے نہ کرنے سے ایسی عن چلنے اپنے ماتھے سے کھو دی اور خرید کی اور جب تک کافر سطر کے گدھے اور جتن ہیں کہ ایسے آسان حکم کو اپنے رکوع کو بجا نہیں لاتے ہیں اور اپنی پیٹھ میٹھی نہیں کرتے ہیں فَبِأَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ ذَٰلِکَ یُؤْمِنُوْنَ پھر اب کوئی بات پڑے اس کے ایمان لا دینگے اور کون کون تکلیف الٹی کو اپنے اوپر قبول کریں گے اس واسطے کہ یہ ذرا سی بات ان سے ہو نہیں سکتی ہے بسن ہر شریعہ جانور کی طرح کے ہیں جو اپنی پیٹھ کو میڑا نہیں کرتا ہے پھر دوسرے بوجھ لا دینے کی امتیاز ملے محال ہے اور بعض مفسرین نے کہا کہ بعدہ کی صنیر قرآن کی طرف راجع ہے اگرچہ اس کا مذکور اوپر نہیں ہوا ہے لیکن قرآن شریف کی تلاوت کیوقت ہر شخص کا ذہن اسی قرآن ہی کی طرف دوڑتا ہے یعنی جب قرآن شریف کے آنے کے بعد بھی یہ کافر ایمان نہ لائے باوجود اس بات کے کہ قرآن کا بیان واضح ہے اور کتب الہیہ کا خاتمہ ہے کہ اسکے بعد آسمان کوئی کتاب نازل ہونے کی امید باقی نہیں ہے اس پر بھی نہ مانا اور قایل نہ ہوئے پھر اب اس قرآن کے بعد کوئی بات کے منظر ہیں جس پر ایمان لا دینگے اس واسطے کہ اب کوئی دوسری کتاب آسمان سے نازل ہونیوالی نہیں ہے اور دنیا میں دوسری کتابیں جو آدمی لکھتے ہیں اس کلام میں بہت تاثیر پائی نہیں جاتی ہے اور جتنے میں آیا ہے کہ جو شخص اس آخری آیت کو پڑھے غار میں یا نازکے باہر اس کو لازم ہے کہ اس کے بعد کہ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحَدَّیْضًا

ایمان لایا میں اللہ تعالیٰ کا جو ایک ہی اور واحد لا شریک ہے تمت بالتحسیر
الحمد للہ کہ یہ نسخہ مقرر کیے تفسیر فتح العزیز جو تصنیف کی ہوئی قدوة السالکین زبدة العارفين فضل العلماء وکل الفضلاء
سند المحدثین سلطان المفسرین حضرت مولانا حافظ شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ کی فارسی زبان میں تفسیر حسین سے پارہ
تبارک کا ترجمہ حسب الارشاد محسن دوران طبع جو دو الاثنان قدر دان غربا وشرافا جنابنا و خدا محمد علی صاحب بن محمد حسین رو
ادام اللہ سنا تہم کے ہندوستانی زبان میں ہو کر طبع ہوا تھا مگر اندون بہ باعث عدم طبع کیاب تھا کثرت شاید تعین سے
سے بہت نایاب تھا سونبدہ درگاہ محمد قاضی ابراہیم بن قاضی نور محمد صاحب پلندہ ری نے شراکت نور الدین
بن جیو خان و کمال تصحیح جناب سیادت کاتب مولوی غلام علی لدیہ غلام حسین کتب خانہ محمد علی دین و طاب اللہ علی صاحب
کے معمورہ بمبئی کے مطبع حیدری میں حید طبع سے آراستہ و پیراستہ کیا

اللہ تعالیٰ بانی اس امر خیر کو اور مترجم کو اور کاتب کو اور فارسی کو اپنے فضل و کرم سے توفیق خیر کی عنایت
فرماوے آمین یا رب العالمین و صلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برکتک یا ارحم الراحمین

قطعة تاریخ از نتایج فکر قاضی غلام علیضاہری

حاصل بکف دست یہاں سیر چین ہے
کیون بوس گھر خلق نہو صفحہ کستریہ
شیرینی معنون وادان بخش و طرب خند
جو ساغر مینا میں پر از بادہ شبگیر
طرفہ ہی بجلی کہ تفسیر عزیز ی
ہر لحظہ مطاف ملک خطہ تنویر
اس شاہد زیبا نے پہن کتو اردو
فیاض زمان نے کیا از نو سے تعمیر
شہبازِ فکر ہے علی از پئی تاریخ

ایک باغ تبارک و گلستان یہ تفسیر
مصنوع ہی گویا خالی رخ ناز پہ اس کے
ہی بہر خرد تاب زدہ حلقہ زنجیر
الفاظ متین موج زین معنی رنگین
نکلے ہی اگر دست صبا دامن گل و حیر
ہو زیر فلک مرقد پر نور مصنف
ہی خاکِ لعل کی صدا غیرت کسیر
تہا رشک بہار چمن غلہ یہ گلگشت
دشاد رہے ناو خدا صاحب توقیر

کیون گل نہون جلیت سے نم آؤدہ تشویر
یا طرہ دستار ہی گلدستہ تقریر
جون زلف پر بچہ عبارات سیل
ہی غیرت دریا کی جسے نم شیر
ازدو ادب سودہ نہون تر اورا
سر باختمیہاں برق جون شمع جلیگر
کیا مشت خبار اس کی گردن صفحہ
یک ناز خرامی سے کیا ہند کو تسخیر
مقبول دجا ہو یہ ہلاک کرین آمین

